تسہیل

بہشتی زیور

جلد اول

تالیف

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

تسہیل

اساتذۃ الجامعۃ الرشید

نظر ثانی

مفتی ابولبابہ شاہ منصور

کتاب گھر

ناظم آباد نمبر ۴ - کراچی

عُلماء اور عوام کے لیے یکساں مُفید

تسہیلِ

بہشتی زیور

تألیف

حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

تسہیل اساتذۂ جامعۃ الرشید

نظرثانی حضرت مفتی ابولبابہ صاحب زید مجدہم

کتاب گھر
ناظم آباد نمبر ۴ - کراچی

الحمد للہ

نام کتاب : تسہیلِ بہشتی زیور

تالیف : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

تسہیل : اساتذہ جامعۃ الرشید

نظر ثانی : حضرت مفتی ابولبابہ صاحب زید مجدھم

کمپوزنگ اور ڈیزائننگ : حامد علی کھوکھر

سن طبع : ۱۴۲۷ھ

ناشر : کتاب گھر
ناظم آباد نمبر ۴ ۔ کراچی

ملنے کا پتہ

کتاب گھر
ناظم آباد نمبر ۴ ۔ کراچی
0314-2139797

اِنتساب

ان علماء کرام اور ائمہ مساجد کے

جذبہ ایمانی

کے نام

جو عامۃ المسلمین کو دین کی تعلیمات

سے روشناس کروانا چاہتے ہیں

بسم الله الرحمن الرحيم

ولله الأسماء الحسنى فادعوه بها

اجمالی فہرست

- کتاب الایمان والعقائد
- کتاب الرسوم والبدعات
- کتاب الترغیب والترہیب
- کتاب الآداب والاخلاق
- اخلاق وعاداتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم (شمائل)
- کتاب السلوک والاحسان
- کتاب الطہارۃ
- کتاب الصلاۃ
- کتاب الزکوۃ
- کتاب الصوم
- کتاب الحج

فہرستِ عنوانات

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
پہلی اینٹ	۳۰	آسمانی کتابوں سے متعلق	۴۱
مُقدمۃ	۳۳	صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے متعلق	۴۲
کام کا تعارف	۳۶	اہلِ بیت سے متعلق	۴۲
كتاب الإيمان والعقائد		ایمان سے متعلق	۴۳
		ایمان کے منافی بعض غلط نظریات	۴۳
عقیدوں کا بیان	۳۸	کافر کہنے یا لعنت کرنے سے متعلق	۴۳
کائنات سے متعلق	۳۸	قبر کے حالات سے متعلق	۴۳
اللہ تعالیٰ کے بارے میں	۳۸	ایصالِ ثواب سے متعلق	۴۴
تقدیر کے متعلق	۳۹	علاماتِ قیامت سے متعلق	۴۴
بندہ کے اختیار سے متعلق	۳۹	قیامت سے متعلق	۴۴
شریعت کے احکام سے متعلق	۳۹	شفاعت سے متعلق	۴۵
انبیاءِ کرام علیہم السلام اور معجزات سے متعلق	۳۹	جنت سے متعلق	۴۵
انبیاءِ کرام علیہم السلام کی تعداد سے متعلق	۴۰	دوزخ سے متعلق	۴۵
انبیاءِ کرام علیہم السلام کے درمیان فضیلت سے متعلق	۴۰	گناہوں سے متعلق	۴۵
معراج سے متعلق	۴۰	کسی کے جنتی ہونے سے متعلق	۴۶
فرشتوں اور جنات سے متعلق	۴۰	اللہ تعالیٰ کے دیدار سے متعلق	۴۶
ولی، ولایت اور کرامت سے متعلق	۴۱	خاتمہ سے متعلق	۴۶
بدعت سے متعلق	۴۱	توبہ سے متعلق	۴۶

عنوانات	صفحہ
فصل	۴۷
کفر اور شرک کی باتوں کا بیان	۴۷
بدعتوں، بری رسموں اور بری باتوں کا بیان	۴۸
چند بڑے گناہوں کا بیان	۴۹
گناہوں کے بعض دنیوی نقصانات	۵۰
اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے بعض دنیوی فوائد	۵۰
کتاب الرسوم والبدعات	
بدعت کی لغوی تعریف	۵۱
بدعت کی شرعی تعریف	۵۱
شرکیہ بدعات	۵۲
پیر کو سجدہ کرنا	۵۲
قبروں پر سجدہ اور طواف	۵۲
قبر کو بوسہ دینا	۵۲
پاؤں چومنا	۵۲
جھک کر ملنا	۵۲
بکرے کا خون ٹائروں پر لگانا	۵۳
بیماری سے شفا کے لیے بکرا ذبح کرنا	۵۳
چیلوں کو گوشت پھینکنا	۵۳
بارش کے لیے مزارات پر جانور ذبح کرنا	۵۳
پیدائش اور ختنہ وغیرہ سے متعلق بدعات	۵۴
چھٹی کی تقریب	۵۴
ختنہ کی دعوت	۵۴
سالگرہ منانا	۵۴
نماز سے متعلق بدعات	۵۴
نوافل کے بعد اجتماعی دعا	۵۴
نمازِ عید اور فرض نمازوں کے بعد مصافحہ	۵۵
فرض نماز کے بعد بلند آواز سے کلمہ یا درود پڑھنا	۵۵
وفات اور قبروں سے متعلق بدعات	۵۶
میت کے سینے پر کلمۂ شہادت لکھنا	۵۶
اسقاطِ مروّج اور اس کا حکم	۵۶
نمازِ جنازہ کے بعد دعا	۵۶
جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا	۵۷
دفن کے بعد تین دفعہ دعا مانگنا	۵۷
دفن کے بعد اجتماعی دعا	۵۷
اہلِ میت کی طرف سے دعوت کی رسم	۵۷
جنازہ کی چادر پر قرآنی آیات لکھنا	۵۸
وفات کے موقع پر جائز کاموں کی تفصیل	۵۸
ایصالِ ثواب	۵۸
ضروری مسئلہ	۵۹
خیرات	۵۹
تعزیت کا مسنون طریقہ	۶۰

عنوانات	صفحہ
کھانے پر فاتحہ کا حکم	۶۱
تیجہ، جمعرات، گیارہویں، چہلم، چھ ماہی اور برسی وغیرہ	۶۱
قبر کے کتبوں پر قرآنی آیات لکھنا	۶۱
کفن میں عہد نامہ رکھنا	۶۲
میت کے گھر تین دن تک کھانا پکانے کو معیوب سمجھنا	۶۲
برسی منانا	۶۲
مروّج قرآن خوانی	۶۲
ایصالِ ثواب کے لیے اجتماع کا اہتمام	۶۲
قبروں پر قرآنی آیات لکھی ہوئی چادر ڈالنا	۶۳
قبروں پر چادریں اور پھول ڈالنا	۶۳
قبر پختہ کرنا اور اس پر گنبد بنانا	۶۳
عرس کا حکم	۶۳
قبروں پر دیگیں دینا	۶۴
عید کے دن عورتوں کا قبرستان جانا	۶۴
روزانہ اکٹھے ہو کر قبرستان جانا	۶۴
قرآن کریم سے متعلق بدعات	۶۵
تقریبات کے افتتاح میں قرآن خوانی	۶۵
تراویح میں ختمِ قرآن پر مٹھائی کا التزام	۶۵
خواتین کا قرآن خوانی کے لیے اجتماع	۶۵
شادی بیاہ سے متعلق رسوم وبدعات	۶۵
محرم میں شادی بیاہ کو ممنوع سمجھنا	۶۵

عنوانات	صفحہ
سہرا باندھنا	۶۶
شادی کی چند قبیح رسمیں	۶۶
شادی کے بعد پہلا رمضان میکے میں گذارنا	۶۶
منگنی یا شادی کے موقع پر مٹھائی اور کپڑوں کا لین دین	۶۶
رسمِ جہیز کی شرعی حیثیت	۶۶
جہیز کے مفاسد	۶۷
نسخۂ محبت	۶۹
نیوتہ کی قبیح رسم	۷۰
بوقتِ نکاح دلہن کے پاس کچھ لوگوں کو بھیجنا	۷۰
نکاح کے بعد رخصتی میں تاخیر	۷۰
جوان لڑکی کو گھر بٹھائے رکھنا	۷۰
متفرق بدعات	۷۱
میلاد کا حکم	۷۱
مروّج صلوٰۃ وسلام	۷۲
رسول اللہ ﷺ کا نام سن کر کھڑا ہونا	۷۳
رسول اللہ ﷺ کا نامِ مبارک سن کر انگوٹھے چومنا	۷۳
صفر کے آخری بدھ کو عمدہ کھانا پکانا	۷۳
رجب کے کونڈوں کی حقیقت	۷۳
روزہ کشائی کی رسم	۷۴
خطبۃ الوداع پڑھنا	۷۴
مبارک راتوں میں مساجد میں اجتماع	۷۴

عنوانات	صفحہ
شدید بارش یا وبا کے وقت اذان دینا	۷۵
اجتماعی طور پر درود شریف پڑھنا	۷۵
گیارہویں کا کھانا	۷۵
شب برات	۷۵
تبرکات کی زیارت	۷۵
بیٹی کے ہاں کھانے پینے کو حرام سمجھنا	۷۶
کسی کے اکرام میں کھڑا ہونا	۷۶
بوقتِ رخصت خدا حافظ کہنا	۷۶
ٹیلی فون پر ہیلو کہنا	۷۶
کتاب الترغیب والترہیب	
اعمالِ صالحہ کی ترغیب	
نیت خالص رکھنا	۷۸
قرآن وحدیث کے حکم پر چلنا	۷۸
اچھے یا برے طریقے کی بنیاد ڈالنا	۷۸
علمِ دین کی طلب	۷۹
حفظِ حدیث کی فضیلت	۷۹
وضو میں خوب اہتمام سے پانی پہنچانا	۷۹
مسواک کرنا	۷۹
نماز کی پابندی	۸۰
اوّل وقت میں نماز پڑھنا	۸۰

عنوانات	صفحہ
قرض دینے کا ثواب	۸۰
غریب قرض دار کو مہلت دینا	۸۰
قرآن کریم کی تلاوت کی فضیلت	۸۰
مزدور کی اجرت فوراً دے دینا	۸۳
اولاد کی موت پر صبر کرنا	۸۳
رحم اور شفقت کرنا	۸۴
نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا	۸۴
مسلمان کا عیب چھپانا	۸۴
ماں باپ کو خوش رکھنا	۸۴
یتیم بچوں کی پرورش کرنا	۸۴
مسلمان کی حاجت پوری کرنا	۸۵
حیا اور بے حیائی	۸۵
خوش خُلقی اور بد خُلقی	۸۵
نرمی اور سخت مزاجی	۸۵
مسلمان کا عذر قبول کر لینا	۸۵
کم بولنا	۸۶
تواضع اور عاجزی	۸۶
سچ بولنا اور جھوٹ سے بچنا	۸۶
راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹانا	۸۶
وعدہ اور امانت کی پاسداری	۸۶
دنیا کی حرص نہ رکھنا	۸۶

عنوانات	صفحہ
موت کو یاد رکھنا، لمبی امیدیں نہ باندھنا اور	
نیک کاموں کے لیے وقت کو غنیمت سمجھنا	۸۷
مصیبت میں صبر کرنا	۸۷
بیمار کی عیادت کرنا	۸۷
مردے کو غسل وکفن دینا اور اس کے گھر والوں کو تسلی دینا	۸۷
برے کاموں سے بچنے کی ترغیب	۸۸
ریاکاری	۸۸
علم پر عمل نہ کرنا	۸۸
پیشاب سے احتیاط نہ کرنا	۸۸
نماز میں خشوع وخضوع کا اہتمام نہ کرنا	۸۸
نماز میں ادھر ادھر دیکھنا	۸۸
نمازی کے سامنے سے گزرنا	۸۹
جان بوجھ کر نماز قضا کر دینا	۸۹
اپنی جان یا اولاد کو بددعا دینا	۸۹
حرام کمانا اور اس کو استعمال کرنا	۸۹
دھوکہ دینا	۸۹
قرض لینا	۸۹
استطاعت کے باوجود کسی کا حق ٹالنا	۹۰
سود لینا دینا	۹۰
کسی کی زمین پر ناجائز قبضہ کرنا	۹۰
عورت کا نامحرم کے سامنے عطر لگانا	۹۰

عنوانات	صفحہ
عورت کا باریک کپڑا پہننا	۹۰
مردوں کا عورتوں اور عورتوں کا مردوں کی	
شکل وصورت بنانا	۹۱
فخر وتکبر کے لیے کپڑا پہننا	۹۱
کسی پر ظلم کرنا	۹۱
کسی کی مصیبت پر خوش ہونا	۹۱
کسی کو طعنہ دینا	۹۱
صغیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنا	۹۲
رشتہ داروں سے بدسلوکی کرنا	۹۲
پڑوسی کو تکلیف دینا	۹۲
کسی کے گھر میں جھانکنا	۹۲
کسی کی باتوں کی طرف کان لگانا	۹۲
غصہ کرنا	۹۲
کسی سے بولنا چھوڑ دینا	۹۲
کسی کو بے ایمان کہنا یا اس پر لعنت کرنا	۹۳
کسی مسلمان کو ڈرانا	۹۳
چغلی کھانا	۹۳
غیبت کرنا	۹۳
کسی پر بہتان لگانا	۹۳
اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا سمجھنا	۹۴
دو رُخا ہونا	۹۴

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا	۹۴	قرآن مجید کی تلاوت کے آداب	۱۰۹
ایسی قسم کھانا کہ اگر جھوٹ بولوں تو ایمان نصیب نہ ہو	۹۴	دعا اور ذکر کے آداب	۱۰۹
فال والے یا نجومی کے پاس جانا	۹۴	کھانے پینے کے آداب	۱۰۹
کتا پالنا اور تصویر رکھنا	۹۴	پہننے، اوڑھنے کے آداب	۱۱۰
کسی عذر کے بغیر اُلٹا لیٹنا	۹۵	بیماری اور علاج کے آداب	۱۱۱
کچھ دھوپ میں اور کچھ سائے میں بیٹھنا	۹۵	خواب کے آداب	۱۱۱
بدشگونی اور ٹوٹکا	۹۵	سلام کے آداب	۱۱۲
بین کرنا	۹۵	نشست و برخاست کے آداب	۱۱۲
یتیم کا مال کھانا	۹۵	مجلس میں بیٹھنے کے آداب	۱۱۲
قیامت کے دن کا حساب وکتاب	۹۶	زبان کی حفاظت	۱۱۳
جنت اور جہنم کو یاد رکھنا	۹۶	**مسنون دعائیں**	۱۱۵
قیامت کی علامات اور حالات	۹۶	سوتے وقت کی دعا	۱۱۵
قیامت کے دن کا ذکر	۱۰۱	سو کر اٹھنے کی دعا	۱۱۵
جنت کی نعمتوں کا ذکر	۱۰۲	صبح کی دعا	۱۱۵
جہنم کے حالات	۱۰۳	شام کی دعا	۱۱۵
ایمان کے شعبے	۱۰۵	کھانا کھانے کی دعا	۱۱۵
کِتَابُ الْآدَابِ وَالْأَخْلَاق		کھانے کے بعد کی دعا	۱۵
		فجر اور مغرب کے بعد سات مرتبہ پڑھنے کی دعا	۱۱۶
وضو اور طہارت کے آداب	۱۰۸	فجر اور مغرب کے بعد تین مرتبہ پڑھنے کی دعا	۱۱۶
نماز کے آداب	۱۰۸	سواری پر سوار ہونے کی دعا	۱۱۶
زکوٰۃ اور صدقات کے آداب	۱۰۸	دعوت کھانے کے بعد کی دعا	۱۱۶

عنوانات	صفحہ
چاند دیکھ کر پڑھنے کی دعا	۱۱۶
مصیبت زدہ کو دیکھ کر پڑھنے کی دعا	۱۱۶
رخصت کرنے کی دعا	۱۱۷
نکاح کی مبارک باد کی دعا	۱۱۷
مصیبت کے وقت کی دعا	۱۱۷
ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت کی دعائیں	۱۱۷
اخلاق وعاداتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام (شمائل)	
نام مبارک ونسب شریف	۱۱۸
پیدائش اور حیاتِ مبارکہ کے مختلف ادوار	۱۱۸
نکاح اور ازواجِ مطہرات	۱۱۹
اولاد	۱۱۹
مزاج وعاداتِ مبارکہ	۱۱۹
حلیہ مبارکہ اور اوصافِ طیبہ	۱۲۱
کتابُ السلوکِ والاحسان	
اخلاقِ ذمیمہ اور ان کا علاج	۱۳۴
زیادہ کھانے کی حرص اور اس کا علاج	۱۳۶
زیادہ بولنے کی حرص اور اس کا علاج	۱۳۶
غصہ اور اس کا علاج	۱۳۷
حسد اور اس کا علاج	۱۳۷

عنوانات	صفحہ
دنیا کی محبت اور اس کا علاج	۱۳۸
کنجوسی اور اس کا علاج	۱۳۸
شہرت پسندی اور اس کا علاج	۱۳۹
غرور وتکبر اور اس کا علاج	۱۳۹
خود پسندی اور اس کا علاج	۱۴۰
ایک قابل توجہ بات	۱۴۰
اخلاق حمیدہ اور ان کے حصول کے طریقے	۱۴۱
توبہ اور اس کا طریقہ	۱۴۱
خوفِ خدا اور اس کا طریقہ	۱۴۱
اللہ تعالیٰ سے امید رکھنا اور اس کا طریقہ	۱۴۱
صبر اور اس کا طریقہ	۱۴۱
شکر اور اس کا طریقہ	۱۴۲
توکل اور اس کا طریقہ	۱۴۲
اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کا طریقہ	۱۴۳
اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی رہنا اور اس کا طریقہ	۱۴۳
صدق یعنی سچی نیت اور اس کا طریقہ	۱۴۳
مراقبہ یعنی دل سے اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھنا اور	
اس کا طریقہ	۱۴۳
قرآنِ کریم کی تلاوت میں دل لگانے کا طریقہ	۱۴۳
نماز میں دل لگانے کا طریقہ	۱۴۴
اپنے نفس اور دوسروں کے شر سے بچنے کا طریقہ	۱۴۴

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
نفس کے ساتھ معاملہ	۱۴۵	دانتوں پر سونے، چاندی کا خول ہو تو وضو وغسل کا حکم	۱۶۱
عام لوگوں کے ساتھ معاملہ	۱۴۷	سرخی، پاؤڈر اور کریم لگا کر وضو کرنا	۱۶۱
شیخِ کامل کے ساتھ تعلق	۱۵۰	وِگ کا استعمال اور وضو	۱۶۱
پیری مریدی کا بیان	۱۵۰	**وضو توڑنے والی چیزیں**	۱۶۱
شیخ کامل کی علامات	۱۵۰	خون، پیپ وغیرہ نکلنا	۱۶۲
مرشد سے تعلق کے آداب	۱۵۱	قے ہونا	۱۶۴
اگر بے دین پیر سے تعلق ہو جائے	۱۵۱	نیند، بے ہوشی اور نشہ	۱۶۴
مرید بلکہ ہر مسلمان کی روز مرہ زندگی کے آداب	۱۵۲	ہنسی اور قہقہہ	۱۶۵
کتاب الطہارۃ		متفرق	۱۶۵
		جن چیزوں سے وضو نہیں ٹوٹتا	۱۶۶
وضو اور غسل کی فضیلت	۱۵۵	بے وضو ہونے کی حالت کے احکام	۱۶۶
وضو کا بیان	۱۵۶	**معذور کے احکام**	۱۶۸
وضو کرنے کا طریقہ	۱۵۶	**اضافہ:**	۱۶۹
وضو کے فرائض اور ان سے متعلقہ مسائل	۱۵۷	قطرہ کے مریض کے لیے نماز پڑھنے کا آسان طریقہ	۱۶۹
وضو کی سنتیں	۱۵۸	ہوا کے مریض کی نیند	۱۷۰
وضو کے مستحبات سے متعلق مسائل	۱۵۸	معذور کے حکم میں داخل ہونے یا نہ ہونے کو معلوم	
مکروہاتِ وضو سے متعلق مسائل	۱۵۹	کرنے کا آسان طریقہ	۱۷۰
اضافہ:	۱۶۰	گرمی دانہ کے پانی کا حکم	۱۷۱
مسواک کی جگہ ٹوتھ پیسٹ اور برش کا استعمال	۱۶۰	وریدی انجکشن ناقضِ وضو ہے	۱۷۱
اخبار میں لکھی ہوئی آیات کو بلا وضو چھونا	۱۶۰	**غسل کا بیان**	۱۷۲
وضو اور غسل میں مصنوعی اعضا کا حکم	۱۶۰	غسل کا مسنون طریقہ	۱۷۲

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
غسل کے فرائض اور ان کے متعلقہ مسائل	۱۷۲	ہینڈ پمپ (دستی نلکا) پاک کرنے کا طریقہ	۱۸۹
غسل کی سنتیں	۱۷۴	موٹر سے کنویں کی صفائی	۱۸۹
غسل کے مستحبات	۱۷۴	**جھوٹے کا بیان**	۱۹۰
غسل کے مکروہات	۱۷۴	انسان کا جھوٹا	۱۹۰
جن چیزوں سے غسل فرض ہوتا ہے	۱۷۵	کتے اور خنزیر کا جھوٹا	۱۹۰
جن صورتوں میں غسل فرض نہیں ہوتا	۱۷۷	بلی اور چوہے وغیرہ کا جھوٹا	۱۹۰
جن صورتوں میں غسل واجب ہے	۱۷۸	مرغی اور پرندوں کا جھوٹا	۱۹۱
جن صورتوں میں غسل سنت ہے	۱۷۸	پالتو جانوروں کا جھوٹا	۱۹۱
جن صورتوں میں غسل مستحب ہے	۱۷۸	پسینہ کا حکم	۱۹۱
حدثِ اکبر کے احکام	۱۷۹	**موزوں پر مسح کرنے کا بیان**	۱۹۲
اضافہ:	۱۸۰	جوازِ مسح کی شرائط	۱۹۲
غبارے کے استعمال سے غسل کا حکم	۱۸۰	مسح کا مسنون طریقہ	۱۹۲
پانی کا بیان	۱۸۱	مسح کے دو فرض	۱۹۳
جس پانی سے طہارت جائز ہے	۱۸۱	جن صورتوں میں مسح درست نہیں	۱۹۳
مُطَہِّر پانی کے احکام	۱۸۱	مسح کی مدت	۱۹۴
غیر مُطَہِّر پانی اور اس کے احکام	۱۸۳	مسح کو توڑنے والی چیزیں	۱۹۴
مستعمل اور غیر مستعمل پانی کے مسائل	۱۸۳	جرابوں پر مسح کرنے کا حکم	۱۹۵
پانی کے متفرق احکام	۱۸۴	پٹی اور پلستر پر مسح	۱۹۶
کنویں کا بیان	۱۸۶	**اضافہ:**	۱۹۷
اضافہ:	۱۸۸	فوم کے موزوں اور جوتوں پر مسح کا حکم	۱۹۷
ٹنکی اور چھوٹا حوض پاک کرنے کا طریقہ	۱۸۸	**تیمّم کا بیان**	۱۹۸

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
تیمّم کا طریقہ	۱۹۸	حیض کی تعریف	۲۰۶
تیمّم صحیح ہونے کی شرائط	۱۹۸	خون کے حیض ہونے کی شرائط	۲۰۶
۱- نیت	۱۹۸	۱- حیض آنے کی عمر	۲۰۶
۲- پانی کے استعمال پر قادر نہ ہونا	۱۹۸	۲- حیض کی مدت	۲۰۶
(ا) علم نہ ہونے یا دور ہونے کی وجہ سے		۳- کامل طہر کا وقفہ	۲۰۶
پانی پر قادر نہ ہونا	۱۹۸	حیض کی ابتدا	۲۰۷
(ب) انتظام نہ ہونے کی وجہ سے قادر نہ ہونا	۱۹۹	حیض کی عادت سے متعلق مسائل	۲۰۷
(ج) مرض کی وجہ سے قادر نہ ہونا	۲۰۰	استحاضہ کا بیان	۲۰۸
(د) پیاس، درندے یا دشمن کی وجہ سے		استحاضہ کا حکم	۲۰۸
ہلاکت کا خوف	۲۰۱	حیض واستحاضہ کی چند صورتیں اور احکام	۲۰۹
(ہ) ایسی نماز فوت ہونے کا خوف جس کا		نفاس کی تعریف	۲۱۰
بدل نہ ہو	۲۰۱	نفاس کے چند احکام	۲۱۲
۳- پاک مٹی یا مٹی کی جنس سے تیمّم کرنا	۲۰۱	حیض ونفاس کے مشترک احکام	۲۱۲
۴- تیمّم میں پورا پورا مسح کرنا	۲۰۲	حیض ونفاس کی حالت میں تلاوت وذکر وغیرہ	
۵- کم از کم تین انگلیوں سے مسح کرنا	۲۰۲	کے احکام	۲۱۳
۶- پانی میسر نہ ہونا	۲۰۲	**نجاستوں کا بیان**	۲۱۵
۷- دو ضربیں	۲۰۲	نجاست کی قسمیں	۲۱۵
تیمّم کی سنتیں	۲۰۳	نجاست کا حکم	۲۱۵
تیمّم توڑنے والی چیزیں	۲۰۳	نجاست دور کرنے کے مختلف طریقے	۲۱۶
متفرق	۲۰۴	۱- دھونا	۲۱۶
حیض ونفاس کا بیان	۲۰۶	۲- پونچھنا	۲۱۸

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
۳- خشک ہوکر نجاست کا اثر باقی نہ رہنا	۲۱۸	**کتاب الصلاۃ**	
۴- جلانا یا آگ پر پکانا	۲۱۹		
۵- ماہیت بدل جانا	۲۱۹	نماز کی فضیلت	۲۳۰
۶- کھرچنا اور رگڑنا	۲۱۹	دین کا ستون	۲۳۰
متفرقات	۲۲۰	روشن چہرہ	۲۳۰
کھال اور ہڈی وغیرہ کا حکم	۲۲۰	نمازیوں کا مرتبہ	۲۳۰
پاکی ناپاکی کے بعض مسائل	۲۲۱	نماز بے حیائی سے روکتی ہے	۲۳۰
ناپاک چیز کا بطور دوا استعمال	۲۲۳	قبولیتِ نماز کی علامت	۲۳۱
اضافہ:	۲۲۴	نماز چوری سے روک دے گی	۲۳۱
پیشاب فلٹر کرنے کے بعد بھی ناپاک رہے گا	۲۲۴	نماز کا دعا یا بدعا کرنا	۲۳۱
دھوبی کی دھلائی کا حکم	۲۲۴	بڑا چور	۲۳۲
ڈرائی کلین کا حکم	۲۲۴	رکوع وسجدہ صحیح نہ کرنے والے کی نماز قبول نہیں	۲۳۲
فرش اور قالین پاک کرنے کا طریقہ	۲۲۴	اللہ تعالیٰ صرف کامل چیزوں کو قبول کرتا ہے	۲۳۲
ٹونٹی سے پانی ڈالا جائے تو نچوڑنا ضروری نہیں	۲۲۵	افضل ترین عمل	۲۳۳
استنجا کا بیان	۲۲۶	ایک اشکال کا جواب	۲۳۳
قضائے حاجت کے وقت جن امور سے بچنا چاہیے	۲۲۷	گناہوں کو مٹا دینے والی چیز	۲۳۴
جن چیزوں سے استنجا درست نہیں	۲۲۸	پانچوں نمازوں کی مثال	۲۳۵
جن چیزوں سے استنجا درست ہے	۲۲۸	سب سے پہلے حساب	۲۳۵
اضافہ:	۲۲۸	افضل ترین عبادت	۲۳۵
جو استنجا نہ کرسکے	۲۲۸	جنت میں داخلہ کی ذمہ داری	۲۳۵
		تحیۃ الوضوء کی فضیلت	۲۳۶

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
نور کا باعث	٢٣٦	نمازِ ظہر کا وقت	٢٤٢
افضل ترین فرض	٢٣٦	نمازِ عصر کا وقت	٢٤٢
آخری نماز	٢٣٧	نمازِ مغرب کا وقت	٢٤٣
افضل نماز	٢٣٧	نمازِ عشا کا وقت	٢٤٣
خشوع کے بغیر نماز	٢٣٧	جمعہ کا وقت	٢٤٣
آخری وصیت	٢٣٧	نمازِ عیدین کا وقت	٢٤٣
اللہ والوں کو نماز کا شوق	٢٣٧	نمازوں کے مستحب اوقات	٢٤٣
سننِ مؤکدہ کی فضیلت	٢٣٨	وہ اوقات جن میں نماز پڑھنا منع ہے	٢٤٤
اوابین کی فضیلت	٢٣٨	**اضافہ:**	٢٤٥
جہنم سے نجات کا پروانہ	٢٣٩	نقشوں اور قبلہ نما کا استعمال	٢٤٥
چاشت کی فضیلت	٢٣٩	مغرب پڑھ کر ہوائی جہاز میں سوار ہوا اور سورج	
جنت میں گھر	٢٣٩	دوبارہ نظر آنے لگا	٢٤٦
نمازِ عصر سے پہلے چار رکعت کی فضیلت	٢٣٩	ہوائی جہاز میں دن بہت بڑا یا بہت چھوٹا ہو جائے تو	
حضورِ اکرم ﷺ کی دعا	٢٤٠	نماز روزہ کا حکم	٢٤٦
تہجد کی فضیلت	٢٤٠	**اذان واقامت کے احکام**	٢٤٨
نمازِ اشراق کی فضیلت	٢٤٠	اذان کی شرعی حیثیت	٢٤٨
نماز کا حکم	٢٤١	اذان کی شرائط	٢٤٨
اولاد کو نماز کی تعلیم دینا	٢٤١	اذان واقامت کا مسنون طریقہ	٢٤٨
بلا عذر نماز چھوڑنے کا حکم	٢٤١	قضا نماز کے لیے اذان واقامت کا حکم	٢٤٩
اوقاتِ نماز	٢٤٢	اذان واقامت کا جواب	٢٤٩
نمازِ فجر کا وقت	٢٤٢	جن صورتوں میں اذان کا جواب نہیں دینا چاہیے	٢٥٠

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
اذان واقامت کی سنتیں اور مستحبات	۲۵۱	واجبات سے متعلق بعض مسائل	۲۶۵
متفرق مسائل	۲۵۲	قراءت کی واجب مقدار	۲۶۵
اضافہ:	۲۵۴	نرم چیز پر سجدہ	۲۶۶
نومولود بچے کے کان میں اذان واقامت	۲۵۴	آہستہ پڑھنے کی مقدار	۲۶۶
ریل گاڑی میں اذان	۲۵۴	نماز کی سنتیں	۲۶۶
متعدد اذانوں میں سے کس کا جواب دے	۲۵۴	نماز کی سنتوں اور مستحبات سے متعلقہ مسائل	۲۶۸
نماز کی شرائط	۲۵۵	قراءتِ مسنونہ کی مقدار	۲۶۹
۱، ۲– بدن اور کپڑے کا پاک ہونا	۲۵۵	سجدہ کا طریقہ	۲۶۹
۳– جگہ کا پاک ہونا	۲۵۶	نماز کے بعد اذکار واوراد	۲۷۰
[کھادوالی گھاس پر نماز پڑھنا]	۲۵۶	مردوں اور عورتوں کی نماز میں فرق	۲۷۱
۴– ستر ڈھانکنا	۲۵۷	**اضافہ:**	۲۷۲
۵– قبلہ رُخ ہونا	۲۵۸	تکبیر تحریمہ کے بعد نیت کرنے سے نماز نہیں ہوتی	۲۷۲
٦– وقت ہونا	۲۵۸	کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا	۲۷۲
۷– نیت کرنا	۲۵۹	**نماز میں قرآن شریف پڑھنے کا بیان**	۲۷۳
امام اور مقتدی کی نیت کے مسائل	۲۵۹	سورت کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا	۲۷۴
قضا نمازوں کی نیت	۲٦۰	**جماعت کا بیان**	۲۷۵
نمازِ جنازہ کی نیت	۲٦۱	جماعت کی فضیلت اور تاکید	۲۷۵
نماز کی کیفیت کا بیان	۲٦۲	فضیلتِ جماعت سے متعلقہ احادیثِ مبارکہ	۲۷۵
نماز پڑھنے کا طریقہ	۲٦۲	آثارِ صحابہ	۲۷۷
نماز کے فرائض	۲٦۴	مذاہبِ فقہائے کرام	۲۷۹
نماز کے واجبات	۲٦۴	جماعت کی حکمتیں اور فوائد	۲۸۱

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
جماعت کی کیفیت	۲۸۲	نماز میں قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا	۳۰۰
جماعت واجب ہونے کی شرطیں	۲۸۲	دورانِ نماز سینہ قبلہ سے پھیر دینا	۳۰۰
جماعت چھوڑنے کے اعذار	۲۸۳	نماز کے دوران لقمہ دینا	۳۰۰
امامت صحیح ہونے کی شرائط	۲۸۴	دورانِ نماز عورت کا محاذی ہونا	۳۰۱
اقتدا صحیح ہونے کی شرائط	۲۸۴	امام کا نائب بنانے میں کوتاہی کرنا	۳۰۲
جن صورتوں میں اقتدا درست نہیں	۲۸۸	نمازی کے آگے سے گزرنا	۳۰۲
جماعت کے احکام	۲۹۰	سترہ کا حکم	۳۰۲
دوسری جماعت کا حکم	۲۹۱	جو چیزیں نماز میں مکروہ اور منع ہیں	۳۰۳
امامت کے لائق شخص	۲۹۱	لباس سے متعلق	۳۰۳
جن افراد کی امامت مکروہ ہے	۲۹۲	بلاضرورت عمل قلیل سے متعلق	۳۰۳
شافعی امام کے پیچھے نماز کا طریقہ	۲۹۳	ہیئتِ نماز سے متعلق	۳۰۴
صف بندی کا طریقہ	۲۹۳	پیشاب کے تقاضے کے وقت نماز پڑھنا	۳۰۵
لاحق و مسبوق کے مسائل	۲۹۴	بھوک کی حالت میں نماز پڑھنا	۳۰۵
جماعت میں شامل ہونے اور نہ ہونے کے مسائل	۲۹۶	نمازی کے سامنے کسی چیز کا ہونا	۳۰۵
جماعتِ فجر کے وقت سنت پڑھنا	۲۹۸	تصویر سے متعلق	۳۰۵
اضافہ:	۲۹۸	قراءت سے متعلق	۳۰۵
بچوں کو بالغوں کی صف میں کھڑا کرنا	۲۹۸	جگہ سے متعلق	۳۰۶
نماز توڑنے والی چیزوں کا بیان	۲۹۹	مقتدی سے متعلق	۳۰۶
نماز میں بولنا یا بلاضرورت آواز نکالنا	۲۹۹	مقدارِ مسنون سے زیادہ تلاوت کرنا	۳۰۶
دورانِ نماز کوئی چیز کھا پی لینا	۲۹۹	جن صورتوں میں نماز توڑنا درست ہے	۳۰۷
تکبیر تحریمہ میں ''الف'' کو بڑھا کر پڑھنا	۳۰۰	نماز میں ٹوپی گرنے کا مسئلہ	۳۰۷

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
اضافہ:	۳۰۸	تراویح کے مسائل	۳۱۹
ننگے سر نماز پڑھنا	۳۰۸	سورج گرہن اور چاند گرہن کے وقت نماز	۳۲۱
مسجد کے احکام	۳۰۹	استسقاء کی نماز	۳۲۱
وتر اور نوافل کا بیان	۳۱۱	خوف کی نماز	۳۲۲
وتر کی نماز	۳۱۱	خوف کی نماز کا طریقہ	۳۲۲
دعاءِ قنوت	۳۱۱	دیگر مسنون نمازیں	۳۲۴
سنتوں کا بیان	۳۱۲	**قضا نمازوں کا بیان**	۳۲۵
نوافل کے احکام	۳۱۳	صاحبِ ترتیب کی قضا	۳۲۵
بعض مخصوص نوافل	۳۱۴	**سجدۂ سہو کا بیان**	۳۲۸
تحیۃ الوضو	۳۱۵	سجدۂ سہو واجب ہونے کا ضابطہ	۳۲۸
اشراق کی نماز	۳۱۵	سجدۂ سہو کا طریقہ	۳۲۸
چاشت کی نماز	۳۱۵	سجدۂ سہو کے مسائل	۳۲۸
اوّابین کے نوافل	۳۱۵	قراءت سے متعلق	۳۲۸
تہجد کی نماز	۳۱۵	دورانِ نماز سوچنا	۳۲۹
صلوٰۃ التسبیح	۳۱۶	تشہد (التحیات) پڑھنا	۳۳۰
تحیۃ المسجد	۳۱۷	قعدہ بھول جائے	۳۳۰
استخارہ کی نماز	۳۱۷	نماز میں شک ہونا	۳۳۱
توبہ کی نماز	۳۱۸	دعائے قنوت بھول جانا	۳۳۲
نوافلِ سفر	۳۱۸	سجدۂ سہو کیے بغیر سلام پھیر دیا	۳۳۲
قتل ہونے سے پہلے نماز	۳۱۹	جن صورتوں میں سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا	۳۳۳
تراویح کی فضیلت	۳۱۹	**سجدۂ تلاوت کا بیان**	۳۳۴

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
سجدۂ تلاوت کی تعداد	۳۳۴	وطنِ اصلی اور وطنِ اقامت	۳۴۵
سجدۂ تلاوت کا طریقہ	۳۳۴	متفرق مسائل	۳۴۵
آیتِ سجدہ پڑھنے یا سننے کا حکم	۳۳۴	خواتین کے لیے چند احکام	۳۴۵
سجدۂ تلاوت کی شرائط	۳۳۴	مقیم و مسافر کی امامت اور اقتدا	۳۴۶
دورانِ نماز آیتِ سجدہ پڑھنے کے مسائل	۳۳۵	**اضافہ:**	۳۴۶
نماز کے باہر آیتِ سجدہ پڑھنے کے مسائل	۳۳۶	ہوائی جہاز اور بحری جہاز میں نماز	۳۴۶
متفرق مسائل	۳۳۷	**جمعہ و عیدین کا بیان**	۳۴۸
بیمار کی نماز کا بیان	۳۳۹	جمعہ کے فضائل	۳۴۸
بیٹھ کر نماز پڑھنے کے مسائل	۳۳۹	جمعہ چھوڑنے پر وعیدیں	۳۵۱
لیٹ کر نماز پڑھنے کے مسائل	۳۳۹	جمعہ کے آداب	۳۵۲
اشارہ سے بھی نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہو	۳۴۰	جمعہ کی نماز پڑھنے کا طریقہ	۳۵۳
دورانِ نماز عذر ختم ہو گیا	۳۴۰	جمعہ کی نماز واجب ہونے کی شرائط	۳۵۳
جو شخص خود استنجا نہ کر سکے	۳۴۰	جمعہ کی نماز صحیح ہونے کی شرطیں	۳۵۴
ناپاک بستر بدلنے کا حکم	۳۴۱	خطبۂ جمعہ کے مسائل	۳۵۵
قضا نماز پڑھنے کا بیان	۳۴۱	نبی کریم ﷺ کا خطبۂ جمعہ	۳۵۷
دورانِ نماز ٹیک لگالینا	۳۴۱	**عیدین کی نماز کا بیان**	۳۵۹
سفر میں نماز پڑھنے کا بیان	۳۴۲	عیدین کی راتوں کی فضیلت	۳۵۹
آدمی شرعاً کب مسافر بنتا ہے؟	۳۴۲	عیدین کی سنتیں	۳۵۹
دورانِ سفر نماز کا حکم	۳۴۳	عید کی نماز کا طریقہ	۳۶۰
اقامت کے مسائل	۳۴۳	عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں فرق	۳۶۱
تابع اور متبوع کے مسائل	۳۴۴	تکبیرِ تشریق	۳۶۱

عنوانات	صفحہ
متفرق مسائل	۳۶۲
موت، اسکے متعلقات اور زیارتِ قبور کا بیان	۳۶۴
میت کے احکام	۳۶۶
جب موت کا وقت قریب ہو جائے	۳۶۶
روح نکل جانے کے بعد	۳۶۷
میت کے پاس تلاوت	۳۶۷
غسلِ میت کا بیان	۳۶۷
غسل کا طریقہ	۳۶۷
مردے کو کون غسل دے؟	۳۶۸
ڈوب کر مرنے والے کا حکم	۳۶۹
نامکمل لاش کا حکم	۳۶۹
مخلوط لاشوں کا حکم	۳۶۹
میت کے مسلمان ہونے کا علم نہ ہو	۳۷۰
مسلمان کے کافر رشتہ دار کا حکم	۳۷۰
میت کو تیمم کرنے کے بعد پانی مل گیا	۳۷۰
باغی، ڈاکو اور مرتد کا حکم	۳۷۰
کفنانے کا بیان	۳۷۰
مسنون کفن	۳۷۰
مردوں کو کفنانے کا طریقہ	۳۷۱
عورتوں کو کفنانے کا طریقہ	۳۷۱
نابالغ، مردہ اور ناتمام بچوں کا غسل وکفن	۳۷۲

عنوانات	صفحہ
نامکمل یا بوسیدہ میت کا کفن	۳۷۳
قبر میں عہد نامہ رکھنا اور کفن پر کچھ لکھنا	۳۷۳
مسنون کفن سے زائد کپڑوں کا حکم	۳۷۳
قبر میں رکھنے کا طریقہ	۳۷۴
ایصالِ ثواب کا طریقہ	۳۷۴
نمازِ جنازہ	۳۷۴
نمازِ جنازہ فرض ہونے کی شرائط	۳۷۴
نمازِ جنازہ صحیح ہونے کی شرائط	۳۷۴
پہلی قسم کی شرائط	۳۷۴
جوتا پہن کر نمازِ جنازہ پڑھنا	۳۷۵
دوسری قسم کی شرائط	۳۷۵
نمازِ جنازہ کے فرائض	۳۷۶
نمازِ جنازہ کی سنتیں	۳۷۷
نمازِ جنازہ کا مسنون طریقہ	۳۷۷
بالغ مرد اور عورت کی دعا	۳۷۷
نابالغ لڑکے کی دعا	۳۷۸
نابالغ لڑکی کی دعا	۳۷۸
نمازِ جنازہ میں صف بندی	۳۷۸
مفسداتِ نمازِ جنازہ	۳۷۹
مسجد میں نمازِ جنازہ	۳۷۹
بیٹھ کر یا سواری پر نمازِ جنازہ	۳۷۹

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
نمازِ جنازہ میں تاخیر	۳۷۹	دورانِ سال مال کم ہو جائے	۳۹۴
کئی جنازے جمع ہوں	۳۷۹	مقروض پر زکوٰۃ	۳۹۴
نمازِ جنازہ میں مسبوق اور لاحق کا حکم	۳۸۰	سونے اور چاندی کی ہر چیز پر زکوٰۃ فرض ہے	۳۹۴
نمازِ جنازہ میں امامت کا زیادہ حق دار	۳۸۰	سونے اور چاندی کو ملانے کا حکم	۳۹۴
نمازِ جنازہ کی تکرار	۳۸۱	کھوٹ ملے سونے، چاندی کی زکوٰۃ	۳۹۴
جنازہ اُٹھانے کا مستحب طریقہ	۳۸۱	زکوٰۃ واجب ہونے اور نہ ہونے کی بعض اہم صورتیں	۳۹۵
جنازے کے ساتھ جانے والوں سے متعلق مسائل	۳۸۲	دورانِ سال اضافہ کا حکم	۳۹۵
میت کو دوسری جگہ منتقل کرنا	۳۸۲	مالِ تجارت پر زکوٰۃ کا حکم	۳۹۵
دفن سے متعلق مسائل	۳۸۲	مالِ تجارت کی تعریف	۳۹۶
قبر سے متعلق مسائل	۳۸۳	گھریلو سامان اور استعمال کی چیزوں پر زکوٰۃ نہیں	۳۹۶
قبر کو پختہ کرنا، گنبد وغیرہ بنانا	۳۸۴	کرایہ پر دیے ہوئے مکان وغیرہ پر زکوٰۃ نہیں	۳۹۶
قبر پر کچھ لکھنا	۳۸۴	مختلف اموال کی زکوٰۃ	۳۹۶
تعزیت کا مسنون طریقہ	۳۸۵	جو مال کسی کے ذمہ قرض ہو	۳۹۷
جنازے کے متفرق مسائل	۳۸۵	قرض کی قسمیں	۳۹۷
شہید کے احکام	۳۸۷	دَین قوی	۳۹۷
		دَینِ متوسط	۳۹۷
کتاب الزکاۃ		دَینِ ضعیف	۳۹۸
صدقہ وخیرات کی فضیلت	۳۹۰	پیشگی زکوٰۃ ادا کرنا	۳۹۸
زکوٰۃ کا بیان	۳۹۳	سال گزرنے کے بعد مال ضائع ہو گیا	۳۹۸
زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر وعیدیں	۳۹۳	سال پورا ہونے کے بعد مال کسی کو دیدیا یا ضائع کر دیا	۳۹۹
سونے چاندی کا نصاب	۳۹۳	**اضافہ:**	۳۹۹

عنوانات	صفحہ
تجارتی پلاٹ پر زکوٰۃ	۳۹۹
فکسڈ ڈپازٹ پر زکوٰۃ	۳۹۹
بینک میں جمع شدہ رقوم پر زکوٰۃ	۳۹۹
پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ	۳۹۹
زکوٰۃ میں مالِ تجارت کی قیمتِ فروخت کا اعتبار	۴۰۱
جانوروں کی زکوٰۃ کا بیان	۴۰۲
جانوروں پر زکوٰۃ کی شرائط	۴۰۲
جنگلی جانوروں میں زکوٰۃ نہیں	۴۰۲
سال کے درمیان میں جانور فروخت کر دیا	۴۰۲
جانوروں کے بچوں میں زکوٰۃ کا حکم	۴۰۲
گھوڑوں میں زکوٰۃ ہے	۴۰۳
گدھے اور خچر میں زکوٰۃ نہیں	۴۰۳
وقف کے جانوروں پر زکوٰۃ نہیں	۴۰۳
اونٹ کا نصاب	۴۰۳
گائے اور بھینس کا نصاب	۴۰۴
بھیڑ اور بکری کا نصاب	۴۰۴
زکوٰۃ ادا کرنے کا بیان	۴۰۶
مقدارِ زکوٰۃ	۴۰۶
زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر	۴۰۶
زکوٰۃ کی نیت	۴۰۶
قرض معاف کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی	۴۰۷
چاندی کی زکوٰۃ میں چاندی دی جائے تو وزن کا اعتبار ہے	۴۰۷
پوری زکوٰۃ ایک ہی وقت میں دینا ضروری نہیں	۴۰۷
ایک فقیر کو کتنا دینا چاہیے؟	۴۰۷
زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے وکیل بنانا	۴۰۷
وکیل کا زکوٰۃ کی رقم اپنے رشتہ دار کو دینا یا خود لینا	۴۰۸
بغیر اجازت کسی کی طرف سے زکوٰۃ دینا	۴۰۸
زکوٰۃ کے متفرق مسائل	۴۰۸
پیداوار کی زکوٰۃ کا بیان	۴۱۰
عشری زمین اور اس کا حکم	۴۱۰
عشر پیداوار کے مالک پر ہے	۴۱۰
گھر کے اندر کاشت کی ہوئی چیز میں عشر نہیں	۴۱۱
شہد میں عشر واجب ہے	۴۱۱
اضافہ:	۴۱۱
عشر ادا کرنے کے بعد غلہ بیچا تو اس کی رقم پر زکوٰۃ فرض ہے	۴۱۱
مستحقینِ زکوٰۃ	۴۱۲
مالدار اور غریب	۴۱۲
ضرورت کا سامان	۴۱۲
مقروض کو زکوٰۃ دینا	۴۱۳
مسافر کو زکوٰۃ دینا	۴۱۳

عنوانات	صفحہ
جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں	۴۱۳
جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا درست ہے	۴۱۳
کسی کو زکوٰۃ دینے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ مستحق نہیں	۴۱۴
رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے میں دوگنا اجر ہے	۴۱۴
ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر میں بھیجنا	۴۱۵
اضافہ:	۴۱۵
مدِ زکوٰۃ سے کلینک چلانا	۴۱۵
سیلاب زدگان کو زکوٰۃ دینا	۴۱۵
صدقۂ فطر کا بیان	۴۱۶
صدقۂ فطر کا نصاب	۴۱۶
صدقۂ فطر کے وجوب کا وقت	۴۱۶
صدقۂ فطر کس کس کی طرف سے دینا واجب ہے؟	۴۱۷
مالدار نابالغ بچے کا صدقۂ فطر	۴۱۷
صدقۂ فطر کی مقدار	۴۱۷
صدقۂ فطر میں قیمت دینا	۴۱۷
صدقۂ فطر کے مستحقین	۴۱۷
متفرقات	۴۱۷
کتاب الصوم	
روزے کا بیان	۴۱۹
روزے کے فضائل	۴۱۹
روزے کی تعریف	۴۲۳
روزہ کس پر فرض ہے؟	۴۲۳
روزے کا وقت	۴۲۳
رمضان المبارک کے روزے کا بیان	۴۲۴
روزے کی نیت کے مسائل	۴۲۴
نیت کب تک کی جا سکتی ہے؟	۴۲۴
رمضان میں کسی اور روزے کی نیت معتبر نہیں	۴۲۵
چاند کا علم نہ ہونے پر شعبان کی تیسویں تاریخ کے مسائل	۴۲۵
چاند دیکھنے کا بیان	۴۲۶
جب آسمان پر بادل یا غبار ہو	۴۲۶
جب آسمان صاف ہو	۴۲۶
فاسق کی گواہی معتبر نہیں	۴۲۶
کسی نے اکیلے چاند دیکھا	۴۲۶
متفرقات	۴۲۷
سحری کھانے اور افطار کرنے کا بیان	۴۲۷
سحری کھانا سنت ہے	۴۲۷
سحری میں تاخیر	۴۲۷
صبح ہونے کے بعد یا غروب سے پہلے غلطی سے کھانا، پینا	۴۲۸
غروب کے بعد افطار میں جلدی کرنا	۴۲۸

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
میٹھی چیز سے افطار کرنا	۴۲۸	جن صورتوں میں صرف قضا واجب ہے	۴۳۶
قضا روزے کا بیان	۴۲۹	جن صورتوں میں کفارہ واجب ہے	۴۳۷
قضا میں تاخیر	۴۲۹	متفرقات	۴۳۸
قضا کی نیت میں دن اور تاریخ کی تعیین	۴۲۹	جن وجوہات کی بنا پر روزہ توڑنا جائز ہے	۴۳۹
قضا روزے مسلسل رکھنا ضروری نہیں	۴۳۰	جن وجوہات کی بنا پر روزہ نہ رکھنا جائز ہے	۴۳۹
قضا اور کفارہ کے روزے کی نیت	۴۳۰	**کفارہ کا بیان**	۴۴۲
بے ہوش ہو جانے والے کا حکم	۴۳۰	**فدیہ کا بیان**	۴۴۳
پاگل ہو جانے والے کا حکم	۴۳۰	**اضافہ:**	۴۴۵
نذر کے روزے کا بیان	۴۳۱	نسوار کا حکم	۴۴۵
نذر کی قسمیں اور ان کا حکم	۴۳۱	گیس پمپ (انہیلر) کا حکم	۴۴۵
۱- نذرِ معین	۴۳۱	روزہ میں خون نکلوانا مفسد نہیں	۴۴۵
۲- نذرِ غیر معین	۴۳۱	انجکشن سے روزہ فاسد نہیں ہوتا	۴۴۵
نفل روزے کا بیان	۴۳۱	روزہ کی حالت میں گلوکوز (ڈرپ) کا حکم	۴۴۶
نفل روزے کی نیت	۴۳۱	سفر کی وجہ سے رمضان اٹھائیس یا اکتیس دن کا ہو گیا	۴۴۶
سال میں پانچ دن روزہ رکھنا جائز نہیں	۴۳۲	روزہ کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ وغیرہ کا حکم	۴۴۶
نفل روزہ نیت کرنے سے واجب ہو جاتا ہے	۴۳۲	روزہ میں دانت نکلوانا یا اس پر دوا لگانا	۴۴۶
دس محرم کا روزہ	۴۳۲	**شبِ قدر کی فضیلت**	۴۴۷
بعض دیگر ایام کے روزے	۴۳۳	**اعتکاف کا بیان**	۴۴۹
مکروہات و مفسدات کا بیان	۴۳۴	اعتکاف کی فضیلت	۴۴۹
جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا	۴۳۴	افضل ترین اعتکاف	۴۴۹
جن چیزوں سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے	۴۳۵	اعتکاف کی قسمیں	۴۴۹

عنوانات	صفحہ
مسائل اعتکاف	۴۵۰
اعتکاف میں دو قسم کے کام حرام ہیں	۴۵۱
پہلی قسم	۴۵۱
دوسری قسم	۴۵۲
کتاب الحج	
حج کی فضیلت	۴۵۳
حج نہ کرنے پر وعید	۴۵۴
حج کا بیان	۴۵۴
فرضیتِ حج	۴۵۴
حج میں بلا عذر تاخیر گناہ ہے	۴۵۵
عورت کے ساتھ محرم ضروری ہے	۴۵۵
حج بدل کے احکام	۴۵۵
وصیت صرف تہائی مال میں ہوسکتی ہے	۴۵۶
بغیر وصیت کے حج بدل کرانا	۴۵۶
جس کے پاس مدینہ منورہ کا خرچ نہ ہو	۴۵۶
اِحرام میں عورت کے لیے چہرہ ڈھانکنا	۴۵۷
عدت کے دوران حج	۴۵۷
زیارتِ مدینہ کا بیان	۴۵۷
اضافہ:	۴۵۷
وضاحت	۴۵۷

عنوانات	صفحہ
اہم تنبیہ	۴۵۸
حج کے فرائض، واجبات اور سنتوں کا بیان	۴۶۱
فرائضِ حج	۴۶۱
واجباتِ حج	۴۶۱
سننِ حج	۴۶۱
میقات کا بیان	۴۶۲
اِحرام کا بیان	۴۶۳
اِحرام کے ممنوعات	۴۶۴
اِحرام کے مسائل	۴۶۵
تلبیہ کے مسائل	۴۶۷
عورت کا اِحرام	۴۶۸
عورت کے ساتھ محرم یا شوہر ہونا شرط ہے	۴۶۹
محرم کون ہے؟	۴۷۰
مکہ معظمہ اور مسجدِ حرام میں داخلہ	۴۷۰
طواف کا بیان	۴۷۲
طواف کی دو رکعتیں	۴۷۳
زمزم پر جانا	۴۷۵
سعی کا بیان	۴۷۵
باجماعت نماز کا اہتمام اور طواف کی کثرت	۴۷۷
حج کی تین قسمیں	۴۷۸
حج کے پانچ دن	۴۷۹

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
پہلا دن ۸/ ذی الحجہ	۴۷۹	سعی کے مسائل	۴۹۵
دوسرا دِن ۹/ ذی الحجہ	۴۷۹	حلق اور قصر کے مسائل	۴۹۵
وقوفِ عرفات	۴۸۰	**حج چھوٹ جانے کے احکام**	۴۹۶
عرفات کی دعائیں	۴۸۱	**احصار کے احکام**	۴۹۷
عرفات سے مزدلفہ روانگی	۴۸۳	**حجِ بدل کے احکام**	۴۹۹
تیسرا دِن ۱۰/ ذی الحجہ	۴۸۴	حج کی وصیت کرنا	۵۰۳
مزدلفہ سے منیٰ روانگی	۴۸۴	**جنایات کا بیان**	۵۰۴
جمرۂ عقبہ کی رَمی	۴۸۵	**ممنوعاتِ اِحرام اور ان کی جزا کی تفصیل**	۵۰۴
قربانی	۴۸۶	اِحرام کی جنایات آٹھ ہیں	۵۰۴
اگر قربانی کی استطاعت نہ ہو	۴۸۷	قاعدہ نمبر ۱	۵۰۵
حلق اور قصر کا بیان	۴۸۸	قاعدہ نمبر ۲	۵۰۵
حلق اور قصر کا طریقہ	۴۸۸	قاعدہ نمبر ۳	۵۰۵
طوافِ زیارت	۴۸۹	کسی واجب کو چھوڑنا	۵۰۵
طوافِ زیارت کے بعد منیٰ واپسی	۴۹۰	تنبیہ	۵۰۷
چوتھا دِن ۱۱/ ذی الحجہ	۴۹۰	سلا ہوا کپڑا پہننا	۵۰۸
پانچواں دِن ۱۲/ ذی الحجہ	۴۹۱	سر اور چہرہ ڈھانکنا	۵۱۰
۱۳/ ذی الحجہ کی رَمی اور مکہ معظمہ واپسی	۴۹۱	بال مونڈنا اور کترنا	۵۱۰
طوافِ وَداع	۴۹۱	ناخن کاٹنا	۵۱۱
طواف کے مسائل	۴۹۲	خوشبو اور تیل لگانا	۵۱۲
نفلی طواف	۴۹۴	عذر کی وجہ سے جنایت کرنا	۵۱۴
طواف کی دو رکعتوں کے مسائل	۴۹۴	بوس وکنار یا جماع کرنا	۵۱۵

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
میقات سے بغیر احرام کے آگے بڑھ جانا	۵۱۶	اِحرام کے ممنوعات	۵۲۴
خشکی کا جانور شکار کرنا	۵۱۸	مکہ معظّمہ کا داخلہ اور عمرہ کی ادائیگی	۵۲۵
حرم کا شکار	۵۱۹	طواف	۵۲۵
حرم کے درخت اور گھاس کاٹنا	۵۱۹	سعی	۵۲۶
عمرہ کا تفصیلی بیان	۵۲۰	حلق یا قصر	۵۲۸
فضائلِ عمرہ	۵۲۰	اہم تنبیہ	۵۲۸
افعالِ عمرہ	۵۲۱	تنعیم اور جعرانہ سے عمرہ کا اِحرام باندھنا	۵۲۹
فرائضِ عمرہ	۵۲۱	تنبیہ	۵۳۰
واجباتِ عمرہ	۵۲۱	**دیارِ حبیب (ﷺ) کا سفر**	۵۳۱
سننِ عمرہ	۵۲۱	مسجدِ نبوی میں نماز کا ثواب	۵۳۲
حکمِ عمرہ	۵۲۱	مسجدِ نبوی میں چالیس نمازیں	۵۳۲
اوقاتِ عمرہ	۵۲۲	مسجدِ قباء میں نماز	۵۳۲
عمرہ کا طریقہ	۵۲۲	جنت البقیع کی حاضری	۵۳۲
اِحرام	۵۲۲	شہدائے اُحد کی زیارت	۵۳۳
نیت اور تلبیہ	۵۲۲		

پہلی اینٹ

قرآن وحدیث سرچشمۂ ہدایت اور منبع روحانیت ہیں۔ جوان سے چمٹا رہے گا اس کو گمراہی کی وادیوں سے چلنے والی شیطانی ہوائیں بھٹکا نہیں سکتیں۔ قرآن وسنت کے احکام کا نچوڑ ''فقہ'' ہے۔ علماءِ اسلام نے جب عوام الناس کی آسانی کے لیے کتاب وسنت سے اخذ کیے گئے احکام کو مرتب کیا تو علم فقہ وجود میں آیا۔ فقہی مسائل پانچ بڑے بڑے عنوانات کے تحت جمع کیے گئے ہیں: عقائد، اخلاق، عبادات، معاملات (لین دین) اور عقوبات (جرم وسزا)۔ علم فقہ کی تدوین کے پہلے دور میں چونکہ وہ ان پانچوں عنوانات پر مشتمل تھا، اس لیے اسے ''الفقہ الاکبر'' بھی کہا گیا۔ بعد میں دیکھا گیا کہ پہلے دو عنوانات اس قدر اہم ہیں کہ ان پر مستقل کام کرنے کی ضرورت ہے، چنانچہ ان دونوں شاخوں نے ترقی پا کر مستقل علم کی حیثیت اختیار کرلی۔ عقائد سے متعلقہ مسائل ''علم الکلام'' کے نام سے اور اخلاق کی تربیت سے متعلق احکام ''علم تصوف'' کی شکل میں مدوّن ہوگئے۔ اب فقہ میں آخری تین عنوانات بچ گئے۔ ان تینوں میں سے ہر ایک کی پانچ پانچ قسمیں ہیں، گویا کہ ذیلی عنوانات پندرہ ہوگئے جن پر آج تک علمِ فقہ کی بنیاد کی حیثیت سے تحقیقی کام ہوتا چلا آیا ہے۔ زمانہ کی تبدیلی اور سماج کے بدلنے سے پیدا ہونے والے مسائل کے حل کی تلاش کا کام جاری وساری ہے اور فقہاءِ امت اپنی تحقیقی کاوشوں کے ذریعے مسلمانوں کی رہنمائی کے ساتھ اس عظیم ذخیرے میں مسلسل اضافہ کررہے ہیں۔

اچھے وقتوں میں یہ روایت ہوتی تھی کہ ہر پڑھا لکھا مسلمان قدوری کنز تک پڑھا ہوا ہوتا تھا لہٰذا فرائض وسنن اور حلال و حرام کی اسے اچھی طرح تمیز ہوتی تھی، مگر مغلیہ سلطنت کے زوال اور انگریزی استعمار کے برصغیر پر قبضے کے ساتھ ہی یہ شاندار تاریخی روایت ختم ہوگئی۔

انگریز وائسرائے اور افسران کی شکل میں آئے ہوئے یہودیوں نے ہندوستان بھر کے اسکولوں کے لیے ایسا نصابِ تعلیم وضع کیا جس کی رُو سے مذہب کو معیشت وتجارت اور سیاست وعدالت میں کوئی عمل دخل نہ رہے۔ چنانچہ آپ پہلی جماعت کی اسلامیات سے لے کر ایم اے تک کی کتابیں کھنگال ڈالیے آپ کو عبادات کے علاوہ فقہ کی دو اہم شاخوں معاملات (بیع وشراء، مشارکہ ومضاربہ، مرابحہ واجارہ وغیرہ نیز نکاح وطلاق، وصیت ووراثت وغیرہ) اور عقوبات (حدود وقصاص، دیات و تعزیرات) کا ایک لفظ بھی نہیں ملے گا۔ یہ غیر شعوری طور پر اس بات کو تسلیم کرلینے کے مترادف ہے کہ مذہب کو ہماری تجارت، معیشت، عدالت اور سیاست میں کوئی دخل نہیں۔ ہمارے عائلی قوانین (نکاح، طلاق، وراثت وغیرہ) دیوانی قوانین (لین

دین کے تنازعات کا حل) اور فوجداری قوانین (جرم وسزا سے متعلق تعزیراتی دفعات) کی بنیاد قرآن وسنت اور اس سے ماخوذ احکام یعنی ''فقہ'' پر نہیں بلکہ یہودیوں اور عیسائیوں کے من گھڑت اصول وضوابط پر ہوگی۔ چنانچہ اس نظام تعلیم کا نتیجہ ہے کہ ہمارے اسکول وکالج کے طلبہ کو چند سورتیں اور نبی کریم ﷺ کی سیرت کی چند باتیں (جن میں جہاد، نیکی کے نفاذ اور برائی کے خاتمے کی کوشش کا کوئی ذکر نہ ہو) کے علاوہ کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ عملی زندگی میں دینِ اسلام ان سے کیا چاہتا ہے؟ چنانچہ جس طرح کٹر عیسائی ممالک میں بھی عیسائیت کو سیاست، عدالت اور معیشت سے دیس نکالا دے دیا گیا ہے اور وہاں عیسائیت صرف چرچ تک اور چرچ اتوار کے دن کی ''سروس'' تک محدود ہے، یہی حشر مسلمان ممالک کا بھی ہوتا جارہا ہے۔

مثلاً: جب کوئی نوجوان یونیورسٹی سے فارغ ہو کر ملازمت شروع کرتا ہے تو اسے ملازمت کے شرعی قواعد (احکام اجارہ) معلوم ہونے چاہئیں، مگر آپ صبح کسی سڑک کے کنارے کھڑے ہو جائیں اور سوٹ بوٹ میں کسے ہوئے، تازہ شیو اور چمکتے سوٹ کیس کے ساتھ دفتر جانے والے کسی نوجوان سے پوچھیں کہ آجر ومستاجر کے تعلق کو اسلام کیسے سنوارتا ہے؟ تو وہ آپ کو مجذوب سمجھ کر راستہ چھوڑنے کی گذارش کرے گا۔

آپ کو ایسے ایسے لوگ ملیں گے جو چھ چھ، آٹھ آٹھ بچوں کے باپ ہوں گے مگر یہ نہ بتا سکیں گے کہ نکاح کن چیزوں سے قائم ہوتا ہے اور کن باتوں سے ختم ہو جاتا ہے؟ ایسے معروف تاجروں اور بزنس مینوں کی بھی کمی نہیں بلکہ دینداری میں معروف بہت سے حاجی صاحبان بھی ایسے ملیں گے جو تجارت کے جائز وناجائز ہونے کے موٹے موٹے اصول نہ بتا سکیں گے۔ سود اور جوا کیا چیز ہے؟ کن وجوہ سے سودا حرام ہو جاتا ہے؟ مسجد کمیٹی کے صدر صاحب بھی ان سوالوں کا جواب نہیں جانتے۔ یہ سارا کمال لارڈ میکالے نامی اس یہودی دانش ور کے ترتیب دیے ہوئے نصابِ تعلیم کا ہے جس نے فارمی مسلمانوں کی کھیپ کی کھیپ پیدا کر کے ایسی مقننہ، عدلیہ اور انتظامیہ ہم پر مسلط کردی ہے جن کے اندر کی اسلامی روح فنا ہو چکی ہے اور وہ سامراجی استعمار کی خدمت کے علاوہ کسی کام کے نہیں۔ اس نے صرف اتنا ہی نہیں کیا کہ انگریزی سلطنت کو چلانے والے بابو (انگریزی میں بیبون، لنگور کو کہتے ہیں، اسی سے بابو بنایا گیا) مہیا کیے بلکہ نظام تعلیم کو مادیت پرستی پر استوار کر کے روحانیت کی بنیادوں پر تیشہ چلادیا۔ سامراج کی اس شیطانی یلغار کے سامنے دینی مدارس آخری چٹان ہیں جنہوں نے علوم قرآن وسنت کا چراغ روشن کر رکھا ہے لیکن مدارس کی تنظیم وترقی کی کوششوں کے ساتھ عوام الناس کو بھی بنیادی دینی علوم سے روشناس کرانے کی ضرورت ہے۔ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ مساجد میں قرآن وحدیث کے دروس کے ساتھ طریقۂ طہارت سے تقسیم میراث تک شریعت کے احکام آسان انداز میں سبقاً سبقاً پڑھائے جائیں۔ مسلمانوں کو حلال وحرام کی پہچان کروائی جائے اور ان میں

جائز ناجائز کی تفریق کا شعور پیدا کیا جائے۔ ایک زمانہ تھا کہ عام مسلمان ہوش سنبھالنے تک اسلامی احکام کے کئی مجموعے پڑھ لیتا تھا اور زندگی کے ہر شعبے سے متعلق مسائل سے واقف ہوتا تھا۔ آج فقہی مسائل کی آسان تعبیر و تشریح پر مشتمل عوامی درسی نصاب مروجہ اسلوب میں تیار کرنے کی سخت ضرورت ہے ورنہ اسلامیات میں پی ایچ ڈی کی ڈگری رکھنے والے اور سیرت پر کتاب کی تصنیف کا اعزاز پانے والے بھی نہ سمجھ سکیں گے کہ موجودہ بینکنگ میں سود اور مروّجہ انشورنس میں جوا کیوں ہے؟ مشارکہ ومضاربہ کسے کہتے ہیں اور سلم واستصناع ہماری بہت سی معاشی ضروریات کس طرح پورا کرتے ہیں؟

امید ہے کہ زیرِ نظر کتاب اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے پہلی اینٹ ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ علمائے کرام کو اس میدان میں مزید معیاری اور اعلیٰ درجے کے مثالی کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مفتی ابولبابہ شاہ منصور

مُقدّمہ

بہشتی زیور کی بے نظیر مقبولیت اور ہمہ گیر افادیت کے پیچھے حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کے رسوخِ علم، خلوصِ نیت اور پُر درد جذبۂ اصلاح کا عامل سب سے زیادہ کارفرما ہے۔ حضرت کے اخلاص ہی کی برکات تھیں کہ بہشتی زیور آپ کی حیات ہی میں ہر مسلمان گھرانے کی زینت اور عام وخاص کی ضرورت بن گیا، جس میں عبادات سے معاملات تک، آداب واخلاق سے احسان وسلوک تک ان تمام شرعی مسائل وضروریات کا احاطہ کیا گیا ہے جو کسی مسلمان کو عملی زندگی میں پیش آسکتے ہیں۔

مگر بہشتی زیور کی نافعیت اور خواص وعوام میں مقبولیت کا ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ یہ کتاب سہل سے سہل تر زبان میں عوام کی روزمرہ گفتگو کے طرز پر تھی اور اس میں تمام ضروری مسائل کو آسان پیرائے میں اس طرح بیان کیا گیا تھا کہ معمولی سا اردو خواں طبقہ بھی آسانی سے ضروری مسائل سمجھ سکتا تھا۔

دوسری بات یہ کہ بہشتی زیور میں تقریباً تمام مسائل میں مفتی بہ اقوال کو ذکر کیا گیا ہے جس سے مختلف اقوال میں ترجیح وتطبیق کی پریشانی نہیں رہتی۔ تیسری بات یہ کہ بہشتی زیور میں مکمل مسائل فقہ مذکور ہیں، جیسے فقہ کے متون میں مسائل بالترتیب اور بالاستیعاب ہوتے ہیں اور یہ مسلمانوں کی ایک اہم ترین ضرورت ہے کہ ان کے پاس اپنی علاقائی زبانوں میں مسائل فقہ کا ایک ایسا مجموعہ ہو جو کم از کم فقہ کے تمام بنیادی مسائل پر مشتمل ہو، تاکہ وہ اس سے آسانی سے استفادہ کرسکیں، کیونکہ ایک تو ہر مسلمان عربی نہیں سیکھ سکتا اور جو عربی پڑھتے اور سیکھتے ہیں ان میں بھی ایک بڑی تعداد وہ ہے جو مسائل فقہ کو اچھی طرح نہیں سمجھ پاتے، نیز کتبِ فقہ میں عموماً اختلافی اقوال مذکور ہیں، اس سے بھی خلجان رہتا ہے۔

بہشتی زیور انہی ضرورتوں کو پیشِ نظر رکھ کر مرتب کی گئی تھی اور ان ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ایک حد تک کافی تھی کیونکہ اس وقت تک ایسا کوئی مجموعہ سامنے نہیں آیا تھا جو تمام فقہی مسائل پر مشتمل ہو۔

اب جب کہ زندگی کی مصروفیات پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ چکی ہیں اور معاشرے کا عام فرد ان میں اتنا جکڑا ہوا ہے کہ اسے اپنی طرف توجہ دینے کی بھی فرصت نہیں۔ دوسری طرف مسلمانوں میں دین کی طرف رجحان بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے اور عام مسلمان کو دین سے واقفیت اور دین سیکھنے کا ارمان رہتا ہے، لیکن اس کے لیے نہ اس کے پاس اتنا وقت ہے کہ وہ کسی مدرسے میں داخل ہو کر باقاعدہ درسِ نظامی پڑھے اور نہ ہی کوئی ایسا آسان طریقہ اور نصاب ہے جس کی مدد سے وہ اپنے معمولاتِ زندگی جاری رکھتے ہوئے دین سیکھ سکے۔ یہ صورتحال علماء اور اہل مدارس سے تقاضا کرتی ہے کہ نوے پچانوے

فیصد عوام جو مدارس میں دینی تعلیم حاصل کرنے سے بوجوہ قاصر ہیں ان کی دینی تعلیم کی ضرورت کیونکر پوری ہوگی؟

اس صورتحال سے موقع پا کر کچھ ایسے حضرات نے عوام میں دین کی تبلیغ واشاعت کا ایک انوکھا سلسلہ شروع کر دیا ہے جنہوں نے راسخ العلم علماء کے پاس علم دین پڑھ کر حاصل کرنے کی بجائے مغربی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کی اور اسی کو اسلام سمجھ کر پاکستان میں اس کا اطلاق کرنا چاہتے ہیں یا وہ حضرات ہیں جو صرف اپنی تحقیق، مطالعہ اور اپنی رائے کی بنیاد پر اسلام کی تشریح کرتے ہیں اور اس کی تبلیغ، دین وشریعت کے نام سے کرتے ہیں اور عوام کی ایک بڑی تعداد ان کے بیانات اور درس میں شرکت کرتی ہے اور دین واسلام کے نام پر ان کی کہی ہوئی ہر بات کو درست تسلیم کر لیتی ہے۔ یہ صرف اس لیے ہوا کہ میدان خالی تھا، عوام کو دین کی حقیقی صورت سے روشناس کرانے اور صحیح دینی معلومات فراہم کرنے کا منظم اہتمام نہیں تھا، ورنہ ایک مسلمان جتنا کسی مستند عالم کو دینی معاملات میں معتبر سمجھتا ہے کسی غیر عالم کو وہ اہمیت نہیں دیتا۔ اس وقت عوام کو ایک ایسے نصاب کی ضرورت ہے جس میں ان کی روزمرہ زندگی میں پیش آمدہ مسائل کے ساتھ ساتھ ترغیب وترہیب، فضائل اعمال اور آداب واخلاق کی احادیث وآیات موجود ہوں اور ان کا ترجمہ وتشریح سادہ اور عام فہم الفاظ میں کی گئی ہو۔ پھر یہ نصاب ہی کافی نہیں، بلکہ اس نصاب کو عوام تک پہنچانے کے لیے مساجد میں باقاعدہ درس کا اہتمام بھی ضروری ہے، اس سے عامۃ الناس کی تعلیم کا فریضہ ایک حد تک پورا ہوسکتا ہے، کیونکہ کم مسلمان ایسے ہوں گے جن کا تعلق مسجد سے بالکل نہیں ہوگا۔

آج سے کچھ عرصہ پہلے تک بہشتی زیور عوام کے لیے ایک مستند اور آسان مرجع کی حیثیت رکھتی تھی، تقریباً ہر مسلمان گھرانے میں بہشتی زیور کا وجود ضروری تھا۔ لوگ بہشتی زیور یا تو درساً پڑھتے تھے یا پھر مطالعہ میں رکھتے اور ضرورت پڑنے پر اس سے مسائل سیکھتے تھے، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ زبان وبیان میں تبدیلی نے قدیم تعبیرات اور موجودہ اسلوبِ کلام کے درمیان فاصلے پیدا کر دیے، اردو میں فارسی کی آمیزش تقریباً متروک ہونے لگی، یہی حال عربی تراکیب والفاظ کا ہے، فارسی اور عربی سے تعلق نہ ہونے کی وجہ سے قدیم اردو عوام کے لیے تقریباً ناقابل فہم بن گئی ہے، اس لیے ضرورت تھی کہ عوامی زبان میں ایک ایسا مجموعہ تیار ہو جائے جس کا سمجھنا عام آدمی کے لیے مشکل نہ ہو۔

دارالافتاء والارشاد کی مجلس علمی نے فیصلہ کیا کہ الگ سے کوئی مجموعہ تیار کرنے کی بجائے بہشتی زیور ہی کے تمام مسائل کو لیا جائے اور جو تعبیر مشکل ہو اسے عام فہم بنایا جائے اور متفرق مسائل کو ایک ہی ترتیب کے تحت جمع کیا جائے تو ایک مستند مجموعہ تیار ہوسکتا ہے۔ چنانچہ زیر نظر مجموعہ میں انہی دونوں پہلوؤں (ترتیب وتسہیل) کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ عام طور پر بہشتی زیور ہی کی عبارت کو برقرار رکھا گیا ہے اور اس میں جو مشکل الفاظ تھے ان کو آسان الفاظ میں تبدیل کیا گیا ہے، بعض مقامات پر دوسری

تبدیلیاں بھی ہیں جن کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

زیرِ نظر مجموعہ پر جامعۃ الرشید کے متعدد اساتذہ نے مل کر کام کیا اور آخر میں مفتی ابولبابہ شاہ منصور صاحب نے اس کو ایک نظر دیکھا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کی محنت کو قبول فرمائے۔ آمین

کام کا تعارف

۱- بہشتی زیور میں مسائل کی ترتیب معروف فقہی ترتیب کے مطابق نہیں، نیز ایک ہی باب کے مسائل بعض اوقات متفرق حصوں اور ضمیموں میں درج کیے گئے ہیں، جس سے مسائل کی تلاش میں کافی مشکل پیش آتی ہے، اس لیے بہشتی زیور کے مختلف حصوں اور ضمیموں کے متفرق مسائل کو یکجا کر کے معروف فقہی ترتیب کے مطابق متعلقہ عنوانات کے تحت جمع کیا گیا ہے۔

۲- بہشتی زیور کے اندر بہشتی گوہر کے سوا دیگر حصوں میں مؤنث کے صیغے استعمال کیے گئے ہیں، اس مجموعے میں چونکہ تمام حصے ایک ہی ترتیب کے تحت جمع کیے گئے ہیں اور یہ کتاب عوامی ضروریات کو ملحوظ رکھ کر مرتب کی گئی ہے، اس لیے مؤنث کے صیغے مذکر کے صیغوں سے تبدیل کیے گئے ہیں، البتہ خواتین کے مسائل میں مؤنث کے صیغے برقرار رکھے گئے ہیں اور بعض جگہ خواتین کے لیے الگ عنوانات کے تحت بھی مسائل بیان کیے گئے ہیں۔

۳- قدیم اسلوب والی عبارات کو رائج تعبیرات میں تبدیل کیا گیا ہے، خصوصاً وہ الفاظ جو متروک یا قلیل الاستعمال ہیں یا وہ تراکیب جو خالص فارسی یا عربی طرز پر تھیں انہیں سہل سے سہل پیرائے میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۴- بعض مکرر اور طویل عبارات کی تلخیص کی گئی ہے، خصوصاً فضائل میں جہاں احادیث کا ترجمہ اور تشریح ساتھ ساتھ چلتے ہیں اور بسا اوقات دونوں میں تمیز کرنا مشکل ہو جاتا ہے، ایسے مقامات پر احادیث کا سلیس ترجمہ اور اس کے بعد مختصر تشریح لکھی گئی ہے۔ بعض جگہ صرف بامحاورہ ترجمہ پر اکتفا کیا گیا ہے۔

۵- جو حاشیہ متن کی وضاحت کے لیے ضروری سمجھا گیا اس کو متن میں ضم کر دیا گیا اور جو تائیدی حوالے کے طور پر تھا اس کو حذف کر دیا گیا ہے۔

۶- بعض عنوانات کی تسہیل کی گئی ہے اور بہت سے ذیلی عنوانات کا اضافہ کیا گیا ہے۔

۷- بعض ابواب کے آخر میں ''**اضافہ**'' کے عنوان کے تحت کچھ مسائل کا اضافہ کیا گیا ہے جو بہشتی زیور میں نہیں تھے۔ یہ مسائل اکابر علمائے کرام کے فتاویٰ سے لیے گئے ہیں اور ان کے حوالے ساتھ درج کیے گئے ہیں۔

۸- درمیان میں بھی کچھ اضافی مسائل درج کیے گئے ہیں جن کو اصل متن سے ممتاز کرنے کے لیے مربع قوسین [ ] کی علامت اختیار کی گئی ہے۔

۹- بہشتی زیور ''کتاب الرسوم والبدعات'' میں مذکور رسوم میں سے اکثر ہمارے معاشرے میں ناپید ہو چکی ہیں جبکہ ان کی جگہ نت نئی رسومات نے لے لی ہے، اس لیے یہ مسائل بہشتی زیور سے لینے کی بجائے حضرات اکابر اور معاصر علماء کرام کے فتاویٰ سے لیے گئے ہیں، ساتھ ہر مسئلہ کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔

۱۰- کتاب الحج کے تحت بہشتی زیور میں صرف اٹھارہ مسائل درج تھے اور یہ ناکافی تھے، اس لیے اضافے کی ضرورت محسوس ہوئی، بقیہ مسائل حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب رحمہ اللہ کی کتاب ''تحفۃ المسلمین'' سے لیے گئے ہیں۔ آپ کافی عرصے تک دارالعلوم کراچی کے دارالافتاء میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کی نگرانی میں فتاویٰ لکھتے رہے، پھر طویل عرصے سے مدینہ منورہ میں قیام کی وجہ سے انہیں مسائل حج کا عملی تجربہ بھی خوب رہا، پاک و ہند کے حجاج ان سے مسائل حج کے سلسلے میں رجوع کرتے تھے، اس لیے ان کے مرتب کردہ مسائل حج سے استفادہ کیا گیا۔

۱۱- بہشتی زیور کے ضمیمہ جات میں سے بعض میں مسائل تھے اور بعض میں فضائل کی احادیث، مسائل کو اپنے اپنے ابواب میں متعلقہ عنوانات کے تحت درج کر دیا گیا اور احادیث جس باب کی فضیلت سے متعلق تھیں انہیں اسی باب کے شروع میں رکھا گیا ہے۔

۱۲- کتاب الترغیب والترہیب، آداب و اخلاق، سلوک و احسان اور شمائل وغیرہ کو تلخیص اور ترتیب کے ساتھ جامع عنوانات کے تحت رکھا گیا ہے۔

۱۳- تسہیل و تلخیص اور تبویب جدید کے بعد پہلی جلد کے ابواب کی ترتیب یہ ہے:

۱- كِتَابُ الْإِيمَانِ وَالْعَقَائِد	۲- كِتَابُ الرُّسُومِ وَالْبِدْعَات
۳- كِتَابُ التَّرْغِيبِ وَالتَّرْهِيب	۴- كِتَابُ الْآدَابِ وَالْأَخْلَاق
۵- اخلاق وعادات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم (شمائل)	۶- كِتَابُ السُّلُوكِ وَالْإِحْسَان
۷- كِتَابُ الطَّهَارَة	۸- كِتَابُ الصَّلَاة
۹- كِتَابُ الزَّكٰوة	۱۰- كِتَابُ الصَّوْم
۱۱- كِتَابُ الْحَجّ	

دیگر ابواب، نکاح، طلاق، بیوع وغیرہ دوسری جلد میں آئیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

کِتَابُ الاِیمَانِ وَالعَقَائِد

عقیدوں کا بیان

کائنات سے متعلق:

۱- کائنات پہلے بالکل کچھ بھی نہ تھی پھر اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے وجود میں آئی۔

اللہ تعالیٰ کے بارے میں:

۲- اللہ تعالیٰ ایک ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں۔ نہ اس نے کسی کو جنا، نہ وہ کسی سے جنا گیا۔ نہ اس کی کوئی بیوی ہے اور نہ کوئی اس کا ہمسر۔

۳- وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

۴- کوئی چیز اس کے مثل نہیں، وہ سب سے نرالا ہے۔

۵- وہ زندہ ہے، ہر چیز پر اس کو قدرت ہے، کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں، وہ سب کچھ دیکھتا ہے، سنتا ہے، کلام فرماتا ہے لیکن اس کا کلام ہم لوگوں کے کلام کی طرح نہیں۔ جو چاہے کرتا ہے، کوئی اس کی روک ٹوک کرنے والا نہیں۔ وہی عبادت کے لائق ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ بادشاہ ہے، سب عیبوں سے پاک ہے، وہی اپنے بندوں کو سب آفتوں سے بچاتا ہے، وہی عزت والا ہے، بڑائی والا ہے، ساری چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے، اس کو کوئی پیدا کرنے والا نہیں۔ گناہوں کا بخشنے والا ہے، قوت والا ہے، بہت دینے والا ہے، روزی پہنچانے والا ہے، جس کی روزی چاہے تنگ کردے اور جس کی چاہے زیادہ کردے۔ جس کو چاہے پست کردے، جس کو چاہے بلند کردے، جس کو چاہے عزت دے، جس کو چاہے ذلت دے، انصاف والا ہے، بڑے تحمل اور برداشت والا ہے، خدمت اور عبادت کی قدر کرنے والا ہے، دعا کو قبول کرنے والا ہے، بردباری والا ہے۔ وہ سب پر حاکم ہے، اس پر کوئی حاکم نہیں، اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں، وہ سب کا کام بنانے والا ہے، اسی نے سب کو پیدا کیا ہے، وہی قیامت میں پھر پیدا کرے گا، وہی زندہ کرتا ہے، وہی مارتا ہے۔ وہ علامات اور صفات سے پہچانا جاتا ہے، اس کی حقیقت کو کوئی نہیں جان سکتا، گناہگاروں کی توبہ قبول کرتا ہے، جو سزا کے قابل ہیں ان کو سزا دیتا ہے، وہی ہدایت دیتا ہے، کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے اسی کے حکم سے ہوتا ہے، بغیر اس کے حکم کے ذرہ بھی

نہیں ہل سکتا، نہ وہ سوتا ہے، نہ اونگھتا ہے، وہ تمام عالم کی حفاظت سے تھکتا نہیں۔ وہی ساری کائنات کو تھامے ہوئے ہے۔ اس کے لیے تمام صفات کمال ثابت ہیں اور وہ ہر نقص وعیب سے پاک ہے۔

٦۔ اس کی صفات ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گی اور اس کی کوئی صفت کبھی ختم نہیں ہوسکتی۔ قرآن وحدیث میں جہاں پر اللہ تعالیٰ کے لیے مخلوق جیسی صفات کا ذکر ہے، جیسے: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ یا اللہ تعالیٰ کا عرشِ عظیم پر قائم ہونا وغیرہ تو ان کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، بندوں کو ایسی چیزوں کی حقیقت کی جستجو کیے بغیر ایمان لانے کا حکم ہے۔ یہ صفات اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق اس کے لیے ثابت ہیں، ان کی کوئی کیفیت اور نوعیت کسی کو معلوم نہیں، علمائے متقدمین کی رائے یہی ہے، البتہ متاخرین علماء نے بعض باطل فرقوں کے شبہات سے عوام کے عقائد کو بچانے اور ان کے دین کی حفاظت کی خاطر ان جیسے متشابہات کے مناسب معانی بیان کیے ہیں، جیسے: ہاتھ کے معنی قوت اور طاقت وغیرہ، لیکن یہ سب امکان کے درجے میں ہیں، ان کو حتمی مراد سمجھ لینا صحیح نہیں۔

۷۔ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے ذمہ ضروری نہیں، وہ جو کچھ مہربانی کرے وہ اس کا فضل ہے۔

تقدیر کے متعلق:

۸۔ دنیا میں جو کچھ بھلا برا ہوتا ہے سب کو اللہ تعالیٰ اس کے ہونے سے پہلے ہمیشہ سے جانتا ہے اور اپنے علم کے مطابق اس کو پیدا کرتا ہے، تقدیر اسی کا نام ہے اور بری چیزوں کے پیدا کرنے میں بہت سی حکمتیں ہیں جن کو ہر ایک نہیں جانتا۔

بندہ کے اختیار سے متعلق:

۹۔ بندوں کو اللہ تعالیٰ نے سمجھ اور ارادہ دیا ہے جس سے وہ گناہ اور ثواب کے کام اپنے اختیار سے کرتے ہیں، گناہ کے کام سے اللہ تعالیٰ ناراض اور ثواب کے کام سے خوش ہوتے ہیں۔

شریعت کے احکام سے متعلق:

۱۰۔ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو کسی ایسے کام کا حکم نہیں دیا جو بندوں سے نہ ہوسکے۔

انبیاءِ کرام علیہم السلام اور معجزات سے متعلق:

۱۱۔ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام بندوں کو سیدھی راہ بتانے آئے، وہ سب گناہوں سے پاک ہیں، ان کی سچائی ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں ایسی نئی نئی اور عجیب وغریب باتیں ظاہر کیں جو

دوسرے لوگ نہیں کر سکتے۔ ایسی باتوں کو معجزہ کہتے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام میں سب سے پہلے آدم علیہ السلام تھے اور سب سے بعد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور باقی انبیاء علیہم السلام درمیان میں آئے۔ ان میں بعض بہت مشہور ہیں، جیسے: حضرت نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، ایوب علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام، زکریا علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، الیاس علیہ السلام، الیسع علیہ السلام، یونس علیہ السلام، لوط علیہ السلام، ادریس علیہ السلام، ذوالکفل علیہ السلام، صالح علیہ السلام، ہود علیہ السلام، شعیب علیہ السلام۔

انبیاءِ کرام علیہم السلام کی تعداد سے متعلق:

۱۲- پیغمبروں کی صحیح تعداد اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتائی، اس لیے یہ عقیدہ رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے جتنے پیغمبر ہیں، ہم ان سب پر ایمان لاتے ہیں، جو ہمیں معلوم ہیں ان پر بھی اور جو ہمیں معلوم نہیں ان پر بھی۔

انبیاءِ کرام علیہم السلام کے درمیان فضیلت سے متعلق:

۱۳- پیغمبروں میں بعض کا مرتبہ بعض سے بڑا ہے۔ سب سے زیادہ مرتبہ ہمارے پیغمبر محمد مصطفیٰ ﷺ کا ہے، آپ کے بعد کوئی نیا پیغمبر نہیں آ سکتا۔ [جو شخص آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے، جیسے: مرزا غلام احمد قادیانی نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے، اس لیے علماء نے اسے اور اس کے ماننے والوں کو کافر کہا ہے اور قادیانیوں سے نکاح حرام قرار دیا ہے۔[1]] قیامت تک جتنے انسان اور جن ہوں گے آپ ان سب کے پیغمبر ہیں۔

معراج سے متعلق:

۱۴- ہمارے پیغمبر ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بیداری کی حالت میں جسم کے ساتھ مکہ مکرمہ سے بیت المقدس اور وہاں سے ساتوں آسمانوں پر اور وہاں سے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا پہنچایا اور پھر مکہ میں پہنچا دیا، اس کو معراج کہتے ہیں۔

فرشتوں اور جنات سے متعلق:

۱۵- اللہ تعالیٰ نے ایک مخلوق نور سے پیدا کر کے ان کو ہماری نظروں سے چھپا دیا ہے، ان کو فرشتے کہتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تدبیر کائنات سے متعلق بہت سے کاموں پر مامور ہیں۔ وہ کبھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جس کام میں لگا دیا ہے وہ اسی میں لگے ہوئے ہیں۔ ان میں چار فرشتے بہت مشہور ہیں: حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، حضرت اسرافیل علیہ السلام، حضرت عزرائیل علیہ السلام۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ

(۱) حاشیہ بہشتی زیور

مخلوق آگ سے بنائی ہے، وہ بھی ہم کو دکھائی نہیں دیتی، ان کو "جن" کہتے ہیں۔ ان میں نیک و بد ہر قسم کے ہوتے ہیں۔ ان کی اولاد بھی ہوتی ہے۔ ان سب میں زیادہ مشہور اور شریر ابلیس یعنی شیطان ہے۔

ولی، ولایت اور کرامت سے متعلق:

۱۶- مسلمان جب خوب عبادت کرتا ہے، گناہوں سے بچتا ہے، دنیا سے محبت نہیں رکھتا اور پیغمبر کی مکمل اطاعت اور فرمانبرداری کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا دوست اور پیارا ہو جاتا ہے۔ ایسے شخص کو ولی کہتے ہیں۔ اس شخص سے کبھی خلافِ عادت ایسی باتیں ہونے لگتی ہیں جو اور لوگوں سے نہیں ہو سکتیں، ان باتوں کو کرامت کہتے ہیں۔

۱۷- ولی کتنے ہی بڑے درجہ کو پہنچ جائے مگر نبی کے برابر نہیں ہو سکتا۔

۱۸- کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا کیسا ہی پیارا ہو جائے مگر جب تک انسان کے ہوش وحواس باقی ہوں اسے شریعت کا پابند رہنا فرض ہے۔ نماز روزہ اور کوئی عبادت معاف نہیں ہوتی۔ گناہ کے کام اس کے لیے جائز نہیں ہوتے۔

۱۹- جس شخص کا عمل شریعت کے خلاف ہو وہ اللہ تعالیٰ کا دوست نہیں ہو سکتا۔ اگر اس کے ہاتھ سے کوئی ایسا کام سرزد ہو جو عام لوگ نہیں کر سکتے تو وہ جادو ہے یا نفسانی اور شیطانی چال ہے۔ اس کے بارے میں ولی اور بزرگ ہونے کا عقیدہ نہیں رکھنا چاہیے۔

۲۰- اولیاء کرام کو بعض راز کی باتیں خواب یا بیداری میں معلوم ہو جاتی ہیں، اسے کشف اور الہام کہتے ہیں، اگر وہ شریعت کے مطابق ہے تو قبول ہے [یعنی اس کے انکار کی ضرورت نہیں، یہ مطلب نہیں کہ اس کا ماننا ضروری ہے، البتہ ایسے الہام کو صحیح سمجھنا اور اس پر عمل کرنا جائز ہے۔ [1]] اور اگر شریعت کے خلاف ہے تو قبول نہیں۔

بدعت سے متعلق:

۲۱- اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ نے دین کی تمام باتیں قرآن وحدیث میں بندوں کو بتادی ہیں، اب کوئی نئی بات دین میں نکالنا (جس کا ثبوت قرآن، حدیث سے نہ ہو اور نہ ہی صحابہ وتابعین کے دور میں اس کا وجود ہو) درست نہیں۔ ایسی نئی بات کو بدعت کہتے ہیں۔ بدعت بہت بڑا گناہ ہے۔

آسمانی کتابوں سے متعلق:

۲۲- اللہ تعالیٰ نے بہت سی کتابیں آسمان سے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ بہت سے پیغمبروں پر اتاریں تاکہ وہ اپنی

(۱) حاشیہ بہشتی زیور

اپنی امتوں کو دین کی باتیں بتائیں۔ ان میں چار کتابیں بہت مشہور ہیں:

۱- توراۃ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملی۔

۲- زبور حضرت داؤد علیہ السلام کو ملی۔

۳- انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ملی۔

۴- قرآن مجید ہمارے پیارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو ملا۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے، اس کے بعد کوئی کتاب آسمان سے نہیں آئے گی۔ قیامت تک قرآن ہی کا حکم چلتا رہے گا۔ دوسری کتابوں کو گمراہ لوگوں نے بہت کچھ بدل ڈالا، مگر قرآن مجید کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے، اس کو کوئی نہیں بدل سکتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے متعلق:

۲۳- ہمارے پیارے پیغمبر ﷺ کو جن جن مسلمانوں نے دیکھا ہے ان کو صحابی کہتے ہیں۔ [بشرطیکہ وہ دیکھنے والا مسلمان ہی مرا ہو اور جس نے مسلمان ہونے کی حالت میں صحابی کو دیکھا اور مسلمان ہی مرا وہ تابعی ہے اور جس نے تابعی کو اسی طرح سے دیکھا وہ تبع تابعی ہے۔[1]] ان سب کی فضیلت حدیث شریف میں خصوصیت کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔ ان سب سے محبت اور ان سب کے بارے میں اچھا گمان رکھنا چاہیے۔ اگر ان کا آپس میں کوئی لڑائی جھگڑا سننے میں آئے تو اس کو بھول چوک سمجھے، ان کی کوئی برائی نہ کرے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سب سے زیادہ فضیلت والے چار صحابی ہیں:

سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کے بعد اُن کے نائب بنے اور دین کا انتظام سنبھالا، اس لیے آپ خلیفہ اوّل کہلاتے ہیں۔ آپ تمام اُمت میں سب سے افضل ہیں۔ ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، آپ دوسرے خلیفہ ہیں۔ ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، آپ تیسرے خلیفہ ہیں۔ ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، آپ چوتھے خلیفہ ہیں۔

۲۴- صحابی کا اتنا بڑا رتبہ ہے کہ بڑے سے بڑا ولی بھی رتبے میں ادنیٰ درجہ کے صحابی کے برابر نہیں پہنچ سکتا۔

اہل بیت سے متعلق:

۲۵- رسول اللہ ﷺ کی اولاد اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سب تعظیم کے لائق ہیں۔ اولاد میں سب سے بڑا

(۱) حاشیہ بہشتی زیور

رتبہ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہے اور بیویوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا۔

ایمان سے متعلق:

۲۶ — ایمان اس وقت درست ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کو سب باتوں میں سچا سمجھے اور ان سب کو مان لے۔ اللہ تعالیٰ و رسول اکرم ﷺ کی کسی بات میں شک کرنا، اس کو جھٹلانا، اس میں عیب نکالنا یا اس کا مذاق اڑانا ان سب باتوں سے ایمان ختم ہو جاتا ہے۔

ایمان کے منافی بعض غلط نظریات:

۲۷ — قرآن اور حدیث کے واضح مطلب کو نہ ماننا اور کھینچ تان کر اپنی خواہش کے مطابق مطلب گھڑنا بد دینی ہے۔

۲۸ — گناہ کو جائز سمجھنے سے ایمان ختم ہو جاتا ہے۔

۲۹ — گناہ چاہے جتنا بڑا ہو جب تک اس کو برا سمجھتا رہے ایمان نہیں جاتا، البتہ کمزور ہو جاتا ہے۔

۳۰ — اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بے خوف ہو جانا یا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہو جانا کفر ہے۔

۳۱ — کسی سے غیب کی باتیں پوچھنا اور ان پر یقین کر لینا کفر ہے۔

۳۲ — غیب کی باتیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، البتہ انبیاء کرام علیہم السلام کو وحی سے اور اولیاء کرام کو کشف و الہام سے بعض باتیں معلوم بھی ہو جاتی ہیں۔ (مگر اس کو غیب نہیں کہتے، غیب وہ علم ہے جو بغیر کسی ذریعے کے براہِ راست حاصل ہو اور یہ صفت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی میں نہیں پائی جا سکتی)

کافر کہنے یا لعنت کرنے سے متعلق:

۳۳ — کسی کو کافر کہنا یا کسی کا نام لیکر لعنت بھیجنا بڑا گناہ ہے۔ ہاں یوں کہہ سکتے ہیں کہ ظالموں پر لعنت، جھوٹوں پر لعنت۔ مگر جن کا نام لے کر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہے یا ان کے کافر ہونے کی خبر دی ہے، ان کو کافر، ملعون کہنا گناہ نہیں۔

قبر کے حالات سے متعلق:

۳۴ — جب آدمی مر جاتا ہے اگر اس کو دفن کیا جائے تو دفنانے کے بعد اور اگر نہ دفنایا جائے تو جس حال میں ہو اس کے پاس دو فرشتے جن میں سے ایک کو منکر دوسرے کو نکیر کہتے ہیں، آ کر پوچھتے ہیں کہ تیرا پروردگار کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟

حضرت محمد ﷺ کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ یہ کون ہیں؟ [یا تو رسول اللہ ﷺ کی صورت دکھا کر یہ دریافت کیا جاتا ہے، یا حالات بتا کر، دونوں قول ہیں، ایک تیسرا قول یہ ہے کہ خود بخود آدمی کا ذہن آپ ﷺ کی طرف ہی جائے گا۔[1]] اگر مردہ ایماندار ہو تو ٹھیک ٹھیک جواب دیتا ہے۔ پھر اس کے لیے ہر طرح کا چین وسکون ہے۔ جنت کی طرف کھڑکی کھول دی جاتی ہے جس سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا اور خوشبو آتی رہتی ہے اور وہ مزے سے سویا رہتا ہے اور اگر مردہ ایماندار نہ ہو تو سب باتوں کے جواب میں یہی کہتا ہے کہ مجھے کچھ خبر نہیں، پھر اس پر قیامت تک بڑی سختی اور عذاب ہوتا رہتا ہے۔ بعض کو اللہ تعالیٰ اس امتحان سے نہیں گزارتے۔ یہ سب باتیں مردہ پر گذرتی ہیں، مگر ہم لوگ نہیں دیکھتے، جیسے: سوتا آدمی خواب میں سب کچھ دیکھتا ہے اور جاگتا آدمی اس کے پاس بے خبر بیٹھا رہتا ہے۔

۳۵- مرنے کے بعد ہر دن صبح اور شام کے وقت مردے کو اس کا ٹھکانا دکھا دیا جاتا ہے، جنتی کو جنت دکھا کر خوشخبری دی جاتی ہے اور دوزخی کو دوزخ دکھا کر حسرت بڑھا دی جاتی ہے۔

ایصالِ ثواب سے متعلق:

۳۶- مردے کے لیے دعا اور صدقہ وخیرات کرنے سے اس کو ثواب پہنچتا ہے اور بہت فائدہ ہوتا ہے۔

علاماتِ قیامت سے متعلق:

۳۷- اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے قیامت کی جتنی نشانیاں بتائی ہیں سب ضرور پوری ہونے والی ہیں۔ قربِ قیامت کے وقت حضرت مہدی ظاہر ہوں گے اور خوب انصاف سے حکومت کریں گے، دجال نکلے گا اور دنیا میں بہت فساد مچائے گا۔ اسے قتل کرنے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور اس کو مار ڈالیں گے۔ یاجوج ماجوج بڑے فسادی لوگ ہیں۔ وہ تمام زمین پر پھیل جائیں گے اور بہت فساد مچائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہلاک ہوں گے۔ ایک عجیب طرح کا جانور زمین سے نکلے گا اور آدمیوں سے باتیں کرے گا۔

سورج مغرب کی طرف سے نکلے گا۔ قرآن مجید اٹھ جائے گا اور تھوڑے دنوں میں سارے مسلمان مرجائیں گے، تمام دنیا کافروں سے بھر جائے گی، اس کے علاوہ اور بہت سی باتیں ہوں گی۔

قیامت سے متعلق:

۳۸- جب ساری نشانیاں پوری ہو جائیں گی تو قیامت شروع ہو جائے گی۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے

(۱) حاشیہ بہشتی زیور

حکم سے صور پھونکیں گے۔صور سینگ کی شکل کی ایک چیز ہے۔صور کے پھونکنے سے زمین وآسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں گے، تمام مخلوقات مرجائیں گی اور جو مر چکے ہیں ان کی روحیں بیہوش ہوجائیں گی، مگر اللہ تعالیٰ کو جن کا بچانا منظور ہے وہ اپنے حال پر رہیں گے۔ایک مدت اسی کیفیت پر گذر جائے گی۔

شفاعت سے متعلق:

۳۹-- پھر جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا کہ تمام مخلوقات پھر پیدا ہوجائیں تو دوسری بار پھر صور پھونکا جائے گا۔اس سے پھر ساری مخلوقات پیدا ہوجائیں گی۔مردے زندہ ہوجائیں گے اور حشر کے میدان میں سب اکٹھے ہوں گے اور وہاں کی تکلیفوں سے گھبرا کر باری باری سب پیغمبروں کے پاس سفارش کرانے جائیں گے۔آخر ہمارے پیغمبر ﷺ سفارش کریں گے۔ترازو نصب کی جائے گی۔بھلے برے عمل تولے جائیں گے ان کا حساب ہوگا۔بعض لوگ بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے۔نیک لوگوں کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں اور برے لوگوں کا بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ہمارے پیغمبر ﷺ اپنی امت کو حوض کوثر کا پانی پلائیں گے جو دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔پل صراط پر چلنا ہوگا۔جو نیک لوگ ہیں وہ اس سے پار ہوکر جنت میں پہنچ جائیں گے۔جو برے ہیں وہ اس سے دوزخ میں گر پڑیں گے۔

جنت سے متعلق:

۴۰- جنت بھی پیدا ہوچکی ہے اور اس میں طرح طرح کے چین وسکون کے اسباب اور نعمتیں ہیں۔جنتیوں کو کسی طرح کا ڈر اور غم نہ ہوگا اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، نہ اس سے نکلیں گے اور نہ وہاں مریں گے۔

دوزخ سے متعلق:

۴۱- دوزخ پیدا ہوچکی ہے، اس میں سانپ، بچھو اور طرح طرح کا عذاب ہے۔دوزخیوں میں سے جن میں ذرا بھی ایمان ہوگا وہ اپنے اعمال کی سزا بھگت کر پیغمبروں اور نیک لوگوں کی سفارش سے نکل کر جنت میں داخل ہوں گے، چاہے کتنے ہی زیادہ گنہگار ہوں اور جو کافر اور مشرک ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کو موت بھی نہیں آئے گی۔

گناہوں سے متعلق:

۴۲- اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ چھوٹے گناہ پر بھی سزا دے دے یا بڑے گناہ کو اپنی مہربانی سے معاف کردے اور اس پر بالکل سزا نہ دے۔

۴۳- شرک اور کفر کا گناہ اللہ تعالیٰ کبھی کسی کو معاف نہیں کرتا اور اس کے سوا دوسرے گناہ جس کو چاہے گا اپنی مہربانی سے

معاف کردے گا۔

کسی کے جنتی ہونے سے متعلق:

۴۴- جن لوگوں کا نام لے کر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے ان کا جنتی ہونا بتلا دیا ہے ان کے سوا کسی اور کے جنتی ہونے کا یقینی حکم نہیں لگا سکتے، البتہ اچھی نشانیاں دیکھ کر اچھا گمان رکھنا اور اس کی رحمت سے امید رکھنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ کے دیدار سے متعلق:

۴۵- جنت میں سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے جو جنتیوں کو نصیب ہوگا۔ اس کی لذت کے مقابلہ میں تمام نعمتیں بے حیثیت معلوم ہوں گی۔

۴۶- دنیا میں بیداری کی حالت میں اللہ تعالیٰ کو ان آنکھوں سے کسی نے نہیں دیکھا اور نہ کوئی دیکھ سکتا ہے۔

خاتمہ سے متعلق:

۴۷- عمر بھر کوئی کیسا ہی بھلا برا ہو مگر جس حالت پر خاتمہ ہوتا ہے اسی کے مطابق اس کو اچھا یا برا بدلہ ملتا ہے۔

توبہ سے متعلق:

۴۸- آدمی عمر بھر میں جب کبھی توبہ کرے یا کافر مسلمان ہو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہے، البتہ مرتے وقت جب دَم نکلنے اور عذاب کے فرشتے دکھائی دینے لگیں اس وقت نہ توبہ قبول ہوتی ہے اور نہ ایمان۔

فصل

اس کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض برے عقیدے اور بری رسمیں اور بعض بڑے بڑے گناہ جو اکثر ہوتے رہتے ہیں اور ان سے ایمان میں نقصان آجاتا ہے، بیان کردیئے جائیں تاکہ لوگ ان سے بچتے رہیں۔ ان میں بعض بالکل کفر اور شرک ہیں، بعض کفر اور شرک کے قریب، بعض بدعت اور گمراہی اور بعض فقط گناہ ہیں۔

کفر اور شرک کی باتوں کا بیان

کفر کو پسند کرنا، کفر کی باتوں کو اچھا جاننا، کسی دوسرے سے کفر کی کوئی بات کرانا، کسی وجہ سے اپنے ایمان پر پشیمان ہونا کہ اگر مسلمان نہ ہوتے تو فلاں بات حاصل ہوجاتی۔ اولاد وغیرہ کسی کے مرجانے پر رنج میں اس قسم کی باتیں کرنا کہ اللہ تعالیٰ کو بس اسی کا مارنا تھا، دنیا بھر میں مارنے کے لیے بس یہی تھا، اللہ تعالیٰ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا، ایسا ظلم کوئی نہیں کرتا جیسا تو نے کیا، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے کسی حکم کو برا سمجھنا، اس میں عیب نکالنا، کسی نبی یا فرشتے کی تحقیر کرنا، ان پر عیب لگانا، کسی بزرگ یا پیر کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ ہمارے سب حالات کی اس کو ہر وقت ضرور خبر رہتی ہے۔

نجومی پنڈت یا جس پر جن چڑھا ہو اس سے غیب کی خبریں پوچھنا یا فال نکلوانا پھر اس کو سچ جاننا۔ کسی بزرگ کے کلام سے فال دیکھ کر اس کو یقینی سمجھنا۔ کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگی۔ کسی کو نفع نقصان کا مختار سمجھنا۔ کسی سے مرادیں مانگنا۔ روزی، اولاد مانگنا، کسی کے نام کا روزہ رکھنا، کسی کو سجدہ کرنا، کسی کے نام کا جانور چھوڑنا یا چڑھاوا چڑھانا، کسی کے نام کی منت ماننا، کسی کی قبر یا مکان کا طواف کرنا، اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں کسی دوسری بات یا رسم کو مقدم رکھنا۔

کسی کے سامنے جھکنا یا تصویر کی طرح کھڑا رہنا، کسی کے نام پر جانور ذبح کرنا، جن بھوت پریت وغیرہ سے نجات کے لیے ان کے نام پر قربانی کرنا، بچے کے زندہ رہنے کے لیے اس کا نال پوجنا، کسی کو دہائی دینا، کسی جگہ کا کعبہ کے برابر ادب وتعظیم کرنا، کسی کے نام پر بچہ کے کان ناک چھیدنا، بالی پہنانا، بازو پر کسی کے نام کا پیسہ باندھنا یا گلے میں اس طرح کا دھاگا وغیرہ ڈالنا، چوٹی رکھنا، پھولوں کا ہار گلے میں لٹکانا، فقیر بنانا، علی بخش، حسین بخش، عبد النبی وغیرہ نام رکھنا، کسی جانور پر کسی بزرگ کا نام لگا کر اس کا ادب کرنا۔

دنیا کے نظام کو ستاروں کی تاثیر سے سمجھنا، اچھی بری تاریخ اور دن کا پوچھنا، بدفالی لینا، کسی مہینے یا تاریخ کو منحوس سمجھنا، کسی بزرگ کے نام کا بطورِ وظیفہ ورد کرنا، یوں کہنا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اگر چاہیں گے تو فلاں کام ہو جائے گا، کسی کے نام یا سر کی قسم کھانا، تصویر رکھنا، خصوصاً کسی بزرگ کی تصویر برکت کے لیے رکھنا اور اس کی تعظیم کرنا۔

بدعتوں، بری رسموں اور بری باتوں کا بیان

قبروں پر دھوم دھام سے میلا کرنا، چراغ جلانا، عورتوں کا وہاں جانا، چادریں ڈالنا، پختہ قبریں بنانا، بزرگوں کو راضی کرنے کے لیے ان کی قبروں کی حد سے زیادہ تعظیم کرنا، تعزیہ یا قبر کو چومنا، قبر کی مٹی کو جسم پر ملنا، قبروں کی طرف نماز پڑھنا، تعزیہ علم وغیرہ رکھنا، اس پر حلوہ مالیدہ چڑھانا، یا اس کو سلام کرنا۔

کسی چیز کو اچھوتی سمجھنا، محرم کے مہینے میں عورت کا مہندی لگانے کو معیوب سمجھنا یا بناؤ سنگھار چھوڑنا، مرد کے پاس نہ رہنا، لال کپڑا نہ پہننا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام کی نیاز دینا، تیجہ، چالیسواں وغیرہ کرنا۔ عورت کے دوسرے نکاح کو معیوب سمجھنا۔ نکاح، ختنہ، بسم اللہ وغیرہ میں خاندانی رسموں کی پابندی کرنا، خصوصاً قرض لے کر ناچ گانے کی مجلس جمانا، ہولی دیوالی کی رسمیں کرنا، سلام کی جگہ دوسرے الفاظ (آداب وغیرہ) استعمال کرنا یا صرف سر پر ہاتھ رکھ کر جھک جانا۔ عورت کا دیور، جیٹھ، پھوپی زاد، چچازاد، خالہ زاد یا اور کسی نامحرم کے سامنے بے پردہ آنا، راگ، باجا، گانا سننا۔ ڈومنیوں وغیرہ کو نچانا اور دیکھنا۔ نسب پر فخر کرنا یا کسی بزرگ سے منسوب ہونے کو نجات کے لیے کافی سمجھنا، کسی کے نسب میں نقص ہو اس پر طعن کرنا، جائز پیشہ والوں کو ذلیل سمجھنا، حد سے زیادہ کسی کی تعریف کرنا، شادیوں میں فضول خرچی اور خرافات کرنا، ہندوؤں کی رسمیں کرنا، دولہا کو خلاف شرع لباس پہنانا، سہرا باندھنا، مہندی لگانا، آتش بازی کرنا، فضول آرائش کرنا، گھر کے اندر عورتوں کے درمیان دولہا کو بلانا اور عورتوں کا اس کے سامنے آجانا، تاک جھانک کر اس کو دیکھ لینا، بالغ یا قریب البلوغ سالیوں وغیرہ کا اس کے سامنے آنا، ان سے ہنسی دل لگی کرنا۔ چوتھی کھیلنا (شادی کے چوتھے دن دلہن کے گھر جا کر ایک دوسرے پر پھول، ترکاری وغیرہ پھینکنا) جس جگہ دولہا دولہن ہوں اس کے گرد جمع ہو کر باتیں سننا، جھانکنا، تاکنا، اگر کوئی بات معلوم ہو جائے تو اس کو دوسروں سے کہنا، مایوں بٹھانا اور اس کی وجہ سے ایسی شرم کرنا جس سے نمازیں قضا ہو جائیں، بڑائی اور فخر کے لیے مہر زیادہ مقرر کرنا۔

غم میں چلا کر رونا، چہرہ اور سینہ پیٹنا، بین کر کے رونا، جو جو کپڑے میت کے بدن سے لگے ہوں سب کا دھلوانا، سال بھر یا

کچھ کم زیادہ تک اس گھر میں خوشی کی تقریب کو برا جاننا مخصوص تاریخوں (چہلم، برسی وغیرہ) میں پھر غم کا تازہ کرنا۔

حد سے زیادہ زیب وزینت میں مشغول ہونا، سادہ وضع قطع کو معیوب جاننا، مکان میں تصویریں لگانا، پاندان، عطر دان، سرمہ دانی، سلائی وغیرہ چاندی سونے کی استعمال کرنا، عورتوں کا بہت باریک کپڑا پہننا، بجتا زیور پہننا، مردوں کا زنانہ لباس پہننا، عورتوں کا مردوں کے مجمع میں جانا، خصوصاً تعزیہ دیکھنے اور میلوں میں جانا، مردوں کی وضع قطع اختیار کرنا، بدن گدوانا، کسی مراد کے پورے ہونے پر عورتوں کا رات بھر جاگنا اور نذر و نیاز کے لیے دیگیں پکوانا، ٹوٹکے کرنا۔ سفر پر جاتے یا لوٹتے وقت عورتوں کا غیر محرم کے گلے لگنا یا گلے لگانا۔ زندہ رہنے کے لیے لڑکے کا کان یا ناک چھیدنا، لڑکے کو بالی یا بلاق (ناک میں پہننے کا زیور) پہنانا، ریشمی یا سرخ رنگ کا یا زعفران کا رنگا ہوا کپڑا پہننا، گھونگرو یا کوئی اور زیور پہنانا۔ آرام کے لیے (بچوں کو) افیون کھلانا، کسی بیماری میں شیر کا دودھ یا اس کا گوشت کھلانا۔

چند بڑے گناہوں کا بیان

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔ ناحق کسی کو قتل کرنا، وہ عورتیں جن کی اولاد نہیں ہوتی کسی اور عورت کی زچگی کی حالت میں بعض ایسے ٹوٹکے کرتی ہیں کہ اس کا بچہ مر جائے اور ہمارے ہاں اولاد ہو، یہ بھی اسی خون ناحق میں داخل ہے۔ ماں باپ کو ستانا۔ زنا کرنا۔ یتیموں کا مال کھانا، جیسے: اکثر عورتیں خاوند کے تمام مال وجائیداد پر قبضہ کر کے چھوٹے بچوں کا حصہ اڑاتی ہیں، لڑکیوں کو میراث میں حصہ نہ دینا، کسی عورت پر شبہ میں زنا کی تہمت لگانا، ظلم کرنا، کسی کی غیبت کرنا یا سننا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا، وعدہ کر کے پورا نہ کرنا، امانت میں خیانت کرنا، شریعت کا کوئی حکم جیسے: نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ چھوڑ دینا، قرآن شریف پڑھ کر بھلا دینا، جھوٹ بولنا، خصوصاً جھوٹی قسم کھانا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی قسم کھانا یا اس طرح قسم کھانا کہ مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہو، ایمان پر خاتمہ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنا، بلا عذر نماز قضا کر دینا، کسی مسلمان کو کافر یا بے ایمان کہنا یا ''اللہ تعالیٰ کی تجھ پر پھٹکار'' یا ''تو اللہ کا دشمن ہے'' وغیرہ کہنا، کسی کی غیبت سننا، چوری کرنا، سود لینا، اناج ذخیرہ کرنا اور اس کی مہنگائی سے خوش ہونا، قیمت مقرر کر لینے کے بعد من مانی کر کے کم دینا، غیر محرم کے پاس تنہائی میں بیٹھنا، جوا کھیلنا، بعض عورتیں اور لڑکیاں گٹے یا اور کوئی کھیل شرط لگا کر کھیلتی ہیں یہ بھی جوا ہے، کافروں کی رسمیں پسند کرنا، کھانے کو برا کہنا، ناچ دیکھنا، راگ باجا سننا، قدرت ہونے پر نصیحت نہ کرنا، کسی کا مذاق اڑا کر اسے بے عزت اور شرمندہ کرنا، کسی کا عیب ڈھونڈنا۔

گناہوں کے بعض دنیوی نقصانات

علم سے محروم رہنا، روزی کم ہو جانا، اللہ تعالیٰ کی یاد سے وحشت ہونا، نیک اور صالح لوگوں سے وحشت ہو جانا، اکثر کاموں میں مشکل پڑ جانا، دل میں صفائی نہ رہنا، دل میں اور بعض دفعہ تمام بدن میں کمزوری ہو جانا، عبادت سے محروم رہنا، عمر گھٹ جانا، توبہ کی توفیق نہ ہونا، کچھ دنوں میں گناہ کی برائی کا دل سے نکلنا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل ہو جانا، دوسری مخلوق کو اس کے گناہ کی وجہ سے نقصان پہنچنا اور اس وجہ سے ان کا اس پر لعنت کرنا، عقل میں فتور آ جانا، رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اس پر لعنت ہونا، فرشتوں کی دعا سے محروم رہنا، پیداوار میں کمی ہونا، شرم اور غیرت کا جاتے رہنا، اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا دل سے نکل جانا، نعمتوں کا چھن جانا، آفات، بلاؤں کا ہجوم ہونا، جن اور شیاطین کا مسلط ہو جانا، دل کا پریشان رہنا، مرتے وقت منہ سے کلمہ نہ نکلنا، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا اور اس وجہ سے بغیر توبہ کے مر جانا۔

اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے بعض دنیوی فوائد

روزی میں اضافہ، طرح طرح کی برکتیں ہونا، تکلیف اور پریشانی کا دور ہونا، مرادیں پوری ہونے میں آسانی ہونا، چین سکون والی کی زندگی نصیب ہونا، بارش ہونا، ہر قسم کی بلا کا ٹل جانا، اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور مدد کا شاملِ حال رہنا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کو حکم ہونا کہ اس کا دل مضبوط رکھو، سچی عزت و آبرو ملنا، مرتبے کا بلند ہونا، لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا ہو جانا، قرآن کا اس کے حق میں شفا ہونا، مال کا نقصان ہو جائے تو اس سے اچھا بدلہ مل جانا، دن بدن نعمت میں ترقی ہونا، مال میں برکت ہونا، دل میں راحت اور تسلی رہنا، آیندہ نسلوں کو اس کا نفع پہنچنا، زندگی میں غیبی بشارتیں نصیب ہونا، مرتے وقت فرشتوں کا خوشخبری سنانا، مبارکباد دینا، عمر میں برکت ہونا، افلاس اور فاقہ سے بچے رہنا، اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچ جانا۔

کتاب الرسوم والبدعات

وضاحت

کتاب الرسوم والبدعات کے مسائل حضرات اکابر اور معاصر مفتیانِ کرام کے اردو فتاویٰ سے ماخوذ ہیں، بہشتی زیور میں مذکورہ رسوم کی نوعیت کی تبدیلی اور بعض رسوم کے ہمارے معاشرے میں نہ ہونے یا کم ہونے کی وجہ سے اور بعض نئی رسوم کے اضافے کی وجہ سے مناسب یہ سمجھا گیا کہ نئی رواج پا جانے والی رسوم کے احکام جدید فتاویٰ سے لیے جائیں۔ از مرتب

بدعت کی لغوی تعریف:

ہر نیا کام لغت کے اعتبار سے بدعت ہے، چاہے عادت کے طور پر ہو یا عبادت کے طور پر۔

بدعت کی شرعی تعریف:

حدیث شریف میں ہے:

((من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ)).

یعنی جس شخص نے ہمارے اس دین میں ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔

اس حدیث کی روشنی میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو کام کلی یا جزئی کسی بھی اعتبار سے دین میں داخل نہ ہو اس کو کسی وجہ سے عملی طور پر یا عقیدہ کے اعتبار سے دین کا جز بنا لینا بدعت ہے، بالفاظِ دیگر یہ کہہ سکتے ہیں کہ دین میں کسی بھی ایسے کام کی کمی یا زیادتی کرنا جس کا ثبوت نبی کریم ﷺ، حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کسی سے نہ ہو، بالخصوص نبی کریم ﷺ سے اس کی اجازت قولاً، فعلاً، صراحۃً، اشارۃً کسی طور پر بھی منقول نہ ہو وہ بدعت ہے۔

بعض اہلِ علم نے بدعت کی دو قسمیں بتائی ہیں: بدعتِ سیئہ اور بدعتِ حسنہ

ان حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ نے پہلے بدعت کے لغوی معنی کو پیشِ نظر رکھ کر ہر نئے کام کو مطلقاً بدعت قرار دیا، پھر غور کے بعد جس کام کو کلی یا جزئی طور پر دین میں داخل پایا یعنی یہ معلوم ہوا کہ اس کی اصل کلی یا جزئی طور پر مذکورہ بالا تین زمانوں میں

سے کسی زمانے میں ملتی ہے تو اس کو بدعتِ حسنہ قرار دیا اور جس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا اس کو بدعتِ سئیہ قرار دیا۔ حاصل یہ ہے کہ بدعتِ حسنہ پر بدعت کا اطلاق محض لغوی معنی کے اعتبار سے کیا گیا ہے، اس لیے کہ حقیقت میں شریعت کی رو سے وہ بدعت ہے ہی نہیں، شرعی اعتبار سے بدعت صرف اس کام کو کہیں گے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

(مأخوذ از إمداد المفتين : ۲/۱٦٤، إمداد الفتاوىٰ : ٥/٢٨٥)

شرکیہ بدعات

پیر کو سجدہ کرنا:

پیر کو سجدہ کرنا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی ولی اور بزرگ کو سجدہ کرنا جائز نہیں، بلکہ ممنوع اور حرام ہے، سجدہ کرنے والا اور اس کی اجازت دینے والا دونوں سخت ترین گناہ گار ہیں۔

یہ حکم اس صورت میں ہے کہ سجدہ عبادت کے طور پر نہ کیا جائے اور عبادت کے طور پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنا کفر ہے۔ (إمداد المفتين : ۱/۹۳ - ۱٦۳)

قبروں پر سجدہ اور طواف:

کسی ولی اور بزرگ کی قبر کا طواف کرنا یا اس پر سجدہ کرنا ناجائز و حرام ہے۔ (إمداد المفتين : ۱/۱۰۲)

قبر کو بوسہ دینا:

والدین سمیت کسی کی بھی قبر کو بوسہ دینا، اس پر رخسار رکھنا ممنوع اور ناجائز ہے، اس لیے کہ اس میں سجدہ کے ساتھ مشابہت ہے جو جائز نہیں۔ (إمداد المفتين : ۱/۱۰۲)

پاؤں چومنا:

جھک کر کسی کے پاؤں چومنا جائز نہیں، اس لیے کہ یہ سجدہ کرنے کے مشابہ ہے۔ (إمداد المفتين : ۱/۱۰۲)

جھک کر ملنا:

حدیث میں ملتے وقت کسی کے سامنے جھکنے سے صریح ممانعت وارد ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! جب ہم آپس میں ملتے ہیں تو کیا ایک دوسرے کو جھک کر مل سکتے ہیں؟''

فرمایا: ''نہیں۔''

بکرے کا خون ٹائروں پر لگانا:

آفات و بلیات اور بیماریوں سے حفاظت کے لیے مساکین پر صدقہ کرنا اچھی بات ہے، نیز کوئی جانور ذبح کر کے اس کا گوشت مساکین کو بطور صدقہ دینا بھی ٹھیک ہے، مگر ذبح شدہ جانور کا خون گاڑی کی مختلف جگہوں میں لگانا اور جانور میں کالے یا کسی اور رنگ میں اضافی اثرات سمجھنا جہالت ہے، اگر اس کو ثواب اور دین کا کام سمجھا جاتا ہے تو یہ بدعت اور گناہ ہے۔

اس کے علاوہ بعض مواقع مثلاً: بیماری یا نئی گاڑی خریدنے یا نیا مکان بنانے پر عموماً جانور ذبح کرنا ہی ضروری سمجھا جاتا ہے، یہ دین میں اپنی طرف سے زیادتی ہے، صدقہ کی سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ نقدی مساکین کو دی جائے تاکہ وہ اپنی اہم ضرورت پوری کر سکیں، نیز اس صورت میں ریا کا بھی زیادہ خطرہ نہیں۔

بیماری سے شفا کے لیے بکرا ذبح کرنا:

آفات اور بیماری سے حفاظت کے لیے صدقہ و خیرات کرنے کی ترغیب آئی ہے، مگر عوام کا اس بارے میں یہ عقیدہ بن گیا ہے کہ صدقہ کے جانور کو ذبح کرنا بھی ضروری ہے، اس لیے کہ جان کو جان کا بدلہ سمجھتے ہیں، جبکہ شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں، یہ عوام کی خود ساختہ بدعت ہے، اگر یہ عقیدہ نہ ہو تو بھی اس میں چونکہ غلط عقیدہ اور بدعت کی تائید ہے، اس لیے جائز نہیں۔ (أحسن الفتاوی: ۱/۳۶۷)

چیلوں کو گوشت پھینکنا:

بعض علاقوں میں بیمار کی طرف سے بکرا صدقہ کر کے اس کا گوشت چیلوں کو پھینکا جاتا ہے تاکہ آسانی سے اس کی روح نکل جائے یا اللہ تعالیٰ صدقہ کی برکت سے اسے شفا عطا فرمادے، یہ محض جاہل لوگوں کی خرافات میں سے ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں، بلکہ اس قسم کے ٹونے ٹوٹکے ہندوؤں سے لیے گئے ہیں، اس کا بہت سخت گناہ ہے، اس لیے اس سے بچنا لازم ہے، البتہ ویسے ہی صدقہ دینا ثابت ہے اور اس سے آفت ٹلتی ہے اور نقدی کی صورت میں صدقہ کرنا زیادہ افضل ہے، یعنی کچھ رقم کسی مسکین کو دیدی جائے یا کسی خیر کے کام میں لگادی جائے۔ (أحسن الفتاوی: ۱/۳۶٦)

بارش کے لیے مزارات پر جانور ذبح کرنا:

بعض علاقوں میں یہ رسم ہے کہ بارش طلب کرنے یا کسی اور حاجت کے لیے لوگ بزرگوں کے مزارات پر جانور ذبح کرتے ہیں، یہ فعل بدعت اور ناجائز ہے۔ اگر جانور اس مزار والے بزرگ کا قرب حاصل کرنے کی نیت سے ذبح کیا تو وہ جانور حرام ہے اور اس کا گوشت کھانا جائز نہیں اور اگر قرب کی نیت نہ ہو تو اگرچہ وہ جانور حرام نہیں، لیکن یہ فعل خود خلافِ سنت

ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، اس سے بچنا واجب ہے۔ (خیر الفتاویٰ: ۱/۵۵۱، إمداد المفتین: ۲/۱۹۷)

پیدائش اور ختنہ وغیرہ سے متعلق بدعات

چھٹی کی تقریب:

مستحب یہ ہے کہ بچہ کی پیدائش کے ساتویں دن نام رکھا جائے لیکن پیدائش کے فوراً بعد نام رکھنا بھی درست ہے اور نبی کریم ﷺ سے بھی ثابت ہے۔ نام رکھنے کے لیے چھٹی کے نام سے تقریب منعقد کرنا اور اس میں کسی بزرگ کا بچے کو چھٹے دن دودھ پلانا وغیرہ بے اصل رسم ہے۔ (آپ کے مسائل کا حل: ۱/۱۸۳)

ختنہ کی دعوت:

بعض علاقوں میں لڑکوں کے ختنے کے موقع پر دعوت کا اہتمام کیا جاتا ہے، تقریبات منعقد کی جاتی ہیں اور وہ لوگ اس کو ضروری اور واجب تصور کرتے ہیں، نہ کرنے والوں کو عار دلائی جاتی ہے اور ایسی دعوتوں کے لیے استطاعت نہ ہوتے ہوئے بھی قرضہ لے کر اہتمام کیا جاتا ہے، بعض اوقات استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے لڑکے کا ختنہ مؤخر کر دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جاتا ہے، یہ سب کام ناجائز ہیں، شریعت میں اس کی اجازت نہیں۔

(خیر الفتاویٰ: ۱/۵۵٤، إمداد المفتین: ۲/۲۰۱)

سالگرہ منانا:

سالگرہ منانا (پیدائش سے سال پورا ہونے پر تقریب اور خوشی منانا) اسلامی تعلیم نہیں۔ یہ غیروں کا طریقہ ہے، اس کو ترک کرنا لازم ہے۔ (آپ کے مسائل کا حل: ۱/۱۸٤)

نماز سے متعلق بدعات

نوافل کے بعد اجتماعی دعا:

سنتوں اور نوافل کے بعد اجتماعی دعا مانگنا خلافِ سنت ہے، رسول اللہ ﷺ، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ سے اس طرح اجتماعی دعا مانگنا ثابت نہیں۔ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسالہ «النفائس المرغوبة والصحائف المرفوعة» میں واضح دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ یہ اجتماعی دعا بدعت

ہے اور اس پر وقت کے تمام جید اکابر علماءِ کرام کی تصدیقات بھی موجود ہیں۔

علاوہ ازیں اس اجتماعی دعا کے التزام واہتمام میں مندرجہ ذیل قباحتیں مزید پائی جاتی ہیں:

۱ – نوافل کے بعد اجتماعی دعا میں شرکت کے لیے امام اور مقتدی مسجد ہی میں نوافل ادا کرتے ہیں جبکہ فرائض کے بعد سنن ونوافل گھر جا کر پڑھنا افضل ہے۔

۲ – نوافل کی رکعات اور ان میں تلاوت کی مقدار میں لوگ اپنی اپنی ہمت اور فرصت کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں مگر اجتماعی دعا کا التزام سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکتا ہے، چنانچہ اگر کوئی شخص پہلے فارغ ہو جائے تو وہ اس اجتماعی دعا کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے اور اگر امام یا کوئی مقتدی زیادہ نوافل پڑھنا چاہتا ہے تو وہ اجتماعی دعا سے فارغ ہونے کے بعد پڑھتا ہے، اس لیے نوافل کے بعد کی دعا امام کے ساتھ مل کر کرنا خصوصاً اس کی پابندی بالاتفاق بدعت ہے۔

(أحسن الفتاویٰ : ۱/۳۴۵ ، إمداد المفتین : ۲۱۳ ، خیر الفتاویٰ : ۱/۵۷۱)

نمازِ عید اور فرض نمازوں کے بعد مصافحہ:

شریعت میں مصافحہ اور معانقہ صرف ملاقات کے وقت مسنون ہے، نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا رسول اللہ ﷺ، حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ سے ثابت نہیں، یہ عمل روافض کی ایجاد اور بدعت ہے، فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے انتہائی وضاحت سے تحریر فرمایا ہے کہ اس بدعت کا ارتکاب کرنے والے کو سختی سے روکنے کی کوشش کی جائے۔ یہی حکم نماز کے بعد فوراً معانقہ کرنے کا ہے، ویسے عید کے دن بوقتِ ملاقات مصافحہ ومعانقہ کرنا درست ہے۔

کسی مصلحت سے بدعت کا یا کسی اور گناہ کا ارتکاب کرنا جائز نہیں، البتہ دوسروں کو منع کرنا اس وقت ضروری ہے جبکہ ماننے کی امید ہو، ورنہ روکنا ضروری نہیں۔ غرضیکہ نمازِ عید کے بعد خود کسی سے مصافحہ وغیرہ نہ کرے، البتہ اگر کسی سے ملاقات ہی نماز کے بعد ہوئی ہو تو اس سے مصافحہ کرنا جائز ہے۔

(أحسن الفتاویٰ : ۱/۳۵۴ ، خیر الفتاویٰ : ۱/۵۶۹ ، إمداد المفتین : ۲/۲۰۳)

فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے کلمہ یا درود پڑھنا:

کلمہ طیبہ اور درود شریف کا ورد باعثِ اجر وبرکت ہے، لیکن اس کے لیے نمازوں کے بعد کا وقت خاص کر کے اجتماعی ہیئت بنانا اور آواز سے آواز ملا کر ذکر کرنا جس سے نماز پڑھنے والوں کی نماز متاثر ہوتی ہو، جیسا کہ اس زمانے میں رائج ہے، یہ

جائز نہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایسے لوگوں کو بدعت کا مرتکب قرار دے کر مسجد سے نکال دیا تھا، لہٰذا اس بدعت کو چھوڑنا واجب ہے۔ (خیر الفتاویٰ : ۱/ ۵۸۲ ، إمداد المفتین : ۲/ ۱۰۱)

وفات اور قبروں سے متعلق بدعات

میت کے سینہ پر کلمۂ شہادت لکھنا:

میت کے سینہ، پیشانی یا کفن پر کلمہ شہادت لکھنا جائز نہیں، اس لیے کہ میت کے پھولنے، پھٹنے کی وجہ سے کلمہ شہادت کی بے حرمتی ہوگی، البتہ اگر روشنائی وغیرہ کے بغیر محض انگلی کے اشارے سے اس طرح کلمہ شہادت لکھا جائے کہ لکھنے کے نشان ظاہر نہ ہوں تو اس کی گنجائش ہے۔ (أحسن الفتاویٰ : ۱/ ۳۵۱ ، إمداد المفتین : ۲/ ۹۹)

اسقاطِ مروّج اور اس کا حکم:

بعض علاقوں میں حیلۂ اسقاط کے نام سے جو عمل رائج ہے اس کا قرآن وحدیث اور فقہ سے کوئی ثبوت نہیں ملتا اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کے مبارک دور سے لے کر حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ کے زمانے تک اس کا کوئی وجود ہے۔ اگر یہ کوئی کارِ خیر ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ایسے لوگوں کے لیے ضرور یہ حیلہ تجویز فرماتے جن کے ذمہ نماز، روزہ وغیرہ قضا واجب تھے، اس لیے کہ عام مؤمنین پر آپ ﷺ اور آپ کے جانثاروں سے زیادہ کوئی اور شفیق نہیں ہوسکتا۔

جو کام رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا ہم اسے ثواب سمجھ کر کرنے لگیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ نے دین کو پوری طرح نہیں سمجھا۔ ہم دینی مسائل کو زیادہ سمجھنے والے ہیں۔ غرضیکہ اپنی طرف سے دین میں زیادتی کرنا سخت گناہ اور بدعت ہے، لہٰذا مروج اسقاط بھی بلاشبہ بدعت اور گمراہی ہے۔

نیز اس قبیح رسم سے گناہوں پر لوگوں کی جرأت بڑھتی ہے کہ حیلہ اسقاط سے نماز، روزہ وغیرہ سب کچھ معاف ہوجائے گا اور یہ چیز انتہائی خطرناک ہے۔ (أحسن الفتاویٰ : ۱/ ۳۴۸ ، إمداد المفتین : ۲/ ۱۶۹ ـ ۱/ ۱۲۲)

نمازِ جنازہ کے بعد دعا:

نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگنا حضورِ اکرم ﷺ اور صحابہ کرام وتابعین سے ثابت نہیں، اس لیے فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسے ناجائز اور مکروہ بتایا ہے، چنانچہ تیسری صدی ہجری کے فقیہ امام ابوبکر بن حامد فرماتے ہیں:

((إن الدعاء بعد صلوة الجنازة مكروه)).

یعنی نمازِ جنازہ کے بعد دعا کرنا مکروہ ہے، اس کے علاوہ بھی متعدد کتب فتاویٰ میں اس کی ممانعت وکراہت منقول ہے۔

(أحسن الفتاوىٰ : ۱/۳۳۶)

جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا:

جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا رسول اللہ ﷺ، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور ائمہ دین میں سے کسی سے بھی کسی ضعیف روایت میں بھی قولاً یا عملاً منقول نہیں، اس لیے بدعت اور ناجائز ہے۔ (إمداد المفتين : ۲/۱۷٦)

دفن کے بعد تین دفعہ دعا مانگنا:

دفن کے بعد میت کے لیے مغفرت کی دعا کرنا حدیث سے ثابت ہے، البتہ تین دفعہ دعا کرنا اور اس کا التزام بدعت ہے، اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ (أحسن الفتاوىٰ : ۱/۳۵۲)

دفن کے بعد اجتماعی دعا:

دفن کے بعد انفرادی دعا ثابت ہے، اجتماعی ثابت نہیں، لہٰذا اجتماعی دعا کو مسنون سمجھنا یا حکم شرعی سمجھنا بدعت ہے، نیز اس پر التزام اور اصرار کرنا یا نہ کرنے والوں پر ملامت کرنا جائز نہیں۔ (آپ کے مسائل کا حل : ۱/۱٤۲)

اہلِ میت کی طرف سے دعوت کی رسم:

اہلِ میت کی طرف سے پہلے دن یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو دعوت آج کل رائج ہے، یہ بدعت ہے۔ فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ کھانے کی دعوت پہلے، تیسرے اور ساتویں دن مکروہ ہے، گویا تیجہ، ساتواں، چہلم وغیرہ سب ناجائز ہے، غرضیکہ احادیثِ مبارکہ اور فقہ حنفی کی تصریحات کے مطابق مذکورہ بالا ہر قسم کی دعوت وضیافت ناجائز اور مکروہ ہے۔

حدیث کی رو سے میت کے پڑوسیوں اور دور کے رشتہ داروں کو حکم ہے کہ وہ میت کے گھر والوں کے لیے صبح وشام کا کھانا تیار کر کے بھیجیں۔ فقہ حنفی کے بہت بڑے عالم علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میت کے گھر والوں کی طرف سے دعوت کرنا مکروہ ہے، اس لیے کہ دعوت وضیافت خوشی کے موقع پر ہوتی ہے، نہ کہ مصیبت کے وقت۔ علاوہ ازیں ایسی دعوت و ضیافت میں اور بھی کئی خرابیاں ہیں، مثلاً: اس میں ہندوؤں کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے جو جائز نہیں۔ اس دعوت کو لازم سمجھا جاتا ہے جبکہ جو چیز لازم نہ ہو اس کو لازم سمجھنا ناجائز ہے۔ دعوت میں جو رقم خرچ ہوتی ہے اس میں عموماً نابالغ یتیموں کا حصہ بھی ہوتا ہے جبکہ نابالغ کا مال صدقہ وخیرات میں دینا اس کی اجازت سے بھی جائز نہیں۔ اسی طرح اس قسم کی دعوتوں سے

ایصالِ ثواب مقصود نہیں ہوتا بلکہ دکھاوا مطلوب ہوتا ہے یا پھر لوگوں کے طعنوں سے بچنے کے لیے دعوت کی جاتی ہے جو شرک اصغر ہے۔ (أحسن الفتاوی: ۱/۳۵۵، خیرالفتاوی: ۱/۵۷٤)

جنازہ کی چادر پر قرآنی آیات لکھنا:

جنازہ کی چادر پر قرآنی آیات لکھنے کا اکثر علاقوں میں رواج ہے، اس میں قرآنی آیات کی بے ادبی کا خطرہ ہے، نیز یہ عمل سنت سے ثابت نہیں، لہٰذا اسے چھوڑ دینا ضروری ہے۔ (أحسن الفتاوی: ٤/۲۳۰)

وفات کے موقع پر جائز کاموں کی تفصیل:

میت کی وفات پر چونکہ بہت سارے افعال و رسوم رائج ہیں، عام طور پر لوگوں کو ان میں جائز اور ناجائز کا فرق معلوم نہیں ہوتا، اس لیے ان جائز کاموں کی تفصیل لکھی جاتی ہے جن کی شریعت نے اجازت دی ہے:

۱۔ میت کے کفن دفن میں جلدی کرنا مستحب ہے۔

۲۔ غسل کی جگہ پردہ کر کے میت کو پردے میں غسل دینا مستحب ہے، غسل دینے والے اور اس کے ساتھ مدد کرنے والے کے علاوہ دوسرے لوگ میت کو نہ دیکھیں۔

۳۔ اگر غسل دیتے وقت میت میں کوئی ناگوار بات نظر آئے تو اس کو چھپائیں، دوسروں سے تذکرہ نہ کریں۔

۴۔ میت کو ایک دو میل منتقل کر کے دفن کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

۵۔ موت کی اطلاع دینا تاکہ لوگ جنازہ میں شریک ہو جائیں، جائز ہے۔

٦۔ جنازہ کے پیچھے چلنا مستحب ہے۔

۷۔ میت کے اہل وعیال اور رشتہ داروں کو تسلی دینا اور تعزیت کرنا مستحب ہے۔

۸۔ میت کے پڑوسیوں اور دور کے رشتہ داروں کو چاہیے کہ اس کے گھر والوں کو وفات کے دن صبح اور شام کا کھانا کھلائیں، یہ بھی مستحب ہے۔

۹۔ اہلِ میت تین دن تک اپنے مکان یا بیٹھک میں تعزیت کے لیے آنے والوں کے لیے بیٹھ جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اس دوران کوئی کام شریعت کے خلاف نہ کریں۔ (خیر الفتاوی: ۱/٥۹٥)

ایصالِ ثواب:

میت کو اعمالِ صالحہ کا ثواب پہنچانا جائز ہے۔ عملِ خیر چاہے بدنی ہو یا مالی، دونوں کا ثواب بخشنے سے میت کو پہنچ جاتا ہے۔

ایصالِ ثواب کی چند صورتیں یہ ہیں:

۱- میت کے لیے نفل نماز، نفل روزہ، نفل حج یا عمرہ یا قرآن پاک کی تلاوت بخشیں تو ان کا ثواب اس کو پہنچتا ہے۔

۲- خدمتِ خلق کا کوئی کام مثلاً: کوئی فلاحی وقف، کوئی مسجد یا دینی مدرسہ بنا کر میت کے لیے ثواب کی نیت کی جائے۔

۳- فقراء، مساکین، یتیموں اور ناداروں کو کھانا، کپڑا یا نقدی دے کر میت کو ایصالِ ثواب کرنا۔

ایصالِ ثواب ہر وقت کیا جا سکتا ہے، اس کے لیے کسی خاص دن کی تعیین، کسی خاص طریقے کو عملاً یا اعتقاداً لازم سمجھنا درست نہیں۔ (خیر الفتاویٰ: ۱/۵۹۵)

ضروری مسئلہ:

میت کیلئے ایصالِ ثواب سے زیادہ ضروری چیز جس کی طرف لوگوں کی توجہ نہیں ہوتی ادائے حقوق ہے، یعنی میت کے ذمے دوسروں کے قرضے اور حقوق ہوں تو ان کو ادا کرنے کی کوشش کریں، یہ نفلی ایصالِ ثواب سے بڑھ کر ضروری اور اہم ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس شخص کا جنازہ بھی نہیں پڑھاتے تھے جس پر قرض ہوتا اور اس کا مال اس قرضے کی ادائیگی کیلئے کافی نہ ہوتا۔

خیرات:

آج کل لوگوں میں ایصالِ ثواب کا ایک ہی طریقہ رہ گیا ہے یعنی دیگیں چڑھا کر کھانا کھلانا، اس کھانے کو وہ قرضوں سے بھی مقدم سمجھتے ہیں، نیز یہ کھانا میت کے ترکہ سے تیار کیا جاتا ہے، حالانکہ ترکہ میں تمام ورثہ کا حق شامل ہے جن میں بسا اوقات نابالغ بھی ہوتے ہیں، سب ورثہ کی رضامندی بھی ضروری نہیں سمجھی جاتی حالانکہ تمام ورثہ کی رضامندی ضروری ہے، ورنہ وہ خیرات ثواب کی بجائے گناہ کا باعث بنے گی، نیز نابالغ وارث اگر اجازت بھی دے تو بھی اس کی اجازت کا شریعت میں اعتبار نہیں۔ نیز اس خیرات میں ریا کا زیادہ احتمال ہوتا ہے، اس کی ایک علامت یہ ہے کہ اگر میت کے لیے خیرات کرنے والوں کو یہ کہا جائے کہ یہ رقم جو اس طرح کھانا پکا کر کھلانے میں صرف ہوگی اور اس میں امیر وغریب تھوڑا تھوڑا کھالیں گے اور صرف ایک وقت کا گزارہ ہوگا، بجائے اس طرح خرچ کرنے کے غریب، یتیم اور دیگر مستحق افراد میں بانٹ دو، تاکہ ان کی مختلف ضروریات حل ہوسکیں اور ان کا چند دن گزر اوقات آسانی سے ہو تو بعض لوگ تو اس کو میت کے لیے خیرات ہی نہیں سمجھتے، کیونکہ ان کے ہاں خیرات وہ ہوتی ہے جس میں دھوم دھام اور بھیڑ و ازدحام ہو، لوگ آئیں جائیں، تاکہ معلوم ہو کہ خیرات ہوئی ہے، ورنہ کیا معلوم کہ خیرات ہوئی یا نہیں۔ یہ تو سراسر ریاکاری ہے جس کا کوئی ثواب نہیں، بلکہ الٹا گناہ ہونے کا شدید خطرہ ہے۔

بعض لوگ اگرچہ چپکے سے مستحقین کو دینے کو بھی خیرات سمجھتے ہیں، لیکن رسم پڑنے کی وجہ سے عمومی کھانا کھلانے کو ہی ترجیح دیتے ہیں، حالانکہ مستحقین کو دینے سے جتنا ثواب میت کو ملتا ہے اتنا عام کھانا کھلانے سے نہیں ملتا، لہٰذا میت کے لیے خیرات کی چند شرائط لکھی جاتی ہیں جن کے مطابق خیرات کرنے سے میت کو زیادہ سے زیادہ ثواب ملنے کی امید ہے۔

۱- میت کے لیے جو بھی خیرات کی جائے اس میں یتیم کا مال نہ ہونا چاہیے، ورنہ کھانے اور کھلانے والے دونوں گناہگار ہوں گے، میت کو ثواب پہنچنا تو دور کی بات ہے۔

۲- خیرات مستحقین اور غریب افراد کو دی جائے، مالدار لوگ کھا گئے تو غریبوں کو کھلانے والا ثواب نہیں ملے گا۔

(فتاویٰ رشیدیہ: ۲۳۱)

۳- خیرات میں دکھلاوا و نمائش مقصود نہ ہو، ورنہ ثواب کی بجائے گناہ ہوگا اور میت کو کوئی ثواب نہیں پہنچے گا۔

۴- کھانا کھلانا ہو یا کوئی اور کارِ خیر، اس کے لیے کسی خاص دن کو اس طرح مقرر کرنا کہ اس کی رسم پڑ جائے اور اس دن نہ کرنے میں لوگ ثواب میں کمی محسوس کریں، یہ جائز نہیں، کسی بھی دن کی رسم ڈالے بغیر خیرات کریں۔

۵- مسکینوں کو کھانا کھلانا الگ کارِ خیر ہے اور قرآن مجید کی تلاوت الگ عبادت ہے، ان دونوں کو ضرور اکٹھا کرنا یعنی کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا اور فاتحہ سے پہلے کسی کو کھانا نہ دینا ایک ناجائز رسم ہے اس کو چھوڑنا واجب ہے۔ بعض جگہ دیگوں کے پاس قرآن خوانی کرائی جاتی ہے، یہ بھی ایک ناجائز رسم ہے، نیز اس میں قرآن مجید کی بے ادبی ہے کہ دیگیں پک رہی ہوں اور قاری صاحبان کو وہیں بلا کر پڑھوایا جا رہا ہو۔

۶- میت کو زیادہ سے زیادہ ثواب پہنچانے کی بہتر صورت تو یہ ہے کہ فقراء اور مساکین کے ساتھ نقدی کی شکل میں تعاون کیا جائے تاکہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق اس سے فائدہ اٹھا سکیں، ورنہ بسا اوقات ان کو علاج کے لیے رقم کی ضرورت ہوتی ہے، کپڑے نہیں ہوتے، قرضوں کی ادائیگی کرنی ہوتی ہے اور ان کو عمدہ کھانا کھلا دیا جاتا ہے، حالانکہ ان ضروریات کے لیے کھانا کھلانا کافی نہیں۔ (خیر الفتاویٰ: ۱/۵۹۷)

تعزیت کا مسنون طریقہ:

تعزیت کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ جس گھر میں غمی ہو ان کے پاس جا کر میت کے متعلقین کو تسلی دے، ان کے ساتھ اظہار ہمدردی کرے اور صبر کے فضائل اور اس کا عظیم الشان اجر و ثواب سنا کر ان کو صبر کی ترغیب دے اور ان کے غم کو ہلکا کرنے کی کوشش کرے۔ رسول اللہ ﷺ خود بھی اس کا اہتمام فرماتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی نصیحت کرتے اور ترغیب دیتے

تھے۔

تعزیت کے وقت یہ الفاظ کہنا مسنون ہیں:

((إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطٰى ، وَكُلُّ شَيْئٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى)).

یہ الفاظ بھی منقول ہیں:

((أَعْظَمَ اللّٰهُ أَجْرَكَ وَأَحْسَنَ عَزَائَكَ وَغَفَرَ لِمَيِّتِكَ)).

تعزیت تین دن کے اندر اندر مسنون ہے، اس کے بعد مکروہ ہے، البتہ اگر کوئی شخص موجود نہیں تھا، بعد میں آیا تو وہ تین دن کے بعد بھی تعزیت کر سکتا ہے۔

لیکن دورانِ تعزیت بار بار ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا جو طریقہ آج کل رائج ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں، لہٰذا تعزیت کے لیے جانے والوں کا دعا کے لیے بار بار ہاتھ اٹھانا اور دیگر حاضرین کا بھی ان کی پیروی میں ہاتھ اٹھانا اور دعا کے لیے ہاتھ نہ اٹھانے والوں پر ملامت کرنا سراسر ناجائز اور بدعت ہے، اس طریقہ کو چھوڑ دینا ضروری ہے۔ (إمداد المفتين : ٢/٢١٤)

کھانے پر فاتحہ کا حکم:

میت کے ایصالِ ثواب کے لیے جو کھانا غریبوں کو کھلایا جاتا ہے اس پر فاتحہ پڑھنے کو ضروری خیال کیا جاتا ہے، حتیٰ کہ فاتحہ سے پہلے کسی کو کھانے کی اجازت نہیں دی جاتی، یہ ایک بے اصل رسم ہے، کھانے پر فاتحہ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں، اسے لازم یا مسنون سمجھنا ناجائز ہے اور اس کا التزام کرنا بدعت ہے۔ (إمداد المفتين : ٢/١٥٧)

تیجہ، جمعرات، گیارہویں چہلم، چھ ماہی اور برسی وغیرہ:

میت کیلئے ایصالِ ثواب کے کچھ من گھڑت طریقے مسلمانوں میں رائج ہو چکے ہیں ان میں تیجہ، جمعرات، گیارہویں، چہلم، چھ ماہی اور برسی وغیرہ شامل ہیں۔ یہ رسوم جس انداز سے رائج ہیں اور ان کا جس طرح فرض سے بڑھ کر التزام ہوتا ہے اور ان کو مسنون وباعثِ ثواب سمجھا جاتا ہے یہ ناجائز، بے اصل اور بدعت ہے۔ ان رسوم کو جس طرح ہو سکے مٹانا چاہیے، ان رسوم کی وجہ سے لوگ خواہ مخواہ قرضے لیتے پھرتے ہیں اور خوار ہوتے ہیں اور دین اور دنیا دونوں کا خسارہ مول لیتے ہیں۔

(إمداد المفتين : ٢/١٥٧)

قبر کے کتبوں پر قرآنی آیات لکھنا:

بوقتِ ضرورت اگر پہچان کے لیے قبر کے کتبہ پر میت کا نام لکھ دیا جائے تو مضایقہ نہیں، مگر قرآنی آیات یا اشعار وغیرہ لکھنا

مکروہ ہے۔اس میں قرآنی آیات کی سخت بے ادبی ہوتی ہے،جیسا کہ عام مشاہدہ ہے۔(آپکے مسائل کا حل: ١/١٤٣)

کفن میں عہد نامہ رکھنا:

کفن میں عہد نامہ وغیرہ رکھنے کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ اس میں ان چیزوں کی بے ادبی ہے،علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر مفصل بحث کر کے اس کو ممنوع قرار دیا ہے۔(آپ کے مسائل کا حل: ١/١٤٣)

میت کے گھر تین دن تک کھانا پکانے کو معیوب سمجھنا:

میت کے گھر والوں کا اپنے لیے کھانا پکانا پہلے دن بھی ممنوع یا معیوب نہیں،بالکل جائز ہے،البتہ اہل میت کی طرف سے دوسرے لوگوں کی دعوت کرنا جائز نہیں۔رشتہ داروں اور پڑوسیوں کو چاہیے کہ اہل میت کے ساتھ اس غم کے موقع پر ہمدردی و خیرخواہی کا معاملہ کریں اور ان کے لیے ایک دن رات کے کھانے کا انتظام کریں،اس سے زیادہ کی شرعاً ترغیب نہیں،بلکہ بعض فقہاء نے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔(آپ کے مسائل کا حل: ١/١٤٨)

برسی منانا:

برسی منانے اور کسی بھی بڑی شخصیت کا دن منانے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں،یہ ایک قبیح رسم ہے۔کسی کی موت سے عبرت حاصل کر کے اپنے اعمال کی اصلاح کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔(آپ کے مسائل کا حل: ١/١٥٥)

مروّج قرآن خوانی:

اس میں شک نہیں کہ قرآن مجید پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنا ثابت ہے،مگر آج کل قرآن خوانی محض ایک رسم بن کر رہ گئی ہے،اگر اس سے مقصد ایصالِ ثواب ہے تو اس کے لیے اجتماع کی کوئی ضرورت نہیں،ہر شخص اپنے اپنے مقام پر تلاوت کر کے ایصالِ ثواب کر سکتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ثواب کے لیے کی جانے والی قرآن خوانی پر اجرت لینا دینا ممنوع ہے،جبکہ آج کل اکثر ایسے مواقع پر کھانا یا مٹھائی وغیرہ کھلانے کا دستور ہے،یہ بھی اجرت میں داخل ہے،نیز ایصالِ ثواب کے لیے دعوت کرنا بذاتِ خود بدعت اور ناجائز ہے۔(أحسن الفتاوی: ١/٣٦١)

ایصالِ ثواب کے لیے اجتماع کا اہتمام:

اپنے طور پر نفلی صدقہ یا تلاوت قرآنِ کریم یا تسبیح و تہلیل وغیرہ کا ثواب میت کو پہنچانا حدیث سے ثابت ہے،البتہ ایصالِ ثواب کے لیے اجتماع کا اہتمام اور اس میں اپنی طرف سے قیود و رسوم،نیز اہلِ میت کی طرف سے دعوت کرنا یہ سب امور

بدعت اور ناجائز ہیں۔ (أحسن الفتاویٰ: ۱/۳۶۲، إمداد المفتین: ۱/۹۸)

قبروں پر قرآنی آیات لکھی ہوئی چادر ڈالنا:

قبروں پر قرآنی آیات لکھی ہوئی چادر ڈالنا جائز نہیں، کیونکہ اس میں آیاتِ قرآنیہ کی توہین ہے۔

(خیر الفتاویٰ: ۱/۵۵۰)

قبروں پر چادریں اور پھول ڈالنا:

قبروں پر چادریں ڈالنے اور پھول وغیرہ چڑھانے کا رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کسی سے کوئی ثبوت نہیں، لہٰذا ان کاموں کو باعث اجر وثواب سمجھ کر کرنا بدعت ہے، نیز اس میں اسراف اور فضول خرچی بھی ہے جو حرام ہے۔ (آپ کے مسائل کا حل: ۱/۱۴۵)

قبر پختہ کرنا اور اس پر گنبد بنانا:

قبروں کو پختہ بنانا اسی طرح ان پر گنبد وغیرہ بنانا ناجائز وحرام ہے، رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو پختہ کرنے، ان پر کوئی چیز تعمیر کرنے اور ان پر بیٹھنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ (إمداد المفتین: ۱/۹۲)

عرس کا حکم:

عرس (یعنی کسی بزرگ کی تاریخ وفات پر ان کی قبر پر سالانہ اجتماع کرنا اور میلہ لگانا) کا صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین بلکہ ان کے بعد بھی صدیوں تک کہیں نام ونشان نہیں تھا، بعد میں لوگوں نے اسے ایجاد کیا ہے، یہ بہت ساری بدعات اور مشرکانہ افعال کا مجموعہ ہے، اس لیے بدعت اور ناجائز وحرام ہے۔

عرس میں پائی جانے والی چند بدعات اور شرکیہ افعال مندرجہ ذیل ہیں:

۱- قبر پر چراغ جلانا جو بنص حدیث حرام ہے، نبی کریم ﷺ نے قبروں پر چراغ جلانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

۲- پھول اور چادر وغیرہ چڑھانا، جس کا صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین کے دور میں کوئی ثبوت نہیں۔

۳- بزرگوں کے نام کی نذر ومنت ماننا، جو بالکل حرام ہے۔

۴- اس نذر کی حرام مٹھائی کو تبرک سمجھ کر کھانا اور تقسیم کرنا، حالانکہ اس کو حلال اور تبرک سمجھنے میں اندیشۂ کفر ہے۔

۵- ڈھول باجے وغیرہ بجانا، جس کی حرمت وممانعت پر احادیثِ کثیرہ صریحہ ہیں۔

۶- فاحشہ عورتوں کا قبروں پر گانا اور اجتماع جو بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہے۔

۷۔ عام عورتوں کا قبروں پر جمع ہونا، جس پر حدیث میں لعنت کی گئی ہے۔

۸۔ قبر کا طواف کرنا جو قطعاً حرام ہے۔

۹۔ قبر کو سجدہ کرنا، جو عبادت کی نیت سے تو کفرِ صریح ہے اور عبادت کی نیت نہ ہو تو بھی انتہائی درجہ کا گناہِ کبیرہ ہے۔

(تلخیص از إمداد المفتین: ۱۵۹/۲ ۔ ۱۶۰)

قبروں پر دیگیں دینا:

قرآن وسنت میں قبروں پر دیگیں دینے کا کوئی ثبوت نہیں، نیز یہ مخلوق کے نام پر نذر ہے، جو جائز نہیں، اس لیے نذر ایک عبادت ہے اور غیر اللہ کی عبادت جائز نہیں، علاوہ ازیں اگر دیگیں دینے والا صاحبِ قبر بزرگ کو نفع ونقصان کا مالک ومختار سمجھ کر اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے دیگیں دے رہا ہے تو یہ شرک ہے۔ اگر نفع ونقصان کا مالک نہیں سمجھتا مگر اس مخصوص انداز میں دینے کو زیادہ ثواب کا باعث سمجھتا ہے تو یہ بدعت وناجائز ہے۔ (از إمداد الفتاوی: ۳۴۳/۵)

عید کے دن عورتوں کا قبرستان جانا:

مُردوں کے لیے دعا کرنے اور عبرت حاصل کرنے کے لیے قبرستان جانا مستحب ہے، لیکن عید کا دن قبرستان جانے کے لیے خاص کرنا اور اس میں زیادہ ثواب سمجھنا بدعت ہے، نیز عورتوں کا قبرستان جانا ویسے بھی ممنوع ہے۔ اولاً اس لیے کہ فتنہ کے اس دور میں ان کا قبرستان جانا فساد سے خالی نہیں، ثانیاً اس لیے کہ عورتیں قبرستان جا کر غم کو تازہ کرتی رہتی ہیں اور نوحہ کرتی ہیں۔ عورتوں کے اس طرح جانے پر حدیث میں لعنت وارد ہوئی ہے، البتہ اگر بوڑھی عورت رونے دھونے اور دوسرے منکرات وبدعات سے اجتناب کرتے ہوئے محض عبرت حاصل کرنے اور مُردوں کے لیے دعا کرنے کی نیت سے جائے تو جائز ہے، جوان عورت کے لیے اس نیت سے جانا بھی مکروہ ہے۔ (آپ کے مسائل کا حل: ۱۸۸/۱)

روزانہ اکٹھے ہو کر قبرستان جانا:

میت کی وفات کے دوسرے اور تیسرے دن خصوصی طور پر اس کے رشتہ دار اور دوسرے لوگ فجر کے بعد اجتماعی طور پر قبرستان جا کر ایصالِ ثواب کرتے ہیں اور پھر اہلِ میت کے ہاں آ کر تھوڑی دیر کے لیے ٹھہرتے ہیں، چائے وغیرہ پی کر رخصت ہو جاتے ہیں، پھر دوپہر کو، پھر شام کو یہی سلسلہ جاری رہتا ہے، یہ سب بے بنیاد رسمیں ہیں اور شریعتِ مطہرہ پر اپنی طرف سے اضافہ ہیں جو جائز نہیں۔ (أحسن الفتاوی: ۳۸۱/۱)

قرآن کریم سے متعلق بدعات

تقریبات کے افتتاح میں قرآن خوانی:

فی نفسہٖ قرآن کریم کی تلاوت ایصالِ ثواب کے لیے یا خیر و برکت کے لیے بلاشبہہ بہت اہمیت رکھتی ہے، مگر آج کل لوگوں نے اسے ایک رسم بنالیا ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت کے لیے اجتماع کا اہتمام اور اسے ضروری سمجھنا، اسی طرح دعوت و غیرہ کا التزام کرنا یہ سب امور بدعت کے زمرے میں آتے ہیں، اس لیے یہ جائز نہیں۔ (أحسن الفتاویٰ: ۱/۳۶۲)

تراویح میں ختمِ قرآن پر مٹھائی کا التزام:

تراویح میں ختمِ قرآن پر مٹھائی کی تقسیم کی کوئی شرعی بنیاد نہیں، اسے باعثِ ثواب سمجھنا جائز نہیں، اس کو ہمیشہ کرنا اور کسی حال میں اس کو نہ چھوڑنا، لوگوں سے بہرصورت چندہ وصول کرنا، چاہے وہ دلی طور پر اس کے لیے تیار ہوں یا نہ ہوں، ناجائز ہے۔ اگر اسے ہمیشہ نہ کیا جائے اور لوگ خوشی سے دیتے ہوں تو بھی اس میں اس مروّجہ رسم کی تائید ہوتی ہے لہٰذا اسے چھوڑ دینا ضروری ہے۔ (از أحسن الفتاویٰ: ۱/۳۷۷، إمداد الفتاویٰ: ۵/۲۸۹)

خواتین کا قرآن خوانی کے لیے اجتماع:

ایصالِ ثواب یا کسی جائز مقصد کے لیے انفرادی طور پر قرآن مجید کی تلاوت کرنا نہ صرف جائز، بلکہ مستحب ہے، لیکن اس کے لیے اجتماع ثابت نہیں، خصوصاً عورتوں کا اس مقصد کے لیے اپنے گھروں سے نکلنا اور اجتماع کرنا اور بھی قبیح ہے۔

(آپ کے مسائل کا حل: ۱/۱۵۹)

شادی بیاہ سے متعلق رسوم و بدعات

محرم میں شادی بیاہ کو ممنوع سمجھنا:

بعض لوگ محرم میں شادی بیاہ اور دیگر خوشی کی تقریبات کو ممنوع سمجھتے ہیں اور اس ماہ کو غم کا مہینہ قرار دیتے ہیں، شریعت میں اس کی کوئی دلیل نہیں، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا غم ایسی چیز نہیں کہ صرف اس دن یا صرف اسی ماہ میں ہوا کرے، بلکہ وہ ہر مسلمان کو ہر وقت ہوتا ہے، لیکن غم کا دن منانا شریعت میں جائز نہیں، نیز شوہر کے سوا کسی اور کی موت پر سوگ کی شرعاً اجازت نہیں، لہٰذا دس محرم یا محرم کے دیگر ایام میں شادی بیاہ جائز ہے۔ (إمداد المفتین: ۲/۱۵۶)

سہرا باندھنا:

شادی میں دولہا کے سر پر سہرا باندھنے کی رسم ہندوؤں سے لی گئی ہے، مسلمانوں کے لیے ہندوانہ شکل وصورت اختیار کرنا جائز نہیں، لہٰذا سہرا باندھنے سے اجتناب لازم ہے۔ (کفایت المفتی: ۴۹/۴، خیر الفتاویٰ: ۵۶۷/۱)

شادی کی چند قبیح رسمیں:

شادی میں مہندی، سہرابندی، جوتا چھپائی، دودھ پلائی وغیرہ یہ سب ہندوانہ رسمیں ہیں، شادی جیسی مبارک خوشی کو ان جیسی ہندوانہ رسوم سے آلودہ کرنا کسی طرح بھی درست نہیں۔ شادی سنت کے مطابق انتہائی سادگی سے انجام دینی چاہیے، البتہ اگر شادی کے موقع پر عورتیں اپنے طور پر مہندی لگائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (آپ کے مسائل کا حل: ۱۶۵/۱)

شادی کے بعد پہلا رمضان میکے میں گذارنا:

شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں، شریعت کی طرف سے آزادی ہے، لڑکی شوہر کی مرضی سے چاہے میکے میں رمضان گذارے یا شوہر کے گھر گذارے۔ شریعت کی دی ہوئی اس آزادی کو اپنی طرف سے ختم کرنا اور لڑکی اور اس کے شوہر کو نہ چاہتے ہوئے بھی اس رسم پر مجبور کرنا غلط ہے، ایسا ہرگز نہ ہونا چاہیے۔ (آپ کے مسائل کا حل: ۱۶۵/۱)

منگنی یا شادی کے موقع پر مٹھائی اور کپڑوں کا لین دین:

عموماً ایسے مواقع پر مٹھائی اور کپڑے وغیرہ دینے کو لازم سمجھا جاتا ہے اور نہ کرنے والے کو ملامت کی جاتی ہے، چنانچہ ملامت کے خوف سے غریب آدمی قرض لے کر یا ناجائز طریقوں سے کما کر ان رسموں کو پورا کرنے کو ضروری سمجھتا ہے۔ نیز یہ چیزیں قرض سمجھ کر دی اور لی جاتی ہیں، پھر دوسرے موقع پر واپس کرنا ضروری خیال کیا جاتا ہے، اس لیے اس قسم کی رسموں سے احتراز لازم ہے، البتہ اگر کہیں مذکورہ قباحتیں نہ ہوں اور حسب استطاعت رسم سے مجبور ہوئے بغیر خوشی سے ایسا کیا جائے تو جائز ہے۔ (آپ کے مسائل کا حل: ۱۶۶/۱)

رسمِ جہیز کی شرعی حیثیت:

شرعی اعتبار سے جہیز کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ اگر کوئی باپ اپنی بیٹی کو رخصت کرتے وقت اپنی استطاعت کے مطابق کوئی تحفہ دینا چاہے تو دیدے، لیکن نہ وہ شادی کے لیے کوئی لازمی شرط ہے، نہ سسرال والوں کو کوئی حق پہنچتا ہے کہ وہ اس کا مطالبہ کریں اور اگر کسی لڑکی کو جہیز نہ دیا جائے یا کم دیا جائے تو اس پر برا مانیں یا لڑکی کو طعنہ دیں اور نہ یہ کوئی دکھاوے کی چیز ہے کہ شادی کے موقع پر اس کی نمائش کر کے اپنی شان وشوکت کا اظہار کیا جائے۔

مگر آج کل شادی کے موقع پر جہیز کے نام سے جو کچھ دیا جاتا ہے وہ نمود ونمائش کے لیے اور لوگوں کے طعن وتشنیع کے خوف سے اور لازم سمجھ کر دیا جاتا ہے۔قرض لے کر دینا اس کی دلیل ہے، اس معاشرتی بگاڑ کا نتیجہ یہ ہے کہ غریب والدین کے لیے اپنی بچیوں کا نکاح کرنا وبال جان بن گیا ہے۔ (آپ کے مسائل کا حل: ١/١٦٧)

جہیز کے مفاسد:

موجودہ دور میں شادی کے موقع پر طرفین کا ایک دوسرے کو تحفے اور لڑکی کو جہیز دینے میں جس قدر غلو ہونے لگا ہے اس میں درج ذیل قباحتیں عموماً پائی جاتی ہیں:

١- یہ سامان رسم سے مجبور ہو کر دیا جاتا ہے، نہ دینے والے کو ملامت کی جاتی ہے، بلکہ بعض جگہ لڑکے والے بڑی جرأت اور بے باکی سے مانگتے اور مطالبہ کرتے ہیں کہ جہیز کتنا ملے گا؟ اتنا نہ ملا تو ہم شادی نہیں کریں گے۔ گویا جبراً وصول کرتے ہیں اور جبراً وصول کیا ہوا مال حرام ہے، حدیث میں ہے کہ کسی شخص کی دلی خوشی کے بغیر اس کا مال حلال نہیں۔

معلوم نہیں ان مردوں کی غیرت کہاں گئی جو مطالبہ کر کے ایک کمزور عورت سے مال لے کر اپنا گھر سجاتے ہیں، جبکہ شریعت نے گھر کا ذمہ دار اور منتظم اعلیٰ شوہر کو بنایا ہے۔ بیوی کا نفقہ، خرچ اور گھر کے تمام اخراجات چاہے کھانے پینے کے ہوں یا رہنے سہنے اور پہننے کے ہوں، ان سب کا ذمہ دار مرد ہے۔

٢- دینے والے کی نیت ریا، شہرت اور ناموری کی ہوتی ہے، اس لیے اس کی خوب نمائش کی جاتی ہے، دور ونزدیک کی خواتین بڑے اہتمام سے اسے دیکھنے آتی ہیں، بلکہ دیتے وقت نامحرم مردوں کے مجمع کے سامنے بھی لڑکی کو دیے جانے والے کپڑوں تک کی نمائش جیسا شرمناک عمل دہرایا جاتا ہے، جبکہ شہرت کی نیت سے جائز عمل بھی ناجائز ہو جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص لوگوں کو سنانے یا دکھانے کی نیت سے کوئی عمل کرے گا (تاکہ لوگ سن کر یا دیکھ کر اس کی تعریف کریں) تو اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن لوگوں کے سامنے) اُس کی اِس حرکت کو ظاہر کریں گے (تاکہ سب کے سامنے ذلیل ہو)۔

٣- اس کے علاوہ آج کل عموماً جہیز اتنی زیادہ مقدار میں دیا جاتا ہے جس سے حج فرض ہو جاتا ہے، مگر حج نہیں کرواتے۔ اسی طرح بعض لوگ بچی کے پیدا ہوتے ہی جہیز جمع کرنا شروع کر دیتے ہیں، اگر اس وقت سے لڑکی کو مالک بنا دیا تو بالغ ہونے کے بعد ہر سال اس کی زکوٰۃ دینا ضروری ہے، اگر والدین کی ملکیت میں ہو تو ان پر لازم ہے کہ زکوٰۃ بھی ادا کریں، ورنہ دہرے گناہ کے مرتکب ہوں گے، ایک جہیز کی رسم کا گناہ اور دوسرا زکوٰۃ نہ دینے کا۔

٤- اس قبیح رسم کی وجہ سے غریب آدمی کے لیے لڑکی کی شادی وبال جان بن گئی ہے، وہ جہیز کی مطلوبہ مقدار پوری

کرنے کے لیے جائز و ناجائز کی پروا کیے بغیر پیسہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، بلکہ بعض لوگ اس من گھڑت ضرورت کے لیے زکوٰۃ وصدقات مانگتے پھرتے ہیں، بلاضرورت مانگنا حرام اور ایسے شخص کو دینا بھی حرام ہے۔

۵۔ مطلوب مقدار مہیا نہ ہونے کی بنا پر رشتہ دینے کے بعد نکاح کرنے بلکہ بسا اوقات نکاح کے بعد رخصتی میں اس قدر تاخیر کی جاتی ہے کہ لڑکیوں کی عمریں تیس تیس چالیس چالیس سال تک ہو جاتی ہیں، جس کے نتیجے میں برائیاں جنم لیتی ہیں یا عزت وعفت محفوظ رکھنے والی لڑکیاں گھٹ گھٹ کر مر جاتی ہیں یا نفسیاتی مریضہ بن جاتی ہیں بلکہ بعض کو مختلف جسمانی امراض لاحق ہو جاتے ہیں، اصول حفظانِ صحت کے لحاظ سے بھی شادی میں زیادہ تاخیر صحت کے لیے مضر ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''اے علی! تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو۔ ایک نماز جب اس کا وقت آ جائے، دوسرے جنازہ جب تیار ہو جائے، تیسرے بے نکاح لڑکے اور لڑکی کی شادی میں جب اس کے جوڑ کا رشتہ مل جائے۔''

ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کی اولاد (لڑکا یا لڑکی) ہو اس کو چاہیے کہ اس کا اچھا نام رکھے، اس کی تعلیم وتربیت اچھی کرے، جب بالغ ہو جائے تو نکاح کر دے۔ بالغ ہونے کے بعد اگر نکاح نہ کیا اور وہ کسی گناہ میں مبتلا ہو گئے تو اس کا گناہ باپ پر بھی ہوگا۔

۶۔ جہیز کی ایک نحوست یہ بھی ہے کہ کئی خاندانوں میں بیوی آتے ہی اپنی برتری جتانا شروع کر دیتی ہے، اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ سمجھتی ہے کہ سارا کچھ تو میں لائی ہوں، شوہر تو میرا محتاج ہے، چار پائی سے لے کر کھانے پینے کے برتنوں تک میں لائی ہوں، پھر آئے دن لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں، آخر کار نوبت طلاق تک پہنچ جاتی ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم تو بیٹی سے محبت کی بنا پر دے رہے ہیں، اس میں کیا حرج ہے؟ ایسے لوگ ذرا غور کریں تو ان پر حقیقت واضح ہو جائیگی۔ سوچئے! بیٹی کے پیدا ہونے سے لیکر شادی تک اور شادی سے لیکر مرتے دَم تک محبت رہے گی یا شادی کے بعد ختم ہو جائے گی؟ تو شادی کے وقت محبت کا ایسا جوش کیوں اٹھتا ہے کہ کچھ بھی ہو جائے جہیز کی رسم مروّج طریقے سے ہی ضرور پوری کریں گے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر نہیں دیں گے تو ناک کٹ جائے گی، لوگوں میں عزت نہیں رہے گی، لوگ طعنے دیں گے کہ بیٹی کی شادی تھی یا جنازہ؟ اگر واقعۃً آپ محبت کی وجہ سے اسے کچھ دینا چاہتے ہیں تو اظہارِ محبت کی اور بھی کئی صورتیں ہیں، مثلاً: اسے جائیداد میں شریک کر لیں، کارخانے یا تجارت میں شریک کر لیں، بالفرض اگر اسی وقت دینا ہی ہے تو نقدی کی صورت میں دیں تاکہ وہ جہاں چاہیں اپنی ضرورت کے مطابق خرچ کریں۔ (آپ کے مسائل کا حل: ۱/۱۷۰)

نسخۂ محبت:

بہت سی لڑکیاں سمجھتی ہیں کہ اگر جہیز زیادہ لے گئیں تو شوہر خوش ہوگا اور محبت بڑھے گی، حالانکہ یہ خیال غلط ہے، جس محبت کی بنیاد مال و دولت پر ہو وہ عارضی اور چند دن کی ہوتی ہے۔ اگر واقعۃً شوہر کو اپنا بنانا ہو، زندگی بھر اس کی محبت حاصل کرنی ہو اور مرتے دَم تک گھر کو جنت کا نمونہ بنانا ہو تو شریعت کی مکمل پابندی کی جائے، شوہر جو کچھ دے اس پر شکر ادا کرنا چاہیے، اپنی طرف سے فرمائش نہ کی جائے، شوہر اگرچہ مفلس ہو لیکن دل میں استغنا پیدا کیا جائے اور شوہر کی اطاعت کو لازم سمجھا جائے، شوہر کی راحت و آرام کا خیال رکھا جائے، اس کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ میاں بیوی کے دل میں ایک دوسرے کی محبت و قدر پیدا فرمادیں گے۔ (آپ کے مسائل کا حل: ۱۷۲/۱)

اب سوچئے! رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کے ہم نام لیوا ہیں، جن کے ساتھ عشق و محبت کے بلند بانگ دعوے کرتے رہتے ہیں اور ہمیں انہی کی اقتدا کا حکم ملا ہے، آخر وہ بھی ان مراحل سے گذرے تھے، رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئے تھے، ان کی بیٹیوں اور بہنوں کی بھی شادیاں ہوتی تھیں، ان حضرات کا بھی داماد سے واسطہ پڑتا تھا، کیا وہ بھی اس رسم کا اہتمام کرتے تھے؟ کیا وہ جہیز کو نکاح کا حصہ سمجھتے تھے؟ مثال کے طور پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی کو دیکھ لیجئے کہ کتنی سادگی سے انجام پائی؟ سرکارِ دوعالم ﷺ کی شادی اور خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی کی رخصتی کتنی سادگی سے ہوئی؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی لختِ جگر کو جہیز کے نام پر کوئی چیز بھی نہیں دی اور نہ آپ ﷺ نے مطالبہ کیا۔

اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو بھی دیکھ لیجئے کہ وہ خود بھی ازدواجی زندگی میں منسلک ہوئے، اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی بھی شادیاں کروائیں، لیکن کہیں بھی اس کا تذکرہ نہیں ملتا کہ کسی نے جہیز دیا ہو، اس کے برعکس مہر ادا کرنے کی تاکید پر بہت سی احادیث ہیں اور شریعت نے اسے فرض قرار دیا ہے۔

آج کل مسلمان یہ فرض ادا کرنے کا اہتمام تو کرتے نہیں اور عموماً بیویوں سے زبردستی معاف کروایا جاتا ہے یا بیوی مروت میں آکر معاف کردیتی ہے، جبکہ وہ معاف کرنے پر دل سے راضی نہیں ہوتی اور ایسی معافی کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں اور یہ حق ادا کرنا شوہر کے ذمہ بدستور باقی رہتا ہے، پھر طلاق کی نوبت آجائے تو جھگڑے شروع ہوجاتے ہیں۔

اس سلسلے میں نوجوانوں کو ہمت سے کام لینا چاہیے اور جہیز کی مروّجہ لعنت کے خلاف بھرپور تحریک چلانی چاہیے اور اپنے والدین کے سامنے اس کی قباحتیں بیان کرکے انہیں اس پر آمادہ کرنا چاہیے کہ وہ جہیز کے بغیر شادیاں کرنے کو رواج دیں تاکہ اس بری رسم کا خاتمہ ہوسکے۔ (آپ کے مسائل کا حل: ۱۷۳/۱)

نیوتہ کی قبیح رسم:

بعض جگہ یہ دستور ہے کہ شادی کے موقع پر کھانا کھانے کے بعد لوگ پیسے دیتے ہیں، دینے والوں کے نام رجسٹر میں درج کیے جاتے ہیں، جب ان کے ہاں شادی ہوتی ہے تو کچھ روپے بڑھا کر یہ رقم واپس کی جاتی ہے۔

یہ انتہائی قبیح رسم اور سودے بازی ہے، مہمانوں کو کھانا کھلا کر ان سے قیمت وصول کرنا عقل اور غیرت کے خلاف ہے، اس کے علاوہ اس میں درجِ ذیل برائیاں بھی پائی جاتی ہیں:

۱- یہ رقم جبراً وصول کی جاتی ہے، بایں طور کہ نہ دینے والے کو ملامت کی جاتی ہے اور کسی کی دلی خوشی کے بغیر جبراً کچھ وصول کرنا اور استعمال کرنا حرام ہے۔

۲- یہ رقم قرض سمجھ کر وصول کی جاتی ہے، حالانکہ بلاضرورت قرض لینا ممنوع ہے۔

۳- اس قرض کو دوسرے موقع پر اضافے کے ساتھ واپس کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ یہ اضافہ سود کے حکم میں ہے۔

۴- قرض سے متعلق حکم یہ ہے کہ جب بھی استطاعت ہو ادا کر دیا جائے۔ اگر زندگی میں ادا نہ کیا گیا تو مرنے کے بعد ترکہ میں سے ادا کیا جائے لیکن نیوتہ کی رقم مرنے کے بعد ادا کرنے کا اہتمام نہیں کیا جاتا۔ (آپ کے مسائل کا حل: ۱/۱۷۷)

بوقتِ نکاح دلہن کے پاس کچھ لوگوں کو بھیجنا:

لڑکی کا ولی اس کا والد، دادا یا بھائی ہوتا ہے۔ اگر لڑکی پہلے سے اپنی رضامندی ظاہر کر چکی ہے تو نکاح کے وقت لوگوں کو دلہن کے پاس بھیج کر اس کی رضا معلوم کرنا ضروری نہیں، بالخصوص جب وہ غیر محرم ہوں تو یہ انتہائی بے حیائی اور قبیح فعل ہے۔ اگر حکومت کے کسی قانون کی وجہ سے وکالتِ نکاح کے گواہ بنانا ضروری ہو تو یہ کام نکاح سے پہلے کیا جائے اور محرم افراد کو وکیل اور گواہ بنایا جائے۔ نکاح کے وقت اس کا اہتمام محض ایک لغو رسم ہے۔ (آپ کے مسائل کا حل: ۱/۱۷۹)

نکاح کے بعد رخصتی میں تاخیر:

ایجاب وقبول کے ذریعہ نکاح ہو جانے کے بعد بلاوجہ رخصتی میں تاخیر کرنا انتہائی قبیح رسم ہے، اس لیے نکاح کے بعد رخصتی حتی الامکان جلدی کرنی چاہیے۔ (آپ کے مسائل کا حل: ۱/۱۸۰)

جوان لڑکی کو گھر بٹھائے رکھنا:

حدیث میں آتا ہے کہ تین چیزوں میں تاخیر مت کرو: ''نماز جب اس کا وقت آجائے، جنازہ جب تیار ہو جائے لڑکی یا لڑکا جب اس کے جوڑ کا رشتہ مل جائے۔''

دورِ حاضر میں لڑکے ہوں یا لڑکیاں، ان کی شادی کرانے میں والدین محض مال کی ہوس اور غیر شرعی دنیوی مصلحتوں کی بنا پر بہت زیادہ تاخیر کرتے ہیں، حتیٰ کہ بعض کی عمریں چالیس چالیس سال ہوجاتی ہیں اور اس ظلم کے نتیجہ میں بعض غیر فطری طریقوں سے اپنی خواہش کو تسکین دیتے ہیں، بعض نشہ کے عادی ہوجاتے ہیں، بعض سلیم الطبع یا دیندار ذہن رکھنے والے اگر برائی سے بچ بھی جائیں تو کڑھتے رہتے ہیں، جس سے ان کی صحت کو سخت نقصان پہنچتا ہے اور مزاج میں چڑچڑا پن پیدا ہوجاتا ہے اور وہ نفسیاتی مریض بن جاتے ہیں۔

غرض حُبِّ دنیا کے مہلک مرض میں مبتلا والدین کے اس طرزِ عمل سے لڑکے اور لڑکیاں مختلف برائیوں اور جنسی بے راہ رویوں کا شکار ہوکر اپنی دنیا و آخرت بھی تباہ کردیتے ہیں اور والدین کے لیے بھی پریشانی کا ذریعہ بنتے ہیں، مگر ہوس پرست والدین اپنے خودساختہ معیار کا رشتہ نہ ملنے کا فضول عذر پیش کرتے رہتے ہیں۔ اگر شادی میں بلا وجہ تاخیر کی وجہ سے اولاد کسی گناہ میں مبتلا ہوگئی تو حدیث کے مطابق اس گناہ میں والد بھی شریک ہوگا۔

اگر والدین مال و دولت اور دنیوی جاہ وجلال سے بے نیاز ہوکر محض دینداری کو پیش نظر رکھیں تو ایسے رشتے بہت آسانی سے میسر آسکتے ہیں جو دنیا میں بھی چین وسکون کا ذریعہ ہوں گے اور ان کے اور ان کی اولاد کے دین کی حفاظت کا ذریعہ بھی۔

(آپ کے مسائل کا حل: ۱/۱۸۰)

متفرق بدعات

میلاد کا حکم:

رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ مبارکہ اور حالات سے مسلمانوں کو مطلع کرنا اسلام کا اہم ترین فرض ہے اور ساری تعلیماتِ اسلامیہ کا خلاصہ یہی ہے، اسی میں مسلمانوں کی کامیابی اور کامرانی منحصر ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ولادت بڑے سرور اور فرحت کا باعث ہے اور یہ خوشی کسی وقت اور جگہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر مسلمان کے رگ وپے میں سمائی ہوئی ہے۔ مگر اس زمانے میں رائج محفلِ میلاد کئی مفاسد کی وجہ سے ناجائز ہے، مثلاً:

رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ رسول اللہ ﷺ محفل میلاد میں تشریف لاتے ہیں، جبکہ یہ واضح کفر ہے جس کی حرمت قرآنِ کریم کی آیات اور فقہ کی عبارات سے بھی ثابت ہے۔ فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ جو شخص کہے کہ مشائخ اور بزرگوں کی روحیں حاضر ہوتی ہیں تو اس کو کافر سمجھا جائے گا۔ فقہ کی کتابوں میں یہ مسئلہ بھی مذکور ہے کہ جو شخص نکاح کے وقت

کہے کہ میرے گواہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ ہیں تو وہ کافر ہو جائے گا۔

اسی طرح محفل میلاد میں مٹھائی وغیرہ کو ضروری سمجھا جاتا ہے اور خود محفلِ میلاد کو بھی واجب کا درجہ دیا جاتا ہے جبکہ اگر کسی جائز کام کو بھی ضروری سمجھا جانے لگے تو وہ بھی مکروہ ہو جاتا ہے، نیز میلاد کے لیے شریعت میں دن اور مہینہ کی کوئی تعیین نہیں جبکہ اس دور میں اہلِ بدعت نے اپنی طرف سے یہ تعیین بھی کر رکھی ہے جو سراسر شریعت پر زیادتی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ مذکورہ بالا مفاسد کی بنا پر محفلِ میلاد قائم کرنا جائز نہیں۔

(أحسن الفتاوىٰ : ۱/۳۴۷ ، إمداد المفتين : ۱/۹۸ ، خير الفتاوىٰ : ۱/۵۸۵)

مروّج صلوٰۃ وسلام:

خوب یاد رکھنا چاہیے کہ عبادت کا جو طریقہ رسول اللہ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا ہے اس کے مقابلہ میں کسی اور کا خود ساختہ طریقہ نہ شریعت میں قابلِ قبول ہے اور نہ ہی اس میں اجر وثواب کی امید کی جا سکتی ہے۔ بخاری ومسلم کی ایک روایت کے مطابق ایک موقع پر حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے درود شریف پڑھنے کا طریقہ سکھانے کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ یہ کہو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝

یہ تعلیم کا موقع ہے، ظاہر ہے کہ جس طرح درود شریف کی تعلیم اس حدیث میں دی گئی اس میں اور مروّجہ درود وسلام پڑھنے میں کوئی تعلق نہیں، سوچنے کی بات ہے کہ اگر صلاۃ وسلام کا یہی مروّجہ طریقہ درست ہوتا تو یقیناً آپ ﷺ اسی طریقہ کی تعلیم فرماتے۔ جبکہ ایسا نہیں ہوا، معلوم ہوا کہ یہ خود ساختہ اور من گھڑت ہے اور من گھڑت چیزوں کو دین سمجھنا اور ثواب کی امید رکھنا بدعت ہے۔ غرضیکہ دورِ حاضر میں نمازِ جمعہ اور دوسرے اوقات میں بھی کھڑے ہو کر درود وسلام پڑھنے کا جو طریقہ رائج ہے اس کا ثبوت نہ رسول اللہ ﷺ سے ہے اور نہ ہی حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین وتبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے ہے۔

(صحیح بخاری : ۱/ ۴۷۷ ، أحسن الفتاویٰ : ۱/ ۳۶۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر کھڑا ہونا:

بعض لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کو ضروری اور تعظیم کا ایک مسنون طریقہ سمجھتے ہیں، حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سب سے زیادہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دل میں تھی، صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے زیادہ کوئی شخص محبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بن سکتا، لیکن صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر کھڑے نہیں ہوتے تھے، اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لیے کھڑے ہونے کو ناپسند فرماتے تھے۔ (مشکوۃ : ۲/ ۴۰۳)

پس اگر تعظیم کا یہ طریقہ مستحسن ہوتا تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ضرور اسے اپنا لیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ناپسند نہ فرماتے۔ جب خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر کھڑا ہونا ثابت نہیں، بلکہ اس کے خلاف منقول ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے تذکرے پر کھڑا ہونا کیسے درست ہوسکتا ہے۔ (خیر الفتاویٰ : ۱/ ۵۵۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ مبارک سن کر انگوٹھے چومنا:

اذان واقامت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی آجانے پر انگوٹھے چومنے کا کسی بھی صحیح حدیث سے ثبوت نہیں ملتا۔ امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح کی تمام روایات کو موضوع و من گھڑت قرار دیا ہے۔ اس کو مسنون سمجھنا بدعت ہے۔ آج کل اہلِ بدعت اسے سنت سے بھی بڑھ کر ضروری سمجھتے ہیں اور انگوٹھے نہ چومنے والوں کو ملامت کرتے ہیں، اس لیے اس سے اجتناب لازم ہے۔ (آپ کے مسائل کا حل : ۱/ ۱۸۹)

صفر کے آخری بدھ کو عمدہ کھانا پکانا:

بعض لوگ ماہِ صفر کے آخری بدھ کو اس عقیدہ سے عمدہ کھانا پکاتے ہیں یا مٹھائی وغیرہ تقسیم کرتے ہیں کہ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض سے شفاء ہوئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل صحت فرمایا تھا، یہ غلط اور من گھڑت عقیدہ ہے، اس لیے یہ رسم ناجائز اور گناہ ہے۔ (أحسن الفتاویٰ : ۱/ ۳۶۰ ، فتاویٰ محمودیہ : ۱۵/ ۴۱۰)

رجب کے کونڈوں کی حقیقت:

۲۲ / رجب کو کونڈے کی رسم حقیقت میں دشمنانِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر خوشی کا اظہار کرنے کے لیے ایجاد کی ہے، اس لیے کہ ۲۲ / رجب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ وفات ہے۔ اس جرم پر پردہ ڈالنے کے لیے یہ لوگ اس رسمِ بد کو حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ انہوں نے

خود اس تاریخ کو اپنی فاتحہ کا حکم دیا ہے، حالانکہ یہ سب من گھڑت ہے، ۲۲ / رجب کا حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں، نہ اس تاریخ میں آپ کی ولادت ہوئی اور نہ ہی وفات۔ حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ کی ولادت ۸ / رمضان المبارک ۸۰ھ یا ۸۳ھ میں ہوئی اور وفات شوال ۱۴۸ھ میں ہوئی، لہٰذا ایسی بری رسم میں کسی طرح بھی شریک ہونا جائز نہیں۔ (أحسن الفتاویٰ : ۱/۳۶۸ ، خیر الفتاویٰ : ۱/۵۷۲)

روزہ کشائی کی رسم:

بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ جب بچے کو پہلا روزہ رکھواتے ہیں تو افطار کے وقت اس کے گلے میں ہار ڈالتے ہیں اور کھانا پکا کر دوست احباب اور رشتہ داروں کی دعوت کرتے ہیں اور مسجد میں بھی افطار کے لیے کھانا بھیجا جاتا ہے، اس رسم کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں، اس کو ثواب سمجھ کر کرنا دین میں اپنی طرف سے زیادتی کرنے کی وجہ سے بدعت اور ناجائز ہے۔

(أحسن الفتاویٰ : ۱/۳۷۰)

اسی طرح قبر پر چراغ جلانا بھی بدعت ہے، جو لوگ قبر پر چراغ جلاتے ہیں ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔

(أحسن الفتاویٰ : ۱/۳۷۱ ، فتاویٰ محمودیہ : ۲/۴۰۰)

خطبۃ الوداع پڑھنا:

رمضان المبارک کے آخری جمعہ میں وداعی خطبہ پڑھنے اور اس میں الوداع اور الفراق جیسے الفاظ کہنے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں، حضرت مولانا عبدالحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ یہ ممنوع و بدعت ہے۔

(أحسن الفتاویٰ : ۱/۳۷۱ ، فتاویٰ محمودیہ : ۱۲/۱۸۴)

مبارک راتوں میں مساجد میں اجتماع:

عیدین، نصف شعبان، رمضان المبارک کے آخری عشرہ اور دوسری مبارک راتوں میں مساجد میں آکر عبادت کرنے کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ بغیر اہتمام کے اتفاقاً مسجد میں آکر عبادت کرنا جائز ہے البتہ نوافل و ذکر گھر میں کرنے کا ثواب زیادہ ہے۔
نوافل کے لیے مسجد میں آنے کا اہتمام کرنا اور اس کو زیادہ فضیلت کا باعث سمجھنا بدعت ہے، اس لیے کہ نوافل کے لیے مسجد کا اہتمام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مسجد میں نوافل پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے اور یہ شریعت میں اضافہ ہے، احادیثِ مبارکہ میں وضاحت کے ساتھ موجود ہے کہ نوافل گھروں میں پڑھنا زیادہ افضل ہے۔
اگر ان برکت والی راتوں میں اجتماعی شکل میں عبادت کا اہتمام کیا جائے، مثلاً: نوافل کی جماعت کی جائے تو یہ بھی

بدعت ہے اور اس میں مزید ایک خرابی یہ ہے کہ نفلی عبادت کے لیے اجتماعی شکل پیدا کی گئی ہے جو شرعاً ممنوع ہے۔

(أحسن الفتاوىٰ : ۱/ ۳۷۱)

شدید بارش یا وبا کے وقت اذان دینا:

بارش اور وبا کے وقت اذان دینا شرعاً ثابت نہیں، اس کو سنت یا مستحب سمجھنا درست نہیں۔

(أحسن الفتاوىٰ : ۱/ ۳۷۵ ، فتاوىٰ رشیدیه : ۱۵۲)

اجتماعی طور پر درود شریف پڑھنا:

نمازِ جمعہ کے بعد اجتماعی طور پر کچھ لوگ بیٹھ کر کسی درخت کے بیجوں پر درود شریف پڑھتے ہیں۔ اگرچہ کبھی کبھی بلا اہتمام ایسا کرنا جائز ہے، مگر آئندہ چل کر ایسی چیزیں بدعت کی حد تک پہنچ جاتی ہیں، ان کا التزام و اہتمام ہونے لگتا ہے اور ان میں طرح طرح کی قیود کا اضافہ ہونے لگتا ہے، جن کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں، یہ شریعت میں اپنی طرف سے اضافہ ہے، اس لیے ایسے امور سے اجتناب ضروری ہے۔ اپنے طور پر ہر شخص جتنا چاہے درود شریف پڑھے، باعث برکت ہے۔

(أحسن الفتاوىٰ : ۱/ ۳۸۰)

گیارہویں کا کھانا:

ہر ماہ کے گیارہویں روز کھانا بنانے کا اہتمام کیا جاتا ہے اور غوثِ اعظم کی نیاز کے نام سے ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے، یہ کھانا اگر پیرانِ پیر کی ہی نذر کے طور پر ہو تو حرام اور غیر اللہ کے نام کی قربانی میں شامل ہے اور اگر صرف ایصالِ ثواب مقصد ہو تو یہ کھانا حرام نہیں ہوگا، لیکن خاص گیارہویں تاریخ کا تعین کر کے کھلانا اور اس کا التزام کرنا بدعت اور ناجائز ہے۔

(إمدادالمفتین : ۲/ ۱۷۵ ، خیر الفتاوىٰ : ۱/ ۵۵٦ ، أحسن الفتاوىٰ : ۱/ ۳۸۲)

شبِ برات:

شبِ برأت میں عید منانا، حلوہ اور کھانا پکانا اور اس کا اس حد تک اہتمام و التزام کرنا کہ کسی طور پر نہ چھوٹے، جیسے: آج کل رائج ہے، یہ بدعت ہے، اس سے اجتناب لازم ہے۔ اگر التزام نہ ہو اور ثواب نہ سمجھا جائے تو بھی اس کو نہ کرنا چاہیے کیونکہ اس سے مروّجہ رسم کی تائید ہوتی ہے۔ (إمداد المفتین : ۲/ ۲۱۱ ، أحسن الفتاوىٰ : ۱/ ۳۸۵)

تبرکات کی زیارت:

بزرگانِ دین اور سلف صالحین کے آثار و تبرکات کو دیکھنے اور چھونے سے برکت حاصل کرنا جائز و مستحب ہے، لیکن تاریخ

اور دن مقرر کر کے زیارت کے لیے جمع ہونا التزام مالا یلزم (غیر لازم کام کو اپنے اوپر لازم کرنا) ہے جو مروجہ بدعات کی اصل اور بنیاد ہے، اس لیے یہ طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہیے اور اس سے احتراز کرنا چاہیے۔ (إمداد المفتین : ۱/۹۹)

بیٹی کے ہاں کھانے پینے کو حرام سمجھنا:

بیٹی کے گھر پڑے رہنا حسنِ معاشرت کے خلاف ہے، لیکن اس قدر احتیاط کہ کھانے پینے کو ہی حرام سمجھنا بھی غلو اور جہالت کی بات ہے۔ اسلام میں اعتدال کی تعلیم ہے کہ زیادہ آمد و رفت جس سے بیٹی کے سسرال والوں کو دقت ہو شرعاً و عرفاً معیوب ہے، لیکن کبھی کبھی ملاقات کے لیے جانے اور اس کے ہاں کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں۔

(آپ کے مسائل کا حل : ۱/۱۷۷)

کسی کے اکرام میں کھڑا ہونا:

آنے والے کے اکرام کے لیے کھڑے ہونا جائز ہے، بشرطیکہ جس کے لیے کھڑا ہوا جاتا ہے وہ خود اپنے لیے کھڑے ہونے کو پسند نہ کرتا ہو یا اس کے دل میں تکبر پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو، ورنہ ایسے شخص کے لیے کھڑے ہونا جائز نہیں۔

(آپ کے مسائل کا حل : ۱/۱۹۰)

بوقتِ رخصت خدا حافظ کہنا:

''خدا حافظ'' ایک دعا ہے جس کے معنی ہیں کہ اللہ آپ کی حفاظت کرے۔ اسی طرح کی ایک دعا نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو دی تھی اور فرمایا تھا ‹‹ حفظك الله ›› کہ اللہ آپ کی حفاظت فرمائے۔ بوقتِ رخصت اگرچہ ان الفاظ کو رسماً استعمال کیا جاتا ہے، تاہم اگر اس کو سنت یا لازم نہ سمجھا جائے اور السلام علیکم کے بعد کہا جائے تو گنجائش ہے، رخصت کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے السلام علیکم کہنے کی تعلیم دی ہے اور جاتے وقت سلام کہنے کو ملاقات کے سلام سے زیادہ بہتر قرار دیا ہے، اس لیے سلام کو زیادہ اہمیت دی جائے کیونکہ یہ ایک مسنون عمل ہے، اسے چھوڑ کر صرف ''خدا حافظ'' کہنے کو عادت بنا لینے سے سنت کا ترک لازم آتا ہے۔ (آپ کے مسائل کا حل : ۱/۱۹۵)

ٹیلی فون پر ''ہیلو'' کہنا:

اسلام میں زندگی کے ہر گوشے کے لیے بہترین رہنمائی موجود ہے، رسول اللہ ﷺ اگر کسی کے گھر پر جاتے تو اجازت کے لیے ''السلام علیکم'' فرماتے اور آپ ﷺ کے دروازے پر اگر کوئی دستک دیتا تو آپ پوچھتے ''کون ہے؟'' آمنے سامنے ملاقات کے وقت نبی کریم ﷺ نے سلام کرنے کی تعلیم دی۔ ٹیلی فون بھی دستک دینے اور گفتگو کا ہی ایک جدید آلہ ہے، باقی

موقع ومحل وہی ہے جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ تعلیم دے چکے، لہٰذا اس موقع پر ایک مسلمان کو اسی تعلیم پر عمل کرنا چاہیے، یعنی ٹیلی فون پر یوں بھی کہہ سکتے ہیں "جی، کون ہے؟" اور السلام علیکم بھی کہہ سکتے ہیں۔ جب خود فون کریں اور دوسری طرف کوئی فون اٹھائے تو السلام علیکم ہی کہنا چاہیے۔ اس بامقصد، بامعنی، خوبصورت طرزِ تکلم اور مفید دعا کو چھوڑ کر "ہیلو" کہنا جو بظاہر بے معنی قسم کا لفظ ہے، تہذیب کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مسلمان کی دینی غیرت، آزادی اور خودداری کے بھی خلاف ہے کہ اپنی دستار کو چھوڑ کر دشمن کے چیتھڑے سر پر رکھتا ہے۔ (آپ کے مسائل کا حل: ۱/۱۹۶)

کتاب الترّغیب والترّھیب

اعمالِ صالحہ کی ترغیب

نیت خالص رکھنا:

حدیث: ایک شخص نے پوچھا: ''یارسول اللہ (ﷺ) ایمان کیا چیز ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''نیت کو خالص رکھنا۔''

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جو کام کرے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرے۔

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ نیت صحیح ہو تو نیک کام پر ثواب ملتا ہے، ورنہ نہیں ملتا اور اگر نیت بری ہو تو گناہ ہوتا ہے۔

قرآن وحدیث کے حکم پر چلنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس وقت میری امت میں دین کا بگاڑ پیدا ہو جائے اس وقت جو شخص میرے طریقے کو تھامے رہے گا اس کو سو شہیدوں کے برابر ثواب ملے گا۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم لوگوں میں ایسی دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ جب تک تم ان کو تھامے رہو گے تو کبھی نہ بھٹکو گے۔ ایک تو اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن، دوسری نبی ﷺ کی سنت یعنی حدیث۔

اچھے یا برے طریقے کی بنیاد ڈالنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی اچھے طریقے کی بنیاد ڈالے، پھر لوگ اس پر چلیں تو اس شخص کو خود اس کا ثواب بھی ملے گا اور جتنوں نے اس کی پیروی کی ہے ان سب کے برابر بھی اس کو ثواب ملے گا اور ان کے ثواب میں بھی کمی نہ ہوگی اور جو شخص کسی برے طریقے کی بنیاد رکھے، پھر لوگ اس پر چلیں تو اس شخص کو خود اس کا بھی گناہ ہوگا اور جتنوں نے اس کی پیروی کی ہے ان سب کے برابر بھی اس کو گناہ ہوگا اور ان کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی۔''

تشریح: مثلاً کسی نے اپنی اولاد کی شادی میں رسمیں ختم کر دیں یا کسی بیوہ نے نکاح کر لیا اور اس کی دیکھا دیکھی اوروں کو بھی ہمت ہوئی یا کسی نے کوئی اور نیک کام شروع کیا اور دوسروں نے اس کا اتباع کیا تو اس شروع کرنے والے کو ہمیشہ ثواب

ملتا رہے گا۔

علمِ دین کی طلب:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس سے کوئی دین کی بات پوچھی جائے اور وہ اس کو چھپالے تو قیامت کے دن اس کو آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔

تشریح: اگر کوئی مسئلہ پوچھے اور آپ کو وہ مسئلہ خوب یاد ہو تو سستی یا بخل کی وجہ سے انکار نہ کرنا چاہیے، اچھی طرح سمجھا دیا کریں اور اگر اچھی طرح یاد نہ ہو تو بغیر تحقیق کے ہرگز نہ بتائیں۔

حفظِ حدیث کی فضیلت:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی چالیس حدیثیں یاد کر کے میری امت کو پہنچائے تو وہ قیامت کے دن علماء کے ساتھ اٹھے گا۔''

وضو میں خوب اہتمام سے پانی پہنچانا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب طبعی سستی کی وجہ سے وضو مشکل معلوم ہو رہا ہو تو اس وقت اچھی طرح وضو کرنے سے گناہ دھل جاتے ہیں۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے بعض لوگوں کو دیکھا جو وضو کر چکے تھے مگر ایڑیاں کچھ خشک رہ گئی تھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔''

تشریح: وضو اور غسل کرتے وقت انگوٹھی، چھلا، چوڑیاں وغیرہ اچھی طرح ہلا کر پانی پہنچایا کریں، سردی میں اکثر پاؤں سخت اور خشک ہو جاتے ہیں اور ان پر پوری طرح پانی نہیں بہتا، اس لیے اعضائے وضو کو پانی سے خوب تر کیا کریں، لوگ عموماً چہرہ سامنے سے دھو لیتے ہیں، کانوں کی لو اور ٹھوڑی کے نیچے تک پانی نہیں پہنچاتے، اسی طرح بازو دھوتے ہوئے کہنیوں تک پانی نہیں پہنچاتے اور پاؤں دھوتے وقت ایڑیاں اچھی طرح نہیں دھوتے جس کی وجہ سے وضو ناقص رہ جاتا ہے۔ ان سب باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

مسواک کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو رکعتیں مسواک کر کے پڑھنا ان ستر رکعتوں سے افضل ہیں جو بغیر مسواک کے پڑھی جائیں۔

نماز کی پابندی:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پانچوں نمازوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کے دروازے کے سامنے ایک گہری نہر بہتی ہو اور وہ اس میں پانچ وقت نہایا کرے۔''

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جیسے اس شخص کے بدن پر ذرا میل بھی نہیں رہے گا، اسی طرح جو شخص پانچ وقتوں کی نماز پابندی سے پڑھے گا اس کے سارے گناہ دھل جائیں گے۔

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن بندے کے اعمال میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔''

اوّل وقت میں نماز پڑھنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اوّل وقت میں نماز پڑھنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں۔''

قرض دینے کا ثواب:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے شبِ معراج میں جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا، خیرات کا ثواب دس گنا ملتا ہے اور قرض دینے کا ثواب اٹھارہ گنا۔''

غریب قرض دار کو مہلت دینا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تک قرض ادا کرنے کے وعدے کا وقت نہ آیا ہو اس وقت تک اگر کسی غریب کو مہلت دے تو ہر روز ایسا ثواب ملتا ہے جیسے اس قرضے کے برابر خیرات دے دی اور جب اس کا وقت آجائے اور پھر مہلت دی تو ہر روز ایسا ثواب ملتا ہے جیسے اس سے دوگنا خیرات کر دیا۔''

تشریح: اگر قرض دار تنگ دست ہو تو اس کو پریشان مت کریں بلکہ اس کو مہلت دے دیں، ہو سکے تو کچھ قرضہ یا سارا قرضہ معاف کر دیں۔

قرآن کریم کی تلاوت کی فضیلت:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص قرآن مجید کا ایک حرف پڑھتا ہے تو اس کو ایک حرف پر ایک نیکی ملتی ہے اور نیکی کا قاعدہ ہے کہ اس کے بدلے دس حصے ملتے ہیں اور میں (الٓمّٓ) کو ایک حرف نہیں کہتا بلکہ الف ایک حرف ہے، لٓ ایک حرف اور مٓ ایک حرف ہے۔''

اس حساب سے ان تین حرفوں پر تیس نیکیاں ملیں گی۔

حدیث شریف میں ہے: ''تم میں سے کوئی بھی اپنے پروردگار سے جس وقت بھی گفتگو کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ قرآن مجید پڑھے (یعنی قرآن مجید کی تلاوت کرنا گویا اللہ تعالیٰ سے بات چیت کرنا ہے) لوگوں میں زیادہ مالدار وہ ہیں جو قرآن کے اٹھانے والے ہیں (یعنی) وہ لوگ کہ جن کے سینہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کو رکھا ہے۔''

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے پر بہت آتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے کہا کہ جاؤ اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھو۔ وہ چلا گیا اور پھر نہیں آیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے ملے اور دوبارہ نہ ملنے کی وجہ پوچھی تو اس نے جواب میں عرض کیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں وہ چیز پائی جس نے مجھے عمر کے دروازے سے بے نیاز اور بے پرواہ کر دیا۔ یعنی قرآن مجید میں ایسی آیت مل گئی جس کی برکت سے میری نظر مخلوق سے ہٹ گئی اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہو گیا۔ تمہارے پاس دنیا کی ضرورت لے کر آتا تھا اب آ کر کیا کروں؟ غالبًا اس سے مراد اس قسم کے مضامین ہوں گے جو اس آیت میں مذکور ہیں ﴿ وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ﴾ یعنی ''تمہاری روزی آسمان ہی میں ہے اور جس چیز کا تم وعدہ کیے گئے ہو وہ بھی آسمان میں ہی ہے۔'' یعنی تمہاری روزی وغیرہ سب کاموں کا بندوبست ہمارے ہی دربار سے ہوتا ہے، پھر دوسری طرف متوجہ ہونے سے کیا فائدہ۔

حدیث شریف میں ہے: ''تم میں بہتر وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن مجید پڑھا اور قرآن پڑھایا۔''

حدیث شریف میں ہے: ''جس نے قرآن پڑھایا اور اس کے احکام پر عمل کیا اس کے والدین کو قیامت کے دن ایسے تاج پہنائے جائیں گے کہ جن کی روشنی سورج کی اس وقت کی روشنی سے بھی زیادہ عمدہ ہوگی جب وہ تمہارے گھروں میں روشن ہوتا ہے، پس کیا گمان ہے تمہارا اس شخص کے بارے میں جس نے اس پر عمل کیا۔''

حدیث شریف میں ہے: ''جس نے قرآن کریم پڑھا، پھر اسے یہ خیال آیا کہ جو نعمت اس کو عطا کی گئی ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی کو اس سے بھی بڑی نعمت دی گئی ہے تو یقینًا اس نے اس چیز کو حقیر جانا جس کو اللہ تعالیٰ نے بڑا مرتبہ دیا ہے اور اس چیز کو بڑا سمجھا جس کو اللہ تعالیٰ نے کم درجے کا بنایا ہے۔ حاملِ قرآن کے لیے مناسب نہیں کہ وہ کسی تیزی دکھانے والے سے تیزی اور سختی کے ساتھ پیش آئے بلکہ قرآن کے احترام اور اعزاز کے پیشِ نظر اس کو معاف کرے اور درگزر کرے۔''

حدیث شریف میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قرآن پاک اللہ تعالیٰ کو آسمان، زمین اور ان میں بسنے والے تمام لوگوں سے زیادہ پسند ہے۔''

حدیث شریف میں ہے: ''جس نے کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کی ایک آیت سکھائی تو وہ اس کا مالک ہو گیا۔ اس

طالب علم کے لیے مناسب نہیں کہ (موقع پر) اس کی مدد نہ کرے اور نہ یہ کہ اس پر کسی اور کو (جس کا مرتبہ استاذ سے بڑا نہ ہو) ترجیح دے۔ اگر کسی طالب علم نے ایسا کیا تو اس نے اسلام کے حلقوں میں سے ایک حلقہ کو توڑ دیا۔''

حدیث شریف میں ہے: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے ہمارے بڑے کا احترام نہ کیا اور ہمارے چھوٹے پر شفقت نہیں کی اور ہمارے عالم کے حق کو نہیں پہچانا وہ میری امت سے نہیں۔'' یعنی ایسا شخص ہمارا امتی کہلانے کا مستحق نہیں، اس کا ایمان کمزور ہے۔

حدیث شریف میں ہے: ''جس شخص نے قرآن کریم پڑھا، اس کی تفسیر اور معنی سمجھے اور اس پر عمل نہیں کیا تو اس نے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالیا'' مطلب یہ ہے کہ قرآن پڑھ کر اس پر عمل نہ کرنا بڑا سخت گناہ ہے، مگر جاہل، بے عمل کو یہ سوچ کر خوش نہیں ہونا چاہیے کہ ہم نے قرآن پڑھا ہی نہیں اس لیے اگر ہم اس پر عمل نہیں کریں گے تو اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ ایسے جاہل کو دو گناہ ہوئے، ایک قرآن کریم نہ سیکھنے کا اور دوسرا اس پر عمل نہ کرنے کا۔

حدیث شریف میں ہے: ''رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ فلاں شخص ساری رات قرآن پڑھتا ہے، پھر جب صبح قریب ہوتی ہے تو چوری کرتا ہے، آپ نے فرمایا کہ اس کا قرآن پڑھنا عنقریب اس کو روک دے گا'' یعنی قرآن کی تلاوت کی برکت سے یہ حرکت چھوٹ جائے گی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص قرآن کریم پڑھے اور اس کو حفظ کرلے اور اس کے حلال کو حلال سمجھے اور اس کے حرام کو حرام سمجھے، اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا اور اس کے خاندان میں سے ایسے دس آدمیوں کے حق میں اس کی سفارش قبول فرمائے گا جن پر دوزخ واجب ہو چکی ہوگی۔''

حدیث شریف میں ہے: ''باوضو ہو کر اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ایک حرف سنا اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے دس گناہ معاف کردیے جائیں گے اور اس کے دس درجے بلند کیے جائیں گے اور جس نے اللہ تعالیٰ کی کتاب سے (نفل) نماز میں بیٹھ کر ایک حرف پڑھا تو اس کے لیے پچاس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے پچاس گناہ معاف کردیے جائیں گے اور اس کے پچاس درجے بلند ہوں گے اور جس نے اللہ تعالیٰ کی کتاب سے کھڑے ہو کر ایک حرف پڑھا اس کے لیے سو نیکیاں اور اس کے سو گناہ معاف کیے جائیں گے اور اس کے سو درجے بلند ہوں گے اور جس نے قرآن پڑھا اور اس کو ختم کیا اللہ تعالیٰ اس کے لیے اپنے پاس ایک دعا لکھے گا جو فی الحال قبول ہو جائے یا کچھ مدت کے بعد قبول ہو۔''

حدیث شریف میں ہے: ''جس نے قرآن پڑھا اور پروردگار کی تعریف کی اور نبی ﷺ پر درود بھیجا اور اپنے رب سے

بخشش طلب کی سو بے شک اس نے ایسے طریقے سے بھلائی مانگی جو بھلائی مانگنے کا اصلی طریقہ ہے۔'' مطلب یہ ہے کہ دعا قبول ہونے کے طریقہ کو اس نے اختیار کیا۔

حدیث شریف میں ہے: ''اپنی عورتوں کو سورۂ واقعہ سکھاؤ، اس لیے کہ بے شک وہ سورت مالی سہولت کی ہے،'' یعنی اس کو پڑھنے سے رزق کی تنگی نہیں ہوگی جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص ہر رات سورۂ واقعہ پڑھے گا اس کو رزق میں کبھی تنگی نہیں ہوگی۔

حدیث شریف میں ہے: ''قرآن پڑھنے کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے بہتر وہ شخص ہے کہ جب وہ قرآن پڑھے تو دیکھنے والا یہ سمجھے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر رہا ہے۔''

یعنی تلاوت کرنے والے کو دیکھنے والا یہ سمجھے کہ وہ خدا سے ڈر رہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس طرح اہتمام سے پڑھے جیسے کہ ڈرنے والا اہتمام سے کلام کرتا ہے کہ حاکم کے سامنے کوئی نامناسب حرکت نہ ہو جائے اور قرآن مجید کے پڑھنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ باوضو ہو کر قبلہ کی طرف رُخ کر کے عاجزی کے ساتھ تلاوت کرے اور یہ سمجھے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے باتیں کر رہا ہے اور اگر معنی جانتا ہو تو معنی پر غور کرے اور جہاں رحمت کی آیت آئے وہاں رحمت کی دعا مانگے اور جہاں عذاب کا ذکر ہو وہاں دوزخ سے پناہ مانگے اور جب تلاوت ختم کر لے تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور جناب رسولِ مقبول ﷺ پر درود پڑھ کر مغفرت طلب کرے اور جو چاہے دعا مانگے اور پھر درود شریف پڑھے اور تلاوت کے دوران اس بات کا بھی حتی الامکان خیال رکھے کہ کوئی دوسرا خیال نہ آنے دے، اگر کوئی خیال آئے تو اس کی طرف توجہ نہ کرے وہ خیال خود جاتا رہے گا اور تلاوت کے وقت لباس بھی جہاں تک ہو سکے صاف ستھرا پہنے۔

مزدور کی اجرت فوراً دے دینا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مزدور کو اس کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدوری دے دیا کرو۔''

حدیث: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''تین آدمیوں پر میں خود دعویٰ کروں گا۔ ان میں سے ایک وہ شخص بھی ہے جس نے کسی مزدور کو کام پر لگایا، اس سے کام پورا لے لیا اور اس کی مزدوری نہیں دی۔''

اولاد کی موت پر صبر کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو میاں بیوی مسلمان ہوں اور ان کے تین بچے مر جائیں اللہ تعالیٰ ان دونوں کو اپنے فضل و رحمت سے جنت میں داخل کریں گے۔'' بعض صحابہ نے پوچھا: ''یا رسول اللہ! اگر دو مرے ہوں۔'' آپ نے

فرمایا: ''دو میں بھی یہی ثواب ہے۔'' پھر پوچھا کہ اگر ایک مرا ہو تو آپ نے ایک میں بھی یہی فرمایا۔ پھر آپ نے فرمایا: ''قسم کھاتا ہوں اس ذات پاک کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ جو حمل گر گیا ہو وہ بھی اپنی ماں کو نال سے پکڑ کر جنت کی طرف کھینچ کر لے جائے گا، اگر ماں نے ثواب کی نیت کی ہو۔''

تشریح: یعنی ثواب کی امید سے صبر کیا ہو۔

رحم اور شفقت کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص آدمیوں پر رحم نہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتے۔''

نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص تم میں سے کوئی بات خلافِ شرع دیکھے تو اس کو ہاتھ سے مٹا دے اور اگر بس نہ چلے تو زبان سے منع کر دے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل میں اس کو برا سمجھے اور یہ دل سے برا سمجھنا ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔''

تشریح: اپنے بچوں اور ماتحتوں پر ہر ایک کو اختیار ہے لہٰذا ان کو ناجائز کام سے زبردستی منع کرنا واجب ہے۔

مسلمان کا عیب چھپانا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے مسلمان بھائی کا عیب چھپائے اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کا عیب چھپائیں گے اور جو شخص مسلمان کا عیب کھول دے اللہ تعالیٰ اس کا عیب کھول دیں گے، یہاں تک کہ کبھی اس کو گھر میں بیٹھے رسوا کر دیتے ہیں۔''

ماں باپ کو خوش رکھنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی خوشی ماں باپ کی خوشی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ماں باپ کی ناراضگی میں ہے۔''

یتیم بچوں کی پرورش کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں اور جو شخص یتیم کا خرچ اپنے ذمے رکھے، جنت میں اس طرح ساتھ رہیں گے۔'' (شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کر کے بتایا اور دونوں میں تھوڑا سا فاصلہ رہنے دیا)

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے اور صرف اللہ ہی کی خاطر پھیرے تو جتنے بالوں

پر اس کا ہاتھ گزرے گا اس کو اتنی ہی نیکیاں ملیں گی اور جو شخص کسی یتیم کے ساتھ احسان کرے جو اس کے پاس رہتا ہو تو میں اور وہ جنت میں اس طرح رہیں گے جیسے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی ساتھ ساتھ ہیں۔''

مسلمان کی حاجت پوری کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے کام میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے کام میں ہوتے ہیں۔''

حیا اور بے حیائی:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شرم ایمان کی بات ہے اور ایمان جنت میں پہنچاتا ہے اور بے شرمی بدخوئی کی بات ہے اور بدخوئی دوزخ میں لے جاتی ہے۔''

خوش خُلقی اور بد خُلقی:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خوش خلقی گناہوں کو اس طرح پگھلا دیتی ہے جس طرح پانی نمک کے پتھر کو پگھلا دیتا ہے اور بد خلقی عبادت کو اس طرح خراب کر دیتی ہے جس طرح سرکہ شہد کو خراب کر دیتا ہے۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم سب میں مجھ کو زیادہ پیارا اور آخرت میں سب سے زیادہ مجھ سے نزدیک وہ شخص ہے جس کی اخلاق اچھے ہوں اور تم سب میں زیادہ مجھ کو برا لگنے والا اور آخرت میں سب سے زیادہ مجھ سے دور رہنے والا وہ شخص ہے جس کے اخلاق برے ہوں۔''

نرمی اور سخت مزاجی:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ مہربان ہیں اور نرمی کو پسند کرتے ہیں اور نرمی پر ایسی نعمتیں دیتے ہیں جو سختی پر نہیں دیتے۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص نرمی سے محروم رہا وہ ساری بھلائیوں سے محروم ہو گیا۔''

مسلمان کا عذر قبول کر لینا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے سامنے عذر پیش کرے اور وہ اس کے عذر کو قبول نہ کرے تو ایسا شخص میرے پاس حوضِ کوثر پر نہیں آئے گا۔''

تشریح: یعنی اگر کوئی کسی قسم کی غلطی کر بیٹھے اور پھر وہ معافی مانگے تو معاف کر دینا چاہیے۔

کم بولنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص چپ رہتا ہے وہ بہت سی آفتوں سے بچا رہتا ہے۔“

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کے ذکر کے سوا اور باتیں زیادہ مت کیا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا زیادہ باتیں کرنا دل کو سخت کر دیتا ہے اور لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے دور وہ شخص ہے جس کا دل سخت ہو۔“

تواضع اور عاجزی:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اللہ کے واسطے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا رتبہ بڑھا دیتے ہیں اور جو شخص تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کر دیتے ہیں۔“

سچ بولنا اور جھوٹ سے بچنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم سچ بولنے کے پابند رہو، کیونکہ سچ بولنا نیکی کی راہ دکھاتا ہے اور سچ اور نیکی دونوں جنت میں لے جاتے ہیں اور جھوٹ بولنے سے بچا کرو، کیونکہ جھوٹ بولنا بدی کی راہ دکھاتا ہے اور جھوٹ اور بدی دونوں دوزخ میں لے جاتے ہیں۔“

راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹانا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایک شخص جا رہا تھا، راستے میں اس کو کانٹے دار ٹہنی پڑی ہوئی ملی، اس نے اس کو راستے سے ہٹا دیا، اللہ تعالیٰ نے اس عمل کی بڑی قدر کی اور اس کو بخش دیا۔“

تشریح: اس سے معلوم ہو کہ راستے میں تکلیف دہ چیزیں ڈالنا ٹھیک نہیں۔

وعدہ اور امانت کی پاسداری:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں اور جس کو عہد کا خیال نہیں اس میں دین نہیں۔“ یعنی ایسے لوگوں کا ایمان اور دین ناقص ہے۔

دنیا کی حرص نہ رکھنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دنیا کی حرص نہ کرنے سے دل کو سکون حاصل ہوتا ہے اور بدن کو بھی آرام ملتا ہے۔“

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر بہت سی بکریوں میں دو خونخوار بھیڑیئے چھوڑ دیے جائیں جو ان کو خوب چیر پھاڑ کھائیں تو اتنی بربادی ان بھیڑیوں سے بھی نہیں ہوتی جتنی بربادی آدمی کے دین کو اس بات سے ہوتی ہے کہ مال کی

حرص کرے اور شہرت کو پسند کرے۔‘‘

موت کو یاد رکھنا، لمبی امیدیں نہ باندھنا اور نیک کاموں کے لیے وقت کو غنیمت سمجھنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اس چیز کو بہت یاد کیا کرو جو ساری لذتوں کو ختم کرنے والی ہے، یعنی موت۔‘‘

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جب صبح ہو تو شام کے لیے فکرمند مت ہو جاؤ اور جب شام ہو تو صبح کے لیے فکرمند مت ہو جاؤ۔ بیماری آنے سے پہلے تندرستی سے کچھ فائدہ لے لو اور مرنے سے پہلے اپنی زندگی سے کچھ پھل حاصل کر لو۔‘‘

تشریح: مطلب یہ ہے کہ تندرستی اور زندگی کو غنیمت سمجھو اور نیک کام میں اس کو لگائے رکھو، ورنہ بیماری اور موت کے وقت پھر کچھ نہیں ہو سکے گا۔

مصیبت میں صبر کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’مسلمان کو جو دکھ، مصیبت، بیماری، رنج پہنچتا ہے، یہاں تک کہ کسی فکر میں جو تھوڑی سی پریشانی ہوتی ہے، ان سب میں اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرماتے ہیں۔‘‘

بیمار کی عیادت کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی بیمار پرسی صبح کے وقت کرے تو شام تک اس کے لیے ستر ہزار فرشتے دعا کرتے ہیں اور اگر شام کو کرے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعا کرتے ہیں۔‘‘

مردے کو غسل و کفن دینا اور اس کے گھر والوں کو تسلی دینا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص مردے کو غسل دے تو گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو اور جو کسی مردے پر کفن ڈال دے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا جوڑا پہنائیں گے اور جو کسی غمزدہ کو تسلی دے اللہ تعالیٰ اس کو پرہیزگاری کا لباس پہنائیں گے اور اس کی روح پر رحمت بھیجیں گے اور جو شخص کسی مصیبت زدہ کو تسلی دے اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے جوڑوں میں سے ایسے قیمتی جوڑے پہنائیں گے کہ ساری دنیا بھی قیمت میں ان کے برابر نہیں ہوگی۔‘‘

برے کاموں سے بچنے کی ترغیب

ریا کاری:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص شہرت حاصل کرنے کے لیے کوئی کام کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیوب کی تشہیر کریں گے اور جو شخص دکھاوے کے لیے کوئی کام کرے اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کے عیب دکھائیں گے۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تھوڑی سی ریا کاری بھی شرک ہے۔''

علم پر عمل نہ کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''علم جتنا ہوتا ہے وہ علم والے پر وبال ہوتا ہے سوائے اس شخص کے جو اس کے مطابق عمل کرے۔''

تشریح: برادری یا نفس کی پیروی کی وجہ سے شریعت کے خلاف عمل کرنا وبال اور نقصان ہے۔

پیشاب سے احتیاط نہ کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پیشاب سے خوب احتیاط کیا کرو، کیونکہ قبر کا عذاب اکثر اسی کی وجہ سے ہوتا ہے۔''

نماز میں خشوع وخضوع کا اہتمام نہ کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص بے وقت نماز پڑھے، وضو اچھی طرح نہ کرے، دل لگا کر نہ پڑھے اور رکوع وسجدہ اچھی طرح نہ کرے تو وہ نماز کالی اور بے نور ہو کر جاتی ہے اور یوں کہتی ہے: خدا تجھے برباد کرے جیسا تو نے مجھ کو برباد کیا۔ یہاں تک کہ جب اپنی خاص جگہ پر پہنچتی ہے جہاں اللہ کو منظور ہو تو پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر اس نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔''

نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم نماز میں اوپر مت دیکھا کرو، ایسا نہ ہو کہ تمہاری نگاہ چھین لی جائے۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص نماز میں کھڑے ہو کر ادھر ادھر دیکھے اللہ تعالیٰ اس کی نماز کو اسی پر لوٹا دیتے ہیں۔''

تشریح: یعنی قبول نہیں کرتے، مطلب یہ ہے کہ پورا ثواب نہیں ملتا۔

نمازی کے سامنے سے گزرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو خبر ہوتی کہ اسے کتنا بڑا گناہ ہوتا ہے تو سامنے سے گزرنے سے چالیس سال تک کھڑا رہنا اس کے نزدیک بہتر ہوتا۔''

تشریح: لیکن اگر نمازی کے سامنے ایک ہاتھ کے برابر یا اس سے زیادہ کوئی چیز کھڑی ہو تو اس چیز کے سامنے سے گزرنا درست ہے۔

جان بوجھ کر نماز قضا کر دینا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص نماز کو چھوڑ دے وہ جب اللہ تعالیٰ کے پاس جائے گا تو وہ اس پر غضبناک ہوں گے۔''

اپنی جان یا اولاد کو بددعا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہ تو اپنے لیے بددعا کیا کرو اور نہ اپنی اولاد کے لیے اور نہ اپنے خادم کے لیے اور نہ اپنے مال و متاع کے لیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے کوسنے کے وقت قبولیت کی گھڑی ہو اور اس میں خدا سے جو مانگو اللہ تعالیٰ وہی کر دیں۔''

حرام کمانا اور اس کو استعمال کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو گوشت اور خون حرام مال سے بڑھا ہو گا وہ جنت میں نہیں جائے گا، دوزخ ہی اس کے لائق ہے۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کوئی کپڑا دس درہم کا خریدے اور اس میں ایک درہم حرام کا ہو تو جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہے گا اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں کریں گے۔'' (ثواب سے محروم رہے گا)

دھوکہ دینا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص ہم لوگوں سے دھوکہ بازی کرے وہ ہم میں سے نہیں۔''

تشریح: چاہے کسی چیز کے بیچنے میں دھوکہ ہو یا اور کسی معاملے میں۔

قرض لینا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مر جائے اور اس کے ذمہ کسی کا کوئی درہم یا دینار رہ گیا ہو تو وہ اس کی نیکی

سے پورا کیا جائے گا، جہاں نہ دینار ہوگا نہ درہم ہوگا۔'' (یعنی قیامت کے دن)

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قرض دو طرح کا ہوتا ہے، جو شخص مر جائے اور اس کی نیت ادا کرنے کی ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس کا مددگار رہوں اور جو شخص مر جائے اور اس کی نیت ادا کرنے کی نہ ہو تو اس شخص کی نیکیوں سے لے لیا جائے گا اور اس روز دینار و درہم کچھ نہ ہوگا۔''

تشریح: مددگار کا مطلب یہ ہے کہ میں اس کا قرضہ اتار دوں گا۔

استطاعت کے باوجود کسی کا حق ٹالنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مالدار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔''

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ استطاعت کے باوجود کسی کا قرضہ دینے میں بلا وجہ پس و پیش کرتے ہیں اور خواہ مخواہ اس کا حق روکے رکھتے ہیں، یہ ظلم ہے۔

سود لینا دینا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، سود کھلانے والے، سود کی تحریر لکھنے والے اور سود پر گواہ بننے والوں پر لعنت بھیجی اور فرمایا یہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔

کسی کی زمین پر ناجائز قبضہ کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص بالشت بھر زمین بھی ناحق دبا لے اس کے گلے میں ساتوں زمینوں کا طوق ڈالا جائے گا۔''

عورت کا نامحرم کے سامنے عطر لگانا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عورت اگر عطر لگا کر غیر مردوں کے پاس سے گزرے تو وہ ایسی ایسی ہے۔'' (یعنی بری ہے)

تشریح: عورت کو چاہیے کہ جہاں دیور، جیٹھ، بہنوئی یا چچازاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد یا کسی اور نامحرم کا آنا جانا ہو وہاں خوشبو نہ لگائے۔

عورت کا باریک کپڑا پہننا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بعض عورتیں ویسے تو کپڑا پہنے ہوتی ہیں مگر حقیقت میں ننگی ہوتی ہیں، ایسی عورتیں

جنت میں نہیں جائیں گی اور نہ اس کی خوشبو سونگھنے پائیں گی۔''

مردوں کا عورتوں اور عورتوں کا مردوں کی شکل وصورت بنانا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے اس عورت پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں کا سا لباس پہنے اور اس مرد پر جو عورتوں جیسا حلیہ اختیار کرے۔

فخر وتکبر کے لیے کپڑا پہننا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی دنیا میں نام ونمود کے لیے کپڑا پہنے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت میں ذلت کا لباس پہنا کر اس میں دوزخ کی آگ لگائیں گے۔''

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جو اس نیت سے کپڑا پہنے کہ میری خوب شان بڑھے، سب کی نگاہ میرے ہی اوپر پڑے۔

کسی پر ظلم کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے اپنے پاس بیٹھنے والوں سے پوچھا: ''تم جانتے ہو کہ مفلس کیسا ہوتا ہے؟'' انہوں نے عرض کیا: ''ہم میں مفلس وہ کہلاتا ہے جس کے پاس مال ودولت نہ ہو۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں بڑا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ، زکوٰۃ سب لے کر آئے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ کسی کو برا بھلا کہا تھا، کسی کو تہمت لگائی تھی، کسی کا مال کھالیا تھا، کسی کا خون کیا تھا اور کسی کو مارا تھا۔ بس اس کی کچھ نیکیاں ایک کو مل گئیں، کچھ دوسرے کو مل گئیں اور اگر ان حقوق کے ادا ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہوچکیں تو ان حقداروں کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے اور اس کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔''

کسی کی مصیبت پر خوش ہونا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے مسلمان بھائی کی مصیبت پر خوشی ظاہر مت کرو، اللہ تعالیٰ اس پر تو رحم کر دیں گے اور تم کو اس میں پھنسا دیں گے۔''

کسی کو طعنہ دینا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو کسی گناہ پر عار دلائے تو جب تک یہ عار دلانے والا اس گناہ کو نہ کرلے گا اس وقت تک نہ مرے گا۔''

تشریح: یعنی جس گناہ سے کسی نے توبہ کرلی ہو پھر اس کو یاد دلا کر شرمندہ کرنا بری بات ہے اور اگر توبہ نہ کی ہو تو نصیحت کے

طور پر کہنا درست ہے لیکن اپنے آپ کو پاک سمجھ کر یا اس کو رسوا کرنے کے لیے کہنا پھر بھی برا ہے۔

صغیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ! چھوٹے گناہوں سے بھی اپنے آپ کو بچاؤ، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کا مواخذہ کرنے والا بھی موجود ہے۔''

تشریح: یعنی فرشتہ ان کو بھی لکھتا ہے، پھر قیامت میں حساب ہوگا اور عذاب کا ڈر ہے۔

رشتے داروں سے بدسلوکی کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر جمعہ کی رات تمام آدمیوں کے اعمال اور عبادات بارگاہِ الٰہی میں پیش ہوتے ہیں۔ جو شخص رشتہ داروں سے بدسلوکی کرے اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔''

پڑوسی کو تکلیف دینا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اپنے پڑوسی کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی اور جو شخص اپنے پڑوسی سے لڑا وہ مجھ سے لڑا اور جو مجھ سے لڑا وہ اللہ تعالیٰ سے لڑا۔''

کسی کے گھر میں جھانکنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تک اجازت نہ لے کسی کے گھر میں جھانک کر نہ دیکھے اور اگر ایسا کیا تو یوں سمجھو کہ اندر ہی چلا گیا۔''

کسی کی باتوں کی طرف کان لگانا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی کی باتوں کی طرف کان لگائے اور وہ لوگ اسے ناگوار سمجھیں، قیامت کے دن اس کے دونوں کانوں میں سیسہ ڈال دیا جائے گا۔''

غصہ کرنا:

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: ''مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں داخل کردے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''غصہ مت کرنا، تیرے لیے جنت ہے۔''

کسی سے بولنا چھوڑ دینا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ بولنا

چھوڑ دے اور جو تین دن سے زیادہ بولنا چھوڑ دے گا اور اسی حالت میں مر جائے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔‘‘

کسی کو بے ایمان کہنا یا اس پر لعنت کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو کہہ دے کہ اے کافر! تو یہ ایسا گناہ ہے جیسے اس کو قتل کر دے۔‘‘

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’مسلمان پر لعنت کرنا ایسا ہے جیسا کہ اس کو قتل کر ڈالنا۔ یعنی دونوں گناہ ایک ہی ہیں۔‘‘

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جب کوئی شخص کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو پہلے وہ لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے، آسمان کے دروازے بند کر لیے جاتے ہیں تو وہ زمین کی طرف اترتی ہے، وہ بھی بند کر لی جاتی ہے تو وہ دائیں بائیں پھرتی ہے، جب کہیں ٹھکانا نہیں پاتی تو اس کے پاس جاتی ہے جس پر لعنت کی گئی تھی۔ اگر وہ اس لائق ہو تو ٹھیک اور اگر نہیں تو وہ کہنے والے پر پڑتی ہے۔‘‘

کسی مسلمان کو ڈرانا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ دوسرے مسلمان کو ڈرائے۔‘‘

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص کسی مسلمان کی طرف ناحق اس طرح نگاہ بھر کر دیکھے کہ وہ ڈر جائے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ڈرائیں گے۔‘‘

تشریح: اگر کسی نے خطا و قصور کیا ہو تو ضرورت کے مطابق درست ہے۔

چغلی کھانا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔‘‘

غیبت کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص دنیا میں اپنے مسلمان بھائی کا گوشت کھائے گا یعنی غیبت کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مردار کا گوشت اس کے پاس لائیں گے اور اس سے کہا جائے گا کہ جیسا تو نے زندہ کھایا تھا اب مردہ بھی کھاؤ۔ پس وہ شخص اس کو کھائے گا اور ناک بھوں چڑھاتا جائے گا اور واویلا کرتا جائے گا۔‘‘

کسی پر بہتان لگانا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص کسی مسلمان کی طرف ایسی بات منسوب کرے جو اس میں نہ ہو تو اللہ تعالیٰ

اس کو دوزخیوں کے خون اور پیپ کے جمع ہونے کی جگہ میں ٹھکانہ دیں گے، یہاں تک کہ اپنے کہے سے باز آئے اور توبہ کرے۔''

اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا سمجھنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایسا آدمی جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا۔''

دورُخا ہونا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص دو چہروں والا ہوگا قیامت میں اس کی آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔''

تشریح: دو چہروں کا مطلب یہ ہے کہ ایک کے پاس جا کر کچھ کہتا ہے اور دوسرے کے پاس جا کر کچھ اور کہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا یوں فرمایا کہ اس نے شرک کیا۔'' (یہ کفر و شرک حقیقی نہیں، بلکہ ظاہری اعتبار سے کفر و شرک والے کام ہیں)

تشریح: کچھ لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ اس طرح قسم کھاتے ہیں: تیری جان کی قسم، اپنی آنکھوں کی قسم، اپنے بچے کی قسم، یہ سب منع ہیں اور ایک حدیث میں ہے کہ اگر ایسی قسم کبھی منہ سے نکل جائے تو فوراً کلمہ پڑھ لے۔

ایسی قسم کھانا کہ اگر میں جھوٹ بولوں تو ایمان نصیب نہ ہو:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص قسم میں یہ کہے کہ مجھے ایمان نصیب نہ ہو تو اگر وہ جھوٹا ہوگا تب تو جس طرح اس نے کہا ہے اسی طرح ہو جائے گا اور اگر سچا ہوگا تب بھی ایمان پورا نہیں رہے گا۔''

تشریح: اسی طرح یوں کہنا کہ کلمہ نصیب نہ ہو یا دوزخ نصیب ہو، یہ سب ممنوع ہیں یہ عادت چھوڑ دینی چاہیے۔

فال والے یا نجومی کے پاس جانا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی نجومی یا فال والے کے پاس آئے اور کچھ باتیں پوچھے اور اس کو سچا جانے، اس شخص کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوں گی۔''

کتا پالنا اور تصویر رکھنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس میں فرشتے نہیں آتے۔''

تشریح: یعنی رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ بچوں کی تصویر والے کھلونے بھی منع ہیں۔

کسی عذر کے بغیر الٹا لیٹنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا، آپ نے اس کو اپنے پاؤں سے اشارہ کیا اور فرمایا: ''اس طرح لیٹنے والے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے۔''

کچھ دھوپ اور کچھ سائے میں بیٹھنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے اس طرح بیٹھنے کو منع فرمایا ہے کہ کچھ حصہ دھوپ میں ہو اور کچھ سائے میں۔

بدشگونی اور ٹوٹکا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بدشگونی شرک ہے۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جادو ٹونا شرک ہے۔''

بین کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے بین کر کے رونے والی عورت پر اور جو اسے سنے، اس پر لعنت فرمائی ہے۔

یتیم کا مال کھانا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت میں بعض لوگ اس طرح قبروں سے اٹھیں گے کہ ان کے منہ سے آگ کے شعلے نکلتے ہوں گے۔'' کسی نے آپ ﷺ سے پوچھا: ''یا رسول اللہ (ﷺ)! وہ کون لوگ ہوں گے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ لوگ اپنے پیٹ میں انگارے بھر رہے ہیں۔''

قیامت کے دن کا حساب وکتاب

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت میں کوئی شخص اپنی جگہ سے ہٹنے نہ پائے گا جب تک کہ چار باتیں اس سے نہ پوچھ لی جائیں۔ ایک تو یہ کہ عمر کس چیز میں گزاری؟ دوسری یہ کہ علم پر کتنا عمل کیا؟ تیسری یہ کہ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ چوتھی یہ کہ اپنے بدن کو کس چیز میں لگایا؟''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت میں سارے حقوق ادا کرنے پڑیں گے، یہاں تک کہ سینگ والی بکری سے بغیر سینگ والی بکری کی خاطر بدلہ لیا جائے گا۔''

جنت اور جہنم کو یاد رکھنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے خطبہ میں فرمایا: ''دو چیزیں بہت بڑی ہیں ان کو مت بھولنا یعنی جنت اور دوزخ۔'' پھر یہ فرما کر آپ ﷺ بہت روئے، یہاں تک کہ آنسوؤں سے آپ کی ڈاڑھی مبارک تر ہوگئی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے آخرت کی باتیں جتنی میں جانتا ہوں اگر تمہیں معلوم ہو جائیں تو جنگلوں کی طرف نکل جاؤ اور اپنے سر پر خاک ڈالتے پھرو۔''

قیامت کی علامات اور حالات

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب لوگ بیت المال کو اپنی ملک سمجھنے لگیں اور زکوٰۃ کو تاوان کی طرح مشکل سمجھیں، امانت کو غنیمت کا مال سمجھیں، مرد بیوی کی تابعداری اور ماں کی نافرمانی کرے، باپ کو غیر سمجھیں اور دوست کو اپنا سمجھیں، دین کا علم دنیا کمانے کے لیے حاصل کریں، حکمرانی اور حکومت ایسوں کو ملے جو سب سے زیادہ نکمے ہوں یعنی بد ذات، لالچی اور بداخلاق ہوں اور جو جس کام کے لائق نہ ہوں وہ کام ان کے سپرد ہو، لوگ ظالموں کی تعظیم اس خوف سے کریں کہ یہ ہمیں تکلیف نہ پہنچائیں، شراب کھلم کھلا پی جانے لگے، ناچنے گانے والی عورتوں کا رواج ہو جائے، موسیقی کے آلات کثرت سے ہو جائیں، پچھلے لوگ امت کے پہلے بزرگوں کو برا بھلا کہنے لگیں تو ایسے وقت میں تم لوگ سرخ آندھی آنے، آسمان سے پتھر برسنے، صورتیں بدل جانے اور ایسی آفتوں کا انتظار کرو جو لگاتار اس طرح آنے لگیں گی جیسے بہت سے دانے کسی دھاگے میں پرو رکھے ہوں اور وہ دھاگہ ٹوٹ جائے اور سب دانے یکے بعد دیگرے گرنے لگیں۔''

یہ نشانیاں بھی آئی ہیں کہ دین کا علم کم ہو جائے گا، جھوٹ بولنا ہنر سمجھا جائے گا، امانت کا خیال دلوں سے جاتا رہے گا، حیاو شرم جاتی رہے گی، ہر طرف کافروں کا غلبہ ہو جائے گا، نئی نئی غلط سلط باتیں ایجاد ہونے لگیں گے اور اس وقت ملک شام میں ایک شخص پیدا ہوگا جو سیدوں کا خون کرے گا اور مصروشام میں اس کا حکم چلے گا۔ جب یہ ساری نشانیاں ہو جائیں گی اس وقت سب ملکوں میں عیسائیوں کی حکمرانی ہو جائے گی۔ اسی عرصے میں روم کے مسلمان بادشاہ کی عیسائیوں کی ایک جماعت سے لڑائی ہوگی اور عیسائیوں کی دوسری جماعت سے صلح ہو جائے گی، دشمن جماعت شہر قسطنطنیہ پر چڑھائی کر کے قبضہ کرے گی، وہ بادشاہ اپنا ملک چھوڑ کر شام کے ملک میں چلا جائے گا اور عیسائیوں کی جس جماعت سے صلح ہوئی تھی اس کو اپنے ساتھ شامل کر کے اس دشمن جماعت سے بھر پور لڑائی لڑے گا اور اسلام کے لشکر کو فتح ہوگی۔ ایک دن حلیف عیسائیوں میں سے ایک شخص ایک مسلمان کے سامنے کہنے لگے گا کہ ہماری صلیب کی برکت سے فتح ہوئی۔ مسلمان اس کے جواب میں کہے گا کہ اسلام کی برکت سے فتح ہوئی، اسی میں بات بڑھ جائے گی یہاں تک کہ دونوں اپنے اپنے مذہب والوں کو پکار کر جمع کر لیں گے اور آپس میں لڑائی ہوگی، اس میں اسلام کا بادشاہ شہید ہو جائے گا اور شام کے ملک میں بھی عیسائیوں کی عملداری ہو جائے گی اور یہ عیسائی اس دشمن جماعت سے صلح کر لیں گے۔ بچے کچھے مسلمان مدینہ کو چلے جائیں گے اور خیبر تک عیسائیوں کی حکمرانی ہو جائے گی، اس وقت مسلمانوں کو فکر لاحق ہو جائے گی کہ حضرت مہدی کو تلاش کرنا چاہیے تاکہ ان مصیبتوں سے جان چھوٹے۔ اس وقت حضرت مہدی مدینہ منورہ میں ہوں گے اور اس ڈر سے کہ کہیں لوگ حکومت قبول کرنے کے لیے مجبور نہ کریں، مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو چلے جائیں گے اور اس زمانے کے ولی جو ابدال کا درجہ رکھتے ہیں سب حضرت مہدی کی تلاش میں ہوں گے اور بعض لوگ مہدی ہونے کے جھوٹے دعوے کرنا شروع کر دیں گے۔ غرض حضرت مہدی خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان ہوں گے کہ بعض نیک لوگ ان کو پہچان لیں گے اور اصرار کر کے حاکم بنانے کے لیے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لیں گے اور اسی بیعت میں ایک آواز آسمان سے آئے گی جس کو وہاں موجود سب لوگ سنیں گے، وہ آواز یہ ہو گی کہ یہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ یعنی حاکم بنائے ہوئے حضرت مہدی ہیں اور حضرت مہدی کے ظہور سے قیامت کی بڑی نشانیاں شروع ہو جائیں گی۔ جب آپ کی بیعت کا واقعہ مشہور ہوگا تو مدینہ منورہ میں جو فوجیں مسلمانوں کی ہوں گی وہ مکہ چلی آئیں گی اور ملک شام، عراق اور یمن کے ابدال اور اولیا سب آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور بھی عرب کی بہت سی فوجیں اکٹھی ہو جائیں گی۔ جب یہ خبر مسلمانوں میں مشہور ہوگی، ایک شخص خراسان سے حضرت مہدی کی مدد کے لیے ایک بڑی فوج لے کر چلے گا، جس کے لشکر کے آگے چلنے والے حصے کے سردار کا نام منصور ہوگا، وہ راستے میں بہت سے بد دینوں کا صفایا کرتا ہوا

جائے گا، جس شامی شخص کا اوپر ذکر آیا کہ سیدوں کا دشمن ہوگا چونکہ حضرت مہدی بھی سید ہوں گے وہ شخص حضرت مہدی سے لڑنے کے لیے ایک فوج بھیجے گا، جب یہ فوج مکہ اور مدینہ کے درمیان کے جنگل میں پہنچے گی اور ایک پہاڑ کے نیچے ٹھہرے گی تو یہ سب کے سب زمین میں دھنس جائیں گے، صرف دو آدمی بچ جائیں گے جن میں سے ایک تو حضرت مہدی کو جا کر خبر دے گا اور دوسرا اس شامی کو خبر پہنچائے گا۔ عیسائی ہر طرف سے فوجیں جمع کریں گے اور مسلمانوں سے لڑنے کی تیاری کریں گے۔ اس لشکر میں اس روز اسّی جھنڈے ہوں گے اور ہر جھنڈے کے ساتھ بارہ ہزار آدمی ہوں گے، کل نو لاکھ ساٹھ ہزار آدمی ہوں گے۔ حضرت مہدی مکہ سے چل کر مدینہ تشریف لائیں گے اور وہاں رسول اللہ ﷺ کے روضۂ مبارک کی زیارت کر کے شام کی طرف روانہ ہوں گے اور شہر دمشق تک پہنچنے پائیں گے کہ دوسری طرف سے عیسائیوں کی فوج مقابلہ میں آ جائے گی۔ حضرت مہدی کی فوج تین حصوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ ایک حصہ تو بھاگ جائے گا، ایک حصہ شہید ہو جائے گا اور ایک حصے کو فتح ہو گی اور اس شہادت اور فتح کا قصہ یہ ہوگا کہ حضرت مہدی عیسائیوں سے لڑنے کے لیے لشکر تیار کریں گے اور بہت سے مسلمان آپس میں قسم کھائیں گے کہ فتح کیے بغیر نہیں ہٹیں گے، پس اکثر مسلمان شہید ہو جائیں گے۔ صرف تھوڑے سے بچیں گے جن کو لے کر حضرت اپنے لشکر میں چلے آئیں گے۔ اگلے دن پھر اسی طرح ہوگا کہ قسم کھا کر جائیں گے اور تھوڑے سے بچ کر آئیں گے، تیسرے دن بھی ایسا ہی ہوگا۔ آخر چوتھے دن یہ تھوڑے سے آدمی مقابلہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو فتح دیں گے۔ پھر کافروں کا حوصلہ ٹوٹ جائے گا۔ اس کے بعد حضرت مہدی ملک کا بندوبست شروع کریں گے اور ہر طرف فوجیں روانہ کریں گے اور خود ان سارے کاموں سے نمٹ کر قسطنطنیہ فتح کرنے کو چلیں گے۔ جب دریائے روم کے کنارے پر پہنچیں گے تو بنو اسحاق کے ستر ہزار آدمیوں کو کشتیوں پر سوار کر کے اس شہر کو فتح کرنے کے لیے بھیج دیں گے، جب یہ لوگ شہر کی فصیل کے مقابل پہنچیں گے تو «اللّٰہ أکبر، اللّٰہ أکبر» باآواز بلند کہیں گے، اس نام کی برکت سے شہر پناہ کی سامنے کی دیوار گر پڑے گی اور مسلمان حملہ کر کے شہر کے اندر گھس جائیں گے اور کفار کو قتل کر دیں گے اور خوب عدل وانصاف سے ملک کا بندوبست کریں گے۔ حضرت مہدی سے جب بیعت ہوئی تھی اس وقت سے اس فتح تک چھ سال یا سات سال کی مدت گزرے گی۔ حضرت یہاں کے بندوبست میں لگے ہوں گے کہ ایک جھوٹی خبر مشہور ہوگی کہ شام میں دجال آ گیا ہے اور تمہارے خاندان میں فتنہ وفساد کر رہا ہے، اس خبر پر حضرت مہدی شام کی طرف سفر کریں گے اور تحقیق حال کے لیے نو یا پانچ سواروں کو آگے بھیج دیں گے، ان میں سے ایک شخص آ کر خبر دے گا کہ وہ خبر محض غلط تھی، ابھی دجال نہیں نکلا، حضرت کو اطمینان ہو جائے گا اور پھر سفر میں جلدی نہیں کریں گے، اطمینان کے ساتھ درمیان کے ملکوں کا بندوبست دیکھتے بھالتے شام پہنچیں

گے، وہاں پہنچ کر تھوڑے ہی دن گزریں گے کہ دجال بھی نکل آئے گا۔ دجال یہودیوں کی قوم میں سے ہوگا۔ پہلے شام اور عراق کے درمیان میں سے نکلے گا اور نبوت کا دعویٰ کرے گا، پھر اصفہان میں پہنچے گا اور وہاں کے ستر ہزار یہودی اس کے ساتھ ہو جائیں گے اور پھر خدائی کا دعویٰ شروع کر دے گا۔

اسی طرح بہت سے ملکوں سے گزرتا ہوا یمن کی سرحد تک پہنچے گا اور ہر جگہ سے بہت سے بددین ساتھ ہوتے جائیں گے یہاں تک کہ مکہ معظّمہ کے قریب آکر ٹھہرے گا، لیکن فرشتوں کی حفاظت کی وجہ سے شہر کے اندر نہ جانے پائے گا، پھر وہاں سے مدینہ کا ارادہ کرے گا اور وہاں بھی فرشتوں کا پہرہ ہوگا جس سے اندر نہ جانے پائے گا، اس عرصے میں مدینہ منورہ میں زلزلہ آئے گا اور جتنے آدمی دین میں سست اور کمزور ہوں گے سب زلزلہ سے ڈر کر مدینہ سے باہر نکل کھڑے ہوں گے اور دجال کے پھندے میں پھنس جائیں گے، اس وقت مدینہ میں ایک بزرگ ہوں گے جو دجال سے خوب بحث کریں گے۔ دجال جھنجھلا کر ان کو قتل کر دے گا اور پھر زندہ کر کے پوچھے گا اب تو مجھے خدا مانتا ہے؟ وہ کہیں گے کہ اب تو اور بھی یقین ہوگیا کہ تو دجال ہے، پھر وہ ان کو مارنا چاہے گا مگر اس کا کچھ بس نہ چلے گا اور ان پر کوئی چیز اثر نہیں کرے گی۔ وہاں سے دجال ملک شام کو روانہ ہوگا۔ جب دمشق کے قریب پہنچے گا تو حضرت مہدی وہاں پہلے سے پہنچ چکے ہوں گے اور لڑائی کی تیاری میں مشغول ہوں گے کہ عصر کا وقت آجائے گا اور مؤذن اذان کہے گا، لوگ نماز کی تیاری میں ہوں گے کہ اچانک حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے آسمان سے اترتے نظر آئیں گے اور جامع مسجد کے مشرقی مینارے پر آکر ٹھہریں گے اور وہاں سے زینہ لگا کر نیچے تشریف لائیں گے۔ حضرت مہدی سب لڑائی کا انتظام ان کے سپرد کرنا چاہیں گے، وہ فرمائیں گے لڑائی کا انتظام آپ ہی کریں، میں صرف دجال کے قتل کے لیے آیا ہوں۔ جب صبح ہوگی حضرت مہدی لشکر کو آراستہ فرمائیں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک گھوڑا اور ایک نیزہ منگوا کر دجال کی طرف بڑھیں گے اور اہلِ اسلام دجال کے لشکر پر حملہ کریں گے اور بہت سخت لڑائی ہوں گی، اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سانس میں یہ تاثیر ہوگی کہ جہاں تک نگاہ جائے وہاں تک سانس پہنچ سکے گی اور جس کافر کو سانس کی ہوا لگا دیں گے وہ فوراً ہلاک ہو جائے گا۔ دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر بھاگے گا۔ آپ اس کا پیچھا کریں گے، یہاں تک کہ بابِ لد کے مقام پر پہنچ کر نیزے سے اس کا کام تمام کر دیں گے اور مسلمان دجال کے لشکر کو قتل کرنا شروع کریں گے، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام شہر شہر تشریف لے جا کر جتنے لوگوں کو دجال نے ستایا تھا سب کو تسلی دیں گے اور اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوئی کافر روئے زمین پر نہیں رہے گا، پھر حضرت مہدی کا انتقال ہو جائے گا اور سارا انتظام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں آجائے گا۔ پھر یاجوج ماجوج نکلیں گے، ان کے رہنے

کی جگہ جہاں شمال کی طرف آبادی ختم ہوتی ہے اس سے بھی آگے ہے اور ادھر کا سمندر زیادہ سردی کی وجہ سے ایسا جما ہوا ہے کہ اس میں جہاز بھی نہیں چل سکتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق طور پہاڑ پر لے جائیں گے اور یا جوج ماجوج بڑی تباہی مچائیں گے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ ان سب کو ہلاک کر دیں گے اور عیسیٰ علیہ السلام پہاڑ سے اتر آئیں گے اور چالیس برس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام انتقال فرمائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ میں دفن ہوں گے۔

آپ کی گدی پر ملک یمن کا رہنے والا بیٹھے گا، جس کا نام جہجاح ہوگا اور وہ قحطان کے قبیلے سے ہوں گے جو بہت دینداری اور انصاف کے ساتھ حکومت کریں گے۔ ان کے بعد یکے بعد دیگرے کئی بادشاہ ہوں گے، پھر رفتہ رفتہ نیک باتیں کم ہونا شروع ہوں گی اور بری باتیں بڑھنے لگیں گی، اس وقت آسمان پر ایک دھواں سا چھا جائے گا اور زمین پر برسے گا جس سے مسلمانوں کو زکام اور کافروں کو بیہوشی ہوگی۔ چالیس روز کے بعد آسمان صاف ہو جائے گا اور اس وقت قریب قریب بقرعید کا مہینہ ہوگا۔ دسویں تاریخ کے بعد دفعۃً ایک رات اتنی لمبی ہوگی کہ مسافروں کا دل گھبرا جائے گا اور بچے سوتے سوتے اکتا جائیں گے اور چوپائے جانور جنگل میں جانے کے لیے چلانے لگیں گے اور کسی طرح صبح نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ تمام آدمی ہیبت اور گھبراہٹ سے بے قرار ہو جائیں گے۔ جب وہ رات تین راتوں کے برابر ہو جائے گی اس وقت سورج تھوڑی روشنی لیے ہوئے (جیسے گہن لگنے کے وقت ہوتا ہے) مغرب کی طرف سے نکلے گا، اس وقت کسی کا ایمان یا توبہ قبول نہیں ہوگی۔ جب سورج اتنا اونچا ہو جائے گا جتنا دوپہر سے پہلے ہوتا ہے تو دوبارہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مغرب ہی کی طرف لوٹ جائے گا اور معمول کے مطابق غروب ہوگا، پھر ہمیشہ اپنے قدیم معمول کے مطابق روشن اور چمکدار نکلتا رہے گا، اس کے تھوڑے ہی دن کے بعد صفا پہاڑ جو مکہ میں ہے زلزلہ سے پھٹ جائے گا اور اس جگہ سے بہت عجیب شکل وصورت کا ایک جانور نکل کر لوگوں سے باتیں کرے گا اور بڑی تیزی سے ساری زمین میں گھومتا جائے گا اور ایمان والوں کی پیشانی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے نورانی لکیر کھینچ دے گا جس سے اس کا سارا چہرہ روشن ہو جائے گا اور بے ایمان کی ناک یا گردن پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی سے سیاہ مہر لگائے گا جس سے اس کا سارا چہرہ میلا ہو جائے گا اور یہ کام کر کے وہ غائب ہو جائے گا۔ اس کے بعد جنوب کی طرف سے نہایت فرحت دینے والی ایک ہوا چلے گی، اس سے سب ایمان والوں کی بغل میں کچھ نکل آئے گا جس سے وہ مر جائیں گے، جب سب مسلمان مر جائیں گے تو ساری دنیا میں حبشی کافروں کی عملداری ہو جائے گی اور وہ لوگ خانہ کعبہ کو شہید کریں گے، حج بند ہو جائے گا، قرآن شریف دلوں سے اور کاغذوں سے اٹھ جائے گا، اللہ تعالیٰ کا خوف اور مخلوق کی شرم اٹھ جائے گی اور کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہیں رہے گا۔ اس وقت ملک شام میں بہت ارزانی ہوگی، لوگ اونٹوں، سواریوں

پر اور پیدل ادھر نکل پڑیں گے اور جو رہ جائیں گے ایک آگ پیدا ہوگی ان سب کو ہانکتی ہوئی شام میں پہنچا دے گی اور اس میں حکمت یہ ہے کہ قیامت کے روز ساری مخلوق اسی ملک میں جمع ہوگی۔ پھر وہ آگ غائب ہو جائے گی اور اس وقت دنیا کو بڑی ترقی ہوگی۔ تین چار سال اسی حال میں گزریں گے کہ دفعۃً جمعہ کے دن محرم کی دسویں تاریخ صبح کے وقت سب لوگ اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوں گے کہ صور پھونک دیا جائے گا۔ اوّل اوّل ہلکی ہلکی آواز ہوگی، پھر اس قدر بڑھے گی کہ اس کی ہیبت سے سب مر جائیں گے۔ زمین وآسمان پھٹ جائیں گے اور دنیا فنا ہو جائے گی۔ جب آفتاب مغرب سے نکلا تھا اس وقت سے صور کے پھونکنے تک ایک سو بیس برس کا زمانہ ہوگا۔ یہاں سے قیامت کا دن شروع ہوگا۔

قیامت کے دن کا ذکر:

جب صور پھونکنے سے پوری دنیا فنا ہو جائے گی اور چالیس برس اس ویرانی کی حالت میں گزر جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دوسری بار صور پھونکا جائے گا اور زمین آسمان پہلے کی طرح ہو جائیں گے اور مردے قبروں سے زندہ ہو کر نکل پڑیں گے اور قیامت کے میدان میں اکٹھے کر دیے جائیں گے اور سورج بہت نزدیک ہو جائے گا جس کی گرمی سے لوگوں کے دماغ پکنے لگیں گے اور جیسے جیسے لوگوں کے گناہ ہوں گے اتنا ہی زیادہ پسینہ نکلے گا اور لوگ اس میدان میں بھوکے پیاسے کھڑے کھڑے پریشان ہو جائیں گے۔ جو نیک لوگ ہوں گے ان کے لیے اس زمین کی مٹی میدے کی طرح بنا دی جائے گی، اس میں سے کھا کر بھوک کا علاج کریں گے اور پیاس بجھانے کے لیے حوضِ کوثر پر جائیں گے۔ پھر جب میدانِ حشر میں کھڑے کھڑے تنگ ہو جائیں گے اس وقت سب مل کر پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس پھر دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام کے پاس اس بات کی سفارش کرانے کے لیے جائیں گے کہ ہمارا حساب وکتاب اور فیصلہ جلدی ہو جائے۔ سارے انبیائے کرام علیہم السلام کوئی نہ کوئی عذر کر دیں گے اور سفارش کا وعدہ نہیں کریں گے۔ آخر میں ہمارے پیارے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہی درخواست کریں گے۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے قبول فرما کر مقامِ محمود میں (ایک مقام کا نام ہے) تشریف لے جا کر شفاعت فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ ہم نے سفارش قبول کی، اب ہم زمین پر اپنی تجلی فرما کر حساب کتاب کیے دیتے ہیں۔ پہلے آسمان سے فرشتے بہت کثرت سے اترنا شروع ہوں گے اور تمام آدمیوں کو ہر طرف سے گھیر لیں گے، پھر اللہ تعالیٰ کا عرش اترے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی تجلی ہوگی اور حساب کتاب شروع ہو جائے گا۔ اعمال نامے اڑائے جائیں گے۔ ایمان والوں کے دائیں ہاتھ میں اور بے ایمان کے بائیں ہاتھ میں وہ خود بخود آ جائیں گے اور اعمال تولنے کی ترازو کھڑی کی جائے گی جس سے سب کی نیکیاں اور برائیاں معلوم ہو جائیں گی اور پل صراط پر چلنے کا حکم ہوگا جس کی

نیکیاں تول میں زیادہ ہوں گی وہ پل سے پار ہو کر جنت میں جا پہنچے گا اور جس کے گناہ زیادہ ہوں گے، اگر اللہ تعالیٰ نے معاف نہ کر دیے ہوں گے تو وہ دوزخ میں گر جائے گا اور جس کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں گے وہ ''اعراف'' میں رہ جائے گا جو جنت اور جہنم کے درمیان ایک جگہ ہے، اس کے بعد ہمارے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے حضرات انبیائے کرام علیہم السلام، علمائے کرام، اولیائے کرام، شہدا، حفاظِ قرآن اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندے گنہگاروں کو بخشوانے کے لیے شفاعت کریں گے، ان کی شفاعت قبول ہوگی۔ جس کے دل میں ذرا بھی ایمان ہوگا وہ دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ اسی طرح جو لوگ اعراف میں ہوں گے وہ بھی آخر میں جنت میں داخل کر دیے جائیں گے اور دوزخ میں صرف وہی لوگ رہ جائیں گے جو بالکل کافر اور مشرک ہیں اور ایسے لوگوں کو کبھی دوزخ سے نکلنا نصیب نہ ہوگا۔ جب سب جنتی اور دوزخی اپنے اپنے ٹھکانوں میں جائیں گے اس وقت اللہ تعالیٰ دوزخ اور جنت کے درمیان میں موت کو ایک دنبہ کی صورت میں ظاہر کر کے سب جنتیوں اور دوزخیوں کو دکھا کر ذبح کرا دیں گے اور فرمائیں گے اب نہ جنتیوں کو موت آئے گی اور نہ دوزخیوں کو۔ سب کو اپنے اپنے ٹھکانے پر ہمیشہ کے لیے رہنا ہوگا، اس وقت نہ جنتیوں کی خوشی کی کوئی حد ہوگی اور نہ دوزخیوں کے صدمے اور رنج کی کوئی انتہا ہوگی۔

جنت کی نعمتوں کا ذکر:

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھیں اور نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی آدمی کے دل میں ان کا خیال آیا۔''

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت کی عمارت میں ایک اینٹ چاندی کی ہے اور ایک اینٹ سونے کی اور اینٹوں کے جوڑنے کا گارا خاص مشک کا ہے اور جنت کی کنکریاں موتی اور یاقوت ہیں اور وہاں کی مٹی زعفران ہے۔ جو شخص جنت میں چلا جائے گا چین وسکون سے رہے گا، رنج وغم نہیں دیکھے گا، ہمیشہ کے لیے اسی میں رہے گا، وہ کبھی نہیں مرے گا۔ نہ ان لوگوں کے کپڑے میلے ہوں گے، نہ ان کی جوانی ختم ہوگی۔''

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں دو باغ ایسے ہیں کہ وہاں کے برتن اور سارا سامان چاندی کا ہوگا اور دو باغ ایسے ہیں کہ وہاں کے برتن اور سارا سامان سونے کا ہوگا۔''

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں اوپر تلے سو درجے ہیں اور ایک درجے سے دوسرے درجے تک اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین وآسمان کے درمیان میں فاصلہ ہے یعنی پانچ سو برس کا۔ ان درجوں میں بڑا درجہ فردوس کا ہے اور اسی سے جنت کی چاروں نہریں نکلتی ہیں یعنی دودھ، شہد، شرابِ طہور اور پانی کی نہریں اور اس سے اوپر عرش ہے۔ تم جب اللہ سے مانگو تو

فردوس مانگا کرو اور یہ بھی فرمایا کہ ان میں ایک ایک درجہ اتنا بڑا ہے کہ اگر تمام دنیا کے آدمی ایک میں بھر دیے جائیں تو اچھی طرح سما جائیں۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں جتنے درخت ہیں سب کا تنا سونے کا ہے۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے پہلے جو لوگ جنت میں جائیں گے اُن کا چہرہ ایسا روشن ہوگا جیسے چودھویں رات کا چاند۔ پھر جو ان کے بعد جائیں گے ان کا چہرہ تیز روشنی والے ستارے کی طرح ہوگا۔ نہ وہاں پیشاب کی ضرورت ہوگی، نہ پاخانے کی، نہ تھوک کی، نہ رینٹھ کی۔ کنگھیاں سونے کی ہوں گی اور پسینہ مشک کی طرح خوشبودار ہوگا۔'' کسی نے پوچھا کہ پھر کھانا کہاں جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک ڈکار آئے گی جس میں مشک کی خوشبو ہوگی۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت والوں میں جو سب سے ادنیٰ درجہ کا ہوگا اس سے اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ اگر تجھے دنیا کے کسی بادشاہ کے ملک کے برابر دے دیں تو راضی ہو جائے گا؟ وہ کہے گا: اے پروردگار! میں راضی ہوں۔ ارشاد ہوگا جا تجھ کو اس کے پانچ گنا کے برابر دیا۔ وہ کہے گا: اے رب! میں راضی ہوگیا۔ پھر ارشاد ہوگا جا تجھ کو اتنا دیا اور اس سے دس گنا زیادہ دیا اور اس کے علاوہ جس چیز کو تیرا جی چاہے گا اور جس سے تیری آنکھ کو لذت ہوگی وہ تجھ کو ملے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ دنیا اور اس سے دس گنا زیادہ کے برابر اس کو ملے گا۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جنت والوں سے پوچھیں گے کیا تم خوش بھی ہو؟ وہ عرض کریں گے کہ بھلا خوش کیوں نہ ہوتے؟ آپ نے تو ہمیں وہ چیزیں دی ہیں جو آج تک کسی مخلوق کو نہیں دیں۔ ارشاد ہوگا: میں تمہیں ایسی چیز دوں جو ان سب سے بڑھ کر ہو۔ وہ عرض کریں گے کہ ان سے بڑھ کر کیا چیز ہوگی؟ ارشاد ہوگا کہ وہ چیز یہ ہے کہ میں تم سے ہمیشہ خوش رہوں گا، کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب جنت والے جنت میں جا چکیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کہ تم اگر اور کچھ چاہتے ہو تو میں تمہیں عطا کروں؟ وہ عرض کریں گے کہ ہمارے چہرے آپ نے روشن کر دیے، ہمیں جنت میں داخل کر دیا، ہمیں دوزخ سے نجات دے دی، ہمیں اور کیا چاہیے؟ اس وقت اللہ تعالیٰ پردہ اٹھائیں گے اور اپنے بندوں کو اپنا دیدار کرائیں گے، اللہ تعالیٰ کے دیدار میں جو لذت ہوگی ایسی لذت اور نعمت کہیں نہیں ہوگی۔''

جہنم کے حالات:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دوزخ کو ہزار برس تک دھونکا گیا یہاں تک کہ اس کا رنگ سرخ ہوگیا، پھر ہزار

برس تک دھونکا گیا یہاں تک کہ وہ سفید ہوگئی، پھر ہزار برس اور دھونکا گیا یہاں تک کہ وہ سیاہ ہوگئی۔ اب وہ بالکل سیاہ تاریک ہے۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمہاری یہ آگ جس کو جلاتے ہو دوزخ کی آگ سے تیزی میں ستر حصے کم ہے اور وہ ستر حصے اس سے زیادہ تیز ہے۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر ایک بڑا بھاری پتھر دوزخ کے کنارے سے چھوڑا جائے اور وہ ستر برس تک مسلسل گرتا رہے تب جا کر اس کی تہہ تک پہنچے گا۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دوزخ کو لایا جائے گا، اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر ایک لگام کو ستر ہزار فرشتے پکڑے ہوں گے، جس سے اس کو قابو کیے ہوئے ہوں گے۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جہنم میں سب سے ہلکا عذاب اس شخص کو ہوگا جس کے پاؤں میں صرف آگ کی دو جوتیاں ہوں گی مگر اس سے بھی اس کا دماغ ہنڈیا کی طرح ابلتا رہے گا اور وہ یہ سمجھے گا کہ اس سے بڑھ کر کسی کو عذاب نہیں ہو رہا۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جہنم میں اونٹ کے برابر بڑے بڑے سانپ ہیں، اگر ایک دفعہ کاٹ لیں تو چالیس سال تک زہر چڑھا رہے اور ایسے بڑے بچھو ہیں جیسے پالان کسا ہوا خچر، وہ اگر کاٹ لیں تو چالیس سال تک ان کے زہر کی لہر اٹھتی رہے گی۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ کر منبر پر تشریف لائے اور فرمایا: ''میں نے آج نماز میں جنت اور دوزخ کا ہو بہو نقشہ دیکھا، آج تک میں نے جنت سے زیادہ کوئی اچھی چیز اور دوزخ سے زیادہ کوئی تکلیف دہ چیز نہیں دیکھی۔''

ایمان کے شعبے

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایمان کے ستر سے کچھ زائد شعبے ہیں، ان میں سے سب سے بڑا کلمہ طیبہ ((لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ)) ہے اور سب سے چھوٹی بات یہ ہے کہ راستہ میں کوئی کانٹا، لکڑی، پتھر پڑا ہو جس سے چلنے والوں کو تکلیف ہو اس کو ہٹا دے اور شرم وحیا بھی ایمان کے شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے۔''

اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ جب اتنی باتیں ایمان سے تعلق رکھتی ہیں تو پورا مسلمان وہی ہوگا جس میں سب باتیں ہوں گی اور جس میں کوئی ایک بات ہو، دوسری نہ ہو وہ ادھورا مسلمان ہے۔ یہ تو معلوم ہے کہ مسلمان پورا ہی ہونا ضروری ہے۔ اس لیے ہر ایک مسلمان پر لازم ہے کہ ان سب باتوں کو اپنے اندر پیدا کرے اور کوشش کرے کسی بات کی کسر نہ رہ جائے۔ ذیل میں ایمان کے شعبوں کی تفصیل لکھی جاتی ہے۔ وہ کل ستتر (۷۷) ہیں:

تیس دل سے متعلق ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا۔

۲- یہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا سب چیزیں پہلے موجود نہ تھیں، پھر اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے پیدا ہوئیں۔

۳- یہ یقین کرنا کہ فرشتے موجود ہیں۔

۴- یہ یقین کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں پیغمبروں پر اُتاری ہیں وہ سب سچی ہیں، البتہ اب چونکہ قرآن مجید کے سوا دوسری کتابیں اصلی حالت میں محفوظ نہیں، اس لیے ان پر عمل نہیں رہا۔

۵- یہ یقین کرنا کہ سب پیغمبر سچے ہیں، البتہ اب صرف رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر چلنے کا حکم ہے۔

۶- یہ یقین کرنا کہ اللہ تعالیٰ کو سب باتوں کی پہلے ہی سے خبر ہے اور جو ان کو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے۔

۷- یہ یقین کرنا کہ قیامت آنے والی ہے۔

۸- جنت کو ماننا۔

۹- دوزخ کو ماننا۔

۱۰- اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنا۔

۱۱- رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھنا۔

۱۲- کسی سے بھی اگر محبت یا دشمنی کرے تو اللہ تعالیٰ ہی کی خاطر کرنا۔

۱۳- ہر کام میں اللہ کی رضا کی نیت کرنا۔ ۱۴- گناہوں پر پچھتانا۔

۱۵- اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ ۱۶- اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھنا۔

۱۷- شرم کرنا۔ ۱۸- نعمت کا شکر کرنا۔

۱۹- وعدہ پورا کرنا۔ ۲۰- صبر کرنا۔

۲۱- اپنے آپ کو دوسروں سے کم سمجھنا۔ ۲۲- مخلوق پر رحم کرنا۔

۲۳- جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اس پر راضی رہنا۔ ۲۴- اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا۔

۲۵- اپنی کسی خوبی پر نہ اترانا۔ ۲۶- کسی سے کینہ اور بغض نہ رکھنا۔

۲۷- حسد نہ کرنا۔ ۲۸- غصہ نہ کرنا۔

۲۹- کسی کا برا نہ چاہنا۔ ۳۰- دنیا سے محبت نہ رکھنا۔

سات باتیں زبان سے متعلق ہیں:

۳۱- زبان سے کلمہ پڑھنا۔ ۳۲- قرآن شریف کی تلاوت کرنا۔

۳۳- علم سیکھنا۔ ۳۴- علم سکھانا۔

۳۵- دعا کرنا۔ ۳۶- اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔

۳۷- لغو اور گناہ کی بات، جیسے: جھوٹ، غیبت، گالی، گانا وغیرہ سے بچنا۔

چالیس باتیں تمام بدن سے متعلق ہیں:

۳۸- وضو کرنا، غسل کرنا، کپڑے کا پاک رکھنا۔ ۳۹- نماز کا پابند رہنا۔

۴۰- زکوٰۃ، صدقہ فطر دینا۔ ۴۱- روزہ رکھنا۔

۴۲- حج کرنا۔ ۴۳- اعتکاف کرنا۔

۴۴- جہاں رہنے میں دین کا نقصان ہو وہاں سے ہجرت کرنا۔

۴۵- نذر پوری کرنا۔ ۴۶- جائز کام کی قسم پوری کرنا۔

۴۷- قسم توڑنے کے بعد اس کا کفارہ دینا۔ ۴۸- ستر چھپانا۔

۴۹- قربانی کرنا۔
۵۰- مردے کا کفن دفن کرنا۔
۵۱- قرض خواہ کا قرض ادا کرنا۔
۵۲- لین دین میں خلافِ شرع باتوں سے بچنا۔
۵۳- سچی گواہی کا نہ چھپانا۔
۵۴- اگر نفس تقاضا کرے تو نکاح کر لینا۔
۵۵- اپنے ماتحتوں کا حق ادا کرنا۔
۵۶- ماں باپ کو آرام پہنچانا۔
۵۷- اولاد کی پرورش کرنا۔
۵۸- رشتہ داروں سے بدسلوکی نہ کرنا۔
۵۹- آقا کی تابعداری کرنا۔
۶۰- انصاف کرنا۔
۶۱- مسلمانوں کی جماعت سے الگ کوئی طریقہ نہ نکالنا۔
۶۲- جائز امور میں حاکم کی اطاعت کرنا۔
۶۳- جھگڑنے والوں میں صلح کرا دینا۔
۶۴- نیک کام میں مدد دینا۔
۶۵- نیکی کا حکم دینا۔
۶۶- برائی سے روکنا۔
۶۷- دین کے دشمنوں سے جہاد کرنا۔
۶۸- امانت ادا کرنا۔
۶۹- ضرورت والے کو قرضہ دے دینا۔
۷۰- پڑوسی کا خیال رکھنا۔
۷۱- حلال کمانا۔
۷۲- شریعت کے مطابق خرچ کرنا۔
۷۳- سلام کا جواب دینا۔
۷۴- چھینکنے والے کو «یَرْحَمُكَ اللّٰه» کہنا۔
۷۵- کسی کو ناحق تکلیف نہ دینا۔
۷۶- خلافِ شرع کھیل تماشوں سے بچنا۔
۷۷- راستہ میں سے ڈھیلا، پتھر، کانٹا لکڑی ہٹا دینا۔

کتاب الآداب والاخلاق

وضو اور طہارت کے آداب:

ادب: تازہ وضو کا ثواب زیادہ ہے۔

ادب: قضائے حاجت کے وقت قبلے کی طرف رُخ اور پشت نہ کرو۔

ادب: کسی سوراخ میں پیشاب مت کرو، شاید اس میں سے کوئی سانپ یا بچھو وغیرہ نکل آئے۔

ادب: جہاں غسل کرنا ہو وہاں پیشاب مت کرو۔

ادب: قضائے حاجت کے وقت باتیں مت کرو۔

ادب: جب سو کر اُٹھو تو ہاتھ اچھی طرح دھونے سے پہلے پانی کے اندر نہ ڈالو۔

ادب: جو پانی دھوپ سے گرم ہوا ہو، اسے استعمال مت کرو۔ اس سے برص کی بیماری کا اندیشہ ہے، جس سے بدن پر سفید سفید داغ ہو جاتے ہیں۔

نماز کے آداب:

۱۔ نماز وقت پر پڑھو۔ رکوع، سجدہ اچھی طرح کرو۔ دھیان سے نماز پڑھو۔

۲۔ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اس کو نماز کی تاکید کرو، جب دس سال کا ہو جائے تو مار کر نماز پڑھواؤ۔

۳۔ ایسے کپڑے پر یا ایسی جگہ میں نماز پڑھنا اچھا نہیں جس کے نقش و نگار میں دھیان لگ جانے کا اندیشہ ہو۔

۴۔ فرض پڑھ کر بہتر ہے کہ اس جگہ سے ہٹ کر سنت اور نوافل پڑھو۔

۵۔ نفلیں اور وظیفے اتنے شروع کرو جس کو پورا کر سکو۔

زکوٰۃ اور صدقات کے آداب:

ادب: زکوٰۃ اور صدقات جہاں تک ہو سکے ایسے لوگوں کو دیے جائیں جو مانگتے نہیں، خودداری کے ساتھ گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں۔

ادب: خیرات میں تھوڑی چیز دینے سے مت شرماؤ، جو توفیق ہو دیدو۔

ادب: اپنے رشتہ داروں کو دینے سے دہرا اجر و ثواب ملتا ہے۔ ایک خیرات کا، دوسرا رشتہ دار سے احسان کرنے کا۔

ادب: غریب پڑوسیوں کا خیال رکھا کرو۔

قرآن مجید کی تلاوت کے آداب:

ادب: اگر قرآن پاک کی تلاوت اچھی طرح نہ کرسکو تو گھبرا کر مت چھوڑو۔ پڑھتے جاؤ، ایسے شخص کو دوہرا اجر ملتا ہے۔

ادب: اگر قرآن مجید پڑھا ہو تو اُس کو مت بھلاؤ بلکہ ہمیشہ پڑھتے رہو۔ قرآن مجید پڑھ کر بھلا دینے سے بڑا گناہ ہوتا ہے۔

ادب: قرآن مجید دھیان اور توجہ سے پڑھا کرو۔

دُعا اور ذکر کے آداب:

ادب: دعا مانگنے میں ان باتوں کا خیال رکھو:

۱- خوب شوق سے دعا مانگو۔

۲- گناہ کی چیز مت مانگو۔

۳- اگر کام ہونے میں دیر ہو جائے تو تنگ ہو کر دعا مت چھوڑو، قبول ہونے کا یقین رکھو۔

ادب: جہاں بیٹھ کر دنیا کی باتوں اور دھندوں میں لگو، وہاں تھوڑا بہت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا ذکر بھی ضرور کرلیا کرو۔

ادب: استغفار کثرت سے کیا کرو، اس سے مشکل آسان اور روزی میں برکت ہوتی ہے۔

ادب: اگر بدقسمتی سے گناہ ہو جائے تو توبہ میں دیر مت لگاؤ۔ اگر دوبارہ گناہ ہو جائے تو پھر جلدی سے توبہ کرو۔ یہ مت سوچو کہ جب توبہ ٹوٹ جاتی ہے تو پھر ایسی توبہ کرنے سے کیا فائدہ؟

کھانے پینے کے آداب:

۱- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کھانا شروع کرو۔ دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ، البتہ اگر برتن میں کئی قسم کی چیزیں ہوں تو جس چیز کو دل چاہے، جس طرف سے چاہو اُٹھا لو۔

۲- کھانے کے بعد انگلیاں چاٹ لیا کرو اور برتن میں اگر تھوڑا سا سالن رہ جائے تو اس کو بھی صاف کرلیا کرو۔

۳- لقمہ ہاتھ سے گر جائے تو اگر دل چاہے تو اس کو اٹھا کر صاف کر کے کھالو۔

۴- خربوزے کی قاشیں ہوں یا کھجور اور انگور کے دانے یا مٹھائی کی ڈلیاں ہوں تو ایک ایک اٹھاؤ۔ دو دو مت لو۔

۵- اگر کوئی بدبودار چیز کھائی ہو جیسے: کچی پیاز، لہسن وغیرہ تو محفل میں جانے سے پہلے منہ صاف کرلو تاکہ بو نہ رہے۔

۶- کھانے کے بعد اللہ کا شکر ادا کرو۔

۷- کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھولو اور کلی بھی کرلو۔

۸- زیادہ گرم کھانا مت کھاؤ۔

۹- مہمان کا اکرام کرو۔ اگر تم مہمان بن جاؤ تو اتنا مت ٹھہرو کہ دوسرے کو بوجھ محسوس ہونے لگے۔

۱۰- کھانا مل کر کھانے میں بڑی برکت ہوتی ہے۔

۱۱- کھانا کھانے کے بعد دسترخوان اٹھائے جانے سے پہلے نہیں اٹھنا چاہیے اور جب تک ساتھی کھانا کھا رہے ہوں، ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے تاکہ وہ شرم کی وجہ سے سیر ہوکر کھانے سے محروم نہ رہ جائیں۔ اگر اٹھنے کی ضرورت ہو تو ساتھیوں سے عذر بیان کردینا چاہیے۔

۱۲- مہمان کو دروازے تک پہنچانا سنت ہے۔

۱۳- پانی تین سانس میں پینا چاہیے۔ شروع میں ''بسم اللہ'' اور آخر میں ''الحمدللہ'' کہنا چاہیے اور سانس لیتے وقت برتن منہ سے الگ کردینا چاہیے۔

۱۴- جس برتن سے زیادہ پانی آجانے کا اندیشہ ہو یا جس برتن کے اندر کا حال معلوم نہ ہو کہ اس میں شاید کوئی کیڑا، کانٹا وغیرہ ہو تو ایسے برتن سے منہ لگا کر پانی نہیں پینا چاہیے۔

۱۵- بلاضرورت کھڑے ہوکر پانی نہیں پینا چاہیے۔

۱۶- دوسرے لوگوں کو پانی دیتے وقت دائیں جانب سے شروع کرنا چاہیے۔

۱۷- برتن کی ٹوٹی ہوئی جگہ سے پانی نہیں پینا چاہیے۔

۱۸- رات کو بسم اللہ پڑھ کر دروازے بند کرنا چاہیے، برتنوں کو ڈھانک دینا چاہیے، چراغ سوتے وقت گل کردینا چاہیے، چولہے کی آگ بجھا دینا چاہیے۔

۱۹- کھانے پینے کی چیز کسی کے پاس بھیجنا ہو تو ڈھانک کر بھیجو۔

پہننے اوڑھنے کے آداب:

۱- ایک جوتی پہن کر مت چلو۔

۲- چادر وغیرہ اس طرح نہیں لپیٹنا چاہیے کہ جلدی سے ہاتھ نکالنے میں مشکل ہو۔

۳- کپڑا دائیں طرف سے پہننا شروع کرو۔ مثلاً: دائیں آستین، دایاں پائنچہ، دائیں جوتی۔

۴- بائیں طرف سے اُتارنا شروع کرنا چاہیے۔

۵- کپڑا پہن کر یہ دعا پڑھنی چاہیے:

« اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی کَسَانِیْ هٰذَا وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ ».

۶- ایسا لباس مت پہنو جس میں بے پردگی ہو۔

۷- کپڑوں میں پیوند لگانے کو ذلت مت سمجھو۔

۸- لباس میں بہت زیادہ تکلف نہ کرو اور نہ ہی میلا کچیلا رہو۔ صفائی کا خیال رکھو، بالوں کو بنا سنوار کر رکھو، البتہ ہر وقت اسی میں نہ لگے رہو۔

۹- دونوں آنکھوں میں سرمہ تین تین سلائی لگاؤ۔

بیماری اور علاج کے آداب:

۱- بیمار کو کھانے پینے پر مجبور مت کرو۔

۲- بیماری میں بدپرہیزی مت کرو۔

۳- خلافِ شرع تعویذ، گنڈا، ٹوٹکا ہرگز استعمال مت کرو۔

۴- اگر کسی کو نظر لگ جائے تو جس پر شبہ ہو کہ اس کی نظر لگی ہے تو اس سے کسی برتن میں وضو کروا کر وہ پانی متاثر شخص کے اوپر ڈال دیا جائے، نظر کا اثر زائل ہو جائے گا۔

۵- جن بیماریوں سے دوسروں کو نفرت ہوتی ہے، جیسے: خارش، خون خراب ہو جانا وغیرہ، ایسے بیمار کو چاہیے کہ حتی الامکان خود ہی سب سے الگ رہے، تاکہ کسی کو تکلیف نہ ہو۔

خواب کے آداب:

۱- اگر ڈراؤنا خواب نظر آئے تو بائیں طرف تین بار تھوک دو اور تین بار اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھ کر کروٹ بدل لو اور کسی سے ذکر مت کرو، ان شاء اللہ کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

۲- اگر خواب بیان کرنا ہو تو ایسے شخص سے بیان کرو جو عقلمند اور تمہارا خیر خواہ ہو تاکہ بری تعبیر نہ بتائے۔

۳- جھوٹا خواب بنانا بڑا گناہ ہے۔

سلام کے آداب:

۱- سلام کرتے وقت السلام علیکم اور جواب میں وعلیکم السلام کہنا چاہیے۔ اس کے علاوہ دوسرے سب طریقے خلاف سنت ہیں۔

۲- سلام میں پہل کرنے والے کو زیادہ ثواب ملتا ہے۔

۳- کسی نے دوسرے کا سلام پہنچایا ہو تو جواب میں ‹‹ وعلیك وعلیه السلام ›› کہنا چاہیے۔

۴- اگر کئی آدمیوں میں سے ایک نے سلام کرلیا تو سب کی طرف سے ہوگیا، اسی طرح ساری مجلس میں سے ایک نے جواب دے دیا وہ بھی سب کی طرف سے ہوگیا۔ ہاتھ کے اشارے سے سلام کرتے وقت جھکنا منع ہے۔

۵- اگر کسی کو دور سے سلام کرنا ہو یا سلام کا جواب دینا ہو تو ہاتھ سے اشارہ کرنا جائز ہے، لیکن زبان سے بھی سلام کے الفاظ کہنے چاہئیں۔

٦- غیر مسلموں کے لیے السلام علیکم کے الفاظ کہنا جائز نہیں، بوقتِ ضرورت ان کو سلام کرتے وقت ‹‹ اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْہُدٰی ›› اور جواب میں صرف ‹‹ وعلیکم ›› کہنا چاہیے۔

نشست و برخاست کے آداب:

۱- اتراتے ہوئے مت چلو۔

۲- الٹا مت لیٹو۔

۳- ایسی چھت پر مت سوؤ جس کی منڈیر نہ ہو، شاید لڑھک کر گر پڑو۔

۴- کچھ دھوپ میں کچھ سائے میں مت بیٹھو۔

مجلس میں بیٹھنے کے آداب:

۱- کسی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود وہاں نہ بیٹھو۔

۲- کوئی شخص مجلس سے اُٹھ کر چلا گیا اور قرائن سے معلوم ہوا کہ وہ واپس آئے گا تو ایسی حالت میں اس کی جگہ کسی اور کو نہیں بیٹھنا چاہیے، وہ جگہ اُسی کا حق ہے۔

۳- اگر دو آدمی قصداً مجلس میں اکٹھے بیٹھے ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر ان کے درمیان بیٹھنا منع ہے، البتہ وہ اگر

اجازت دیدیں تو کوئی حرج نہیں۔

۴- جو شخص ملنے آئے، اس کو دیکھ کر ذرا اپنی جگہ سے کھسک جاؤ جس سے وہ یہ سمجھے کہ اس نے میری قدر کی۔

۵- مجلس میں نمایاں ہو کر بیٹھنے کی کوشش نہ کرو۔ جہاں جگہ میسر ہو، عام لوگوں کی طرح بیٹھ جاؤ۔

۶- جب چھینک آئے تو منہ پر کپڑا یا ہاتھ رکھ لو اور پست آواز سے چھینکو۔

۷- جمائی کو جہاں تک ہو سکے روکو۔ اگر نہ رکے تو منہ پر ہاتھ رکھ لو۔

۸- بہت زور سے مت ہنسو۔

۹- ناک منہ چڑھا کر تکبر کے ساتھ نہ بیٹھو۔

۱۰- موقع کی کوئی بات ہو تو بولنے میں بھی کوئی حرج نہیں، البتہ گناہ کی بات مت کرو۔

۱۱- مجلس میں بلا ضرورت پاؤں مت پھیلاؤ۔

زبان کی حفاظت:

۱- سوچے سمجھے بغیر کوئی بات مت کہو، جب سوچ کر یقین ہو جائے کہ یہ بات کسی طرح بری نہیں تب بولو۔

۲- کسی کو بے ایمان کہنا یا یوں کہنا کہ فلاں پر اللہ کی مار، اللہ کی پھٹکار، اللہ کا غضب پڑے، دوزخ نصیب ہو، چاہے آدمی کو کہے یا جانور کو، یہ سب گناہ ہے، جس کو کہا گیا ہے اگر وہ ایسا نہ ہوا تو یہ سب پھٹکار لوٹ کر اس کہنے والے پر پڑتی ہے۔

۳- اگر تمہیں کوئی نامناسب بات کہہ دے تو بدلے میں اتنا ہی کہہ سکتے ہو جتنا اس نے کہا، اگر ذرا بھی زیادہ کہا تو تم گنہگار ہو جاؤ گے۔

۴- دوغلی بات یعنی ایک کے سامنے اس کے مطلب کی اور دوسرے کے سامنے اس کے مطلب کی بات مت کرو۔

۵- چغل خوری ہرگز نہ کرو اور نہ کسی کی چغلی سنو۔

۶- جھوٹ ہرگز مت بولو۔

۷- خوشامد سے کسی کی منہ پر تعریف مت کرو اور پیٹھ پیچھے بھی حد سے زیادہ تعریف مت کرو۔

۸- کسی کی غیبت ہرگز نہ کرو۔ کسی کے بارے میں پیٹھ پیچھے ایسی بات کہنا کہ اگر وہ سنے تو اس کو ناگوار ہو اور وہ بات اس میں پائی جاتی ہو تو یہ غیبت ہے۔ اگر وہ بات اس میں نہیں تو وہ بہتان ہے، اس میں اور بھی زیادہ گناہ ہے۔

۹- کسی سے بحث و تکرار مت کرو، اپنی بات پر اصرار مت کرو۔

۱۰- زیادہ مت ہنسو، اس سے دل کی رونق جاتی رہتی ہے۔

۱۱- جس شخص کی غیبت کی ہے اگر اس سے معاف نہ کرا سکو تو اس شخص کے لیے دعائے مغفرت کیا کرو۔ امید ہے کہ قیامت میں معاف کر دے۔

۱۲- جھوٹا وعدہ مت کرو۔

۱۳- ایسا مزاح مت کرو جس سے دوسرا ذلیل ہو جائے۔

۱۴- اپنی کسی چیز یا کسی خوبی پر بڑائی مت جتلاؤ۔

۱۵- سنی سنائی باتیں مت کیا کرو کیونکہ اکثر ایسی باتیں جھوٹی ہوتی ہیں۔

۱۶- لوگوں کو نیکی کی دعوت دو اور بری باتوں سے منع کرتے رہو، البتہ اگر ماننے کی امید بالکل نہ ہو یا اندیشہ ہو کہ تکلیف پہنچائے گا تو خاموشی جائز ہے مگر دل سے بری بات کو برا سمجھو اور کسی ضرورت کے بغیر ایسے لوگوں سے میل جول مت رکھو۔

مسنون دعائیں

سوتے وقت کی دعا:

« اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوْتُ وَأَحْيٰى ».

ترجمہ: اے اللہ! آپ ہی کے نام کے ساتھ میں مرتا ہوں اور جیتا ہوں۔

سوکر اٹھنے کی دعا:

« اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ أَحْيَانَا بَعْدَ مَآ اَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُوْرُ ».

ترجمہ: شکر ہے اللہ کا جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف اُٹھنا ہے۔

صبح کی دعا:

« اَللّٰهُمَّ بِكَ أَصْبَحْنَا وَبِكَ أَمْسَيْنَا ، وَبِكَ نَحْيٰى وَبِكَ نَمُوْتُ ، وَإِلَيْكَ النُّشُوْرُ ».

ترجمہ: یا اللہ! ہم نے آپ ہی کی قدرت سے صبح کی اور آپ ہی کی قدرت سے ہم زندہ ہیں اور آپ ہی کی قدرت سے مرتے ہیں ہم اور آپ ہی کی طرف اُٹھنا ہے۔

شام کی دعا:

« اَللّٰهُمَّ بِكَ أَمْسَيْنَا وَبِكَ أَصْبَحْنَا ، وَبِكَ نَحْيٰى وَبِكَ نَمُوْتُ ، وَإِلَيْكَ النُّشُوْرُ ».

ترجمہ: یا اللہ! ہم نے آپ ہی کی قدرت سے شام کی اور آپ ہی کی قدرت سے ہم زندہ ہیں اور ہم آپ ہی کی قدرت سے مرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف اُٹھنا ہے۔

کھانا کھانے کی دعا:

﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴾

ترجمہ: شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

کھانے کے بعد کی دعا:

« اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ، وَكَفَانَا وَاٰوَانَا ».

ترجمہ: شکر ہے اللہ کا جس نے ہم کو کھلایا، پلایا اور ہمیں مسلمانوں میں سے کیا اور ہماری کفایت کی اور حفاظت کی۔

فجر اور مغرب کے بعد سات مرتبہ پڑھنے کی دعا:

((اَللّٰهُمَّ أَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ)).

ترجمہ: یا اللہ! مجھ کو دوزخ سے پناہ دیجیے۔

فجر اور مغرب کے بعد تین مرتبہ پڑھنے کی دعا:

"بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْئٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ، وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ"

ترجمہ: اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں کہ جس کے نام کے ساتھ کوئی چیز زمین اور آسمان میں نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہ سنتا اور جانتا ہے۔

سواری پر سوار ہونے کی دعا:

﴿ سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ﴿١٣﴾ وَإِنَّآ إِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴾

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے بس میں کر دیا اس کو اور ہم اس کو قابو میں نہیں کر سکتے تھے اور ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

دعوت کھانے کے بعد کی دعا:

((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْمَا رَزَقْتَهُمْ، وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ)).

ترجمہ: یا اللہ! ان کے لیے اس چیز میں برکت دیجیے جو تو نے ان کو عطا فرمائی اور ان کی خطاؤں کو بخشئے اور ان پر رحم کیجیے۔

چاند دیکھ کر پڑھنے کی دعا:

((اَللّٰهُمَّ أَهِلَّهٗ عَلَيْنَا بِالْيُمْنِ وَالْإِيْمَانِ، وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ، رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ)).

ترجمہ: اے اللہ! اس چاند کو ہم پر برکت، ایمان، خیریت اور اسلام کے ساتھ نکال۔ (اے چاند) میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔

مصیبت زدہ کو دیکھ کر پڑھنے کی دعا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ عَافَانِيْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ، وَفَضَّلَنِيْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا)).

ترجمہ: شکر ہے اللہ کا جس نے بچایا مجھے اس مصیبت سے کہ جس میں تجھے مبتلا کیا اور مجھے اپنی بہت سی مخلوق پر فضیلت دی۔ (لیکن ذرا آہستہ سے پڑھیں کہ اس کو سن کر افسوس نہ ہو)

رخصت کرنے کی دعا:

((أَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكُمْ وَأَمَانَتَكُمْ وَخَوَاتِيْمَ أَعْمَالِكُمْ)).

ترجمہ: میں اللہ کے سپرد کرتا ہوں تیرے دین اور تیری قابلِ حفاظت چیزوں کو اور تیرے اعمال کے انجاموں کو۔

نکاح کی مبارک باد کی دعا:

((بَارَكَ اللّٰهُ لَكُمَا وَبَارَكَ عَلَيْكُمَا ، وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِيْ خَيْرٍ)).

ترجمہ: اللہ تعالیٰ برکت دے تم دونوں کو اور برکت نازل کرے تم دونوں پر اور ملاپ رکھے تم دونوں میں خیر کے ساتھ۔

مصیبت کے وقت کی دعا:

((يَاحَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ)).

ترجمہ: اے اللہ! حی وقیوم! میں مدد چاہتا ہوں آپ کی رحمت کے ساتھ۔

ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت کی دعائیں:

((أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ، وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ)). (تین مرتبہ)

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہوں، نہیں کوئی معبود سوائے اُس کے، وہی ہے
زندہ اور قائم اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔

((لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ)).

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، سارا ملک اسی کا ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (ایک مرتبہ)

سُبْحَانَ اللّٰهِ . (تینتیس مرتبہ) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ . (تینتیس مرتبہ)

اَللّٰهُ اَكْبَرُ . (چونتیس مرتبہ) قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلْفَلَقِ (آخر تک) (ایک مرتبہ)

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلنَّاسِ (آخر تک) (ایک مرتبہ)

آیۃ الکرسی ایک مرتبہ، صبح کے وقت سورۂ یٰسین ایک مرتبہ، مغرب کے بعد، سورۂ واقعہ ایک مرتبہ، عشاء کے بعد، سورۂ ملک ایک مرتبہ، جمعہ کے دن، سورۂ کہف ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو اور سوتے وقت ﴿ ءَامَنَ ٱلرَّسُولُ ﴾ بھی سورت کے ختم تک پڑھ لیا کرو۔ جس قدر ہوسکے قرآن مجید کی تلاوت روزانہ کیا کرو۔

اخلاق وعاداتِ نبویہ (شمائل) علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

نام مبارک ونسب شریف:

آپ کا مشہور مبارک نام محمد (ﷺ) ہے۔ آپ کے والد کا نام عبد اللہ ہے۔ ان کے والد کا نام عبد المطلب، ان کے والد کا نام ہاشم اور ان کے والد کا نام عبد مناف ہے۔ آپ کی والدہ کا نام آمنہ ہے، ان کے والد کا نام وہب، ان کے والد کا نام عبد مناف اور ان کے والد کا نام زہرہ ہے۔ یہ عبد مناف آپ ﷺ کے پردادا ہاشم کے والد کے علاوہ دوسرے شخص ہیں۔

پیدائش اور حیاتِ مبارکہ کے مختلف ادوار:

آپ ﷺ پیر کے روز ربیع الاوّل کے مہینے میں اس سال پیدا ہوئے جس سال حبشہ کا کافر بادشاہ ابرہہ ہاتھی لے کر کعبہ کو گرانے کے لیے حملہ آور ہوا تھا۔ جب کہ آپ ابھی رحمِ مادر میں تھے اور آپ کے والد انتقال کر گئے تھے۔ جب آپ پانچ سال اور دو روز کے تھے، آپ کی رضاعی والدہ حلیمہ سعدیہ نے آپ کو آپ کی والدہ کے پاس واپس پہنچا دیا۔ جب آپ چھ سال کے ہوگئے تو آپ کی والدہ آپ کو ساتھ لے کر مدینہ میں آپ کے دادا کے ننہیال بنی نجار کے ہاں گئیں اور ایک مہینے کے بعد واپس آتے ہوئے مقام ابواء میں انتقال کر گئیں۔ آپ کی باندی امِ ایمن بھی ساتھ تھیں، وہ آپ کو مکہ لے آئیں۔ آپ کے دادا عبد المطلب نے آپ کی پرورش شروع کی، پھر آپ کے دادا کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد آپ کے چچا ابو طالب نے آپ کی پرورش کی اور وہ آپ کو شام کی طرف تجارت کے لیے لے جارہے تھے کہ راستے میں نصاریٰ کے ایک عبادت گزار عالم ''بحیرا'' نے آپ کو دیکھا اور آپ کے چچا کو تاکید کی کہ وہ آپ کی حفاظت کریں اور اس نے یہ بھی کہا کہ یہ نبی ہیں۔ ''بحیرا'' نے آپ کو مکہ واپس کرا دیا، پھر آپ خود حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مالِ تجارت لے کر شام کی طرف چل دیے، راستے میں نصاریٰ کے ایک عالم ''نسطورا'' نے آپ کے نبی ہونے کی گواہی دی۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو حضرت خدیجہؓ سے آپ کی شادی ہوگئی۔ اس وقت آپ کی عمرِ مبارک پچیس سال تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چالیس سال کی تھیں۔ پھر چالیس سال کی عمر میں آپ کو نبوت ملی اور آپ باون یا ترپن سال کے تھے کہ واقعۂ معراج پیش آیا۔

نبوت کے بعد تیرہ سال تک آپ مکہ میں رہے، پھر جب کافروں نے بہت تکلیف دی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ مدینہ منورہ چلے گئے۔ ہجرت کے دوسرے سال غزوۂ بدر پیش آیا، اس کے بعد اور غزوات ہوئے۔ آپ ﷺ نے سب چھوٹی بڑی

ملا کر پینتیس جنگیں لڑیں۔ (غزوات اور سرایا کی صحیح مقدار کے بارے میں محدثین کا اختلاف ہے)

نکاح اور ازواجِ مطہرات:

آپ ﷺ نے گیارہ ازواجِ مطہرات سے نکاح کیا، جن میں سے دو یعنی حضرت خدیجہ اور زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں انتقال کر گئیں اور نو آپ ﷺ کی وفات کے وقت زندہ تھیں، جن کے نام یہ ہیں:

۱- حضرت سودہ ۲- حضرت عائشہ ۳- حضرت حفصہ ۴- حضرت ام سلمہ

۵- حضرت زینب بنت جحش ۶- حضرت ام حبیبہ ۷- حضرت ام جویریہ ۸- حضرت میمونہ

۹- حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین)

اولاد:

آپ ﷺ کی اولاد چار صاحبزادیاں تھیں۔ سب سے بڑی حضرت زینب، ان سے چھوٹی حضرت رقیہ، ان سے چھوٹی حضرت ام کلثوم اور سب سے چھوٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن ہیں۔ یہ سب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہیں۔

آپ ﷺ کی نرینہ اولاد تین مشہور ہیں: قاسم، طیب، ابراہیم۔ بعض نے طاہر اور عبداللہ کا نام بھی لکھا ہے، اس طرح آپ کی نرینہ اولاد پانچ ہوگئی۔ بعض نے کہا ہے کہ طاہر اور عبداللہ ایک ہیں تو پھر چار صاحبزادے ہوں گے اور اگر عبداللہ، طیب اور طاہر کو ایک شمار کیا جائے تو تین ہوں گے۔ ابراہیم آپ ﷺ کی باندی حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے، ابراہیم کے علاوہ باقی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے ہوئی۔

مزاج وعاداتِ مبارکہ:

آپ ﷺ دل کے بہت سخی تھے، کسی سوالی کو "نہیں" کبھی نہیں کہا۔ اگر کچھ ہوتا تو دے دیتے، نہ ہوتا تو نرمی سے سمجھا دیتے اور کسی اور وقت دینے کا وعدہ فرماتے۔ آپ ﷺ بات کے بڑے سچے تھے۔ آپ کی طبیعت بہت نرم تھی، سب باتوں میں سہولت اور آسانی کا معاملہ فرماتے۔ اپنے پاس اٹھنے بیٹھنے والوں کا بڑا خیال رکھتے کہ ان کو کسی طرح تکلیف نہ پہنچے، یہاں تک کہ اگر رات کو اٹھ کر باہر جانا ہوتا تو بہت ہی آہستہ جوتے پہنتے، بہت آہستہ سے کواڑ کھولتے، بہت وقار کے ساتھ چلتے۔ اگر گھر میں تشریف لاتے اور گھر والے سو رہے ہوتے تو بھی سب کام چپکے چپکے کرتے تا کہ کسی کی نیند خراب نہ ہو جائے۔ نگاہ ہمیشہ نیچی رکھتے، بہت سے آدمیوں کے ساتھ چلتے تو اوروں سے پیچھے رہتے، جو سامنے آتا اس کو پہلے خود سلام کرتے۔ جب بیٹھتے تو بہت عاجزی کی صورت بنا کر۔ جب کھانا کھاتے تو بہت ہی غریبوں کی طرح بیٹھ کر، پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ تکلف

کی تشتریوں میں کبھی نہیں کھایا۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے خوف سے غمگین رہتے، ہر وقت اسی سوچ میں لگے رہتے، اسی غم میں کروٹ چین نہ آتا۔ زیادہ وقت خاموش رہتے، بدونِ ضرورت کے گفتگو نہ فرماتے۔ جب بولتے تو ایسا صاف کہ دوسرا آدمی خوب سمجھ لے۔ آپ ﷺ کی بات نہ تو اتنی لمبی ہوتی کہ ضرورت سے زیادہ ہو اور نہ اس قدر کم ہوتی کہ مطلب بھی سمجھ میں نہ آئے۔ بات میں ذرا بھی سختی نہ تھی، نہ برتاؤ میں کسی طرح کی سختی تھی۔ اپنے پاس آنے والے کی بے قدری نہیں کرتے تھے۔ کسی کی بات نہیں کاٹتے تھے، البتہ اگر کوئی خلافِ شرع کوئی بات کرتا تو منع فرما دیتے یا وہاں سے خود اٹھ جاتے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت کیسی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو آپ ﷺ اس کو بہت بڑا سمجھتے تھے، کبھی اس میں عیب نہ نکالتے تھے، البتہ جس چیز کو دل نہ چاہتا اس کو خود نہ کھاتے اور نہ اس کی تعریف کرتے، نہ اس میں عیب نکالتے۔ دنیا کی کیسی ہی بات ہو اس کی وجہ سے آپ ﷺ کو غصہ نہ آتا، مثلاً: کسی کے ہاتھ سے نقصان ہو گیا، کسی نے کوئی کام بگاڑ دیا، یہاں تک کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دس برس تک آپ ﷺ کی خدمت کی، ان دس سالوں میں کسی موقع پر آپ ﷺ نے یوں نہیں فرمایا کہ کیوں کیا اور کیوں نہیں کیا؟ بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کبھی حضور ﷺ کے گھر کے بعض افراد (کسی غلطی پر) مجھے ملامت کرتے تو حضور ﷺ ان کو منع فرما دیتے اور فرماتے کہ جو کچھ تقدیر میں تھا وہ ہو گیا، البتہ اگر کوئی بات خلافِ شرع ہو جاتی تو اس وقت آپ ﷺ کے غصے کی کوئی تاب نہیں لا سکتا تھا۔

اپنے ذاتی معاملہ میں آپ ﷺ نے کبھی غصہ نہیں کیا۔ اگر کسی سے ناراض ہوتے تو صرف منہ پھیر لیتے، یعنی زبان سے کچھ سخت وسست نہ فرماتے اور جب خوش ہوتے تو نگاہ نیچی فرما لیتے۔ کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرم وحیا تھی، قہقہہ لگا کر نہیں ہنستے تھے بلکہ صرف مسکرا دیتے تھے۔

سب کے ساتھ مل جل کر رہتے، یہ نہیں کہ اپنی شان بڑھانے کے لیے لوگوں سے کھنچنے لگیں بلکہ کبھی کبھی کسی کا دل خوش کرنے کیلئے ہنسی مذاق بھی فرما لیتے، اس میں بھی وہی بات فرماتے جو سچی ہوتی۔ نفلیں اس قدر پڑھتے کہ کھڑے کھڑے دونوں پاؤں سوج جاتے۔ جب قرآن شریف پڑھتے یا سنتے تو اللہ تعالیٰ کے خوف اور محبت سے روتے۔ مزاج میں اس قدر عاجزی تھی کہ اپنی اُمت کو حکم فرمایا کہ بڑھا چڑھا کر میری تعریف مت کرو۔ بیمار کی عیادت کرتے، چاہے وہ امیر ہو یا غریب، کسی کا انتقال ہو جاتا تو آپ ﷺ اس کی نمازِ جنازہ کے لیے تشریف لے جاتے۔ کوئی غلام بھی دعوت دیتا تو قبول فرما لیتے۔ اگر کوئی جو کی روٹی اور بدمزہ چربی کی دعوت کرتا تو آپ ﷺ اس سے بھی انکار نہ فرماتے۔ زبان سے کوئی بے فائدہ بات نہ نکلتی۔ سب کی دلجوئی کرتے، کوئی ایسا برتاؤ نہ فرماتے جس سے کسی کو گھبراہٹ ہو۔ ظالموں اور شرپسندوں کے شر سے حسنِ تدبیر کے ساتھ اپنا بچاؤ بھی

کرتے مگران کے ساتھ اسی خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آتے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونے والوں میں سے اگر کوئی نہ آتا تو اس کے بارہ میں دریافت فرماتے۔ہر کام کو نظم وضبط سے کرتے۔اٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کو یاد فرماتے۔جب کسی محفل میں تشریف لے جاتے تو مجلس کے کنارے پر بیٹھ جاتے، نہ یہ کہ سب کو پھاند کر بڑی جگہ بنا کر بیٹھتے۔اگر بات کرنے کے وقت کئی آدمی ہوتے تو باری باری سب کی طرف رُخ کر کے بات کرتے، ایسا نہ ہوتا کہ ایک طرف تو توجہ ہو اور دوسروں کو دیکھیں بھی نہیں۔سب کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتے کہ ہر شخص یوں سمجھتا کہ مجھے سب سے زیادہ چاہتے ہیں۔اگر کوئی پاس آکر بیٹھتا یا بات شروع کرتا تو اس کی خاطر بیٹھے رہتے، جب پہلے وہ خود اٹھ جاتا تو آپ اٹھتے۔آپ کے اخلاق سب کے لیے عام تھے۔گھر میں جا کر آرام کے لیے مسند پر تکیہ لگا کر بیٹھتے تھے۔گھر کے کام اپنے ہاتھ سے کر لیتے۔کبھی بکری کا دودھ نکال لیا، کبھی اپنے کپڑے صاف کر لیے، اپنا کام اکثر اپنے ہاتھ سے کر لیا کرتے۔کیسا ہی برے سے برا آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا، اس سے بھی مہربانی کے ساتھ ملتے اور اس کی دل شکنی نہ فرماتے۔غرض یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ خوش اخلاق تھے۔

اگر کسی سے کوئی ناپسندیدہ بات ہو جاتی تو کبھی اس کے سامنے نہ جتلاتے۔نہ طبیعت میں سختی تھی اور نہ کبھی سختی کی صورت بناتے، جیسے: بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ کسی کو ڈرانے دھمکانے کے لیے بتکلف غصہ کی صورت بنا کر ویسی ہی باتیں کرنے لگتے ہیں، نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت چلّانے کی تھی۔جو کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برائی کرتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اس کے ساتھ برائی نہ فرماتے، بلکہ معاف اور درگزر فرما دیا کرتے۔کبھی اپنے ہاتھ سے کسی غلام، خدمت گار یا عورت کو بلکہ کسی جانور کو بھی نہیں مارا، البتہ شریعت کے حکم سے سزا دینا اور بات ہے۔اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی زیادتی کرتا تو اس کا بدلہ نہ لیتے۔ہر وقت ہنس مکھ رہتے اور ناک بھوؤں نہ چڑھاتے۔مزاج بہت نرم تھا، نہ بات میں سختی تھی اور نہ برتاؤ میں سختی اور نہ بیبا کی تھی کہ جو چاہا پھٹ سے کہہ دیا۔نہ کسی کا عیب بیان فرماتے، نہ کسی چیز کے دینے میں دریغ فرماتے۔اپنی بڑائی ظاہر نہ کرتے، کسی سے بحث مباحثہ نہ فرماتے، جس بات میں کوئی فائدہ نہ ہو اس میں مشغول نہ ہوتے، نہ کسی کی برائی کرتے، نہ کسی کے عیب کی کھود کرید کرتے اور وہی بات منہ سے نکالتے جس میں ثواب ملتا ہے۔کوئی باہر کا پردیسی آجاتا اور بول چال یا سوال کرنے میں ادب کا خیال نہ کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو برداشت فرماتے۔کسی کو اپنی تعریف نہ کرنے دیتے۔احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمدہ اخلاق اور اعلیٰ صفات کا ذکر تفصیل سے موجود ہے۔

حلیۂ مبارکہ اور اوصافِ طیبہ:

۱۔ بیہقی نے حضرت براء بن عازب سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ حسین اور سب سے زیادہ

خوش اخلاق تھے۔ نہ بہت لمبے تھے، نہ پستہ قد تھے۔

۲- ابن سعد نے اسماعیل بن عیاش سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کے تکلیف دینے پر سب سے زیادہ صبر فرماتے تھے۔

۳- ترمذی نے ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس میں ہے کہ آپ ﷺ چلتے وقت قوت سے پاؤں اٹھاتے اور قدم اس طرح رکھتے کہ گویا آگے کو جھک جاتے۔ اس طرح تواضع کے ساتھ قدم بڑھا کر چلتے کہ گویا کسی بلندی سے پستی میں اتر رہے ہیں۔ جب کسی چیز کی طرف دیکھتے تو پورا رُخ پھیر کر اس کی طرف دیکھتے۔ نگاہ نیچی رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کی نظر بہ نسبت آسمان کے زمین کی طرف بہت زیادہ رہتی تھی اور آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پیچھے چلا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی عام عادتِ مبارکہ کن انکھیوں سے دیکھنے کی تھی۔

مطلب یہ ہے کہ انتہا درجے کی حیا کی وجہ سے پورا سر اٹھا کر اور نگاہ بھر کر نہیں دیکھتے تھے۔ جب کوئی شخص آپ ﷺ سے ملتا تو پہلے آپ ﷺ ہی اس کو سلام کرتے تھے۔

۴- ابوداؤد نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کے کلام میں ترتیل ہوتی تھی۔

یعنی آپ ٹھہر ٹھہر کر بات چیت فرماتے تھے تاکہ مخاطب اچھی طرح سمجھ لے، لیکن اس قدر ٹھہر ٹھہر کر نہیں جس سے مخاطب اکتا جائے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ ایک بات کو تین بار دہرایا کرتے تھے، غرض یہ کہ آپ ﷺ موقع کے مطابق نہایت عمدہ طریقہ سے گفتگو فرماتے تھے۔

بعض مخاطب بیدار مغز اور جلدی سمجھنے والے ہوتے ہیں ان کے لیے ایک بات کو بار بار لوٹانا نا مناسب ہے اور بعض مخاطب دیر سے بات سمجھتے ہیں ان کو ایک بار سنانا نا مناسب ہے اور جہاں ہر قسم کے لوگ ہوں وہاں تین بار بات کو لوٹانا مناسب ہے، اس لیے کہ بعض اعلیٰ درجہ کے سمجھدار ہوتے ہیں، وہ پہلی ہی دفعہ سمجھ لیں گے اور بعض اوسط درجے کی سمجھ رکھتے ہیں وہ دو بار کہنے سے سمجھ لیں گے اور بعض غبی ہوتے ہیں، وہ تین بار کہنے سے بخوبی سمجھ لیں گے اور اگر کہیں اس مقدار سے بھی زیادہ کی ضرورت ہو تو خوش اخلاقی کی بات یہ ہے کہ اس سے بھی دریغ نہ کرے۔ جناب رسولِ مقبول ﷺ کو خوش اخلاقی کا اعلیٰ ترین درجہ عطا ہوا تھا، جو نہ کسی کو پہلے میسر ہوا اور نہ آئندہ میسر ہوگا۔ خوش اخلاقی کا برتاؤ بہت بڑا کمال ہے۔ حضور ﷺ کی عادتِ مبارک یہ تھی کہ آپ ﷺ کام خود کرتے تھے۔ اس میں خوب اچھی طرح قواعد کی پابندی فرماتے تھے اور دوسروں سے اگر ان امور میں غلطی یا کوتاہی ہوتی تھی تو ڈانٹتے نہ تھے، البتہ ان کی اصلاح کی غرض سے باقاعدہ اہتمام کرتے اور نرمی سے نصیحت فرما

دیتے تھے۔

۵- ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسولِ مقبول ﷺ کا کلام جدا جدا ہوتا تھا، جو شخص اس کو سنتا تھا سمجھ لیتا تھا۔

۶- بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تمام بری عادتوں میں سے جھوٹ سب سے زیادہ ناگوار ہوتا تھا۔

۷- بیہقی، ابوداؤد اور نسائی رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کو سب کپڑوں میں یمنی چادر سب سے زیادہ پسند تھی، جس میں کئی رنگ ہوتے ہیں اور عزیزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابن ارسلان رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس کپڑے کے پسندیدہ ہونے کی یہ حکمت نقل کی ہے کہ وہ کپڑا بہت زیادہ زینت والا نہیں ہوتا بلکہ سادہ ہوتا ہے اور وہ میلا بھی کم ہوتا ہے۔

۸- بخاری اور ابن ماجہ رحمہا اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو وہ عبادت زیادہ محبوب تھی جو ہمیشہ ادا ہو سکے۔

یعنی نماز وغیرہ نفلی عبادت اس قدر کرنی چاہیے جس کی پابندی کر سکے، یہ نہیں کہ ایک دن تو بہت زیادہ عبادت کر لی اور دوسرے دن کچھ بھی نہیں کیا، تھوڑی عبادت جو ہمیشہ ہو سکے وہ اس زیادہ عبادت سے بہتر ہے کہ جو کبھی ہو اور کبھی نہ ہو۔

۹- ابن السنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کو بکری کے گوشت میں اس کا اگلا حصہ یعنی دستی کا گوشت زیادہ پسند تھا۔

۱۰- حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ پینے کی چیزوں میں آپ ﷺ کو ٹھنڈا اور میٹھا پانی زیادہ محبوب تھا۔

۱۱- ابن السنی اور ابونعیم رحمہا اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کو پینے کی چیزوں میں شہد کا شربت بہت زیادہ محبوب تھا۔

۱۲- ابونعیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ہر قسم کے سالن میں سرکہ زیادہ محبوب تھا۔

۱۳- مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کو پسینہ زیادہ آتا تھا اور

عزیزی میں ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پسینہ کو اکٹھا کر لیتی تھیں اور دوسری خوشبو میں ملا لیتی تھی، کیونکہ وہ خوشبودار ہوتا تھا۔

۱۴- حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کی ہے کہ میوہ جات میں آپ ﷺ کو تازہ کھجوریں اور خربوزہ زیادہ محبوب تھا۔

۱۵- ابونعیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کو دستی کا گوشت دوسرے حصوں کے گوشت سے زیادہ پسند تھا۔

۱۶- امام احمد اور نسائی رحمہما اللہ تعالیٰ نے بسند صحیح حضرت ابو واقد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ امام ہوتے تھے تو نماز بہت مختصر پڑھتے تھے اور جب تنہا نماز پڑھتے تو بہت طویل پڑھتے تھے۔

آپ ﷺ مقتدیوں کے ساتھ اس لیے مختصر نماز پڑھتے تھے کہ ان کو تکلیف نہ ہو اور تنہا اس لیے لمبی نماز پڑھتے کہ نماز آپ ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اس میں آپ ﷺ کو چین وسکون حاصل ہوتا تھا اور اس سے بڑھ کر کیا چین ہوگا کہ محبوبِ حقیقی کے سامنے عاجزانہ کھڑا ہو کر اس سے التجا کرے۔ مختصر اور لمبی پڑھنے کی مقدار دوسری احادیث میں تفصیل کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔

۱۷- امام احمد اور ابوداؤد رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی کے دروازے پر تشریف لے جاتے تو دروازے کے سامنے کھڑے نہ ہوتے، بلکہ دائیں یا بائیں طرف کھڑے ہوتے اور فرماتے: ''السلام علیکم''۔

یہ طریقہ سنت ہے کہ کہیں جائے تو دروازے کے سامنے کھڑا نہ ہو، دائیں یا بائیں جانب کھڑا ہو، اس لیے کہ اس طرح کھڑے ہونے میں کسی کی بے پردگی کا اندیشہ نہیں، البتہ اگر دروازہ بند ہو تو دروازے کے سامنے کھڑے ہونے میں بھی مضایقہ نہیں۔ گھر والے کو اپنے آنے کی اطلاع اس طرح کرے کہ ''السلام علیکم'' کہے، اگر وہ پہلی بار نہ سنے تو دوبارہ یہی الفاظ کہے۔

۱۸- ابن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ نے طبقات میں حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی یہ عادت تھی کہ جب آپ ﷺ کے پاس کوئی شخص آتا اور آپ ﷺ اس کے چہرے پر خوشی کے آثار دیکھتے تو اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیتے۔ (اس سے غرض یہ ہوتی کہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ مانوس ہو جائے)

۱۹- ابن مندہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کے پاس کوئی شخص آتا اور اس کا نام آپ ﷺ کو ناپسند ہوتا تو اس نام کو بدل دیتے تھے۔

۲۰- امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ کے پاس کوئی اپنے مال کی زکوٰۃ لاتا تھا (تاکہ آپ ﷺ اس کو مناسب جگہ پر خرچ کردیں) تو آپ ﷺ فرماتے تھے: "اے اللہ! فلاں شخص پر رحمت فرما۔"

ہمیں بھی یہ طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ جب کوئی ہمارے ذریعہ سے صدقات تقسیم کرائے یا کسی چندہ میں رقم دلائے تو ہم اس کو یہی دعا دیں۔

۲۱- حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کو کوئی خوشی پیش آتی تھی تو فرماتے تھے:

((الحمدللّٰہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات)).

اور جب کوئی ناگواری پیش آتی تو فرماتے:

((الحمدللّٰہ علی کل حال)).

۲۲- امام احمد اور ابن ماجہ رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے حصے میں (جہاد میں) لونڈی اور غلام آتے تو آپ ﷺ تمام گھر والوں کو بانٹ دیتے تاکہ ان میں باہم تفریق نہ ہو جائے (یعنی اگر کسی کو ملے اور کسی کو نہ ملے تو اندیشہ ہے کہ ان لوگوں میں باہم رنجش پیدا ہو جائے) ہم لوگوں کو بھی یہی طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ جب کوئی چیز تقسیم کریں تو ہر موقع پر اس کا خیال رکھیں کہ ایسا طریقہ اختیار نہ کریں جس سے باہم لوگوں میں رنجش پیدا ہو اور کوئی فساد اور خرابی پیدا ہو، چاہے برادری میں تقسیم کی جائے یا اہل وعیال میں یا شاگردوں و مریدوں میں۔

۲۳- خطیب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کے سامنے کھانا لایا جاتا (اور دوسرے لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ شریک ہوتے) تو آپ ﷺ اپنے آگے سے کھاتے اور جب آپ ﷺ کے پاس چھوہارے لائے جاتے تو ہر طرف سے لے لیتے تھے۔

۲۴- ابن السنی رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ کے پاس (موسم کا) پہلا پہلا پھل لایا جاتا تو آپ ﷺ اس کو دونوں آنکھوں سے لگاتے، پھر دونوں ہونٹوں سے لگاتے اور فرماتے: ((اَللّٰھُمَّ کَمَا أَرَیْتَنَا اَوَّلَہٗ فَاَرِنَا آخِرَہٗ)) پھر پاس بیٹھے ہوئے بچوں کو دے دیتے۔

۲۵- ابن عساکر رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر اور حضرت قاسم بن محمد رحمہم اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کے پاس برتن میں خوشبودار تیل وغیرہ لایا جاتا تو آپ ﷺ اس تیل میں انگلیاں تر فرما کر استعمال فرماتے۔

۲۶- طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ جب سونے کے لیے لیٹتے تو اپنے دائیں ہاتھ کو دائیں رخسار کے نیچے رکھ لیتے۔

۲۷- شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے القاب میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ جب (سر میں) تیل لگانے کا قصد فرماتے تو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر ڈال کر ابرو سے لگانا شروع کرتے، پھر دونوں آنکھوں پر لگاتے، پھر سر پر لگاتے۔

۲۸- ابوداؤد، ترمذی اور طیالسی رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت انس اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ جب قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تو اپنے کپڑے کو اس وقت تک نہ اُٹھاتے جب تک کہ زمین سے قریب نہ ہو جاتے، تاکہ بغیر ضرورت ستر نہ کھلے۔

ستر کھولنے کی ضرورت تو اسی وقت ہوتی ہے جب قضائے حاجت کے لیے آدمی بیٹھ جائے، پہلے سے ستر کھولنے کی چونکہ کوئی حاجت نہیں، اس لیے آپ ﷺ عین ضرورت کے وقت ستر کھولتے تھے۔

۲۹- ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ جنابت کی حالت میں (بغیر غسل کیے) سونے کا ارادہ فرماتے تو وضو فرما لیتے اور جب غسل کرنے سے پہلے کھانے یا پینے کا ارادہ ہوتا تو دونوں ہاتھ (گٹوں تک) دھو لیتے، پھر کھاتے پیتے۔

۳۰- حاکم و ابوداؤد رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ لشکر کو رخصت فرماتے تو یہ دعا پڑھتے:

«اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكُمْ وَاَمَانَتَكُمْ وَخَوَاتِيْمَ اَعْمَالِكُمْ».

۳۱- خطیب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ نیا کپڑا پہنتے تو جمعہ کو پہنتے تھے۔

۳۲- حکیم ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ

ﷺ جب مسواک فرما لیتے تو آپ کے پاس جو بڑا شخص ہوتا اس کو عنایت فرما دیتے تھے اور جب کچھ پانی وغیرہ پیتے تو بچا ہوا اس شخص کو عنایت فرماتے جو آپ کی دائیں طرف ہوتا۔

۳۳- ابن السنی اور طبرانی رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب شمالی ہوا چلتی تو رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھتے:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَآ اَرْسَلْتَ فِیْھَا)).

ترجمہ: ''یا اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس چیز کے شر سے جس کو آپ نے اس ہوا میں بھیجا ہے۔''

۳۴- امام احمد اور حاکم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو اپنے اہلِ بیت میں سے کسی کے بارے میں معلوم ہوتا کہ اس نے ایک دفعہ بھی جھوٹ بولا ہے تو آپ ﷺ اس وقت تک اس سے ناراض رہتے جب تک کہ وہ شخص توبہ نہ کر لیتا اور جب توبہ کر لیتا تو آپ اس سے راضی ہو جاتے۔

۳۵- شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب غمگین ہوتے تو ڈاڑھی مبارک ہاتھ میں لے لیتے تھے اور اس کو دیکھتے رہتے۔

۳۶- ابن السنی اور نعیم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اور ابو نعیم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہ بات نقل کی ہے کہ آپ ﷺ جب غمگین ہوتے تو بکثرت ڈاڑھی مبارک کو ہاتھ لگاتے۔

۳۷- امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب سرمہ لگاتے تو طاق عدد سے سلائی آنکھوں میں پھیرتے تھے۔ دوسری حدیث میں جس کو ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے، یہ بات ہے کہ ہر آنکھ میں تین تین سلائی سرمہ لگاتے تھے۔

۳۸- مسلم اور امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ کھانا کھاتے تو اپنی ان تین انگلیوں کو جن سے آپ کھایا کرتے تھے، چاٹ لیا کرتے تھے۔

۳۹- ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ کو کوئی دشواری پیش آتی تو سر مبارک کو آسمان کی طرف اٹھا کر ((سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمُ)) پڑھتے۔

۴۰- ابو داؤد اور ابن ماجہ رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی کو کسی کام کے لیے بھیجتے تو فرما دیتے کہ لوگوں کو خوش خبری سنایا کرو، ان کو نفرت نہ دلاؤ، آسانی کرو، سختی نہ کرو۔

۴۱- ابوداؤد اور ترمذی رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت صخر بن وداعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے رسول اللہ ﷺ جب لشکر کو روانہ کرنے کا ارادہ فرماتے تو دن کے شروع میں روانہ فرماتے تھے۔ (کیونکہ وہ برکت کا وقت ہے)

۴۲- ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی یہ عادت تھی کہ جب آپ ﷺ کو کسی شخص کی کوئی بات بری معلوم ہوتی تو آپ اس کو نصیحت کے وقت یہ نہیں فرماتے تھے کہ فلاں شخص کا کیا حال ہے کہ وہ ایسا کام کرتا ہے یا ایسی بات کہتا ہے، بلکہ یوں فرماتے تھے: ''لوگوں کا کیا حال ہے کہ ایسی ایسی باتیں (یعنی بری باتیں) کہتے ہیں اور ایسے ایسے (یعنی برے) کام کرتے ہیں۔''

سبحان اللہ! کیا حسن اخلاق تھے رسول اللہ ﷺ کے اور کیا دانائی تھی کہ نصیحت بھی اس طرح فرماتے تھے جس سے مقصود بھی حاصل ہو جائے اور وہ مجرم رسوا بھی نہ ہو اور اس کو شرمندگی بھی نہ ہو بلکہ نصیحت کی قدر کرے اور اس پر عمل کرے۔

۴۳- ابونعیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حلیۃ الاولیاء میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب صبح کھانا کھا لیتے تھے تو شام کو نہ کھاتے تھے اور جب شام کو کھا لیتے تھے تو صبح کو نہ کھاتے تھے۔

فائدہ:

مقصود یہ ہے کہ آپ ﷺ دن میں ایک وقت کھانا کھاتے تھے، کبھی صبح کو اور کبھی شام کو۔

۴۴- ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راویت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب وضو فرماتے تھے تو اگر مکروہ وقت نہ ہوتا تو دو رکعت نماز نفل تحیۃ الوضو پڑھ لیتے تھے، پھر فرض نماز پڑھنے کے لیے مسجد تشریف لے جاتے تھے۔

۴۵- خطیب اور ابن عساکر رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت تھی کہ جب سردی کا موسم آتا تو آپ ﷺ جمعہ کی رات سے مکان کے اندر سونا شروع فرماتے تھے اور جب گرمی کا موسم آتا تو جمعہ کی رات سے باہر سونا شروع فرماتے اور جب نیا کپڑا پہنتے تو اللہ تعالیٰ کی حمد فرماتے اور دو رکعت نماز پڑھتے اور پرانا کپڑا کسی ضرورت مند کو عطا فرما دیتے۔

۴۶- بیہقی اور خطیب رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت حسن بن محمد بن علی رحمہم اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب مال آتا تو اگر صبح کے وقت آتا تو دوپہر تک نہیں رکھتے تھے اور اگر شام کے وقت آتا تو رات تک نہیں رکھتے تھے۔

فائدہ:

یعنی فوراً خرچ فرما دیا کرتے تھے۔

۴۷- محدث بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب زیادہ ہنسی آتی تو منہ پر ہاتھ رکھ لیتے تھے۔

۴۸- ابن السنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی مجلس میں بیٹھتے اور بات چیت فرماتے، پھر وہاں سے اٹھنے کا ارادہ فرماتے تو استغفار پڑھتے۔

فائدہ:

دوسری حدیث میں آیا ہے کہ وہ استغفار یہ تھا:

«اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ».

۴۹- ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیٹھتے اور باتیں کرتے تھے تو کثرت سے آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے تھے۔

۵۰- امام احمد اور ابوداؤد رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی دشواری پیش آتی تو نفل نماز پڑھتے۔

۵۱- ابن السنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سعید بن حکیم سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو کوئی چیز اچھی لگتی اور اس کو نظر لگ جانے کا اندیشہ فرماتے تو یہ دعا پڑھتے:

«اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيْهِ وَلَا تَضُرَّهٗ».

فائدہ:

آپ ﷺ کی نظر سے کسی کو برائی نہیں پہنچ سکتی تھی مگر باوجود اس کے آپ ﷺ اُمت کو تعلیم دینے کے لیے یہ عمل فرماتے تھے۔

۵۲- ابن سعد نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی عورت کو نکاح کا پیغام دیتے تھے اور وہ منظور نہ ہوتا تو دوبارہ اس کا ذکر نہیں فرماتے تھے (یعنی اصرار نہیں فرماتے تھے، اگر پیغام منظور ہو جاتا تو نکاح فرما لیتے ورنہ خاموش رہتے) اور کسی پر دباؤ نہیں ڈالتے تھے۔

آپ ﷺ نے ایک عورت کو پیغامِ نکاح دیا، اس نے انکار کیا، پھر خود اس نے آپ ﷺ سے نکاح کرنا چاہا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہم نے دوسری عورت سے نکاح کرلیا ہے۔''

۵۳- ابن سعد اور ابن عساکر رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ ازواجِ مطہرات کے ساتھ اکیلے ہوتے تھے تو بہت نرمی اور خوب خاطر داری اور خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔

۵۴- ابن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حبیب بن صالح رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلا میں تشریف لے جاتے تو جوتے پہن کر جاتے اور سر کو ڈھک لیتے تھے۔

۵۵- بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راویت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی مریض کی عیادت فرماتے تو اس سے یہ کہتے تھے:

((لَا بَاسَ طَهُوْرٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى)).

۵۶- طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راویت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب دعا فرماتے تو پہلے اپنے لیے دعا فرماتے۔ (پھر دوسروں کے لیے دعا کرتے تھے)

۵۷- نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو کسی بات سے پریشانی ہوتی تو یہ دعا پڑھتے:

((اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّىْ لَا شَرِيْكَ لَهٗ)).

۵۸- ابن مندہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی بات یا کسی کام سے راضی ہوتے تو خاموشی اختیار فرماتے تھے۔

۵۹- ابونعیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب ازواجِ مطہرات میں سے کسی کی آنکھ دکھتی تو آرام ہونے تک ان سے ہم بستری چھوڑ دیتے تھے۔

۶۰- ابن المبارک وابن سعد رحمہما اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی جنازہ پر تشریف لے جاتے تو بہت خاموشی اختیار فرماتے تھے اور موت کو یاد فرماتے تھے۔

۶۱- حاکم، ابوداؤد اور ترمذی رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو چھینک آتی تو اپنا ہاتھ یا کپڑا منہ پر رکھ لیتے اور آواز کو پست فرما لیتے تھے۔

۶۲- مسلم اور ابوداؤد رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کوئی عمل شروع فرماتے تو پھر اس کو ہمیشہ کیا کرتے تھے۔

۶۳- ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو کھڑے ہونے کی حالت میں غصہ آتا تو آپ ﷺ بیٹھ جاتے اور جب بیٹھنے کی حالت میں غصہ آتا تو آپ ﷺ لیٹ جاتے۔

۶۴- ابو داؤد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مردہ کے دفن سے فارغ ہوتے تھے تو قبر پر کچھ دیر ٹھہرتے تھے اور آپ کے ساتھی بھی ٹھہر جاتے تھے اور آپ ﷺ فرماتے تھے کہ اپنے مردہ بھائی کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو اور اس کے لیے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو، اس لیے کہ اس وقت اس سے سوال کیا جاتا ہے۔ (یعنی منکر ونکیر کے سوال کا وقت ہے، اس لیے اس کے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا کرو تا کہ مردے کو پریشانی نہ ہو)

۶۵- ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب کرتہ پہنتے تھے تو دائیں طرف سے شروع فرماتے تھے۔ (یعنی پہلے دایاں ہاتھ اس میں داخل فرماتے تھے)

۶۶- ابن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عادتِ مبارک یہ تھی کہ جب آپ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کوئی آپ سے ملتا اور وہ آپ کے ساتھ ٹھہر جاتا تو آپ بھی ٹھہر جاتے اور جب تک وہ شخص چلا نہ جاتا تو آپ ٹھہرے رہتے اور جب آپ کے صحابہ میں سے کوئی آپ سے ملاقات کرتا اور آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا تو آپ ﷺ اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیتے اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں سے اس وقت تک نہ نکالتے تھے جب تک کہ وہ خود نہ چھوڑ دیتا (اور ابن المبارک کی روایت میں یہ بھی ہے کہ) آپ اپنا چہرہ اس کے سامنے سے نہ پھیرتے تھے جب تک کہ وہ اپنا چہرہ آپ کے سامنے سے نہ پھیر لیتا تھا اور آپ جب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی سے ملاقات فرماتے تھے اور وہ صحابی آپ کے کان کے قریب ہونا چاہتے (سرگوشی کے لیے) تو آپ ان کے قریب اپنا کان کر دیتے اور اپنے کان کو نہ ہٹاتے جب تک کہ وہ شخص بات پوری کر کے خود نہ ہٹ جاتا۔

۶۷- نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے آپ کے صحابہ میں سے کوئی ملتا تھا تو آپ مصافحہ فرماتے تھے اور ان کے لیے دعا فرماتے تھے۔

۶۸- طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ صحابہ سے ملتے تو مصافحہ نہیں فرماتے تھے یہاں تک کہ سلام کر لیتے (یعنی پہلے سلام کرتے تھے پھر مصافحہ فرماتے تھے)

۶۹- ابن السنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی شخص کو پکارنا چاہتے تھے اور اس کا نام یاد نہ ہوتا تھا تو ''یا ابن عبداللہ'' کہہ کر پکارتے تھے۔ (یعنی اے اللہ کے بندے کے بیٹے)

۷۰- حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ چلتے تھے تو ادھر ادھر نہیں دیکھتے تھے۔

۷۱- ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کا بچھونا ٹاٹ کا تھا۔

۷۲- حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا کرتہ ٹخنوں سے اوپر ہوتا تھا (یعنی نصف پنڈلیوں تک، جیسا کہ دوسری روایت میں آیا ہے) اور آپ کے کرتہ کی آستینیں انگلیوں کے برابر ہوتی تھیں اور دوسری حدیث میں جس کو ابوداؤد اور ترمذی رحمہما اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے آستین کی لمبائی ہاتھوں کے گٹوں تک وارد ہوئی ہے۔ (غرض دونوں طرح آپ کا پہننا ثابت ہے، پس آپ ﷺ کے کرتے کی آستینیں کبھی گٹوں تک ہوتی تھیں اور کبھی انگلیوں کے برابر)

۷۳- امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا تکیہ چمڑے کا تھا، جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری تھی۔

۷۴- طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو معمولی درجہ کے چھوہارے بھی اس قدر میسر نہ آتے تھے جس سے آپ شکم سیر ہو جاتے۔

۷۵- ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ کل کے لیے کوئی چیز جمع نہیں رکھتے تھے۔

۷۶- طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ چلتے تھے تو لوگوں کو آپ کے آگے سے نہ ہٹایا جاتا تھا اور نہ مارا جاتا تھا۔ (جیسا کہ متکبرین کی عادت ہوتی ہے کہ خادم سامنے سے لوگوں کو ہٹاتا ہے، جھڑکتا ہے تاکہ اُن کے لیے راستہ خالی ہو جائے)

۷۷- ابن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ تین دن سے کم میں قرآن شریف ختم نہیں فرماتے تھے۔

۷۸- ابن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ نے محمد بن الحنفیہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کی یہ عادت تھی کہ آپ کسی جائز کام

(کے کرنے) سے منع نہیں فرماتے تھے۔ پس جب آپ سے کوئی سوال کیا جاتا اور آپ اس سوال کے پورا کرنے کا ارادہ کرتے تو فرماتے: ''ہاں'' اور اگر اس کے پورا کرنے کا ارادہ (کسی مجبوری سے) نہ ہوتا تھا تو خاموش رہتے تھے۔

کتابُ السّلوکِ والاحسان

اخلاقِ ذمیمہ اور ان کا علاج

« عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ اللّٰهَ لَايَنْظُرُ إِلٰى اَجْسَامِكُمْ وَلَا إِلٰى صُوَرِكُمْ ، وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ إِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ ». (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور صورتوں کی طرف نہیں دیکھتے بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارے قلوب اور اعمال کی طرف دیکھتے ہیں۔''

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے اعمال کو قبول نہیں فرماتے جو بظاہر اچھے معلوم ہوں مگر حقیقت میں اخلاص اور توجہ قلب سے خالی ہوں، مثلاً: کوئی شخص بظاہر عبادت میں مشغول ہے مگر اس کے دل میں غفلت چھائی ہوئی ہے اور اس بات کی طرف توجہ نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہے یا کوئی اور کام کر رہا ہے تو عبادت مقبول نہیں ہوگی اگرچہ اس صورت میں بھی فرض ذمہ سے ساقط ہو جائے گا مگر مکمل ثواب سے محروم رہے گا، اس لیے کہ دل جسم کا بادشاہ ہے، جب تک اس کی اصلاح نہیں ہوگی اس وقت تک دوسرے اعمال درست نہیں ہوں گے۔

لوگ آج کل اس میں بہت بڑی کوتاہی کرتے ہیں۔ ظاہری اعمال تو تھوڑے بہت کرتے ہیں اور ان کا علم بھی کسی حد تک حاصل کرتے ہیں مگر باطنی اصلاح اور قلب کی درستگی کی کچھ بھی فکر نہیں کرتے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ امراضِ باطنیہ، ریا، کینہ، حسد وغیرہ کا علاج کوئی ضروری نہیں، فقط ظاہری اعمال ہی نجات کے لیے کافی ہیں، حالانکہ اصل مقصود اصلاحِ قلب ہے، جیسا کہ مذکورہ حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے اور اعمال ظاہری ذریعہ ہیں قلب کے درست ہونے کا اور ظاہر اور باطن میں کچھ ایسا قدرتی تعلق ہے کہ بغیر ظاہری حالت درست کیے باطنی حالت درست نہیں ہوتی اور جب تک ظاہری اعمال پر دوام (ہمیشگی اور پابندی) نہ ہو، اصلاحِ باطن دائم نہیں رہتی اور جب باطنی حالت درست ہو جاتی ہے تو ظاہری اعمال خوب اچھی طرح ادا ہوتے ہیں۔

خوب سمجھ لینا چاہیے کہ جس طرح اعمالِ ظاہرہ صوم وصلوٰۃ وغیرہ کا ادا کرنا اور ان کے ادا کرنے کا طریقہ جاننا واجب ہے، اسی طرح قلب کو باطنی امراض، ریا، نمود، کینہ، حسد اور بغض وغیرہ سے صاف رکھنا اور ان مہلک امراض سے قلب کی صفائی کا طریقہ جاننا بھی ضروری ہے۔

حدیث میں ہے:

عن النعمان بن بشیر مرفوعاً فی حدیث طویل : ((اَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ)). (متفق علیه)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سنو! بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، جب وہ درست ہوتا ہے تو تمام بدن درست ہوتا ہے اور جب وہ فاسد ہوجاتا ہے تو تمام بدن فاسد اور خراب ہوجاتا ہے اور آگاہ رہو کہ وہ ٹکڑا دل ہے۔''

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اعضا کی درستی اور اطاعتِ خداوندی بجالانا دل کے درست ہونے پر موقوف ہے کیونکہ دل جسم کا بادشاہ ہے اور رعیت کی اصلاح موقوف ہوتی ہے بادشاہ کے نیک ہونے پر، پس اعضا نیک کام اس وقت ہی کریں گے، جب دل نیک ہوگا، لہٰذا دل کی اصلاح کی کوشش کرنا واجب ہے۔

دیکھیے شریعت نے ایسی حالت میں جبکہ انسان کو کھانے کی شدید خواہش ہو اور اس حالت میں نماز پڑھنے سے طبیعت پریشان ہو تو یہ حکم دیا ہے کہ ایسی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، بلکہ پہلے کھانا کھالو پھر نماز پڑھو، بشرطیکہ نماز کا وقت ختم نہ ہو جائے، تو اس میں حکمت یہ ہے کہ عبادت سے مقصود اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری اور بندگی کا اظہار ہے، اس طرح کہ ظاہر و باطن اس کی عبادت میں مشغول ہوں اور غیر اللہ کی طرف حتی الامکان توجہ نہ رہے اور جب بھوک لگی ہوگی تو اگرچہ ظاہر بدن نماز میں مشغول ہوگا لیکن دل پریشان ہوگا اور چاہے گا کہ جلدی سے نماز سے فارغ ہوجائیں تاکہ جلد کھانا مل جائے، پس اللہ تعالیٰ کے سامنے جس طرح حاضری چاہیے تھی، اس میں بہت بڑا خلل واقع ہوگا، لہٰذا ایسی حالت میں نماز کو مکروہ کہا گیا ہے، جس سے یہ معلوم ہوا کہ نظرِ خداوندی کا محل قلب ہے۔ شریعتِ مقدسہ نے اس کی اصلاح کا بہت بڑا انتظام کیا ہے، بزرگانِ دین نے اصلاحِ قلب کے لیے برسوں مجاہدے اور ریاضتیں کی ہیں۔

حدیث میں ہے:

عن ابن عباس مرفوعا قال : ((رکعتان مقتصدتان خیر من قیام لیلة والقلب ساه)).

رواہ ابن ابی الدنیا فی التفکر ، کذا فی کنز العمال .

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میانہ روی کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھنا بہتر ہے، رات بھر ایسی حالت میں نماز پڑھنے سے کہ دل غافل ہو۔'' مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص دو رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ اس کے فرائض، واجبات اور سنن کو حضورِ قلب کے ساتھ ادا کرے، اگرچہ قیام و قراءت وغیرہ طویل نہ ہو، ایسی دو رکعتیں رات بھر غفلتِ قلب کے ساتھ نماز پڑھنے

سے زیادہ بہتر اور مقبول ہیں۔ اس حدیث سے اہتمامِ قلب کی کس قدر تاکید معلوم ہوتی ہے!!! وجہ یہ ہے کہ فی الحقیقت فعل کی کیفیت دیکھی جاتی ہے کہ کیسا کام کیا اور مقدار مطلوب نہیں ہے کہ کتنا کام کیا۔ کام با قاعدہ اور عمدہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں محبوب اور مقبول ہے اگر چہ تھوڑا ہی ہو اور اگر بہت زیادہ کام ہو، لیکن بے قاعدہ اور بے ضابطہ اور غفلت سے ہو تو وہ ناپسند ہے۔

زیادہ کھانے کی حرص اور اس کا علاج:

بہت سے گناہ پیٹ کے زیادہ پالنے سے ہوتے ہیں، اس میں کئی باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ مزیدار کھانے کی پابندی نہ کرو۔ حرام روزی سے بچو۔ حد سے زیادہ پیٹ نہ بھرو بلکہ دو چار لقمے کی بھوک رکھ کر کھانا چھوڑ دو۔ اس میں بہت ساری فائدے ہیں، مثلاً: دل صاف رہتا ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر آتی ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ دل میں رقّت اور نرمی رہتی ہے، جس سے دعا اور ذکر میں لذت معلوم ہوتی ہے۔ نفس میں بڑائی اور سرکشی نہیں پیدا ہوتی۔ نفس کو تھوڑی سی تکلیف پہنچتی ہے اور تکلیف کو دیکھ کر اللہ کا عذاب یاد آتا ہے، اس وجہ سے نفس گناہوں سے بچتا ہے۔ گناہ کی رغبت کم ہوتی ہے۔ طبیعت ہلکی رہتی ہے۔ نیند کم آتی ہے، تہجد اور دوسری عبادتوں میں سستی نہیں رہتی۔ بھوکوں اور عاجزوں پر رحم آتا ہے بلکہ ہر ایک کے ساتھ رحم دلی پیدا ہوتی ہے۔

زیادہ بولنے کی حرص اور اس کا علاج:

نفس کو زیادہ بولنے میں بھی مزہ آتا ہے اور اس سے وہ کئی گناہوں میں پھنس جاتا ہے۔ جھوٹ بولنا، کسی کو طعنہ دینا، اپنی بڑائی جتلانا، خواہ مخواہ کسی سے بحث وتکرار کرنا، مالداروں کی خوشامد کرنا، ایسا مزاح کرنا جس سے کسی کا دل دکھے۔ ان سب آفتوں سے بچنا جب ہی ممکن ہے کہ زبان کی حفاظت کی جائے اور اس کی حفاظت کا طریقہ یہ ہے کہ جو بات کہنی ہو تو وہ ذہن میں آتے ہی نہ کہہ ڈالے، بلکہ پہلے خوب اچھی طرح سوچ سمجھ لے کہ اس بات میں گناہ ہے یا ثواب، یا یہ کہ نہ گناہ ہے نہ ثواب۔ اگر وہ بات ایسی ہے کہ جس میں گناہ ہے تو بالکل اپنی زبان بند رکھو، اگر اندر سے نفس تقاضا کرے تو اس کو اس طرح سمجھاؤ کہ اس وقت تھوڑا سا صبر کر لینا آسان ہے، مگر دوزخ کا عذاب بہت سخت ہے اور اگر وہ بات ثواب کی ہے تو کہہ ڈالو اور اگر نہ گناہ ہے نہ ثواب ہے تو بھی مت کہو اور اگر بہت ہی دل چاہے تو تھوڑی سی بات کر کے خاموش ہو جاؤ۔ ہر بات اسی طرح سوچ سمجھ کر کرتے رہیں گے تو تھوڑے دنوں میں بری بات کہنے سے خود ہی نفرت ہو جائے گی۔ زبان کی حفاظت کی ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ بلا ضرورت کسی سے نہ ملو۔ تنہائی میں خود ہی زبان خاموش رہے گی۔

غصہ اوراس کا علاج:

غصے میں عقل ٹھکانے نہیں رہتی اور انجام سوچنے کا ہوش نہیں رہتا، اس لیے زبان سے بھی موقع بے موقع بات نکل جاتی ہے اور ہاتھ سے بھی زیادتی ہو جاتی ہے، اس لیے غصے کو قابو میں رکھنا چاہیے اور اس کو روکنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس پر غصہ آیا ہے اس کے سامنے سے فوراً ہٹ جائے۔ پھر سوچے کہ جس قدر یہ شخص میرا قصوروار ہے اس سے زیادہ میں اللہ تعالیٰ کا قصوروار ہوں اور جیسا میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری خطا معاف کر دیں، ایسے ہی مجھے بھی چاہیے کہ میں اس شخص کا قصور معاف کر دوں اور زبان سے «اَعُوْذُ بِاللّٰہِ» بار بار پڑھے اور پانی پی لے یا وضو کر لے، اس سے غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا، پھر جب عقل ٹھکانے آ جائے تو اس وقت اگر اس قصور پر سزا دینا مناسب معلوم ہو، مثلاً: سزا دینے میں اس قصوروار کی بھلائی ہے، جیسے اپنی اولاد ہے کہ اس کی اصلاح ضروری ہے یا سزا دینے میں دوسرے کی بھلائی ہے جیسے اس شخص نے کسی پر ظلم کیا تھا اور مظلوم کی مدد کرنا اور اس کا بدلہ لینا ضروری ہے تو پہلے خوب سمجھ لے کہ شریعت کے مطابق اس غلطی کی کتنی سزا ہونی چاہیے؟ پھر اسی قدر سزا دیدے۔ چند روز اس طرح غصہ روکنے سے خود بخود قابو آ جائے گا اور تیزی نہیں رہے گی۔ بغض و عداوت بھی اسی غصے سے پیدا ہو جاتی ہے، جب غصہ کی اصلاح ہو جائے گی تو بغض بھی دل سے نکل جائے گا۔

حسد اوراس کا علاج:

کسی کو کھاتا پیتا یا پھلتا پھولتا دیکھ کر دل میں جلنا اور اس شخص کی نعمت کے زوال سے خوش ہونا اس کو حسد کہتے ہیں، یہ بہت بری چیز ہے۔ اس میں گناہ بھی ہے، ایسے شخص کی ساری زندگی تلخی میں گزرتی ہے۔ غرض اس کی دنیا اور دین دونوں بےلذت ہیں، اس لیے اس آفت سے نکلنے کی بہت کوشش کرنی چاہیے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ پہلے یہ سوچے کہ میرے حسد سے میرا ہی نقصان ہے کہ میری نیکیاں برباد ہو رہی ہیں، اس کا کیا نقصان ہے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا لیتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حسد کرنے والا گویا اللہ تعالیٰ پر اعتراض کر رہا ہے کہ فلاں شخص اس نعمت کے لائق نہیں تھا اور اس کو نعمت کیوں دی، گویا وہ اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کر رہا ہے، غرض یہ کہ حسد بہت بڑا گناہ ہے اور حاسد کا تکلیف میں رہنا ظاہر ہے کہ وہ ہمیشہ رنج و غم میں رہتا ہے اور جس پر حسد کیا ہے اس کا کوئی نقصان نہیں، کیونکہ حسد سے وہ نعمت ختم نہیں ہوگی، بلکہ اس کو یہ فائدہ ہوگا کہ اس حسد کرنے والے کی نیکیاں اس کے پاس چلی جائیں گی۔ یہ سوچ لینے کے بعد اپنے دل پر جبر کر کے جس شخص پر حسد پیدا ہوا ہے، زبان سے دوسروں کے سامنے اس کی تعریف کرو اور یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس کے پاس ایسی ایسی نعمتیں ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو مزید دے اور اگر اس شخص سے ملاقات ہو تو اس کا احترام کرو اور اس

کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ۔ شروع شروع میں ایسے برتاؤ سے نفس کو بہت تکلیف ہوگی، مگر رفتہ رفتہ آسانی ہو جائے گی اور حسد جاتا رہے گا۔

دنیا کی محبت اور اس کا علاج:

مال کی محبت ایسی بری چیز ہے کہ جب یہ دل میں آتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی یاد اور محبت اس میں نہیں سماتی، کیونکہ ایسے شخص کو تو ہر وقت یہی فکر رہے گی کہ مال کس طرح آئے اور کیونکر جمع ہو؟ اتنی چیزیں ہو جائیں، ایسا گھر بنانا چاہیے، باغ لگانا چاہیے اور جائیداد خریدنا چاہیے۔ جب دن رات دل اسی میں رہے گا تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کی فرصت کہاں ملے گی؟ ایک برائی اس میں یہ ہے کہ جب دل میں اس کی محبت جم جاتی ہے تو مر کر اللہ تعالیٰ کے پاس جانا اس کو برا معلوم ہوتا ہے، کیونکہ یہ خیال آتا ہے کہ مرتے ہی یہ سارا مزا چھن جائے گا۔ ایک برائی اس میں یہ ہے کہ جب آدمی دنیا سمیٹنے کے پیچھے پڑ جاتا ہے، اس کو حرام حلال کا کچھ خیال نہیں رہتا، اپنے اور دوسرے کے حق میں فرق نہیں رہتا، نہ جھوٹ اور دھوکہ کی پروا ہوتی ہے، بس یہی نیت رہتی ہے کہ کہیں سے آئے اور ہم اس کو سمیٹیں۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ دنیا کی محبت سارے گناہوں کی جڑ ہے۔ جب یہ ایسی بری چیز ہے تو ہر مسلمان کو کوشش کرنا چاہیے کہ اس سے بچے اور اپنے دل سے اس دنیا کی محبت نکالنے کی کوشش کرے۔ اس کا ایک علاج تو یہ ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کرے اور ہر وقت سوچے کہ یہ سب کچھ ایک دن چھوڑنا ہے۔ پھر اس میں دل لگانے کا کیا فائدہ؟ بلکہ جس قدر زیادہ دل لگے گا اسی قدر چھوڑتے وقت حسرت ہوگی۔ دوسرا یہ کہ تعلقات زیادہ نہ بڑھائے، ضرورت سے زیادہ سامان اور جائیداد وغیرہ جمع نہ کرے۔ غرض مال و اسباب مختصر رکھے۔ تیسرے یہ کہ فضول خرچی نہ کرے کیونکہ فضول خرچی کرنے سے آمدنی کی حرص بڑھتی ہے اور حرص سے سب خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ چوتھا یہ کہ متوسط کھانے کپڑے کی عادت رکھے۔ پانچواں یہ کہ غریبوں کے ساتھ زیادہ بیٹھے۔ مالداروں سے کم ملے، کیونکہ مالداروں سے ملنے سے چیزوں کی ہوس پیدا ہوتی ہے۔ چھٹا یہ کہ جن بزرگوں نے دنیا سے بے رغبتی اختیار کی ہے، ان کے قصے اور حکایتیں مطالعہ کیا کرے۔ ساتواں یہ کہ جس چیز سے دل کو زیادہ لگاؤ ہو، اس کو خیرات کر دے یا بیچ دے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ان تدبیروں سے دنیا کی محبت دل سے نکل جائے گی اور دل میں جو دور دور کی امنگیں پیدا ہوتی ہیں کہ یوں جمع کریں، یوں سامان خریدیں، یوں اولاد کے لیے مکان اور جائیداد چھوڑ جائیں جب دنیا کی محبت جاتی رہے گی تو یہ امنگیں خود بخود ختم ہو جائیں گی۔

کنجوسی اور اس کا علاج:

بہت سے حق جن کا ادا کرنا فرض اور واجب ہے، جیسے: زکوٰۃ، قربانی، کسی محتاج کی مدد کرنا، اپنے غریب رشتہ داروں کے

ساتھ حسن سلوک کرنا، کنجوسی میں یہ حق ادا نہیں ہوتے۔ اس کا گناہ ہوتا ہے، یہ دین کا نقصان ہے اور کنجوس آدمی سب کی نگاہوں میں ذلیل و بے قدر رہتا ہے، یہ دنیا کا نقصان ہے۔ اس کا علاج ایک تو یہ ہے کہ مال اور دنیا کی محبت دل سے نکالے۔ جب اس کی محبت نہ رہے گی تو کنجوسی کسی طرح ہو ہی نہیں سکتی۔ دوسرا علاج یہ ہے کہ جو چیز اپنی ضرورت سے زیادہ ہو، طبیعت پر زور ڈال کر وہ کسی کو دے دیا کرے، اگرچہ نفس کو تکلیف ہو مگر ہمت کر کے اس تکلیف کو برداشت کر لے۔ جب تک کنجوسی کا اثر دل سے بالکل نہ نکل جائے، اسی طرح کرتا رہے۔

شہرت پسندی اور اس کا علاج:

جب آدمی کے دل میں شہرت کی خواہش ہوتی ہے تو دوسرے شخص کے نام اور تعریف سے جلتا ہے اور حسد کرتا ہے۔ دوسرے شخص کی برائی اور ذلت سن کر خوش ہوتا ہے، یہ بھی بڑے گناہ کی بات ہے کہ آدمی دوسرے کا برا چاہے اور اس میں یہ برائی بھی ہے کہ کبھی ناجائز طریقوں سے نام پیدا کیا جاتا ہے، مثلاً: شہرت کے لیے شادی وغیرہ میں خوب مال اڑایا، فضول خرچی کی اور وہ مال کبھی رشوت سے جمع کیا، کبھی سودی قرض لیا۔ یہ سارے گناہ اسی شہرت کے شوق کی بدولت ہوئے اور دنیا کا نقصان اس میں یہ ہے کہ ایسے شخص کے حاسد اور دشمن بہت ہوتے ہیں اور ہمیشہ اس کو ذلیل اور بدنام کرنے اور اس کو نقصان اور تکلیف پہنچانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔

اس کا علاج یہ ہے کہ یہ سوچے کہ جن لوگوں کی نگاہ میں ناموری اور تعریف ہوگی نہ وہ رہیں گے اور نہ میں رہوں گا، تھوڑے دنوں کے بعد کوئی پوچھے گا بھی نہیں، تو ایسی بے بنیاد چیز پر خوش ہونا نادانی کی بات ہے۔

غرور و تکبر اور اس کا علاج:

غرور اور تکبر اس کو کہتے ہیں کہ آدمی اپنے آپ کو علم، دینداری، حسب و نسب، مال و جاہ اور عقل وغیرہ میں اوروں سے بڑا سمجھے اور دوسروں کو اپنے سے حقیر جانے، یہ بڑا گناہ ہے۔ حدیث میں ہے کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا، وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ دنیا میں بھی لوگ ایسے آدمی سے بہت نفرت کرتے ہیں اور اس کے دشمن بن جاتے ہیں، اگرچہ ڈر کے مارے ظاہری طور پر آؤ بھگت کرتے ہیں۔ ایک برائی یہ بھی ہے کہ ایسا شخص کسی کی نصیحت کو نہیں مانتا، حق بات کو کسی کے کہنے سے قبول نہیں کرتا، بلکہ برا مانتا ہے اور اس نصیحت کرنے والے کو تکلیف پہنچانا چاہتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اپنی حقیقت میں غور کرے کہ میں مٹی اور ناپاک پانی کی پیدائش ہوں۔ ساری خوبیاں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہیں، اگر وہ چاہے تو ابھی سب لے لے، پھر تکبر کس بات پر کروں۔ اللہ تعالیٰ کی بڑائی کو یاد کرے تو اس وقت اپنی بڑائی پر نگاہ نہیں جائے گی اور جس

کو اس نے حقیر سمجھا ہے اس کے سامنے عاجزی سے پیش آئے اور اس کی تعظیم کیا کرے، بڑائی دل سے نکل جائے گی۔ اگر زیادہ ہمت نہ ہو تو اتنی ہی پابندی کر لے کہ جب کوئی چھوٹے درجے کا آدمی ملے تو اس کو پہلے خود سلام کر لیا کرے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے بھی دل میں بہت زیادہ عاجزی پیدا ہوگی۔

خود پسندی اور اس کا علاج:

اگر کوئی اپنے آپ کو اچھا سمجھے، اگر چہ دوسروں کو برا اور کم نہ سمجھے تو یہ بھی بری بات ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ یہ خصلت دین کو برباد کرتی ہے اور یہ بات بھی ہے کہ ایسا آدمی اپنی اصلاح کی فکر نہیں کرتا کیونکہ جب وہ اپنے آپ کو اچھا سمجھتا ہے تو اس کو اپنی برائیاں کبھی نظر نہیں آئیں گی۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اپنے عیبوں کو سوچا اور دیکھا کرے اور یہ سمجھے کہ میرے اندر جو خوبیاں ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اس میں میرا کوئی کمال نہیں اور یہ سوچ کر اللہ تعالیٰ کا شکر کیا کرے اور دعا کیا کرے کہ ''اے اللہ! مجھے اس نعمت سے کبھی محروم نہ فرمانا۔''

ایک قابلِ توجہ بات:

باطنی امراض کے جو علاج مذکور ہوئے، ان پر ایک دو مرتبہ عمل کرنے سے باطنی اصلاح نہیں ہوتی اور اندرونی برائیاں ختم نہیں ہوتیں، بلکہ ان تدابیر کو مسلسل اختیار کیا جائے اور ہر وقت اصلاح کی فکر رہے، کیونکہ انسان کا نفس شریر ہے اور برائی کا ہر وقت حکم دیتا ہے، اس کی طرف ہمیشہ دھیان رہے۔

دل کی جتنی برائیاں ہیں اور ہاتھ پاؤں سے جتنے گناہ ہوتے ہیں، ان کے علاج کا ایک آسان طریقہ یہ بھی ہے کہ جب نفس سے کوئی برائی یا گناہ کا کام ہو جائے تو اس کو کچھ سزا دیا کرے اور دو سزائیں آسان ہیں، اس لیے کہ انہیں ہر شخص کر سکتا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ اپنے ذمہ جرمانے کے طور پر کچھ صدقہ مقرر کر لے، جب کوئی بری بات سرزد ہو جایا کرے تو وہ جرمانہ غریبوں میں بانٹ دیا کرے، اگر پھر گناہ ہو جائے تو دوبارہ اسی طرح کرے۔ دوسری سزا یہ ہے کہ ایک دو وقت کا کھانا نہ کھایا کرے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ سب برائیاں چھوٹ جائیں گی۔

اخلاقِ حمیدہ اوران کے حصول کے طریقے

توبہ اوراس کا طریقہ:

توبہ ایسی چیز ہے کہ اس سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں، جو شخص بھی اپنی حالت میں غور کرے گا، اسے محسوس ہوگا کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی گناہ ہو ہی جاتا ہے، اس لیے ہر شخص کو توبہ کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ قرآن اور حدیث میں گناہوں پر جو وعیدیں آئی ہیں، ان کو یاد کرے اور انجام کو سوچے، اس سے گناہ ہونے پر دل دکھے گا۔ اس وقت چاہیے کہ زبان سے بھی توبہ کرے اور جو نماز، روزہ وغیرہ فوت ہوئے ہوں، ان کی قضا کرے۔ اگر بندوں کے حقوق ضائع ہوئے ہوں تو ان سے معاف کرالے یا ادا کردے اور جو ان کے علاوہ گناہ ہوئے ہوں تو اُن پر خوب کڑھے اور رونے کی شکل بنا کر اللہ تعالیٰ سے خوب معافی مانگے۔

خوفِ خدا اوراس کا طریقہ:

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم فرمایا ہے کہ مجھ سے ڈرو۔ خوفِ خدا ایسی چیز ہے کہ آدمی اس کی بدولت گناہوں سے بچتا ہے۔ اس کا طریقہ وہی ہے جو توبہ کا طریقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو سوچا کرے، جس سے اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے امید رکھنا اوراس کا طریقہ:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم حق تعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت ہو جاؤ۔ امید ایسی چیز ہے، جس سے نیک کام کرنے اور توبہ کرنے کی ہمت بڑھتی ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو یاد کرے اور سوچا کرے۔

صبر اوراس کا طریقہ:

نفس کو دین کی باتوں کا پابند رکھنا اور دین کے خلاف اس سے کوئی کام نہ ہونے دینا، اس کو صبر کہتے ہیں اوراس کے کئی مواقع ہیں۔ ایک موقع یہ ہے کہ آدمی امن وسلامتی کی حالت میں ہو۔ اللہ تعالیٰ نے صحت دی ہو۔ مال ودولت عزت، آل اولاد، گھربار، سازوسامان دیا ہو، ایسے وقت کا صبر یہ ہے کہ آدمی مال ودولت کی وجہ سے بگڑ نہ جائے، اللہ تعالیٰ کو بھول نہ جائے، غریبوں کو حقیر نہ سمجھے، ان کے ساتھ نرمی اور حسن سلوک کرتا رہے۔

دوسرا موقع عبادت کا وقت ہے کہ اس وقت نفس سستی یا کنجوسی کرتا ہے، جیسے: نماز کے لیے اٹھنے یا زکوۃ خیرات دینے

میں۔ایسے موقع پر تین طرح کا صبر درکار ہے۔ایک عبادت سے پہلے کہ نیت درست رکھے۔اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے وہ کام کرے،نفس کی کوئی غرض نہ ہو۔دوسرے عبادت کے وقت،کہ کم ہمتی نہ ہو۔جس طرح اس عبادت کا حق ہے،اسی طرح ادا کرے۔تیسرے عبادت کے بعد کہ کسی کے سامنے اس کا ذکر نہ کرے۔

تیسرا موقع گناہ کا وقت ہے۔اس وقت کا صبر یہ ہے کہ نفس کو گناہ سے روکے۔

چوتھا موقع وہ وقت ہے کہ جب اس شخص کو کوئی مخلوق تکلیف پہنچائے،برا بھلا کہے۔اس وقت کا صبر یہ ہے کہ بدلہ نہ لے، خاموش ہو جائے۔

پانچواں موقع مصیبت،بیماری اور مال کے نقصان یا کسی عزیز وقریب کے مرجانے کا ہے۔اس وقت کا صبر یہ ہے کہ زبان سے خلافِ شرع کوئی کلمہ نہ کہے۔چیخ چیخ کر نہ روئے۔

صبر کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ ان سب مواقع میں صبر کے ثواب کو یاد کرے اور یہ سوچے کہ بے صبری کرنے سے تقدیر تو ٹلتی نہیں،تو پھر صبر کا ثواب کیوں ضائع کیا جائے۔

شکر اور اس کا طریقہ:

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے خوش ہو کر اس کی محبت دل میں پیدا ہونا اور اس محبت سے یہ شوق ہونا کہ جب اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی نعمتیں عطا فرماتا ہے تو اس کی خوب عبادت کی جائے اور ایسی نعمت دینے والے کی نافرمانی بڑی بے مروتی ہے۔یہ خلاصہ ہے شکر کا۔ظاہر ہے کہ بندے پر ہر وقت اللہ تعالیٰ کی ہزاروں نعمتیں ہیں،اگر کوئی مصیبت بھی ہے تو اس میں بھی بندے کا فائدہ ہے اس لیے وہ بھی نعمت ہے۔جب ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت ہی نعمت ہے تو پھر ہر وقت دل میں یہ خواہش اور محبت رہنی چاہیے کہ کبھی اللہ تعالیٰ کا حکم بجالانے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔شکر کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کیا کرے اور ان کو خوب سوچا کرے۔

توکل اور اس کا طریقہ:

یہ ہر مسلمان کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارادے کے بغیر نہ کوئی نفع حاصل ہو سکتا ہے اور نہ نقصان پہنچ سکتا ہے،اس لیے انسان پر لازم ہے کہ کسی بھی کام میں اپنی تدبیر پر بھروسہ نہ کرے یعنی تدبیر کرے،کیونکہ تدبیر کرنا اللہ پاک کا حکم ہے،مگر اس کو مستقل نہ سمجھے،بلکہ یہ یقین رکھے کہ کام کا پورا ہونا اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے،اگر وہ چاہیں گے تو تدبیر اثر کرے گی،ورنہ نہیں۔نظر اللہ تعالیٰ پر رکھے اور کسی مخلوق سے زیادہ امید نہ رکھے،نہ کسی سے زیادہ ڈرے،یہ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ کے ارادے

کے بغیر کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔ اس کو بھروسہ اور توکل کہتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کو اور مخلوق کے محتاج ہونے کو خوب سوچے اور یاد کیا کرے۔

اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کا طریقہ:

اللہ تعالیٰ کی طرف دل کا کھنچنا اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کو سن کر اور ان کے کاموں کو دیکھ کر دل کو مزہ آنا، یہ محبت ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کا کثرت سے ورد کرے، اس کی صفاتِ کمال کو یاد کیا کرے اور اللہ تعالیٰ کو جو بندے کے ساتھ محبت ہے، اس میں غور کرے۔

اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی رہنا اور اس کا طریقہ:

جب مسلمان کو یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ بھی ہوتا ہے، اس میں بندے کا فائدہ اور خیر ہے تو پھر ہر بات پر راضی رہنا چاہیے اور کسی قسم کا شکوہ شکایت نہیں کرنا چاہیے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس بات کا دھیان رہے کہ اللہ تعالیٰ کا جو بھی فیصلہ ہوتا ہے، اس میں خیر ہوتی ہے۔

صدق یعنی سچی نیت اور اس کا طریقہ:

کوئی شخص دین کا کوئی کام کرے تو اس میں دنیا کا کوئی مفاد نہ ہو، نہ تو دکھلاوا ہو اور نہ کوئی اور مطلب ہو، جیسے: کسی کے پیٹ میں گرانی ہے، اس نے اس نیت سے روزہ رکھ لیا کہ ثواب بھی ملے گا اور پیٹ بھی ہلکا ہو جائے گا یا نماز کے وقت پہلے سے وضو ہو، مگر گرمی کی وجہ سے وضو دوبارہ کرلے کہ وضو بھی تازہ ہو جائے گا اور ہاتھ پاؤں بھی ٹھنڈے ہو جائیں گے۔ یا کسی سائل کو اس لیے دے دیا کہ اس کے سوال سے جان چھوٹے اور صدقہ بھی ہو جائے۔ یہ سب باتیں سچی نیت کے خلاف ہیں۔

صدقِ نیت کا طریقہ یہ ہے کہ کام کرنے سے پہلے خوب سوچ لیا کرے کہ نیت میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے علاوہ کسی اور چیز کا شائبہ ہو تو دل کو اس سے صاف کرلے۔

مراقبہ یعنی دل سے اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھنا اور اس کا طریقہ:

دل میں ہر وقت یہ دھیان رکھے کہ اللہ تعالیٰ کو میرے تمام ظاہری اور باطنی حالات کی خبر ہے، اگر کوئی برا کام ہوگا یا برا خیال لایا جائے گا تو اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں سزا دیں گے۔ عبادت کے وقت یہ خیال رکھے کہ اللہ تعالیٰ میری عبادت کو دیکھ رہا ہے، اس لیے اچھی طرح ادا کرنا چاہیے۔ یہ سوچنے سے تھوڑے دنوں میں اس کا دھیان جم جائے گا، پھر ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے کوئی بات اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہیں ہوگی۔

قرآنِ کریم کی تلاوت میں دل لگانے کا طریقہ:

قاعدہ ہے کہ اگر کوئی کسی سے کہے کہ ہمیں تھوڑا سا قرآن سناؤ، تاکہ ہم دیکھیں کہ کیسا پڑھتے ہو تو اس وقت جہاں تک ہو سکتا ہے پڑھنے والا خوب بنا سنوار کر اور سنبھال کر پڑھے گا، لہٰذا جب قرآن مجید کی تلاوت کا ارادہ ہو تو دل میں یہ سوچ لیا کرو کہ گویا اللہ تعالیٰ نے ہم سے قرآن مجید سنانے کی فرمائش کی ہے اور یہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ سن رہے ہیں، نیز یہ خیال کرو کہ کسی آدمی کے کہنے سے میں بنا سنوار کر پڑھتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کے فرمانے سے تو خوب اہتمام کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔ یہ سب باتیں سوچ کر اب پڑھنا شروع کرو اور جب تک پڑھتے رہو، یہی باتیں ذہن میں رکھو اور جب پڑھنے میں بگاڑ ہونے لگے یا توجہ ادھر ادھر بٹنے لگے تو تھوڑی دیر کے لیے پڑھنا روک کر ان باتوں کے سوچنے کو پھر تازہ کر لو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس طریقے سے صحیح اور صاف بھی پڑھا جائے گا اور دل بھی ادھر متوجہ رہے گا۔ اگر کچھ مدت تک اسی طرح پڑھتے رہو گے تو پھر آسانی سے دل لگنے لگے گا۔

نماز میں دل لگانے کا طریقہ:

نماز کا کوئی عمل (قیام، قراءت، رکوع، سجود اور تسبیحات وغیرہ) بے توجہی سے ادا نہ ہو، بلکہ ہر عمل دھیان اور توجہ سے ادا ہو، مثلاً: تکبیرِ تحریمہ کہتے وقت یہ دھیان رکھے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا اس کی عبادت کر رہا ہوں، پھر ثنا پڑھتے وقت یہ سوچے کہ میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کر رہا ہوں۔ اسی طرح قراءت، تسبیحات اور دیگر ارکان میں سے ہر ایک کو اس طرح ادا کرے کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے کیونکہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ رہا لیکن اللہ تعالیٰ تو اس کو دیکھ رہا ہے۔ اس دھیان اور توجہ سے چند دن جب نماز پڑھے گا تو اس کے بعد اس کی توجہ نماز میں نہیں بٹے گی اور نماز میں سرور آئے گا۔

اپنے نفس اور دوسروں کے شر سے بچنے کا طریقہ:

اوپر جتنی اچھی اور بری باتوں اور ثواب وعذاب کی چیزوں کا بیان آیا ہے ان میں سے دو چیزیں خرابی پیدا کر دیتی ہیں۔ ایک تو خود اپنا نفس کہ ہر وقت طرح طرح کی باتیں سمجھاتا ہے، نیک کاموں میں بہانے نکالتا ہے اور برے کاموں میں اپنی ضرورتیں یاد دلاتا ہے۔ عذاب سے ڈراؤ تو اللہ تعالیٰ کا غفور ورحیم ہونا یاد دلاتا ہے، اوپر سے شیطان اس کو سہارا دیتا ہے۔ دوسرے فساد ڈالنے والے وہ آدمی ہیں، جو اس سے کسی طرح کا تعلق رکھتے ہیں، یا تو عزیز واقارب ہیں یا جان پہچان والے ہیں یا برادری کنبے والے ہیں۔ کچھ گناہ تو اس لیے ہوتے ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے سے ان کی بری باتوں کا اثر اس میں آجاتا ہے اور بعض گناہ ان کی خاطر داری کی وجہ سے ہوتے ہیں اور بعض اس لیے ہوتے ہیں کہ ان کی نگاہ میں ہلکا پن نہ ہو اور بعض

گناہ اس لیے ہو جاتے ہیں کہ لوگ اس کے ساتھ برائی کرتے ہیں، کچھ وقت اس برائی کے رنج میں، کچھ وقت ان کی غیبت میں اور کچھ وقت ان سے بدلہ لینے کی فکر میں خرچ ہوتا ہے اور پھر اس سے طرح طرح کے گناہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ غرض ساری خرابی اس نفس کی تابعداری کی وجہ سے ہے، اس لیے اس کی خرابی سے بچنے کے لیے دو باتیں ضروری ہیں:

ایک تو اپنے نفس کو دبانا اور اس کو کبھی بہلا پھسلا کر، کبھی ڈانٹ ڈپٹ کر دین کی راہ پر لگانا، دوسرے لوگوں سے زیادہ لگاؤ نہ رکھنا اور اس بات کی پرواہ نہ کرنا کہ وہ اچھا کہیں گے یا برا کہیں گے، اس لیے ان دونوں ضروری باتوں کو الگ الگ لکھا جاتا ہے۔

نفس کے ساتھ معاملہ:

پابندی کے ساتھ تھوڑا سا وقت صبح کو اور تھوڑا سا وقت شام کو یا سوتے وقت مقرر کر لو۔ اس وقت اکیلے بیٹھ کر جہاں تک ہو سکے دل کو سارے خیالوں سے خالی کر کے اس سے یوں باتیں کیا کرو اور نفس سے یوں کہا کرو کہ اے نفس! خوب سمجھ لے کہ تیری مثال دنیا میں ایک تاجر کی سی ہے، پونجی تیری عمر ہے اور نفع اس کا یہ ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کی بھلائی یعنی آخرت کی نجات حاصل کرے۔ اگر یہ دولت حاصل کر لی تو تجارت میں نفع ہوا اور اگر اس عمر کو یونہی کھو دیا اور بھلائی اور نجات حاصل نہ کی تو اس تجارت میں بڑا نقصان اٹھایا کہ پونجی بھی گئی اور نفع بھی نصیب نہ ہوا اور یہ پونجی ایسی قیمتی ہے کہ اس کی ایک ایک گھڑی بلکہ ایک ایک سانس بے انتہا قیمت رکھتا ہے اور کوئی خزانہ کتنا ہی بڑا ہو، اس کی برابری نہیں کر سکتا، ایک تو اس لیے کہ خزانہ اگر جاتا رہے تو کوشش اور محنت سے اس کی جگہ دوسرا خزانہ حاصل کیا جا سکتا ہے اور یہ عمر جتنی گزر جاتی ہے اس کی ایک پل بھی لوٹ کر نہیں آ سکتی، نہ دوسری عمر مل سکتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس عمر سے کتنی بڑی دولت کما سکتے ہیں یعنی ہمیشہ کے لیے جنت اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور دیدار، اتنی بڑی دولت کسی خزانہ سے کوئی نہیں کما سکتا۔ اس واسطے یہ پونجی بہت ہی قیمتی ہے اور اے نفس! اللہ تعالیٰ کا احسان مان کہ ابھی تیری موت نہیں آئی، جس سے یہ عمر ختم ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آج زندگی کا ایک اور دن عطا فرمایا ہے۔ اگر تو مرنے لگے تو دل و جان سے آرزو کرے کہ مجھے ایک دن کی عمر اور مل جائے تا کہ اس ایک دن میں سارے گناہوں سے سچی اور پکی توبہ کر لوں اور اللہ تعالیٰ سے پکا وعدہ کر لوں کہ پھر ان گناہوں کے پاس نہ پھٹکوں گا اور وہ سارا دن اللہ تعالیٰ کی یاد اور تابعداری میں گزاروں۔

جب مرنے کے وقت تیرا یہ حال اور یہ خیال ہوتا ہے تو اپنے دل میں تو یونہی سمجھ لے کہ گویا میری موت کا وقت قریب آیا تھا اور میرے مانگنے سے اللہ تعالیٰ نے یہ دن مزید دے دیا ہے اور اس دن کے بعد معلوم نہیں کہ کوئی اور دن نصیب ہوگا یا نہیں؟ لہٰذا اس دن کو تو اسی طرح گزارنا چاہیے کہ گویا یہ عمر کا آخری دن ہے یعنی سب گناہوں سے پکی توبہ کر لے اور اس دن میں کوئی

چھوٹی یا بڑی نافرمانی نہ کرے اور پورا دن اللہ تعالیٰ کے دھیان اور خوف میں گزار دے اور اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم نہ چھوڑے۔ جب وہ سارا دن اسی طرح گزر جائے، پھر اگلے دن یونہی سوچے کہ شاید عمر میں سے یہی ایک دن باقی ہے اور اے نفس! اس دھوکے میں نہ آنا کہ اللہ تعالیٰ معاف کر دیں گے، کیونکہ اوّل تو تجھے کیسے معلوم ہوا کہ معاف ہی کر دیں گے اور سزا نہ دیں گے، اگر سزا ہونے لگی تو اس وقت کیا کرے گا اور اس وقت کتنا پچھتانا پڑے گا اور اگر معاف ہی کر دیا تب بھی تو نیک کام کرنے والوں کو جو انعام اور مرتبہ ملے گا وہ تجھ کو نصیب نہ ہوگا۔ پھر جب تو اپنی آنکھ سے دوسروں کو نعمتیں ملنا اور اپنا محروم ہونا دیکھے گا تو کس قدر حسرت اور افسوس ہوگا؟ اس پر اگر دل میں یہ خیال آئے کہ پھر میں کیا کروں اور کس طرح کوشش کروں تو یہ سوچ لو کہ جو چیز تجھ سے مر کر چھوٹنے والی ہے یعنی دنیا اور بری عادتیں تو اس کو ابھی چھوڑ دے اور جس سے تجھ کو سابقہ پڑنے والا ہے اور اس کے بغیر تیرا گذارا نہیں ہو سکتا یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کو راضی کرنے کی باتیں اس کو ابھی سے اختیار کر لے اور اس کی یاد اور تابعداری میں لگ جائے۔

اپنے نفس سے کہے کہ اے نفس! تیری مثال بیمار کی سی ہے اور بیمار کو پرہیز کرنا پڑتا ہے اور گناہ کرنا بد پرہیزی ہے، اس لیے اس سے پرہیز کرنا ضروری ہے اور یہ پرہیز اللہ تعالیٰ نے ساری عمر کے لیے بتایا ہے۔ سوچ تو سہی، اگر دنیا کا کوئی ادنیٰ سا حکیم کسی سخت بیماری میں تجھے یہ بتا دے کہ فلاں مزیدار چیز کھانے سے بیماری بہت بڑھ جائے گی اور تو سخت تکلیف میں مبتلا ہو جائے گا اور فلاں کڑوی اور بدمزہ دوا روزمرہ کھاتے رہو گے تو صحت مند رہو گے اور تکلیف کم ہو جائے گی تو یقینی بات ہے کہ اس حکیم کے کہنے سے کیسی ہی مزیدار چیز ہو اس کو ساری عمر کے لیے چھوڑ دے گا اور دوا کیسی ہی بدمزہ اور ناگوار ہو، آنکھ بند کر کے روزانہ اس کو نگل جایا کرے گا۔ مانا کہ گناہ اگرچہ بظاہر بڑے مزیدار ہیں اور نیک کام نفس کو ناگوار ہیں، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان مزیدار چیزوں کو نقصان دہ بتایا ہے اور ان ناگوار کاموں کو فائدہ مند فرمایا ہے، پھر نقصان اور فائدہ بھی ہمیشہ ہمیشہ کا ہے، جس کا نام دوزخ اور جنت ہے تو اے نفس! تعجب اور افسوس کی بات ہے کہ جان کی محبت میں ادنیٰ حکیم کے کہنے کا تو یقین کر لے اور اس کا پابند ہو جائے اور اپنے ایمان کی محبت میں اللہ تعالیٰ کے کہنے پر دل کو نہ جمائے اور گناہوں کو چھوڑنے کی ہمت نہ کرے اور نیک کاموں سے پھر بھی جی چرائے تو پھر تو کیسا مسلمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کو ایک چھوٹے سے حکیم کے کہنے کے برابر بھی نہیں سمجھتا اور کیسا بے عقل ہے کہ جنت کے ہمیشہ ہمیشہ کے آرام کی دنیا کے تھوڑے دنوں کے آرام کے برابر بھی قدر نہیں کرتا اور دوزخ کی اتنی سخت اور دائمی تکلیف سے دنیا کی تھوڑے دنوں کی تکلیف کے برابر بھی بچنے کی کوشش نہیں کرتا؟

نفس سے یوں کہو کہ اے نفس! دنیا سفر کا مقام ہے اور سفر میں پورا آرام ہرگز میسر نہیں ہوا کرتا، طرح طرح کی تکلیفیں جھیلنی پڑتی ہیں، مگر مسافر اس لیے ان تکلیفوں کو برداشت کر لیتا ہے کہ گھر پہنچ کر آرام مل جائے گا۔ اگر ان تکلیفوں سے گھبرا کر کسی سرائے میں ٹھہر کر اس کو اپنا گھر بنا لے اور آرام و آسائش کا سارا سامان وہاں جمع کر لے تو ساری عمر بھی گھر پہنچنا نصیب نہ ہو۔ اسی طرح دنیا میں جب تک رہنا ہے محنت و مشقت کو برداشت کرنا چاہیے۔ عبادت میں بھی محنت ہے اور گناہوں کے چھوڑنے میں بھی مشقت ہے اور بھی طرح طرح کی مشکلات ہیں، لیکن آخرت ہمارا اصلی گھر ہے، وہاں پہنچ کر ساری مصیبتیں ختم ہو جائیں گی۔

غرض نفس سے ایسی ایسی باتیں کر کے اس کو صحیح راستہ پر لگانا چاہیے اور روزمرہ اسی طرح سمجھانا چاہیے اور یاد رکھو کہ اگر آدمی خود اپنی بھلائی اور درستی کی کوشش نہیں کرے گا تو اور کون اس کی خیر خواہی کرے گا؟

عام لوگوں کے ساتھ معاملہ:

لوگ تین طرح کے ہیں: ایک تو وہ جن سے دوستی اور رشتہ داری کا تعلق ہے۔ دوسرے وہ جن سے صرف جان پہچان ہے۔ تیسرے وہ جن سے جان پہچان بھی نہیں۔ ہر ایک کے ساتھ برتاؤ کرنے کا طریقہ الگ ہے۔ جن سے جان پہچان بھی نہیں اگر ان کے ساتھ میل جول رکھنا پڑے تو ان باتوں کا خیال رکھو کہ وہ جو ادھر ادھر کی باتیں اور خبریں بیان کریں، ان کی طرف کان مت لگاؤ، ان سے بہت زیادہ مت ملو، ان سے کوئی امید اور التجا مت کرو اور اگر کوئی بات ان میں خلافِ شرع دیکھو تو اگر یہ امید ہو کہ نصیحت مان لیں گے تو نرمی سے سمجھا دو۔ جن لوگوں سے دوستی اور تعلق ہے ان میں اس کا خیال رکھو کہ اوّل تو ہر کسی سے دوستی اور راہ و رسم مت پیدا کرو کیونکہ ہر آدمی دوستی کے قابل نہیں ہوتا، البتہ جس میں یہ پانچ باتیں ہوں اس سے راہ و رسم رکھنے میں کوئی حرج نہیں:

پہلی بات یہ کہ وہ عقلمند ہو، کیونکہ بیوقوف آدمی سے ایک تو دوستی کا نباہ نہیں ہوتا، دوسرے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ تمہیں فائدہ پہنچانا چاہتا ہے، مگر بیوقوفی کی وجہ سے الٹا نقصان کر گزرتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس کے اخلاق و عادات درست ہوں، اپنے مطلب کی دوستی نہ رکھے اور غصے کے وقت آپے سے باہر نہ ہو جائے، ذرا ذرا سی بات میں طوطے کی سی آنکھیں نہ بدلے۔

تیسری بات یہ ہے کہ دیندار ہو، کیونکہ بے دین شخص جب اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کرتا تو تمہیں اس سے کیا امید ہے کہ اس سے وفا ہوگی؟ دوسری خرابی یہ ہے کہ جب تم بار بار اس کو گناہ کرتے دیکھو گے اور دوستی کی وجہ سے نرمی کرو گے تو خود تمہیں بھی

اس گناہ سے نفرت نہیں رہے گی۔ تیسری خرابی یہ ہے کہ اس کی بری صحبت کا اثر تم پر بھی پڑے گا اور تم سے بھی ویسے ہی گناہ ہونے لگیں گے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ اس کو دنیا کی حرص نہ ہو، کیونکہ حرص والے کے پاس بیٹھنے سے ضرور دنیا کی حرص بڑھتی ہے۔ جب ہر وقت اس کو اسی دھن اور اسی چرچے میں دیکھو گے، کہیں پیسے کا ذکر ہے، کہیں عمدہ لباس کی فکر ہے، کہیں گھر کے سامان کا دھندا ہے تو تمہیں بھی ضرور حرص ہوگی۔ جس کو خود حرص نہ ہو، کم قیمت کپڑا پہنتا ہو، ادنیٰ درجہ کا کھانا کھاتا ہو، ہر وقت دنیا کی ناپائیداری کا ذکر کرتا ہو، اس کے پاس بیٹھ کر جو کچھ تھوڑی بہت حرص ہوتی ہے، وہ بھی دل سے نکل جاتی ہے۔

پانچویں بات یہ ہے کہ اس کی عادت جھوٹ بولنے کی نہ ہو، کیونکہ جھوٹ بولنے والے آدمی کا کوئی اعتبار نہیں، خدا جانے اس کی کس بات کو سچا سمجھ کر آدمی دھوکے میں آجائے۔

ان پانچ باتوں کا خیال تو دوستی کا تعلق قائم کرنے سے پہلے کر لینا چاہیے اور جب کسی میں یہ پانچوں باتیں دیکھ لیں اور تعلق پیدا کر لیں تو اب اس کے حقوق اچھی طرح ادا کریں۔ وہ حقوق یہ ہیں کہ جہاں تک ہو سکے ضرورت کے وقت اس کے کام آؤ، اگر اللہ تعالیٰ گنجائش دیں تو اس کی مدد کرو، اس کا بھید کسی سے مت کہو، جو کوئی اس کو برا کہے، اس کو نہ بتاؤ۔ جب وہ بات کرے تو کان لگا کر سنو۔ اگر اس میں کوئی عیب دیکھو تو نرمی اور خیر خواہی سے تنہائی میں سمجھاؤ۔ اگر اس سے کوئی خطا ہو جائے تو درگزر کرو اور اس کی بھلائی کے لیے دعا کرتے رہو۔

اب رہ گئے وہ آدمی جن سے صرف جان پہچان ہے، ایسے آدمیوں سے بڑی احتیاط درکار ہے، کیونکہ جو دوست ہیں وہ تمہارے فائدے میں ہیں اور جن سے جان پہچان بھی نہیں وہ اگر فائدے میں نہیں تو برائی میں بھی نہیں اور جن سے نہ دوستی ہے اور نہ بالکل ناواقف ہیں، زیادہ تکلیف ایسوں ہی سے پہنچتی ہے کہ زبان سے تو دوستی اور خیر خواہی کا دم بھرتے ہیں اور پس پردہ جڑیں کھودتے، حسد کرتے ہیں۔ ہر وقت عیب ڈھونڈا کرتے ہیں اور بدنام کرنے کی فکر میں رہتے ہیں، اس لیے جہاں تک ہو سکے کسی سے خواہ مخواہ جان پہچان پیدا مت کرو۔ اُن کی دنیا کو دیکھ کر حرص مت کرو اور ان کی خاطر اپنا دین برباد مت کرو۔ اگر کوئی تم سے دشمنی بھی کرے تو تم اس سے دشمنی مت کرو، اس کی طرف سے پھر تمہارے ساتھ اور زیادہ برائی ہوگی جس کو برداشت نہیں کر سکو گے اور اسی دھندے میں لگ جاؤ گے، جس سے دین اور دنیا کا نقصان ہوگا، اس واسطے درگزر ہی بہتر ہے۔ جو کوئی تمہاری غیبت کرے تو سن کر نہ غصہ ہو، نہ یہ تعجب کرو کہ اس نے میرے ساتھ ایسا معاملہ کیا اور میرے حق کا یا میرے احسان کا یا میرے بڑے ہونے کا یا میرے تعلق کا کوئی خیال نہیں کیا، کیونکہ اگر انصاف سے دیکھو تو تم بھی خود سب کے

ساتھ ہر وقت ایک حالت پر نہیں رہ سکتے ہو۔ سامنے اور برتاؤ ہوتا ہے اور پس پشت اور۔ پھر جس مصیبت میں خود مبتلا ہو، دوسروں پر کیوں تعجب کرتے ہو؟ کسی سے امیدیں وابستہ مت کرو۔

خلاصہ یہ کہ کسی سے کسی طرح کی کوئی توقع مت رکھو، نہ تو کسی قسم کا فائدے پہنچنے کی، نہ کسی کی نظر میں عزت بڑھنے کی اور نہ کسی کے دل میں محبت پیدا ہونے کی۔ جب کسی سے کوئی امید نہ رکھو گے تو پھر کوئی تم سے کیسا ہی برتاؤ کرے گا تمہیں ذرا بھی تکلیف نہیں ہوگی اور خود جہاں تک ہو سکے سب کو فائدہ پہنچاؤ۔ اگر کسی کے لیے کوئی بھلائی کی بات سمجھ میں آئے اور یہ یقین ہو کہ وہ مان لے گا تو اس کو بتا دو، ورنہ خاموش رہو۔ اگر کسی سے کوئی فائدہ پہنچ جائے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور اس شخص کے لیے دعا کرو اور اگر کسی سے کوئی نقصان یا تکلیف پہنچے تو یہ سمجھو کہ یہ میرے کسی گناہ کی سزا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرو اور اس شخص سے بغض مت رکھو۔ غرض یہ کہ مخلوق کی بھلائی کو نہ دیکھو، بلکہ ہر وقت اللہ تعالیٰ پر نگاہ رکھو، اسی سے تعلق رکھو اور اسی کی تابعداری اور یاد میں لگے رہو، اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

شیخِ کامل کے ساتھ تعلق

پیری مریدی کا بیان:

کسی اللہ والے بزرگ سے اصلاحی تعلق رکھنے کے کئی فائدے ہیں:

ایک فائدہ یہ ہے کہ اصلاحِ باطن کے جو طریقے مذکور ہوئے اُن پر عمل کرنے میں کبھی کم فہمی سے غلطی ہو جاتی ہے، شیخِ کامل اس کا صحیح راستہ بتا دیتا ہے۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ کتاب میں پڑھنے سے بسا اوقات اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا شیخ کے وعظ ونصیحت اور ہدایات سے ہوتا ہے۔

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ پیر سے اعتقاد اور محبت ہو جاتی ہے اور یوں جی چاہتا ہے کہ جو اس کا طریقہ ہے ہم بھی اسی کے مطابق چلیں۔

چوتھا فائدہ یہ ہے کہ پیر اگر نصیحت کرنے میں سختی یا غصہ کرتا ہے تو ناگوار نہیں ہوتا، پھر اس نصیحت پر عمل کرنے کی زیادہ کوشش ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے فوائد ہیں جو ان لوگوں کو حاصل ہوتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے۔

شیخِ کامل کی علامات:

اگر کسی شیخ سے اصلاحی تعلق رکھنے کا ارادہ ہو تو پہلے درجِ ذیل باتوں کا اطمینان کر لیں جس میں یہ باتیں نہ ہوں اس سے تعلق قائم نہ کریں:

۱۔ پیر دین کے ضروری مسائل جانتا ہو، شریعت سے ناواقف نہ ہو۔

۲۔ اس کے عقائد قرآن وسنت کے مطابق ہوں، جن کا ذکر اس کتاب کے شروع میں ''کتاب العقائد'' میں آچکا ہے، نیز شریعت کے احکام اور اصلاحِ باطن کے جو طریقے اس کتاب میں مذکور ہوئے ہیں کوئی بات اس میں ان کے خلاف نہ ہو۔

۳۔ پیری مریدی محض پیشہ کے لیے نہ کرتا ہو۔

۴۔ کسی ایسے بزرگ کا خلیفۂ مجاز ہو جس کو دیندار لوگ بزرگ سمجھتے ہوں۔

۵۔ اس پیر کو بھی نیک لوگ اچھا کہتے ہوں۔

۶۔ اس کی تعلیم میں یہ اثر ہو کہ دین کی محبت اور شوق پیدا ہو جائے۔ یہ بات اس کے مریدوں کا حال دیکھنے سے معلوم ہو جائے گی۔ اگر دس مریدوں میں پانچ چھ مرید بھی اچھے ہوں تو سمجھو کہ یہ پیر تاثیر والا ہے اور ایک آدھ مرید کے برے ہونے سے شبہ مت کرو اور تم نے جو سنا ہوگا کہ بزرگوں میں تاثیر ہوتی ہے وہ تاثیر یہی ہے، تاثیر کا مطلب یہ نہیں کہ وہ جو کچھ کہہ دیتے ہیں اسی طرح ہوتا ہے۔ ان کے ایک پھونک مارنے سے بیماری دور ہو جاتی ہے یا جس کام کے لیے تعویذ دیتے ہیں وہ کام مرضی کے مطابق ہو جاتا ہے یا ایسی توجہ ڈالتے ہیں کہ آدمی پر وجد طاری ہو جاتا ہے۔ ان تاثیروں سے کبھی دھوکہ نہیں کھانا چاہیے۔

۷۔ اس پیر میں یہ بات ہو کہ دین کی نصیحت کرنے میں مریدوں کا لحاظ نہ کرتا ہو، ہر خلافِ شرع اور نامناسب کام سے روک دیتا ہو۔ جب کوئی ایسا پیر مل جائے تو اچھی نیت سے یعنی خالص اصلاحِ باطن کی نیت سے تعلق قائم کرنا چاہیے۔ اگر مذکورہ بالا اوصاف کا حامل کوئی شیخ میسر نہ ہو تو مرید بننا فرض تو ہے نہیں، البتہ دین کی راہ پر چلنا فرض ہے، مرید ہوئے بغیر بھی اس راہ پر چلتے رہو۔

مرشد سے تعلق کے آداب:

اپنے شیخ اور مرشد کا خوب ادب کرے۔ ذکر واذکار کے جو طریقے وہ بتائے ان کی پابندی کرے۔ اپنے شیخ کے بارے میں یہ اعتقاد رکھے کہ اصلاحی تعلق رکھنے میں مجھے جتنا فائدہ ان سے پہنچ سکتا ہے اتنا اس زمانے کے کسی اور بزرگ سے نہیں پہنچ سکتا۔

اگر بے دین پیر سے تعلق ہو جائے:

اگر غلطی سے کسی بے دین پیر سے تعلق ہو جائے یا پہلے وہ صالح تھا، بعد میں بگڑ گیا تو اس سے تعلق ختم کر کے کسی متبع شریعت بزرگ سے متعلق ہو جائے، لیکن اگر کوئی ہلکی سی بات کبھی کبھار پیر سے ہو جائے تو یوں سمجھے کہ آخر یہ بھی تو انسان ہے، فرشتہ نہیں، اس سے غلطی ہوگئی جو توبہ سے معاف ہو سکتی ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر اعتقاد خراب نہ کرے، البتہ اگر وہ اس خلافِ شرع بات پر ڈٹا رہے تو پھر تعلق توڑ دے۔ پیر کے بارے میں یہ سمجھنا کہ اس کو ہر وقت ہماری حالت کا علم ہوتا ہے بہت بڑا گناہ ہے۔ پیری مریدی کے متعلق ایسی کتابیں کبھی نہ دیکھے جن کا ظاہری مطلب خلافِ شرع ہے۔ اسی طرح جو اشعار خلافِ شرع ہیں ان کو کبھی نہ پڑھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شریعت اور چیز ہے اور طریقت یعنی پیری مریدی اور چیز ہے۔ یہ لوگ گمراہ ہیں، انہیں جھوٹا سمجھنا فرض ہے۔ اگر پیر کسی خلافِ شرع بات کا حکم دے تو اس پر عمل درست نہیں۔ اگر وہ اس پر ضد کرے تو اس

سے تعلق ختم کر دے۔

اگر اللہ تعالیٰ کا نام لینے کی برکت سے دل میں کوئی اچھی حالت پیدا ہو یا اچھے خواب نظر آئیں یا جاگتے میں کوئی آواز یا روشنی معلوم ہو تو اپنے پیر کے علاوہ کسی سے ذکر نہ کرے، نہ کبھی اپنے وظائف اور عبادت کا کسی سے اظہار کرے۔ اگر پیر نے کوئی وظیفہ یا ذکر بتایا اور کچھ مدت تک اس کا اثر یا مزہ معلوم نہ ہو تو اس سے تنگ دل یا پیر سے بداعتقاد نہ ہو بلکہ یوں سمجھے کہ بڑا اثر یہی ہے کہ اللہ کا نام لینے کا دل میں ارادہ پیدا ہوتا ہے اور اس نیک کام کی توفیق ہوتی ہے اور ایسے اثر کا کبھی دل میں خیال نہ لائے کہ مجھے خواب میں بزرگوں کی زیارت ہوا کرے، مجھے ہونے والی باتیں معلوم ہو جایا کریں، مجھے خوب رونا آیا کرے، مجھے عبادت میں ایسا انہماک حاصل ہو جائے کہ دوسری چیزوں کی خبر ہی نہ رہے۔ کبھی کبھی یہ باتیں بھی ہو جاتی ہیں اور کبھی نہیں ہوتیں، اگر ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے اور اگر نہ ہوں یا ہو کر کم ہو جائیں تو تو پریشان نہ ہو، البتہ خدانخواستہ اگر شریعت کی پابندی میں کمی ہونے لگے یا گناہ سرزد ہونے لگیں تو یہ بات پریشانی کی ہے۔ جلدی ہمت کر کے اپنی حالت درست کرے اور پیر کو اطلاع دے اور وہ جو ہدایت دے اس پر عمل کرے۔

دوسرے بزرگوں کی شان میں گستاخی نہ کرے، نہ کسی اور بزرگ کے مریدوں سے یوں کہے کہ ہمارا پیر تمہارے پیر سے بڑھ کر ہے۔ ایسی باتوں سے دل میں کدورت پیدا ہوتی ہے۔ اگر کسی پیر بھائی پر پیر کی توجہ زیادہ ہو یا اس کو وظیفہ وذکر سے زیادہ فائدہ حاصل ہو رہا ہو تو اس پر حسد نہ کرے۔

مرید بلکہ ہر مسلمان کی روزمرہ زندگی کے آداب:

۱۔ ضرورت کے بقدر دین کا اتنا علم حاصل کرے کہ زندگی شریعت کے مطابق گزار سکے۔

۲۔ گناہوں سے بچے۔

۳۔ اگر کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کر لے۔

۴۔ کسی کا حق نہ دبائے۔

۵۔ مال کی محبت اور شہرت کی خواہش نہ رکھے، پُرتکلف کھانے اور لباس کی فکر میں نہ رہے۔

۶۔ اگر غلطی پر کوئی ٹوکے تو اپنی غلطی تسلیم کر کے فوراً اقرار اور توبہ کرے۔

۷۔ سخت ضرورت کے بغیر سفر نہ کرے۔ سفر میں بہت سی باتیں بے احتیاطی کی ہوتی ہیں، بہت سے نیک کام چھوٹ جاتے ہیں، وظیفوں میں خلل پڑ جاتا ہے، وقت پر کوئی کام نہیں ہوتا۔

۸- زیادہ نہ ہنسے، نہ زیادہ بولے۔

۹- کسی سے جھگڑا تکرار نہ کرے۔

۱۰- شریعت کے احکام کا ہر وقت خیال رکھے۔

۱۱- عبادت میں سستی نہ کرے۔

۱۲- زیادہ وقت تنہائی میں رہے۔

۱۳- اگر دوسروں سے ملنا جلنا پڑے تو تواضع اور انکساری سے پیش آئے اور اپنی بڑائی نہ جتلائے۔

۱۴- مالداروں سے بلا ضرورت زیادہ نہ ملے۔

۱۵- بے دین آدمی سے دور بھاگے۔

۱۶- دوسروں کا عیب نہ ڈھونڈے، کسی پر بدگمانی نہ کرے، اپنے عیبوں کو دیکھا کرے اور ان کی اصلاح کی کوشش کرتا رہے۔

۱۷- نماز کو اپنے وقت پر اہتمام سے ادا کرنے کی پابندی کرے۔

۱۸- دل یا زبان سے ہر وقت اللہ کو یاد کرتا رہے، کسی وقت غافل نہ ہو۔

۱۹- اگر اللہ کا نام لینے سے مزہ آئے، دل خوش ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے۔

۲۰- بات نرمی سے کرے۔

۲۱- اپنے معمولات کے لیے وقت مقرر کرلے اور پابندی سے اس کو نبھائے۔

۲۲- کوئی مصیبت، پریشانی یا غم پیش آئے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانے، پریشان نہ ہو اور تصور کرے کہ اس میں مجھے ثواب ملے گا۔

۲۳- ہر وقت دل دنیا کے کاموں اور کاروبار میں مگن نہ رہے، بلکہ حتی الامکان دل کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے معمور رکھے۔

۲۴- جہاں تک ہو سکے دوسروں کو فائدہ پہنچائے، چاہے دنیا کا ہو یا دین کا۔

۲۵- کھانے پینے میں نہ اتنی کمی کرے کہ کمزور یا بیمار ہو جائے، نہ اتنی زیادتی کرے کہ عبادت میں سستی ہونے لگے۔

۲۶- اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے لالچ نہ رکھے کہ فلاں جگہ سے ہمیں یہ فائدہ ہو جائے۔

۲۷- اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لیے بے چین رہے۔

۲۸- نعمت تھوڑی ہو یا زیادہ اس پر شکر بجالائے اور فقر و فاقہ سے تنگ دل نہ ہو۔

۲۹- اپنے ماتحتوں کی خطا و قصور سے درگزر کرے۔

۳۰- کسی کا عیب معلوم ہو جائے تو اس کو چھپائے، البتہ اگر کوئی کسی کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے اور تمہیں معلوم ہو جائے تو اس شخص سے کہہ دو۔

۳۱- مہمانوں، مسافروں، غریبوں اور علما کی خدمت کرے۔

۳۲- نیک صحبت اختیار کرے۔

۳۳- ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔

۳۴- موت کو یاد رکھے۔

۳۵- روزانہ کسی وقت بیٹھ کر اپنے دن بھر کے کاموں کو سوچا کرے، جو نیکی یاد آئے اس پر شکر کرے، گناہ پر توبہ کرے۔

۳۶- جھوٹ ہرگز نہ بولے۔

۳۷- جو مجلس خلافِ شرع ہو وہاں ہرگز نہ جائے۔

۳۸- شرم و حیا اور وقار کے ساتھ رہے۔

۳۹- اس پر مغرور نہ ہو کہ میرے اندر ایسی خوبیاں ہیں۔

۴۰- اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرے کہ نیک راہ پر قائم رکھیں۔

کتاب الطہارۃ

وضواور غسل کی فضیلت:

حدیث میں ہے کہ جوکوئی وضو کرتے وقت ((بسم اللّٰه)) پڑھے، پھر ہر عضو دھوتے وقت یہ پڑھے: ((أَشْهَدُ أَن لَّا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَاشهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبدُهُ وَرَسُولُه))۔ اور فارغ ہونے کے بعد یہ پڑھے: ((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ))۔ تو اس کے لیے مرنے کے بعد جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے، جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو اور اگر فوراً دو رکعت نماز پڑھے اور ان میں قرآن پڑھے اور اس کو جان لے (یعنی حضورِ قلب سے پڑھے تاکہ معلوم رہے کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں) اور تمام نماز اسی طرح حضورِ قلب سے پڑھے تو وہ نماز سے ایسے حال میں فارغ ہوگا کہ گناہوں سے اس طرح پاک ہوگا جس طرح نومولود بچہ ہوتا ہے۔ اس سے کہا جائے گا کہ نئے سرے سے عمل کر اس وقت تک کے گناہ معاف ہوگئے۔

(رواه الحافظ المستغفری وحسنه كذا فی أحياء السنن)

حدیث میں ہے کہ جو مسلمان وضو کرتا ہے اور چہرہ دھوتا ہے تو پانی کے آخری قطرے کے ساتھ اس کے چہرے سے ہر وہ گناہ دور ہوجاتے ہیں جن کو اس کی آنکھوں نے کیا تھا، پھر جب دونوں ہاتھ (کہنیوں تک) دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے دونوں ہاتھوں کے وہ تمام گناہ دور ہوجاتے ہیں جن کو ہاتھوں سے کیا تھا، پھر جب دونوں پاؤں دھوتا ہے تو وہ تمام گناہ دور ہوجاتے ہیں جن کو پاؤں سے کیا تھا یہاں تک کہ گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے۔ (مسلم)

ان گناہوں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں جیسا کہ علماء نے فرمایا ہے اور آنکھ کا گناہ، جیسے: کسی کو بری نظر سے دیکھنا اور ہاتھ کا گناہ، جیسے: کسی کو بری نیت سے ہاتھ لگانا اور پاؤں کا گناہ، جیسے: بری نیت سے کہیں جانا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس برس تک حضور ﷺ کی خدمت کی ہے۔ ان سے ایک طویل حدیث میں منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے انس! جنابت کا غسل اچھی طرح کیا کر، پس بیشک تو نہانے کی جگہ سے ایسے حال میں نکلے گا کہ کوئی گناہ اور خطا تجھ پر کچھ باقی نہ رہے گی۔'' (یہاں بھی گناہِ صغیرہ کی معافی مراد ہے) میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اچھی طرح غسل کرنے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا (وہ یہ ہے) کہ تو بالوں کی جڑیں تر کرے اور بدن کو خوب صاف کرے۔ (بدن کو مل کر صاف کرنا مستحب ہے اور اچھی طرح صفائی، بغیر ملنے کے نہیں ہوتی) اور رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: ''اے میرے پیارے بیٹے! اگر تو ہر وقت وضو سے رہ سکے تو ایسا کر، پس جس کو موت اس حالت میں آئے کہ وہ باوضو ہو تو اسے شہادت کا ثواب ملے گا۔'' (مسند أبو یعلی)

وضو کا بیان

وضو کرنے کا طریقہ:

وضو کرنے والے کو چاہیے کہ وضو سے پہلے طہارت کی نیت کر لے، بغیر نیت کے وضو کا ثواب نہ ہوگا، اگرچہ وضو ہو جائے گا۔ وضو کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کر کے کسی اونچی جگہ بیٹھے تاکہ چھینٹیں نہ پڑیں۔ وضو شروع کرتے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہے اور سب سے پہلے تین دفعہ گٹوں تک ہاتھ دھوئے، پھر تین دفعہ کلی کرے اور مسواک کرے، اگر مسواک نہ ہو تو کسی موٹے کپڑے یا صرف انگلی سے اپنے دانت صاف کر لے تاکہ میل کچیل دور ہو جائے۔ اگر روزے سے نہ ہو تو غرغرہ کر کے اچھی طرح پورے منہ میں پانی پہنچائے اور اگر روزہ ہو تو غرغرہ نہ کرے، کیونکہ اس سے حلق میں پانی جانے کا اندیشہ ہے۔ پھر تین بار ناک میں پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ سے اس طرح ناک صاف کرے کہ ناک کی نرم ہڈی تک پانی پہنچ جائے۔ جس کا روزہ ہو وہ نرم ہڈی سے اوپر پانی نہ لے جائے۔ پھر سر کے بالوں سے لیکر ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک تین دفعہ چہرہ دھوئے۔ دونوں ابروؤں کے نیچے بھی پانی پہنچائے تاکہ کہیں کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے، پھر تین بار دایاں ہاتھ کہنی سمیت دھوئے۔ پھر بایاں ہاتھ کہنی سمیت تین دفعہ دھوئے اور ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر خلال کرے۔ انگوٹھی، چھلا وغیرہ جو کچھ ہاتھ میں پہنا ہوا ہو اسے ہلا لے تاکہ کہیں اس کے نیچے کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے۔

پھر ایک مرتبہ پورے سر کا مسح کرے، پھر کان کا مسح کرے۔ کان کے اندر کے حصے کا شہادت کی انگلی سے اور کان کے اوپر کے حصے کا انگوٹھوں سے مسح کرے۔ پھر انگلیوں کی پشت سے گردن کا مسح کرے، لیکن گلے کا مسح نہ کرے کہ یہ بدعت ہے۔ کان کے مسح کے لیے نیا پانی لینے کی ضرورت نہیں، بلکہ سر کے مسح سے جو بچا ہوا پانی ہاتھ میں لگا ہے وہی کافی ہے۔ تین بار دایاں پاؤں ٹخنے سمیت دھوئے، پھر بایاں پاؤں ٹخنے سمیت تین دفعہ دھوئے اور بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے پیر کی انگلیوں کا خلال کرے۔ دائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی سے شروع کرے اور بائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی پر ختم کرے۔

یہ وضو کا تفصیلی طریقہ ہے، وضو میں بعض چیزیں فرض ہیں، جن کے چھوڑ دینے سے وضو نہیں ہوتا۔ بعض چیزیں سنت

ہیں، جن کے کرنے کی شریعت میں تاکید آئی ہے، کبھی کبھار چھوٹ جائیں تو صرف ثواب میں کمی آتی ہے اور ان کو چھوڑنے کی عادت بنانے سے انسان قابلِ ملامت اور گنہگار ہو جاتا ہے اور بعض چیزیں مستحب ہیں جن کے کرنے سے ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے سے کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

وضو کے فرائض اور ان سے متعلقہ مسائل:

وضو میں صرف چار چیزیں فرض ہیں:

۱۔ ایک مرتبہ پورا چہرہ دھونا۔

۲۔ ایک دفعہ کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دھونا۔

۳۔ ایک بار چوتھائی سر کا مسح کرنا۔

۴۔ ایک مرتبہ ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھونا۔

ان میں سے اگر ایک چیز بھی چھوٹ جائے گی یا کوئی جگہ بال برابر بھی خشک رہ جائے گی تو وضو نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۱ جب یہ چار عضو جن کا دھونا فرض ہے، دھل جائیں گے تو وضو ہو جائے گا، چاہے وضو کا ارادہ ہو یا نہ ہو، جیسے: کوئی نہاتے وقت سارے بدن پر پانی بہا لے اور وضو نہ کرے یا حوض میں گر جائے یا بارش میں باہر کھڑا ہو جائے اور وضو کے یہ اعضاء دھل جائیں تو وضو ہو جائے گا، لیکن وضو کا ثواب نہیں ملے گا۔

مسئلہ ۲ انگوٹھی، چھلا وغیرہ اگر اتنے ڈھیلے ہوں کہ ہلائے بغیر بھی ان کے نیچے پانی پہنچ جائے تب بھی ان کا ہلا لینا مستحب ہے اور اگر ایسے تنگ ہوں کہ بغیر ہلائے پانی نہ پہنچنے کا گمان ہو تو ان کو ہلا کر اچھی طرح پانی پہنچا دینا ضروری اور واجب ہے۔

مسئلہ ۳ اگر کسی کے ناخن میں آٹا وغیرہ لگ کر سوکھ گیا اور اس کے نیچے پانی نہیں پہنچا تو وضو نہیں ہوا، جب یاد آئے اور آٹا دیکھے تو اسے چھڑا کر پانی ڈال لے اور اگر پانی پہنچانے سے پہلے کوئی نماز پڑھ لی ہو تو اس کو لوٹائے۔

مسئلہ ۴ ٹھوڑی کا دھونا فرض ہے بشرطیکہ اس پر بال نہ ہوں یا اس قدر کم ہوں کہ کھال نظر آئے۔

مسئلہ ۵ ہونٹ کا جو حصہ منہ بند ہونے کے بعد دکھائی دیتا ہے اس کا دھونا فرض ہے۔

مسئلہ ۶ ڈاڑھی یا مونچھ یا بھنویں اتنی گھنی ہوں کہ کھال نظر نہ آئے تو کھال کا دھونا فرض نہیں، بلکہ وہ بال ہی کھال کے قائم مقام ہیں، ان پر پانی بہا دینا کافی ہے۔

﴿مسئلہ ۷﴾ بھنویں یا ڈاڑھی یا مونچھ اس قدر گھنی ہوں کہ اس کے نیچے کی کھال چھپ جائے اور نظر نہ آئے تو ایسی صورت میں اتنے بالوں کا دھونا فرض ہے جو چہرے کی حد کے اندر ہیں، باقی بال جو حد مذکور سے آگے بڑھ گئے ہوں ان کا دھونا فرض نہیں۔

﴿مسئلہ ۸﴾ جو حصہ رخسار اور کان کے درمیان ہے اس کا دھونا فرض ہے، چاہے اس جگہ ڈاڑھی نکلی ہو یا نہیں۔

﴿مسئلہ ۹﴾ اگر آنکھ یا منہ کو زور سے بند کیا اور پلک یا ہونٹ کا کچھ حصہ خشک رہ گیا یا آنکھ کے کونے میں پانی نہیں پہنچا تو وضو نہیں ہوا۔

﴿مسئلہ ۱۰﴾ وضو کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ کوئی جگہ خشک رہ گئی ہے تو وہاں پر فقط ہاتھ پھیر لینا کافی نہیں، بلکہ پانی بہانا فرض ہے۔

وضو کی سنتیں:

۱۔ نیت کرنا	۲۔ پہلے گٹوں تک دونوں ہاتھ دھونا
۳۔ بسم اللہ کہنا	۴۔ کلی کرنا
۵۔ ناک میں پانی ڈالنا	۶۔ مسواک کرنا
۷۔ پورے سر کا مسح کرنا	۸۔ ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھونا
۹۔ کانوں کا مسح کرنا	۱۰۔ ہاتھ اور پیر کی انگلیوں کا خلال کرنا
۱۱۔ ڈاڑھی کا خلال کرنا	۱۲۔ ترتیب سے وضو کرنا

۱۳۔ مسلسل وضو کرنا کہ ایک عضو خشک ہونے سے پہلے دوسرا دھولے۔

تنبیہ: مذکورہ بالا طریقے سے وضو کرنا سنت ہے، اگر کبھی اس کے خلاف کیا، مثلاً: خلافِ ترتیب وضو کیا، مثلاً: سب سے پہلے ہاتھ دھونے کے بجائے پہلے پاؤں دھوئے، پھر چہرہ وغیرہ دھوئے یا ایک عضو دھونے کے بعد دوسرا عضو دھونے میں قصداً اتنی تاخیر کرے کہ پہلا عضو خشک ہو جائے یا وضو کی کوئی اور سنت چھوڑ دی تو بھی وضو ہو جائے گا، لیکن سنت کے مطابق نہیں ہو گا اور اگر کوئی اس طرح کرنے کی عادت بنالے تو گنہگار ہو گا۔

وضو کے مستحبات سے متعلق مسائل:

﴿مسئلہ ۱۱﴾ ہر عضو دھوتے وقت مناسب ہے کہ اس پر ہاتھ بھی پھیر لیا کرے تا کہ کوئی جگہ خشک نہ رہے، پوری طرح

پانی پہنچ جائے۔

﴿مسئلہ۱۲﴾ وقت آنے سے پہلے ہی وضو کر کے نماز کی تیاری کر لینا بہتر اور مستحب ہے۔

﴿مسئلہ۱۳﴾ وضو کے دوران اور اس سے فارغ ہونے کے بعد مسنون دعائیں پڑھے۔[وضو کے دوران یہ دعا پڑھے:

« اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي ذَنْبِي وَوَسِّعْ لِي فِي دَارِي، وَبَارِكْ لِي فِي رِزْقِي ».]

﴿مسئلہ۱۴﴾ وضو کرنے کے بعد اگر مکروہ وقت نہ ہو تو بہتر ہے کہ دو رکعت نماز پڑھ لے۔ اس نماز کو تحیۃ الوضوء کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں اس کا بڑا ثواب آیا ہے۔

﴿مسئلہ۱۵﴾ اگر ایک نماز کے وقت وضو کیا تھا پھر دوسری نماز کا وقت آ گیا اور ابھی وضو نہیں ٹوٹا تو اسی وضو سے دوسری نماز پڑھنا جائز ہے، البتہ دوبارہ وضو کر لینا بہتر ہے۔

﴿مسئلہ۱۶﴾ وضو کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے:

« اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ».

مکروہاتِ وضو سے متعلق مسائل:

﴿مسئلہ۱۷﴾ جب تک مجبوری نہ ہو خود اپنے ہاتھ سے وضو کرے، کسی اور سے پانی نہ ڈلوائے۔

﴿مسئلہ۱۸﴾ وضو کے دوران بلا ضرورت دنیا کی باتیں نہ کرے۔ ضرورت کی بات کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

﴿مسئلہ۱۹﴾ پانی کتنا ہی زیادہ ہو جیسے: کوئی دریا کے کنارے پر ہو پھر بھی پانی ضرورت سے زیادہ خرچ نہ کرے اور نہ پانی استعمال کرنے میں اتنی کمی کرے کہ اعضا اچھی طرح نہ دھل سکیں۔

﴿مسئلہ۲۰﴾ کسی عضو کو تین مرتبہ سے زیادہ نہ دھوئے۔[البتہ اگر کوئی جگہ خشک رہ گئی ہو تو دھونا ضروری ہے۔]

﴿مسئلہ۲۱﴾ چہرہ دھوتے وقت پانی کا چھینٹا زور سے نہ مارے، نہ پھنکار کر چھینٹ اڑائے۔

﴿مسئلہ۲۲﴾ چہرہ دھوتے ہوئے منہ اور آنکھیں بہت زور سے بند نہ کرے۔

﴿مسئلہ۲۳﴾ جب ایک دفعہ وضو کر لیا اور وہ ابھی تک ٹوٹا نہیں تو جب تک اس وضو سے کوئی عبادت نہ کر لے اس وقت تک دوسرا وضو کرنا مکروہ اور منع ہے۔ چنانچہ اگر نہاتے وقت کسی نے وضو کیا ہے تو اسی وضو سے نماز پڑھنا چاہیے، اس وضو کے ہوتے ہوئے دوسرا وضو نہ کرے، ہاں اگر کم از کم دو رکعت نماز اس وضو سے پڑھ چکا ہو تو دوسرا وضو کرنے میں حرج نہیں، بلکہ ثواب ہے۔

اضافہ

مسواک کی جگہ ٹوتھ پیسٹ اور برش کا استعمال:

﴿مسئلہ ۱﴾ مسواک کی دو حیثیتیں ہیں: ایک یہ کہ وہ عبادت اور رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ اس حیثیت سے عین اسی طریقہ کو اختیار کرنا ضروری ہے جو آپ ﷺ نے اختیار فرمایا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا مسواک میں جو طریقہ منقول ہے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ لکڑی استعمال فرمایا کرتے تھے، لکڑی موجود نہ ہونے کی صورت میں آپ ﷺ نے انگلی پر اکتفا کرنے کا حکم دیا۔ اسی طرح جن کے دانت نہ ہوں انہیں بھی یہی حکم دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسواک کی سنت اور عبادت اسی وقت ادا ہو سکتی ہے جب لکڑی یا انگلی سے دانت ملے جائیں۔

مسواک کی دوسری حیثیت ایک عام انسانی عادت کی ہے کہ مسواک کا مقصد دانتوں کی صفائی اور بدبو کا ازالہ ہے۔ اس لحاظ سے ٹوتھ پیسٹ اور برش کا استعمال بھی کافی ہے۔ (جدید فقہی مسائل: ۴۵)

اخبار میں لکھی ہوئی آیات کو بلا وضو چھونا:

﴿مسئلہ ۲﴾ جس جگہ قرآن کی آیت لکھی ہو صرف اس جگہ کو بلا وضو ہاتھ لگانا منع ہے، دوسری جگہوں کو ہاتھ لگانا جائز ہے۔ (أحسن الفتاویٰ: ۲/۱۸)

وضو اور غسل میں مصنوعی اعضا کا حکم:

﴿مسئلہ ۳﴾ مصنوعی اعضا اور دانت وغیرہ دو طرح کے ہوتے ہیں: ایک وہ جو مستقل طور پر لگا دیئے جائیں اور پھر انہیں آسانی سے نکالا نہ جا سکے۔ دوسرے وہ جو بنائے ہی اس طرح جاتے ہیں کہ حسبِ ضرورت ان کا استعمال کیا جائے اور پھر ان کو نکالا جا سکے۔ (جدید فقہی مسائل: ۴۱)

پہلی صورت میں یہ اعضا اور دانت وغیرہ اصل کا درجہ رکھتے ہیں، اس لیے ان کا حکم اصلی اعضا اور اصل دانتوں ہی کا ہوگا۔ وضو اور غسل میں ان تک پانی پہنچانا ضروری ہوگا، ان اعضا اور دانتوں کو نکال کر ان کے نیچے پانی پہنچانا ضروری نہیں۔

دوسری صورت میں ان کی حیثیت ایک زائد چیز کی ہوگی یعنی وضو اور غسل اسی وقت درست ہوگا جب ان کو نکال کر اصل جسم تک پانی پہنچائے، اگر ایسا نہ کیا گیا تو وضو اور غسل درست نہیں ہوگا۔

دانتوں پر سونے اور چاندی کا خول ہو تو وضو وغسل کا حکم:

﴿مسئلہ۴﴾ علاج کے طور پر دانت کے سوراخ میں سونا، چاندی، سیسہ وغیرہ میں سے کوئی چیز ڈال کر دانت بند کر دیا جائے تو وہ ڈالی ہوئی چیز بدن کا جز بن جائے گی اور وضو وغسل میں اس چیز کو پانی پہنچانا کافی ہو جائے گا، اس کے نیچے پانی پہنچانا ضروری نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۸/۴)

سرخی پاؤڈر اور کریم لگا کر وضو کرنا:

﴿مسئلہ۵﴾ سرخی پاؤڈر اور کریم میں اگر کوئی ناپاک چیز ملی ہوئی نہ ہو تو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں، البتہ اگر ان میں سے کسی چیز کی بھی تہہ جم جاتی ہو تو وضو کے صحیح ہونے کے لیے اس کا اتارنا واجب ہے۔ تہہ اتارے بغیر وضو صحیح نہیں ہوگا۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۲/۲)

وِگ کا استعمال اور وضو:

﴿مسئلہ۶﴾ وِگ یعنی مصنوعی بال اگر انسان کے ہوں تو ان کا لگانا گناہِ کبیرہ ہے، حدیث میں اس پر لعنت آئی ہے اور اگر کسی دوسرے جانور کے ہوں تو لگانا جائز ہے، البتہ بہر صورت وضو میں مسح کے وقت ان کو اتارنا ضروری ہے اگر ان پر مسح کر لیا تو وضو نہیں ہوگا۔ (أحسن الفتاویٰ: ۷۵/۸، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۶/۲)

وضو توڑنے والی چیزیں

﴿مسئلہ۱﴾ پاخانہ، پیشاب اور ہوا جو پاخانہ کے مقام سے نکلے اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، البتہ اگر پیشاب کے مقام سے ہوا نکلے جیسا کہ کبھی بیماری کی وجہ سے ایسا ہو جاتا ہے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

﴿مسئلہ۲﴾ عورت کو ہاتھ لگانے یا عورتوں کا خیال کرنے سے آگے کی راہ سے جو پانی آ جائے اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اس پانی کو جو جوش کے وقت نکلتا ہے ”مذی“ کہتے ہیں۔

﴿مسئلہ۳﴾ مرد کے پیشاب کے مقام سے جب عورت کا پیشاب کا مقام مل جائے اور کچھ کپڑا وغیرہ بیچ میں نہ ہو تو وضو ٹوٹ جاتا ہے، چاہے کچھ نکلے یا نہ نکلے۔

﴿مسئلہ۴﴾ بواسیر کا مسہ نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

﴿مسئلہ۵﴾ منی اگر بغیر شہوت خارج ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا، مثلاً: کسی نے کوئی بوجھ اٹھایا یا کسی اونچے مقام سے گر پڑا

اور چوٹ کی وجہ سے منی بغیر شہوت خارج ہوگئی۔

﴿مسئلہ ۶﴾ آگے یا پیچھے کی راہ سے کوئی چیز جیسے: کیڑا، کنکری وغیرہ نکلے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

﴿مسئلہ ۷﴾ اگر عورت نے اپنی شرمگاہ کے اندر تیل ٹپکایا یا مرہم لگائی تو اس کے باہر نکل آنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

﴿مسئلہ ۸﴾ بواسیر کے علاج کے لیے کوئی تیل یا مرہم پاخانے کے مقام کے اندر لگایا۔ اگر وہ باہر نکل آئے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

﴿مسئلہ ۹﴾ عورتوں میں بیماری کی وجہ سے جو لیس دار پانی آگے کی طرف سے آتا ہے وہ پانی نجس ہے اور اس کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

﴿مسئلہ ۱۰﴾ جو ہوا مرد اور عورت کے پیشاب کے مقام سے نکلے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

[﴿مسئلہ ۱۱﴾ عورت کے اندرونی معائنہ کے لیے اگر لیڈی ڈاکٹر نے شرمگاہ میں انگلی داخل کی تو وضو ٹوٹ جائے گا۔]

[﴿مسئلہ ۱۲﴾ ولادت سے پہلے جو پانی نکلتا ہے وہ نفاس نہیں، بلکہ نجس رطوبت ہے جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، لیکن اس کے نکلنے سے نماز معاف نہیں ہوگی۔]

خون پیپ وغیرہ نکلنا:

﴿مسئلہ ۱۳﴾ اگر کسی کے کان یا زخم سے کیڑا نکلے یا کچھ گوشت کٹ کر گر پڑے اور خون نہ نکلے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

﴿مسئلہ ۱۴﴾ خون نکلوانے نکسیر پھوٹنے اور بدن کے کسی بھی حصے میں پھوڑے پھنسی یا زخم سے خون یا پیپ نکلنے سے وضو ٹوٹ جائے گا، البتہ اگر خون یا پیپ زخم سے آگے نہیں بڑھا تو وضو نہیں ٹوٹتا، لہٰذا اگر کسی کو سوئی (وغیرہ) چبھ گئی اور خون نکل آیا لیکن بہا نہیں تو وضو نہیں ٹوٹا اور اگر ذرا بھی بہہ پڑا ہو تو وضو ٹوٹ گیا۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ اگر کسی نے ناک صاف کی اور اس سے جمے ہوئے خون کے ٹکڑے نکلے تو وضو نہیں ٹوٹا۔ وضو جب ٹوٹتا ہے کہ پتلا خون نکلے اور بہہ پڑے۔ چنانچہ اگر کسی نے اپنی ناک میں انگلی ڈالی پھر جب اس کو نکالا تو انگلی میں خون کا دھبہ معلوم ہوا لیکن وہ خون اتنا زیادہ نہیں کہ بہہ جائے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹا۔

﴿مسئلہ ۱۶﴾ کسی کی آنکھ کے اندر کوئی دانہ وغیرہ تھا وہ ٹوٹ گیا یا خود اس نے توڑ دیا اور اس کا پانی بہہ کر آنکھ میں پھیل گیا لیکن آنکھ سے باہر نہیں نکلا تو اس کا وضو نہیں ٹوٹا اور اگر آنکھ سے باہر پانی نکل پڑا تو وضو ٹوٹ گیا۔ اسی طرح اگر کان کے اندر دانہ ہو اور ٹوٹ جائے تو جب تک خون یا پیپ سوراخ کے اندر اس جگہ تک رہے جہاں غسل میں پانی پہنچانا فرض نہیں ہے تب تک

وضو نہیں ٹوٹتا اور جب اس جگہ تک بہہ کر آ جائے جہاں پانی پہنچانا فرض ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ کسی نے اپنے پھوڑے یا چھالے کے اوپر کا چھلکا نوچ ڈالا وراس کے نیچے خون یا پیپ دکھائی دینے لگا لیکن خون یا پیپ اپنی جگہ پر ٹھہرا ہے، کسی طرف نکل کر بہا نہیں تو وضو نہیں ٹوٹا اور اگر بہہ پڑا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

﴿مسئلہ ۱۸﴾ کسی کے پھوڑے میں بڑا گہرا گھاؤ ہو گیا تو جب تک خون یا پیپ اس گھاؤ کے سوراخ کے اندر ہے، باہر نکل کر بدن پر نہ آئے اس وقت تک وضو نہیں ٹوٹتا۔

﴿مسئلہ ۱۹﴾ اگر پھوڑے پھنسی کا خون خود سے نہیں نکلا بلکہ اس نے دبا کر نکالا اور خون بہہ گیا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

﴿مسئلہ ۲۰﴾ کسی کے زخم سے ذرا ذرا خون نکلنے لگا، اس نے اس پر مٹی ڈال دی یا کپڑے سے پونچھ لیا، پھر ذرا سا نکلا پھر اس نے پونچھ ڈالا، اسی طرح کئی دفعہ کیا اور خون بہنے نہ پایا تو دل میں سوچے: اگر ایسا معلوم ہو کہ اگر پونچھا نہ جاتا تو بہہ پڑتا تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر ایسا ہو کہ پونچھا نہ جاتا تب بھی نہ بہتا تو وضو نہیں ٹوٹا۔

﴿مسئلہ ۲۱﴾ کسی کے تھوک میں خون معلوم ہو تو اگر تھوک میں خون بہت کم ہے اور تھوک کا رنگ سفیدی یا زردی مائل ہے تو وضو نہیں ٹوٹتا اور اگر خون زیادہ یا برابر ہے اور رنگ سرخی مائل ہے تو وضو ٹوٹ گیا۔

﴿مسئلہ ۲۲﴾ اگر دانت سے کوئی چیز (سیب وغیرہ) کاٹی اور اس چیز پر خون کا دھبہ معلوم ہوا یا دانت میں خلال کیا اور خلال میں خون کی سرخی دکھائی دی لیکن تھوک میں بالکل خون کا رنگ معلوم نہیں ہوتا تو وضو نہیں ٹوٹا۔

﴿مسئلہ ۲۳﴾ کسی نے جونک لگوائی اور اس میں اتنا خون بھر گیا کہ اگر بیچ سے کاٹ دو تو خون بہ پڑے تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر اتنا نہ پیا ہو بلکہ بہت کم پیا ہو کہ بہنے کے قابل نہ ہو تو وضو نہیں ٹوٹا اور اگر مچھر یا مکھی یا کھٹمل نے خون پیا تو وضو نہیں ٹوٹا۔

﴿مسئلہ ۲۴﴾ زکام کی وجہ سے آنکھوں سے پانی بہے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

﴿مسئلہ ۲۵﴾ اگر آنکھیں دکھتی ہوں اور ان میں چبھن ہوتی ہو اور اس سے صاف پانی نکلے تو وضو نہیں ٹوٹتا، البتہ جب آنکھوں سے چکنا پانی یا پیپ نکلے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

﴿مسئلہ ۲۶﴾ کسی کے کان سے بیماری کی وجہ سے پانی نکلتا ہے تو یہ پانی نجس ہے، جب کان کے سوراخ سے نکل کر اس جگہ تک آ جائے جس کا دھونا غسل میں فرض ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

﴿مسئلہ ۲۷﴾ اگر ناف سے کسی بیماری کی وجہ سے پانی نکلے تو اس سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔

﴿مسئلہ ۲۸﴾ اگر عورت کی چھاتی سے پانی نکلتا ہے اور درد بھی ہوتا ہے تو وہ نجس ہے، اس سے وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر

درد نہیں ہے تو نہ نجس ہے اور نہ اس سے وضو ٹوٹے گا۔

قے ہونا:

﴿مسئلہ ۲۹﴾ اگر قے ہو اور اس میں کھانا یا پانی یا پت گرے تو اگر منہ بھر قے ہوئی ہو تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر منہ بھر نہیں ہوئی تو وضو نہیں ٹوٹا۔ منہ بھر ہونے کا یہ مطلب ہے کہ مشکل سے منہ میں رکے۔ اگر قے میں بلغم گرا تو وضو نہیں ٹوٹا چاہے بلغم جتنا بھی ہو، منہ بھر ہو یا نہ ہو، سب کا ایک حکم ہے۔ اگر قے میں خون گرے تو اگر پتلا اور بہنے والا ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا، چاہے کم ہو یا زیادہ، منہ بھر ہو یا نہ ہو اور اگر خون جمے ہوئے ٹکڑوں کی صورت میں ہو اور منہ بھر ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر کم ہو تو نہیں ٹوٹے گا۔

﴿مسئلہ ۳۰﴾ اگر تھوڑی تھوڑی کر کے کئی دفعہ قے ہوئی لیکن سب ملا کر اتنی ہے کہ اگر ایک دفعہ میں ہوتی تو منہ بھر جاتا تو اگر ایک ہی متلی مسلسل باقی رہی اور تھوڑی تھوڑی قے ہوتی رہی تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر ایک ہی متلی مسلسل نہیں رہی بلکہ پہلی دفعہ کی متلی ختم ہوگئی تھی اور طبیعت ٹھیک ہوگئی، پھر دوبارہ متلی شروع ہوئی اور تھوڑی قے ہوگئی، پھر جب متلی ختم ہوگئی تو تیسری دفع پھر متلی شروع ہو کر قے ہوئی تو وضو نہیں ٹوٹا۔

﴿مسئلہ ۳۱﴾ جس چیز کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ چیز نجس ہوتی ہے اور جس سے وضو نہیں ٹوٹتا وہ نجس بھی نہیں۔ تو اگر ذرا سا خون نکلا جو زخم کے منہ سے بہا نہیں یا ذرا سی قے ہوئی اور اس میں کھانا یا پانی یا پت یا جما ہوا خون نکلا تو یہ خون اور یہ قے نجس نہیں ہے، اگر کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو اس کا دھونا واجب نہیں اور اگر منہ بھر قے ہوئی یا خون زخم سے بہ گیا تو وہ نجس ہے، اس کا دھونا واجب ہے اور اگر اتنی قے کر کے کٹورے یا لوٹے کو منہ لگا کر کلی کے واسطے پانی لیا تو وہ برتن ناپاک ہو جائے گا، اس لیے چلو سے پانی لینا چاہیے۔

﴿مسئلہ ۳۲﴾ چھوٹا بچہ جو دودھ کی قے کرتا ہے اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر منہ بھر نہ ہو تو نجس نہیں ہے اور جب منہ بھر ہو تو نجس ہے۔ اگر اس کے دھوئے بغیر نماز پڑھی تو نماز نہ ہوگی۔

نیند، بے ہوشی اور نشہ:

﴿مسئلہ ۳۳﴾ لیٹے لیٹے آنکھ لگ گئی یا کسی چیز سے ٹیک لگا کر بیٹھے بیٹھے سو گیا اور ایسی غفلت ہوگئی کہ اگر وہ ٹیک نہ ہوتی تو گر پڑتا تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر نماز میں بیٹھے بیٹھے یا کھڑے کھڑے یا سجدے کی حالت میں سو جائے تو وضو نہیں ٹوٹتا لیکن اگر عورت سجدے میں سو گئی تو اس کا وضو ٹوٹ گیا۔ [لأن هيئة سجودها مرخاة للمفاصل]

﴿مسئلہ ۳۴﴾ اگر نماز سے باہر بیٹھے بیٹھے سو جائے اور اپنا مقعد ایڑی سے دبالے اور دیوار وغیرہ کسی چیز سے ٹیک بھی نہ لگائے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔

﴿مسئلہ ۳۵﴾ بیٹھے ہوئے نیند کا ایسا جھونکا آیا کہ گر پڑا تو اگر گرتے ہی فوراً آنکھ کھل گئی ہو تو وضو نہیں ٹوٹا اور اگر گرنے کے ذرا دیر بعد آنکھ کھلی تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر بیٹھا جھومتا رہا، گرا نہیں تب بھی وضو نہیں ٹوٹا۔

﴿مسئلہ ۳۶﴾ اگر بے ہوشی ہوگئی یا جنون سے عقل جاتی رہی تو وضو ٹوٹ گیا، چاہے بے ہوشی یا جنون تھوڑی ہی دیر رہا ہو۔ ایسے ہی اگر تمباکو وغیرہ کوئی نشہ کی چیز کھالی اور اتنا نشہ ہوگیا کہ اچھی طرح چلا نہیں جاتا اور قدم ادھر ادھر بہکتا اور ڈگمگاتا ہے تو بھی وضو ٹوٹ گیا۔

﴿مسئلہ ۳۷﴾ اگر کسی کے حواس میں خلل ہو جائے لیکن یہ خلل جنون اور مدہوشی کی حد کو نہ پہنچا ہو تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

ہنسی اور قہقہہ:

﴿مسئلہ ۳۸﴾ نماز میں اگر کوئی شخص سو جائے اور سونے کی حالت میں قہقہہ لگائے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

﴿مسئلہ ۳۹﴾ اگر نماز میں اتنے زور سے ہنسی نکل گئی کہ خود اس نے اور اس کے پاس والوں نے بھی آواز سن لی تو وضو ٹوٹ گیا اور نماز بھی ٹوٹ گئی اور اگر خود کو آواز سنائی دے مگر پاس والے نہ سن سکیں، اگرچہ بالکل قریب والا سن لے تو اس سے نماز ٹوٹ جائے گی لیکن وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اگر ہنسی میں فقط دانت کھل گئے، آواز بالکل نہیں نکلی تو نہ وضو ٹوٹا نہ نماز ٹوٹی۔

﴿مسئلہ ۴۰﴾ جنازے کی نماز اور تلاوت کے سجدے میں قہقہہ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا، چاہے بالغ ہو یا نابالغ، البتہ وہ نماز اور سجدہ ٹوٹ جائے گا۔

متفرق:

﴿مسئلہ ۴۱﴾ وضو کے بعد اگر کسی عضو کے نہ دھونے کا شبہ ہو لیکن وہ عضو متعین نہ ہو تو ایسی صورت میں شک رفع کرنے کے لیے بائیں پاؤں کو دھوئے۔ اسی طرح وضو کے درمیان کسی عضو کے بارے میں یہ شبہ ہو تو ایسی حالت میں آخری عضو کو دھوئے، مثلاً: کہنیوں تک ہاتھ دھونے کے بعد یہ شبہ ہو تو منہ دھو ڈالے اور اگر پاؤں دھوتے وقت یہ شبہ ہو تو کہنیوں تک ہاتھ دھو ڈالے۔ یہ اس وقت ہے کہ کبھی کبھی شبہ ہوتا ہو اور اگر کسی کو اکثر اس قسم کا شبہ ہوتا ہو تو اس کو چاہیے کہ اس شبہ کی طرف خیال نہ کرے اور اپنے وضو کو کامل سمجھے۔

﴿مسئلہ ۴۲﴾ مسجد کے فرش پر وضو کرنا درست نہیں۔ ہاں اگر اس طرح وضو کرے کہ وضو کا پانی مسجد میں نہ گرنے پائے

تو کوئی حرج نہیں۔ اس میں اکثر جگہ بے احتیاطی ہوتی ہے کہ وضو ایسی جگہ کیا جاتا ہے کہ وضو کا پانی مسجد کے فرش پر بھی گرتا ہے۔

جن چیزوں سے وضو نہیں ٹوٹتا:

مسئلہ ۴۳ وضو کے بعد ناخن کٹائے یا زخم کے اوپر کی کھال نوچ ڈالی تو وضو میں کوئی نقصان نہیں آیا۔

مسئلہ ۴۴ وضو کے بعد کسی کا ستر دیکھ لیا یا اپنا ستر کھل گیا یا ننگا ہو کر نہایا اور ننگے ہی وضو کیا تو اس کا وضو درست ہے، دوبارہ وضو دہرانے کی ضرورت نہیں، البتہ بغیر شدید مجبوری کے کسی کا ستر دیکھنا یا اپنا دکھانا ناجائز ہے۔

مسئلہ ۴۵ اگر وضو کرنا تو یاد ہے اور اس کے بعد وضو ٹوٹنا اچھی طرح یاد نہیں کہ ٹوٹا ہے یا نہیں ٹوٹا تو اس کا وضو باقی سمجھا جائے گا، اسی سے نماز درست ہے، لیکن دوبارہ وضو کر لینا بہتر ہے۔

مسئلہ ۴۶ جس کو وضو کے دوران شک ہوا کہ فلاں عضو دھویا یا نہیں تو وہ عضو پھر دھو لینا چاہیے اور اگر وضو کرنے کے بعد شک ہوا تو اس کی کوئی پرواہ نہ کرے، وضو ہو گیا، البتہ اگر یقین ہو جائے کہ کوئی عضو دھونے سے رہ گیا ہے تو اس کو دھو لے۔

بے وضو ہونے کی حالت کے احکام:

مسئلہ ۴۷ بے وضو قرآن مجید کا چھونا درست نہیں، البتہ اگر ایسے کپڑے سے چھولے جو بدن سے جدا ہو تو درست ہے۔ کُرتے کے دامن وغیرہ سے جب کہ اس کو پہنے ہوئے ہو چھونا درست نہیں، ہاں اگر اترا ہوا ہو تو اس سے چھونا درست ہے۔ زبانی پڑھنا درست ہے اور اگر قرآن مجید کھلا ہوا رکھا ہے اور اس کو دیکھ دیکھ کر پڑھا لیکن ہاتھ نہیں لگایا یہ بھی درست ہے۔ اسی طرح بے وضو ایسے تعویذ اور طشتری (پلیٹ) کا چھونا بھی درست نہیں جس میں قرآن کی آیات لکھی ہوں۔

مسئلہ ۴۸ قرآن مجید اور پاروں کے پورے کاغذ کا چھونا ناجائز ہے چاہے لکھی ہوئی جگہ کو چھوئے یا سادہ جگہ کو اور اگر پورا قرآن نہ ہو بلکہ کسی کاغذ یا کپڑے یا جھلی وغیرہ پر قرآن کی ایک پوری آیت لکھی ہوئی ہو، باقی حصہ سادہ ہو تو سادہ جگہ کا چھونا جائز ہے جب کہ آیت پر ہاتھ نہ لگے۔

مسئلہ ۴۹ قرآن مجید کا لکھنا مکروہ نہیں، بشرطیکہ ہاتھ خالی جگہ پر رہے، لکھے ہوئے کو نہ لگے اور یہ حکم جب ہے کہ قرآن شریف اور سیپاروں کے علاوہ کسی کاغذ یا کپڑے وغیرہ میں کوئی آیت لکھے۔

مسئلہ ۵۰ اگر کتاب وغیرہ میں لکھے تو ایک آیت سے کم کا لکھنا مکروہ نہیں اور قرآن شریف میں لکھے تو ایک آیت سے کم کا لکھنا بھی جائز نہیں۔

مسئلہ ۵۱ نابالغ بچوں کو وضو نہ ہونے کی حالت میں بھی قرآن مجید کا دینا اور چھونے دینا مکروہ نہیں۔

مسئلہ ۵۲ قرآن مجید کے سوا دیگر آسمانی کتابوں تورات، انجیل اور زبور وغیرہ کے صرف لکھی ہوئی جگہ کا چھونا مکروہ ہے۔ خالی جگہ کا چھونا مکروہ نہیں اور یہی حکم قرآن مجید کی ان آیات کا ہے جن کی تلاوت منسوخ ہوگئی ہے۔

معذور کے احکام

﴿مسئلہ ۱﴾ جس کی ایسی نکسیر پھوٹی ہو کہ کسی طرح بند نہیں ہوتی، یا کوئی ایسا زخم ہے کہ برابر بہتا رہتا ہے، کسی وقت بہنا بند نہیں ہوتا، یا پیشاب کی بیماری ہے کہ ہر وقت قطرے آتے رہتے ہیں، اتنا وقت نہیں ملتا کہ وضو سے نماز پڑھ سکے تو ایسے شخص کو معذور کہتے ہیں۔ اس کا حکم یہ ہے کہ ہر نماز کے وقت وضو کرلیا کرے، جب تک وہ وقت رہے گا تب تک اس کا وضو باقی رہے گا، البتہ جس بیماری میں مبتلا ہے اس کے سوا اگر کوئی اور بات ایسی پائی جائے جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کسی کو ایسی نکسیر پھوٹی کہ کسی طرح بند نہیں ہوتی، اس نے ظہر کے وقت وضو کرلیا تو جب تک ظہر کا وقت رہے گا نکسیر کے خون کی وجہ سے اس کا وضو نہ ٹوٹے گا، البتہ اگر پاخانہ، پیشاب کیا یا بدن کے کسی حصے سے خون نکل آیا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ جب ظہر کا وقت ختم ہو جائے اور عصر کا وقت شروع ہو جائے تو اس کا وضو ختم ہو جائے گا، اب دوبارہ وضو کرے۔ اسی طرح ہر نماز کے وقت وضو کرلیا کرے اور اس وضو سے فرض اور نفل جو نماز چاہے پڑھے۔

﴿مسئلہ ۲﴾ اگر فجر کے وقت وضو کیا تو سورج نکلنے کے بعد اس وضو سے نماز نہیں پڑھ سکتا، دوبارہ وضو کرنا ضروری ہے اور اگر سورج نکلنے کے بعد وضو کیا ہے تو اس وضو سے ظہر کی نماز پڑھنا درست ہے، ظہر کے وقت نیا وضو کرنے کی ضرورت نہیں، جب عصر کا وقت آئے گا تب نیا وضو کرنا پڑے گا۔

کسی کو ایسا زخم تھا کہ ہر وقت بہتا رہتا تھا، اس نے وضو کیا، پھر دوسرا زخم پیدا ہو گیا اور بہنے لگا تو وضو ٹوٹ گیا، پھر وضو کرے۔

﴿مسئلہ ۳﴾ ظہر کا کچھ وقت گزر جانے کے بعد زخم وغیرہ کا خون بہنا شروع ہوا تو وقت کے آخر تک انتظار کرے، اور آخر وقت میں وضو کرکے نماز پڑھ لے۔ پھر اگر عصر کے وقت میں بھی اسی طرح بہتا رہا کہ وضو سے نماز پڑھنے کی مہلت نہیں ملی تو اب عصر کا وقت گذرنے کے بعد معذور ہونے کا حکم لگائیں گے۔ اور اگر عصر کے وقت کے اندر ہی خون بند ہو گیا تو وہ معذور نہیں ہے، جو نمازیں اس دوران پڑھی ہیں وہ درست نہیں ہوئیں، دوبارہ پڑھے۔ [یاد رہے کہ عصر کے وقت بھی مکروہ وقت تک انتظار کرے۔ اگر پھر بھی خون بہنا بند نہ ہو تو وضو کرکے نماز پڑھ لے، پھر اگر وقت ہی کے اندر بہنا بند ہو گیا، اگر چہ وہ وقت مکروہ ہو تو یہ شخص معذور نہ ہوگا اور وقت کی جو نماز پڑھ لی ہے قضا کرنی ہوگی، اگر چہ اتنا وقت اب نہیں رہا کہ وضو کے فرائض ادا کرکے نماز ادا کر سکے، البتہ اگر نفل یا سنت پڑھی ہوں تو ان کی قضا واجب نہیں۔[1]]

(۱) حاشیہ بہشتی زیور، بتصرف

﴿مسئلہ ۴﴾ آدمی معذور جب بنتا ہے اور یہ حکم (کہ ہر نماز کے وقت وضو کرے اور جب تک وہ وقت رہے گا اس کا وضو باقی رہے گا) اس وقت لگاتے ہیں کہ پورا ایک وقت اسی طرح گذر جائے کہ خون مسلسل بہتا رہے اور اتنا بھی وقت نہ ملے کہ اس وقت کی نماز وضو سے پڑھ سکے۔ اگر اتنا وقت مل گیا کہ اس میں وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے تو اس کو معذور نہیں کہیں گے اور جو حکم ابھی بیان ہوا ہے اس پر نہیں لگائیں گے۔ البتہ جب پورا ایک وقت اسی طرح گذر گیا کہ اس کو وضو سے نماز پڑھنے کا موقع نہیں ملا تو یہ معذور ہو گیا، اب اس کا وہی حکم ہے کہ ہر نماز کے وقت نیا وضو کرلیا کرے اور اس وقت کے اندر ایک ہی وضو سے جتنی نمازیں فرائض اور نوافل وغیرہ پڑھنا چاہے پڑھ سکتا ہے۔ پھر جب دوسرا وقت آئے تو اس میں ہر وقت خون کا بہنا شرط نہیں بلکہ پورے وقت میں اگر ایک دفعہ بھی خون آجایا کرے باقی سارا وقت بند رہے تو بھی معذور کا حکم باقی رہے گا۔ ہاں اگر اس کے بعد ایک پورا وقت ایسا گذر جائے جس میں خون بالکل نہ آئے تو اب معذور نہیں رہا، اب اس کا حکم یہ ہے کہ جب بھی خون نکلے گا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

﴿مسئلہ ۵﴾ ایسے معذور (یعنی جس کو نکسیر وغیرہ کی وجہ سے خون بہتا تھا) نے پیشاب، پاخانہ کی وجہ سے وضو کیا اور وضو کرتے وقت خون بند تھا، وضو کرنے کے بعد پھر خون بہنے لگا تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا، البتہ جو وضو نکسیر وغیرہ کی وجہ سے کیا ہے وہ نکسیر کی وجہ سے نہیں ٹوٹے گا۔

﴿مسئلہ ۶﴾ اگر معذور کا یہ خون کپڑے وغیرہ میں لگ جائے تو اگر ایسا ہو کہ دھونے کے بعد نماز ختم کرنے سے پہلے ہی پھر لگ جائے گا تو اس کا دھونا واجب نہیں ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ اتنی جلدی پھر نہ لگے گا بلکہ نماز طہارت سے ادا ہو جائے گی تو دھو ڈالنا واجب ہے، اگر یہ خون ایک روپے (یعنی ہتھیلی کے گہراؤ) سے بڑھ جائے تو بغیر دھوئے نماز نہیں ہوگی۔

اضافہ

قطرہ کے مریض کے لیے نماز پڑھنے کا آسان طریقہ:

﴿مسئلہ ۱﴾ جس کو بہت دیر تک قطرہ آتا ہو اس کو چاہیے کہ وقت سے پہلے پیشاب کرلیا کرے یا پیشاب کے سوراخ کے اندر کوئی چیز، مثلاً: ٹشو پیپر یا روئی وغیرہ اس طرح رکھ لیا کرے کہ اس کا اندرونی حصہ پیشاب کے قطروں کو جذب کرلے اور تری باہر نہ آنے پائے۔ (۱)

(۱) احسن الفتاوی: ۲/ ۳۷ بحوالہ شامی

ہوا کے مریض کی نیند:

﴿مسئلہ۲﴾ جس شخص کو ہوا خارج ہونے کا مرض ہو اور وہ شرعاً معذور ہو اس کا وضو نیند سے نہیں ٹوٹے گا کیونکہ وضو ٹوٹنے کا سبب ہوا کا خارج ہونا ہے، جو اس کے لیے وقت کے اندر ناقض وضو نہیں۔ (۱)

معذور کے حکم میں داخل ہونے یا نہ ہونے کو معلوم کرنے کا آسان طریقہ:

﴿مسئلہ۳﴾ ایک دفعہ ایسی نماز کا وقت منتخب کرے جو کم سے کم ہو، مغرب کا وقت سب اوقات سے کم ہوتا ہے۔ شفق احمر (سرخ روشنی) کے غروب کو وقتِ مغرب کی انتہا قرار دیا جا سکتا ہے۔ پس کسی روز بوقتِ مغرب خوب اہتمام سے اس کی کوشش کرے کہ پورے وقت میں ایسا موقع مل جائے جس میں وضو کے صرف فرائض پورے کر کے فرض نماز مختصراً پڑھ سکے یعنی سنتوں اور مستحبات کے بغیر صرف فرائض پورے کر کے سلام تک بغیر وضو ٹوٹے پہنچ سکے۔ اگر اتنا وقت نہیں ملتا تو وہ شخص معذور کی تعریف میں داخل ہے، آئندہ کے لیے یہ ضروری نہیں کہ پورا وقت بیٹھ کر انتظار کرتا رہے بلکہ صرف پورے وقت میں ایک دفعہ عذر کا پایا جانا کافی ہے، جب تک یہ حالت رہے گی وہ معذور شمار ہوگا۔ ہر وقت کے لیے نیا وضو ضروری ہوگا، اس وقت کے اندر اس وضو سے جو چاہے پڑھے۔ وقت کے اندر عذر پیش آنے سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

غرض یہ کہ صرف ایک وقت میں صرف ایک مرتبہ اگر عذر ثابت ہو گیا تو آئندہ کے لیے کوئی تکلیف نہیں، صرف اس کا خیال رکھیں کہ ہر نماز کے پورے وقت میں ایک دفعہ عذر پیش آتا ہے یا نہیں۔ اگر پورے وقت میں ایک دفعہ بھی عذر پیش نہ آیا تو معذور کا حکم ختم ہو جائے گا۔ معذور کا حکم ختم ہونے کی صورت میں مزید اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ نماز کا جو پورا وقت عذر سے خالی گذرا ہے اس سے پہلے وقت میں اگر عذر کی حالت میں وضو کیا مگر نماز پوری کرنے سے پہلے عذر ختم ہو گیا اور پھر دوسری نماز کا پورا وقت بھی بغیر عذر کے گزر گیا تو اس پہلے وقت کی نماز کی قضا فرض ہے، مثلاً: ظہر کا وضو عذر کی حالت میں کیا مگر ظہر کے فرض شروع کرنے سے پہلے یا نماز کے دوران سلام پھیرنے سے پہلے عذر ختم ہو گیا، پھر عصر کا پورا وقت بھی بلا عذر گزر گیا تو نمازِ ظہر کی قضا کرے۔ ہاں اگر ظہر کے فرض کا سلام پھیرنے کے بعد عذر ختم ہوا تو قضا فرض نہیں۔ ظہر کی قضا کی صورت میں صاحبِ ترتیب کی بھی عصر کی نماز ہو گئی، کیونکہ نمازِ ظہر کے صحیح نہ ہونے کا علم عصر کی نماز کے بعد ہوا ہے۔

اگر مغرب کی نماز باوضو پڑھنے کا موقع مل گیا تو پھر کسی اور وقت کا تجربہ کرے۔ عشاء کا وقت زیادہ وسیع ہونے کی وجہ سے اس کے تجربہ میں اگرچہ مشقت زیادہ ہوگی مگر اس لحاظ سے اس میں فائدہ ہے کہ عشاء کی نماز سب نمازوں سے زیادہ طویل

(۱) احسن الفتاویٰ: ۲/ ۷۸

ہے، اس لیے کہ اس میں وتر بھی شامل ہیں، چار فرض اور تین وتر سات رکعات پڑھنے تک اگر وضو نہ ٹھہرا تو وہ شخص معذورین کی فہرست میں داخل ہو جائے گا۔ سفید شفق کے غروب سے لیکر صبح صادق تک عشاء کا وقت ہے۔ عشاء کے پورے وقت میں یہ کوشش کرے کہ جلدی جلدی اس طرح وضو کرے کہ صرف ان چار اعضاء کو دھوئے جن کا دھونا فرض ہے۔ وضو کی سنتیں چھوڑ دے، پھر چار رکعات فرض اور تین رکعات وتر اس طرح پڑھے کہ ان میں صرف فرائض اور واجبات ادا کرے، سنتیں چھوڑ دے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ شروع میں ثناء، اعوذ باللہ اور بسم اللہ چھوڑ دے۔ سورۂ فاتحہ کے بعد آمین نہ کہے، پھر کہیں سے اتنا قرآن پڑے کہ کل تیس حروف ہو جائیں، رکوع اور سجدہ میں صرف ایک تسبیح کہے، قومہ میں « ربنا لك الحمد » چھوڑ دے، فرض کی آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے بلکہ ایک بار « سبحان ربي الأعلىٰ » کہنے کی مقدار قیام کر کے رکوع کر لے، آخر میں صرف تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے، درود شریف اور دعا نہ پڑھے اور وتر میں مسنون دعاءِ قنوت کی بجائے کوئی مختصر دعا مثلاً: ﴿ رَبَّنَآ ءَاتِنَا فِى ٱلدُّنْيَا ﴾ الخ یا « رب اغفرلي » وغیرہ پڑھے۔

اگر کسی پر معذور کا حکم ثابت نہ ہو تو وضو کر کے نماز شروع کر دیا کرے۔ اگر درمیان میں بلا اختیار وضو ٹوٹ گیا تو دوبارہ وضو کر کے پڑھی ہوئی نماز پر بنا کر لیا کرے، مگر بنا کی شرائط کا لحاظ ضروری ہے۔[1]

گرمی دانہ کے پانی کا حکم:

﴿مسئلہ ۴﴾ اگر دانہ ٹوٹنے سے پانی از خود نہیں بہا، بلکہ ہاتھ یا کپڑا لگنے سے پھیل گیا تو وضو نہیں ٹوٹا اور اگر پانی زخم سے ابھر کر اوپر آ گیا اور دانہ کے سوراخ سے زائد جگہ میں پھیل گیا مگر اوپر ابھرنے کے بعد نیچے نہیں اترا تو راجح یہ ہے کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (أحسن الفتاوى: ۲/۲۸ ـ ۲۹)

وریدی انجکشن ناقض وضو ہے:

﴿مسئلہ ۵﴾ وریدی انجکشن میں سوئی کے ورید میں پہنچنے کا یقین حاصل کرنے کا ذریعہ یہی ہے کہ سرنج میں خون آ جائے، جب تک سرنج میں خون نظر نہیں آتا اس وقت تک دوا بدن میں داخل نہیں کی جاتی، اس لیے وریدی انجکشن ناقض وضو ہے۔ عضلاتی اور جلدی انجکشن میں خون نہیں نکلتا، اس لیے عضلاتی اور جلدی انجکشن ناقض وضو نہیں۔

(أحسن الفتاوى: ۲/۲۳)

---

(۱) احسن الفتاوی

غسل کا بیان

غسل کا مسنون طریقہ:

مسئلہ ۱ غسل کرنے والے کو چاہیے کہ پہلے گٹوں تک دونوں ہاتھ دھوئے، پھر استنجا کرے، ہاتھ اور استنجے کی جگہ پر نجاست ہو یا نہ ہو، پھر بدن پر جہاں نجاست لگی ہو وہ پاک کرے پھر وضو کرے۔ وضو کے بعد تین مرتبہ اپنے سر پر پانی ڈالے، پھر تین مرتبہ دائیں کندھے پر، پھر تین مرتبہ بائیں کندھے پر اس طرح پانی ڈالے کہ سارے بدن پر پانی بہہ جائے۔

غسل کے فرائض اور ان کے متعلقہ مسائل:

غسل میں فقط تین چیزیں فرض ہیں:

۱۔ اس طرح کلی کرنا کے پورے منہ میں پانی پہنچ جائے۔

۲۔ ناک کے نرم حصے تک پانی پہنچانا۔

۳۔ پورے بدن پر پانی بہانا۔

مسئلہ ۲ پورے بدن پر اچھی طرح ہاتھ پھیر کر پانی بہائے تاکہ سب جگہ اچھی طرح پانی پہنچ جائے، کوئی جگہ خشک نہ رہے۔

مسئلہ ۳ جب پورے بدن پر پانی پہنچ جائے اور کلی کرلے اور ناک میں پانی ڈال لے تو غسل ہو جائے گا، چاہے غسل کی نیت کی ہو یا نہیں، لہٰذا کوئی بارش میں کھڑا ہو گیا یا ٹھنڈک حاصل کرنے کی غرض سے حوض میں اتر گیا اور اس کا پورا بدن بھیگ گیا اور کلی بھی کرلی اور ناک میں بھی پانی ڈال لیا تو غسل ہو گیا۔

مسئلہ ۴ اگر پورے بدن میں بال برابر بھی کوئی جگہ خشک رہ جائے تو غسل نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر غسل کرتے وقت کلی کرنا بھول گیا یا ناک میں پانی نہیں ڈالا تو بھی غسل نہیں ہوا۔

مسئلہ ۵ اگر غسل کے بعد یاد آئے کہ کوئی جگہ خشک رہ گئی تھی تو دوبارہ نہانا واجب نہیں، صرف خشک جگہ کو دھولے لیکن فقط ہاتھ پھیر لینا کافی نہیں بلکہ تھوڑا پانی لے کر اس جگہ بہالے۔ اگر کلی کرنا بھول گیا تھا تو اب کلی کرلے، اسی طرح اگر ناک میں پانی نہیں ڈالا تو اب ڈال لے۔ غرض یہ کہ جو چیز رہ گئی ہو اب اس کو کرلے، نئے سرے سے پورا غسل کرنے کی ضرورت نہیں۔

﴿مسئلہ ۶﴾ اگر ناخن میں آٹا وغیرہ لگ کر خشک ہوگیا اور اس کے نیچے پانی نہیں پہنچا تو غسل نہیں ہوا۔ جب یاد آئے اور آٹا دیکھے تو آٹا چھڑا کر پانی ڈال لے، اگر پانی پہنچانے سے پہلے کوئی نماز پڑھ لی ہو تو اس کو لوٹائے۔

﴿مسئلہ ۷﴾ ہاتھ پیر پھٹ گئے اور اس میں موم، روغن یا اور کوئی دوا بھر لی تو اس کے اوپر پانی بہا لینے سے وضو اور غسل ہو جائے گا۔

﴿مسئلہ ۸﴾ کان اور ناف میں بھی اہتمام سے پانی پہنچانا چاہیے، پانی نہ پہنچے گا تو غسل نہ ہوگا۔

﴿مسئلہ ۹﴾ اگر نہاتے وقت کلی نہیں کی لیکن خوب منہ بھر کے پانی پی لیا کہ پورے منہ میں پانی پہنچ گیا تو بھی غسل ہوگیا کیونکہ مقصد تو پورے منہ میں پانی پہنچانا ہے، البتہ اگر اس طرح پانی پئے کہ پورے منہ میں پانی نہ پہنچے تو یہ کافی نہیں ہے، کلی کرنا ضروری ہے۔

﴿مسئلہ ۱۰﴾ اگر بالوں یا ہاتھ پاؤں میں تیل لگا ہوا ہے اور بدن پر پانی اچھی طرح ٹھہرتا نہیں بلکہ پڑتے ہی ڈھلک جاتا ہے تو اس میں کچھ حرج نہیں، جب پورے بدن اور سر پر پانی ڈال لیا تو غسل ہوگیا۔

﴿مسئلہ ۱۱﴾ اگر دانتوں کے بیچ میں چھالیہ وغیرہ کسی چیز کا ٹکڑا پھنس گیا تو اس کو خلال سے نکال دے، اگر اس کی وجہ سے دانتوں کے درمیان میں پانی نہ پہنچے تو غسل نہ ہوگا۔

﴿مسئلہ ۱۲﴾ کسی کی آنکھیں دکھنے کی وجہ سے آنکھوں سے لیس دار مادہ نکلا اور ایسا خشک ہوگیا کہ اگر اس کو نہ چھڑائے تو اس کے نیچے آنکھ کے کونے پر پانی نہ پہنچے گا تو اس کا چھڑانا واجب ہے، اس کو چھڑائے بغیر نہ وضو درست ہے نہ غسل۔

﴿مسئلہ ۱۳﴾ عورت کو پیشاب کی جگہ آگے کی کھال کے اندر پانی پہنچانا غسل میں فرض ہے، اگر پانی نہ پہنچے گا تو غسل نہ ہوگا۔ اگر مرد کا ختنہ نہ ہوا ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر کھال کے کھولنے میں دقت نہ ہو تو کھال کے اندر پانی ڈالنا فرض ہے اور اگر دِقّت ہو تو فرض نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۴﴾ اگر عورت کے بال گندھے ہوئے نہ ہوں تو سارے بال بھگونا اور ساری جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے اور اگر بال گندھے ہوئے ہوں تو سارے بالوں کا بھگونا ضروری نہیں، البتہ جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے، ایک جڑ بھی سوکھی نہ رہنے پائے۔ اگر بغیر کھولے سب جڑوں میں پانی نہ پہنچ سکے تو کھول لے اور بالوں کو بھی بھگوئے۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ عورت کو چاہیے کہ نتھ، بالیوں، انگوٹھی اور چھلوں کو خوب ہلا لے تاکہ پانی سوراخوں میں پہنچ جائے اور اگر بالیاں نہ پہنی ہوں تب بھی اچھی طرح سوراخوں میں پانی ڈال لے۔ ایسا نہ ہو کہ پانی نہ پہنچے اور غسل صحیح نہ ہو۔

﴿مسئلہ ۱۶﴾ ماتھے پر افشاں چنی ہے یا بالوں میں اتنا گوند لگا ہے کہ بال اچھی طرح نہ بھیگیں گے تو گوند خوب چھڑا لے اور افشاں دھو ڈالے، اگر گوند کے نیچے پانی نہیں پہنچے گا، اوپر ہی اوپر بہہ جائے گا تو غسل نہیں ہوگا۔

غسل کی سنتیں:

[۱- غسل کی نیت (ارادہ) کرنا۔

۲- بسم اللہ پڑھنا۔

۳- جسم کو ملنا۔

۴- غسل کا مسنون طریقہ جو اوپر بیان کیا گیا ہے اس کے مطابق غسل کرنا۔]

غسل کے مستحبات:

﴿مسئلہ ۱۷﴾

۱- غسل کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرے۔

۲- پانی بہت زیادہ نہ بہائے اور نہ بہت کم لے کہ اچھی طرح غسل نہ کر سکے۔

۳- ایسی جگہ غسل کرے کہ کوئی نہ دیکھے۔

۴- غسل کرتے وقت باتیں نہ کرے۔

۵- غسل کے بعد کسی کپڑے سے اپنا بدن پونچھ ڈالے۔

۶- بدن ڈھکنے میں بہت جلدی کرے یہاں تک کہ اگر وضو کرتے وقت پاؤں نہ دھوئے ہوں تو غسل کی جگہ سے ہٹ کر پہلے اپنا بدن ڈھکے پھر دونوں پاؤں دھوئے۔

﴿مسئلہ ۱۸﴾ اگر تنہائی کی جگہ ہو جہاں کوئی نہ دیکھ سکے تو ننگے ہو کر نہانا بھی درست ہے، چاہے کھڑے ہو کر نہائے یا بیٹھ کر اور چاہے غسل خانہ کی چھت ہو یا نہ ہو لیکن بیٹھ کر نہانا بہتر ہے کیونکہ اس میں پردہ زیادہ ہے۔ ناف سے لے کر گھٹنے کے نیچے تک دوسرے کے سامنے بدن کھولنا ناجائز اور گناہ ہے۔

غسل کے مکروہات:

۱- قبلہ کی طرف منہ کرنا۔

۲- ستر کھلے ہوئے بلاضرورت بات کرنا۔

۳- پانی کے استعمال میں بے جا اسراف یا حد سے زیادہ کمی کرنا۔

جن چیزوں سے غسل فرض ہوتا ہے:

ایسی ناپاکی جس سے غسل فرض ہوتا ہے اسے حدثِ اکبر کہتے ہیں۔ حدث اکبر کے چار اسباب ہیں:

۱- منی کا نکلنا۔

۲- صحبت کرنا چاہے منی نکلے یا نہ نکلے۔

۳- حیض سے پاک ہونا۔

۴- نفاس سے پاک ہونا۔

تنبیہ:

جوانی کے جوش کے وقت جو پتلا پانی نکلتا ہے جس کے نکلنے سے جوش زیادہ ہو جاتا ہے، اس کو مذی کہتے ہیں اور خوب مزہ آ کر جی بھر جانے کے وقت جو نکلتا ہے اس کو منی کہتے ہیں۔ پہچان ان دونوں کی یہی ہے کہ منی نکلنے کے بعد جی بھر جاتا ہے اور جوش ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور مذی نکلنے سے جوش کم نہیں ہوتا بلکہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ دوسرا یہ کہ مذی پتلی ہوتی ہے اور منی گاڑھی، مذی نکلنے سے غسل واجب نہیں ہوتا، البتہ وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ ۱۹ حدثِ اکبر کا ایک سبب منی ہے یعنی منی کا اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہو کر جسم سے باہر نکلنا، چاہے سوتے میں یا جاگتے میں، بے ہوشی میں یا ہوش میں، جماع سے یا بغیر جماع کے، کسی خیال وتصور سے یا خاص حصے کو حرکت دینے سے یا اور کسی طرح سے۔

مسئلہ ۲۰ اگر منی اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہوئی مگر خاص عضو سے باہر نکلتے وقت شہوت نہ تھی تب بھی غسل فرض ہو جائے گا، مثلاً: منی اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہوئی مگر اس نے خاص حصہ کے سوراخ کو ہاتھ سے بند کر لیا یا روئی وغیرہ رکھ لی، تھوڑی دیر کے بعد جب شہوت جاتی رہی تو اس نے خاص حصہ کے سوراخ سے ہاتھ یا روئی ہٹالی اور منی بغیر شہوت نکل گئی تب بھی غسل فرض ہو جائے گا۔

مسئلہ ۲۱ کسی کے خاص حصے سے کچھ منی نکلی اور اس نے غسل کر لیا، غسل کے بعد دوبارہ کچھ منی بغیر شہوت کے نکلی تو اس صورت میں پہلا غسل باطل ہو جائے گا، دوبارہ غسل فرض ہے، بشرطیکہ یہ باقی منی سونے، پیشاب کرنے، چالیس قدم یا اس سے زیادہ چلنے سے قبل نکلے، مگر اس باقی منی کے نکلنے سے پہلے اگر نماز پڑھ لی ہو تو وہ نماز صحیح رہے گی، اس کا دہرانا لازم نہیں۔

مسئلہ ۲۲ اگر آنکھ کھلی اور کپڑے یا بدن پر منی لگی ہوئی دیکھی تو بھی غسل کرنا واجب ہے، چاہے سوتے میں کوئی خواب دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو۔

مسئلہ ۲۳ سوتے میں عورت کے پاس رہنے اور صحبت کرنے کا خواب دیکھا، لیکن آنکھ کھلی تو دیکھا کہ منی نہیں نکلی ہے تو اس پر غسل واجب نہیں، البتہ اگر منی نکل آئی تو غسل واجب ہے اور اگر کپڑے یا بدن پر کچھ بھیگا بھیگا معلوم ہو لیکن یہ خیال ہو کہ یہ مذی ہے، منی نہیں ہے تب بھی غسل کرنا واجب ہے۔

مسئلہ ۲۴ اگر کوئی مرد سو کر اٹھنے کے بعد اپنے خاص عضو پر تری دیکھے اور سونے سے قبل اس کے خاص حصے کو انتشار رہو تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا اور وہ تری مذی سمجھی جائے گی، بشرطیکہ احتلام یاد نہ ہو اور اس تری کے منی ہونے کا غالب گمان نہ ہو اور اگر ران وغیرہ یا کپڑوں پر بھی تری ہو تو غسل بہر حال واجب ہے۔

مسئلہ ۲۵ بیماری کی وجہ سے یا اور کسی وجہ سے خود بخود منی نکل آئی مگر جوش اور خواہش بالکل نہیں تھی تو غسل واجب نہیں، البتہ وضو ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ ۲۶ میاں بیوی دونوں ایک پلنگ پر سو رہے تھے، جب اٹھے تو چادر پر منی کا دھبہ دیکھا اور سوتے میں خواب کا دیکھنا نہ مرد کو یاد ہے اور نہ عورت کو، تو احتیاط اسی میں ہے کہ دونوں نہالیں کیونکہ معلوم نہیں یہ کس کی منی ہے۔

مسئلہ ۲۷ کسی کے خاص حصے سے پیشاب کے بعد منی نکلی تو اس پر غسل فرض ہوگا، بشرطیکہ شہوت کے ساتھ ہو۔

مسئلہ ۲۸ اگر کسی مرد یا عورت کو سو کر اٹھنے کے بعد اپنے جسم یا کپڑے پر تری معلوم ہو تو اس کی بہت سی صورتیں ہیں، ان میں سے مندرجہ ذیل آٹھ صورتوں میں غسل فرض ہے:

۱۔ یقین یا غالب گمان ہو جائے کہ یہ منی ہے اور احتلام یاد ہو۔

۲۔ یقین ہو جائے کہ منی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔

۳۔ یقین ہو جائے کہ یہ مذی ہے اور احتلام یاد ہو۔

۴۔ شک ہو کہ یہ منی ہے یا مذی ہے اور احتلام یاد ہو۔

۵۔ شک ہو کہ منی یا ودی ہے اور احتلام یاد ہو۔

۶۔ شک ہو کہ یہ مذی یا ودی ہے اور احتلام یاد ہو۔

۷۔ شک ہو کہ یہ منی، مذی یا ودی ہے اور احتلام یاد ہو۔

۸- شک ہو کہ یہ منی ہے یا مذی اور احتلام یاد نہ ہو۔

﴿مسئلہ ۲۹﴾ اگر کسی شخص کا ختنہ نہ ہوا ہو اور اس کی منی خاص حصہ کے سوراخ سے باہر نکل کر اس کھال کے اندر رہ جائے جو ختنہ میں کاٹی جاتی ہے تو اس پر غسل فرض ہو جائے گا، اگر چہ منی اس کھال سے باہر نہ نکلی ہو۔

﴿مسئلہ ۳۰﴾ جب مرد کی سپاری عورت کی آگے کی راہ میں چلی جائے اور چھپ جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے، چاہے منی نکلے یا نہ نکلے۔ چاہے کچھ بھی نکالا نہ ہو اور اگر پیچھے کی راہ میں گئی ہو تب بھی غسل واجب ہے، لیکن پیچھے کی راہ میں کرنا اور کرانا بڑا گناہ ہے۔

جن صورتوں میں غسل فرض نہیں ہوتا:

﴿مسئلہ ۳۱﴾ منی اگر اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا نہ ہو تو اگر چہ خاص عضو سے باہر نکل آئے غسل فرض نہ ہوگا، مثلاً: کسی شخص نے کوئی بوجھ اٹھایا یا بلندی سے نیچے گر پڑا یا کسی نے اس کو مارا اور اس تکلیف کی وجہ سے اس کی منی بغیر شہوت کے نکل آئی تو غسل فرض نہ ہوگا۔

﴿مسئلہ ۳۲﴾ مذی اور ودی کے نکلنے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

﴿مسئلہ ۳۳﴾ اگر کسی شخص کو منی جاری رہنے کا مرض ہو تو اس پر منی کے نکلنے سے غسل فرض نہ ہوگا۔

﴿مسئلہ ۳۴﴾ سو کر اٹھنے کے بعد کپڑوں پر تری دیکھے تو ان صورتوں میں غسل فرض نہیں ہوتا:

۱- یقین ہو جائے کہ یہ مذی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔

۲- شک ہو کہ یہ منی ہے یا ودی اور احتلام یاد نہ ہو۔

۳- شک ہو کہ یہ مذی ہے یا ودی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔

۴- یقین ہو جائے کہ یہ ودی ہے اور احتلام یاد ہو یا نہ ہو۔

۵- شک ہو کہ یہ منی ہے یا مذی ہے یا ودی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔

البتہ پہلی، دوسری اور پانچویں صورت میں احتیاطاً غسل کر لینا واجب ہے، اگر غسل نہ کرے گا تو نماز نہیں ہوگی اور سخت گناہ ہوگا کیونکہ اس میں امام ابو یوسف اور طرفین (امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ) کا اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف نے غسل واجب نہیں کہا اور طرفین نے واجب کہا ہے اور فتویٰ طرفین کے قول پر ہے۔

﴿مسئلہ ۳۵﴾ اگر کوئی مرد اپنا خاص حصہ کسی عورت کی ناف میں داخل کرے اور منی نہ نکلے تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا۔

مسئلہ ۳۶ اگر کوئی شخص خواب میں اپنی منی گرتے ہوئے دیکھے اور منی گرنے کی لذت بھی اس کو محسوس ہو مگر کپڑوں پر کوئی تری اور اثر معلوم نہ ہو تو غسل فرض نہ ہوگا۔

جن صورتوں میں غسل واجب ہے:

۱۔ اگر کوئی کافر اسلام لائے اور حالتِ کفر میں اس کو حدثِ اکبر ہوا ہو اور وہ نہ نہایا ہو یا نہایا ہو مگر شرعاً غسل صحیح نہ ہوا ہو تو اس پر اسلام لانے کے بعد نہانا واجب ہے۔

۲۔ اگر کوئی شخص پندرہ برس کی عمر سے پہلے بالغ ہو جائے اور اسے احتلام ہو تو اس پر احتیاطاً غسل واجب ہے اور اس کے بعد جو احتلام ہو یا پندرہ برس کی عمر کے بعد احتلام ہو تو اس پر غسل فرض ہے۔

۳۔ مسلمان مردے کو نہلانا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے۔

جن صورتوں میں غسل سنت ہے:

۱۔ جمعہ کے دن نمازِ فجر کے بعد سے لے کر جمعہ تک ان لوگوں کے لیے غسل کرنا سنت ہے جن پر نمازِ جمعہ واجب ہو۔

۲۔ عیدین کے دن فجر کے بعد ان لوگوں کو غسل کرنا سنت ہے جن پر عیدین کی نماز واجب ہے۔

۳۔ حج یا عمرے کے اِحرام کے لیے غسل کرنا سنت ہے۔

۴۔ حج کرنے والے کے لیے عرفہ کے دن زوال کے بعد غسل کرنا سنت ہے۔

جن صورتوں میں غسل مستحب ہے:

۱۔ اسلام لانے کے لیے غسل کرنا مستحب ہے، اگر حدثِ اکبر سے پاک ہو، [ورنہ واجب ہے]

۲۔ کوئی مرد یا عورت جب پندرہ برس کی عمر کو پہنچے اور اس وقت تک جوانی کی کوئی علامت اس میں نہ پائی جائے تو اس کے لیے غسل کرنا مستحب ہے۔

۳۔ پچھنے لگوانے، جنون اور بے ہوشی ختم ہو جانے کے بعد غسل کرنا مستحب ہے۔

۴۔ مردے کو نہلانے کے بعد نہلانے والوں کے لیے غسل کرنا مستحب ہے۔

۵۔ شب برأت یعنی شعبان کی پندرھویں رات کو غسل کرنا مستحب ہے۔

۶۔ لیلۃ القدر کی راتوں میں اس شخص کو غسل کرنا مستحب ہے جس کو لیلۃ القدر معلوم ہوئی ہو۔

۷۔ مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے لیے غسل کرنا مستحب ہے۔

۸- مزدلفہ میں ٹھہرنے کے لیے دسویں تاریخ کی صبح کو طلوع فجر کے بعد غسل مستحب ہے۔

۹- طواف زیارت کے لیے غسل مستحب ہے۔

۱۰- کنکری پھینکنے (رمی جمرات) کے وقت غسل کرنا مستحب ہے۔

۱۱- کسوف (سورج گرہن)، خسوف (چاند گرہن) اور استسقاء کی نمازوں کے لیے غسل مستحب ہے۔

۱۲- خوف اور مصیبت کی نماز کے لیے غسل مستحب ہے۔

۱۳- کسی گناہ سے توبہ کرنے کے لیے غسل مستحب ہے۔

۱۴- سفر سے واپس آنے والے کے لیے وطن پہنچ کر غسل کرنا مستحب ہے۔

۱۵- عام مجلس میں جانے کے لیے غسل کرنا مستحب ہے۔

۱۶- نئے کپڑے پہننے کے لیے غسل کرنا مستحب ہے۔

۱۷- جس کو (قصاص وغیرہ میں) قتل کیا جاتا ہو اس کے لیے غسل کرنا مستحب ہے۔

حدثِ اکبر کے احکام:

﴿مسئلہ ۳۷﴾ جس پر غسل فرض ہو، اس کے لیے مسجد میں داخل ہونا حرام ہے، البتہ اگر کوئی سخت ضرورت ہو تو جائز ہے، مثلاً: کسی کے گھر کا دروازہ مسجد میں ہو اور اس کے نکلنے کا سوائے اس کے دوسرا کوئی راستہ نہ ہو اور نہ اس جگہ کے علاوہ دوسری جگہ رہ سکتا ہو تو اس کے لیے تیمم کر کے مسجد میں جانا جائز ہے۔ یا کسی مسجد میں پانی کا چشمہ یا کنواں یا حوض ہو اور اس کے سوا کہیں پانی نہ ہو تو اس مسجد میں تیمم کر کے جانا جائز ہے۔

﴿مسئلہ ۳۸﴾ عیدگاہ، مدرسے اور خانقاہ وغیرہ میں جانا جائز ہے۔

﴿مسئلہ ۳۹﴾ حیض ونفاس کی حالت میں جماع کرنا حرام ہے اور عورت کی ناف اور زانو کے درمیان کے جسم کو دیکھنا یا اس سے اپنے جسم کو ملانا جب کوئی کپڑا درمیان میں نہ ہو، جائز نہیں۔

﴿مسئلہ ۴۰﴾ حیض ونفاس کی حالت میں عورت کا بوسہ لینا، جھوٹا پانی وغیرہ پینا، اس سے لپٹ کر سونا، اس کے ناف اور ناف کے اوپر، زانو اور زانو کے نیچے کے جسم سے اپنے جسم کو ملانا، اگرچہ کپڑا درمیان میں نہ ہو، ناف اور زانو کے درمیان میں کپڑے کے ساتھ ملانا جائز ہے، بلکہ حیض کی وجہ سے عورت سے علیحدہ ہو کر سونا یا اس کے اختلاط سے بچنا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۴۱﴾ جس پر نہانا واجب ہے وہ اگر نہانے سے پہلے کھانا پینا چاہے تو اپنے ہاتھ منہ دھو لے اور کلی کر کے کھائے

پیجئے اور اگر بغیر ہاتھ منہ دھوئے کھاپی لے تب بھی کوئی گناہ نہیں۔

﴿مسئلہ ۴۲﴾ جن پر غسل فرض ہے ان کے لیے کلام مجید کا چھونا، پڑھنا جائز نہیں اور اللہ تعالیٰ کا نام لینا، کلمہ پڑھنا، درود شریف پڑھنا جائز ہے۔

﴿مسئلہ ۴۳﴾ تفسیر کی کتابوں کو جنابت کی حالت میں اور بغیر وضو کے چھونا مکروہ ہے اور ترجمے والے قرآن کو چھونا حرام ہے۔

﴿مسئلہ ۴۴﴾ کسی پر غسل فرض ہوا اور پردہ کی کوئی جگہ نہیں تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ مرد کو مردوں کے سامنے برہنہ ہو کر نہانا واجب ہے، اسی طرح عورت کو عورتوں کے سامنے بھی نہانا واجب ہے اور مرد کو عورتوں کے سامنے اور عورتوں کو مردوں کے سامنے نہانا حرام ہے بلکہ تیمم کرے۔

اضافہ

غبارے کے استعمال سے غسل کا حکم:

﴿مسئلہ ۱﴾ غبارے کے ساتھ جماع کی صورت میں بھی غسل واجب ہوگا۔

(جدید فقہی مسائل : ٤٩ ، نظام الفتاوی : ١/٢٦)

پانی کا بیان

جس پانی سے طہارت جائز ہے:

﴿مسئلہ ۱﴾ آسمان سے برسے ہوئے پانی، ندی، نالے، چشمے، کنویں، تالاب اور دریاؤں کے پانی سے وضو اور غسل کرنا درست ہے، چاہے میٹھا پانی ہو یا کھارا۔

مطہر پانی کے احکام:

﴿مسئلہ ۲﴾ جس پانی میں کوئی پاک چیز پڑ گئی اور پانی کے رنگ، مزہ یا بو میں کچھ فرق آ گیا لیکن وہ چیز پانی میں پکائی نہیں گئی، نہ پانی کے پتلے ہونے میں کچھ فرق آیا، جیسے: بہتے ہوئے پانی میں کچھ ریت ملی ہوتی ہے یا پانی میں زعفران پڑ گیا اور اس کا بہت خفیف سا رنگ آ گیا، یا صابن پڑ گیا، یا اسی طرح کی کوئی اور چیز پڑ گئی تو ان سب صورتوں میں وضو اور غسل درست ہے۔

﴿مسئلہ ۳﴾ جنگل میں کہیں تھوڑا پانی ملا تو جب تک اس کے ناپاک ہونے کا یقین نہ ہو جائے اس سے وضو کرے، صرف اس وہم پر وضو نہ چھوڑے کہ شاید یہ نجس ہو، اگر اس کے ہوتے ہوئے تیمّم کرے گا تو تیمّم نہ ہوگا۔

﴿مسئلہ ۴﴾ کسی کنویں وغیرہ میں درخت کے پتے گر پڑے اور پانی میں بدبو آنے لگی اور رنگ اور مزہ بھی بدل گیا تو بھی اس سے وضو درست ہے جب تک پانی اسی طرح پتلا باقی رہے، گاڑھا نہ ہو جائے۔

﴿مسئلہ ۵﴾ بڑا حوض جو دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا ہو اور اتنا گہرا ہو کہ اگر چلو سے پانی اٹھائیں تو زمین نہ کھلے، یہ بھی بہتے پانی کے حکم میں ہے، ایسے حوض کو "دَہ دردَہ" (۱۰X۱۰) کہتے ہیں۔ اگر اس میں ایسی نجاست پڑ جائے جو پڑ جانے کے بعد دکھائی نہیں دیتی، جیسے: پیشاب، خون، شراب وغیرہ تو چاروں طرف سے وضو کرنا درست ہے، جدھر سے چاہے وضو کرے اور اگر ایسی نجاست پڑ جائے جو دکھائی دیتی ہے، جیسے: مردہ جانور وغیرہ تو جس طرف پڑا ہوا ہو اس طرف سے وضو نہ کرے، اس کے سوا اور جس طرف سے چاہے کرے، البتہ اگر اتنے بڑے حوض میں اتنی نجاست پڑ جائے کہ رنگ یا مزہ بدل جائے یا بدبو آنے لگے تو نجس ہو جائے گا۔

﴿مسئلہ ۶﴾ اگر بیس ہاتھ لمبا اور پانچ ہاتھ چوڑا یا پچیس ہاتھ لمبا اور چار ہاتھ چوڑا ہو تو وہ حوض بھی دَہ دردَہ کی طرح ہے۔

[دَہ دردَہ حوض کی تعریف یہ ہے کہ اس کا کل رقبہ یعنی طول وعرض کا حاصل ضرب سو ذراع=۲۲۵ فٹ=۲۰ء۹ میٹر ہو۔ گول حوض کا قطر ۹۳ء۱۶=۱۶ء۵ میٹر ہو تو یہ حوض دہ دردہ ہوگا، گہرائی کا اعتبار نہیں۔ [1]]

﴿مسئلہ۷﴾ دَہ دردَہ حوض میں جہاں پر مستعمل پانی گرا ہے اگر وہیں سے پھر پانی اٹھائے تو بھی جائز ہے۔

﴿مسئلہ۸﴾ اگر کوئی کافر یا بچہ اپنا ہاتھ پانی میں ڈال دے تو پانی نجس نہیں ہوتا، البتہ اگر معلوم ہو جائے کہ اس کے ہاتھ میں نجاست لگی تھی تو ناپاک ہو جائے گا، لیکن چونکہ چھوٹے بچوں کا کچھ اعتبار نہیں اس لیے جب تک کوئی اور پانی ملے اس کے ہاتھ ڈالے ہوئے پانی سے وضو نہ کرنا بہتر ہے۔

﴿مسئلہ۹﴾ جس پانی میں ایسی جاندار چیز مر جائے جس میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا یا باہر مر کر پانی میں گر جائے تو پانی نجس نہیں ہوتا، جیسے: مچھر، مکھی، بھڑ، بچھو، شہد کی مکھی وغیرہ۔

﴿مسئلہ۱۰﴾ جس کی پیدائش پانی کی ہو اور پانی ہی میں رہتا ہو اس کے مر جانے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا، جیسے: مچھلی، مینڈک، کچھوا، کیکڑا وغیرہ اور اگر پانی کے سوا اور کسی چیز میں مر جائے، جیسے: سرکہ، شیرہ، دودھ وغیرہ تو وہ بھی ناپاک نہیں ہوتا (خشکی اور پانی دونوں کے مینڈک کا ایک ہی حکم ہے یعنی دونوں کے مرنے سے پانی نجس نہیں ہوتا) لیکن اگر خشکی کے کسی مینڈک میں خون ہوتا ہو تو اس کے مرنے سے پانی وغیرہ ناپاک ہو جائے گا۔

فائدہ:

دریائی مینڈک کی پہچان یہ ہے کہ اس کی انگلیوں کے بیچ میں جھلی لگی ہوتی ہے اور خشکی کے مینڈک کی انگلیاں الگ الگ ہوتی ہیں۔

﴿مسئلہ۱۱﴾ جو چیز پانی میں رہتی ہو لیکن اس کی پیدائش پانی کی نہ ہو اس کے مر جانے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے، جیسے: بطخ اور مرغابی، اسی طرح باہر مر کر پانی میں گر پڑے تو بھی ناپاک ہو جاتا ہے۔

﴿مسئلہ۱۲﴾ مینڈک کچھوا وغیرہ اگر پانی میں مر کر بالکل گل جائے اور ریزہ ریزہ ہو کر پانی میں مل جائے تو بھی پانی پاک ہے، لیکن اس کا پینا اور اس سے کھانا پکانا درست نہیں، البتہ وضو اور غسل اس سے کر سکتے ہیں۔

﴿مسئلہ۱۳﴾ جو پانی گھاس، تنکے، پتے وغیرہ کو بہا لے جائے وہ جاری پانی ہے، چاہے اس کی رفتار کتنی ہی آہستہ کیوں نہ ہو۔ ایسا پانی نجاست پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک اس کے رنگ یا مزے یا بو میں فرق نہ آئے۔

(۱) حاشیہ اصلی بہشتی زیور

غیر مطہر پانی اور اس کے احکام:

مسئلہ ۱۴ کسی پھل یا درخت یا پتوں سے نچوڑے ہوئے عرق سے وضو کرنا درست نہیں، اسی طرح جو پانی تربوز سے نکلتا ہے اس سے اور گنے وغیرہ کے رس سے وضو اور غسل درست نہیں۔

مسئلہ ۱۵ جس پانی میں کوئی اور چیز مل گئی یا پانی میں کوئی چیز پکالی گئی اور ایسا ہو گیا کہ عرف میں اس کو پانی نہیں بلکہ کوئی اور نام دیا جاتا ہے، جیسے: شربت، شیرہ، شوربا، سرکہ، گلاب اور عرق گاؤزبان وغیرہ.... ایسی چیز سے وضو اور غسل درست نہیں۔

مسئلہ ۱۶ اگر کوئی چیز پانی میں ڈال کر پکانے سے رنگ یا مزہ وغیرہ بدلا تو اس پانی سے وضو درست نہیں، البتہ اگر ایسی چیز پکائی گئی جس سے رنگ یا مزہ نہیں بدلا تو اس سے وضو درست ہے، جیسے: مردہ نہلانے کے لیے بیری کی پتیاں پکاتے ہیں تو اس میں کچھ حرج نہیں، البتہ اگر اتنی زیادہ ڈال دیں کہ پانی گاڑھا ہو جائے تو اس سے وضو اور غسل درست نہیں۔

مسئلہ ۱۷ کپڑا رنگنے کے لیے زعفران گھولا یا پڑیا گھولی تو اس سے وضو درست نہیں۔

مسئلہ ۱۸ اگر پانی میں دودھ مل گیا اور دودھ کا رنگ اچھی طرح پانی میں آ گیا تو وضو درست نہیں اور اگر پانی میں دودھ کا رنگ نہیں آیا تو وضو درست ہے۔

مسئلہ ۱۹ جس پانی میں نجاست گر جائے اس سے وضو اور غسل درست نہیں، چاہے وہ نجاست تھوڑی ہو یا بہت، البتہ اگر جاری پانی ہو تو وہ نجاست گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے رنگ، مزہ یا بو میں فرق نہ آئے اور جب نجاست کی وجہ سے رنگ یا مزہ بدل گیا یا بو آنے لگی تو بہتا ہوا پانی بھی ناپاک ہو جائے گا، اس سے وضو درست نہیں۔

مسئلہ ۲۰ چھت پر نجاست پڑی ہو اور بارش برسنے کی وجہ سے پرنالہ چلے تو اگر آدھی یا آدھی سے زیادہ چھت ناپاک ہو تو وہ پانی نجس ہے اور اگر چھت آدھی سے کم ناپاک ہو تو وہ پانی پاک ہے اور اگر نجاست پرنالے کے پاس ہی ہو اور اتنی ہو کہ سب پانی اس سے مل کر آتا ہے تو وہ پانی نجس ہے۔

مسئلہ ۲۱ اگر پانی آہستہ آہستہ بہتا ہو تو بہت جلدی جلدی وضو نہ کریں تا کہ استعمال شدہ پانی دوبارہ ہاتھ میں نہ آ جائے۔

مستعمل اور غیر مستعمل پانی کے مسائل:

مسئلہ ۲۲ اگر کوئی ناسمجھ بچہ یا پاگل وضو کرے تو پانی مستعمل نہیں ہوتا۔

مسئلہ ۲۳ پاک کپڑا، برتن اور دوسری پاک چیزیں جس پانی سے دھوئی جائیں اس سے وضو اور غسل درست ہے،

بشرطیکہ پانی گاڑھا نہ ہوجائے اور محاورے میں اس کو "ماء مطلق" یعنی صرف پانی کہتے ہوں اور اگر پانی سے ایسے برتن وغیرہ دھوئے جائیں جن میں کھانے پینے کی چیز لگی ہو تو ایسے پانی سے وضو اور غسل کے جواز کی شرط یہ ہے کہ پانی کے تین وصفوں (رنگ، مزہ، بو) میں سے دو وصف باقی ہوں، اگر چہ ایک وصف بدل گیا ہو اور اگر دو وصف بدل جائیں تو پھر درست نہیں۔

مسئلہ ۲۴ مستعمل پانی کا پینا اور کھانے کی چیزوں میں استعمال کرنا مکروہ ہے اور وضو وغسل اس سے درست نہیں، البتہ ایسے پانی سے نجاست دھونا درست ہے۔

مسئلہ ۲۵ زمزم کے پانی سے بے وضو شخص کو وضو نہ کرنا چاہیے اور اسی طرح جس شخص کو نہانے کی حاجت ہو اُسے اس سے غسل نہ کرنا چاہیے اور اس سے ناپاک چیزوں کا دھونا اور استنجا کرنا مکروہ ہے، البتہ اگر مجبوری ہو کہ پانی ایک میل سے قریب نہ مل سکے اور ضروری طہارت کسی اور طرح حاصل نہ ہوسکتی ہو تو یہ سب کام زمزم کے پانی سے جائز ہیں۔

مسئلہ ۲۶ عورت کے وضو اور غسل کے بچے ہوئے پانی سے مرد کو وضو اور غسل نہ کرنا چاہیے، اگر چہ ہمارے نزدیک اس سے وضو وغیرہ جائز ہے مگر امام احمد کے نزدیک جائز نہیں اور اختلاف سے بچنا بہتر ہے۔

مسئلہ ۲۷ جن جگہوں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب کسی قوم پر آیا ہے، جیسے: ثمود اور عاد کی قوم، اس جگہ کے پانی سے وضو اور غسل نہ کرنا چاہیے۔ مسئلہ بالا کی طرح اس میں بھی اختلاف ہے، یہاں بھی اختلاف سے بچنا اولیٰ ہے اور مجبوری میں اس کا وہی حکم ہے جو زمزم کے پانی کا حکم ہے۔

مسئلہ ۲۸ دھوپ میں گرم کیے ہوئے پانی سے سفید داغ ہوجانے کا ڈر ہے اس لیے اس سے وضو وغسل نہ کرنا چاہیے۔

[یہ حکم طبی لحاظ سے ہے، شرع کے اعتبار سے نہیں یعنی اس میں گناہ ثواب نہیں۔ [1]]

پانی کے متفرق احکام:

مسئلہ ۲۹ ایسے ناپاک پانی کا استعمال جس کے تینوں وصف یعنی مزہ، بو اور رنگ نجاست کی وجہ سے بدل گئے ہوں کسی طرح درست نہیں، نہ جانوروں کو پلانا درست ہے نہ مٹی وغیرہ میں ڈال کر گارا بنانا جائز ہے اور اگر تینوں وصف نہیں بدلے تو اس کا جانوروں کو پلانا اور مٹی میں ڈال کر گارا بنانا اور مکان میں چھڑکاؤ کرنا درست ہے، مگر ایسے گارے سے مسجد نہ لیپے۔

---

(۱) حاشیہ اصلی بہشتی زیور

﴿مسئلہ ۳۰﴾ دریا، ندی اور وہ تالاب جو کسی کی زمین میں نہ ہو اور وہ کنواں جس کو بنانے والے نے وقف کر دیا ہو تو اس پانی سے عام لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں، کسی کو یہ حق نہیں کہ کسی کو اس کے استعمال سے منع کرے یا اس کے استعمال میں ایسا طریقہ اختیار کرے جس سے عام لوگوں کو نقصان ہو، جیسے: کوئی شخص دریا یا تالاب سے نہر کھود کر لائے اور اس سے وہ دریا یا تالاب خشک ہو جائے یا کسی گاؤں یا زمین کے غرق ہو جانے کا اندیشہ ہو تو استعمال کا یہ طریقہ درست نہیں اور ہر شخص کو اختیار ہے کہ اس ناجائز طریقہ استعمال سے منع کر دے۔

﴿مسئلہ ۳۱﴾ اگر ایک شخص دوسرے کے کنویں یا نہر سے کھیت کو پانی دینا چاہے اور وہ کنویں یا نہر والا اس سے کچھ قیمت لے تو جائز ہے۔

﴿مسئلہ ۳۲﴾ دریا، تالاب، کنویں وغیرہ سے جو شخص اپنے کسی برتن مثلاً: بالٹی، ڈرم وغیرہ میں پانی بھرے تو وہ اس پانی کا مالک ہو جائے گا، اس پانی کو اس شخص کی اجازت کے بغیر کسی کے لیے استعمال کرنا درست نہیں، البتہ اگر پیاس سے بے قرار ہو جائے تو زبردستی بھی چھین لینا جائز ہے جبکہ پانی والے کی بنیادی ضرورت سے زائد موجود ہو مگر اس پانی کا ضمان دینا پڑے گا۔

﴿مسئلہ ۳۳﴾ لوگوں کے پینے کے لیے جو پانی رکھا ہوا ہو، جیسے: گرمیوں میں راستوں پر پانی رکھ دیتے ہیں اسے وضو اور غسل کے لیے استعمال کرنا درست نہیں، البتہ اگر زیادہ ہو تو مضایقہ نہیں اور جو پانی وضو کے واسطے رکھا ہو اس سے پینا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۳۴﴾ کسی شخص کی مملوک زمین میں کنواں، چشمہ، حوض یا نہر وغیرہ ہو تو دوسرے لوگوں کو پانی پینے سے یا جانوروں کو پانی پلانے یا وضو و غسل کے لیے پانی لینے سے یا بالٹی بھر کر اپنے گھر کے درخت یا کیاری میں پانی دینے سے منع نہیں کر سکتا، کیونکہ اس میں سب کا حق ہے، البتہ اگر جانوروں کی کثرت کی وجہ سے پانی ختم ہونے کا یا نہر وغیرہ کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو روکنے کا اختیار ہے اور اگر اپنی زمین میں آنے سے روکنا چاہے تو دیکھا جائے گا کہ پانی لینے والے کی ضرورت دوسری جگہ سے پوری ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اگر اس کی ضرورت دوسری جگہ سے پوری ہو سکتی ہے، مثلاً: کوئی دوسرا کنواں وغیرہ ایک میل شرعی سے کم فاصلہ پر موجود ہے اور وہ کسی کی مملوک زمین میں بھی نہیں تو اس زمین والے کو روکنے کا اختیار ہے اور اگر اس کی ضرورت دوسری جگہ سے پوری نہیں ہو سکتی تو اس کنویں والے سے کہا جائے گا کہ یا تو اس شخص کو اپنے کنویں یا نہر وغیرہ پر آنے کی اس شرط سے اجازت دے دے کہ نہر وغیرہ کو نقصان نہیں پہنچائے گا ورنہ اس کو جتنے پانی کی ضرورت ہے تم خود نکال کر یا نکلوا کر اس کے حوالہ کرو، البتہ اپنے کھیت یا باغ کو پانی دینا بغیر اس شخص کی اجازت کے دوسرے لوگوں کے لیے جائز

نہیں، اس سے منع کرسکتا ہے۔

کنویں کا بیان

﴿مسئلہ ۱﴾ نجاست گرنے سے کنواں ناپاک ہوجاتا ہے، چاہے نجاست تھوڑی ہو یا زیادہ اور سارا پانی نکالنے سے پاک ہوجاتا ہے، لہٰذا کنویں میں جب کوئی نجاست گر جائے تو سارا پانی نکالنا چاہیے البتہ کنویں کے اندر کنکر، دیوار وغیرہ کے دھونے کی ضرورت نہیں، وہ سب خود بخود ہی پاک ہوجائیں گے۔ اسی طرح رسی اور ڈول جس سے پانی نکالا ہے، کنویں کے پاک ہونے سے خود بخود پاک ہوجائے گا۔ ان دونوں کو بھی دھونے کی ضرورت نہیں۔

فائدہ:

سارا پانی نکالنے کا مطلب یہ ہے کہ پانی اتنا کم ہوجائے کہ آدھا ڈول بھی نہ بھرے۔

﴿مسئلہ ۲﴾ کنویں میں کبوتر یا چڑیا کی بیٹ گر جائے تو نجس نہیں ہوتا۔ مرغی اور بطخ کی بیٹ سے نجس ہوجاتا ہے اور سارا پانی نکالنا واجب ہے۔

﴿مسئلہ ۳﴾ کتا، بلی، گائے یا بکری وغیرہ پیشاب کردے یا کوئی اور نجاست گر جائے تو سارا پانی نکالا جائے۔

﴿مسئلہ ۴﴾ اگر آدمی، کتا، بکری یا ان کے برابر کوئی اور جانور گر کر مر جائے تو سارا پانی نکالا جائے اور اگر باہر مرے پھر کنویں میں گر جائے تب بھی یہی حکم ہے کہ سارا پانی نکالا جائے۔

﴿مسئلہ ۵﴾ اگر کوئی جاندار چیز کنویں میں مرجائے اور پھول جائے یا پھٹ جائے تب بھی سارا پانی نکالا جائے، چاہے چھوٹا جانور ہو یا بڑا، لہٰذا اگر چوہا یا چڑیا مر کر پھول جائے یا پھٹ جائے تو سارا پانی نکالنا چاہیے۔

﴿مسئلہ ۶﴾ اگر چوہا، چڑیا یا اسی کے برابر کوئی چیز گر کر مرگئی لیکن پھولی پھٹی نہیں تو بیس ڈول نکالنا واجب ہے اور تیس ڈول نکال لیں تو بہتر ہے، لیکن پہلے چوہا نکال لیں تب پانی نکالنا شروع کردیں، چوہا نکالے بغیر پانی نکالنے کا کوئی اعتبار نہیں، چوہا نکالنے کے بعد پھر اتنا ہی پانی نکالنا پڑے گا۔

﴿مسئلہ ۷﴾ بڑی چھپکلی جس میں بہتا ہوا خون ہوتا ہے، اس کا حکم بھی یہی ہے کہ جب مرجائے اور پھولے پھٹے نہیں تو بیس ڈول نکالنا ضروری ہے اور تیس ڈول نکالنا بہتر ہے اور جس میں بہتا ہوا خون نہ ہو اس کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

﴿مسئلہ ۸﴾ اگر کنویں میں ایک دو مینگنیاں گر جائیں اور وہ ثابت نکل آئیں تو کنواں ناپاک نہیں ہوتا، چاہے وہ کنواں

جنگل کا ہو یا بستی کا اور کنویں کا منڈیر ہو یا نہ ہو۔

﴿مسئلہ ۹﴾ اگر کبوتر یا مرغی یا اسی کے برابر کوئی چیز گر کر مر جائے اور پھولے نہیں تو چالیس ڈول نکالنا واجب ہے اور ساٹھ ڈول نکال دینا بہتر ہے۔

﴿مسئلہ ۱۰﴾ جس کنویں پر جو ڈول پڑا رہتا ہے، اسی کے حساب سے نکالنا چاہیے اور اگر اتنے بڑے ڈول سے نکالا جس میں زیادہ پانی آتا ہے تو اس کا حساب لگالینا چاہیے۔ اگر اس میں دو ڈول پانی سماتا ہے تو دو ڈول سمجھیں اور اگر چار ڈول سماتا ہو تو چار ڈول سمجھنا چاہیے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جتنے ڈول پانی آتا ہوگا اسی کے حساب سے نکالا جائے گا۔

﴿مسئلہ ۱۱﴾ اگر کنویں میں پانی اتنی تیزی سے آتا ہے کہ سارا پانی نہیں نکل سکتا، جیسے: ہی پانی نکالتے ہیں اتنے میں اس میں سے اور پانی نکلتا رہتا ہے تو جتنا پانی اس میں اس وقت موجود ہے اندازہ کر کے اس قدر نکال لیں۔

فائدہ:

پانی کے اندازہ کرنے کی کئی صورتیں ہیں: ایک یہ کہ مثلاً: پانچ ہاتھ پانی ہے تو جلدی جلدی مسلسل بیس ڈول پانی نکال کر دیکھو کہ کتنا پانی کم ہوا؟ اگر مثلاً: ایک ہاتھ کم ہوا تو اسی سے حساب لگالو کہ بیس ڈول میں ایک ہاتھ پانی کم ہوا تو پانچ ہاتھ پانی سو ڈول میں نکل جائے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جن لوگوں کو پانی کی پہچان ہو اور اس کا اندازہ کر سکتے ہوں، ایسے دو دیندار مسلمانوں سے اندازہ کرالو، جتنا وہ کہیں نکلوادو اور اگر یہ دونوں باتیں مشکل ہوں تو تین سو ڈول نکلوادیں، کنواں پاک ہو جائے گا۔

﴿مسئلہ ۱۲﴾ کنویں سے مرا ہوا چوہا یا کوئی جانور نکالا گیا اور یہ معلوم نہیں کہ کب سے گرا ہے اور وہ ابھی پھولا پھٹا بھی نہیں ہے، تو جن لوگوں نے اس کنویں سے وضو کیا ہے ایک دن رات کی نمازیں دہرائیں اور اس پانی سے جو کپڑے دھوئے ہیں انہیں دوبارہ دھولے اور اگر پھول گیا ہے یا پھٹ گیا ہے تو تین دن تین رات کی نمازیں دہرانا چاہیے۔

یہ بات تو احتیاط کی ہے اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جس وقت کنویں کا ناپاک ہونا معلوم ہوا ہے اسی وقت سے ناپاک سمجھیں گے، اس سے پہلے کی نماز، وضو سب درست ہے، اگر کوئی اس پر عمل کرے تو یہ بھی درست ہے۔

﴿مسئلہ ۱۳﴾ جس کو نہانے کی ضرورت ہے وہ ڈول تلاش کرنے کے لیے کنویں میں اترا اور اس کے بدن اور کپڑے پر نجاست لگی ہوئی نہیں تھی تو کنواں ناپاک نہ ہوگا۔ ایسے ہی اگر کافر اترے اور اس کے کپڑے اور بدن پر نجاست نہ ہو تب بھی کنواں پاک ہے، البتہ اگر جسم یا کپڑے پر نجاست لگی ہو تو کنواں ناپاک ہو جائے گا اور سارا پانی نکالنا پڑے گا اور اگر شک ہو

کہ معلوم نہیں کپڑا پاک ہے یا ناپاک، تب بھی کنواں پاک سمجھا جائے گا لیکن اگر دل کی تسلی کے لیے بیس یا تیس ڈول نکلوا دیں تو بہتر ہے۔

مسئلہ ۱۴: کنویں میں بکری یا چوہا گر گیا اور زندہ نکل آیا تو پانی پاک ہے، کچھ نہ نکالا جائے۔

مسئلہ ۱۵: چوہے کو بلی نے پکڑا اور اس کے دانت لگنے سے زخمی ہوگیا، پھر اس سے چھوٹ کر اسی طرح خون لگا ہوا کنویں میں گر پڑا تو سارا پانی نکالا جائے۔

مسئلہ ۱۶: چوہے کے بدن پر نجاست لگی ہوئی تھی اور وہ کنویں میں گر پڑا تو سارا پانی نکالا جائے، چاہے کنویں میں مر جائے یا زندہ نکلے۔

مسئلہ ۱۷: چوہے کی دُم کٹ کر گر گئی تو سارا پانی نکالا جائے، اسی طرح وہ چھپکلی جس میں بہتا ہوا خون ہو، اس کی دُم گرنے سے بھی سارا پانی نکالا جائے۔

مسئلہ ۱۸: جس چیز کے گرنے سے کنواں ناپاک ہوا ہے اگر وہ چیز باوجود کوشش کے نہ نکل سکے تو دیکھنا چاہیے کہ وہ چیز کیسی ہے۔ اگر وہ چیز ایسی ہے کہ خود تو پاک ہوتی ہے لیکن ناپاکی لگنے سے ناپاک ہوگئی ہے، جیسے: ناپاک کپڑا، ناپاک گیند، ناپاک جوتا، تب تو اس کا نکالنا ضروری نہیں، ویسے ہی پانی نکال لیں اور اگر وہ چیز ایسی ہے کہ خود ناپاک ہے، جیسے: مردہ جانور، چوہا وغیرہ تو جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ یہ گل سڑ کر مٹی ہوگیا ہے اس وقت تک کنواں پاک نہیں ہوسکتا اور جب یہ یقین ہو جائے اس وقت سارا پانی نکال دیں، کنواں پاک ہو جائے گا۔

مسئلہ ۱۹: جتنا پانی کنویں میں سے نکالنا ضروری ہو، چاہے ایک دَم سے نکالیں چاہے تھوڑا تھوڑا کر کے کئی دفعہ نکالیں، ہر طرح پاک ہو جائے گا۔

اضافہ

ٹنکی اور چھوٹا حوض پاک کرنے کا طریقہ:

مسئلہ ۱: ٹنکی اور چھوٹا حوض (جس کا رقبہ سو ہاتھ سے کم ہو) پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ زمین دوز ٹنکی یا حوض میں جب باہر سے پانی آرہا ہو اس وقت اس کا گولہ اتار لیا جائے یا اس کے ساتھ کوئی وزن وغیرہ باندھ دیا جائے تاکہ گولہ پانی کے ساتھ بلند ہو کر باہر سے آنے والے پانی کا راستہ نہ روکے، اس طرح سے بیرونی پانی آتا رہے گا، جب ٹنکی بھر کر پانی اوپر سے

بہنے لگے تو پانی جاری ہوجانے کی وجہ سے ٹنکی پاک ہوجائے گی۔

اوپر کی ٹنکی کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ موٹر کے ذریعہ اس ٹنکی کو اس حد تک بھرا جائے کہ اوپر کے پائپ سے پانی جاری ہوجائے۔

زمین دوز ٹنکی کو پاک کرنے کی ایک اور صورت بھی ہوسکتی ہے، وہ یہ کہ جس وقت اس میں باہر سے پانی آرہا ہو اس وقت موٹر کے ذریعہ اس ٹنکی کا پانی کھینچنا شروع کردیا جائے تو یہ جاری پانی کے حکم میں ہوجائے گا۔

اوپر کی ٹنکی کو یوں پاک کیا جائے کہ موٹر کے ذریعہ اس میں پانی چڑھانا شروع کردیں اور اس ٹنکی سے غسل خانوں وغیرہ کی طرف آنے والی لائن کھول دیں، اس طرح سے پانی جاری ہوجائے گا۔ (أحسن الفتاوی: ۲/۴۸-۴۹)

ہینڈ پمپ (دستی نلکا) پاک کرنے کا طریقہ:

﴿مسئلہ ۲﴾ دستی نلکے کو پاک کرنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ نلکے کے اوپر سے اتنا پانی ڈالا جائے کہ پائپ بھر کر اوپر سے پانی بہنے لگے۔ اس صورت میں پانی جاری ہوجانے کی وجہ سے پاک ہوجائے گا۔ (أحسن الفتاوی: ۲/۵۱)

موٹر سے کنویں کی صفائی:

﴿مسئلہ ۳﴾ بعض حالات میں کنویں کا پورا پانی نکالنا ضروری ہوتا ہے، بعض اوقات کچھ مخصوص ڈول مثلاً: ۲۰، ۳۰، ۴۰، ۵۰ وغیرہ نکالے جاتے ہیں، تمام صورتوں میں حکم یہ ہے کہ پہلے نجاست نکال لی جائے اس کے بعد سارا پانی یا مطلوبہ مقدار نکالیں۔ اگر سارا پانی نکالنا ممکن نہ ہو تو آبادی کے دوسرے کنوؤں کا اندازہ کرکے اتنے ڈول نکال لیے جائیں۔ ان تمام صورتوں میں اصل مقصود ڈول نہیں، بلکہ پانی کی مطلوبہ مقدار ہے، لہٰذا اگر نجاست نکلنے کے بعد موٹر کے ذریعے اتنی مقدار اندازاً نکال دی جائے تو یہ درست بلکہ نسبتاً زیادہ بہتر ہے۔ (جدید فقہی مسائل: ۵۹)

جھوٹے کا بیان

انسان کا جھوٹا:

آدمی کا جھوٹا پاک ہے، چاہے وہ کافر ہو یا ناپاک ہو یا عورت حیض ونفاس کی حالت میں ہو۔ اسی طرح ان کا پسینہ بھی پاک ہے، البتہ اگر اس کے منہ میں کوئی ناپاک چیز لگی ہو تو اس سے وہ جھوٹا ناپاک ہو جائے گا۔ [جیسے: کسی کے منہ کو خون لگا ہوا تھا یا کسی نے شراب پیتے ہی فوراً پانی پی لیا تو وہ پانی ناپاک ہو گیا اور اگر چند مرتبہ تھوک نگلنے کے بعد پانی پیا تو ناپاک نہیں ہوگا۔ (۱)]

﴿مسئلہ ۱﴾ غیر مرد کا جھوٹا، کھانا اور پانی عورت کے لیے (اور غیر عورت کا جھوٹا مرد کے لیے) مکروہ ہے جب معلوم ہو کہ یہ اس کا جھوٹا ہے اور اگر معلوم نہ ہو تو مکروہ نہیں۔

کتے اور خنزیر کا جھوٹا:

﴿مسئلہ ۲﴾ کتے کا جھوٹا نجس ہے، اگر کسی برتن میں منہ ڈال دے تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا، چاہے مٹی کا برتن ہو یا تانبے وغیرہ کا، دھونے سے سب پاک ہو جاتا ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ سات مرتبہ دھوئے اور ایک مرتبہ مٹی لگا کر مانجھ بھی لے تاکہ خوب صاف ہو جائے۔

﴿مسئلہ ۳﴾ خنزیر کا جھوٹا بھی نجس ہے۔ اسی طرح شیر، بھیڑیا، بندر، گیدڑ وغیرہ جتنے چیر پھاڑ کر کے کھانے والے جانور ہیں، سب کا جھوٹا نجس ہے۔

بلی اور چوہے وغیرہ کا جھوٹا:

﴿مسئلہ ۴﴾ بلی کا جھوٹا پاک تو ہے لیکن مکروہ ہے، اس لیے دوسرا پانی ہو تو اس سے وضو نہ کرے، البتہ اگر کوئی اور پانی نہ ملے تو اس سے وضو کر لے۔

﴿مسئلہ ۵﴾ دودھ سالن وغیرہ میں بلی نے منہ ڈال دیا تو اگر گھر میں فراخی ہے تو اسے نہ کھائے اور اگر غریب آدمی ہو تو کھا لے۔ اس میں کوئی حرج اور گناہ نہیں، بلکہ ایسے شخص کے کے لیے مکروہ بھی نہیں۔

﴿مسئلہ ۶﴾ بلی نے چوہا کھا کر فوراً برتن میں منہ ڈال دیا تو وہ نجس ہو جائے گا اور اگر تھوڑی دیر ٹھہر کر اپنا منہ زبان سے

(۱) حاشیہ بہشتی زیور

چاٹ لیا ہو تو نجس نہ ہوگا بلکہ مکروہ ہوگا۔

﴿مسئلہ ۷﴾ جو چیزیں گھروں میں پائی جاتی ہیں، جیسے: سانپ، بچھو، چوہا، چھپکلی وغیرہ ان کا جھوٹا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۸﴾ اگر چوہا روٹی دانتوں سے کتر لے تو بہتر یہ ہے کہ اس جگہ سے ذرا سی توڑ کر باقی کھائی جائے۔

﴿مسئلہ ۹﴾ بلی نے کسی کے ہاتھ وغیرہ چاٹ لیے تو اس جگہ کو دھو لینا چاہیے۔ اگر نہ دھویا اور یوں ہی رہنے دیا تو مکروہ اور برا کیا۔

مرغی اور پرندوں کا جھوٹا:

﴿مسئلہ ۱۰﴾ کھلی ہوئی مرغی جو ادھر ادھر گندی اور ناپاک چیزیں کھاتی پھرتی ہے، اس کا جھوٹا مکروہ ہے اور جو مرغی بند رہتی ہو اس کا جھوٹا مکروہ نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۱﴾ شکار کرنے والے پرندے، جیسے: شکرا، باز وغیرہ ان کا جھوٹا بھی مکروہ ہے، لیکن جو پالتو ہو اور مردار نہ کھائے، نہ اس کی چونچ میں نجاست لگے ہونے کا شبہ ہو تو اس کا جھوٹا پاک ہے اور حلال پرندے، جیسے: مینا، طوطا، فاختہ، چڑیا وغیرہ ان سب کا جھوٹا پاک ہے۔

پالتو جانوروں کا جھوٹا:

﴿مسئلہ ۱۲﴾ حلال جانور، جیسے: بکری، بھیڑ، گائے، بھینس، ہرنی وغیرہ کا جھوٹا پاک ہے، اسی طرح گھوڑے کا جھوٹا بھی پاک ہے۔

﴿مسئلہ ۱۳﴾ گدھے اور خچر کا جھوٹا پاک تو ہے لیکن ان کے جھوٹے سے وضو ہونے میں شک ہے، لہٰذا اگر کہیں صرف گدھے یا خچر کا جھوٹا پانی ملے اور اس کے سوا اور پانی نہ ملے تو وضو بھی کرے اور تیمم بھی کرے، چاہے وضو پہلے کرے یا تیمم، دونوں کا اختیار ہے۔

پسینہ کا حکم:

﴿مسئلہ ۱۴﴾ جن جانوروں کا جھوٹا نجس ہے ان کا پسینہ بھی نجس ہے اور جن کا جھوٹا پاک ہے ان کا پسینہ بھی پاک ہے اور جن کا جھوٹا مکروہ ہے ان کا پسینہ بھی مکروہ ہے۔

گدھے اور خچر کا پسینہ پاک ہے، کپڑے اور بدن پر لگ جائے تو دھونا واجب نہیں، لیکن دھو لینا بہتر ہے۔

موزوں پر مسح کرنے کا بیان

[جوازِ مسح کی شرائط:

۱۔ موزے پہننے کے بعد جب وضو توڑنے والی کوئی بات پیش آئی تو اس وقت موزے پہننے والا کامل طہارت کے ساتھ ہو۔

۲۔ جنابت کی ناپاکی لاحق نہ ہو۔

۳۔ موزہ ایسا ہو جس سے ٹخنے ڈھکے ہوئے ہوں۔

۴۔ موزے چمڑے کے ہوں جراب پر مسح کرنا جائز نہیں، ہاں اگر مجلّد یا منعّل (جس پر چمڑا چڑھا ہو یا صرف نیچے چمڑا لگا ہو) تو جائز ہے۔

۵۔ موزہ اتنا پھٹا ہوا نہ ہو کہ چلتے ہوئے پاؤں کی تین انگلیوں کی بقدر کھل جائے۔

۶۔ مسح موزے کی اوپر کی سطح پر کرنا۔

۷۔ کم از کم تین انگلیوں کی مقدار مسح کرنا۔]

[**مسئلہ ۱** اگر کسی کا وضو نہ ہو اور وہ موزہ پہن لے تو ان پر مسح جائز نہیں، اسی طرح صرف پاؤں دھو کر موزے پہن لیے اور باقی وضو نہیں کیا تب بھی مسح جائز نہیں۔ اگر پاؤں دھو کر موزے پہنے اور پھر وضو مکمل کر لیا، اس کے بعد وضو ٹوٹا تو مسح جائز ہے اور اگر پاؤں دھو کر موزے پہن لیے، اس کے بعد باقی وضو کرنا شروع کیا مگر ابھی وضو مکمل نہ کیا تھا کہ وضو ٹوٹ گیا تو مسح جائز نہیں۔[1]]

مسئلہ ۲ اگر وضو کر کے موزے پہن لیے اور پھر وضو ٹوٹ جائے تو وضو کرتے وقت موزوں پر مسح کر لینا درست ہے اور اگر موزہ اتار کر پاؤں دھوئے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔

مسح کا مسنون طریقہ:

مسئلہ ۳ موزہ پر مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ کی انگلیاں تر کر کے آگے کی طرف رکھے، اور ہتھیلی موزے سے الگ رکھے، پھر ان کو کھینچ کر ٹخنے کی طرف لے جائے اور اگر انگلیوں کے ساتھ ہتھیلی بھی رکھ دے اور ہتھیلی سمیت انگلیوں کو کھینچ

(۱) تصحیح الاغلاط از حاشیہ بہشتی زیور

کر لے جائے تو بھی درست ہے۔

﴿مسئلہ۴﴾ اگر کوئی الٹا مسح کرے یعنی ٹخنے کی طرف سے کھینچ کر انگلیوں کی طرف لائے تو بھی جائز ہے، لیکن مستحب کے خلاف ہے۔ ایسے ہی اگر لمبائی میں مسح نہ کرے بلکہ موزے کی چوڑائی میں مسح کرے تو بھی درست ہے لیکن مستحب کے خلاف ہے۔

﴿مسئلہ۵﴾ اگر تلوے کی طرف یا ایڑی پر یا موزہ کے دائیں بائیں مسح کرے تو یہ مسح درست نہیں ہوا۔

﴿مسئلہ۶﴾ اگر پوری انگلیوں کو موزہ پر نہیں رکھا بلکہ فقط انگلیوں کا سرا موزہ پر رکھ دیا اور انگلیاں کھڑی رکھیں تو مسح درست نہیں ہوا، البتہ اگر انگلیوں سے پانی برابر ٹپک رہا ہو جس سے بہہ کر تین انگلیوں کے برابر پانی موزہ کو لگ جائے تو درست ہو جائے گا۔

﴿مسئلہ۷﴾ مسح میں مستحب تو یہ ہے کہ ہتھیلی کی طرف سے مسح کرے اور اگر کوئی انگلیوں کی پشت کی طرف سے مسح کرے تو بھی درست ہے۔

﴿مسئلہ۸﴾ اگر کسی نے موزہ پر مسح نہیں کیا لیکن بارش برستے وقت باہر نکلا یا بھیگی گھاس میں چلنے سے موزہ بھیگ گیا تو بھی مسح ہو گیا۔

﴿مسئلہ۹﴾ اگر جراب کے اوپر موزے پہنے ہیں تب بھی موزوں پر مسح درست ہے۔

﴿مسئلہ۱۰﴾ بوٹ پر مسح جائز ہے بشرطیکہ پورے پاؤں کو ٹخنوں سمیت چھپائے اور اس کا چاک (کھلا ہوا حصہ) تسموں سے اس طرح بندھا ہو کہ پاؤں کی اتنی کھال نظر نہ آئے جتنی مسح سے مانع ہے۔

مسح کے دو فرض:

﴿مسئلہ۱۱﴾ ہاتھ کی تین انگلیوں کے برابر ہر موزہ پر مسح کرنا فرض ہے، اس سے کم پر مسح درست نہ ہو گا۔

﴿مسئلہ۱۲﴾ موزہ کے اوپر کی طرف مسح کرے، تلوے کی طرف مسح نہ کرے۔

جن صورتوں میں مسح درست نہیں:

﴿مسئلہ۱۳﴾ اگر موزہ اتنا چھوٹا ہو کہ ٹخنے موزے کے اندر چھپے ہوئے نہ ہوں تو اس پر مسح درست نہیں۔

﴿مسئلہ۱۴﴾ جو موزہ اتنا پھٹ گیا ہو کہ چلنے میں پاؤں کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر کھل جاتا ہے تو اس پر مسح درست نہیں اور اگر اس سے کم کھلتا ہو تو درست ہے۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ اگر موزہ کی سلائی کھل گئی لیکن اس میں سے پاؤں نظر نہیں آتا تو مسح درست ہے اور اگر چلتے وقت تو تین انگلیوں کے برابر پاؤں نظر آتا ہے اور نہ چلنے کی حالت میں نظر نہیں آتا تو مسح درست نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۶﴾ اگر ایک موزہ میں دو انگلیوں کے برابر پیر کھل جاتا ہے اور دوسرے موزہ میں ایک انگلی کے برابر تو مسح جائز ہے اور اگر ایک ہی موزہ کئی جگہ سے پھٹا ہے اور سب ملا کر تین انگلیوں کے برابر کھل جاتا ہے تو مسح جائز نہیں اور اگر اتنا کم ہو کہ سب ملا کر بھی پوری تین انگلیوں کے برابر نہیں ہوتا تو مسح درست ہے۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ اگر کوئی موزہ پر مسح کرنا شروع کرے اور ایک دن رات گزرنے سے پہلے مسافر ہو جائے تو تین دن تین رات تک مسح کرتا رہے اور اگر سفر شروع کرنے سے پہلے ہی ایک دن رات گزر جائے تو مدت ختم ہوگئی، پاؤں دھو کر دوبارہ موزے پہنے۔

﴿مسئلہ ۱۸﴾ اگر سفر میں مسح کرنا شروع کیا اور ایک دن رات پورا ہونے کے بعد مقیم ہو گیا تو موزہ اتار دے، اب اس پر مسح درست نہیں اور اگر ایک دن رات پورا نہیں ہوا تو ایک دن رات پورا کر لے، اس سے زیادہ مسح درست نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۹﴾ کسی نے تیمّم کی حالت میں موزے پہنے ہوں تو ان موزوں پر مسح نہیں کر سکتا، چاہے وہ تیمّم صرف غسل کا ہو یا وضو و غسل دونوں کا یا صرف وضو کا ہو۔

﴿مسئلہ ۲۰﴾ غسل کرنے والے کے لیے مسح جائز نہیں۔

مسح کی مدت:

﴿مسئلہ ۲۱﴾ سفر میں تین دن تین رات تک موزوں پر مسح کرنا درست ہے اور جو سفر میں نہ ہو اس کے لیے ایک دن اور ایک رات۔ جس وقت وضو ٹوٹا ہے اس وقت سے ایک دن رات یا تین دن رات کا حساب کیا جائے گا، جس وقت موزہ پہنا ہے اس وقت سے نہیں، جیسے: کسی نے ظہر کے وقت وضو کر کے موزے پہنے، پھر سورج ڈوبنے کے وقت وضو ٹوٹا تو اگلے دن کے سورج ڈوبنے تک مسح کرنا درست ہے اور سفر میں تیسرے دن کے سورج ڈوبنے تک، جب سورج ڈوب گیا تو اب مسح کرنا درست نہیں رہا۔

مسح توڑنے والی چیزیں:

﴿مسئلہ ۲۲﴾ جو چیز وضو کو توڑ دیتی ہے اس سے مسح بھی ٹوٹ جاتا ہے اور موزوں کے اتار دینے سے بھی مسح ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر کسی کا وضو نہیں ٹوٹا لیکن اس نے موزے اتار دیئے تو مسح ختم ہو گیا، اب پاؤں دھو لے، پورا وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ۲۳ اگر ایک موزہ اتار دیا تو دوسرا موزہ بھی اتار کر دونوں پاؤں دھونا واجب ہے۔

مسئلہ۲۴ اگر مسح کی مدت پوری ہوگئی تو بھی مسح ختم ہوجائے گا۔ اگر وضو نہ ٹوٹا ہو تو موزہ اتار کر دونوں پاؤں دھوئے، پورے وضو کا دہرانا واجب نہیں اور اگر وضو ٹوٹ گیا تو موزے اتار کر پورا وضو کرے۔

مسئلہ۲۵ موزہ پر مسح کرنے کے بعد پاؤں پر پانی پڑ گیا جس کی وجہ سے موزے کے اندر پانی چلا گیا اور سارا پاؤں یا آدھے سے زیادہ پاؤں بھیگ گیا تو بھی مسح باطل ہوگیا، دوسرا موزہ بھی اتار کر دونوں پاؤں دھوئے۔

مسئلہ۲۶ پاؤں کا اکثر حصہ کسی طرح دھل گیا تو موزوں کو اتار کر پاؤں کو دھونا چاہیے۔

مسئلہ۲۷ معذور کا وضو، جیسے: نماز کا وقت ختم ہونے سے ٹوٹ جاتا ہے ویسے ہی اس کا مسح بھی باطل ہوجاتا ہے اور اس پر موزے اتار کر پاؤں دھونا واجب ہے، البتہ اگر اس کا مرض وضو کرنے اور موزے پہننے کی حالت میں نہ پایا جائے تو وہ بھی صحیح آدمیوں کی طرح سمجھا جائے گا۔ اس مسئلہ کی مزید وضاحت یہ ہے کہ معذور کی دو حالتیں ہیں:

۱۔ جتنے وقت میں اس نے وضو کیا اور موزے پہنے ہیں اتنے وقت میں اس کی وہ بیماری جس کی وجہ سے وہ معذور قرار پایا، نہیں پائی گئی۔

۲۔ دوسرے یہ کہ وہ عذر اس پورے وقت یا اس کے کسی حصے میں پایا گیا۔

پہلی صورت کا حکم یہ ہے کہ نماز کا وقت نکلنے سے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اور چونکہ اس نے موزے مکمل طہارت پر پہنے ہیں اس لیے اس کا مسح نہیں ٹوٹے گا اور تندرست لوگوں کی طرح اقامت کی حالت میں ایک دن ایک رات اور سفر کی حالت میں تین دن تین رات مسح کرسکے گا۔

دوسری صورت کا حکم یہ ہے کہ نماز کا وقت ختم ہونے سے جس طرح اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اسی طرح اس کا مسح بھی ٹوٹ جائے گا اور اس کو موزے اتار کر پاؤں دھونا پڑیں گے۔

جرابوں پر مسح کرنے کا حکم:

مسئلہ۲۸ جرابوں پر مسح کرنا درست نہیں، البتہ اگر ان پر چمڑہ چڑھا دیا گیا ہو یا سارے موزہ پر چمڑہ نہ چڑھایا ہو بلکہ صرف تلوے پر چمڑا لگا دیا گیا ہو یا بہت موٹے اور سخت ہوں کہ بغیر کسی چیز سے باندھے ہوئے ٹھہرے رہتے ہوں اور ان کو پہن کر تین چار میل راستہ بھی چلا جاسکتا ہو تو ان سب صورتوں میں جراب پر بھی مسح درست ہے۔ (آج کل کی جرابوں کے تلوے پر چمڑا لگانے کے بعد بھی مسح کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے اس لیے احتیاط اسی میں ہے کہ مسح نہ کیا جائے)

(مسئلہ ۲۹) برقع اور دستانوں پر مسح درست نہیں۔

پٹی اور پلستر پر مسح:

(مسئلہ ۳۰) کسی کے ہاتھ یا پاؤں پھٹ گئے اور اس میں موم، روغن یا اور کوئی دوا بھر لی اور اس کے نکالنے سے ضرر ہوتا ہو تو اگر اس کے نکالے بغیر اوپر ہی پانی بہا دیا تو وضو ہو جائے گا لیکن اگر پھٹن کے اندر پانی پہنچانا نقصان نہ کرتا ہو تو موم نکال کر اندر پانی پہنچانا فرض ہے۔

(مسئلہ ۳۱) اگر ہاتھ یا پاؤں وغیرہ میں کوئی پھوڑا ہے یا کوئی اور ایسی بیماری ہے کہ اس پر پانی ڈالنے سے نقصان ہوتا ہے تو پانی نہ ڈالے، وضو کرتے وقت صرف بھیگا ہاتھ پھیر لے، اس کو مسح کہتے ہیں اور اگر یہ بھی نقصان کرے تو ہاتھ بھی نہ پھیرے، اتنی جگہ چھوڑ دے۔

(مسئلہ ۳۲) اگر زخم پر پٹی بندھی ہو اور پٹی کھول کر زخم پر مسح کرنے سے نقصان ہو یا پٹی کھولنے باندھنے میں بڑی دقّت اور تکلیف ہو تو پٹی کے اوپر مسح کر لینا درست ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو پٹی پر مسح کرنا درست نہیں، پٹی کھول کر زخم پر مسح کرنا چاہیے۔

(مسئلہ ۳۳) اگر پٹی زخم سے بڑھی ہوئی ہو تو اگر پٹی کھول کر زخم کے آس پاس جگہ کو دھو سکے تو دھولے اور اگر پٹی نہ کھول سکے تو ساری پٹی پر مسح کرلے۔

(مسئلہ ۳۴) ہڈی کے ٹوٹ جانے کے وقت پلستر باندھتے ہیں اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اس کے اوپر ہی ہاتھ پھیر لیا کرے۔ زخم کی پٹی کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر زخم کے اوپر مسح نہ کر سکے تو پٹی کھول کر کپڑے کی گدی پر مسح کرے اور اگر کوئی کھولنے باندھنے والا نہ ملے تو پٹی ہی پر مسح کر لے۔

(مسئلہ ۳۵) پٹی وغیرہ میں بہتر تو یہ ہے کہ پوری پٹی پر مسح کرے اور اگر پوری پر نہ کرے بلکہ آدھی سے زائد پر کرلے تو بھی جائز ہے۔ اگر فقط آدھی یا آدھی سے بھی کم پر کرے تو جائز نہیں۔

(مسئلہ ۳۶) اگر زخم ٹھیک ہونے سے پہلے پٹی کھل کر گر جائے تو دوبارہ باندھ لے اور وہی پہلا مسح باقی ہے، دوبارہ مسح کی ضرورت نہیں اور اگر زخم ٹھیک ہو گیا اور باندھنے کی ضرورت نہیں رہی تو مسح ٹوٹ گیا، اب صرف وہی جگہ دھو کر نماز پڑھے، پورا وضو دہرانا ضروری نہیں۔

اضافہ

فوم کے موزوں اور جوتوں پر مسح کا حکم:

﴿مسئلہ ۱﴾ موزوں پر مسح کی اجازت کے لیے تین شرطیں ہیں:

۱- ٹخنوں سمیت پاؤں کے جتنے حصے کو دھونا فرض ہے اس کو چھپائے اور تین انگلیوں کے برابر پھٹن نہ ہو۔

۲- پاؤں سے لپٹا ہوا ہو۔

۳- اس کو پہن کر معمول کی رفتار سے دو میل یا اس سے زیادہ چلنا ممکن ہو، نیز اگر اس کے اوپر والے حصے میں شگاف ہو اور فیتہ کے ذریعے اسے بند کر دیا جائے تو بھی اس پر مسح جائز ہے۔

مذکورہ بالا تین شرائط اگر کسی موزے یا جوتے میں موجود ہوں تو اس پر مسح درست ہے، البتہ جوتے چونکہ عموماً نجاستوں میں لگتے رہتے ہیں، اس لیے ان پر مسح کر کے انہی کے ساتھ نماز پڑھنا خلافِ احتیاط ہے۔

(امداد الفتاویٰ: ۱/۱۵، جدید فقہی مسائل: ۴۷)

تیمّم کا بیان

تیمّم کا طریقہ:

﴿مسئلہ ۱﴾ تیمّم کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ پاک زمین پر مارے اور پورے چہرے پر مل لے، پھر دوسری مرتبہ زمین پر دونوں ہاتھ مارے اور دونوں بازوؤں پر کہنی سمیت ملے، اگر ناخن کے برابر بھی کوئی جگہ چھوٹ گئی تو تیمّم نہ ہوگا۔ انگوٹھی وغیرہ اتار دے تاکہ کوئی جگہ چھوٹ نہ جائے اور انگلیوں میں خلال کرلے۔

﴿مسئلہ ۲﴾ مٹی پر ہاتھ مار کر ہاتھ جھاڑ دے تاکہ بازوؤں اور چہرے پر غبار نہ لگ جائے اور صورت نہ بگڑے۔

تیمّم صحیح ہونے کی شرائط:

۱- نیت:

﴿مسئلہ ۳﴾ تیمّم کرتے وقت اپنے دل میں بس اتنا ارادہ کرلے کہ میں پاک ہونے کے لیے تیمّم کرتا ہوں یا نماز پڑھنے کے لیے تیمّم کرتا ہوں تو تیمّم ہوجائے گا اور یہ ارادہ کرنا کہ میں وضو کا تیمّم کرتا ہوں یا غسل کا کوئی ضروری نہیں۔

﴿مسئلہ ۴﴾ اگر کسی کو سکھانے کے لیے تیمّم کرکے دکھایا لیکن دل میں اپنے تیمّم کرنے کی نیت نہیں، صرف اس کو سکھانا مقصود ہے تو اس کا تیمّم نہ ہوگا، کیونکہ تیمّم درست ہونے کے لیے تیمّم کرنے کا ارادہ ہونا ضروری ہے، لہٰذا جب تیمّم کرنے کا ارادہ نہ ہو بلکہ صرف دوسرے کو سکھانا اور دکھانا مقصود ہو تو تیمّم نہ ہوگا۔

۲- پانی کے استعمال پر قادر نہ ہونا:

اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

(ا) علم نہ ہونے یا دور ہونے کی وجہ سے پانی پر قدرت نہ ہونا:

﴿مسئلہ ۵﴾ اگر کوئی جنگل میں ہے اور بالکل معلوم نہیں کہ پانی کہاں ہے، نہ وہاں کوئی ایسا آدمی ہے جس سے پوچھ سکے تو ایسی صورتحال میں تیمّم کرنا جائز ہے اور اگر کوئی آدمی مل گیا اور اس نے ایک میل شرعی کے اندر پانی کا پتہ بتایا اور غالب گمان ہو کہ یہ آدمی سچا ہے یا آدمی تو نہیں ملا لیکن کسی نشانی سے خود اس کا دل کہتا ہے کہ یہاں ایک میل شرعی کے اندر اندر کہیں پانی موجود ہے تو پانی کا اس قدر تلاش کرنا کہ اس کو اور اس کے ساتھیوں کو کسی قسم کی تکلیف اور حرج نہ ہو، ضروری ہے، بغیر ڈھونڈے تیمّم کرنا درست نہیں اور اگر خوب یقین ہے کہ پانی ایک شرعی میل کے اندر ہے تو پانی تلاش کرکے وضو کرنا واجب

ہے، تیمّم کرنا جائز نہیں۔

فائدہ:

میل شرعی میل انگریزی سے ذرا زیادہ ہوتا ہے یعنی انگریزی ایک میل پورا اور اس کا آٹھواں حصہ، یہ سب مل کر ایک میل شرعی ہوتا ہے۔

[میل شرعی ۲۰۰۰ گز اور میل انگریزی ۱۷۶۰ گز کا ہوتا ہے اور کلومیٹر کے لحاظ سے میل شرعی ۱٫۸۲۸۸۰۰۰ کلومیٹر ہوتا ہے اور میل انگریزی ۱٫۶۰۹۳۴۴ کلومیٹر ہوتا ہے۔[1]]

﴿مسئلہ۶﴾ اگر پانی کا پتہ چل گیا لیکن پانی ایک میل دور ہے تو اتنی دور جا کر پانی لانا واجب نہیں بلکہ تیمّم کر لینا درست ہے۔

﴿مسئلہ۷﴾ اگر کوئی آبادی سے ایک میل کے فاصلہ پر ہو اور ایک میل سے قریب کہیں پانی نہ ملے تو بھی تیمّم کر لینا درست ہے، چاہے مسافر ہو یا مسافر نہ ہو، ویسے ہی تھوڑی دور جانے کے لیے نکلا ہو۔

﴿مسئلہ۸﴾ اگر پانی اتنا ہو کہ صرف ایک دفعہ چہرہ، دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں دھو سکے تو تیمّم کرنا درست نہیں، بلکہ ایک ایک دفعہ ان اعضاء کو دھوئے اور سر کا مسح کر لے، کلی وغیرہ وضو کی سنتیں چھوڑ دے اور اگر اتنا بھی نہ ہو تو تیمّم کر لے۔

﴿مسئلہ۹﴾ اگر کسی میدان میں تیمّم کر کے نماز پڑھ لی اور وہاں سے پانی قریب ہی تھا لیکن اس کو خبر نہ تھی تو تیمّم اور نماز دونوں درست ہیں، معلوم ہونے کے بعد نماز دہرانا ضروری نہیں۔

﴿مسئلہ۱۰﴾ اگر آگے چل کر پانی ملنے کی امید ہو تو بہتر ہے کہ اوّل وقت میں نماز نہ پڑھے، بلکہ پانی کا انتظار کرے، لیکن اتنی دیر نہ کرے کہ وقتِ مکروہ شروع ہو جائے اور اگر پانی کا انتظار نہیں کیا، اوّل وقت میں ہی نماز پڑھ لی تب بھی درست ہے۔

﴿مسئلہ۱۱﴾ سامان میں پانی موجود تھا لیکن یاد نہیں رہا اور تیمّم کر کے نماز پڑھ لی، پھر یاد آ گیا تو اب نماز کا دہرانا واجب نہیں۔

(ب) انتظام نہ ہونے کی وجہ سے قادر نہ ہونا:

﴿مسئلہ۱۲﴾ کنویں سے پانی نکالنے کی کوئی چیز نہ ہو اور نہ کوئی کپڑا ہو جس کو کنویں میں ڈال کر تر کر لے اور اسے نچوڑ کر

(۱) احسن الفتاویٰ: ۴/۹۳

وضو کرے یا پانی مٹکے وغیرہ میں ہو اور کوئی چیز پانی نکالنے کی نہ ہو اور مٹکا جھکا کر بھی پانی نہ لے سکتا ہو اور ہاتھ نجس ہوں اور کوئی دوسرا شخص ایسا نہ ہو جو پانی نکال کر دے یا اس کے ہاتھ دھلا دے، ایسی حالت میں تیمّم درست ہے۔

﴿مسئلہ ۱۳﴾ اگر پانی قیمتاً بکتا ہے تو اگر کسی کے پاس قیمت نہ ہو تو تیمّم کر لینا درست ہے اور اگر قیمت پاس ہو اور راستہ میں کرایہ وغیرہ کی جتنی ضرورت پڑے گی اس سے زیادہ بھی ہے تو خریدنا واجب ہے، البتہ اگر اتنا مہنگا بیچے کہ عموماً پانی کی اتنی قیمت نہیں ہوتی تو خریدنا واجب نہیں، تیمّم کر لینا درست ہے اور اگر کرایہ وغیرہ راستہ کے خرچ سے زیادہ رقم نہیں، تو بھی خریدنا واجب نہیں، تیمّم کر لینا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۱۴﴾ اگر راستے میں کنواں تو مل گیا مگر لوٹا، رسی پاس نہیں، اس لیے کنویں سے پانی نکال نہیں سکتا نہ کسی اور سے مانگ کر مل سکتا ہے تو بھی تیمّم درست ہے۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ اگر سفر میں کسی اور کے پاس پانی ہو تو اپنے دل میں سوچے، اگر غالب گمان یہ ہو کہ پانی مانگنے پر پانی مل جائے گا تو بغیر مانگے ہوئے تیمّم کر لینا درست نہیں اور اگر یہ گمان ہو کہ مانگنے سے وہ شخص پانی نہیں دے گا تو بغیر مانگے بھی تیمّم کر کے نماز پڑھ لینا درست ہے، لیکن اگر نماز کے بعد اس سے پانی مانگا اور اس نے دے دیا تو نماز کو دہرانا پڑے گا۔

(ج) مرض کی وجہ سے قادر نہ ہونا:

﴿مسئلہ ۱۶﴾ اگر بیماری کی وجہ سے پانی نقصان کرتا ہو کہ اگر وضو یا غسل کرے گا تو بیماری بڑھ جائے گی یا ٹھیک ہونے میں دیر لگے گی تب بھی تیمّم درست ہے، لیکن اگر ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہو اور گرم پانی نقصان نہ کرتا ہو تو گرم پانی سے غسل کرنا واجب ہے، البتہ اگر ایسی جگہ ہے کہ گرم پانی نہیں مل سکتا تو تیمّم کرنا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ اگر کہیں برفباری ہو رہی ہو اور اتنی سردی پڑتی ہو کہ نہانے سے مر جانے یا بیمار ہو جانے کا خوف ہو اور رضائی لحاف وغیرہ کوئی ایسی چیز بھی نہیں کہ نہانے کے بعد اس میں خود کو گرم کر لے تو ایسی مجبوری کے وقت تیمّم کر لینا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۱۸﴾ اگر کسی کے آدھے سے زیادہ بدن پر زخم ہوں یا چیچک نکلی ہو تو نہانا واجب نہیں، بلکہ تیمّم کر لے۔

﴿مسئلہ ۱۹﴾ اگر غسل سے نقصان کا اندیشہ ہو اور وضو سے نقصان کا اندیشہ نہ ہو تو غسل کے لیے تیمّم کرے، پھر اگر غسل کے تیمّم کے بعد وضو ٹوٹ جائے تو وضو کے لیے تیمّم نہ کرے بلکہ وضو کرے اور اگر غسل کے تیمّم سے پہلے وضو توڑنے والی کوئی بات پائی گئی اور پھر غسل کا تیمّم کیا ہو تو یہی تیمّم غسل اور وضو دونوں کے لیے کافی ہے۔

(د) پیاس، درندے یا دشمن کی وجہ سے ہلاکت کا خوف:

﴿مسئلہ ۲۰﴾ کسی کے پاس پانی تو ہے لیکن راستہ ایسا ہے کہ مزید پانی نہیں مل سکتا، راستہ میں پیاس کے مارے تکلیف یا ہلاکت کا خوف ہے تو وضو نہ کرے، تیمّم کر لینا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۲۱﴾ اگر پانی قریب ہے، لیکن سانپ وغیرہ کوئی جانور یا دشمن پانی کے پاس ہے جس کی وجہ سے پانی نہیں مل سکتا تو تیمّم درست ہے۔

﴿مسئلہ ۲۲﴾ ڈر ہے کہ اگر ریل سے اترے گا تو ریل چل پڑے گی اور ریل میں پانی موجود نہیں، تب بھی تیمّم درست ہے۔

(ہ) ایسی نماز فوت ہونے کا خوف جس کا بدل نہ ہو:

﴿مسئلہ ۲۳﴾ مقتدی کو اندیشہ ہو کہ وضو کرنے میں عید کی نماز فوت ہو جائے گی تو تیمّم جائز ہے۔

﴿مسئلہ ۲۴﴾ عید کی نماز میں اگر نماز شروع کرنے سے پہلے وقت نکل جانے کا ڈر نہ ہو تو امام کے لیے تیمّم جائز نہیں اور اگر وقت چلے جانے کا اندیشہ ہو تو تیمّم جائز ہے۔

﴿مسئلہ ۲۵﴾ مقتدی نے وضو سے عید کی نماز شروع کی پھر وضو ٹوٹ گیا، اب ڈر ہے اگر وضو کرنے جائے گا تو جماعت نہ ملے گی تو تیمّم کر کے بنا کر لے۔

[﴿مسئلہ ۲۶﴾ آج کل عید کی نماز ایک سے زیادہ جگہ پر مختلف اوقات میں ہوتی ہے، تو اگر دوسری جگہ جماعت ملنے کی امید ہو تو وضو کے ساتھ دوسری جگہ جا کر جماعت سے نماز پڑھ لے۔]

۳- پاک مٹی یا مٹی کی جنس سے تیمّم کرنا:

﴿مسئلہ ۲۷﴾ مٹی اور جو چیز زمین کی جنس سے ہو اس پر تیمّم درست ہے، جیسے: ریت، پتھر، گچ، چونا، سرمہ، گیرو وغیرہ اور جو چیز مٹی کی جنس سے نہ ہو اس سے تیمّم درست نہیں، جیسے: سونا، چاندی، گیہوں، لکڑی، کپڑا اور اناج وغیرہ۔ البتہ اگر ان چیزوں پر گرد اور مٹی لگی ہو تو ان پر تیمّم درست ہے۔

﴿مسئلہ ۲۸﴾ جو چیز آگ میں نہ جلے اور نہ پگھلے وہ مٹی کی جنس سے ہے، اس پر تیمّم درست ہے اور جو چیز جل کر راکھ ہو جائے یا پگھل جائے وہ مٹی کی جنس سے نہیں، اس پر تیمّم درست نہیں۔ اسی طرح راکھ پر بھی تیمّم درست نہیں۔

﴿مسئلہ ۲۹﴾ تانبے کے برتن، تکیے، کپڑے اور گدے وغیرہ پر تیمّم کرنا درست نہیں، البتہ اگر اس پر اتنی گرد ہے کہ ہاتھ پھیرنے سے ہتھیلیوں میں اچھی طرح لگ جاتی ہے تو تیمّم درست ہے۔ اگر معمولی سی گرد ہو جو ہاتھ پر نہیں لگتی تو اس پر تیمّم

درست نہیں۔ مٹی کے گھڑے اور لوٹے پر تیمّم درست ہے، چاہے اس میں پانی بھرا ہوا ہو یا نہ ہو، لیکن اگر اس پر روغن لگا ہو تو تیمّم درست نہیں۔

﴿مسئلہ ۳۰﴾ اگر پتھر پر بالکل گرد نہ ہو تب بھی تیمّم درست ہے بلکہ اگر پانی سے خوب دھلا ہوا ہو تب بھی درست ہے۔ ہاتھ پر گرد کا لگنا ضروری نہیں، اسی طرح پکی اینٹ پر بھی تیمّم درست ہے، چاہے اس پر گرد ہو یا نہ ہو۔

﴿مسئلہ ۳۱﴾ کیچڑ سے تیمّم اگرچہ ہو جاتا ہے مگر مناسب نہیں۔ اگر کہیں کیچڑ کے سوا اور کوئی چیز نہ ملے تو یہ طریقہ اختیار کرے کہ اپنے کپڑے پر کیچڑ مل لے جب وہ سوکھ جائے تو اس سے تیمّم کر لے، البتہ اگر نماز کا وقت ہی نکل رہا ہو تو اس وقت جس طرح ہو سکے تیمّم کر لے، نماز قضا نہ ہونے دے۔

﴿مسئلہ ۳۲﴾ اگر زمین پر پیشاب وغیرہ کوئی نجاست لگ جائے اور دھوپ سے خشک ہو جائے اور بدبو بھی ختم ہو جائے تو وہ زمین پاک ہو جائے گی، اس پر نماز درست ہے لیکن اس زمین پر تیمّم کرنا درست نہیں جب معلوم ہو کہ یہ زمین ایسی ہے اور اگر معلوم نہ ہو تو وہم نہ کرے۔

۴- تیمّم میں پورا پورا مسح کرنا:

مسح اس طرح کرے کہ کوئی جگہ باقی نہ رہے، اگر بال برابر جگہ بھی رہ گئی تو تیمّم نہیں ہوا۔

﴿مسئلہ ۳۳﴾ انگوٹھی، چھلے، تنگ کنگن اتار دے اور اس جگہ ہاتھ پھیرے، انگلیوں میں بھی خلال کرے۔

[﴿مسئلہ ۳۴﴾ اگر کسی نے بھنوؤں کے نیچے اور آنکھوں کے اوپر کی جگہ کا مسح نہیں کیا تو تیمّم صحیح نہیں ہوا، اسی طرح دونوں نتھنوں کے درمیان جو پردہ ہے اس پر بھی مسح کرے۔

۵- کم از کم تین انگلیوں سے مسح کرنا:

﴿مسئلہ ۳۵﴾ تین انگلیوں یا زیادہ سے مسح کرے، ایک یا دو انگلیوں سے مسح جائز نہیں۔

۶- پانی میسر نہ ہونا:

پانی چاہے حقیقتاً موجود نہ ہو یا حکماً مثلاً: کسی عذر کی وجہ سے استعمال پر قدرت نہیں۔

۷- دو ضربیں:

یعنی دو دفعہ زمین پر ہاتھ مارنا، پہلی دفعہ چہرے پر مسح کے لیے، دوسری دفعہ کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کے لیے۔[1]]

(۱) احسن الفتاویٰ: ۲/ ۹۳

[تیمّم کی سنتیں:

تیمّم کی آٹھ سنتیں ہیں:

۱- بسم اللہ پڑھنا۔

۲- دونوں ہاتھ ہتھیلیوں کی طرف سے زمین پر رکھنا۔

۳- انہیں آگے لے جانا۔

۴- پھر پیچھے لوٹانا۔

۵- پھران کو جھاڑنا۔

۶- انگلیاں کھلی رکھنا۔

۷- ترتیب (پہلے چہرے کا مسح پھر ہاتھوں کا مسح کرنا)

۸- پے در پے کرنا۔ (دونوں مسحوں کے درمیان تاخیر نہ کرنا)]

تیمّم توڑنے والی چیزیں:

مسئلہ ۳۶ جن چیزوں سے وضوٹوٹ جاتا ہے ان سے تیمّم بھی ٹوٹ جاتا ہے اور پانی مل جانے سے بھی تیمّم ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر تیمّم کر کے آگے چلا اور پانی ایک میل شرعی سے کم فاصلہ پر رہ گیا تو بھی تیمّم ٹوٹ گیا۔

مسئلہ ۳۷ اگر وضو کا تیمّم ہے تو وضو کے بقدر پانی ملنے سے تیمّم ٹوٹے گا اور اگر غسل کا تیمّم ہے تو جب غسل کے بقدر پانی ملے گا تب تیمّم ٹوٹے گا۔ اگر پانی کم ملا تو تیمّم نہیں ٹوٹا۔ [وضو اور غسل کے بقدر پانی ملنے کا مطلب یہ ہے کہ اتنا پانی مل جائے جس سے وضو اور غسل کے فرائض ادا ہو سکیں چاہے سنتیں ادا ہو سکیں یا نہیں۔ [(۱)]]

مسئلہ ۳۸ اگر راستہ میں پانی ملا لیکن اس کو معلوم نہ ہوا کہ یہاں پانی ہے تو بھی تیمّم نہیں ٹوٹا۔ اسی طرح اگر راستہ میں پانی ملا اور معلوم بھی ہو گیا لیکن ریل سے نہ اتر سکا تو بھی تیمّم نہیں ٹوٹا۔

مسئلہ ۳۹ اگر بیماری کی وجہ سے تیمّم کیا ہے تو جب بیماری جاتی رہی کہ وضو اور غسل نقصان نہ کرے تو تیمّم ٹوٹ جائے گا، اب وضو کرنا اور غسل کرنا واجب ہے۔

مسئلہ ۴۰ پانی نہ ہونے کی وجہ سے تیمّم کر لیا پھر ایسی بیماری پیدا ہو گئی جس میں پانی کے استعمال سے نقصان کا اندیشہ

---

(۱) تصحیح الاغلاط

ہے، پھر بیماری کے بعد پانی مل گیا تو اب وہ تیمّم باقی نہیں رہا جو پانی نہ ملنے کی وجہ سے کیا تھا، دوبارہ تیمّم کرے۔

﴿مسئلہ ۴۱﴾ اگر کوئی شخص ریل پر سوار ہوا اور پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمّم کیا اور راستے میں چلتی ہوئی ریل سے اسے پانی کے چشمے، تالاب وغیرہ نظر آئیں تو اس کا تیمّم نہیں ٹوٹے گا، اس لیے کہ اس صورت میں وہ پانی کے استعمال پر قادر نہیں۔ ریل نہیں ٹھہر سکتی اور چلتی ہوئی ریل سے اتر نہیں سکتا۔

متفرق:

﴿مسئلہ ۴۲﴾ اگر نہانے کی ضرورت تھی اس لیے غسل کیا، لیکن ذرا سا بدن خشک رہ گیا اور پانی ختم ہوگیا تو ابھی وہ پاک نہیں، اس کو تیمّم کرلینا چاہیے، جب کہیں پانی ملے تو وہ خشک جگہ دھولے، دوبارہ سے نہانے کی ضرورت نہیں۔

﴿مسئلہ ۴۳﴾ اگر وضو ٹوٹنے کے بعد پانی ملا تو اس خشک جگہ کو پہلے دھولے اور وضو کے لیے تیمّم کرلے اور اگر پانی اتنا کم ہے کہ وضو تو ہوسکتا ہے لیکن وہ سوکھی جگہ اتنے پانی میں نہیں دھل سکتی تو وضو کرلے اور اس سوکھی جگہ کے لیے غسل کا تیمّم کرلے، البتہ اگر اس غسل کا تیمّم پہلے کر چکا ہو تو اب پھر تیمّم کرنے کی ضرورت نہیں، وہی پہلا باقی ہے۔

﴿مسئلہ ۴۴﴾ جب تک پانی سے وضو نہ کرسکے مسلسل تیمّم کرتا رہے، چاہے جتنے دن گزر جائیں۔ جتنی پاکی وضو اور غسل کرنے سے ہوتی ہے اتنی ہی پاکی تیمّم سے بھی حاصل ہوجاتی ہے، یہ نہ سمجھے کہ تیمّم سے اچھی طرح پاک نہیں ہوتا۔

﴿مسئلہ ۴۵﴾ جس طرح وضو کی جگہ تیمّم درست ہے اسی طرح غسل کی جگہ بھی مجبوری کے وقت تیمّم درست ہے، وضو اور غسل کے تیمّم میں کوئی فرق نہیں، دونوں کا ایک ہی طریقہ ہے۔

﴿مسئلہ ۴۶﴾ اگر زمزم کا پانی پاس موجود ہے تو تیمّم کرنا درست نہیں۔ اس پانی سے نہانا اور وضو کرنا واجب ہے۔

﴿مسئلہ ۴۷﴾ اگر قرآن مجید کے چھونے کے لیے تیمّم کیا تو اس سے نماز پڑھنا درست نہیں اور اگر ایک نماز کے لیے تیمّم کیا تو دوسرے وقت کی نماز بھی اس سے پڑھنا درست ہے اور قرآن مجید کا چھونا بھی اس تیمّم سے درست ہے۔

﴿مسئلہ ۴۸﴾ کسی کو نہانے کی بھی ضرورت ہے اور وضو کی بھی، تو ایک ہی تیمّم کرے، دونوں کے لیے الگ الگ تیمّم کرنے کی ضرورت نہیں۔

﴿مسئلہ ۴۹﴾ کسی نے تیمّم کرکے نماز پڑھ لی پھر پانی مل گیا اور وقت ابھی باقی ہے تو نماز کا دہرانا واجب نہیں، وہی نماز کافی ہے۔

﴿مسئلہ ۵۰﴾ اگر پانی ایک میل شرعی سے دور نہیں لیکن وقت بہت تنگ ہے کہ اگر پانی لینے جائے گا تو وقت ہو جائے گا تو

بھی تیمّم درست نہیں، وضو کرے اور قضا پڑھے۔

مسئلہ ۵۱ پانی موجود ہوتے وقت قرآن مجید چھونے کے لیے تیمّم کرنا درست نہیں۔

مسئلہ ۵۲ کسی کا کپڑا یا بدن بھی نجس ہے اور وضو کی بھی ضرورت ہے اور پانی تھوڑا ہے تو بدن اور کپڑا دھولے اور وضو کے لیے تیمّم کرلے۔

مسئلہ ۵۳ اگر وہ عذر جس کی وجہ سے تیمّم کیا گیا ہے انسانوں کی طرف سے ہو تو جب وہ عذر نہ رہے تو جتنی نمازیں اس تیمّم سے پڑھی ہیں ساری دوبارہ پڑھنا ضروری ہیں، مثلاً: کوئی شخص جیل میں ہو اور جیل کے ملازم اس کو پانی نہ دیں یا کوئی شخص اس سے کہے کہ اگر تو وضو کرے گا تو میں تجھے مار ڈالوں گا، ایسی صورت میں تیمّم سے جو نماز پڑھی ہے اس کو دہرانا لازم ہے۔

مسئلہ ۵۴ ایک مقام سے یا ایک ڈھیلے سے چند آدمی یکے بعد دیگرے تیمّم کریں تو درست ہے۔

مسئلہ ۵۵ جو شخص پانی اور مٹی دونوں کے استعمال پر قادر نہ ہو، مثلاً: کوئی شخص ریل میں ہو اور اتفاق سے نماز کا وقت آجائے اور پانی اور ایسی چیز نہ ہو جس سے تیمّم درست ہے، جیسے: مٹی اور مٹی کے برتن یا گرد وغبار وغیرہ اور نماز کا وقت نکل رہا ہو تو ایسی حالت میں بلا طہارت نماز پڑھ لے، اسی طرح جو شخص جیل میں ہو اور وہ پاک پانی اور مٹی پر قادر نہ ہو تو بغیر وضو اور بغیر تیمّم کے نماز پڑھ لے مگر دونوں صورتوں میں نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا۔

مسئلہ ۵۶ جس شخص کو آخری وقت تک پانی ملنے کا یقین یا گمانِ غالب ہو اس کو نماز کے آخری وقتِ مستحب تک پانی کا انتظار کرنا مستحب ہے، مثلاً: کنوئیں سے پانی نکالنے کی کوئی چیز نہ ہو اور یہ یقین یا گمان غالب ہو کہ آخری وقت مستحب تک رسی، ڈول وغیرہ مل جائے گا یا کوئی شخص ریل پر سوار ہو اور غالب گمان ہو کہ آخری وقتِ مستحب تک ریل ایسے اسٹیشن پر پہنچ جائے گی جہاں پانی مل سکتا ہے تو آخری وقت مستحب تک انتظار مستحب ہے۔

حیض ونفاس کا بیان

حیض کی تعریف:

عورت کو ہر مہینے آگے کی راہ سے بیماری کے بغیر معمول کے مطابق جو خون آتا ہے اس کو حیض کہتے ہیں۔ حیض کی مدت کے اندر سرخ، زرد، سبز، خاکی، سیاہ جس رنگ کا خون آئے سب حیض ہے، جب تک گدی بالکل سفید نہ دکھائی دے اور جب بالکل سفید دکھائی دے جیسی رکھی گئی تھی تو اب عورت حیض سے پاک ہوگئی۔

خون کے حیض ہونے کے شرائط:

حیض ہونا چند باتوں پر موقوف ہے:

۱- حیض آنے کی عمر:

نو برس سے پہلے حیض بالکل نہیں آتا، اس لیے نو برس سے چھوٹی لڑکی کو جو خون آئے وہ حیض نہیں، بلکہ استحاضہ ہے اور پچپن برس کے بعد عام طور پر جو عادت ہے وہ یہی ہے کہ حیض نہیں آتا، لیکن آنا ممکن ہے، اس لیے اگر پچپن برس کے بعد خون نکلے تو اگر خون خوب سرخ یا سیاہ ہو تو حیض ہے اور اگر زرد، سبز یا خاکی رنگ ہو تو حیض نہیں، بلکہ استحاضہ ہے، البتہ اگر عورت کو اس عمر سے پہلے بھی زرد یا خاکی رنگ آتا ہو تو پچپن برس کے بعد بھی یہ رنگ حیض سمجھے جائیں گے۔

۲- حیض کی مدت:

حیض کی کم سے کم مدت تین دن تین رات ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن اور دس رات ہے۔ کسی کو تین دن تین رات سے کم خون آیا تو وہ حیض نہیں، استحاضہ ہے اور اگر دس دن رات سے زیادہ آیا تو دس دن سے زیادہ جتنے دن آیا وہ بھی استحاضہ ہے، اگر تین دن تو ہو گئے لیکن تین راتیں نہیں ہوئیں، جیسے: جمعہ کو صبح سے خون آیا اور اتوار کو شام کے وقت مغرب کے بعد بند ہو گیا تو یہ حیض نہیں، بلکہ استحاضہ ہے۔

اگر تین دن رات سے ذرا بھی کم ہو، جیسے: جمعہ کو سورج نکلتے وقت خون آیا اور پیر کے دن سورج نکلنے سے ذرا پہلے بند ہو گیا تو وہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔

۳- کامل طہر کا وقفہ:

دو حیض کے درمیان میں پاک رہنے کی مدت کم سے کم پندرہ دن ہے اور زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ اگر کسی وجہ سے

کسی عورت کو حیض آنا بند ہو جائے تو جتنے مہینے تک خون نہ آئے گا پاک رہے گی۔

﴿مسئلہ ۱﴾ اگر کسی کو تین دن رات خون آیا، پھر پندرہ دن پاک رہی، پھر تین دن رات خون آیا تو تین دن پہلے کے اور تین دن پندرہ دن کے بعد کے حیض ہیں اور درمیان میں پندرہ دن پاکی کا زمانہ ہے۔

﴿مسئلہ ۲﴾ اگر ایک یا دو دن خون آیا، پھر پندرہ دن پاک رہی، پھر ایک یا دو دن خون آیا تو درمیان میں پندرہ دن تو پاکی کا زمانہ ہی ہے اور اس سے پہلے اور بعد میں جو ایک یا دو دن خون آیا ہے وہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔

حیض کی ابتدا:

جب خون گول سوراخ سے باہر کی طرف کھال میں نکل آئے تب سے حیض شروع ہوتا ہے، اس کھال سے باہر نکلے یا نہ نکلے، اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

﴿مسئلہ ۳﴾ اگر کوئی نیچے کے گول سوراخ کے اندر روئی وغیرہ رکھ لے جس سے خون باہر نہ نکلنے پائے تو جب تک خون سوراخ کے اندر رہے اور باہر والی روئی پر خون کا دھبہ نہ آئے تب تک حیض کا حکم نہ لگائیں گے۔ جب خون کا دھبہ باہر والی کھال میں آ جائے یا روئی وغیرہ باہر نکال لے تب سے حیض کا حساب ہوگا۔

﴿مسئلہ ۴﴾ پاک عورت نے رات کو فرج میں گدی رکھ لی، جب صبح ہوئی تو اس پر خون کا دھبہ دیکھا تو جس وقت سے دھبہ دیکھا ہے اسی وقت سے حیض کا وقت شروع سمجھا جائے گا۔

حیض کی عادت سے متعلق مسائل:

﴿مسئلہ ۵﴾ کسی کو ہمیشہ تین یا چار دن خون آتا تھا پھر کسی مہینے میں زیادہ آ گیا لیکن دس دن سے زیادہ نہیں آیا تو وہ سب حیض ہے اور اگر دس دن سے بھی بڑھ گیا تو جتنے دن پہلے سے عادت کے ہیں اتنا حیض ہے باقی سب استحاضہ ہے، جیسے: کسی کو ہمیشہ تین دن حیض آنے کی عادت ہے لیکن کسی مہینہ میں نو دن یا دس دن خون آیا تو یہ سب حیض ہے اور اگر دس دن رات سے ایک لمحہ بھی زیادہ خون آئے تو وہی تین دن حیض کے ہیں اور باقی سب استحاضہ ہے۔ ان دنوں کی نمازیں قضا پڑھنا واجب ہے۔

﴿مسئلہ ۶﴾ جس عورت کی کوئی عادت مقرر نہیں، کبھی چار دن خون آتا ہے، کبھی سات دن، اسی طرح بدلتا رہتا ہے، کبھی دس دن بھی آ جاتا ہے تو یہ سب حیض ہے۔ ایسی عورت کو اگر کبھی دس دن رات سے زیادہ خون آئے تو دیکھا جائے گا کہ اس سے پہلے مہینے کتنے دن حیض آیا تھا، بس اتنے ہی دن حیض کے ہیں اور باقی سب استحاضہ ہے۔

﴿مسئلہ ۷﴾ کسی کو ہمیشہ چار دن حیض آتا تھا، پھر ایک مہینے میں پانچ دن خون آیا، اس کے بعد دوسرے مہینے میں بارہ دن خون آیا، تو ان بارہ دنوں میں پانچ دن حیض کے ہیں اور سات دن استحاضہ کے ہیں اور پہلی عادت کا اعتبار نہیں اور یہ سمجھا جائے گا کہ عادت بدل کر پانچ دن ہوگئی۔ اس صورت میں دس دن تک خون بند ہونے کا انتظار کرے۔ اب چونکہ دس دن کے بعد خون بند نہیں ہوا تو وہ غسل کر کے نماز شروع کرے اور پانچ دن کی نماز قضا پڑھے۔

﴿مسئلہ ۸﴾ کسی لڑکی کو پہلی مرتبہ خون دس دن یا اس سے کم آئے تو یہ سب حیض ہوگا اور اگر دس دن سے زیادہ آئے تو پورے دس دن حیض ہوگا اور جو اس سے زیادہ ہوگا وہ استحاضہ شمار ہوگا۔

﴿مسئلہ ۹﴾ کسی کو پہلی بار کئی مہینے تک مسلسل خون آتا رہا تو جس دن خون آیا اس دن سے لے کر دس دن رات تک حیض ہے اور اس کے بعد بیس دن استحاضہ ہے۔ اسی طرح ہمیشہ دس دن حیض اور بیس دن استحاضہ سمجھا جائے گا۔

[استحاضہ کا بیان:

استحاضہ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

۱- جو خون حیض کی کم سے کم مدت (تین دن) سے کم ہو۔

۲- جو خون حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت (دس دن) سے زیادہ ہو۔

۳- جو خون نفاس کی اکثر مدت (چالیس دن) سے زیادہ ہو۔

۴- حیض و نفاس کی عادت سے زیادہ ہو اور زیادہ سے زیادہ مدت سے بھی تجاوز کر جائے۔

۵- جو خون دورانِ حمل آئے، چاہے جتنے دن آئے۔

۶- جو خون نو برس سے کم عمر لڑکی کو آئے۔

۷- جو پچپن برس کی عمر کے بعد آئے، بشرطیکہ وہ خوب سرخ یا سیاہ نہ ہو۔

۸- جو خون ولادت کے وقت آدھا بچہ باہر آنے سے پہلے آئے۔

۹- جو خون پاکی کی کم سے کم مدت (پندرہ دن) سے بھی کم وقفہ سے آئے۔]

استحاضہ کا حکم:

استحاضہ کا حکم وہی ہے جو نکسیر کا ہے، ایسی عورت نماز بھی پڑھے اور روزہ بھی رکھے، نماز اور روزے قضا کرنا جائز نہیں اور اس سے صحبت کرنا بھی درست ہے۔

[اگر استحاضہ کی بیماری اتنی مسلسل ہو کہ معذور کے حکم میں داخل ہو جائے تو اس پر معذور کے احکام جاری ہوں گے۔]

حیض واستحاضہ کی چند صورتیں اور احکام:

﴿مسئلہ ۱۰﴾ اگر ایک یا دو دن خون آ کر بند ہو گیا تو نہانا واجب نہیں، وضو کر کے نماز پڑھے لیکن ابھی صحبت کرنا درست نہیں۔ اگر پندرہ دن گزرنے سے پہلے خون آ جائے تب معلوم ہو گا کہ وہ حیض کا زمانہ تھا۔ حساب سے حیض کے جتنے دن ہوں ان کو حیض سمجھے اور اب غسل کر کے نماز پڑھے اور اگر پورے پندرہ دن درمیان میں گزر گئے اور خون نہیں آیا تو معلوم ہوا کہ استحاضہ تھا، سو ایک دن یا دو دن خون آنے کی وجہ سے جو نمازیں نہیں پڑھیں اب ان کی قضا پڑھے۔

﴿مسئلہ ۱۱﴾ تین دن حیض آنے کی عادت ہے لیکن کسی مہینے میں تین دن پورے ہونے پر خون بند نہیں ہوا تو ابھی غسل نہ کرے، نہ نماز پڑھے اگر پورے دس دن رات پر یا اس سے کم میں خون بند ہو جائے تو ان سب دنوں کی نمازیں معاف ہیں، قضا نہیں پڑھنی پڑے گی اور یہ سمجھا جائے گا کہ عادت بدل گئی ہے، اس لیے یہ سب دن حیض کے ہوں گے اور اگر گیارہویں دن بھی خون آیا تو اب معلوم ہوا کہ حیض کے صرف تین دن تھے، باقی سب استحاضہ ہے، لہٰذا گیارہویں دن نہائے اور سات دن کی نمازیں قضا پڑھے اور اب نمازیں نہ چھوڑے۔

﴿مسئلہ ۱۲﴾ اگر دس دن سے کم حیض آیا اور ایسے وقت میں خون بند ہوا کہ نماز کا وقت اتنا تنگ ہے کہ جلدی اور پھرتی سے غسل کے فرائض ادا کر کے نہائے تو نہانے کے بعد بالکل ذرا سا وقت بچے گا جس میں صرف ایک بار اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھ سکتی ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں پڑھ سکتی، تب بھی اس وقت کی نماز واجب ہو جائے گی اور قضا پڑھنا پڑے گی (لہٰذا اگر غسل اور نیت کا وقت باقی ہو تو نیت کر کے نماز شروع کرے، اگرچہ نیت کرنے کے بعد وہ وقت نکل بھی جائے تو بھی نماز پوری کرے، لیکن اگر فجر کے وقت نیت کرنے کے بعد سورج نکل آئے تو وہ نماز ٹوٹ گئی دوبارہ قضا کرے) اور اگر وقت اس سے بھی کم ہو تو نماز معاف ہے، اس کی قضا پڑھنا واجب نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۳﴾ اگر پورے دس دن رات حیض آیا اور ایسے وقت خون بند ہوا کہ صرف اتنا وقت ہے کہ ایک دفعہ اللہ اکبر کہہ سکتی ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتی اور نہانے کی بھی گنجائش نہیں تو بھی نماز واجب ہو جاتی ہے، اس کی قضا پڑھنا لازم ہے۔

﴿مسئلہ ۱۴﴾ اگر رمضان شریف میں دن کو پاک ہوئی تو اب پاک ہونے کے بعد کھانا پینا درست نہیں، شام تک روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے، لیکن اس دن کا روزہ نہیں ہو گا بلکہ اس کی بھی قضا رکھنا پڑے گی۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ اگر پورے دس دن حیض آنے کے بعد ایسے وقت میں پاک ہوئی کہ ذرا سی رات باقی ہے جس میں کم از کم

ایک دفعہ اللہ اکبر بھی نہیں کہہ سکتی تب بھی صبح کا روزہ واجب ہے اور دس دن سے کم حیض آنے کی صورت میں اگر اتنی رات باقی ہے کہ پھرتی سے غسل کے فرائض پورے کرسکتی ہے لیکن غسل کے بعد ایک دفعہ بھی اللہ اکبر نہیں کہہ سکتی تو بھی صبح کا روزہ واجب ہے۔

اگر اتنی رات باقی تھی لیکن غسل نہیں کیا تو روزہ نہ توڑے بلکہ روزے کی نیت کرلے اور صبح نہالے اور اگر اس سے بھی کم رات ہو یعنی غسل بھی نہ کرسکے تو صبح کا روزہ جائز نہیں، لیکن دن کو کچھ کھانا پینا بھی درست نہیں بلکہ سارا دن روزہ داروں کی طرح رہے، پھر اس کی قضا رکھے۔

﴿مسئلہ ۱۶﴾ اگر ایک دن یا کئی دن خون آیا پھر پندرہ دن سے کم پاک رہی تو اس کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ یہ سمجھا جائے گا کہ گویا اول سے آخر تک برابر خون جاری رہا، لہٰذا جتنے دن حیض آنے کی عادت ہو اتنے دن حیض کے ہیں، باقی سب استحاضہ ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کسی کو ہر مہینے کی پہلی، دوسری اور تیسری تاریخ کو حیض آنے کا معمول ہے، پھر کسی مہینے میں پہلی تاریخ کو خون آیا پھر چودہ دن پاک رہی پھر ایک دن خون آیا تو یہ سمجھا جائے گا کہ گویا سولہ دن برابر خون آتا رہا۔ ان میں سے پہلے تین دن حیض کے ہیں اور باقی تیرہ دن استحاضہ ہے۔ اگر چوتھی پانچویں چھٹی تاریخ کو حیض کی عادت تھی تو یہی تاریخیں حیض کی ہیں اور پہلے تین دن اور بعد کے دس دن استحاضہ کے ہیں۔

[مگر یہ بات کہ اتنا حیض ہے اور اتنا استحاضہ ہے سولہویں دن سے پہلے معلوم نہ ہوا تھا، تو ایسی حالت میں جب پہلی بار خون دیکھا تو نماز چھوڑ دے، اس لیے کہ ظاہر یہ ہے کہ وہ حیض کا خون ہے، پھر جب ایک دن کے بعد بند ہوا یہ تو احتمال ہے کہ استحاضہ کا خون تھا اور یہ احتمال بھی ہے کہ حیض ہو، اس لیے قاعدہ کی رو سے اس ایک دن کی نماز قضا پڑھے، پھر جب چودہ روز کے بعد خون آیا تو معلوم ہوا کہ وہ پہلا خون حیض تھا، اس لیے اس وقت تک کی نمازیں نہیں ہوئیں جن میں سے تین دن کی معاف ہوگئیں اور تین دن سے زائد کی قضا کرے۔ پھر دیکھنا چاہیے کہ ان تین دن کے بعد اس نے غسل کیا تھا یا نہیں؟ اگر غسل کرکے نمازیں پڑھی تھیں تب تو ان تیرہ دنوں کی نمازیں سب درست ہوگئیں اور اگر غسل نہیں کیا تھا تو باقی تیرہ دنوں کی نمازیں قضا پڑھے اور اب جو خون آرہا ہے اس میں نماز نہ چھوڑے، غسل کرکے نماز پڑھے اور اب وہ مستحاضہ شمار ہوگی۔[1]]

اگر اس کی کوئی عادت نہ ہو بلکہ پہلی بار خون آیا ہو تو پہلے دس دن حیض ہے اور باقی چھ دن استحاضہ ہے۔

نفاس کی تعریف:

بچہ پیدا ہونے کے بعد آگے کی راہ سے جو خون آتا ہے اس کو نفاس کہتے ہیں۔ نفاس کی مدت زیادہ سے زیادہ چالیس دن

(۱) حاشیہ بہشتی زیور

ہے اور کم از کم کی کوئی حد نہیں۔ اگر کسی کو ایک لمحہ بھی خون آ کر بند ہو جائے تو وہ بھی نفاس ہے۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ آدھے سے زیادہ بچہ نکل آنے کے بعد جو خون آئے وہ بھی نفاس ہے اور آدھے سے کم نکلنے کے وقت جو خون آئے وہ استحاضہ ہے۔ اگر ہوش وحواس باقی ہوں تو اس وقت بھی نماز پڑھے، ورنہ گناہ گار ہوگی، اشارہ سے ہی پڑھ لے مگر قضا نہ کرے لیکن اگر نماز پڑھنے سے بچے کے ضائع ہونے کا ڈر ہو تو نہ پڑھے۔

﴿مسئلہ ۱۸﴾ کسی عورت کا حمل ایسی حالت میں گرا کہ بچہ کا ایک آدھا عضو بن گیا ہو تو گرنے کے بعد جو خون آئے وہ بھی نفاس ہے اور اگر بالکل کوئی عضو نہیں بنا تو یہ نفاس نہیں، بلکہ اگر وہ خون حیض بن سکے تو حیض ہوگا اور حیض نہ بن سکے مثلاً: تین دن سے کم آئے یا پاکی کا زمانہ ابھی پورے پندرہ دن نہیں ہوا تو وہ استحاضہ ہے۔

[﴿مسئلہ ۱۹﴾ بڑے آپریشن کے ذریعہ بچہ پیدا ہوا تو بچہ پیدا ہونے کے بعد آگے کی راہ سے جو خون آئے وہ بھی نفاس ہو۔]

﴿مسئلہ ۲۰﴾ اگر خون چالیس دن سے بڑھ گیا تو اگر یہ پہلا بچہ تھا تو چالیس دن نفاس کے ہیں اور اس سے زیادہ ہے تو استحاضہ ہے، لہٰذا چالیس دن کے بعد نہا کر نماز پڑھنا شروع کر دے، خون بند ہونے کا انتظار نہ کرے اور اگر یہ پہلا بچہ نہیں بلکہ اس سے پہلے بچے جن چکی ہے اور اس کی عادت معلوم ہے کہ اتنے دن نفاس آتا ہے تو جتنے دن نفاس کی عادت ہو اتنے دن نفاس کے ہیں اور جو اس سے زیادہ ہے وہ استحاضہ ہے، مگر یہ بات چالیس روز کے بعد معلوم ہوگی۔

﴿مسئلہ ۲۱﴾ کسی کی عادت تیس دن نفاس آنے کی ہے لیکن تیس دن گزر گئے اور ابھی خون بند نہیں ہوا تو ابھی نہ نہائے، پھر اگر پورے چالیس دن پر خون بند ہو گیا تو یہ سارا نفاس ہے اور اگر چالیس دن سے زیادہ ہو جائیں تو صرف تیس دن نفاس کے ہیں اور باقی سارا استحاضہ ہے۔ اس لیے اب فوراً غسل کرے اور دس دن کی نمازیں قضا پڑھے۔

﴿مسئلہ ۲۲﴾ اگر چھ مہینے کے اندر اندر یکے بعد دیگرے دو بچے ہوں تو نفاس کی مدت پہلے بچہ سے شروع ہوگی۔ اگر دوسرا بچہ دس بیس دن یا ایک، دو مہینے کے بعد ہوا تو دوسرے بچے سے نفاس کا حساب نہیں کریں گے۔ [مثلاً: کسی عورت کے دو بچے پیدا ہوئے اور دونوں کے درمیان چھ مہینے سے کم کا وقفہ ہے تو پہلا بچہ پیدا ہونے کے بعد سے ہی نفاس سمجھا جائے گا، لہٰذا اگر دوسرا بچہ پہلے بچے کی پیدائش کے بعد سے چالیس دن کے اندر پیدا ہوا اور خون آیا تو پہلے بچہ کی پیدائش سے چالیس دن تک نفاس ہے، اس کے بعد استحاضہ ہے اور اگر دوسرا بچہ چالیس دن کے بعد پیدا ہوا تو دوسرے کے پیدا ہونے کے بعد جو خون آیا وہ سارا استحاضہ ہے، نفاس نہیں۔ مگر دوسرا پیدا ہونے کے بعد غسل کرے اور نماز پڑھے۔

اگر دونوں کے درمیان چھ مہینے یا اس سے زیادہ وقفہ ہو تو یہ جڑواں نہیں ہوں گے، بلکہ یہ دو حمل اور دو نفاس ہوں گے۔ یاد رہے کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ مہینے ہوتی ہے۔]

نفاس کے چند احکام:

﴿مسئلہ ۲۳﴾ اگر چالیس دن سے پہلے نفاس کا خون بند ہو جائے تو فوراً غسل کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے اور اگر غسل نقصان کرے تو تیمم کر کے نماز شروع کر دے، ہرگز قضا نہ ہونے دے۔

﴿مسئلہ ۲۴﴾ نفاس میں بھی نماز بالکل معاف ہے، روزہ معاف نہیں بلکہ قضا رکھنا فرض ہے۔

﴿مسئلہ ۲۵﴾ اگر بچہ پیدا ہونے کے بعد کسی کو بالکل خون نہ آئے تب بھی جننے کے بعد نہانا واجب ہے۔

حیض و نفاس کے مشترک احکام:

﴿مسئلہ ۲۶﴾ حیض و نفاس کے زمانہ میں نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا درست نہیں، اتنا فرق ہے کہ نماز تو بالکل معاف ہو جاتی ہے، پاک ہونے کے بعد بھی اس کی قضا واجب نہیں ہوتی لیکن روزہ معاف نہیں ہوتا، پاک ہونے کے بعد قضا رکھنا واجب ہے۔

﴿مسئلہ ۲۷﴾ فرض نماز پڑھتے ہوئے حیض یا نفاس شروع ہو گیا تو وہ بھی معاف ہو گئی، پاک ہونے کے بعد اس کی قضا نہ پڑھے۔ اگر نفل یا سنت نماز میں حیض یا نفاس شروع ہوا تو اس کی قضا پڑھنا ہو گی۔

﴿مسئلہ ۲۸﴾ اگر نماز کے آخری وقت میں حیض یا نفاس شروع ہوا اور ابھی تک نماز نہیں پڑھی تھی تو بھی معاف ہو گئی۔

﴿مسئلہ ۲۹﴾ اگر دن کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد حیض یا نفاس شروع ہوا تو وہ روزہ ٹوٹ گیا، جب پاک ہو تو اس کی قضا رکھے۔ اگر نفلی روزہ ہو تو اس کی قضا بھی کرنی ہو گی۔

﴿مسئلہ ۳۰﴾ حیض و نفاس کے زمانہ میں نہ تو جماع کریں اور نہ ہی عورت کے ناف سے لے کر گھٹنے تک کا جسم شوہر کے کسی عضو سے مس ہو اور نہ ہی شوہر اتنے جسم پر نظر ڈالے۔ اس کے سوا اور سب باتیں درست ہیں یعنی ساتھ کھانا پینا، لیٹنا، باقی جسم کو چھونا اور اس کا بوسہ لینا وغیرہ سب درست ہے۔

﴿مسئلہ ۳۱﴾ کسی کی عادت پانچ دن یا نو دن کی تھی، اتنے ہی دن خون آیا پھر بند ہو گیا تو جب تک نہا نہ لے تب تک صحبت کرنا درست نہیں۔ اگر غسل نہ کرے تو جب ایک نماز کا وقت گزر جائے یعنی ایک نماز کی قضا اس کے ذمہ واجب ہو جائے تب صحبت درست ہے، اس سے پہلے درست نہیں۔

یہی حکم نفاس کا ہے کہ جب عادت پر نفاس کا خون ختم ہو جائے تو عورت کے نہانے یا ایک نماز کا وقت گزر جانے کے بعد صحبت درست ہے، اس سے پہلے درست نہیں۔ البتہ حیض و نفاس بند ہو جانے کے بعد غسل کرنے میں اتنی تاخیر کرنا کہ نماز قضا ہو جائے، جائز نہیں، سخت گناہ کا کام ہے۔

﴿مسئلہ ۳۲﴾ اگر عادت پانچ دن کی تھی اور خون چار دن کے بعد ہی بند ہو گیا تو نہا کے نماز پڑھنا واجب ہے، لیکن جب تک پانچ دن پورے نہ ہو جائیں تب تک صحبت کرنا درست نہیں، اس لیے کہ شاید پھر خون آ جائے۔

اسی طرح جب نفاس کا خون سابقہ عادت سے پہلے ختم ہو جائے، تو بھی یہی حکم ہوگا۔

﴿مسئلہ ۳۳﴾ اگر پورے دس دن دس راتیں حیض آیا تو جب سے خون بند ہوا ہے اسی وقت سے صحبت کرنا درست ہے، چاہے نہا چکی ہو یا ابھی نہ نہائی ہو۔

جب نفاس کا خون بھی پورے چالیس دن پر ختم ہوا ہو تو اس وقت صحبت کرنا درست ہے لیکن حیض و نفاس دونوں صورتوں میں عورت اگر پہلے نہالے تو یہ بہتر ہے۔

حیض و نفاس کی حالت میں تلاوت و ذکر وغیرہ کے احکام:

﴿مسئلہ ۳۴﴾ جو عورت حیض یا نفاس سے ہو اور جس پر کسی اور وجہ سے نہانا واجب ہو، اس کے لیے مسجد میں جانا، کعبہ کا طواف کرنا، قرآن مجید پڑھنا اور قرآن مجید کو چھونا درست نہیں، البتہ اگر قرآن مجید جزدان یا رومال میں لپٹا ہو یا اس پر کپڑے وغیرہ کی چولی چڑھی ہوئی ہو اور جلد کے ساتھ سلی ہوئی نہ ہو، بلکہ الگ ہو کہ اتارنے سے اتر سکے تو اس حال میں قرآن مجید کا چھونا اور اٹھانا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۳۵﴾ کرتہ کے دامن اور دوپٹہ کے آنچل سے بھی قرآن مجید کو پکڑنا اور اٹھانا درست نہیں، البتہ اگر بدن سے الگ کوئی کپڑا ہو، جیسے: رومال، تولیہ وغیرہ تو اس سے پکڑ کر اٹھانا جائز ہے۔

﴿مسئلہ ۳۶﴾ اگر پوری آیت نہ پڑھے بلکہ آیت کا ذرا سا لفظ یا آدھی آیت پڑھے تو درست ہے، لیکن آیت اتنی بڑی نہ ہو کہ اس کی آدھی کسی چھوٹی سی آیت کے برابر ہو جائے۔

﴿مسئلہ ۳۷﴾ الحمد کی پوری سورت یا معوذتین دعا کی نیت سے پڑھنا، دعا یا ثنا کے طور پر آیۃ الکرسی پڑھنا درست ہے، البتہ تلاوت کے طور پر پڑھنا صحیح نہیں، اسی طرح جو دعائیں قرآن مجید میں آئیں ہیں، جیسے: ﴿رَبَّنَآ ءَاتِنَا فِى ٱلدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِى ٱلْـَٔاخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ ٱلنَّارِ ۝٢٠١﴾ اور ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ إِن

نَسِینَآ أَوْ أَخْطَأْنَا ...... ﴾ الخ وغیرہ، ان کو بھی دعا کے طور پر پڑھنا صحیح ہے، تلاوت کے طور پر صحیح نہیں۔

مسئلہ ۳۸ دعائے قنوت کا پڑھنا بھی درست ہے۔

مسئلہ ۳۹ اگر کوئی عورت لڑکیوں کو قرآن شریف پڑھاتی ہو تو ایسی حالت میں ہجے کروانا درست ہے اور رواں پڑھاتے وقت پوری آیت نہ پڑھے، بلکہ ایک ایک دو دو لفظ کے بعد سانس توڑ دے اور تھوڑا تھوڑا کر کے آیت رواں کہلائے۔

مسئلہ ۴۰ لڑکی حفظ کر رہی ہو اور اس دوران اس کو حیض آنا شروع ہو جائے تو حیض کے دنوں میں قرآن پاک نہ پڑھے۔ پڑھا ہوا یاد رکھنے کے لیے دو طریقے ہو سکتے ہیں:

١۔ کپڑے وغیرہ سے قرآن پاک کھول کر بیٹھے اور قلم وغیرہ کسی چیز سے ورق پلٹائے اور قرآن پاک میں دیکھ کر دل دل میں پڑھے، زبان نہ ہلائے۔

٢۔ کوئی تلاوت کر رہا ہو اس کے پاس بیٹھ جائے اور سنتی رہے۔ سننے سے بھی یاد ہو جاتا ہے۔

مسئلہ ۴١ کلمہ اور درود شریف پڑھنا اور اللہ تعالیٰ کا نام لینا، استغفار یا کوئی اور وظیفہ پڑھنا، جیسے: « لا حول ولا قوۃ إلا باللّٰہ العليّ العظیم » منع نہیں۔ یہ سب درست ہے۔

مسئلہ ۴٢ حیض کے زمانہ میں مستحب ہے کہ نماز کے وقت وضو کر کے کسی پاک جگہ تھوڑی دیر بیٹھ کر اللہ اللہ کیا کرے تاکہ نماز کی عادت چھوٹ نہ جائے اور پاک ہونے کے بعد نماز سے جی نہ گھبرائے۔

نجاستوں کا بیان

نجاست کی قسمیں:

﴿مسئلہ ۱﴾ نجاست کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جس کی نجاست زیادہ سخت ہے، تھوڑی سی لگ جائے تو بھی دھونے کا حکم ہے، اس کو نجاست غلیظہ کہتے ہیں۔ دوسری وہ جس کی نجاست ذرا کم اور ہلکی ہے، اس کو نجاست خفیفہ کہتے ہیں۔

﴿مسئلہ ۲﴾ خون، آدمی کا پاخانہ، پیشاب، منی، شراب، کتے بلی کا پاخانہ، پیشاب، سور کا گوشت، اس کے بال، ہڈی وغیرہ اس کی ساری چیزیں، گھوڑے گدھے خچر کی لید، گائے، بیل، بھینس، وغیرہ کا گوبر اور بکری بھیڑ کی مینگنی، غرض یہ کہ سب جانوروں کا پاخانہ، مرغی، بطخ اور مرغابی کی بیٹ اور گدھے خچر اور سب حرام جانوروں کا پیشاب، یہ سب چیزیں نجاست غلیظہ ہیں۔

﴿مسئلہ ۳﴾ چھوٹے دودھ پیتے بچے کا پیشاب پاخانہ بھی نجاست غلیظہ ہے۔

﴿مسئلہ ۴﴾ حرام پرندوں کی بیٹ اور حلال جانوروں کا پیشاب، جیسے: بکری، گائے، بھینس وغیرہ اور گھوڑے کا پیشاب نجاست خفیفہ ہے۔

﴿مسئلہ ۵﴾ مرغی، بطخ، مرغابی کے سوا دوسرے حلال پرندوں کی بیٹ پاک ہے، جیسے: کبوتر، چڑیا اور مینا وغیرہ اور چمگادڑ کا پیشاب اور بیٹ بھی پاک ہے۔

﴿مسئلہ ۶﴾ مچھلی کا خون نجس نہیں، اگر لگ جائے تو کچھ حرج نہیں، اسی طرح مکھی، کھٹمل، مچھر کا خون بھی نجس نہیں۔

﴿مسئلہ ۷﴾ اگر پیشاب کی چھینٹیں سوئی کی نوک کے برابر پڑ جائیں کہ دیکھنے سے دکھائی نہ دیں تو اس میں کچھ حرج نہیں یعنی دھونا واجب نہیں ہے۔

نجاست کا حکم:

﴿مسئلہ ۸﴾ نجاستِ غلیظہ میں سے اگر پتلی اور بہنے والی کوئی چیز ہتھیلی کے پھیلاؤ کے برابر یا اس سے کم کپڑے یا جسم پر لگ جائے تو معاف ہے، اس کے دھوئے بغیر اگر نماز پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی، لیکن نہ دھونا اور اسی طرح نماز پڑھتے رہنا مکروہ اور برا ہے اور اگر روپے سے زیادہ ہو تو وہ معاف نہیں۔ اس کو دھوئے بغیر نماز نہیں ہوگی۔ اگر نجاستِ غلیظہ میں سے کوئی گاڑھی چیز لگ جائے، جیسے: پاخانہ اور مرغی وغیرہ کی بیٹ، تو اگر وزن میں ساڑھے چار ماشہ یا اس سے کم ہو تو اس کو دھوئے

بغیر نماز درست ہے اور اگر اس سے زیادہ لگ جائے تو بغیر دھوئے نماز درست نہیں ہے۔

﴿مسئلہ ۹﴾ اگر نجاستِ خفیفہ کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو جس حصہ میں لگی ہے اگر اس کے چوتھائی سے کم ہو تو معاف ہے اور اگر چوتھائی یا اس سے زیادہ ہو تو معاف نہیں۔ یعنی اگر آستین میں لگی ہے تو آستین کی چوتھائی سے کم ہو اور گر کلی میں لگی ہے تو اس کی چوتھائی سے کم ہو تو معاف ہے۔ اسی طرح اگر نجاستِ خفیفہ ہاتھ میں لگی ہے تو ہاتھ کی چوتھائی سے کم ہو تو معاف ہے۔ اسی طرح اگر ٹانگ میں لگ جائے تو اس کی چوتھائی سے کم ہو تو معاف ہے، غرض یہ کہ جس عضو میں لگے اس کی چوتھائی سے کم ہو اور اگر پورا چوتھائی ہو تو معاف نہیں، اس کا دھونا واجب ہے اور دھوئے بغیر نماز درست نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۰﴾ نجاستِ غلیظہ جس پانی میں گر جائے وہ نجسِ غلیظ ہو جاتا ہے اور نجاست خفیفہ جس میں گر جائے وہ نجسِ خفیف ہو جاتا ہے، چاہے کم گرے یا زیادہ۔

﴿مسئلہ ۱۱﴾ کپڑے میں ہتھیلی کے گہراؤ سے کم نجس تیل لگ جائے پھر ایک دو دن میں پھیل کر زیادہ ہو جائے تو جب تک ہتھیلی کے گہراؤ سے زیادہ نہ ہو، معاف ہے اور جب بڑھ جائے تو معاف نہیں بلکہ اب اس کا دھونا واجب ہے اور دھوئے بغیر نماز نہیں ہوگی۔

نجاست دور کرنے کے مختلف طریقے:

۱ — دھونا:

﴿مسئلہ ۱۲﴾ گلاب، عرقِ گاؤ زبان، کوئی عرق اور سرکہ وغیرہ جو چیزیں پانی کی طرح پتلی اور پاک ہوں، ان سے ناپاک چیز کو دھونا درست ہے اور اس طرح دھونے سے وہ چیز پاک ہو جائے گی۔ تیل، گھی اور دودھ وغیرہ جن چیزوں میں چکناہٹ پائی جاتی ہے ان سے دھونا درست نہیں اور ایسی چیزوں سے دھونے سے ناپاک چیز پاک نہیں ہوگی۔

﴿مسئلہ ۱۳﴾ اگر نجاست ایسی چیز میں لگی ہے جس کو نچوڑا نہیں جا سکتا، جیسے: تخت، چٹائی، مٹی، یا چینی کے برتن وغیرہ، بوتل اور جوتا وغیرہ تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک دفعہ دھو کر ٹھہر جائے، جب پانی ٹپکنا بند ہو جائے تو پھر دھولے، اسی طرح کچھ وقفہ کے بعد جب پانی ٹپکنا بند ہو جائے تو تیسری بار پھر دھولے، اس طرح تین دفعہ دھو لینے سے وہ چیز پاک ہو جائے گی۔

﴿مسئلہ ۱۴﴾ اگر گاڑھی نجاست لگ جائے، جیسے: پاخانہ اور خون وغیرہ تو اتنا دھوئے کہ نجاست زائل ہو جائے اور دھبہ جاتا رہے، چاہے جتنی دفعہ بھی دھونا پڑے، جب نجاست زائل ہو جائے گی تو کپڑا پاک ہو جائے گا۔

اگر گاڑھی نجاست بدن میں لگ جائے تو اس کا بھی یہی حکم ہے، البتہ اگر ایک دفعہ دھونے سے ہی نجاست زائل ہوگئی تو دو مرتبہ اور دھولینا بہتر ہے۔ اگر دو دفعہ دھونے سے زائل ہوگئی تو ایک دفعہ اور دھولے غرض یہ کہ تین بار دھولینا بہتر ہے۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ اگر ایسی نجاست ہے کہ کئی دفعہ دھونے اور نجاست کے زائل ہوجانے کے بعد بھی بدبو نہیں گئی یا کچھ دھبہ رہ گیا تب بھی کپڑا پاک ہوگیا۔ صابن وغیرہ لگا کر دھبہ ختم کرنا اور بدبو دور کرنا ضروری نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۶﴾ اگر پیشاب کی طرح کوئی نجاست لگ گئی جو گاڑھی نہیں، تو تین مرتبہ دھوئے اور ہر مرتبہ نچوڑے، بالخصوص تیسری مرتبہ اپنی طاقت کے مطابق خوب زور سے نچوڑے تو کپڑا پاک ہوگا۔ اگر خوب زور سے نہیں نچوڑے گا تو کپڑا پاک نہیں ہوگا۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ اگر پیشاب کی طرح کوئی نجاست جوتے میں یا چمڑے کے موزے میں لگ گئی جو گاڑھی نہیں تو دھوئے بغیر وہ جوتا وغیرہ پاک نہیں ہوگا۔

﴿مسئلہ ۱۸﴾ کپڑا اور بدن صرف دھونے سے ہی پاک ہوتا ہے، چاہے گاڑھی نجاست لگے یا پتلی کسی اور طریقہ سے پاک نہیں ہوتا۔

﴿مسئلہ ۱۹﴾ ناپاک رنگ اگر جسم میں یا کپڑے میں لگ جائے یا بال اس ناپاک رنگ سے رنگین ہوجائیں تو صرف اس قدر دھونا کہ پانی صاف نکلنے لگے، کافی ہے، اگرچہ رنگ دور نہ ہو۔

﴿مسئلہ ۲۰﴾ ایسی ناپاک چیز جو چکنی ہو، جیسے: تیل، گھی، مردار کی چربی وغیرہ اگر کسی چیز میں لگ جائے اور اس قدر دھوئی جائے کہ پانی صاف نکلنے لگے تو پاک ہوجائے گی، اگرچہ اس ناپاک چیز کی چکناہٹ باقی ہو۔

﴿مسئلہ ۲۱﴾ جو اینٹیں زمین پر صرف بچھا دی گئی ہیں، چونا یا گارے سے ان کو جوڑا نہیں گیا ہے وہ خشک ہونے سے پاک نہیں ہوں گی بلکہ ان کو دھونا پڑے گا۔

﴿مسئلہ ۲۲﴾ اگر مٹی کا نیا برتن نجس ہوجائے اور وہ برتن نجاست کو چوس لے تو وہ صرف دھونے سے پاک نہیں ہوگا بلکہ اس میں پانی بھر دے پھر جب نجاست کا اثر پانی میں آجائے تو گرا کر پھر بھر دے، اسی طرح کرتا رہے، جب نجاست کا اثر بالکل ختم ہوجائے، نہ رنگ باقی رہے اور نہ بدبو، تو وہ پاک ہوگا۔

﴿مسئلہ ۲۳﴾ نجس رنگ میں رنگے ہوئے کپڑے کو جب اتنا دھوئے کہ پانی صاف نکلنے لگے تو پاک ہوجائے گا، چاہے کپڑے سے رنگ زائل ہو یا نہ ہو۔ مگر تین دفعہ دھولینا چاہیے۔ اسی میں احتیاط ہے۔

﴿مسئلہ۲۴﴾ ناپاک مہندی ہاتھوں یا پیروں میں لگائی تو تین دفعہ خوب دھو لینے سے ہاتھ پیر پاک ہو جائیں گے، رنگ زائل کرنا واجب نہیں۔

﴿مسئلہ۲۵﴾ نجس سرمہ یا کاجل آنکھوں میں لگایا تو اس کا پونچھنا اور دھونا واجب نہیں، البتہ اگر پھیل کر آنکھ سے باہر آ گیا تو دھونا واجب ہے۔

﴿مسئلہ۲۶﴾ نجس تیل سر میں یا بدن میں لگالیا تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا، صابن وغیرہ لگا کر سر سے تیل کا نکالنا واجب نہیں۔

۲- پونچھنا:

﴿مسئلہ۲۷﴾ آئینہ، چھری، چاقو، چاندی، سونے کے زیور، تانبے، لوہے، گلٹ اور شیشے وغیرہ کی چیزیں اگر نجس ہو جائیں تو خوب پونچھ لینے اور رگڑ دینے یا مٹی سے مانجھ لینے سے پاک ہو جاتی ہیں لیکن اگر نقش و نگار والی چیزیں ہوں تو بغیر دھوئے پاک نہ ہوں گی۔

﴿مسئلہ۲۸﴾ فصد کے مقام یا اور کسی ایسے عضو کو جو خون یا پیپ نکلنے سے نجس ہو گیا ہو اور دھونا نقصان کرتا ہو تو صرف تر کپڑے سے پونچھ دینا کافی ہے اور آرام ہونے کے بعد بھی اس جگہ کا دھونا ضروری نہیں۔

۳- خشک ہو کر نجاست کا اثر باقی نہ رہنا:

﴿مسئلہ۲۹﴾ زمین پر نجاست لگ گئی پھر اس طرح خشک ہو گئی کہ نجاست کا نشان بالکل ختم ہو گیا، نہ تو نجاست کا دھبہ رہا اور نہ ہی بدبو، تو اس طرح خشک ہو جانے سے زمین پاک ہو جاتی ہے لیکن ایسی زمین پر تیمم کرنا درست نہیں، البتہ نماز پڑھنا درست ہے۔ جو اینٹیں یا پتھر چونا یا گارے سے زمین میں خوب جما دیئے گئے ہوں کہ بغیر کھودے زمین سے جدا نہ ہو سکیں، ان کا بھی یہی حکم ہے کہ خشک ہو جانے اور نجاست کا نشان باقی نہ رہنے سے پاک ہو جائیں گے۔

﴿مسئلہ۳۰﴾ زمین پر جمی ہوئی گھاس بھی خشک ہو جانے اور نجاست کا نشان جاتے رہنے سے پاک ہو جاتی ہے۔ اگر گھاس کٹی ہوئی ہو تو دھوئے بغیر پاک نہیں ہوگی۔

﴿مسئلہ۳۱﴾ پیر دھو کر ناپاک زمین پر چلا اور پیر کا نشان زمین پر بن گیا تو اس سے پیر ناپاک نہیں ہوگا۔ ہاں اگر پیر کے پانی سے زمین اتنی بھیگ جائے کہ زمین کی کچھ مٹی یا یہ نجس پانی پیر میں لگ جائے تو نجس ہو جائے گا۔

﴿مسئلہ۳۲﴾ جس زمین کو گوبر سے لیپا گیا ہو وہ نجس ہے، اس پر کوئی پاک چیز بچھائے بغیر نماز درست نہیں۔

مسئلہ ۳۳ گوبر سے لپی ہوئی زمین اگر خشک ہوگئی ہو تو اس پر گیلا کپڑا بچھا کر بھی نماز پڑھنا درست ہے لیکن وہ اتنا گیلا نہ ہو کہ اس زمین کی کچھ مٹی کپڑے کو لگ جائے۔

۴- جلانا یا آگ پر پکانا:

مسئلہ ۳۴ نجس چاقو، چھری یا مٹی اور تانبے وغیرہ کے برتن اگر دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دیئے جائیں تو بھی پاک ہو جاتے ہیں۔

مسئلہ ۳۵ گوبر کے اوپلے، لید وغیرہ نجس چیزوں کی راکھ پاک ہے اور ان کا دھواں بھی پاک ہے۔ روٹی میں لگ جائے تو کچھ حرج نہیں۔

مسئلہ ۳۶ نجس مٹی سے بنے ہوئے برتن جب تک پکائے نہیں جائیں گے، ناپاک رہیں گے اور جب پکا لیے جائیں گے تو پاک ہو جائیں گے۔

مسئلہ ۳۷ شہد، شیرہ، گھی یا تیل ناپاک ہو جائے تو جتنا تیل وغیرہ ہو اتنا یا اس سے زیادہ پانی ڈال کر پکا لیا جائے جب پانی جل جائے تو پھر پانی ڈال کر جلائیں۔ اسی طرح تین دفعہ کرنے سے تیل وغیرہ پاک ہو جائے گا یا اس طرح کیا جائے کہ جتنا گھی تیل ہو اتنا ہی پانی ڈال کر ہلا لیں جب تیل وغیرہ پانی کے اوپر آجائے تو کسی طرح اٹھا لیں۔ اسی طرح تین دفعہ پانی ملا کر اٹھا لیں تو پاک ہو جائے گا اور گھی جم گیا ہو تو پانی ڈال کر آگ پر رکھ دیں جب پگھل جائے تو اس کو نکال لیں۔

مسئلہ ۳۸ تنور اگر ناپاک ہو جائے تو اس میں آگ جلانے سے پاک ہو جائے گا بشرطیکہ گرم ہونے کے بعد نجاست کا اثر نہ رہے۔

۵- ماہیت بدل جانا:

مسئلہ ۳۹ ناپاک تیل یا چربی کا صابن بنا لیا جائے تو پاک ہو جائے گا۔

مسئلہ ۴۰ شراب جب سرکہ بن جائے تو پاک ہو جاتی ہے۔

مسئلہ ۴۱ کوئی جانور نمک کی کان میں گر کر نمک بن جائے یا کسی کنویں یا حوض میں گر کر مٹی کے ساتھ مٹی ہو جائے تو پاک ہے۔

۶- کھرچنا اور رگڑنا:

مسئلہ ۴۲ جوتے اور چمڑے کے موزے میں اگر جسم دار نجاست لگ کر خشک ہو جائے، جیسے: گوبر، پاخانہ، خون، منی

وغیرہ تو زمین پر خوب رگڑ کر نجاست زائل کر دینے سے پاک ہو جاتا ہے، ایسے ہی کھرچنے سے بھی پاک ہو جاتا ہے اور اگر سوکھی نہ ہو تب بھی اگر اتنا رگڑ دے کہ نجاست کا نام و نشان باقی نہ رہے تو بھی پاک ہو جائے گا۔

متفرقات:

﴿مسئلہ ۴۳﴾ ناپاک زمین پر مٹی وغیرہ ڈال کر نجاست اس طرح چھپا دی جائے کہ نجاست کی بو نہ آئے تو مٹی کا اوپر کا حصہ پاک ہے۔

﴿مسئلہ ۴۴﴾ بچھونے کا ایک کونہ نجس ہے اور باقی سب پاک ہے تو پاک کونے پر نماز پڑھنا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۴۵﴾ نجس بچھونے پر سویا اور پسینہ سے وہ کپڑا نم ہو گیا تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اس کا کپڑا اور بدن ناپاک نہ ہوگا۔ البتہ اگر اتنا بھیگ جائے کہ بچھونے میں سے کچھ نجاست نکل کر بدن یا کپڑے کو لگ جائے تو نجس ہو جائے گا۔

﴿مسئلہ ۴۶﴾ کتے نے آٹے میں منہ ڈال دیا یا بندر نے جھوٹا کر دیا تو اگر آٹا گندھا ہوا ہو تو جہاں منہ ڈالا ہے وہاں سے اتنا نکال لیں، باقی کا کھانا درست ہے اور اگر آٹا خشک ہو تو جہاں جہاں اس کے منہ کا لعاب لگا ہو وہاں سے اتنا نکال لیں باقی سب پاک ہے۔

﴿مسئلہ ۴۷﴾ کتے کا لعاب نجس ہے اور خود کتا نجس نہیں، چنانچہ اگر کتا کسی کے کپڑے یا بدن سے چھو جائے تو نجس نہیں ہوگا، چاہے کتے کا بدن سوکھا ہو یا گیلا، البتہ اگر کتے کے بدن پر کوئی نجاست لگی ہوئی ہو تو کپڑا ناپاک ہو جائے گا۔

﴿مسئلہ ۴۸﴾ نجس پانی میں کوئی کپڑا بھیگ گیا تھا، اس کے ساتھ پاک کپڑے کو لپیٹ کر رکھ دیا گیا اور اس کی تری اس پاک کپڑے میں آ گئی لیکن اس میں نجاست کا رنگ نہیں آیا، نہ ہی بدبو آئی تو اگر یہ پاک کپڑا اتنا بھیگ جائے کہ نچوڑنے سے ایک آدھ قطرہ ٹپک پڑے یا نچوڑتے وقت ہاتھ بھیگ جائے تو وہ پاک کپڑا بھی نجس ہو جائے گا اور اگر اتنا نہ بھیگا ہو تو پاک رہے گا۔ اگر پیشاب وغیرہ سے بھیگے ہوئے کپڑے کے ساتھ پاک کپڑا لپیٹ دیا گیا جس سے پاک کپڑے میں نجاست کی ذرا بھی اس کی نمی اور دھبہ آ گیا تو نجس ہو جائے گا۔

﴿مسئلہ ۴۹﴾ لکڑی کا تختہ ایک طرف سے نجس ہے اور دوسری طرف سے پاک ہے تو اگر اتنا موٹا ہے کہ بیچ سے چر سکتا ہے تو اس کو پلٹ کر دوسری طرف نماز پڑھنا درست ہے اور اگر اتنا موٹا نہ ہو تو درست نہیں۔

کھال اور ہڈی وغیرہ کا حکم:

﴿مسئلہ ۵۰﴾ مردار کی کھال کو جب دھوپ میں رکھ کر خشک کر لیں یا کوئی دوا وغیرہ لگا کر اس کو اس طرح درست کر لیں کہ

اس کی رطوبت ختم ہو جائے اور دیر تک رکھنے سے خراب نہ ہو تو پاک ہو جائے گی، اس پر نماز پڑھنا درست ہے اور مشک وغیرہ بنا کر اس میں پانی رکھنا بھی درست ہے، البتہ خنزیر کی کھال پاک نہیں ہوتی، دوسری سب کھالیں پاک ہو جاتی ہیں، مگر آدمی کی کھال سے کوئی کام لینا اور استعمال کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

﴿مسئلہ ۵۱﴾ کتا، بندر، بلی، شیر وغیرہ جن کی کھال درست کرنے سے پاک ہو جاتی ہے، بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرنے سے بھی پاک ہو جاتی ہے، چاہے اس کو دھوپ میں رکھ کر یا دوا لگا کر درست کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو، البتہ ذبح کرنے سے ان کا گوشت پاک نہیں ہوتا اور اس کا کھانا جائز نہیں۔

﴿مسئلہ ۵۲﴾ مردار کے بال، سینگ، ہڈی اور دانت یہ سب چیزیں پاک ہیں اگر پانی میں گر جائیں تو نجس نہیں ہوگا، البتہ اگر ہڈی اور دانت وغیرہ پر اس مردار جانور کی کچھ چکنائی وغیرہ لگی ہوئی ہو تو وہ نجس ہے اور پانی بھی نجس ہو جائے گا۔

﴿مسئلہ ۵۳﴾ آدمی کی ہڈی اور بال بھی پاک ہیں لیکن ان کو استعمال کرنا اور کام میں لانا جائز نہیں بلکہ احترام سے کسی جگہ دفن کر دینا چاہیے۔

پاکی ناپاکی کے بعض مسائل:

﴿مسئلہ ۵۴﴾ کافروں کی پکی ہوئی کھانے کی کوئی چیز اور ان کے برتن اور کپڑے وغیرہ کو اس وقت تک ناپاک نہیں کہا جائے گا جب تک اس کا ناپاک ہونا کسی دلیل یا قرینہ سے معلوم نہ ہو۔

﴿مسئلہ ۵۵﴾ بعض لوگ شیر وغیرہ کی چربی استعمال کرتے ہیں اور اس کو پاک سمجھتے ہیں، یہ درست نہیں، البتہ اگر ماہر، دین دین طبیب کی یہ رائے ہو کہ اس مرض کا علاج سوائے شیر وغیرہ کی چربی کے اور کچھ نہیں تو ایسی حالت میں بعض علما کے نزدیک اس کو استعمال کرنا درست ہے لیکن نماز کے وقت اس کو پاک کرنا ضروری ہوگا۔

﴿مسئلہ ۵۶﴾ راستوں کی کیچڑ اور ناپاک پانی معاف ہے، بشرطیکہ بدن یا کپڑے میں نجاست کا اثر معلوم نہ ہو، فتویٰ اسی پر ہے، البتہ جس شخص کی بازار اور راستوں میں زیادہ آمد و رفت نہ ہو اس کے لیے احتیاط یہ ہے کہ اگر اس کے بدن وغیرہ پر کیچڑ یا ناپاک پانی لگ جائے تو وہ بدن اور کپڑے پاک کر لیا کرے، چاہے ناپاکی کا اثر بھی محسوس نہ ہو۔

﴿مسئلہ ۵۷﴾ نجاست اگر جلائی جائے تو اس کا دھواں پاک ہے وہ دھواں اگر جم جائے اور اس سے کوئی چیز بنائی جائے تو وہ بھی پاک ہے، جیسے: نوشادر کے بارے میں کہتے ہیں کہ نجاست کے دھوئیں سے بنتا ہے۔

﴿مسئلہ ۵۸﴾ نجاست کے اوپر جو گرد و غبار ہو وہ پاک ہے بشرطیکہ نجاست کی تری سے وہ تر نہ ہو گیا ہو۔

مسئلہ ۵۹ نجاستوں سے جو بخارات اٹھیں وہ پاک ہیں۔ پھل وغیرہ کے کیڑے پاک ہیں، البتہ اگر ان میں جان پڑ گئی ہو تو اس کو کھانا درست نہیں، نیز گولر وغیرہ سب پھلوں کے کیڑوں اور سرکہ، دوا کے کیڑوں کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ ۶۰ کھانے کی چیزیں اگر سڑ جائیں اور ان سے بو آنے لگے تو ناپاک نہیں ہوتیں، جیسے: گوشت، حلوہ وغیرہ مگر چونکہ ان کے کھانے سے نقصان ہوگا اس لیے ان کا کھانا درست نہیں۔

مسئلہ ۶۱ مشک، اس کا نافہ اور عنبر وغیرہ پاک ہے۔

مسئلہ ۶۲ نیند کی حالت میں آدمی کے منہ سے جو پانی نکلتا ہے وہ پاک ہے۔

مسئلہ ۶۳ حلال جانور کا گندہ انڈا پاک ہے، بشرطیکہ ٹوٹا نہ ہو۔

مسئلہ ۶۴ سانپ کی کیچلی (سفید جھلی جو اس کے جسم سے اترتی ہے) پاک ہے۔

مسئلہ ۶۵ جس پانی سے کوئی نجس چیز دھوئی جائے وہ نجس ہے، چاہے وہ پانی پہلی دفعہ کا ہو یا دوسری دفعہ کا یا تیسری دفعہ کا لیکن ان پانیوں میں اتنا فرق ہے کہ اگر پہلی دفعہ کا پانی کسی کپڑے میں لگ جائے تو یہ کپڑا تین دفعہ دھونے سے پاک ہوگا اور اگر دوسری دفعہ کا پانی لگ جائے تو صرف دو دفعہ دھونے سے پاک ہوگا اور اگر تیسری دفعہ کا لگ جائے تو ایک ہی دفعہ دھونے سے پاک ہو جائے گا۔

مسئلہ ۶۶ مردہ انسان کو جس پانی سے نہلایا جائے وہ نجس ہے۔

مسئلہ ۶۷ سانپ کی وہ کھال جو اس کے بدن سے لگی ہوئی ہو، نجس ہے۔

مسئلہ ۶۸ مردہ انسان کا لعاب نجس ہے۔

مسئلہ ۶۹ ایک تہہ والے کپڑے میں ایک طرف مقدارِ معاف سے کم نجاست لگے اور دوسری طرف سرایت کر جائے اور ہر طرف معاف مقدار سے کم ہو لیکن دونوں کا مجموعہ اس مقدار سے بڑھ جائے تو وہ کم ہی سمجھی جائے گی اور معاف ہوگی، البتہ اگر کپڑا دوہرا ہو یا دو کپڑوں کو ملا کر اس مقدار سے بڑھ جائے تو وہ زیادہ سمجھی جائے گی اور معاف نہ ہوگی۔

مسئلہ ۷۰ دودھ دوہتے وقت ایک دو مینگنیاں دودھ میں گر جائیں تو معاف ہے، بشرطیکہ گرتے ہی نکال دی جائیں اور اگر دودھ دوہنے کے وقت کے علاوہ کسی اور وقت میں ایسا ہوگا تو دودھ ناپاک ہو جائے گا۔

مسئلہ ۷۱ ٹوٹ کر علیحدہ ہو جانے والے دانت کو اپنی جگہ پر رکھ کر اگر ناپاک چیز سے جما دیا جائے یا اگر کوئی ہڈی ٹوٹ جائے اور اس کے بدلے کوئی ناپاک ہڈی رکھ دی جائے یا کسی زخم میں کوئی ناپاک چیز بھر دی جائے اور وہ ٹھیک ہو جائے

تو ان سب صورتوں میں اس دانت اور ہڈی وغیرہ کو نکالنا ضروری نہیں، بلکہ وہ خود بخود پاک ہو جائے گا۔

﴿مسئلہ ۷۲﴾ ناپاک چیز پانی میں گرے اور اس کے گرنے سے چھینٹیں اڑ کر کسی پر جا پڑیں تو وہ پاک ہیں، بشرطیکہ ان چھینٹوں میں اس نجاست کا کوئی اثر نہ ہو۔

﴿مسئلہ ۷۳﴾ دوہرا کپڑا یا روئی کا کپڑا اگر ایک جانب سے نجس ہو جائے اور ایک جانب سے پاک ہو تو سارا ناپاک سمجھا جائے گا۔ اس پر نماز درست نہیں، بشرطیکہ اس کا ناپاک حصہ نمازی کے کھڑے ہونے یا سجدہ کرنے کی جگہ میں ہو اور دوہرے کپڑے کی دونوں جانبیں باہم سلی ہوئی ہوں۔ اگر سلی ہوئی نہ ہوں تو پھر ایک جانب کے ناپاک ہونے سے دوسری جانب ناپاک نہیں ہوگی بلکہ دوسری جانب نماز درست ہے، بشرطیکہ اوپر کی جانب کا کپڑا اس قدر موٹا ہو کہ اس میں سے نیچے کی نجاست کا رنگ اور بو ظاہر نہ ہوتی ہو۔

﴿مسئلہ ۷۴﴾ مرغی یا کسی اور پرندے کو پیٹ چاک کر کے اس کی آلائش نکالنے سے پہلے کھولتے پانی میں جوش دیا جائے، تو وہ کسی طرح پاک نہیں ہوگا۔

[ناپاک چیز کا بطورِ دوا استعمال:

﴿مسئلہ ۷۵﴾ پاخانہ، پیشاب، شراب، مردار، اور خنزیر کا گوشت وغیرہ جو چیز ''نجس العین'' ہے یعنی خود ناپاک ہے ان کا نہ تو بیرونی استعمال جائز ہے کہ جسم پر کہیں لیپ کرے یا ملے اور نہ داخلی استعمال جائز ہے کہ ان کو کھائے۔

﴿مسئلہ ۷۶﴾ جو چیز کسی دوسری چیز کے ملانے سے نجس ہوئی ہو، اس کا داخلی استعمال تو جائز نہیں، البتہ خارجی استعمال درست ہے، جیسے: ناپاک پانی یا شراب آمیز دوا، بشرطیکہ شراب دوا سے کم ہو۔

لیکن اگر کوئی شخص ایسی ناپاک چیزوں کے خارجی استعمال سے بھی پرہیز کرے تو بہتر ہے، اس لیے کہ بعض اوقات شدید بیماری کی حالت میں خیال نہیں رہتا، جس کی وجہ سے نجس دوا کپڑوں میں بھی لگ جاتی ہے یا بغیر دھوئے ہاتھ کسی برتن میں پڑ جاتا ہے اور وہ برتن اور پانی ناپاک ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے گھر کے دوسرے افراد بھی اس نجاست سے ملوث ہو جاتے ہیں۔

﴿مسئلہ ۷۷﴾ خنزیر کے سوا باقی تمام جانوروں شیر، ریچھ وغیرہ کی چربی ذبح کرنے سے پاک ہو جاتی ہے۔ شیر وغیرہ کو ذبح کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ پہلے اسے گولی ماری جائے، جب مرنے لگے تو بسم اللہ، اللہ اکبر پڑھ کر تلوار اس کی گردن پر ماردی جائے، اس طرح اس کی چربی اور گوشت وغیرہ سب پاک ہو جائیں گے اور ان کا خارجی استعمال درست ہو جائے گا۔

بغیر ذبح کیے ان کی چربی وغیرہ پاک نہیں ہوتی اس لیے اس کا خارجی استعمال جائز نہیں ہوگا۔[1]] (ذبح سے ایسے جانوروں کے گوشت اور چربی کے پاک ہونے میں دو قول ہیں، راجح یہی ہے کہ ذبح سے ان کا گوشت اور چربی پاک نہیں ہوتی، البتہ علاج کی ضرورت کے پیشِ نظر دوسرے قول کے مطابق ان کی چربی کے خارجی استعمال کی گنجائش ہے)

اضافہ

پیشاب فلٹر کرنے کے بعد بھی ناپاک رہے گا:

﴿مسئلہ ۱﴾ فلٹر کرنے سے پیشاب کی حقیقت تبدیل نہیں ہوتی بلکہ صرف اس کے بدبودار اجزا نکال لیے جاتے ہیں، اس لیے فلٹر کرنے کے بعد بھی پیشاب ناپاک ہی رہے گا اور اس کا استعمال جائز نہیں ہوگا۔

(جدید فقهی مسائل : ٥٦ ، نظام الفتاویٰ : ١/٢٦)

دھوبی کی دھلائی کا حکم:

﴿مسئلہ ۲﴾ جو کپڑا دھوبی کو پاک دیا گیا ہے وہ دھلنے کے بعد بھی پاک ہی رہے گا اور جو کپڑا ناپاک دیا گیا ہے وہ ناپاک رہے گا، اس لیے کہ شریعت کا اصول ہے «اليقين لا يزول إلا باليقين» لہٰذا جب تک پاک کپڑے کی ناپاکی کا اور ناپاک کپڑے کی پاکی کا یقین نہ ہوگا وہ اصلی حالت پر برقرار رہیں گے، البتہ اگر دھوبی جاری پانی میں یا اتنے بڑے حوض میں دھوئے جس کا رقبہ سو ہاتھ یا اس سے زیادہ ہو تو ناپاک کپڑا ابھی پاک ہو جائے گا۔ ضرورت کی بنا پر اگر دھوبی ''قلتین'' کے بقدر یعنی ۲۸۷ء۲۱۷ کلوگرام پانی میں کپڑے دھوئے تو بھی گنجائش ہے۔

ڈرائی کلین کا حکم:

﴿مسئلہ ۳﴾ اس کا حکم بھی دھوبی کی دھلائی کی طرح ہے۔ (أحسن الفتاویٰ : ٢/٨٣ ـ ٨٤)

فرش اور قالین پاک کرنے کا طریقہ:

﴿مسئلہ ۴﴾ فرش خشک ہو جانے سے پاک ہو جاتا ہے، قالین وغیرہ تین دفعہ دھونے سے پاک ہو جائے گا، اس طرح کہ ہر مرتبہ ٹپکنا بند ہو جائے، بشرطیکہ نچوڑنا مشکل ہو اور اگر نچوڑنا مشکل نہ ہو تو تین بار نچوڑنا بھی ضروری ہے۔

یہ تفصیل اس وقت ہے کہ جب کسی برتن یا چھوٹے حوض میں ڈال کر دھویا جائے، اگر اوپر سے پانی ڈالا جائے یا بہتے پانی

(۱) طبی جوہر ملحق اصلی بہشتی زیور

میں ڈالا جائے تو نہ تین مرتبہ دھونا شرط ہے اور نہ نچوڑنا، بلکہ یوں اندازہ لگایا جائے کہ اگر برتن میں پانی بھر کر اس میں ڈالا جاتا تو جتنے پانی میں کپڑا ڈوب جاتا اس سے تین گنا پانی بہا دینے سے کپڑا پاک ہو جائے گا۔ (أحسن الفتاویٰ: ۲/۹۲)

ٹونٹی سے پانی ڈالا جائے تو نچوڑنا ضروری نہیں:

﴿مسئلہ ۵﴾ جب پاکی حاصل کرنے کے لیے ٹونٹی سے پانی ڈالا جائے تو اس میں نچوڑنا اور تین دفعہ دھونا ضروری نہیں، بلکہ اس پر اتنا پانی بہا دینا کافی ہے جتنا تین دفعہ برتن میں دھونے پر خرچ ہوتا ہے۔ (أحسن الفتاویٰ: ۲/۹۷)

استنجا کا بیان

﴿مسئلہ ۱﴾ سوکر اٹھنے کے بعد جب تک گٹے تک ہاتھ نہ دھو لے اس وقت تک پانی میں ہاتھ نہ ڈالے، چاہے ہاتھ پاک ہو یا ناپاک۔ اگر پانی لوٹے وغیرہ کی طرح کسی چھوٹے برتن میں رکھا ہو، تو بائیں ہاتھ سے اٹھا کر دائیں ہاتھ پر ڈالے اور تین دفعہ دھوئے پھر برتن دائیں ہاتھ میں لے کر بایاں ہاتھ تین دفعہ دھوئے اور اگر پانی چھوٹے برتن میں نہ ہو بلکہ بڑے مٹکے وغیرہ میں ہو تو کسی پیالہ وغیرہ سے نکال لے مگر اس بات کا خیال رکھے کہ انگلیاں پانی میں نہ ڈوبیں۔ اگر پیالہ وغیرہ کچھ نہ ہو تو بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے چلّو بنا کر پانی نکالے اور جہاں تک ہو سکے پانی میں انگلیاں کم ڈالے اور پانی نکال کر پہلے دایاں ہاتھ دھوئے پھر جتنا چاہے دایاں ہاتھ ڈال دے اور پانی نکال کے بایاں ہاتھ دھوئے۔ ہاتھ دھونے کی یہ ترتیب اس وقت ہے کہ جب ہاتھ ناپاک نہ ہوں اور اگر ناپاک ہوں تو ہرگز مٹکے میں ہاتھ نہ ڈالے بلکہ کسی ایسی ترتیب سے پانی نکالے کہ پانی نجس نہ ہونے پائے، مثلاً: پاک رومال ڈال کر پانی نکالے، پانی کی دھار جو رومال سے بہے اس سے ہاتھ پاک کرلے یا اور جس طرح ممکن ہو، پاک کرلے۔

﴿مسئلہ ۲﴾ پیشاب، پاخانہ کے مقام سے نجاست نکلنے کے بعد استنجا کرنا سنت ہے۔

﴿مسئلہ ۳﴾ اگر نجاست بالکل ادھر ادھر نہ نکلے اور پانی سے استنجا نہ کرے بلکہ پاک پتھر یا ڈھیلے سے استنجا کرلے اور اتنا پونچھ ڈالے کہ نجاست جاتی رہے اور بدن صاف ہو جائے تو بھی جائز ہے لیکن یہ بات نظافت کے خلاف ہے۔

﴿مسئلہ ۴﴾ ڈھیلے سے استنجا کرنے کا کوئی خاص طریقہ نہیں، بس اتنا خیال رکھے کہ نجاست ادھر ادھر پھیلنے نہ پائے اور بدن خوب صاف ہو جائے۔

﴿مسئلہ ۵﴾ ڈھیلے سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے استنجا کرنا افضل ہے لیکن اگر نجاست ہتھیلی کے گہراؤ سے زیادہ پھیل جائے تو ایسے وقت میں پانی سے دھونا واجب ہے، دھوئے بغیر نماز نہیں ہوگی اور اگر نجاست پھیلی نہ ہو تو صرف ڈھیلے سے پاک کر کے بھی نماز درست ہے لیکن پانی سے پاکی حاصل کرنا اولیٰ ہے۔

﴿مسئلہ ۶﴾ پانی سے استنجا کرنے سے پہلے دونوں ہاتھ گٹوں تک دھوئے، پھر مخرج کو اتنا دھوئے کہ اطمینان ہو جائے کہ اچھی طرح صفائی ہوگئی ہے، البتہ اگر کوئی شخص ایسا وہمی ہو کہ بہت زیادہ پانی خرچ کرنے کے باوجود اس کا اطمینان نہیں ہوتا تو اس کے لیے یہ حکم ہے کہ تین دفعہ دھولے، اس سے زیادہ نہ دھوئے۔

﴿مسئلہ ۷﴾ اگر کہیں تنہائی کا موقع نہ ملے تو پانی سے استنجا کرنے کے لیے کسی مرد یا عورت کے سامنے اپنا بدن کھولنا درست نہیں، ایسے وقت میں پانی سے استنجا نہ کرے، بلکہ استنجا کیے بغیر نماز پڑھ لے، کیونکہ کسی کے سامنے بدن کھولنا بڑا گناہ ہے۔

﴿مسئلہ ۸﴾ ہڈی، گوبر، لید وغیرہ، کوئلہ، شیشہ، پکی اینٹ، کھانے کی چیز، کاغذ اور دائیں ہاتھ سے استنجا کرنا برا اور منع ہے، ایسا نہیں کرنا چاہیے لیکن اگر کوئی کرلے تو بدن پاک ہوجائے گا۔

﴿مسئلہ ۹﴾ پیشاب یا پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا منع ہے۔

﴿مسئلہ ۱۰﴾ چھوٹے بچے کو قبلہ رُخ بٹھا کر پیشاب یا پاخانہ کروانا بھی مکروہ اور منع ہے۔

﴿مسئلہ ۱۱﴾ استنجے کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا درست ہے اور وضو کے بچے ہوئے پانی سے استنجا بھی درست ہے، لیکن نہ کرنا بہتر ہے۔

﴿مسئلہ ۱۲﴾ جب قضائے حاجت کے لیے جائے تو بیت الخلاء کے دروازہ سے باہر ہی بسم اللہ کہے اور پھر یہ دعا پڑھے «اللّٰهم إني أعوذبك من الخبث والخبائث» اور بہتر یہ ہے کہ ننگے سر نہ جائے اور اگر کسی انگوٹھی وغیرہ پر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا نام ہو تو اس کو اندر داخل ہونے سے پہلے اتار دے۔ داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پیر رکھے اور اندر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لے۔ اگر چھینک آئے تو صرف دل ہی دل میں الحمد للہ کہے۔ زبان سے کچھ نہ کہے اور نہ بلاضرورت وہاں کوئی بات کرے۔ جب نکلے تو دایاں پیر پہلے نکالے اور دروازہ سے نکل کر یہ دعا پڑھے: «غفرانك . الحمدللّٰه الذي أذهب عني الأذىٰ وعافاني» اور استنجے کے بعد بائیں ہاتھ کو مل کر دھولے۔

قضائے حاجت کے وقت جن امور سے بچنا چاہیے:

بات کرنا، بلاضرورت کھانسنا، کسی آیت، حدیث یا کسی اور متبرک چیز کا پڑھنا، ایسی چیز جس پر اللہ تعالیٰ، نبی، کسی فرشتے کا نام، کوئی آیت، حدیث یا دعا لکھی ہوئی ہو، اپنے ساتھ رکھنا، البتہ اگر ایسی چیز جیب میں ہو یا تعویذ کپڑے وغیرہ میں لپٹا ہوا ہو تو کراہت نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۳﴾ بلاضرورت لیٹ کر یا کھڑے ہوکر پاخانہ یا پیشاب کرنا، تمام کپڑے اتار کر برہنہ ہوکر پاخانہ یا پیشاب کرنا، داہنے ہاتھ سے استنجا کرنا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۱۴﴾ قضائے حاجت کے وقت چاند یا سورج کی طرف چہرہ یا پیٹھ کرنا مکروہ ہے۔ نہر اور تالاب وغیرہ کے

کنارے پاخانہ یا پیشاب کرنا مکروہ ہے، اگر چہ اس میں نجاست نہ گرے، اسی طرح ایسے سایہ دار درخت کے نیچے جس کے سایہ میں لوگ بیٹھتے ہوں، پھل پھول والے درخت کے نیچے، ایسی جگہ جہاں لوگ سردی کے موسم میں دھوپ سینکنے کے لیے بیٹھتے ہوں، جانوروں کے درمیان، مسجد اور عید گاہ کے اس قدر قریب کہ جس کی بدبو سے نمازیوں کو تکلیف ہو، قبرستان میں، ایسی جگہ جہاں لوگ وضو یا غسل کرتے ہوں، راستے میں، ہوا کے رُخ پر، کسی بل یا سوراخ میں، راستے کے قریب جہاں قافلہ وغیرہ گزرتا ہو یا کسی مجمع کے قریب پیشاب یا پاخانہ کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ حاصل یہ کہ ہر ایسی جگہ جہاں لوگ اٹھتے بیٹھتے ہوں اور ان کو تکلیف ہو اور ایسی جگہ جہاں سے نجاست بہہ کر اپنی طرف آئے، قضائے حاجت کرنا مکروہ ہے۔

جن چیزوں سے استنجا درست نہیں:

﴿مسئلہ ۱۵﴾ ہڈی، کھانے کی چیزیں، لید اور تمام ناپاک چیزیں، وہ ڈھیلا یا پتھر جس سے ایک مرتبہ استنجا ہو چکا ہو، پختہ اینٹ، ٹھیکری، شیشہ، کوئلہ، چونا، لوہا، چاندی، سونا، وغیرہ اور ایسی چیزوں سے استنجا کرنا جو نجاست کو صاف نہ کریں، جیسے: سرکہ وغیرہ یا ایسی چیزیں جن کو جانور وغیرہ کھاتے ہوں، جیسے: بھوسہ اور گھاس وغیرہ، یا ایسی چیزیں جو قیمت والی ہوں، چاہے قیمت تھوڑی ہو یا بہت، جیسے: کپڑا، یعنی ایسا کپڑا جس کو اگر استنجا کے بعد دھویا جائے تو اس کی قیمت میں کمی آجائے، جیسے: ریشم وغیرہ کا کپڑا۔ اسی طرح عرق وغیرہ اور آدمی کے اجزا، جیسے: بال، ہڈی، گوشت وغیرہ، مسجد کی چٹائی یا کوڑا یا جھاڑو وغیرہ، درختوں کے پتے، کاغذ چاہے لکھا ہو یا سادہ، زمزم کا پانی، بغیر اجازت دوسرے کے مال سے، چاہے وہ پانی ہو یا کپڑا یا کوئی اور چیز، روئی اور تمام ایسی چیزیں جن سے انسان یا جانور نفع اٹھائیں، ایسی تمام چیزوں سے استنجا کرنا مکروہ ہے۔

جن چیزوں سے استنجا درست ہے:

﴿مسئلہ ۱۶﴾ پانی، مٹی کا ڈھیلہ، پتھر، بے قیمت کپڑا اور تمام وہ چیزیں جو پاک ہوں اور نجاست کو دور کر دیں، بشرطیکہ مال اور محترم نہ ہوں، ان سب سے استنجا درست ہے۔

[جاذِب کاغذ (ٹائلٹ پیپر) جو استنجا کے لیے ہی بنایا جاتا ہے اس سے استنجا جائز ہے۔]

اضافہ

جو استنجا نہ کر سکے:

﴿مسئلہ ۱﴾ جب تک کسی طرح بھی استنجا کرنے پر قدرت ہو، استنجا معاف نہیں، البتہ ایسا عاجز شخص جس کے دونوں

ہاتھ شل ہو گئے ہوں یا ایک ہاتھ شل ہو گیا ہو، مگر کوئی پانی ڈالنے والا نہیں اور جاری پانی بھی نہیں جس میں بیٹھ کر صحیح ہاتھ سے استنجا کر سکے، نیز عورت کا شوہر یا مرد کی بیوی بھی نہیں کہ استنجا کرائے تو اس صورت میں استنجا معاف ہے۔

(أحسن الفتاویٰ: ۲/۱۰۸)

کتاب الصلاۃ

نماز کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز کی بہت بڑی فضیلت ہے، کوئی عبادت اللہ تعالیٰ کے ہاں نماز سے زیادہ پیاری نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر پانچ وقت کی نمازیں فرض فرمائی ہیں، ان کے پڑھنے کا بڑا ثواب اور ان کا چھوڑنا بڑا گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ''جو اچھی طرح سے وضو کرے اور خوب دل لگا کر اچھی طرح نماز پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کے تمام صغیرہ گناہ بخش دے گا اور جنت عطا کر دے گا۔'' (جمع الفوائد: ۱/ ۵۳)

دین کا ستون:

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''نماز دین کا ستون ہے لہٰذا جس نے نماز کو اچھی طرح پڑھا اس نے دین کو ٹھیک رکھا اور جس نے اس ستون کو گرا دیا (یعنی نماز نہ پڑھی) اس نے دین کو برباد کر دیا۔''

روشن چہرہ:

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت میں سب سے پہلے نماز ہی کی پوچھ گچھ ہوگی اور نمازیوں کے ہاتھ، پاؤں اور چہرہ قیامت میں آفتاب کی طرح چمکتے ہوں گے اور بے نمازی اس دولت سے محروم رہیں گے۔''

نمازیوں کا مرتبہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نمازیوں کا حشر قیامت کے دن انبیاء اور اولیاء کے ساتھ ہوگا اور بے نمازیوں کا حشر فرعون، ہامان، قارون اور ان جیسے بڑے بڑے کافروں کے ساتھ ہوگا۔''

اس لیے نماز پڑھنا بہت ضروری ہے اور نہ پڑھنے سے دین اور دنیا دونوں کا بہت بڑا نقصان ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ بے نمازی کا حشر کافروں کے ساتھ ہوگا، بے نمازی کافروں کے برابر سمجھا گیا۔

نماز بے حیائی سے روکتی ہے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ ''بیشک نماز بے حیائی اور گناہ سے روک دیتی ہے۔'' مطلب یہ ہے کہ نماز باقاعدہ پڑھنے سے ایسی برکت ہوتی ہے کہ نمازی تمام گناہوں سے بچا رہتا ہے، اگرچہ اور بھی بعض عبادتیں ایسی ہیں جن سے یہ برکت حاصل ہوتی ہے، مگر نماز کو اس میں خاص دخل ہے اور نماز

اس حوالے سے اعلیٰ درجہ کی تاثیر رکھتی ہے، مگر شرط یہ ہے کہ نماز سنت کے مطابق عمدہ طریقے سے ادا کی جائے، نمازی کے دل میں اللہ پاک کی عظمت ہو، ظاہر اور باطن سکون و عاجزی سے بھرا ہو، ادھر ادھر نہ دیکھے، جس درجہ نماز کو کامل ادا کرے گا اسی درجہ کی برکت حاصل ہوگی، کوئی عبادت نماز سے زیادہ حق تعالیٰ کو محبوب نہیں ہے۔ مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ ایسی عبادت جو تمام گناہوں سے روک دے اور دوزخ سے نجات دلا دے اس کو نہایت اہتمام سے ادا کرے اور کبھی قضا نہ کرے۔

قبولیتِ نماز کی علامت:

حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے ایسی نماز پڑھی کہ نماز نے اس نمازی کو بے حیائی کے (کاموں) اور گناہ (کی باتوں) سے نہ روکا تو وہ شخص اس نماز کے سبب اللہ تعالیٰ سے دوری کے سوا اور کسی بات میں نہ بڑھا۔ یعنی اس کو نماز کے سبب قربِ خداوندی اور ثواب میسر نہ ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ سے دوری بڑھے گی اور یہ اس بات کی سزا ہے کہ اس نے ایسی پیاری عبادت کی قدر نہ کی اور اس کا حق ادا نہ کیا۔ پس معلوم ہوا کہ نماز قبول ہونے کی کسوٹی اور پہچان یہ ہے کہ نمازی نماز پڑھنے کے سبب گناہوں سے باز رہے اور اگر کبھی اتفاق سے کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کرلے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں: ''بے شک اس نمازی کی نماز مقبول نہیں ہوتی (اور اس کو ثواب نہیں ملتا اگرچہ بعض صورتوں میں فرض ذِمّے سے اتر جاتا ہے اور کچھ ثواب بھی مل جاتا ہے) جو نماز کی تابعداری نہ کرے اور نماز کی تابعداری (کی پہچان یا اس کا اثر) یہ ہے کہ نماز نمازی کو بے حیائی (کے کاموں) اور گناہ (کی باتوں) سے روک دے۔''

نماز چوری سے روک دے گی:

حدیث میں ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ فلاں شخص رات کو نماز پڑھتا ہے (یعنی شب بیدار اور عبادت گذار ہے) پھر جب صبح ہوتی ہے تو چوری کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بیشک عنقریب نماز اس کو اس کام سے روک دے گی جو آپ بتا رہے ہیں۔'' (یعنی چوری کرنا چھوڑ دے گا اور گناہ سے باز آجائے گا)

نماز کا دعا یا بددعا کرنا:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس وقت آدمی وضو کرتا ہے اور اچھی طرح وضو کرتا ہے (یعنی سنت کے مطابق اچھی طرح وضو کرتا ہے) پھر نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے اور اچھے طریقے سے نماز کا

رکوع کرتا ہے اور خوب اچھی طرح نماز کا سجدہ کرتا ہے اور صحیح طریقے سے نماز میں قرآن پڑھتا ہے (یعنی رکوع، سجدہ، قراءت اچھی طرح ادا کرتا ہے) تو نماز کہتی ہے: ''اللہ تعالیٰ تیری ایسی ہی حفاظت کرے جیسی تو نے میری حفاظت کی۔'' (یعنی میرا حق ادا کیا، مجھے ضائع نہیں کیا) پھر وہ نماز آسمان کی طرف اس حال میں اٹھائی جاتی ہے کہ اس میں چمک اور روشنی ہوتی ہے اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں (تاکہ اندر پہنچ جائے اور مقبول ہو جائے) اور اگر آدمی اچھی طرح وضو نہیں کرتا اور رکوع، سجدہ، قراءت اچھی طرح ادا نہیں کرتا تو وہ نماز کہتی ہے: ''خدا تجھے ضائع کرے جیسے تو نے مجھے ضائع کیا۔'' پھر وہ آسمان کی طرف اس حال میں اٹھائی جاتی ہے کہ اس پر اندھیرا ہوتا ہے اور آسمان کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں (تاکہ وہاں نہ پہنچے اور مقبول نہ ہو) پھر پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔'' (یعنی قبول نہیں ہوتی اور اس کا ثواب نہیں ملتا)

بڑا چور:

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چوروں میں بڑا چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرتا ہے۔'' عرض کیا گیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! کس طرح اپنی نماز چراتا ہے؟'' فرمایا: ''پوری طرح اس کا رکوع اور سجدہ ادا نہیں کرتا اور بخیلوں میں بڑا بخیل وہ شخص ہے جو سلام کرنے میں بخل کرے۔''

(رواہ الطبرانی فی الثلثۃ ورجالہ ثقات کذا فی مجمع الزوائد)

غرضیکہ نماز جیسی آسان اور بہترین عبادت کا حق ادا نہ کرنا بڑی چوری ہے، جس کا گناہ بھی بہت بڑا ہے۔ مسلمانوں کو غیرت کرنی چاہیے کہ نماز صحیح طریقہ سے ادا نہ کرنے کی وجہ سے ان کو ایسا برا خطاب دیا گیا۔

رکوع وسجدہ صحیح نہ کرنے والے کی نماز قبول نہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ اپنے حجرۂ مبارکہ سے باہر تشریف لائے تو ایک شخص کو مسجد میں دیکھا جو نماز میں رکوع وسجدہ اچھی طرح ادا نہیں کر رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص کی نماز قبول نہیں کی جاتی جو رکوع وسجدہ اچھی طرح ادا نہیں کرتا۔''

(رواہ الطبرانی فی الأوسط والصغیر وفیہ إبراھیم بن عباد الکرمانی ولم أجد من ذکرہ کذا فی الزوائد)

اللہ تعالیٰ صرف کامل چیزوں کو قبول کرتا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم میں سے کسی کی ملکیت میں یہ ستون

ہوتا تو وہ اس بات کو برا سمجھتا کہ اس ستون کو خراب کر دیا جائے۔ تو تم میں سے کوئی ایسا کام کیوں کرتا ہے جس سے اس کی نماز خراب ہو جاتی ہے۔ پس تم باقاعدہ پابندی کے ساتھ اچھی طرح سے نماز ادا کرو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ صرف کامل چیز کو قبول کرتا ہے۔'' (یعنی ناقص عبادتیں مقبول نہیں ہوتیں) (رواہ الطبرانی فی الأوسط بأسناد حسن)

افضل ترین عمل:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ایک شخص حضور سرورِ عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے پوچھا: ''ایمان کے بعد سب سے افضل عمل کون سا ہے؟'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نماز'' اس نے عرض کیا: ''اس کے بعد کونسا (عمل افضل ہے)؟'' فرمایا: ''نماز'' اس نے عرض کیا: ''پھر کون سا (عمل افضل ہے)؟'' فرمایا: ''نماز''۔ (یہ ارشاد) تین بار فرمایا۔

(اس قدر تاکید سے نماز کی فضیلت نماز کے عظیم الشان ہونے کی وجہ سے آپ نے بیان فرمائی تاکہ لوگ اس کا خوب اہتمام کریں اور اسے کسی حال میں نہ چھوڑیں) پھر جب اس نے بار بار پوچھا کہ اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے؟ (اور یہ سوال بظاہر چوتھی بار ہوگا) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے راستے میں جہاد'' (یعنی نماز کے بعد کافروں سے لڑنا، سب اعمال سے افضل ہے) اس آدمی نے عرض کیا: ''میرے والدین زندہ ہیں۔ ان کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تجھے والدین سے بھلائی کرنے کا حکم کرتا ہوں'' (یعنی ان سے نیکی کر اور ان کو تکلیف نہ پہنچا کہ ان کو تکلیف دینا حرام ہے۔ اس قدر حق والدین کا فرض اور ضروری ہے کہ جس کام میں ان کو تکلیف ہو وہ نہ کرے، بشرطیکہ وہ کوئی ایسا کام نہ ہو جس کا درجہ والدین کے حق ادا کرنے سے بڑا ہو اور نہ اس میں حق تعالیٰ کی نافرمانی ہو اور تکلیف سے مراد وہ تکلیف ہے جس کو شریعت نے تکلیف شمار کیا ہے اور اس سے زیادہ حق ادا کرنا مستحب ہے، ضروری نہیں۔ اس مسئلہ میں عام لوگ بڑی غلطی کرتے ہیں۔ اس کو تفصیل کے ساتھ رسالہ " إزالة الرين عن حقوق الوالدين " میں بیان کیا گیا ہے) اس نے عرض کیا کہ قسم اس ذات کی جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے، میں ضرور بر جہاد کروں گا اور بے شک ان دونوں (والد اور والدہ) کو چھوڑ جاؤں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو خوب جاننے والا ہے۔''

یعنی والدین کے ساتھ نیکی کرنے اور جہاد کرنے میں سے جس طرف تیری طبیعت راغب ہو اس کو کرو۔

ایک اشکال کا جواب:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جہاد کا درجہ والدین کے ساتھ حسن سلوک سے بڑھ کر ہے اور بعض حدیثوں میں فرض نماز

کے بعد حقوق والدین ادا کرنے کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے، اس کے بعد جہاد کا مرتبہ بیان کیا گیا ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہاں جہاد سے حقوقِ والدین کے افضل ہونے کے یہ معنی ہیں کہ حقوق والدین چونکہ بندوں کے حق ہیں جو بندوں کے معاف کیے بغیر معاف نہیں ہو سکتے، اس اعتبار سے ان کا مرتبہ جہاد سے بڑھ کر ہے کہ اگر کوئی فرض جہاد ادا نہ کرے اور اس کا وقت نکل جائے تو توبہ کر لینے سے یہ گناہ معاف ہو جائے گا مگر حقوق العباد فقط توبہ سے معاف نہیں ہوتے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جناب رسولِ مقبول ﷺ کی خدمت میں مختلف قسم کے سائل حاضر ہوتے تھے اور آپ ہر شخص کو اس کی حالت کے مطابق جواب دیتے تھے۔

(رواه أحمد وفيه ابن لهيعة على زنة فعيلة وهو ضعيف وقد حسن له الترمذي وبقية رجاله رجال الصحيح كذا في مجمع الزوائد)

گناہوں کو مٹادینے والی چیز:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک ہر نماز (نمازی کے) ان گناہوں کو جو اس نماز سے پہلے کیے ہیں مٹا دیتی ہے۔'' (رواه أحمد بإسناد حسن)

مطلب یہ ہے کہ ہر نماز پڑھنے سے وہ گناہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں جو اس نماز سے دوسری نماز پڑھنے تک ہوئے ہوں۔

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''ایک فرض نماز دوسری نماز کے ساتھ مل کر (ان گناہوں کو) مٹا دیتی ہے جو اس (نماز) سے پہلے ہوئے۔ (یعنی اس نماز سے پہلے جو گناہ صغیرہ ہوئے وہ معاف ہو گئے۔ اسی طرح دوسری نماز تک جتنے صغیرہ گناہ ہوئے وہ اس سے معاف ہو گئے) اور (نماز) جمعہ ان گناہوں کو مٹا دیتی ہے جو اس (جمعہ) سے پہلے ہوئے، یہاں تک کہ دوسرا جمعہ پڑھے (اور بعض حدیثوں میں اس سے تین دن آگے تک گناہ معاف ہو جانا آیا ہے، یعنی جمعہ کی نماز سے تین دن آگے کے صغیرہ گناہ معاف کیے جاتے ہیں) اور ماہِ رمضان کا روزہ ان گناہوں کو مٹا دیتا ہے جو اس رمضان سے پہلے ہوئے، یہاں تک کہ دوسرے رمضان کے روزے رکھے اور حج ان (گناہوں) کو مٹا دیتا ہے جو اس سے پہلے ہوئے، یہاں تک کہ دوسرا حج کرے، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی مسلمان عورت کو حج کرنا جائز نہیں، مگر خاوند یا ذی رحم محرم کے ہمراہ۔''

(رواه الطبراني في الكبير وفيه المفضل بن صدقة وهو متروك الحديث)

اگر کوئی کہے کہ جس شخص سے صغیرہ گناہ نہ ہوں، اس کو کیا فضیلت حاصل ہو گی؟ پھر یہ کہ جب نمازوں سے ادھر ادھر کے

سب گناہ معاف ہوگئے تو جمعہ وغیرہ سے کون سے گناہ معاف ہوں گے؟ اب تو کوئی صغیرہ گناہ رہا ہی نہیں جو معاف ہو، تو جواب یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں درجے بلند ہوں گے۔

پانچوں نمازوں کی مثال:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پنج وقتہ نمازوں کی مثال ایسی ہے جیسے میٹھے پانی کی نہر جو تم میں سے کسی کے دروازے پر جاری ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ بار نہائے، تو کیا اس پر کچھ میل باقی رہے گا؟''

(رواه الطبراني في الكبير وفيه عفير بن معدان وهو ضعيف جداً كذا في مجمع الزوائد)

سب سے پہلے حساب:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک قیامت کے دن سب سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے۔ اگر نماز درست ہوگی تو اس کے باقی تمام اعمال درست ہوں گے اور اگر نماز خراب ہوگی تو اس کے باقی سب اعمال بھی خراب ہوں گے۔ پھر حق تعالیٰ فرمائیں گے: ''اے فرشتو! دیکھو میرے بندے کے پاس کچھ نفل نمازیں بھی ہیں؟'' اگر کچھ نفل نمازیں ہوں گی تو اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے ان نفلوں کے ذریعے اس کے فرضوں کی کمی پوری کردی جائے گی۔ اسی طرح باقی فرائض کی کمی نوافل سے پوری کردی جائے گی، جیسے فرض روزہ کی کمی نفل روزہ سے پوری کی جائے گی۔'' (رواه ابن عساكر بسند حسن كذا في كنزالعمال: ج ٤)

یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ فرض کو نفل سے پورا کیا جائے گا، ورنہ قانون کا تقاضا یہ ہے کہ فرض کی تکمیل نفل سے نہ ہو بلکہ جب فرض پورا نہ ہو تو عذاب دیا جائے، مگر سبحان اللہ! رحمتِ خداوندی کا کیا ٹھکانہ ہے اور جس کے فرائض درست نہ ہوں گے اور نوافل بھی نہ ہوں گے تو اسے عذاب دیا جائے گا، البتہ اگر اللہ تعالیٰ رحم کردے تو یہ دوسری بات ہے۔

افضل ترین عبادت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے بندوں پر جو عبادتیں فرض کی ہیں ان میں سے سب سے افضل نماز ہے۔ جو شخص اسے بڑھا سکتا ہے وہ اسے خوب بڑھائے۔'' (کثرت سے نماز پڑھے تاکہ ثواب زیادہ ملے۔)

جنت میں داخلہ کی ذمہ داری:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس جبرئیل علیہ السلام

تشریف لائے، انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے محمد! بیشک میں نے تیری امت پر پانچ نمازیں فرض کردی ہیں۔ جس شخص نے ان کو مکمل وضو کے ساتھ اپنے اوقات کے اندر کامل رکوع وسجدہ کے ساتھ پورا پورا ادا کردیا تو اس کے لیے ان نمازوں کی وجہ سے میری یہ ذمہ داری ہے کہ اسے جنت میں داخل کروں اور جو میرے پاس اس حال میں آیا کہ اس نے ان نمازوں میں کوتاہی کی ہوگی، اس کے لیے میری کوئی ذمہ داری نہیں۔ اگر چاہوں تو اسے عذاب دوں اور چاہوں تو اس پر رحم کردوں۔'' (کنز العمال)

تحیۃ الوضو کی فضیلت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اچھی طرح وضو کیا اور پھر دو رکعت ایسی پڑھیں کہ ان میں اسے بھول اور سہو نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ گناہ معاف فرمادے گا۔''

(رواہ أحمد و أبو داوٗد، والحاکم عن زید بن خالد الجھنی کذا فی الکنز)

دو رکعت نماز اس اہتمام سے ادا کرنا کہ اس میں کوئی سہو نہ ہو ممکن ہے، بہت سہولت سے ادا ہوسکتی ہیں۔

مقصد یہ ہے کہ غفلت نہ ہو اس لیے کہ سہو اکثر غفلت کی وجہ سے ہوتا ہے۔

نور کا باعث:

فرمایا: ''نماز سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے، پس جو چاہے اپنے دل کو منور کردے۔'' (رواہ الدیلمی)

افضل ترین فرض:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے توحید اور نماز سے زیادہ کوئی افضل چیز فرض نہیں کی۔ اگر ان سے زیادہ کوئی چیز افضل ہوتی تو اللہ تعالیٰ فرشتوں پر فرض فرماتے۔ فرشتوں میں سے کوئی رکوع کر رہا ہے اور کوئی سجدے کی حالت میں (مشغول عبادت) ہے۔''

یعنی فرشتے چونکہ پاکیزہ اور اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے ہیں، ان میں عبادت ہی کا مادہ رکھا گیا ہے، اس لیے انہیں عبادت سے خاص لگاؤ ہے، تو اگر کوئی عبادت نماز سے افضل ہوتی تو ان پر فرض کی جاتی۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح نماز مجموعی ہیئت سے ہم پر فرض ہے، فرشتوں پر اس طرح مجموعی ہیئت سے فرض نہیں بلکہ اس کے مختلف اجزا مختلف فرشتوں پر فرض کیے گئے ہیں (بعض پر رکوع فرض ہے اور بعض پر سجدہ وغیرہ) تو ہماری کتنی خوش نصیبی ہے کہ اس عبادت کے وہ اجزا جو فرشتوں پر تقسیم کرکے فرض کیے گئے ہیں وہ سب مجموعی اعتبار سے ہمیں عطا

ہوئے ہیں، ہماری نماز میں قیام، رکوع، سجدہ، قعدہ سب کچھ ہے، اس لیے اس نعمت کی بہت قدر کرنی چاہیے۔

آخری نماز:

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نماز میں اپنی موت کو یاد کرو، جو بھی نماز میں موت کو یاد کرے گا وہ ضرور عمدہ طریقے سے نماز ادا کرے گا اور اس شخص کی طرح نماز پڑھو جو اپنی زندگی کی آخری نماز پڑھ رہا ہو اور ایسے کام سے بچو جس سے معذرت کرنی پڑے۔'' (رواہ الدیلمی عن أنس مرفوعا و حسنه الحافظ بن حجر)

افضل نماز:

فرمایا: ''افضل نماز وہ ہے جس میں قیام طویل ہو، یعنی جس میں قرآن زیادہ پڑھا جائے۔''

(رواہ الطحاوی و سعید بن منصور)

بغیر خشوع کے نماز:

فرمایا: ''اس شخص کی نماز (کامل) نہیں ہوتی جو نماز میں عاجزی اختیار نہیں کرتا۔'' (رواہ الدیلمی)

حدیث میں ((تخشع)) کا لفظ آیا ہے اس کا معنی عاجزی سے کیا گیا ہے۔ ((تخشع)) کا حقیقی معنی ''سکون'' ہے مگر چونکہ عاجزی کے بغیر سکون میسر نہیں آسکتا اس لیے ترجمہ عاجزی سے کیا گیا ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب آدمی میں عاجزی نہ ہوگی اور بے دھڑک ہو کر بے باکی سے اٹھے بیٹھے گا تو یہ نہیں ہوسکتا کہ ادھر ادھر نہ دیکھے، ہلے جلے نہیں، بلکہ وہ آزاد رہے گا اور جب عاجزی ہوگی تو پورے ادب کے ساتھ ادھر ادھر دیکھے بغیر پورے سکون سے نماز ادا کرے گا۔

آخری وصیت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا آخری ارشاد یہ تھا: ''نماز کا اہتمام کرو، باندیوں اور غلاموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔'' (کنز العمال)

یہ دونوں باتیں اتنی اہم تھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دنیا سے روانگی کے وقت بھی ان کا خاص طور سے ذکر فرمایا، اس لیے کہ لوگ نماز میں بھی کوتاہی کرتے ہیں، نیز باندیوں اور غلاموں کو تکلیف دینے اور انہیں حقیر سمجھنے کو معمولی بات خیال کرتے ہیں، مسلمانوں کو اس طرف توجہ دینی چاہیے۔

اللہ والوں کو نماز کا شوق:

رسول اللہ ﷺ کی نظر میں نماز کی اسی اہمیت کی وجہ سے اللہ کے نیک بندوں میں نماز کا خاص ذوق وشوق رہا ہے۔

حضرت منصور بن زاذان رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے کہ آفتاب نکلنے کے وقت سے عصر تک (سوائے وقتِ زوال) برابر نماز پڑھتے رہتے تھے، پھر عصر سے لیکر مغرب تک تسبیح پڑھتے تھے، پھر مغرب پڑھتے، ان کا حال یہ تھا کہ اگر ان سے کہا جاتا کہ ملک الموت دروازے پر کھڑے ہیں تو وہ اپنے عمل میں کچھ زیادتی نہ کرسکتے۔ یعنی پہلے سے ان کے تمام اوقات عبادت واطاعت میں مصروف تھے، ملک الموت کے خوف سے کسی عمل کے اضافے کا موقع ہی نہ تھا اور نہ ضرورت تھی۔

اسی طرح منصور بن المعتمر بڑے درجے کے تابعی ہیں، ان کے بارے میں لکھا ہے کہ چالیس سال تک ان کا حال یہ رہا کہ وہ دن کو روزہ رکھتے اور رات بھر عبادت کرتے اور تمام رات (عذاب کے خوف سے) روتے رہتے تھے۔ اگر کوئی ان کو نماز کی حالت میں دیکھتا تو یہ سمجھتا کہ ابھی یہ مرجائیں گے، یعنی خوف وخشیت کی ایسی کیفیت ان پر طاری رہتی تھی۔ جب صبح ہوتی تو سرمہ لگاتے، ہونٹوں کو تر کرتے اور سر میں تیل لگاتے، (تاکہ تروتازہ معلوم ہوں، رات کی بیداری کے آثار ظاہر نہ ہوں) ان کی ماں ان سے کہتی کہ یہ حالت کیوں بدلتے ہو تو وہ عرض کرتے: ''اس چیز کو میں خوب جانتا ہوں جو میرے نفس نے انجام دی ہے۔'' (اس کے دو مطلب ہوسکتے ہیں: ایک یہ کہ میرے نفس نے یہ خواہش کی کہ میری شہرت ہو، عبادت کا چرچا ہو، میری صورت سے عبادت کے آثار ظاہر ہوں اور لوگ بزرگ سمجھیں۔ دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ میرے نفس نے کوئی اچھی عبادت نہیں کی، لیکن میری صورت سے عبادت گزاری معلوم ہورہی ہے۔ اس سے لوگ دھوکہ میں پڑیں گے اور مجھے بزرگ سمجھیں گے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، اس لیے حالت بدلتا ہوں) روتے روتے ان کی بینائی کمزور ہوگئی تھی، ان کو امیر عراق نے ایک بار کوفہ کے عہدۂ قضا کی پیش کش کی تو انہوں نے انکار کردیا، جس پر انہیں بیڑیاں ڈال دی گئیں اور پھر بعد میں چھوڑ دیا گیا۔

سننِ مؤکدہ کی فضیلت:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے دن رات میں فرض نماز کے علاوہ بارہ رکعتیں پڑھیں، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک محل تیار کریں گے۔'' (رواہ فی الجامع الصغیر بسند صحیح) یہاں بارہ رکعتوں سے مراد سننِ مؤکدہ ہیں، جو یہ ہیں: دو فجر کی، چھ ظہر کی، دو مغرب کی اور دو عشا کے بعد کی۔

اوّابین کی فضیلت:

حدیث میں ہے: ''جس نے مغرب اور عشا کے درمیان چھ رکعتیں اس طرح پڑھیں کہ درمیان میں کوئی بری بات نہیں کی، اس کو بارہ سال کی نفل عبادت کے برابر ثواب دیا جائے گا۔'' (رواہ فی الجامع الصغیر بسند ضعیف)

جہنم سے نجات کا پروانہ:

حدیث میں ہے: ''جس شخص نے دو رکعت نماز ایسی تنہائی کی جگہ میں پڑھی جہاں اللہ تعالیٰ اور اعمال لکھنے والے فرشتوں کے سوا کوئی دیکھنے والا نہ ہو، اس کے لیے دوزخ سے نجات کا پروانہ لکھ دیا جائے گا۔''

(رواه الإمام السيوطي بسند ضعيف)

مطلب یہ ہے کہ اس کو گناہوں سے بچنے کی توفیق ہوگی جس کی برکت سے جہنم سے محفوظ رہے گا لیکن یہ برکت اس وقت حاصل ہوگی جبکہ مسلسل پڑھتا رہے۔

چاشت کی فضیلت:

ارشاد فرمایا: '' جو شخص چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھے، اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لیے سونے کا محل تیار فرماتے ہیں۔''

(الجامع الصغير)

ارشادِ نبوی ہے: ''جس نے چار رکعت چاشت کی نماز اور ظہر سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ کے علاوہ چار رکعت نفل نماز پڑھی، اس کے لیے جنت میں ایک مکان تیار کیا جائے گا۔'' (رواه الطبراني باسناد حسن)

جنت میں گھر:

ارشاد فرمایا: ''جو شخص مغرب اور عشا کے درمیان بیس رکعت نفل نماز پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک مکان بنائیں گے۔ (رواه الإمام السيوطي بإسناد ضعيف)

نمازِ عصر سے پہلے چار رکعت کی فضیلت:

حدیث میں ہے:

« من صلى قبل العصر أربعا ، حرمه الله على النار ».

(رواه الطبراني عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنه مرفوعا بإسناد حسن)

''جس نے عصر کی نماز سے پہلے چار رکعت نفل نماز پڑھی، اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کو حرام کر دے گا۔'' مطلب یہ ہے کہ عصر سے قبل نفل کی پابندی کرنے سے نیک عمل کرنے کی اور برائی سے بچنے کی توفیق ہوگی، جس کی برکت سے جہنم سے نجات ملے گی، مگر اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ نفل نماز اتنی ہو جسے پابندی سے نبھا سکے اگرچہ تھوڑی ہی ہو۔ ہاں کبھی کسی عذر کی بنا پر ناغہ ہو جائے تو وہ دوسری بات ہے۔

حضورِ اکرم ﷺ کی دعا:

حدیث میں ہے:

((رحم اللّٰہ امرءً صلی قبل العصر أربعاً))۔ (رواہ الإمام السیوطی باسناد صحیح)

''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعت (نفل) پڑھے۔''

تہجد کی فضیلت:

حدیث میں ہے: ''رات کی نماز یعنی تہجد کو اپنے اوپر لازم کرلو، اگرچہ ایک ہی رکعت ہو۔''

(رواہ الإمام السیوطی بسندصحیح)

مطلب یہ ہے کہ تہجد کی نماز ضرور پڑھ لیا کرو، اگرچہ مقدار میں کم ہی ہو کیونکہ اس کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ ''اگرچہ ایک رکعت ہو'' کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی شخص ایک رکعت پڑھ لے، کیونکہ ایک رکعت نماز پڑھنا درست نہیں ہے بلکہ کم از کم دو رکعت پڑھنا ضروری ہے۔

حدیث میں ہے: ''رات کے قیام یعنی تہجد کی نماز کو اپنے ذمہ لازم کرلو، کیونکہ وہ تم سے پہلے کے نیک لوگوں کا خاص طریقہ اور پہچان ہے، اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہونے اور گناہوں سے بچنے کا ذریعہ ہے، صغیرہ گناہوں کو مٹاتی اور جسمانی بیماریوں سے شفا ہے۔'' (رواہ السیوطی بسند صحیح)

ذرا غور کریں! اِس نماز کا کس قدر نفع اور ثواب ہے، گزشتہ گناہوں کی معافی، آئندہ گناہوں سے روکنے اور ساتھ ہی جسمانی بیماریوں سے شفا کا ذریعہ بھی ہے اور باطنی بیماریوں کی تو شفا ہے ہی، اس لیے کہ حدیث میں ہے: ''اللہ کا ذکر دلوں (کی بیماریوں) کے لیے شفا ہے'' اور نماز اعلیٰ درجہ کا ذکر ہے، اس میں کوئی دشواری بھی نہیں۔ تہجد کے وقت خاص طور پر دعا قبول ہوتی ہے، اس لیے تہجد کی نماز اہتمام سے پڑھنا چاہیے۔

نمازِ اشراق کی فضیلت:

جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''حق تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اے ابن آدم! تو دن کے شروع میں میری رضا کے لیے چار رکعت نفل پڑھ، میں دن کے آخر تک تیرے کاموں کی کفایت کروں گا۔'' (رواہ الترمذی وغیرہٗ)

یہ اشراق کی فضیلت ہے۔ اس کے پڑھنے کا طریقہ آگے کتاب میں موجود ہے۔ دیکھئے! ثواب کے علاوہ اللہ تعالیٰ دنیوی کاموں کو بھی پورا فرماتے ہیں اور دین ودنیا کی نعمتیں میسر آتی ہیں۔ لوگ مصیبت کے وقت ادھر ادھر مارے مارے پھرتے

ہیں۔مخلوق کی خوشامد کرتے ہیں۔کاش!وہ حق تعالیٰ کی طرف توجہ کریں اور اس کے بتائے ہوئے وظیفے اور نماز پڑھیں تو دنیا بھی سدھر جائے،آخرت میں بھی ثواب سے مالا مال ہوں اور مخلوق کی خوشامد کی ذلت سے بھی نجات ملے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہر قوم کا کوئی نہ کوئی پیشہ ہوتا ہے(جس سے وہ روزی حاصل کرتے ہیں) ہمارا پیشہ تقویٰ اور توکل ہے۔تقویٰ اور پرہیزگاری اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کو کہتے ہیں اور توکل کے معنی اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسہ کرنا ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ دینداری سے دنیا کی مصیبتیں اور مشکلیں بھی ختم ہو جاتی ہیں اور دارین کی سعادت بھی نصیب ہوتی ہے۔

نماز کا حکم:

[ہر عاقل،بالغ،مسلمان پر چاہے مرد ہو یا عورت،چاہے آزاد ہو یا غلام،پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں،نماز کا منکر کافر ہے اور اسے بلا عذر چھوڑنے والا فاسق ہے۔[1]] البتہ نابالغ بچوں اور مجنون پر نماز فرض نہیں،باقی سب مسلمانوں پر فرض ہے۔

اولاد کو نماز کی تعلیم دینا:

اولاد جب سات برس کی ہو جائے تو ماں باپ کو حکم ہے کہ اس کو نماز پڑھائیں اور جب دس برس کی ہو جائے تو مار کر نماز پڑھائیں۔

[شریعت کے تمام احکام کی تعلیم اسی عمر سے کرنی چاہیے،البتہ روزہ اس وقت رکھوایا جائے جب بچہ میں روزہ رکھنے کی قوت پیدا ہو جائے اور جو اعمال اس کی قوت سے باہر ہوں ان کی تاکید کی جائے۔[2]]

بلا عذر نماز چھوڑنے کا حکم:

کسی شرعی عذر کے بغیر نماز چھوڑ دینا کسی وقت بھی درست نہیں۔جس طرح ہو سکے نماز ضرور پڑھے،البتہ اگر کوئی نماز پڑھنا بھول گیا،بالکل یاد ہی نہ رہا جب وقت ختم ہو گیا تب یاد آیا کہ نماز نہیں پڑھی یا ایسا غافل سو گیا کہ آنکھ نہ کھلی اور نماز قضا ہو گئی تو ایسی صورت میں گناہ نہ ہوگا لیکن جب یاد آجائے یا آنکھ کھل جائے تو وضو کر کے فوراً قضا پڑھ لینا فرض ہے،البتہ اگر وہ وقت مکروہ ہو تو ذرا ٹھہر جائے تاکہ مکروہ وقت نکل جائے۔

اسی طرح اگر بے ہوشی کی وجہ سے کوئی نماز نہ پڑھ سکے تو اس میں بھی گناہ نہیں لیکن ہوش میں آنے کے بعد فوراً قضا پڑھنی چاہیے۔[بے ہوشی کی بعض صورتوں میں نماز معاف ہو جاتی ہے۔اس کا بیان نمازوں کی قضا کے باب میں آئے گا۔[3]]

(۱) رد المحتار اول کتاب الصلوۃ　(۲) از بہشتی زیور　(۳) از حاشیہ بہشتی زیور

اوقاتِ نماز

نمازِ فجر کا وقت:

﴿مسئلہ ۱﴾ رات کے آخری حصے میں صبح ہونے سے پہلے مشرق کی طرف سے آسمان کی لمبائی پر شرقاً غرباً کچھ سفیدی دکھائی دیتی ہے، اس کو فجر کاذب کہتے ہیں، یہ کچھ ہی دیر میں ختم ہو جاتی ہے۔ پھر تھوڑی دیر میں آسمان کے کنارے پر چوڑائی میں سفیدی معلوم ہوتی ہے اور آہستہ آہستہ شمالاً جنوباً بڑھتی جاتی ہے اور تھوڑی دیر میں بالکل اجالا ہو جاتا ہے، تو جب سے یہ چوڑی سفیدی دکھائی دے، تب سے فجر کی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور آفتاب نکلنے تک باقی رہتا ہے، جب آفتاب کا ذرا سا کنارہ نکل آتا ہے تو فجر کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

نمازِ ظہر کا وقت:

﴿مسئلہ ۲﴾ دوپہر ڈھل جانے سے ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور دوپہر ڈھل جانے کی نشانی یہ ہے کہ لمبی چیزوں کا سایہ مغرب سے شمال کی طرف سرکتا ہوا بالکل شمال کی سیدھ میں آکر مشرق کی طرف مڑنے لگے، بس سمجھو کہ دوپہر ڈھل گئی۔ مشرق کی طرف رُخ کر کے کھڑے ہونے سے بائیں ہاتھ کی طرف کا نام شمال ہے اور دوپہر ڈھلنے کی اس سے بھی ایک آسان پہچان یہ کہ سورج نکل کر جتنا اونچا ہوتا جاتا ہے ہر چیز کا سایہ گھٹتا جاتا ہے، پس جب گھٹنا بند ہو جائے اس وقت ٹھیک دوپہر کا وقت ہے، پھر جب سایہ بڑھنا شروع ہو جائے تو سمجھو کہ دن ڈھل گیا، بس اسی وقت سے ظہر کا وقت شروع ہوتا ہے اور جتنا سایہ ٹھیک دوپہر کو ہوتا ہے اس کو چھوڑ کر جب تک ہر چیز کا سایہ دوگنا نہ ہو جائے اس وقت تک ظہر کا وقت رہتا ہے، مثلاً: ایک ہاتھ لکڑی کا سایہ ٹھیک دوپہر کو چار انگل تھا تو جب تک دو ہاتھ اور چار انگل نہ ہو تب تک ظہر کا وقت باقی رہے گا۔

نمازِ عصر کا وقت:

﴿مسئلہ ۳﴾ جب سایہ دو ہاتھ اور چار انگل ہو گیا تو عصر کا وقت شروع ہو گیا۔ عصر کا وقت سورج ڈوبنے تک باقی رہتا ہے، لیکن جب سورج کا رنگ بدل جائے اور دھوپ زرد پڑ جائے تو اس وقت عصر کی نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اگر کسی وجہ سے اتنی دیر ہو گئی تو نماز پڑھ لے، قضا نہ کرے، لیکن پھر کبھی اتنی دیر نہ کرے اور اس دن کی عصر کے سوا کوئی اور نماز قضا یا نفل ایسے وقت میں پڑھنا درست نہیں۔

نمازِ مغرب کا وقت:

﴿مسئلہ۴﴾ سورج غروب ہونے کے بعد جب تک مغرب کی طرف آسمان کے کنارے پر سرخی باقی رہے، تب تک مغرب کا وقت رہتا ہے، لیکن مغرب کی نماز میں اتنی دیر نہ کرے کہ ستارے خوب چمک جائیں، اس لیے کہ اتنی دیر کرنا مکروہ ہے۔

نمازِ عشا کا وقت:

﴿مسئلہ۵﴾ پھر جب وہ سرخی ختم ہوجاتی ہے تو عشا کا وقت شروع ہوجاتا ہے اور صبح ہونے تک باقی رہتا ہے لیکن آدھی رات کے بعد عشا کا وقت مکروہ ہوجاتا ہے اور ثواب کم ملتا ہے اس لیے نماز پڑھنے میں اتنی دیر نہ کرے اور بہتر یہ ہے کہ تہائی رات سے پہلے ہی پڑھ لے۔

جمعہ کا وقت:

﴿مسئلہ۶﴾ جمعہ کی نماز کا وقت بھی وہی ہے جو ظہر کی نماز کا ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ ظہر کی نماز گرمیوں میں کچھ تاخیر کرکے پڑھنا بہتر ہے، چاہے گرمی کی شدت ہو یا نہ ہو اور سردی کے زمانہ میں جلدی پڑھنا مستحب ہے اور جمعہ کی نماز ہمیشہ اوّل وقت میں پڑھنا سنت ہے، جمہور کا یہی قول ہے۔

نمازِ عیدین کا وقت:

﴿مسئلہ۷﴾ عیدین کی نماز کا وقت آفتاب کے اچھی طرح نکل آنے کے بعد شروع ہوجاتا ہے اور زوال سے پہلے تک رہتا ہے۔ آفتاب کے اچھی طرح نکل آنے سے مراد یہ ہے کہ آفتاب کی زردی ختم ہوجائے اور روشنی ایسی تیز ہوجائے کہ اس پر نظر نہ ٹھہر سکے۔ عیدین کی نمازیں جلدی پڑھنا مستحب ہے، مگر عید الفطر کی نماز اوّل وقت سے کچھ دیر بعد پڑھنا چاہیے۔

نمازوں کے مستحب اوقات:

﴿مسئلہ۸﴾ مردوں کے لیے مستحب یہ ہے کہ فجر کی نماز ایسے وقت میں شروع کریں کہ روشنی خوب پھیل جائے اور اس قدر وقت باقی ہو کہ اگر اس طرح نماز پڑھی جائے کہ اس میں چالیس پچاس آیتوں کی تلاوت اچھی طرح کی جائے اور نماز کے بعد اگر کسی وجہ سے نماز کا اعادہ کرنا چاہیں تو اسی طرح چالیس پچاس آیتیں اس میں پڑھ سکیں۔

عورتوں کے لیے ہمیشہ اور مردوں کے لیے حالتِ حج میں مزدلفہ میں فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا مستحب ہے۔

﴿مسئلہ۹﴾ گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز میں جلدی نہ کرے، گرمی کی تیزی ختم ہوجائے تب پڑھنا مستحب ہے اور

سردیوں میں اوّل وقت میں پڑھنا مستحب ہے۔

مسئلہ ۱۰ عصر کی نماز اتنی دیر کرکے پڑھنا بہتر ہے کہ وقت داخل ہونے کے بعد اگر کچھ نفلیں پڑھنا چاہے تو پڑھ سکے، کیونکہ عصر کے بعد نفلیں پڑھنا درست نہیں، چاہے گرمی کا موسم ہو یا سردی کا، دونوں کا ایک حکم ہے لیکن اتنی دیر نہ کرے کہ سورج میں زردی آجائے اور دھوپ کا رنگ بدل جائے۔

مسئلہ ۱۱ مغرب کی نماز میں جلدی کرنا اور سورج غروب ہوتے ہی پڑھ لینا مستحب ہے۔

[**مسئلہ ۱۲** عشا کی نماز میں ایک تہائی رات تک تاخیر مستحب ہے، اس کے بعد آدھی رات تک تاخیر مباح ہے، آدھی رات کے بعد تک تاخیر مکروہِ تنزیہی ہے۔ [1]]

مسئلہ ۱۳ جس شخص کی عادت رات کے آخری حصہ میں تہجد کی نماز پڑھنے کی ہو اور اس کو بیدار ہوجانے کا غالب گمان ہو تو اس کے لیے وتر کی نماز تہجد کے بعد پڑھنا بہتر ہے اور اگر بیدار ہونے کا غالب گمان نہ ہو اور اندیشہ ہو کہ صبح تک آنکھ نہیں کھلے گی تو اس صورت میں عشا کی نماز کے بعد سونے سے پہلی ہی پڑھ لے۔

مسئلہ ۱۴ بادل کے دن فجر، ظہر اور مغرب کی نماز ذرا دیر کرکے پڑھنا بہتر ہے، عصر کی نماز میں جلدی کرنا مستحب ہے، اگرچہ عصر کی طرح عشا میں بھی بادل کے دن جلدی کرنا مستحب ہے مگر یہ حکم اس وقت ہے جب صحیح اوقات معلوم ہونا مشکل ہوں لیکن اگر گھڑی کے ذریعہ سے صحیح اوقات معلوم ہوسکتے ہوں تو پھر ہر نماز کو اس کے معمول کے وقت پر پڑھنا چاہیے۔

وہ اوقات جن میں نماز پڑھنا منع ہے:

مسئلہ ۱۵ سورج نکلتے وقت، عین زوال کے وقت اور سورج غروب ہونے کے وقت کوئی نماز صحیح نہیں، البتہ عصر کی نماز اگر کوئی پہلے نہ پڑھ سکا ہو تو وہ سورج غروب ہوتے وقت بھی پڑھ لے۔ ان تین اوقات میں سجدۂ تلاوت بھی مکروہ اور منع ہے، البتہ اگر اسی وقت آیتِ سجدہ پڑھی گئی ہو تو کراہتِ تنزیہیہ ہے۔

[نمازِ جنازہ کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر جنازہ پہلے سے تیار تھا تو مذکورہ تینوں اوقات میں اس پر نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے اور اگر جنازہ اسی وقت تیار ہوا ہے تو اسی وقت نماز پڑھ لی جائے، مؤخر نہ کی جائے اور اس میں کوئی کراہت نہیں۔ [2]]

مسئلہ ۱۶ فجر کی نماز پڑھ لینے کے بعد جب تک سورج نکل کر اونچا نہ ہوجائے [اونچائی کی حد ایک نیزہ ہے۔ یہ وہ وقت ہے جب سورج کی طرف دیکھنے سے آنکھیں چندھیانے لگیں۔ [3]] نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے، البتہ سورج نکلنے سے پہلے

---

(۱) ردالمحتار: ۳۶۸/۱ (۲) ردالمحتار: ۳۷۴/۱ (۳) از حاشیہ بہشتی زیور

قضا نماز پڑھنا اور سجدۂ تلاوت کرنا درست ہے۔ جب سورج طلوع ہو جائے تو جب تک کچھ روشنی نہ ہو جائے قضا نماز بھی درست نہیں۔ ایسے ہی عصر کی نماز پڑھ لینے کے بعد نفل نماز پڑھنا جائز نہیں، البتہ قضا اور سجدۂ تلاوت درست ہے لیکن جب دھوپ پھیکی پڑ جائے تو یہ بھی درست نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ فجر کے وقت سورج نکل آنے کے ڈر سے جلدی سے صرف فرض پڑھ لیے تو اب جب تک سورج اونچا اور روشن نہ ہو جائے تب تک سنت نہ پڑھے، جب سورج اچھی طرح روشن ہو جائے تب سنت وغیرہ جو نماز چاہے پڑھے۔

﴿مسئلہ ۱۸﴾ جب صبح ہو جائے اور فجر کا وقت آ جائے تو دو رکعت سنت اور دو رکعت فرض کے سوا اور کوئی نفل نماز پڑھنا درست نہیں، یعنی مکروہ ہے، البتہ قضا نمازیں پڑھنا اور سجدۂ تلاوت کرنا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۱۹﴾ اگر فجر کی نماز پڑھتے ہوئے سورج نکل آیا تو نماز نہیں ہوئی۔ سورج خوب روشن ہونے کے بعد قضا پڑھے اور اگر عصر کی نماز پڑھتے ہوئے سورج غروب ہو گیا تو نماز ہو گئی، قضا نہ پڑھے۔

﴿مسئلہ ۲۰﴾ عشا کی نماز پڑھنے سے پہلے سونا مکروہ ہے، نماز پڑھ کر سونا چاہیے، لیکن کوئی مریض ہو یا سفر سے بہت تھکا ہوا ہو اور کسی سے کہہ دے کہ مجھے نماز کے وقت جگا دینا اور وہ دوسرا وعدہ کر لے تو سو جانا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۲۱﴾ جب امام خطبے کے لیے اپنی جگہ سے اٹھ جائے، چاہے خطبہ جمعہ کا ہو یا عیدین کا یا حج وغیرہ کا تو اس وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اسی طرح خطبۂ نکاح اور ختم قرآن میں خطبہ شروع ہونے کے بعد نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۲۲﴾ جب فرض نماز کی تکبیر کہی جا رہی ہو تو اس وقت بھی نماز مکروہ ہے، البتہ اگر فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں اور ظن غالب یہ ہو کہ ایک رکعت جماعت کے ساتھ مل جائے گی یا بعض علماء کے قول کے مطابق تشہد ہی مل جانے کی امید ہو تو فجر کی سنتوں کا پڑھ لینا مکروہ نہیں، اسی طرح جو سنت مؤکدہ شروع کر دی ہو اس کو پورا کر لے۔

﴿مسئلہ ۲۳﴾ عیدین کی نماز سے پہلے نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے، چاہے گھر میں پڑھے یا عیدگاہ میں اور عیدین کی نماز کے بعد صرف عیدگاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے۔

اضافہ

نقشوں اور قبلہ نما کا استعمال:

﴿مسئلہ ۱﴾ اس زمانے میں عموماً اوقاتِ نماز کا تعین اوقاتِ نماز کے لیے بنائے گئے نقشوں سے ہوتا ہے اور ان نقشوں

کی بنیاد علمِ فلکیات کے حسابی قواعد پر ہوتی ہے، اس میں کوئی مضایقہ نہیں۔ وسائل اور ذرائع مقصود نہیں ہوتے، اصل مقصود عبادات ہیں۔ اسلام نے اوقات کی بنیاد آفتابی سایوں، طلوع وغروب، شفق اور ظاہری آثار پر رکھی ہے، اس لیے کہ یہ ایسے معیار ہیں جن کا سمجھنا ہر خاص وعام کے لیے آسان ہے۔ مگر ان کی حیثیت فقط علامات کی ہے، اگر کسی دوسرے ذریعہ سے غالب گمان ہو جائے کہ شریعت کا مطلوبہ وقت آپہنچا ہے تو اس پر عمل کر لینا کافی ہوگا، تقویم کی یہی حیثیت ہے اور جدید ترقی یافتہ فلکیات کم از کم اس بات کا ظن غالب پیدا کرنے کے لیے کافی ہے۔

اسی طرح سمتِ قبلہ کی تعیین کے لیے بھی مختلف ذرائع استعمال کیے جاتے ہیں، مثلاً: سایے اور ستارے وغیرہ، ان ذرائع سے بھی اندازہ کر کے قبلہ کا رُخ متعین کیا جاتا ہے، قبلہ نما سے بھی سمتِ قبلہ معلوم کی جاتی ہے، اگرچہ وہ بھی تقریبی ہوتی ہے مگر اس سے غالب گمان حاصل ہو جاتا ہے، لہٰذا سمتِ قبلہ کی تعیین کے لیے قبلہ نما کا استعمال درست ہے۔

(جدید فقہی مسائل: ٦٣)

مغرب پڑھ کر ہوائی جہاز میں سوار ہوا اور سورج دوبارہ نظر آنے لگا:

﴿مسئلہ ۲﴾ اگر کوئی شخص مغرب کی نماز پڑھ کر ہوائی جہاز میں سوار ہوا اور جہاز نے اتنی تیز پرواز کی کہ سورج دوبارہ نظر آنے لگا تو ایسے شخص پر مغرب کی نماز دوبارہ پڑھنا واجب نہیں، نیز ایسی صورت میں اگر روزہ دار نے روزہ افطار کر لیا تھا تو روزہ بھی صحیح ہو گیا، مگر قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ دوبارہ غروب تک کھانے پینے وغیرہ سے رکے رہنا واجب ہے۔

(أحسن الفتاوی: ٤/٦٩)

ہوائی جہاز میں دن بہت بڑا یا بہت چھوٹا ہو جائے تو نماز روزہ کا حکم:

﴿مسئلہ ۳﴾ جو شخص ہوائی جہاز کے ذریعہ مغرب کی جانب جا رہا ہو اور سورج غروب نہ ہو رہا ہو تو اس کے نماز، روزہ کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اگر یہ شخص چوبیس گھنٹے میں پانچ نمازیں ان کے اوقات میں ادا کر سکتا ہو تو ہر نماز اس کا وقت داخل ہونے پر ادا کرے اور اگر اس کا دن اتنا طویل ہو گیا کہ چوبیس گھنٹے میں پانچ نمازوں کا وقت نہیں آتا تو عام ایام میں اوقاتِ نماز کا اندازہ کر کے اس کے مطابق نماز پڑھے، یہی حکم روزہ کا ہے کہ اگر طلوعِ فجر سے لے کر چوبیس گھنٹے کے اندر غروب ہو جائے تو غروب کے بعد افطار کرے۔ جن ممالک میں مستقل طور پر ایام اتنے طویل ہوں کہ چوبیس گھنٹے میں صرف بقدرِ کفایت کھانے پینے کا وقت ملتا ہو ان میں غروب سے پہلے افطار کی اجازت نہیں تو عارضی طور پر شاذ و نادر ایک دن طویل ہو جانے سے بطریقِ اولیٰ اس کی اجازت نہ ہوگی، البتہ اگر چوبیس گھنٹے کے اندر غروب نہ ہو تو چوبیس گھنٹے پورے ہونے سے اتنا

وقت پہلے کہ اس میں بقدرِ ضرورت کھا پی سکتا ہو، افطار کر لے، اگر ابتدائے صبح صادق کے وقت بھی سفر میں تھا تو اس پر روزہ فرض نہیں، بعد میں قضا رکھے اور اگر اس وقت مسافر نہیں تھا تو روزہ رکھنا فرض ہے۔

جو شخص مشرق کی جانب جا رہا ہے، نماز کے اوقات اس پر گزرتے رہیں گے، ان اوقات میں وہ نماز ادا کرتا رہے اور روزہ غروب کے بعد افطار کرے۔ (أحسن الفتاوی: ٤/ ٧٠)

اذان واقامت کے احکام

اذان کی شرعی حیثیت:

[اذان اسلام کے شعائر (بڑی علامتوں) میں سے ہے، چنانچہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اگر کسی شہر والے اذان نہ دینے پر اتفاق کرلیں تو میں ان سے قتال کروں گا۔"(۱)]

﴿مسئلہ ۱﴾ پانچ وقت کی فرض نمازوں کے لیے ایک بار اذان کہنا مردوں پر سنت مؤکدہ ہے، چاہے مسافر ہوں یا مقیم، جماعت کی نماز ہو یا تنہا، ادا نماز ہو یا قضا اور نمازِ جمعہ کے لیے دو بار اذان کہنا سنت مؤکدہ ہے۔

﴿مسئلہ ۲﴾ فرض نمازوں کے علاوہ اور کسی نماز کے لیے اذان واقامت مسنون نہیں، چاہے فرض کفایہ ہو یا واجب یا نفل، جیسے نمازِ جنازہ، وتر، کسوف وخسوف اور تراویح وغیرہ۔

﴿مسئلہ ۳﴾ جو شخص اپنے گھر میں تنہا یا جماعت کے ساتھ نماز پڑھے اس کے لیے اذان واقامت دونوں مستحب ہیں، بشرطیکہ محلّہ کی مسجد یا گاؤں کی مسجد میں اذان واقامت ہوچکی ہو، اس لیے کہ محلّہ کی اذان واقامت تمام محلّہ والوں کے لیے کافی ہے۔

اذان کی شرائط:

﴿مسئلہ ۴﴾ اگر کسی ادا نماز کے لیے اذان کہی جائے تو اس کے لیے اس نماز کے وقت کا ہونا ضروری ہے، اگر وقت آنے سے پہلے اذان دی جائے گی تو صحیح نہیں ہوگی، وقت آنے کے بعد پھر اس کا اعادہ کرنا ہوگا، چاہے وہ اذان فجر کی ہو یا کسی اور نماز کی۔

﴿مسئلہ ۵﴾ اذان اور اقامت کا عربی زبان میں انہیں خاص الفاظ سے ہونا ضروری ہے جو نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں، اگر کسی اور زبان میں یا عربی زبان میں دوسرے الفاظ سے اذان کہی جائے تو صحیح نہ ہوگی، اگرچہ لوگ اس کو سن کر اذان سمجھ لیں اور اذان کا مقصود اس سے حاصل ہوجائے۔

اذان واقامت کا مسنون طریقہ:

﴿مسئلہ ۶﴾ اذان کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اذان دینے والا باوضو ہو کر کسی اونچے مقام یا مسجد سے علیحدہ قبلہ رو کھڑا ہو اور اپنے دونوں کانوں کے سوراخوں کو شہادت کی انگلی سے بند کرکے اپنی طاقت کے مطابق بلند آواز سے مندرجہ ذیل کلمات کہے:

(۱) بدائع، باب الاذان

« اَللّٰہُ اَکْبَر » چار بار، پھر « اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ » دو مرتبہ، پھر « اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰہ » دو بار، پھر « حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ » دو مرتبہ، پھر « حَیَّ عَلَی الْفَلَاحْ » دو مرتبہ، پھر « اَللّٰہ اَکْبَر » دو مرتبہ، پھر « لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ » ایک مرتبہ۔ « حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ » کہتے وقت اپنے چہرہ کو اس طرح دائیں طرف پھیر لیا کرے کہ سینہ اور قدم قبلہ کی جانب سے نہ پھرنے پائیں اور « حَیَّ عَلَی الْفَلَاح » کہتے وقت چہرہ کو اس طرح بائیں طرف پھیر لیا کرے کہ سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھرنے پائیں اور فجر کی اذان میں « حَیَّ عَلَی الْفَلَاح » کے بعد « اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم » بھی دو مرتبہ کہے۔ پس اذان کے کل الفاظ پندرہ ہوئے اور فجر کی اذان میں سترہ۔ اذان کے الفاظ کو گانے کے طور پر نہ ادا کرے اور نہ اس طرح کہ کچھ پست آواز سے اور کچھ بلند آواز سے۔ دو مرتبہ « اَللّٰہُ اَکْبَر » کہہ کر اتنی دیر خاموش رہے کہ سننے والا اس کا جواب دے سکے اور « اَللّٰہ اَکْبَرُ » کے سوا دوسرے الفاظ میں بھی ہر لفظ کے بعد اتنی دیر خاموش رہ کر دوسرا لفظ کہے۔

مسئلہ ۷ اقامت کا طریقہ بھی یہی ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ اذان مسجد سے باہر کہی جاتی ہے یعنی یہ بہتر ہے اور اقامت مسجد کے اندر، اذان بلند آواز سے کہی جاتی ہے اور اقامت پست آواز میں، اقامت میں « اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم » نہیں بلکہ اس کی بجائے پانچوں وقت میں « قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ » دو مرتبہ ہے۔ اقامت کہتے وقت کانوں کے سوراخ کا بند کرنا بھی نہیں، اس لیے کہ کان کے سوراخ آواز بلند ہونے کے لیے بند کیے جاتے ہیں اور وہ یہاں مقصود نہیں۔

اقامت میں حی علی الصلاۃ اور حی علی الفلاح کہتے وقت دائیں بائیں جانب چہرہ پھیرنا بھی ضروری نہیں، البتہ بعض فقہا نے اسے سنت لکھا ہے۔

قضا نماز کے لیے اذان و اقامت کا حکم:

مسئلہ ۸ اگر نماز کسی ایسے سبب سے قضا ہوئی جس میں عام لوگ مبتلا ہوں تو اس کی اذان اعلان کے ساتھ دی جائے اور اگر کسی خاص سبب سے قضا ہوئی ہو تو اذان پوشیدہ طور پر آہستہ کہی جائے تاکہ لوگوں کو اذان سن کر نماز قضا ہونے کا علم نہ ہو، اس لیے کہ نماز کا قضا ہو جانا غفلت اور سستی کی علامت ہے، دین کے کاموں میں غفلت اور سستی گناہ ہے، گناہ کا ظاہر کرنا اچھا نہیں اور اگر کئی نمازیں قضا ہوئی ہوں اور سب ایک ہی وقت پڑھی جائیں تو صرف پہلی نماز کی اذان دینا سنت ہے، باقی نمازوں کے لیے صرف اقامت، البتہ مستحب یہ ہے کہ ہر ایک کے لیے اذان بھی علیحدہ دی جائے۔

اذان و اقامت کا جواب:

مسئلہ ۹ جو شخص اذان سنے، مرد ہو یا عورت، پاکی کی حالت میں ہو یا جنابت کی حالت میں اس پر اذان کا جواب

دینا مستحب ہے اور بعض نے واجب بھی کہا ہے یعنی جو لفظ مؤذن کی زبان سے سنے، وہی کہے مگر «حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة» اور «حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ» کے جواب میں «لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰه» بھی کہے اور «الصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ» کے جواب میں «صَدَقْتَ وَ بَرَرْتَ» اور اذان کے بعد درود شریف پڑھ کر یہ دعا پڑھے:

«اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ، وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ، اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ، إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ».

تنبیہ:

[بعض لوگ دعا میں «والدرجة الرفيعة وارزقنا شفاعته يوم القيامة» اور دعا کے آخر میں «يا أرحم الراحمين» کے الفاظ بڑھاتے ہیں، حالانکہ یہ الفاظ کسی حدیث میں نہیں آئے، اس لیے مسنون نہیں۔[1]]

مسئلہ ۱۰ اقامت کا جواب دینا بھی مستحب ہے، واجب نہیں اور «قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوة» کے جواب میں «اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا» کہے۔

مسئلہ ۱۱ اگر کوئی شخص اذان کا جواب دینا بھول جائے یا قصداً نہ دے اور اذان ختم ہونے کے بعد خیال آئے یا جواب دینے کا ارادہ کرے تو اگر زیادہ دیر نہ ہوئی ہو تو جواب دے دے، ورنہ نہیں۔

جن صورتوں میں اذان کا جواب نہیں دینا چاہیے:

آٹھ صورتوں میں اذان کا جواب نہیں دینا چاہیے:

۱- نماز کی حالت میں۔

۲- خطبہ کی حالت میں، چاہے وہ خطبہ جمعہ کا ہو یا اور کسی چیز کا۔

۳، ۴- حیض و نفاس کی حالت میں۔

۵- علمِ دین پڑھنے پڑھانے کی حالت میں۔

۶- جماع کی حالت میں۔

۷- قضائے حاجت کے وقت۔

۸- کھانا کھانے کی حالت میں جواب دینا ضروری نہیں۔

(۱) راجع إعلاء السنن: ۱۲۷/۲ ـ ۱۲۸، باب اجابة الأذان والإقامة وباب الدعاء للنبي صلى الله عليه وسلم بعد الأذان والصلوة عليه.

البتہ ان چیزوں سے فرصت کے بعد اگر اذان ہوئے زیادہ دیر نہ ہوئی ہو تو جواب دینا چاہیے، ورنہ نہیں۔

اذان واقامت کی سنتیں اور مستحبات:

اذان اور اقامت کی سنتیں دو قسم پر ہیں، ان میں سے بعض مؤذن سے متعلق ہیں اور بعض اذان سے متعلق ہیں:

۱- مؤذن مرد ہونا چاہیے۔ عورت کی اذان واقامت مکروہِ تحریمی ہے، اگر عورت اذان کہے تو اس کا اعادہ کر لینا چاہیے، اقامت کا اعادہ نہیں، اس لیے کہ تکرارِ اقامت مشروع نہیں۔

۲- مؤذن کا عاقل ہونا۔ مجنون، نشئی اور ناسمجھ بچے کی اذان واقامت مکروہ ہے، ان کی اذان کا اعادہ کر لینا چاہیے، اقامت کا نہیں۔

۳- مؤذن کا مسائل ضروریہ اور نماز کے اوقات سے واقف ہونا۔ لہٰذا جاہل آدمی (جو نماز کے اوقات سے نہ خود واقف ہو اور نہ کسی واقف سے پوچھ کر) اذان دے تو اس کو مسائل اور اوقات کا علم رکھنے والے مؤذنوں کے برابر ثواب نہیں ملے گا۔

۴- مؤذن کا پرہیز گار، دیندار ہونا، لوگوں کے حالات سے خبردار رہنا، جو لوگ جماعت میں نہ آتے ہوں انہیں تنبیہ کرنا، بشرطیکہ یہ اندیشہ نہ ہو کہ کوئی اسے تکلیف پہنچائے گا۔

۵- مؤذن کا بلند آواز ہونا۔

۶- اذان مسجد سے علیحدہ کسی اونچے مقام پر کھڑے ہو کر کہنا اور اقامت کا مسجد کے اندر کہنا۔ اذان کا مسجد کے اندر کہنا مکروہِ تنزیہی ہے، البتہ جمعہ کی دوسری اذان کا مسجد کے اندر منبر کے سامنے کہنا مکروہ نہیں بلکہ تمام اسلامی شہروں میں معمول ہے۔

[اذان سے مقصود یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس کا علم ہو جائے کہ جماعت قائم ہونے والی ہے اور ظاہر ہے کہ مسجد کے اندر اذان دینے سے آواز اتنی دور نہیں جاتی جتنی مسجد سے باہر اونچی جگہ پر اذان دینے سے جاتی ہے، لیکن آج کل عام طور پر لاؤڈ اسپیکر پر اذان ہوتی ہے، جس سے یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے اس لیے لاؤڈ اسپیکر پر مسجد کے اندر اذان دینے میں بھی کوئی کراہت نہیں، البتہ مسجد کے اندر زیادہ اونچی آواز خلافِ ادب معلوم ہوتی ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ لاؤڈ اسپیکر مسجد سے باہر رکھا جائے اور اگر مسجد سے باہر بسہولت انتظام نہ ہو سکے تو مسجد کے اندر بھی کوئی مضایقہ نہیں۔[1]]

۷- اذان کھڑے ہو کر کہنا۔ اگر کوئی شخص بیٹھ کر اذان کہے تو یہ مکروہ ہے، اس کا اعادہ کرنا چاہیے، البتہ اگر مسافر سوار ہو یا مقیم صرف اپنی نماز کے لیے اذان کہے تو پھر اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۱) احسن الفتاویٰ: ۲/ ۲۹۴

۸- اذان کا بلند آواز سے کہنا۔ البتہ اگر صرف اپنی نماز کے لیے کہے تو اختیار ہے مگر پھر بھی زیادہ ثواب بلند آواز سے کہنے میں ہوگا۔

۹- اذان کہتے وقت کانوں کے سوراخوں میں انگلیاں ڈال لینا مستحب ہے۔

۱۰- اذان کے الفاظ کا ٹھہر ٹھہر کر اور اقامت کا جلد جلد ادا کرنا سنت ہے یعنی اذان کی تکبیروں میں ہر دو تکبیر کے بعد اتنا وقفہ کرے کہ سننے والا اس کا جواب دے سکے اور تکبیر کے علاوہ دیگر کلمات میں ہر ایک کلمہ کے بعد اس جتنا ٹھہر کر دوسرا کلمہ کہے۔ اگر کسی وجہ سے دو کلموں کے درمیان انتار کے بغیر اذان کہہ دے تو اس کا اعادہ مستحب ہے اور اگر اقامت کے الفاظ ٹھہر ٹھہر کر کہے تو اس کا اعادہ مستحب نہیں۔

۱۱- اذان میں «حَيَّ عَلَى الصَّلٰوۃ» کہتے وقت دائیں طرف چہرہ پھیرنا اور «حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ» کہتے وقت بائیں طرف چہرہ پھیرنا سنت ہے۔ چاہے وہ اذان نماز کی ہو یا کسی اور چیز کی، مگر سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھرنے پائیں۔

۱۲- اذان اور اقامت کا قبلہ رو ہو کر کہنا، بشرطیکہ سوار نہ ہو، قبلہ رُخ ہوئے بغیر اذان و اقامت کہنا مکروہِ تنزیہی ہے۔

۱۳- اذان کہتے وقت حدثِ اکبر سے پاک ہونا ضروری ہے اور حدثِ اصغر سے پاک ہونا مستحب ہے البتہ اقامت کہتے وقت دونوں حدثوں سے پاک ہونا ضروری ہے۔ اگر حدثِ اکبر کی حالت میں کوئی شخص اذان کہے تو مکروہِ تحریمی ہے اور اس اذان کا اعادہ مستحب ہے، اسی طرح اگر کوئی حدثِ اکبر یا اصغر کی حالت میں اقامت کہے تو مکروہِ تحریمی ہے مگر اقامت کا اعادہ مستحب نہیں۔

۱۴- اذان اور اقامت کے الفاظ کا ترتیب وار کہنا سنت ہے، اگر کوئی شخص بعد والا لفظ پہلے کہہ دے، مثلاً: «اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه» سے پہلے «اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه» کہہ جائے یا «حَيَّ عَلَى الصَّلٰوۃ» سے پہلے «حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ» کہہ جائے تو اس صورت میں صرف اسی لفظ کا اعادہ ضروری ہے جس کو اس نے پہلے کہہ دیا ہے۔ پہلی صورت میں «اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه» کہہ کر «اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه» دوبارہ کہے اور دوسری صورت میں «حَيَّ عَلَى الصَّلٰوۃ» کہہ کر «حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ» دوبارہ کہے، پوری اذان کا اعادہ ضروری نہیں۔

متفرق مسائل

مسئلہ ۱۲ اذان اور اقامت کی حالت میں کوئی دوسری بات نہ کرے، چاہے وہ سلام یا سلام کا جواب ہی کیوں نہ ہو، اگر کوئی شخص اذان و اقامت کے دوران زیادہ بات چیت کرے تو اذان کا اعادہ کرے، اقامت کا نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۳﴾ اگر کوئی شخص ایسے مقام پر ظہر کی نماز پڑھے جہاں نمازِ جمعہ کی شرائط پائی جاتی ہوں اور جمعہ ہوتا ہو، تو اس کے لیے اذان اور اقامت کہنا مکروہ ہے، چاہے وہ ظہر کی نماز کسی عذر سے پڑھتا ہو یا بغیر عذر کے اور چاہے نمازِ جمعہ کے ختم ہونے سے پہلے پڑھے یا ختم ہونے کے بعد پڑھے۔

﴿مسئلہ ۱۴﴾ اقامت کہنے کے بعد اگر زیادہ وقت گزر جائے اور جماعت قائم نہ ہو تو اقامت کا اعادہ کرنا چاہیے، البتہ اگر کچھ تھوڑی سی دیر ہو جائے تو اعادہ کی ضرورت نہیں، اگر اقامت ہو جائے اور امام نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں اور پڑھنے میں مشغول ہو جائے تو یہ زمانہ زیادہ فاصل نہ سمجھا جائے گا اور اقامت کا اعادہ نہیں کیا جائے گا اور اگر اقامت کے بعد نماز کے علاوہ کوئی دوسرا کام شروع کر دیا جائے، جیسے: کھانا پینا وغیرہ تو اس صورت میں اقامت کو دہرا لینا چاہیے۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ جمعہ کی پہلی اذان سن کر تمام کاموں کو چھوڑ کر جمعہ کی نماز کے لیے جامع مسجد جانا واجب ہے، خرید و فروخت یا کسی اور کام میں مشغول ہونا حرام ہے۔

﴿مسئلہ ۱۶﴾ مؤذن کو چاہیے کہ اقامت جس جگہ کہنا شروع کرے، وہیں ختم کر دے۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ اذان اور اقامت کے لیے نیت شرط نہیں، البتہ ثواب بغیر نیت کے نہیں ملتا اور نیت یہ ہے کہ دل میں یہ ارادہ کرے کہ میں یہ اذان محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ثواب کے لیے کہتا ہوں اور کچھ مقصود نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۸﴾ اگر مؤذن اذان دینے کی حالت میں مر جائے یا بے ہوش ہو جائے یا اس کی آواز بند ہو جائے، یا بھول جائے اور کوئی بتانے والا نہ ہو یا اس کا وضو ٹوٹ جائے اور وہ وضو کرنے کے لیے چلا جائے تو اس اذان کا نئے سرے سے اعادہ کرنا سنت مؤکدہ ہے۔

﴿مسئلہ ۱۹﴾ اذان یا اقامت کہتے ہوئے اگر کسی کا وضو ٹوٹ جائے تو بہتر یہ ہے کہ اذان یا اقامت پوری کر کے دوبارہ وضو کرنے کے لیے جائے۔

﴿مسئلہ ۲۰﴾ ایک مؤذن کا دو مسجدوں میں اذان دینا مکروہ ہے، جس مسجد میں فرض پڑھے، وہیں اذان بھی دے۔

﴿مسئلہ ۲۱﴾ جو شخص اذان دے اقامت بھی اسی کا حق ہے، البتہ اگر وہ اذان دے کر کہیں چلا جائے یا کسی دوسرے کو اجازت دے تو دوسرا بھی کہہ سکتا ہے۔

﴿مسئلہ ۲۲﴾ کئی مؤذنوں کا ایک ساتھ اذان کہنا جائز ہے۔ [اسے ''اذان الجوق'' کہتے ہیں۔ اس سے مقصود آواز کو دور تک پہنچانا ہوتا ہے مگر آج کل لاؤڈ اسپیکر کی وجہ سے اس کی ضرورت نہیں رہی۔]

اضافہ

نومولود بچے کے کان میں اذان واقامت:

جب بچہ پیدا ہو تو نہلانے کے بعد بچہ کو اپنے ہاتھوں پر اٹھائے اور قبلہ رُخ ہو کر بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہے۔ حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کہتے ہوئے دائیں بائیں چہرہ بھی پھیرے، البتہ دورانِ اذان کانوں میں انگلیاں ڈالنے کی ضرورت نہیں۔

اگر کبھی کسی وجہ سے نومولود کو جلدی نہ نہلایا جا سکے تو اذان میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے بلکہ بچے کو کپڑے سے صاف کر کے اذان کہی جا سکتی ہے۔ اگر غفلت یا لاعلمی کی بناء پر کچھ دن گزر گئے تو بھی خیال آتے ہی اذان کہی جائے۔[1]

ریل گاڑی میں اذان:

سفر چاہے شرعی ہو یا لغوی یعنی اڑتالیس میل سے کم ہو، اس میں اگر سفر کے سب ساتھی موجود ہوں تو اذان کہنا مستحب ہے اور اقامت سنتِ مؤکدہ ہے، سفر میں تنہا نماز پڑھنے کا بھی یہی حکم ہے۔ ریل کے ڈبہ میں چونکہ سب لوگ یکجا ہوتے ہیں، اس لیے اس میں چاہے باجماعت نماز ہو یا تنہا، دونوں صورتوں میں اذان مستحب اور اقامت سنتِ مؤکدہ ہے۔ چلتی ریل میں ایک ڈبہ کے مسافروں کا دوسرے ڈبہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اس لیے ہر ڈبہ میں اذان واقامت مستقل ہوگی۔

(أحسن الفتاویٰ : ۲/۲۹۲)

متعدد اذانوں میں سے کس کا جواب دے؟

اگر کئی مسجدوں سے اذان سنائی دے تو بہتر یہ ہے کہ سب اذانوں کا جواب دے اور اگر اس میں مشکل ہو تو پہلی اذان کا زیادہ حق ہے کہ اس کا جواب دے، چاہے یہ اذان محلہ کی مسجد میں ہو یا کسی دوسری مسجد میں۔

(أحسن الفتاویٰ : ۲/۲۹۲)

---

(۱) رد المحتار : ۱/۳۸۵ ـ ۳۸۷ مع تقریرات الرافعی : ۱/۴۵

نماز کی شرائط

نماز شروع کرنے سے پہلے کئی چیزیں واجب ہیں: اگر وضو نہ ہو تو وضو کرے، نہانے کی ضرورت ہو تو غسل کرے، بدن یا کپڑے پر کوئی نجاست لگی ہوئی ہو تو اس کو پاک کرے۔ جس جگہ نماز پڑھتا ہو وہ بھی پاک ہونی چاہیے۔[مرد کم از کم ناف سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک اپنا جسم ڈھانپے ورنہ نماز نہیں ہوگی] اور عورت چہرہ، دونوں ہتھیلیوں اور دونوں پیروں کے علاوہ سارے بدن کو خوب ڈھانک لے۔[1] قبلہ کی طرف منہ کرے۔ جو نماز پڑھنا چاہتا ہے اس کی نیت یعنی دل سے ارادہ کرے۔ وقت آجانے کے بعد نماز پڑھے۔ یہ سب چیزیں نماز کے لیے شرط ہیں، اگر ان میں سے ایک چیز بھی چھوٹ جائے گی تو نماز نہیں ہوگی۔

[ان شرائط کی ضروری تفصیل حسبِ ذیل ہے۔]

۱، ۲- بدن اور کپڑے کا پاک ہونا:

﴿مسئلہ ۱﴾ اگر کپڑے یا بدن پر کچھ نجاست لگی ہے لیکن پانی کہیں نہیں ملتا تو اسی طرح نجاست کے ساتھ نماز پڑھ لے۔

﴿مسئلہ ۲﴾ اگر پورا کپڑا ناپاک ہو یا پورا کپڑا تو ناپاک نہیں، لیکن پاک حصہ بہت کم ہے یعنی ایک چوتھائی سے بھی کم پاک ہے، باقی سب کا سب ناپاک ہے تو ایسے وقت میں یہ بھی درست ہے کہ اس کپڑے کو پہن کر نماز پڑھے اور یہ بھی درست ہے کہ کپڑا اتار دے اور ننگے بدن کے ساتھ نماز پڑھے، لیکن ننگا ہو کر نماز پڑھنے سے اسی ناپاک کپڑے کو پہن کر پڑھنا بہتر ہے اور اگر چوتھائی کپڑا یا چوتھائی سے زیادہ پاک ہو تو ننگا ہو کر نماز پڑھنا درست نہیں، اسی ناپاک کپڑے کو پہن کر پڑھنا واجب ہے۔

﴿مسئلہ ۳﴾ دورانِ سفر کسی کے پاس پانی اتنا تھوڑا ہے کہ اگر نجاست دھوتا ہے تو وضو کے لیے نہیں بچتا اور اگر وضو کرتا ہے تو نجاست زائل کرنے کے لیے نہیں بچتا، تو ایسی صورت میں اس پانی سے نجاست دھولے پھر طہارت حاصل کرنے کے لیے تیمم کر لے۔

﴿مسئلہ ۴﴾ اگر کوئی چادر اتنی بڑی ہو کہ اس کا ناپاک حصہ اوڑھ کر نماز پڑھنے والے کے اٹھنے بیٹھنے سے حرکت نہ کرے تو

---

(۱) ہتھیلی سے باطنِ کف اور ظاہرِ کف دونوں مراد ہیں، نہ کہ صرف باطنِ کف اور دلیل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ کنز الدقائق میں ہے: "إلا وجهها وكفها وقدميها" اور وقایہ میں ہے: "إلا الوجه والكف والقدم وأقره في شرح الوقاية" اور تنویر الابصار میں ہے: "خلا الوجه والكفين والقدمين"۔ (ضمیمہ ثانیہ بہشتی زیور: ص ۲۰۹)

کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اس چیز کا پاک ہونا ضروری ہے جس کو نماز پڑھنے والا اٹھائے ہوئے ہو بشرطیکہ وہ چیز خود اپنی قوت سے رکی ہوئی نہ ہو، مثلاً: نماز پڑھنے والا کسی بچے کو اٹھائے ہوئے ہو اور وہ بچہ خود اپنی طاقت سے رکا ہوا نہ ہو تو اس کا پاک ہونا نماز کی صحت کے لیے شرط ہے اور جب اس بچہ کا بدن اور کپڑا اتنا ناپاک ہو جو مانع نماز ہے تو اس صورت میں اس شخص کی نماز درست نہیں ہوگی اور اگر بچہ خود اپنی طاقت سے رکا ہوا بیٹھا ہو تو کوئی حرج نہیں، اس لیے کہ وہ اپنی قوت اور سہارے سے بیٹھا ہے، پس یہ نجاست اسی کی طرف منسوب ہوگی اور نماز پڑھنے والے سے اس کا کوئی تعلق نہیں سمجھا جائے گا۔ اسی طرح اگر نماز پڑھنے والے کے ساتھ کوئی ایسی ناپاک چیز ہو جو اپنی جائے پیدائش میں ہو اور اس سے باہر اس کا کوئی اثر موجود نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ مثلاً: اگر کوئی ایسا انڈا جس کی زردی خون بن گئی ہو اور وہ نماز پڑھنے والے کے پاس ہو تب بھی کوئی حرج نہیں، اس لیے کہ اس کا خون اسی جگہ ہے جہاں بنا ہے، بخلاف اس کے کہ اگر شیشی میں پیشاب بھرا ہوا ہو اور وہ نماز پڑھنے والے کے پاس ہو اگرچہ اس شیشی کا منہ بند ہو اس لیے کہ یہ پیشاب ایسی جگہ نہیں ہے جہاں پیشاب بنتا ہے۔

۳- جگہ کا پاک ہونا:

﴿مسئلہ ۵﴾ نماز پڑھنے کی جگہ نجاستِ حقیقیہ سے پاک ہونی چاہیے، البتہ اگر نجاست مقدار معاف کے برابر ہو تو کوئی حرج نہیں، نماز پڑھنے کی جگہ سے وہ مقام مراد ہے جہاں نماز پڑھنے والے کے پیر رہتے ہیں اور اسی طرح سجدہ کرنے کی حالت میں جہاں اس کے گھٹنے اور ہاتھ اور پیشانی اور ناک لگتی ہو۔

﴿مسئلہ ۶﴾ اگر صرف ایک پیر کی جگہ پاک ہو اور دوسرے پیر کو اٹھائے رہے تب بھی کافی ہے۔

﴿مسئلہ ۷﴾ اگر کسی کپڑے پر نماز پڑھی جائے تب بھی اس کا اسی قدر پاک ہونا ضروری ہے، پورے کپڑے کا پاک ہونا ضروری نہیں چاہے کپڑا چھوٹا ہو یا بڑا۔

﴿مسئلہ ۸﴾ اگر کسی ناپاک مقام پر کوئی پاک کپڑا بچھا کر نماز پڑھی جائے تو اس میں یہ بھی شرط ہے کہ وہ کپڑا اس قدر باریک نہ ہو کہ اس کے نیچے کی چیز صاف طور پر نظر آتی ہو۔

﴿مسئلہ ۹﴾ اگر نماز پڑھنے کی حالت میں کپڑا کسی خشک ناپاک مقام پر پڑتا ہو تو کوئی حرج نہیں۔

کھاد والی گھاس پر نماز پڑھنا:

کھاد والی گھاس پر نماز صحیح ہونے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ کھاد بالکل مٹی بن جائے اور اس کا علیحدہ وجود بالکل نظر نہ آئے، دوسری صورت یہ ہے کہ گھاس اتنی گھنی اور بڑی ہو کہ کھاد سے نمازی کا کوئی عضو نہ لگے، کھاد سے لگ کر ناپاک ہونے

والا پانی جو گھاس پر لگا ہوگا وہ پانی جب گھاس پر سے خشک ہو جائے گا تو گھاس پاک ہو جائے گی۔]

(أحسن الفتاویٰ: ۳/ ٤٤٠)

۴- ستر ڈھانکنا:

مسئلہ ۱۰ نماز کے دوران عورت کے لیے جسم کے جن حصوں کا چھپانا واجب ہے، جیسے پنڈلی، ران، بازو، سر، کان، بال، پیٹ، گردن، پیٹھ، چھاتی وغیرہ اگر ان میں سے کسی عضو کا چوتھائی (۴/۱) حصہ کھل جائے اور اتنی دیر کھلا رہے جتنی دیر میں تین بار " سبحان اللّٰہ " کہا جا سکے تو نماز ٹوٹ جائے گی، دوبارہ پڑھنا ضروری ہے اور اگر اتنی دیر نہیں لگی بلکہ کھلتے ہی چھپا لیا تو نماز ہوگئی۔[1] [یہ حکم صرف عورتوں کے لیے ہے اور مردوں کے لیے ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنے تک ڈھانکنا فرض ہے، لہٰذا اس میں سے کسی عضو کا چوتھائی حصہ کھل جائے اور تین بار سبحان ربی العظیم کہنے کے بقدر کھلا رہے تو نماز نہیں ہوگی۔]

[اگر نماز شروع کرتے وقت اتنا عضو کھلا ہوا تھا (جس کی مقدار مسئلہ مذکورہ میں بیان کر دی گئی ہے) تو نماز شروع ہی نہ ہوگی، اس کو ڈھک کر دوبارہ نماز شروع کرنی چاہیے۔[2]]

مسئلہ ۱۱ اگر کسی کے پاس بالکل کپڑا نہ ہو تو ننگا نماز پڑھے لیکن ایسی جگہ پڑھے کہ کوئی دیکھ نہ سکے اور کھڑے ہو کر نہ پڑھے، بلکہ بیٹھ کر پڑھے اور رکوع سجدہ کو اشارہ سے ادا کرے اور اگر کھڑے ہو کر پڑھے اور رکوع سجدہ ادا کرے تو بھی درست ہے، نماز ہو جائے گی لیکن بیٹھ کر پڑھنا بہتر ہے۔

مسئلہ ۱۲ اگر کپڑے کے استعمال سے رکاوٹ آدمیوں کی طرف سے ہو تو جب رکاوٹ ختم ہو جائے تو نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا، مثلاً: کوئی شخص جیل میں ہو اور جیل کے ملازمین نے اس کے کپڑے اتار لیے ہوں یا کسی دشمن نے اس کے کپڑے اتار لیے ہوں یا کوئی دشمن کہتا ہو کہ اگر کپڑے پہنے تو میں تجھے مار ڈالوں گا۔ اگر آدمیوں کی طرف سے نہ ہو تو نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں، مثلاً: کسی کے پاس کپڑے ہی نہ ہوں۔

مسئلہ ۱۳ اگر کسی کے پاس اتنا کپڑا ہو کہ اس سے صرف اپنے جسم کو چھپا سکتا ہے یا صرف اس کو بچھا کر نماز پڑھ سکتا ہے، دونوں کے لیے کافی نہیں اور کوئی پاک جگہ بھی میسر نہیں تو اس کو چاہیے کہ اپنے جسم کو چھپا لے اور نماز اسی ناپاک مقام پر پڑھ لے۔

---

(۱) عام طور پر کتب فقہ میں چوتھائی عضو ایک رکن کی بقدر کھل جانے پر فسادِ نماز کا حکم لگایا جاتا ہے، جس کی مقدار محقق قول کے مطابق رکوع یا سجود کی تین تسبیحات (سبحان ربی العظیم) کے برابر ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: منحۃ الخالق علی البحر الرائق: ۱/ ۲۷۲ باب شروط الصلوٰۃ، واحسن الفتاویٰ: ۳/ ۳۹۹)

(۲) تصحیح الاغلاط

﴿مسئلہ ۱۴﴾ عورت کے لیے ایسا باریک لباس جس سے جسم کی رنگت دکھائی دے، پہن کر یا ایسا باریک دوپٹہ جس سے بالوں کی سیاہی نظر آئے اوڑھ کر نماز پڑھنا درست نہیں (نماز نہیں ہوگی)۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ نابالغ لڑکی کا دوپٹہ سر سے سرک گیا اور سر کھل گیا تو نماز ہو جائے گی۔

۵- قبلہ رُخ ہونا:

﴿مسئلہ ۱۶﴾ اگر کوئی شخص ایسی جگہ ہے جہاں سمتِ قبلہ معلوم نہیں ہوتی اور نہ وہاں کوئی ایسا آدمی ہے جس سے پوچھ سکے تو اپنے دل میں سوچے، جس طرف غالب گمان ہو اس طرف رُخ کر کے پڑھ لے، اگر بغیر سوچے سمجھے پڑھ لے گا تو نماز نہیں ہوگی۔

لیکن سوچے بغیر پڑھنے کی صورت میں اگر بعد میں معلوم ہو جائے کہ ٹھیک قبلہ ہی کی طرف پڑھی ہے تو نماز ہو جائے گی اور اگر وہاں آدمی تو موجود ہے لیکن پوچھا نہیں، اسی طرح نماز پڑھ لی تو نماز نہیں ہوئی، ایسے وقت پوچھ کر نماز پڑھنی چاہیے۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ اگر قبلہ کی طرف رُخ کیے بغیر نماز پڑھ رہا تھا، پھر نماز ہی میں معلوم ہو گیا کہ قبلہ ادھر نہیں ہے بلکہ دوسری طرف ہے تو نماز ہی میں قبلہ کی طرف گھوم جائے، معلوم ہونے کے بعد اگر قبلہ کی طرف نہ پھرے گا تو نماز نہیں ہوگی۔[یعنی اگر اتنی دیر تک جس میں تین مرتبہ سبحان ربی العظیم کہا جا سکتا ہے، قبلہ کی طرف نہ پھرے گا تو نماز نہیں ہوگی۔]

﴿مسئلہ ۱۸﴾ اگر قبلہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں جماعت سے نماز پڑھی جائے تو امام اور مقتدی کو اپنے غالب گمان پر عمل کرنا چاہیے، لیکن اگر کسی مقتدی کا غالب گمان امام کے خلاف ہوگا تو اس کی نماز اس امام کے پیچھے نہیں ہوگی، اس لیے کہ وہ امام اس کے نزدیک غلطی پر ہے اور کسی کو غلطی پر سمجھ کر اس کی اقتدا جائز نہیں۔[لہٰذا ایسی صورت میں اس مقتدی کو تنہا نماز پڑھنی چاہیے، جس طرف اس کا غالب گمان ہو۔[1]]

﴿مسئلہ ۱۹﴾ اگر کوئی کعبہ شریف کے اندر نماز پڑھے تو یہ بھی جائز ہے اور اس کے اندر نماز پڑھنے والے کو اختیار ہے جدھر چاہے رُخ کر کے نماز پڑھے۔

﴿مسئلہ ۲۰﴾ کعبہ شریف کے اندر فرض نماز بھی درست ہے اور نفل بھی درست ہے۔

۶- وقت ہونا:

﴿مسئلہ ۲۱﴾ ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ جس وقت نماز پڑھی تھی وہ وقت ظہر کا نہیں تھا بلکہ عصر کا وقت ہو چکا

(۱) حاشیہ بہشتی زیور

تھا، تو اب قضا پڑھنا واجب نہیں، بلکہ وہی نماز جو پڑھی ہے قضا میں آ جائے گی اور یہ سمجھیں گے کہ گویا قضا پڑھی تھی۔

﴿مسئلہ ۲۲﴾ اگر کسی نے وقت آنے سے پہلے نماز پڑھ لی تو نماز نہیں ہوئی۔ [وقت آنے سے پہلے نماز بالکل نہ ہوگی چاہے جان بوجھ کر پڑھے یا غلطی سے۔[1]]

۷- نیت کرنا:

﴿مسئلہ ۲۳﴾ زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں بلکہ دل میں اتنا سوچ لے کہ میں آج کی فرض نمازِ ظہر پڑھتا ہوں اور اگر سنت پڑھ رہا ہو تو یہ سوچ لے کہ ظہر کی سنت پڑھتا ہوں، بس اتنا خیال کر کے اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے تو نماز ہو جائے گی۔ لمبی چوڑی نیت جو لوگوں میں مشہور ہے اس کا کہنا ضروری نہیں۔

بعض لوگ نیت میں اتنی دیر لگا دیتے ہیں کہ امام قراءت شروع کر دیتا ہے اور ان کی نیت ختم نہیں ہوتی، یہ درست نہیں۔

﴿مسئلہ ۲۴﴾ اگر زبان سے نیت کرنا چاہے تو اتنا کہہ دینا کافی ہوگا کہ ''میں آج ظہر کے فرض کی نیت کرتا ہوں۔'' نیت کے ان الفاظ کے بعد اللہ اکبر کہے اور اگر سنتوں کی نیت زبان سے کرنا چاہتا ہے تو اتنا کہہ دے کہ ''میں نیت کرتا ہوں ظہر کی سنتوں کی،'' پھر اللہ اکبر کہے اور: ''چار رکعت نماز وقتِ ظہر، منہ میرا طرف کعبہ شریف کے،'' یہ سب کہنا ضروری نہیں۔

﴿مسئلہ ۲۵﴾ اگر دل میں تو یہ خیال ہے کہ میں ظہر کی نماز پڑھتا ہوں لیکن ظہر کی جگہ زبان سے عصر کا لفظ نکل گیا تو بھی نماز ہو جائے گی۔

﴿مسئلہ ۲۶﴾ اگر بھولے سے چار رکعت کی جگہ چھ یا تین رکعت زبان سے نکل جائے تو بھی نماز ہو جائے گی۔

﴿مسئلہ ۲۷﴾ سنت، نفل اور تراویح کی نماز میں صرف اتنی نیت کر لینا کافی ہے کہ میں نماز پڑھتا ہوں، سنت ہونے اور نفل ہونے کی کوئی نیت نہیں کی تو بھی درست ہے، مگر سنت تراویح کی نیت کر لینا زیادہ احتیاط کی بات ہے۔

امام اور مقتدی کی نیت کے مسائل:

﴿مسئلہ ۲۸﴾ امام کے لیے صرف اپنی نماز کی نیت کرنا شرط ہے، امامت کی نیت کرنا شرط نہیں، البتہ اگر کوئی عورت اس کے پیچھے نماز پڑھنے کے ارادے سے مردوں کے برابر کھڑی ہو اور یہ نمازِ جنازہ یا جمعہ یا عیدین کی نہ ہو تو اس کی اقتدا صحیح ہونے کے لیے اس کی امامت کی نیت کرنا شرط ہے اور اگر مردوں کے برابر نہ کھڑی ہو یا یہ نمازِ جنازہ یا جمعہ یا عیدین کی ہو تو پھر شرط نہیں۔

---

(۱) تصحیح الاغلاط از حاشیہ بہشتی زیور

﴿مسئلہ ۲۹﴾ مقتدی کے لیے اپنے امام کی اقتدا کی نیت کرنا بھی شرط ہے۔

﴿مسئلہ ۳۰﴾ مقتدی کے لیے امام کی تعیین شرط نہیں کہ وہ زید ہے یا عمر، بلکہ صرف اتنی نیت کافی ہے کہ میں اس امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں، البتہ اگر نام لے کر تعیین کرلے گا اور پھر اس کے خلاف ظاہر ہوگا تو اس کی نماز نہ ہوگی، مثلاً: کسی شخص نے یہ نیت کی کہ میں زید کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں، حالانکہ جسکے پیچھے نماز پڑھتا ہے وہ خالد ہے تو اس کی نماز نہ ہوگی۔

قضا نمازوں کی نیت:

﴿مسئلہ ۳۱﴾ اگر کئی نمازیں قضا ہوگئیں، پھر قضا پڑھنے کا ارادہ کیا تو وقت مقرر کرکے نیت کرے، مثلاً: اس طرح کہ میں فجر کے فرض پڑھتا ہوں یا ظہر کے فرض پڑھتا ہوں۔ اسی طرح جس وقت کی قضا پڑھنا ہو خاص اسی کی نیت کرنا چاہیے، اگر صرف اتنی نیت کرلی کہ میں قضا نماز پڑھتا ہوں اور خاص اس وقت کی نیت نہیں کی تو قضا صحیح نہ ہوگی، پھر سے پڑھنی پڑے گی۔

﴿مسئلہ ۳۲﴾ اگر کئی دن کی نمازیں قضا ہوگئیں تو دن بھی مقرر کرکے نیت کرنا چاہیے، جیسے کسی کی ہفتہ، اتوار، پیر اور منگل چار دن کی نمازیں قضا ہوگئیں تو اب صرف اتنی نیت کرنا کہ میں فجر کی نماز پڑھتا ہوں، درست نہیں بلکہ اس طرح نیت کرے کہ ہفتہ کی فجر کی قضا پڑھتا ہوں، پھر ظہر پڑھتے وقت کہے: ہفتہ کی ظہر کی قضا پڑھتا ہوں، اسی طرح کہتا جائے، پھر جب ہفتہ کی سب نمازیں قضا کر چکے تو کہے کہ اتوار کی فجر کی قضا پڑھتا ہوں، اسی طرح سب نمازوں کی قضا پڑھے۔ اگر کئی مہینے یا کئی سال کی نمازیں قضا ہوں تو مہینے اور سال کا بھی نام لے اور کہے کہ فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کی فجر کی قضا پڑھتا ہوں۔ اس طرح نیت کیے بغیر قضا صحیح نہیں ہوتی۔

[اصل مسئلہ تو یہی ہے لیکن اگر کسی نے دن و تاریخ کی تعیین کے بغیر قضا نمازیں پڑھ لیں تو اس کا یہ حکم ہے کہ اگر اعادہ آسان ہو تو دہرائے اور اگر دشوار ہو تو وہی نمازیں کافی ہوں گی۔ [1]]

﴿مسئلہ ۳۳﴾ اگر کسی کو دن، تاریخ، مہینہ، سال کچھ یاد نہ ہوں تو یوں نیت کرے کہ فجر کی جتنی نمازیں میرے ذمے قضا ہیں ان میں جو سب سے پہلی ہے اس کی قضا پڑھتا ہوں یا ظہر کی جتنی نمازیں میرے ذمے قضا ہیں ان میں سے سب سے پہلی کی قضا پڑھتا ہوں، اسی طرح نیت کرکے قضا پڑھتا رہے، جب دل گواہی دے دے کہ فوت شدہ نمازوں کی قضا ہوگئی تو قضا پڑھنا چھوڑ دے۔

---

(۱) تصحیح الاغلاط از حاشیہ بہشتی زیور

نمازِ جنازہ کی نیت:

مسئلہ ۳۴ جنازے کی نماز میں یہ نیت کرنا چاہیے کہ میں یہ نماز اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس میت کے واسطے دعا کے لیے پڑھتا ہوں اور اگر مقتدی کو یہ معلوم نہ ہو کہ یہ میت مرد ہے یا عورت تو اس کے لیے یہ نیت کر لینا کافی ہے کہ میرا امام جس کی نماز پڑھتا ہے اسی کی میں بھی پڑھتا ہوں۔

نماز کی کیفیت کا بیان

نماز پڑھنے کا طریقہ:

﴿مسئلہ ۱﴾ نماز کی نیت کر کے اللہ اکبر کہے اور اللہ اکبر کہتے وقت اپنے دونوں ہاتھ اس طرح کانوں تک اٹھائے کہ انگوٹھے کانوں کی لو کے مقابل ہو جائیں اور انگلیاں کھلی رہیں، پھر ناف کے نیچے اس طرح ہاتھ باندھ لے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رہے اور دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنا کر بائیں ہاتھ کے گٹے کو پکڑ لے اور باقی تین انگلیاں کلائی پر بچھی رہیں، تکبیر کے بعد یہ پڑھے:

((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالٰى جَدُّكَ، وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ)).

پھر ((اعوذ باللّٰہ)) اور ((بسم اللّٰہ)) پڑھ کر ((الحمدللّٰہ)) پڑھے اور ((و لا الضآلین)) کے بعد ((آمین)) کہے، پھر آہستہ ((بسم اللّٰہ)) پڑھ کر کوئی سورت پڑھے۔ پھر ((اللّٰہ اکبر)) کہہ کر رکوع میں جائے، رکوع میں اپنے گھٹنے پکڑ لے، انگلیاں کھلی رکھے، بازو پہلوؤں سے الگ رکھے، سر اور کمر بالکل برابر رکھے، بازوؤں میں خم نہ ہو، پنڈلیاں سیدھی رہیں اور تین، پانچ یا سات مرتبہ ((سبحان ربی العظیم)) کہے، پھر ((سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه)) کہتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جائے، پھر ((رَبَّنَا لَكَ الْحَمْد)) پڑھے پھر ((اللّٰہ اکبر)) کہتا ہوا سجدہ میں جائے، سجدہ میں جاتے وقت کمر بالکل سیدھی رکھے، گھٹنے زمین پر رکھنے سے پہلے کمر میں خم نہ آنے پائے، پھر زمین پر پہلے گھٹنے رکھے، پھر کانوں کے برابر ہاتھ رکھے اور انگلیاں خوب ملالے، پھر دونوں ہاتھوں کے درمیان پیشانی رکھے، سجدے کے وقت پیشانی اور ناک دونوں زمین پر رکھ دے، ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف رکھے اور پاؤں کھڑے رکھے اور خوب کھل کر سجدہ کرے تاکہ پیٹ رانوں سے اور بازو پہلوؤں سے جدا رہیں، دونوں بازو زمین سے اوپر رکھے۔ سجدہ میں کم سے کم تین دفعہ ((سبحان ربی الاعلیٰ)) کہے، پھر ''اللّٰہ اکبر'' کہہ کر سیدھا بیٹھ جائے، پھر اسی طرح دوسرا سجدہ کرے، پھر تکبیر کہتا ہوا پنجوں کے بل سیدھا کھڑا ہو جائے، زمین پر ہاتھ ٹیک کر نہ اٹھے، پھر ((بسم اللّٰہ ، الحمدللّٰہ)) اور سورۃ پڑھ کر دوسری رکعت پہلی رکعت کی طرح پوری کرے۔ دوسرے سجدے کے بعد اپنا دایاں پیر کھڑا رکھے اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جائے، دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ لے اور انگلیاں اپنے حال پر رہنے دے۔ پھر یہ تشہد پڑھے:

((اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، اَلسَّلَامُ

عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ . أَشْهَدُ اَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ».

اور جب « أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ » پر پہنچے تو درمیانی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنا کر « لا إله » کہتے وقت شہادت کی انگلی اٹھائے اور « إلا الله » کہتے وقت جھکا دے مگر حلقہ کو آخر نماز تک باقی رکھے۔ اگر چار رکعت پڑھنا ہو تو اس سے زیادہ اور کچھ نہ پڑھے بلکہ فوراً « الله أكبر » کہہ کر اٹھ کھڑا ہو اور دو رکعتیں اور پڑھ لے۔ فرض نمازوں میں آخری دو رکعتوں میں «الحمد للّٰہ » کے ساتھ اور کوئی سورت نہ ملائے، جب چوتھی رکعت پر بیٹھے تو پھر ''التحیات'' پڑھ کر یہ درود شریف پڑھے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ٥

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ٥

پھر یہ دعا پڑھے:

﴿ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾

یا یہ دعا پڑھے:

« اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْأَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ ».

یا کوئی اور دعا پڑھے جو قرآن مجید یا حدیث میں آئی ہو، پھر دائیں طرف سلام پھیر کر «اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ » کہے، پھر یہی الفاظ کہہ کر بائیں طرف سلام پھیرے، سلام کرتے وقت فرشتوں پر سلام کرنے کی نیت کرے۔ [اگر مقتدی ہے تو دائیں بائیں دوسرے نمازیوں اور امام کی بھی نیت کرے اور امام دونوں طرف مقتدیوں اور ملائکہ پر سلام کی نیت کرے۔]

یہ نماز پڑھنے کا تفصیلی طریقہ ہے، اس میں کچھ چیزیں فرض ہیں، ان میں سے اگر ایک بھی چھوٹ جائے تو نماز نہیں ہوتی، چاہے قصداً چھوڑا ہو یا بھول کر، دونوں کا ایک حکم ہے اور بعض چیزیں واجب ہیں جن میں سے اگر کوئی چیز قصداً چھوڑ دے تو نماز ناقص ہو جاتی ہے اور دوبارہ پڑھنی پڑتی ہے، اگر کوئی دوبارہ نہ پڑھے تو بھی فرض ادا ہو جاتا ہے لیکن اس طرح ناقص نماز پڑھنے سے سخت گناہ ہوتا ہے۔ اگر بھولے سے کوئی واجب چھوٹ جائے تو سجدہ سہو کر لینے سے نماز مکمل ہو جاتی ہے۔ نماز میں

بعض چیزیں سنت ہیں، کبھی کبھار چھوٹ جائیں تو ثواب میں کمی آتی ہے، ان کو چھوڑنے کی عادت ڈالنے سے گناہ ہوتا ہے۔

بعض چیزیں مستحب ہیں جن کے کرنے سے مزید ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے سے گناہ نہیں ہوتا۔

نماز کے فرائض:

مسئلہ ٢: نماز میں چھ چیزیں فرض ہیں:

١۔ نیت باندھتے وقت ''اللہ اکبر'' کہنا

٢۔ تین مرتبہ ''سبحان ربی الاعلیٰ'' کہنے کے برابر کھڑا رہنا

٣۔ قرآن مجید میں سے کوئی سورت یا آیت پڑھنا

٤۔ رکوع کرنا

٥۔ دونوں سجدے کرنا

٦۔ نماز کے اخیر میں ''التحیات'' پڑھنے کے بقدر بیٹھنا

نماز کے واجبات:

مسئلہ ٣: نماز میں چودہ چیزیں واجب ہیں:

١۔ سورۂ فاتحہ پڑھنا

٢۔ فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت ملانا

٣۔ فرائض کی ترتیب برقرار رکھنا، یعنی پہلے قیام، پھر رکوع، پھر سجدہ کرنا

٤۔ سورۂ فاتحہ کو دوسری سورت سے پہلے پڑھنا

٥۔ دو رکعت پر بیٹھنا

٦۔ دونوں قعدوں میں التحیات پڑھنا

٧۔ وتر کی نماز میں دعاءِ قنوت پڑھنا

٨۔ ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' کہہ کر نماز ختم کرنا

٩۔ فرض کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ سورۃ یا آیت پڑھنا

١٠۔ کسی بھی فرض اور واجب کو مکرر ادا نہ کرنا

۱۱- عیدین کی نماز میں زائد تکبیرات کہنا

۱۲- ظہر اور عصر کی نمازوں میں آہستہ قراءت کرنا

۱۳- مغرب، عشا اور فجر میں امام کا آواز سے قراءت کرنا

۱۴- تعدیل ارکان یعنی ہر فرض میں کم از کم ایک تسبیح (سبحان ربی الاعلی) کی بقدر ٹھہرنا

واجبات سے متعلق بعض مسائل:

﴿مسئلہ۴﴾ واجباتِ نماز میں سے اگر کوئی جان بوجھ کر چھوڑ دے تو نماز دوبارہ پڑھنا واجب ہے، دوبارہ نہیں پڑھے گا تو گنہگار ہوگا، البتہ فرض ادا ہو جائے گا۔ اگر بھول کر کوئی واجب چھوڑ دے تو سجدۂ سہو کرنے سے نماز پوری ہو جاتی ہے۔ واجب چھوڑنے کی چند صورتیں یہ ہیں: سورۂ فاتحہ نہ پڑھے، صرف سورۂ فاتحہ پڑھے، اس کے ساتھ کوئی سورت یا کوئی آیت نہ ملائے، دو رکعت کے بعد نہ بیٹھے بلکہ فوراً تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے، بیٹھ تو جائے لیکن التحیات نہ پڑھے وغیرہ۔

﴿مسئلہ۵﴾ سجدہ کے وقت اگر پیشانی زمین پر رکھے اور ناک نہ رکھے تو بھی نماز درست ہے اور اگر صرف ناک زمین پر لگائی تو نماز نہیں ہوئی۔ [چاہے قصداً ایسا کیا ہو یا بھول کر دونوں کا یہی حکم ہے۔ (۱)] البتہ اگر کوئی مجبوری ہو تو فقط ناک لگانا بھی درست ہے۔ (۲)

﴿مسئلہ۶﴾ نماز کے آخر میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کی بجائے باتیں شروع کر دے یا اٹھ کر چلا جائے یا کوئی اور ایسا کام کرے جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے تو اس کا حکم بھی یہی ہے کہ فرض ادا ہو جائے گا لیکن نماز دوبارہ پڑھنا واجب ہو گی۔ اگر دوبارہ نہ پڑھی تو گنہگار رہو گا۔

﴿مسئلہ۷﴾ سورت کو ''الحمد للہ'' سے پہلے پڑھے، رکوع کے بعد سیدھا کھڑا نہ ہو بلکہ ذرا اوپر ہو کر سجدے میں چلا جائے، دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے نہ بیٹھے تب بھی نماز دہرانا ضروری ہے اور اگر بھول کر ایسا کیا تو سجدۂ سہو کر لے۔

قراءت کی واجب مقدار:

﴿مسئلہ۸﴾ الحمد کے بعد کم سے کم تین آیتیں یا ایک بڑی آیت جو تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہو پڑھنا واجب ہے۔

﴿مسئلہ۹﴾ دونوں سجدوں کے درمیان میں اچھی طرح نہیں بیٹھا بلکہ ذرا سا سر اٹھا کر دوسرا سجدہ کر لیا تو ایک ہی سجدہ ہوا، دونوں سجدے ادا نہیں ہوئے اور نماز بالکل نہیں ہوئی اور اگر اتنا اٹھا کہ بیٹھنے کے قریب ہو گیا تو فرض ادا ہو جائے گا لیکن

---

(۱) از حاشیہ بہشتی زیور (۲) مزید تحقیق کے لیے دیکھیے ضمیمہ ثانیہ اصلی بہشتی زیور: حصہ دوم ص ۲۰۹

واجب چھوڑ دینے کی وجہ سے نماز دوبارہ دہرانا ضروری ہے [اگر بھول کر ایسا کیا تو سجدہ سہو کرلے۔[1]]

﴿مسئلہ۱۰﴾ پہلی دو رکعتوں میں الحمد کے ساتھ سورت ملانا واجب ہے، اگر کوئی پہلی رکعتوں میں فقط الحمد پڑھے، سورۃ نہ ملائے یا الحمد بھی نہ پڑھے تو آخری رکعتوں میں الحمد کے ساتھ سورت ملانا مستحب ہے، پھر اگر قصداً ایسا کیا ہے تو دوبارہ نماز پڑھے اور اگر بھول کر کیا ہو تو سجدہ سہو کرلے۔

نرم چیز پر سجدہ:

﴿مسئلہ۱۱﴾ اگر گھاس پھوس یا روئی وغیرہ پر سجدہ کرے تو سر کو خوب دبا کر سجدہ کرے، اتنا دبائے کہ اس سے زیادہ نہ دب سکے، اگر اوپر اوپر سر رکھ دیا، دبایا نہیں، تو سجدہ نہیں ہوا۔ [چاہے قصداً ایسا کیا ہو یا بھول کر۔[2]]

آہستہ پڑھنے کی مقدار:

﴿مسئلہ۱۲﴾ منفرد نماز میں سورۂ فاتحہ اور سورت وغیرہ ساری چیزیں آہستہ اور چپکے سے پڑھے لیکن اس طرح پڑھنا چاہیے کہ خود اپنے کان میں آواز ضرور آئے، اگر اپنی آواز خود اپنے آپ کو بھی نہ سنائی دے تو نماز نہیں ہوگی۔

[یہ قول علامہ ہندوانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے جس میں زیادہ احتیاط ہے اور ایک قول امام کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے کہ صرف حروف کی صحیح ادائیگی کافی ہے، اگر چہ خود بھی نہ سن سکے۔ امام کرخی رحمہ اللہ کے قول پر عمل کرنے والے کی نماز بھی ہو جائے گی۔[3]]

نماز کی سنتیں:

درجِ ذیل چیزیں نماز میں سنت ہیں:

۱- تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے دونوں ہاتھوں کا اٹھانا۔ مردوں کے لیے کانوں تک اور عورتوں کے لیے کندھوں تک۔

۲- تکبیر تحریمہ کے بعد فوراً مردوں کا ناف کے نیچے اور عورتوں کا سینہ پر ہاتھ باندھنا۔

۳- مردوں کا اس طرح ہاتھ باندھنا کہ دائیں ہتھیلی بائیں ہتھیلی پر رکھ لیں اور دائیں انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں کلائی کو پکڑ لینا اور تین انگلیاں بائیں کلائی پر بچھانا۔

۴- امام، منفرد اور مقتدی سب کا سورۂ فاتحہ ختم ہونے پر آہستہ سے آمین کہنا، اگر چہ قراءت بلند آواز سے ہو۔

۵- مردوں کا رکوع کی حالت میں اچھی طرح جھک جانا کہ پیٹھ، سر اور سرین سب برابر ہو جائیں۔

۶- رکوع میں مردوں کا دونوں ہاتھوں کو پہلو سے جدا رکھنا۔ قومہ میں امام کا صرف «سمع اللہ لمن حمدہ» کہنا

(۱) از حاشیۂ بہشتی زیور (۲) از حاشیۂ بہشتی زیور (۳) دیکھئے امداد الفتاویٰ: ج ۱، باب القراءۃ

اور مقتدی کا صرف «ربنا لك الحمد» اور منفرد کا دونوں کہنا۔

۷- سجدے کی حالت میں مردوں کا پیٹ کورانوں سے اور کہنیوں کا پہلو سے علیحدہ رکھنا اور بازو کا زمین سے اٹھا ہوا رکھنا۔

۸- قعدۂ اولیٰ اور اخیرہ دونوں میں مردوں کے لیے اس طرح بیٹھنا کہ دایاں پیر انگلیوں کے بل کھڑا ہو، اس کی انگلیوں کا رُخ قبلہ کی طرف ہو، بایاں پیر زمین پر بچھا کر اس پر بیٹھے ہوئے ہوں اور دونوں ہاتھ رانوں پر اس طرح ہوں کہ انگلیوں کے سرے گھٹنوں کی طرف ہوں۔

۹- امام کا بلند آواز سے سلام کہنا۔

۱۰- امام کا سلام میں تمام مقتدیوں کی اور ساتھ رہنے والے فرشتوں کی نیت کرنا اور مقتدیوں کو اپنے ساتھ نماز پڑھنے والوں کی اور ساتھ رہنے والے فرشتوں کی نیت کرنا، اگر امام دائیں طرف ہو تو دائیں سلام میں اور بائیں طرف ہو تو بائیں سلام میں اور اگر بالکل سامنے ہو تو دونوں سلاموں میں امام کی بھی نیت کرنا سنت ہے۔

۱۱- تکبیر تحریمہ کہتے وقت مردوں کا اپنے ہاتھوں کو آستین یا چادر وغیرہ سے باہر نکال لینا بشرطیکہ کوئی عذر جیسے سردی وغیرہ نہ ہو۔

۱۲- مقتدیوں کا ہر رکن کو امام کے ساتھ ہی بلا تاخیر ادا کرنا سنت ہے۔ تکبیر تحریمہ، رکوع، قومہ، سجدہ غرضیکہ ہر فعل امام کے ساتھ ادا کرے، البتہ اگر قعدہ اولیٰ میں امام مقتدی کے التحیات تمام کرنے سے پہلے کھڑا ہو جائے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ التحیات پوری کر کے کھڑے ہوں [اگر چہ یہ احتمال ہو کہ امام رکوع میں چلا جائے گا، چنانچہ اگر یہ صورت پیش آجائے تو تشہد کے بعد تین تسبیح کی بقدر قیام کر کے رکوع میں جائے اور اسی طرح ترتیب وار سب ارکان ادا کرتا رہے، چاہے امام کو کتنی ہی دیر بعد جا کر پائے، یہ اقتدا کے خلاف نہیں ہوگا، کیونکہ اقتدا جیسے امام کے ساتھ ساتھ ارکان ادا کرنے کو کہتے ہیں اسی طرح امام کے پیچھے پیچھے جانے کو بھی کہتے ہیں، امام سے پہلے کوئی کام کرنا یہ اقتدا کے خلاف ہے۔[1]] اسی طرح قعدہ اخیرہ میں اگر امام مقتدی کے التحیات پوری کرنے سے پہلے سلام پھیر دے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ التحیات پوری کر کے سلام پھیریں۔ البتہ رکوع یا سجدہ وغیرہ میں اگر مقتدیوں نے تسبیح نہ پڑھی ہو اور امام رکوع یا سجدہ سے اٹھ جائے تو تسبیح چھوڑ کر امام کے ساتھ ہی کھڑا ہونا چاہیے۔

(۱) حاشیۂ بہشتی زیور

نماز کی سنتوں اور مستحبات سے متعلقہ مسائل:

مسئلہ ۱۳: اگر کوئی رکوع سے کھڑے ہوکر ((سمع اللہ لمن حمدہ ، ربنا لک الحمد)) یا رکوع میں ((سبحان ربی العظیم)) نہ پڑھے یا سجدہ میں ((سبحان ربی الاعلیٰ)) نہ پڑھے یا آخری قعدہ میں ((التحیات)) کے بعد درود شریف نہ پڑھے تو بھی نماز ہو جائے گی لیکن سنت کے خلاف ہے۔

مسئلہ ۱۴: درود شریف کے بعد کوئی دعا پڑھنا مستحب ہے۔ اگر دعا نہ پڑھی فقط درود پڑھ کر سلام پھیر دیا تب بھی نماز درست ہے۔

مسئلہ ۱۵: نیت باندھتے وقت ہاتھوں کا اٹھانا سنت ہے، اگر کوئی نہ اٹھائے تب بھی نماز درست ہے لیکن سنت کے خلاف ہے۔

مسئلہ ۱۶: ہر رکعت میں بسم اللہ پڑھ کر الحمد پڑھے اور جب سورت ملائے تو سورت سے پہلے بھی بسم اللہ پڑھ لے، یہی بہتر ہے۔

مسئلہ ۱۷: فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں الحمد نہ پڑھے بلکہ تین دفعہ سبحان اللہ سبحان اللہ کہہ دے تو بھی نماز درست ہے، لیکن الحمد پڑھ لینا بہتر ہے اور اگر کچھ نہ پڑھے [بلکہ تین تسبیح کی مقدار خاموش کھڑا رہے] تو بھی کوئی حرج نہیں، نماز درست ہے۔

مسئلہ ۱۸: فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں اگر الحمد کے بعد کوئی سورت بھی پڑھ لی تو بھی نماز میں کوئی نقصان نہیں آیا، نماز بالکل صحیح ہے۔

مسئلہ ۱۹: کسی نماز کے لیے کوئی سورت مقرر نہ کرے بلکہ جو جی چاہے پڑھا کرے۔ سورت مقرر کر لینا مکروہ ہے۔ [البتہ کبھی کبھی وہ سورتیں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں پڑھی ہیں، پڑھ لیا کریں تو مکروہ نہیں، بلکہ مستحب ہے۔(۱)]

مسئلہ ۲۰: دوسری رکعت میں پہلی رکعت سے زیادہ لمبی سورت نہ پڑھے۔

مسئلہ ۲۱: مستحب یہ ہے کہ جب کھڑا ہو تو اپنی نگاہ سجدے کی جگہ پر رکھے اور جب رکوع میں جائے تو پاؤں پر نگاہ رکھے اور جب سجدہ کرے تو ناک پر اور سلام پھیرتے وقت کندھوں پر نگاہ رکھے۔ جب جمائی آئے تو منہ خوب بند کر لے، اگر اور کسی طرح نہ رکے تو ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت سے روکے اور جب گلے میں خراش ہونے لگے تو جہاں تک ہو سکے کھانسی کو روکے

(۱) از حاشیہ بہشتی زیور

اور ضبط کرے۔

﴿مسئلہ ۲۲﴾ آمین کے الف کو بڑھا کر پڑھنا چاہیے، اس کے بعد قرآن مجید کی کوئی سورت پڑھے۔

﴿مسئلہ ۲۳﴾ امام کے قراءت شروع کرنے کے بعد کوئی شخص آکر شریک ہوا تو اس کو ثنا یعنی «سبحانك اللّٰهم» نہیں پڑھنی چاہیے۔

﴿مسئلہ ۲۴﴾ کوئی شخص رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہوا اور اس کو رکعت مل گئی مگر ثنا چھوٹ گئی تو اس کو دوسری رکعت میں ثنا نہیں پڑھنی چاہیے۔

﴿مسئلہ ۲۵﴾ رکوع کی تسبیح سجدہ میں کہہ چکا تھا اور پھر سجدہ ہی میں خیال آیا کہ یہ رکوع کی تسبیح ہے تو امام کے ساتھ اٹھ کھڑا ہو۔

قراءتِ مسنونہ کی مقدار:

﴿مسئلہ ۲٦﴾ اگر سفر کی حالت ہو یا کوئی ضرورت درپیش ہو تو اختیار ہے کہ سورۃ فاتحہ کے بعد جو سورت چاہے پڑھے، اگر سفر اور ضرورت کی حالت نہ ہو تو فجر اور ظہر کی نماز میں سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک کی سورتوں میں سے جس سورت کو چاہے پڑھے، فجر کی پہلی رکعت میں بہ نسبت دوسری رکعت کے بڑی سورت ہونی چاہیے، باقی اوقات میں دونوں رکعتوں کی سورتیں برابر پڑھنی چاہئیں، ایک دو آیت کی کمی زیادتی کا اعتبار نہیں اس سے زیادہ فرق نہ ہو۔ عصر اور عشا کی نماز میں وَٱلسَّمَآءِ وَٱلطَّارِقِ اور ﴿لَمْ يَكُنِ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟﴾ تک کی سورتوں میں سے کوئی سورت پڑھنی چاہیے، مغرب کی نماز میں ﴿إِذَا زُلْزِلَتِ﴾ سے ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلنَّاسِ﴾ تک۔

﴿مسئلہ ۲۷﴾ جب رکوع سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہو تو امام صرف «سمع اللّٰه لمن حمده»، مقتدی «ربنا لك الحمد» اور منفرد دونوں کہے، پھر تکبیر کہتا ہوا دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھے ہوئے سجدے میں جائے، تکبیر کی انتہا اور سجدہ کی ابتدا ساتھ ہی ہو یعنی سجدے میں پہنچتے ہی تکبیر ختم ہو جائے۔

سجدہ کا طریقہ:

﴿مسئلہ ۲۸﴾ سجدے میں پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھنا چاہیے، پھر ہاتھوں کو، پھر ناک کو، پھر پیشانی کو، چہرہ دونوں ہاتھوں کے درمیان ہونا چاہیے اور انگلیاں ملی ہوئی قبلہ رُخ ہونی چاہئیں، دونوں پیر انگلیوں کے بل کھڑے ہوں اور انگلیوں کا رُخ قبلے کی طرف، پیٹ زانو سے علیحدہ اور بازو بغل سے جدا ہوں۔ پیٹ زمین سے اس قدر اونچا ہو کہ بکری کا چھوٹا بچہ درمیان

سے نکل سکے۔

﴿مسئلہ۲۹﴾ فجر، مغرب اور عشا کے وقت پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ، ایک اور سورت، ((سمع اللّٰہ لمن حمدہ)) اور تمام تکبیریں امام بلند آواز سے کہے اور منفرد کو قراءت میں تو اختیار ہے (کہ آہستہ کہے یا بلند آواز میں) مگر ((سمع اللّٰہ لمن حمدہ)) اور تکبیریں آہستہ کہے، ظہر اور عصر کے وقت امام صرف ((سمع اللّٰہ لمن حمدہ)) اور تمام تکبیریں بلند آواز سے کہے اور منفرد آہستہ اور مقتدی ہر وقت تکبیریں وغیرہ آہستہ کہے۔

﴿مسئلہ۳۰﴾ نماز ختم کر لینے کے بعد دونوں ہاتھ سینہ تک اٹھا کر پھیلائے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے دعا مانگے۔ امام ہو تو تمام مقتدیوں کے لیے بھی دعا مانگے۔ دعا مانگ لینے کے بعد دونوں ہاتھ چہرہ پر پھیر لے۔ مقتدی چاہیں اپنی اپنی دعا مانگیں یا امام کی دعا سنائی دے تو سب آمین آمین کہتے رہیں۔ (۱)

﴿مسئلہ۳۱﴾ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں، جیسے: ظہر، مغرب اور عشا ان کے بعد بہت دیر تک دعا نہ مانگے بلکہ مختصر دعا مانگ کر سنتیں پڑھنے میں مشغول ہو جائے اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں، جیسے: فجر اور عصر، ان کے بعد جتنی دیر تک چاہے دعا مانگے اور امام ہو تو مقتدیوں کی طرف دائیں یا بائیں طرف منہ پھیر کر بیٹھ جائے، اس کے بعد دعا مانگے، بشرطیکہ کوئی مسبوق اس کے مقابلہ میں نماز نہ پڑھ رہا ہو۔ (۲)

نماز کے بعد اذکار و اوراد:

﴿مسئلہ۳۲﴾ فرض نمازوں کے بعد بشرطیکہ ان کے بعد سنتیں نہ ہوں (ورنہ سنت کے بعد) مستحب ہے کہ ((استغفر اللّٰہ الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم)) تین مرتبہ، آیۃ الکرسی، ﴿ قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ ﴾ ﴿ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلْفَلَقِ ﴾ اور ﴿ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلنَّاسِ ﴾ ایک ایک مرتبہ پڑھ کر تینتیس (۳۳) مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس (۳۳) مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس (۳۴) مرتبہ اللہ اکبر پڑھے۔

---

(۱) اس بات کا لحاظ رہنا چاہیے کہ سلام پھیرنے کے بعد مقتدی امام کی اقتدا سے فارغ ہو جاتے ہیں، اب چاہیں تو اپنی دعا مانگ کر چلے جائیں یا کسی ضرورت سے بغیر دعا کے بھی جا سکتے ہیں اور اگر کبھی امام کی دعا پر آمین نہیں کہی تو یہ بھی جائز ہے، مگر دعا میں امام کی اقتدا نماز کا حصہ نہیں، اس لیے اس بات کی عادت نہیں بنانی چاہیے کہ جس سے یہ تاثر پیدا ہو کہ امام کے ساتھ دعا کرنا بھی جماعت کی نماز کا حصہ ہے اور اس سے پہلے جانا درست نہیں۔ مرتب

(۲) فرض نماز مکمل کر لینے کے بعد امام کو چاہیے کہ وہ اپنی ہیئت تبدیل کر لے تاکہ نیا آنے والا یہ نہ سمجھے کہ جماعت ہو رہی ہے۔ ہیئت تبدیل کرنے کی مختلف صورتیں ہیں: جن فرض نمازوں کے بعد سنتیں ہوں تو ان کے بعد مصلّی سے آگے یا پیچھے، دائیں یا بائیں ہٹ کر سنتیں ادا کریں اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہ ہوں مقتدیوں کی طرف مڑ کر بیٹھ جائے، البتہ اگر امام کے سامنے پہلی صف میں کوئی مسبوق ہو تو اس کی طرف رُخ کرنا مکروہ ہے، لہٰذا ایسی صورت میں دائیں یا بائیں مڑ کر بیٹھے۔ تبدیلِ ہیئت کی مندرجہ بالا تمام صورتیں جائز اور یکساں ہیں مگر بعض محققین حضرات جن میں امام بخاری رحمہ اللہ، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ اور علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ شامل ہیں، فجر اور عصر کے بعد مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھنے کو راجح و افضل قرار دیتے ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: احسن الفتاویٰ: ۳/ ۳۶۸

مردوں اور عورتوں کی نماز میں فرق:

﴿مسئلہ ۳۳﴾ عورتیں بھی مردوں طرح نماز پڑھیں صرف چند مقامات پر ان کی نماز میں اور مردوں کی نماز میں فرق ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- تکبیر تحریمہ کے وقت مردوں کو چادر وغیرہ سے ہاتھ نکال کر کانوں تک اٹھانے چاہئیں۔ اگر سردی وغیرہ کی وجہ کی سے ہاتھ چادر کے اندر ہوں تب بھی جائز ہے اور عورتوں کو ہر حال میں چادر سے ہاتھ نکالے بغیر کندھوں تک اٹھانے چاہئیں۔

۲- تکبیر تحریمہ کے بعد مردوں کو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا چاہیے اور عورتوں کو سینہ پر۔

۳- مردوں کو چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر بائیں کلائی کو پکڑنا چاہیے اور دائیں تین انگلیاں بائیں کلائی پر بچھانی چاہیے اور عورتوں کو دائیں ہتھیلی بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھ دینی چاہیے، حلقہ بنانا اور بائیں کلائی کو پکڑنا نہیں چاہیے۔

۴- مردوں کو رکوع میں اچھی طرح جھک جانا چاہیے کہ سر، سرین اور پشت برابر ہو جائیں اور عورتوں کو اس قدر نہ جھکنا چاہیے بلکہ صرف اتنا جھکیں جس میں ان کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔

۵- مردوں کو رکوع میں انگلیاں کشادہ کر کے گھٹنوں پر رکھنی چاہیے اور عورتوں کو بغیر کشادہ کیے ہوئے ملا کر رکھنی چاہئیں۔

۶- مردوں کو رکوع میں کہنیاں پہلو سے علیحدہ رکھنا چاہیے اور عورتوں کو ملی ہوئی۔

۷- مردوں کو سجدے میں پیٹ رانوں سے اور بازو بغل سے جدا رکھنے چاہئیں اور عورتوں کو ملا کر۔

۸- مردوں کو سجدے میں کہنیاں زمین سے اٹھی ہوئی رکھنی چاہئیں اور عورتوں کو زمین پر بچھی ہوئی۔

۹- مردوں کو سجدے میں دونوں پیر انگلیوں کے بل کھڑے رکھنا چاہیے اور عورتوں کو نہیں۔

۱۰- مردوں کو بیٹھنے کی حالت میں بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھنا چاہیے اور دائیں پاؤں کو انگلیوں کے بل کھڑا رکھنا چاہیے اور عورتوں کو بائیں سرین کے بل بیٹھنا چاہیے اور دونوں پیر دائیں طرف نکال دینے چاہئیں اس طرح کہ داہنی ران بائیں ران پر آجائے اور داہنی پنڈلی بائیں پنڈلی پر۔

۱۱- عورتوں کو نماز میں کسی وقت بلند آواز سے قراءت کرنے کا اختیار نہیں، بلکہ انکو ہر نماز میں آہستہ آواز سے قراءت کرنی چاہیے۔

اضافہ

تکبیر تحریمہ کے بعد نیت کرنے سے نماز نہیں ہوگی:

﴿مسئلہ ۱﴾ تکبیرِ تحریمہ ختم ہونے سے پہلے نیت کرنا ضروری ہے، لہٰذا اگر کسی نے تکبیر تحریمہ ختم ہونے کے بعد نیت کی تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔ (أحسن الفتاویٰ: ۱۲/۳)

کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا:

﴿مسئلہ ۲﴾ اگر ایک کرسی پر بیٹھ کر دوسری کرسی پر سجدہ کیا تو نماز صحیح ہو جائے گی، بشرطیکہ سجدہ کے وقت گھٹنے بھی کرسی پر رکھے، مگر ایسا کرنا گناہ ہے، زمین پر بیٹھ کر نماز ادا کرنی چاہیے اور اگر سجدہ کرتے وقت گھٹنے کرسی پر نہ رکھے تو اس نماز کو لوٹانا ضروری ہوگا۔ بعض لوگ سجدہ پر قدرت کے باوجود کرسی پر بیٹھ کر سجدہ کی بجائے اشارہ سے نماز پڑھتے ہیں جبکہ شرعی مسئلہ یہ ہے کہ بیٹھ کر سجدہ کی قدرت ہو تو کرسی پر اشارہ سے نماز نہیں ہوگی۔ (أحسن الفتاویٰ: ۵۱/۳)

نماز میں قرآن شریف پڑھنے کا بیان

﴿مسئلہ ۱﴾ قرآن شریف کو صحیح صحیح پڑھنا واجب ہے۔ ہر حرف کو ٹھیک ٹھیک پڑھے۔ ہمزہ اور عین میں ''ح'' اور ''ہ'' میں، ''ذ، ظ، ز، ض'' اور ''س، ص، ث'' میں جو فرق ہے وہ صحیح تلفظ اور ادائیگی سے ظاہر کرے۔ ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف نہ پڑھے۔

﴿مسئلہ ۲﴾ اگر کسی سے کوئی حرف ادا نہیں ہوتا جیسے ''ح'' کی جگہ ''ہ'' پڑھتا ہے یا عین ادا نہیں کرسکتا یا ''ث، س، ص'' سب کو سین ہی پڑھتا ہے تو صحیح پڑھنے کی مشق کرنا لازم ہے۔ اگر صحیح پڑھنے کی محنت نہیں کرے گا تو گناہ گار ہوگا اور اس کی کوئی نماز صحیح نہیں ہوگی، البتہ اگر محنت سے بھی درستگی نہ ہو تو مجبوری کی بنا پر نماز صحیح ہے۔

﴿مسئلہ ۳﴾ اگر حروف کی صحیح ادائیگی کرسکتا ہے لیکن ایسی بے پروائی سے پڑھتا ہے کہ ''ح'' کی جگہ ''ہ'' اور ع کی جگہ ہمزہ پڑھ جاتا ہے، صحیح پڑھنے کا اہتمام نہیں کرتا تو بھی گنہگار ہے اور اس کی نماز صحیح نہیں ہوتی۔

﴿مسئلہ ۴﴾ جو سورت پہلی رکعت میں پڑھی تھی وہی سورت دوسری رکعت میں پھر پڑھ لی تو بھی کوئی حرج نہیں، لیکن بلاضرورت ایسا کرنا بہتر نہیں۔

﴿مسئلہ ۵﴾ قرآن مجید میں سورتیں جس ترتیب سے لکھی ہوئی ہیں نماز میں اسی طرح پڑھنا چاہیے۔ یعنی جب پہلی رکعت میں کوئی سورت پڑھے تو دوسری رکعت میں اس کے بعد والی سورت پڑھے، اس سے پہلے والی سورت نہ پڑھے، جیسے کسی نے پہلی رکعت میں ﴿ قُلْ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلْكَـٰفِرُونَ ﴾ پڑھی تو اب ﴿ إِذَا جَآءَ نَصْرُ ٱللَّهِ وَٱلْفَتْحُ ﴾ یا ﴿ قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ ﴾ یا ﴿ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلْفَلَقِ ﴾ یا ﴿ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلنَّاسِ ﴾ پڑھے اور ﴿ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَـٰبِ ٱلْفِيلِ ﴾ اور ﴿ لِإِيلَـٰفِ قُرَيْشٍ ﴾ وغیرہ جو اس سے پہلے کی سورتیں ہیں نہ پڑھے کیونکہ اس طرح پڑھنا مکروہ ہے لیکن اگر بھولے سے اس طرح پڑھ لے تو مکروہ نہیں۔

﴿مسئلہ ۶﴾ جب کوئی سورت شروع کرے تو بلاضرورت اسکو چھوڑ کر دوسری سورت شروع کرنا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۷﴾ جس کو نماز بالکل نہ آتی ہو یا نیا نیا مسلمان ہوا ہو وہ پوری نماز میں سبحان اللہ، الحمد للہ وغیرہ پڑھتا رہے تو فرض ادا ہو جائے گا لیکن نماز مسلسل سیکھتا رہے، اگر نماز سیکھنے میں کوتاہی کرے گا تو بہت گنہگار ہوگا۔

﴿مسئلہ ۸﴾ مدرک پر قراءت نہیں، امام کی قراءت تمام مقتدیوں کی طرف سے کافی ہے اور حنفیہ کے نزدیک امام کے

پیچھے قراءت کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۹ مسبوق کی پہلی دونوں رکعتیں یا ایک رکعت چھوٹ جائے تو آخر میں ان میں قراءت کرنا فرض ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام کے ہوتے ہوئے مقتدی کو قراءت نہیں کرنی چاہیے، البتہ مسبوق کا چونکہ ان رہ جانے والی رکعتوں میں کوئی امام نہیں ہوتا، اس لیے اسے قراءت کرنی چاہیے۔

مسئلہ ۱۰ امام پر فجر کی دونوں رکعتوں میں اور مغرب وعشا کی پہلی دو رکعتوں میں چاہے قضا ہوں یا ادا اور جمعہ، عیدین اور تراویح کی نماز اور رمضان کے وتر میں بلند آواز سے قراءت کرنا واجب ہے۔

مسئلہ ۱۱ منفرد کو فجر کی دونوں رکعتوں میں اور مغرب وعشا کی پہلی دو رکعتوں میں اختیار ہے، چاہے بلند آواز سے قراءت کرے یا آہستہ آواز سے۔ بلند آواز کی فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہ حد لکھی ہے کہ کوئی دوسرا شخص سن سکے اور آہستہ آواز کی یہ حد لکھی ہے کہ خود سن سکے، دوسرا نہ سن سکے۔ [دوسرا قول یہ ہے کہ آہستہ آواز کی کم سے کم حد یہ ہے کہ الفاظ اور حروف صحیح ادا ہوں، آواز سنے یا نہ سنے۔]

مسئلہ ۱۲ امام اور منفرد پر ظہر وعصر کی تمام رکعتوں میں اور مغرب وعشا کی آخری رکعتوں میں آہستہ آواز سے قراءت کرنا واجب ہے۔

مسئلہ ۱۳ جو نفل نمازیں دن کو پڑھی جائیں ان میں آہستہ آواز سے قراءت کرنا چاہیے اور جو نفلیں رات کو پڑھی جائیں ان میں اختیار ہے۔

مسئلہ ۱۴ منفرد اگر فجر، مغرب اور عشا کی قضا دن میں پڑھے تو ان میں بھی اس کو آہستہ آواز سے قراءت کرنا واجب ہے۔ اگر رات کو قضا پڑھے تو اس کو اختیار ہے۔

سورت کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا:

مسئلہ ۱۵ نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد جب کوئی سورت شروع کرے تو بسم اللہ کہہ کر شروع کرے اور اگر دو رکوع والی سورت پڑھے تو سورت کے شروع میں بسم اللہ پڑھے اور دوسری رکعت میں جب اسی سورت کا دوسرا رکوع شروع کرے تو بسم اللہ نہ پڑھے۔

جماعت کا بیان

جماعت کی فضیلت اور تاکید:

جماعت کی فضیلت اور تاکید میں صحیح احادیث اتنی کثرت سے آئی ہیں کہ اگر سب ایک جگہ جمع کی جائیں تو اچھے خاصے حجم کا ایک رسالہ تیار ہو سکتا ہے۔ ان کے دیکھنے سے یقینی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جماعت نماز کی تکمیل میں ایک اعلیٰ درجہ کی شرط ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے کبھی جماعت نہیں چھوڑی، یہاں تک کہ حالتِ مرض میں جب آپ ﷺ کو خود چلنے کی طاقت نہ تھی، دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں تشریف لے گئے اور جماعت سے نماز پڑھی۔ جماعت چھوڑنے والے پر آپ کو سخت غصہ آتا تھا اور ترک جماعت پر سخت سے سخت سزا دینے کو آپ کا جی چاہتا تھا۔ بلاشبہ شریعتِ محمدیہ میں جماعت کا بہت بڑا اہتمام کیا گیا ہے اور ہونا بھی چاہیے کیونکہ نماز جیسی عبادت کی شان بھی اسی کو چاہتی ہے کہ جس چیز سے اس کی تکمیل ہو وہ بھی تاکید کے اعلیٰ درجہ پر پہنچا دی جائے۔ ہم یہاں پہلے وہ آیت لکھ دیتے ہیں جس سے بعض مفسرین اور فقہاء نے جماعت کو ثابت کیا ہے، اس کے بعد چند حدیثیں بیان کرتے ہیں:

آیت: ﴿ وَارْكَعُوا مَعَ الرّٰكِعِينَ ۝٤٣ ﴾

ترجمہ: ''نماز پڑھو نماز پڑھنے والوں کے ساتھ مل کر'' (یعنی جماعت سے) اس آیت میں جماعت سے نماز پڑھنے کا صریح حکم ہے، مگر چونکہ رکوع کے معنی بعض مفسرین نے خضوع یعنی عاجزی کے بھی لکھے ہیں لہٰذا فرضیت ثابت نہیں ہوگی۔

فضیلتِ جماعت سے متعلقہ احادیث مبارکہ:

۱۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جماعت سے نماز پڑھنے کا ثواب تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ زیادہ ہے۔'' (بخاری، مسلم)

۲۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تنہا نماز پڑھنے سے ایک آدمی کے ساتھ نماز پڑھنا بہت بہتر ہے اور دو آدمیوں کے ساتھ اور بھی بہتر اور جتنی زیادہ جماعت ہو اتنی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔'' (ابو داؤد، نسائی)

۳۔ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ بنو سلمہ کے لوگوں نے ارادہ کیا کہ اپنے پرانے مکانات سے (چونکہ وہ مسجدِ نبوی سے دور تھے) منتقل ہو کر نبی کریم ﷺ کے قریب آ کر رہیں تو ان سے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم اپنے قدموں میں جو زمین پر پڑتے ہیں ثواب نہیں سمجھتے؟'' (مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص جتنی دور سے چل کر مسجد میں آئے گا اتنا ہی زیادہ ثواب ملے گا۔

[لیکن اگر کسی کے محلہ میں مسجد ہو تو اس کو چھوڑ کر دور نہ جائے، کیونکہ محلہ کی مسجد کا حق زیادہ ہے بلکہ اگر وہاں جماعت بھی نہ ہوتی ہو تو تب بھی وہاں جا کر اذان واقامت کہہ کر تنہا نماز پڑھے۔[1]]

۴۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جتنا وقت نماز کے انتظار میں گزرتا ہے وہ سب نماز میں شمار ہوتا ہے۔''

۵۔ نبی کریم ﷺ نے ایک روز عشا کے وقت اپنے ان اصحاب سے جو جماعت میں شریک تھے فرمایا کہ لوگ نماز پڑھ کر سو گئے اور تمہارا وہ وقت جو انتظار میں گذرا سب نماز میں شمار ہوا۔

۶۔ نبی کریم ﷺ سے بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''ان لوگوں کو جو اندھیری راتوں میں جماعت کے لیے مسجد جاتے ہیں اس بات کی خوشخبری دو کہ قیامت میں ان کے لیے پوری روشنی ہوگی۔''

(ترمذی)

۷۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص عشا کی نماز جماعت سے پڑھے اس کو آدھی رات کی عبادت کا ثواب ملے گا اور جو عشا اور فجر کی نماز جماعت سے پڑھے اسے پوری رات کی عبادت کا ثواب ملے گا۔''

۸۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز آپ ﷺ نے فرمایا: ''بیشک میرے دل میں یہ ارادہ ہوا کہ کسی کو حکم دوں کہ لکڑیاں جمع کرے، پھر اذان کا حکم دوں اور کسی شخص سے کہوں کہ وہ امامت کرے اور میں ان لوگوں کے گھروں پر جاؤں جو جماعت میں نہیں آتے اور ان کے گھروں کو جلا دوں۔''

۹۔ ایک روایت میں ہے: ''اگر مجھے چھوٹے بچوں اور عورتوں کا خیال نہ ہوتا تو میں عشا کی نماز میں مشغول ہو جاتا اور خادموں کو حکم دیتا کہ انہیں ان (جماعت میں شریک نہ ہونے والوں) کے گھروں کو مال واسباب سمیت جلا دیں۔''

(مسلم)

اس حدیث میں عشا کی تخصیص اس مصلحت سے معلوم ہوتی ہے کہ وہ سونے کا وقت ہوتا ہے اور غالباً تمام لوگ اس وقت گھروں میں ہوتے ہیں۔ امام ترمذی اس حدیث کو لکھ کر فرماتے ہیں کہ یہی مضمون حضرت ابن مسعود، ابودرداء، ابن عباس اور جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے، یہ سب لوگ نبی کریم ﷺ کے معزز اصحاب ہیں۔

(۱) حاشیہ بہشتی گوہر مع بہشتی زیور

۱۰- ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کسی آبادی یا جنگل میں تین مسلمان ہوں اور وہ جماعت سے نماز نہ پڑھیں تو بیشک ان پر شیطان غالب ہوجائے گا، پس اے ابودرداء! جماعت کو اپنے اوپر لازم سمجھ لو اور دیکھو بھیڑیا اسی بکری کو کھاتا ہے جو اپنے گلّے سے الگ ہوگئی ہو۔'' (یعنی اسی طرح شیطان بھی اس شخص کو بہکاتا ہے جو اپنی جماعت سے الگ ہوجائے)

۱۱- ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ''جو شخص اذان سن کر جماعت میں نہ آئے اور اسے کوئی عذر بھی نہ ہو تو اس کی وہ نماز جو تنہا پڑھی ہے قبول نہیں ہوگی۔''(۱) صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ وہ عذر کیا ہے؟ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''خوف یا مرض۔'' اس حدیث میں خوف اور مرض کی تفصیل نہیں کی گئی۔ بعض احادیث میں کچھ تفصیل بھی ہے۔

۱۲- حضرت محجن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا کہ اتنے میں اذان ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نماز پڑھنے لگے اور میں اپنی جگہ پر جاکر بیٹھ گیا۔ حضورِ اکرم ﷺ نے نماز سے فارغ ہوکر فرمایا: ''اے محجن! تم نے جماعت سے نماز کیوں نہیں پڑھی، کیا تم مسلمان نہیں ہو؟'' میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! میں مسلمان تو ہوں مگر میں اپنے گھر میں نماز پڑھ چکا تھا۔'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب مسجد میں آؤ اور دیکھو کہ جماعت ہورہی ہے تو لوگوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھ لیا کرو، اگرچہ پہلے پڑھ چکے ہو۔''

[مگر فجر، عصر اور مغرب کی نماز اگر تنہا پڑھ لی ہو اور پھر جماعت ہورہی ہو تو اب جماعت میں شامل نہیں ہونا چاہیے، اس لیے کہ فجر اور عصر کے بعد تو نوافل پڑھنا جائز نہیں، مغرب میں اس لیے کہ تین رکعت نفل نہیں ہوتے۔(۲)]

آثارِ صحابہ:

چند حدیثیں نمونے کے طور پر ذکر ہوئیں، اب نبی کریم ﷺ کے برگزیدہ اصحاب کے اقوال سنیے کہ انہیں جماعت کا کس قدر اہتمام تھا اور جماعت چھوڑنے کو وہ کیسا سمجھتے تھے اور کیوں نہ سمجھتے کہ نبی کریم ﷺ کی اتباع کا ان سے زیادہ کس کو خیال ہوسکتا ہے۔

۱- اسود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز ہم ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر تھے کہ نماز

(۱) قبول نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز کا پورا ثواب نہیں ملے گا، یہ مطلب نہیں کہ فرض بھی ادا نہیں ہوگا، اس لیے کوئی اس خیال سے نماز نہ چھوڑ دے کہ نماز قبول تو ہوگی ہی نہیں پھر تنہا پڑھنے کا کیا فائدہ؟ ایسا ہرگز نہیں سوچنا چاہیے۔ (حاشیہ بہشتی زیور)

(۲) از حاشیہ بہشتی گوہر مع بہشتی زیور

کی پابندی اور اس کی فضیلت اور تاکید کا ذکر چل نکلا، اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تائیداً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرضِ وفات کا قصہ بیان کیا کہ ایک دن نماز کا وقت آیا اور اذان ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہو نماز پڑھائیں۔ میں نے عرض کیا کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ایک نہایت رقیق القلب آدمی ہیں، آپ کی جگہ پر کھڑے نہ ہو سکیں گے اور نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ آپ نے پھر وہی فرمایا، پھر وہی جواب دیا گیا، تب آپ نے فرمایا کہ تم ایسی باتیں کرتی ہو جیسے یوسف علیہ السلام سے مصر کی عورتیں کرتی تھیں۔[1] ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کے لیے نکلے، اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض میں کچھ افاقہ معلوم ہوا تو آپ دو آدمیوں کے سہارے نکلے۔ اب تک وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک زمین پر گھسٹتے ہوئے جاتے تھے یعنی اتنی قوت بھی نہ تھی کہ زمین سے پیر اٹھا سکیں۔ وہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز شروع کر چکے تھے، انہوں نے چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور انہیں سے نماز پڑھوائی۔

۲۔ ایک دن حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سلیمان بن ابی خیثمہ کو صبح کی نماز میں نہیں پایا تو ان کے گھر گئے اور ان کی والدہ سے پوچھا کہ آج میں نے سلیمان کو فجر کی نماز میں نہیں دیکھا؟ انہوں کہا کہ وہ رات بھر نماز پڑھتے رہے، اس وجہ سے اس وقت ان کو نیند آ گئی، تب حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مجھے فجر کی نماز جماعت سے پڑھنا زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ پوری رات عبادت کروں۔'' (مؤطا امام مالك)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ صبح کی نماز باجماعت پڑھنے میں تہجد سے بھی زیادہ ثواب ہے، اس لیے علماء نے لکھا ہے کہ اگر رات کو جاگ کر عبادت کرنے سے نمازِ فجر رہ جانے کا خطرہ ہو تو نہ جاگنا افضل ہے۔ (أشعة اللمعات)

۳۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بیشک ہم نے اپنے آپ کو اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ منافق (جس کا نفاق کھلا ہوا ہو) یا بیمار کے علاوہ کوئی جماعت نہیں چھوڑتا تھا، بیمار بھی دو آدمیوں کا سہارا لے کر جماعت کے لیے حاضر ہوتے تھے، بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہدایت کے راستے بتائے ہیں اور ان میں سے ایک نماز ہے ان مسجدوں میں جہاں اذان ہوتی ہو، یعنی جماعت ہوتی ہو۔ دوسری روایت میں فرمایا: جسے خواہش ہو کہ کل (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ کے

(۱) اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ زلیخا کو جب مصری عورتوں نے طعنے دیے کہ تم غلام پر عاشق ہوگئی تو اس نے ان عورتوں کی دعوت کی، اس سے اس کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ وہ عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کو دیکھیں گی تب انہیں معلوم ہوگا کہ میں معذور ہوں۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصد یہ بھی تھا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مرض سے صحت یاب نہ ہوئے تو لوگ کہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کھڑے ہونے کو بدفالی نہ سمجھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کدورت نہ ہو۔ (حاشیہ بہشتی زیور ملخصاً)

سامنے مسلمان ہونے کی حالت میں حاضر ہو، اسے چاہیے کہ پانچوں نمازوں کی پابندی ان مقامات میں کرے جہاں اذان ہوتی ہو (یعنی جماعت سے نماز پڑھی جاتی ہو) بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی (ﷺ) کے لیے ہدایت کے طریقے جاری فرمائے ہیں اور یہ نماز بھی ان ہی طریقوں میں سے ہے۔

اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیا کرو گے جیسا کہ منافق پڑھ لیتا ہے تو بیشک تم سے تمہارے نبی کی سنت چھوٹ جائے گی اور اگر تم اپنے پیغمبر کی سنت چھوڑ دو گے تو بلاشبہ گمراہ ہو جاؤ گے اور جو شخص اچھی طرح وضو کر کے نماز کے لیے مسجد میں جاتا ہے تو اسے ہر قدم پر ایک نیکی ملتی ہے، ایک مرتبہ بلند ہوتا ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور ہمارے وقت میں جماعت وہی چھوڑتا تھا جو منافق ہو۔ ہم لوگوں کی تو حالت یہ تھی کہ بیماری کی حالت میں دو آدمیوں کے سہارے جماعت کے لیے لائے جاتے تھے اور صف میں کھڑے کر دیے جاتے تھے۔

۴- ایک مرتبہ ایک شخص مسجد سے اذان کے بعد نماز پڑھے بغیر چلا گیا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس شخص نے ابو القاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔ (مسلم شریف)

دیکھیے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جماعت چھوڑنے والے کو کیا کہا؟ کیا کسی مسلمان کو اب بھی بغیر عذر جماعت چھوڑنے کی جرأت ہو سکتی ہے؟ کیا کسی ایمان دار کو رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی گوارا ہو سکتی ہے؟

۵- نبی کریم ﷺ کے بہت سے صحابہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جو کوئی اذان سن کر جماعت میں نہ جائے اس کی نماز ہی نہیں ہوگی۔ یہ لکھ کر امام ترمذی لکھتے ہیں کہ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ یہ حکم تاکیدی ہے، مقصود یہ ہے کہ بغیر عذر جماعت چھوڑنا جائز نہیں۔ [اور بلا عذر نماز پڑھنے سے اگرچہ نماز ہو جائے گی مگر کامل نہیں ہوگی۔]

٦- مجاہد نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جو شخص تمام دن روزے رکھتا ہو اور رات بھر نمازیں پڑھتا ہو مگر جمعہ اور جماعت میں شریک نہ ہوتا ہو اس کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ فرمایا کہ دوزخ میں جائے گا۔ (ترمذی)

امام ترمذی اس روایت کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ جمعہ و جماعت کا مرتبہ کم سمجھ کر چھوڑے تب یہ حکم لگایا جائے گا، لیکن اگر دوزخ میں جانے سے مراد تھوڑے عرصے کے لیے جانا لیا جائے تو اس تاویل کی کوئی ضرورت نہ ہوگی۔

مذاہب فقہائے کرام:

صحابہ کے کچھ اقوال بھی بیان ہو چکے ہیں جو درحقیقت نبی ﷺ کے اقوال ہیں۔ اب ذرا علماء امت اور مجتہدین ملت کو دیکھیے کہ ان کا جماعت کے بارے میں کیا خیال ہے اور ان احادیث کا مطلب انہوں نے کیا سمجھا ہے۔

۱- ظاہر یہ اور امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعض مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ نماز کے صحیح ہونے کے لیے جماعت شرط ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

۲- امام احمد رحمہ اللہ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ جماعت فرض عین ہے، اگرچہ نماز کے صحیح ہونے کی شرط نہیں، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعض مقلدین کا بھی یہی مذہب ہے۔

۳- امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعض مقلدین کا یہ مذہب ہے کہ جماعت فرض کفایہ ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ جو حنفیہ میں سے ایک بڑے درجے کے فقیہ اور محدث ہیں ان کا بھی یہی مذہب ہے۔

۴- اکثر محققین حنفیہ کے نزدیک جماعت واجب ہے۔ محقق ابن ہمام، حلبی اور صاحب البحر الرائق وغیرہ اسی کے قائل ہیں۔

۵- بعض حنفیہ کے نزدیک جماعت سنت مؤکدہ ہے، مگر واجب کے حکم میں ہے اور درحقیقت حنفیہ کے ان دونوں قولوں میں کوئی فرق نہیں۔

۶- فقہاء لکھتے ہیں اگر کسی شہر میں لوگ جماعت چھوڑ دیں اور کہنے کے باوجود بھی نہ مانیں تو ان سے جنگ کرنا جائز ہے۔

۷- فقہ کی بعض کتابوں مثلاً: قنیہ وغیرہ میں ہے کہ بلا عذر جماعت چھوڑنے والے کو سزا دینا امامِ وقت پر واجب ہے اور اس کے پڑوسی اگر اس کے اس فعل قبیح پر کچھ نہ بولیں [یعنی اس کو اس فعل سے نہ روکیں اور حسبِ استطاعت نصیحت نہ کریں، بشرطیکہ اس شخص سے کسی تکلیف کا اندیشہ نہ ہو۔[1]] تو وہ بھی گنہگار ہوں گے۔

۸- اگر مسجد جانے کے لیے اقامت سننے کا انتظار کرے تو گنہگار ہوگا۔ یہ اس لیے کہا کہ اگر اقامت سن کر چلا کریں گے تو ایک دو رکعت یا پوری جماعت چلے جانے کا اندیشہ ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جمعہ اور جماعت کے لیے تیز قدم جانا درست ہے، بشرطیکہ زیادہ تکلیف نہ ہو۔

۹- جماعت چھوڑنے والا گنہگار ہے اور اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی بشرطیکہ اس نے بلا عذر صرف سستی سے جماعت چھوڑی ہو۔

۱۰- اگر کوئی شخص دینی علوم کے پڑھنے پڑھانے میں دن رات مشغول رہتا ہو اور جماعت میں حاضر نہ ہوتا ہو تو معذور نہیں سمجھا جائے گا اور اس کی گواہی مقبول نہیں ہوگی۔

---

(۱) حاشیہ بہشتی گوہر مع بہشتی زیور

جماعت کی حکمتیں اور فوائد:

اس بارے میں حضرات علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ بیان کیا ہے، مگر جہاں تک میری نظر پہنچی ہے حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بہتر، جامع اور لطیف تحریر کسی کی نہیں، اگر چہ زیادہ لطف یہی تھا کہ انہی کی پاکیزہ عبارت سے وہ مضامین لکھے جائیں مگر بوجہ اختصار کے میں حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا خلاصہ یہاں درج کرتا ہوں، وہ فرماتے ہیں:

۱- دنیاوی رسوم کی خرابی کو دور کرنے میں کوئی چیز اس سے زیادہ فائدہ مند نہیں کہ کوئی عبادت عام کر دی جائے، یہاں تک کہ وہ عبادت ایک ضرورت بن جائے کہ اس کا چھوڑنا عادی چیزوں کے چھوڑنے کی طرح ناممکن ہو جائے اور کوئی عبادت نماز سے زیادہ اہم نہیں کہ اس کے ساتھ یہ خاص اہتمام کیا جائے۔

۲- مسلمانوں میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں، اَن پڑھ بھی، عالم بھی، لہٰذا یہ بڑی مصلحت کی بات ہے کہ سب لوگ جمع ہو کر ایک دوسرے کے سامنے اس عبادت کو ادا کریں، اگر کسی سے کوئی غلطی ہو جائے تو دوسرا اسے سکھلا دے، گویا اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ادائیگی ایک زیور ہوئی کہ تمام پرکھنے والے اسے دیکھتے ہیں، جو خرابی اس میں ہوتی ہے بتا دیتے ہیں اور جو عمدگی ہوتی ہے اسے پسند کرتے ہیں، پس یہ نماز کی تکمیل کا ایک بہترین ذریعہ ہوگا۔

۳- جو لوگ بے نمازی ہوں گے ان کا بھی پتہ چل جائے گا اور ان کو نصیحت کرنے کا موقع ملے گا۔

۴- چند مسلمانوں کا مل کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اس سے دعا مانگنا نزول رحمت اور قبولیت میں عجیب خاصیت رکھتا ہے۔

۵- اس امت سے اللہ تعالیٰ کا یہ مقصود ہے کہ اس کا کلمہ بلند اور کلمۂ کفر پست ہو اور زمین پر کوئی مذہب اسلام پر غالب نہ رہے، یہ بات جب ہی ہو سکتی ہے کہ یہ طریقہ مقرر کیا جائے کہ تمام مسلمان عام اور خاص، مسافر اور مقیم، چھوٹے اور بڑے اپنی کسی بڑی اور مشہور عبادت کے لیے جمع ہوا کریں اور اسلام کی شان و شوکت ظاہر کریں، ان سب مصلحتوں کی وجہ سے ہی شریعت نے جماعت پر بھرپور توجہ کی، اس کی ترغیب دی گئی اور چھوڑنے پر سخت ممانعت کی گئی۔

۶- جماعت میں یہ فائدہ بھی ہے کہ تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کی اطلاع ہوتی رہے گی اور ایک دوسرے کے درد و مصیبت میں شریک ہو سکیں گے جس سے دینی اخوت اور ایمانی محبت کا بھرپور اظہار ہوگا، جو شریعت کا ایک بڑا مقصود ہے اور جس کی تاکید اور فضیلت جا بجا قرآنِ عظیم اور احادیثِ نبی ﷺ میں بیان فرمائی گئی ہے۔ افسوس! ہمارے زمانے میں

جماعت چھوڑنا ایک عام عادت بن گئی ہے، جاہلوں کا کیا ذکر، ہم بعض لکھے پڑھے لوگوں کو اس بلا میں مبتلا دیکھ رہے ہیں۔ افسوس! یہ لوگ احادیث پڑھتے ہیں اور ان کے معنی سمجھتے ہیں مگر جماعت کی سخت تاکیدیں ان کے پتھر سے زیادہ سخت دلوں پر کچھ اثر نہیں کرتیں۔ قیامت میں جب اللہ تعالیٰ کے سامنے سب سے پہلے نماز کے مقدمات پیش ہوں گے اور اس کے ادا نہ کرنے والوں یا ادائیگی میں کمی کوتاہی کرنے والوں سے باز پرس شروع ہوگی، یہ لوگ کیا جواب دیں گے؟

جماعت کی کیفیت:

﴿مسئلہ ۱﴾ جماعت سے نماز پڑھنا چونکہ واجب یا سنت مؤکدہ ہے، اس لیے اس کا ذکر بھی نماز کے واجبات وسنن کے بعد اور مکروہات وغیرہ سے پہلے مناسب معلوم ہوا اور مسائل کے زیادہ اور قابل اہتمام ہونے کی وجہ سے اس کے لیے علیحدہ عنوان قائم کیا گیا۔

﴿مسئلہ ۲﴾ جماعت کم سے کم دو آدمیوں کے مل کر نماز پڑھنے کو کہتے ہیں، اس طرح کہ ایک شخص ان میں تابع ہو اور دوسرا متبوع، متبوع کو امام اور تابع کو مقتدی کہتے ہیں۔

﴿مسئلہ ۳﴾ امام کے سوا ایک آدمی کے نماز میں شریک ہو جانے سے جماعت ہو جاتی ہے، چاہے وہ آدمی مرد ہو یا عورت، غلام ہو یا آزاد، بالغ ہو یا سمجھدار نابالغ بچہ، البتہ جمعہ وعیدین کی نماز میں امام کے علاوہ کم سے کم تین آدمی ہونے چاہئیں، اس کے بغیر جماعت نہیں ہوتی۔

﴿مسئلہ ۴﴾ جماعت کے لیے یہ ضروری نہیں کہ فرض نماز ہو بلکہ اگر نفل بھی دو آدمی اسی طرح مل کر پڑھیں تو جماعت ہو جائے گی، چاہے امام اور مقتدی دونوں نفل پڑھتے ہوں یا صرف مقتدی نفل پڑھتا ہو، البتہ نفل کی جماعت کا عادی ہونا یا تین مقتدیوں سے زیادہ ہونا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۵﴾ عورتیں اپنی نماز الگ الگ پڑھیں، جماعت سے نہ پڑھیں اور نہ ہی جماعت کے لیے مسجد جائیں۔ اگر کوئی عورت اپنے شوہر یا کسی محرم کے ساتھ جماعت کے ساتھ نماز پڑھے تو اس کے مسائل کسی مستند عالم سے پوچھ لے، چونکہ ایسا اتفاق کم ہوتا ہے اس لیے ہم نے اس سے متعلقہ مسائل بیان نہیں کیے، البتہ اتنی بات یاد رکھیں کہ اگر کبھی ایسا موقع ہو تو عورت کو چاہیے کہ کسی مرد کے برابر کھڑی نہ ہو، بالکل پیچھے رہے، ورنہ اس کی نماز بھی فاسد ہوگی اور اس مرد کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔

جماعت واجب ہونے کی شرطیں:

۱- مرد ہونا، عورتوں پر جماعت واجب نہیں۔

۲- بالغ ہونا، نابالغ بچوں پر جماعت واجب نہیں۔

۳- آزاد ہونا، غلام پر جماعت واجب نہیں۔

۴- عاقل ہونا، بے ہوش اور دیوانے پر جماعت واجب نہیں۔

۵- تمام اعذار سے خالی ہونا، اعذار کی حالت میں جماعت واجب نہیں، مگر ادا کر لے تو بہتر ہے۔

جماعت چھوڑنے کے اعذار:

جماعت چھوڑنے کے چند اعذار ہیں:

۱- اتنا لباس موجود نہ ہو جس سے ستر کو چھپایا جاسکے۔

۲- مسجد کے راستے میں سخت کیچڑ ہو کہ چلنا سخت دشوار ہو۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ کیچڑ وغیرہ کی حالت میں جماعت کے لیے آپ کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا کہ جماعت کا چھوڑنا مجھے پسند نہیں۔

۳- بہت زور سے بارش برس رہی ہو، ایسی حالت میں امام محمد نے مؤطا میں لکھا ہے کہ اگرچہ مسجد نہ جانا جائز ہے مگر بہتر یہی ہے کہ مسجد جا کر جماعت سے نماز پڑھے۔

۴- ایسی سخت سردی ہو کہ باہر نکلنے میں یا مسجد تک جانے میں کسی بیماری کے ہو جانے کا یا بڑھ جانے کا اندیشہ ہو۔

۵- مسجد جانے میں مال واسباب کے چوری ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

۶- مسجد جانے میں کسی دشمن کا سامنا ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

۷- مسجد جانے میں کسی قرض چاہے کے ملنے اور اس سے تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو، بشرطیکہ اس کے قرض کے ادا کرنے پر قادر نہ ہو اور اگر قادر ہو تو ایسا شخص ظالم سمجھا جائے گا اور اس کو جماعت چھوڑنے کی اجازت نہ ہوگی۔

۸- اندھیری رات ہو کہ راستہ نہ دکھائی دیتا ہو، لیکن اگر کسی کے پاس روشنی کا انتظام ہو تو اسے جماعت نہیں چھوڑنی چاہیے۔

۹- رات کا وقت ہو اور آندھی بہت سخت چلتی ہو۔

۱۰- کسی مریض کی تیمارداری کرتا ہو کہ اس کے جماعت کے لیے چلے جانے سے اس مریض کی تکلیف یا وحشت کا اندیشہ ہو۔

۱۱- کھانا تیار ہو یا تیاری کے قریب ہو اور بھوک ایسی لگی ہو کہ نماز میں توجہ نہ لگنے کا اندیشہ ہو۔

۱۲- قضائے حاجت کا شدید تقاضا ہو۔

۱۳- سفر کا ارادہ ہو اور ڈر ہو کہ جماعت سے نماز پڑھنے میں دیر ہو جائے گی یا قافلہ نکل جائے گا، ریل کا مسئلہ اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے، مگر اتنا فرق ہے کہ وہاں ایک قافلے کے بعد دوسرا قافلہ کئی دنوں کے بعد ملتا ہے اور یہاں ریل ایک دن میں کئی بار جاتی ہے، اگر ایک وقت کی ریل نہ ملے تو دوسرے وقت جا سکتا ہے، البتہ اگر کسی وجہ سے شدید حرج ہوتا ہو تو مضایقہ نہیں۔

۱۴- کوئی ایسی بیماری ہو جس کی وجہ سے چل پھر نہ سکے یا نابینا ہو یا لنجا ہو یا کوئی پیر کٹا ہوا ہو لیکن جو نابینا بے تکلف مسجد تک پہنچ سکے اس کو جماعت نہیں چھوڑنی چاہیے۔

امامت صحیح ہونے کی شرائط:

۱- مسلمان ہونا، کافر کی امامت صحیح نہیں۔

۲- عاقل ہونا، نشئی، بے ہوش اور دیوانے کی امامت صحیح نہیں۔

۳- بالغ ہونا۔

۴- مرد ہونا۔

۵- فرض قراءت کے بقدر یاد ہو۔

۶- نماز سے مانع کوئی عذر نہ ہو، مثلاً: نکسیر وغیرہ نہ چل رہی ہو، تو تلا نہ ہو، نیز نماز کی کوئی شرط، مثلاً: طہارت، ستر وغیرہ نہ چھوٹ رہی ہو۔[۱]

اقتدا صحیح ہونے کی شرائط:

۱- مقتدی کو نماز کی نیت کے ساتھ امام کی اقتدا کی بھی نیت کرنا یعنی یہ ارادہ دل میں کرنا کہ میں اس امام کے پیچھے فلاں نماز پڑھتا ہوں۔ نیت کا بیان اوپر تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے۔

۲- امام اور مقتدی دونوں کی جگہ ایک ہو، چاہے حقیقۃً ایک ہو جیسے دونوں ایک ہی مسجد یا ایک ہی گھر میں کھڑے ہوں

(۱) وشروط الإمامة للرجال الأصحاء ستة أشياء: الإسلام والبلوغ والعقل والذكورة والقراءة والسلامة من الأعذار كالرعاف والفأفأة والتمتمة وفقد شرط كطهارة وستر عورة اهـ. (شامية: ۲/۳۳۷ بيروت)

یا حکماً ایک ہوں جیسے کسی دریا کے پل پر جماعت قائم کی جائے اور امام پل کے اس پار ہو مگر درمیان میں مسلسل صفیں کھڑی ہوں تو اس صورت میں اگرچہ امام اور ان مقتدیوں کے درمیان جو پل کے اس پار ہیں، دریا حائل ہے اور اس وجہ سے دونوں کا مکان حقیقۃً ایک نہیں، مگر چونکہ درمیان میں برابر صفیں کھڑی ہوئی ہیں اس لیے دونوں کا مکان حکماً متحد سمجھا جائے گا اور اقتدا صحیح ہو جائے گی۔

﴿مسئلہ ٦﴾ اگر مقتدی مسجد کی چھت پر کھڑا ہو اور امام مسجد کے اندر تو اقتدا درست ہے، اس لیے کہ مسجد کی چھت مسجد کے حکم میں ہے، اسی طرح اگر کسی کے گھر کی چھت مسجد سے متصل ہو اور درمیان میں کوئی چیز حائل نہ ہو تو وہ بھی حکماً مسجد سے متحد سمجھی جائے گی اور اس کے اوپر کھڑے ہو کر امام کی اقتدا کرنا درست ہے۔

﴿مسئلہ ٧﴾ اگر مسجد بہت بڑی ہو اور اسی طرح گھر بہت بڑا ہو یا جنگل ہو اور امام و مقتدی کے درمیان اتنا خالی میدان ہو کہ جس میں دو صفیں ہو سکیں تو یہ دونوں مقام یعنی جہاں مقتدی کھڑا ہے اور جہاں امام ہے، مختلف سمجھے جائیں گے اور اقتدا درست نہیں ہوگی۔

﴿مسئلہ ٨﴾ اسی طرح اگر امام اور مقتدی کے درمیان کوئی نہر ہو جس میں کشتی چل سکتی ہو، یا کوئی اتنا بڑا حوض ہو جو جاری پانی کے حکم میں ہو، یا کوئی عام راہ گزر ہو جس سے بیل گاڑی وغیرہ گزر سکے اور درمیان میں صفیں نہ ہوں تو وہ دونوں متحد نہیں سمجھے جائیں گے اور اقتدا درست نہیں ہوگی، البتہ کوئی چھوٹی سی نالی اگر حائل ہو جو تنگ سے تنگ راستے سے بھی کم ہو تو وہ مانع اقتدا نہیں۔ تنگ سے تنگ راستہ وہ ہے جس سے اونٹ گزر سکے۔

﴿مسئلہ ٩﴾ پیدل کی اقتدا سوار کے پیچھے یا ایک سوار کی دوسرے سوار کے پیچھے صحیح نہیں، اس لیے کہ دونوں کی جگہ ایک نہیں، البتہ اگر ایک ہی سواری پر دونوں سوار ہوں تو درست ہے۔

۳۔ مقتدی اور امام دونوں کی نماز کا الگ الگ نہ ہونا، اگر مقتدی اور امام کی نماز الگ الگ ہوگی تو اقتدا درست نہ ہوگی، مثلاً: امام ظہر کی نماز پڑھتا ہو اور مقتدی عصر کی نماز کی نیت کرے یا امام کل کی ظہر کی قضا پڑھتا ہو اور مقتدی آج کے ظہر کی۔ البتہ اگر دونوں کل کے ظہر کی قضا پڑھتے ہوں یا دونوں آج ہی کے ظہر کی قضا پڑھتے ہوں تو درست ہے، البتہ اگر امام فرض پڑھتا ہو اور مقتدی نفل تو اقتدا صحیح ہے، اس لیے کہ امام کی نماز قوی ہے۔

﴿مسئلہ ١٠﴾ مقتدی اگر تراویح پڑھنا چاہے اور امام نفل پڑھ رہا ہو تب بھی اقتدا صحیح نہیں ہوگی، کیونکہ امام کی نماز ضعیف ہے۔

۴- امام کی نماز کا صحیح ہونا، اگر امام کی نماز فاسد ہوگی تو سب مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی، چاہے یہ فساد نماز ختم ہونے سے پہلے معلوم ہو جائے یا ختم ہونے کے بعد، جیسے کہ امام کے کپڑوں میں نجاست غلیظہ ایک درہم سے زیادہ تھی اور نماز ختم ہونے کے بعد یا دورانِ نماز معلوم ہوا یا امام کا وضو نہ تھا اور نماز کے بعد یا دورانِ نماز اس کو خیال آیا۔

﴿مسئلہ ۱۱﴾ امام کی نماز اگر کسی وجہ سے فاسد ہوگئی ہو اور مقتدیوں کو معلوم نہ ہو تو امام پر ضروری ہے کہ اپنے مقتدیوں کو حتی الامکان اس کی اطلاع کر دے تاکہ وہ لوگ اپنی نمازوں کا اعادہ کر لیں۔ جن کو اطلاع دینا ممکن نہ ہو ان کی نماز ہوگئی۔

۵- مقتدی کا امام سے آگے نہ کھڑا ہونا۔ چاہے مقتدی امام کے برابر کھڑا ہو یا پیچھے، اگر مقتدی امام سے آگے کھڑا ہو تو اس کی اقتدا درست نہیں ہوگی۔ امام سے آگے کھڑا ہونا اس وقت سمجھا جائے گا جب کہ مقتدی کی ایڑی امام کی ایڑی سے آگے ہو جائے، اگر ایڑی آگے نہ ہو اور انگلیاں آگے بڑھ جائیں چاہے پیر کے بڑے ہونے کے سبب سے یا انگلیوں کے لمبے ہونے کی وجہ سے تو یہ آگے کھڑا ہونا نہ سمجھا جائے گا اور اقتدا درست ہو جائے گی۔

٦- مقتدی کو امام کے افعال مثلاً: رکوع، قومہ، سجدہ اور قعدہ وغیرہ کا علم ہو، چاہے امام کو دیکھ کر یا اس کی یا کسی مُکبّر (تکبیر کہنے والے) کی آواز سن کر یا کسی مقتدی کو دیکھ کر۔ اگر مقتدی کو امام کے افعال کا علم نہ ہو، چاہے کسی چیز کے حائل ہونے کے سبب سے یا کسی اور وجہ سے تو اقتدا صحیح نہیں ہوگی اور اگر کوئی پردہ یا دیوار وغیرہ حائل ہو مگر امام کے افعال معلوم ہوتے ہوں تو اقتدا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۱۲﴾ اگر امام کا مسافر یا مقیم ہونا معلوم نہ ہو لیکن قرائن سے اس کے مقیم ہونے کا غالب گمان ہو اور وہ شہر یا گاؤں کے اندر ہو اور مسافر کی سی نماز پڑھائے یعنی چار رکعت والی نماز میں دو رکعت پر سلام پھیر دے اور مقتدی کو اس سلام سے امام کے بھول جانے کا شبہ ہو تو اس مقتدی پر اپنی چار رکعتیں پوری کر لینے کے بعد امام کی حالت کی تحقیق کرنا واجب ہے کہ امام نے بھول کر سلام پھیر دیا ہے یا وہ مسافر تھا، اگر تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ مسافر تھا تو نماز صحیح ہوگئی اور اگر تحقیق سے معلوم ہوا کہ بھول گیا تھا تو نماز کا اعادہ کرے اور اگر تحقیق نہیں کی بلکہ مقتدی اسی شبہہ کی حالت میں نماز پڑھ کر چلا گیا تو اس صورت میں بھی اس پر نماز کا لوٹانا واجب ہے۔

﴿مسئلہ ۱۳﴾ اگر امام کے متعلق مقیم ہونے کا گمان ہے، مگر وہ نماز شہر یا گاؤں میں نہیں پڑھا رہا بلکہ شہر یا گاؤں سے باہر پڑھا رہا ہے اور اس نے چار رکعت والی نماز میں مسافر کی سی نماز پڑھائی اور مقتدی کو امام کے بھول جانے شبہہ ہوا، اس صورت میں بھی مقتدی اپنی چار رکعت پوری کر لے اور نماز کے بعد امام کا حال معلوم کر لے تو اچھا ہے، اگر معلوم نہ کرے تو اس کی نماز

فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ شہر یا گاؤں سے باہر امام کا مسافر ہونا ہی ظاہر ہے اور اس کے متعلق مقتدی کا یہ خیال کہ شاید اس کو بھول ہوئی ہے، ظاہر کے خلاف ہے، لہٰذا اس صورت میں تحقیقِ حال ضروری نہیں۔ اسی طرح اگر امام چار رکعت والی نماز شہر یا گاؤں میں پڑھائے یا جنگل وغیرہ میں اور کسی مقتدی کو اس کے متعلق مسافر ہونے کا شبہہ ہو، لیکن امام نے پوری چار رکعت پڑھائیں تب بھی مقتدی کو نماز کے بعد تحقیقِ حال واجب نہیں۔ فجر اور مغرب کی نماز میں کسی وقت بھی امام کے مسافر یا مقیم ہونے کی تحقیق ضروری نہیں، کیونکہ ان نمازوں میں مقیم و مسافر سب برابر ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اس تحقیق کی ضرورت صرف ایک صورت میں ہے، جب امام شہر یا گاؤں میں یا کسی جگہ چار رکعت کی نماز میں دو رکعت پڑھائے اور مقتدی کو امام پر سہو کا شبہ ہو۔

۷- مقتدی کا تمام ارکان میں سوائے قراءت کے امام کے ساتھ شریک رہنا، چاہے امام کیساتھ ادا کرے یا اس کے بعد یا اس سے پہلے، بشرطیکہ اسی رکن کے آخر تک امام اس کے ساتھ شریک ہو جائے۔ پہلی صورت کی مثال یہ ہے کہ امام کے ساتھ ہی رکوع سجدہ وغیرہ کرے۔ دوسری صورت کی مثال یہ ہے کہ امام رکوع کر کے کھڑا ہو جائے اس کے بعد مقتدی رکوع کرے۔ تیسری صورت کی مثال یہ ہے کہ امام سے پہلے رکوع کرے مگر رکوع میں اتنی دیر تک رہے کہ امام کا رکوع اس سے مل جائے۔

مسئلہ ۱: اگر کسی رکن میں امام کے ساتھ شرکت نہ کی جائے، مثلاً: امام رکوع کرے اور مقتدی رکوع نہ کرے یا امام دو سجدے کرے اور مقتدی ایک ہی سجدہ کرے یا کسی رکن کی ابتدا امام سے پہلے کی جائے اور اخیر تک امام اس میں شریک نہ ہو، مثلاً: مقتدی امام سے پہلے رکوع میں جائے اور اس سے پہلے کہ امام رکوع کرے مقتدی کھڑا ہو جائے، ان دونوں صورتوں میں اقتدا درست نہ ہوگی۔

۸- مقتدی کی حالت کا امام سے کم یا برابر ہونا۔

مثالیں:

۱- قیام کرنے والے کی اقتدا قیام سے عاجز کے پیچھے درست ہے، شرعاً معذور کا بیٹھ کر نماز پڑھنا کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔

۲- تیمّم کرنے والے کے پیچھے (چاہے تیمّم وضو کا ہو یا غسل کا) وضو اور غسل کرنے والے کی اقتدا درست ہے، اس لیے کہ تیمّم اور وضو و غسل کا حکم طہارت میں ایک جیسا ہے۔

۳- مسح کرنے والے کے پیچھے (چاہے مسح موزوں پر کرتا ہو یا پٹی پر) دھونے والے کی اقتدا درست ہے، اس لیے کہ مسح کرنا اور دھونا دونوں ایک ہی درجے کی طہارت ہے۔

۴- معذور کی اقتدا معذور کے پیچھے درست ہے، بشرطیکہ دونوں ایک ہی عذر میں مبتلا ہوں، مثلاً: دونوں کو مسلسل پیشاب کے قطرے آنے کی شکایت ہو یا دونوں کو خروجِ ریح کا مرض ہو۔

۵- اُمّی کی اقتدا اُمّی کے پیچھے درست ہے، بشرطیکہ مقتدیوں میں کوئی قاری نہ ہو۔

[اُمّی سے مراد وہ شخص ہے جو فرض قراءت کے بقدر قرآن مجید یعنی کم از کم ایک آیت زبانی بھی نہ پڑھ سکتا ہو اور قاری سے مراد وہ شخص ہے جو فرض قراءت کی مقدار قرآن مجید زبانی پڑھ سکتا ہو۔]

۶- عورت یا نابالغ کی اقتدا بالغ مرد کے پیچھے درست ہے۔

۷- عورت کی اقتدا عورت کے پیچھے درست ہے۔

۸- نابالغ کی اقتدا نابالغ کے پیچھے درست ہے۔

۹- نفل پڑھنے والے کی اقتدا فرض اور واجب پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے، مثلاً: کوئی شخص ظہر کی نماز پڑھ چکا ہو اور وہ کسی ظہر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھے یا عید کی نماز پڑھ چکا ہو اور وہ دوبارہ پھر نماز میں شریک ہو جائے۔

۱۰- نفل پڑھنے والے کی اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے۔

۱۱- قسم کی نماز پڑھنے والے کی اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے، اس لیے کہ قسم کی نماز بھی فی نفسہ نفل ہے، یعنی ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں دو رکعت نماز پڑھوں گا اور پھر کسی متنفل کے پیچھے اس نے دو رکعت پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی اور قسم پوری ہو جائے گی۔

۱۲- نذر کی نماز پڑھنے والے کی اقتدا نذر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے، بشرطیکہ دونوں کی نذر ایک ہو، مثلاً: ایک شخص کی نذر کے بعد دوسرا شخص کہے کہ میں نے بھی اس چیز کی نذر مانی جس کی فلاں شخص نے نذر مانی ہے اور اگر یہ صورت نہ ہو بلکہ ایک نے دو رکعت کی مثلاً: الگ نذر مانی اور دوسرے نے الگ، تو ان میں سے کسی کی نماز دوسرے کی اقتدا میں درست نہیں ہوگی۔ حاصل یہ ہے کہ جب مقتدی امام سے کم یا برابر ہوگا تو اقتدا درست ہو جائے گی۔

اب ہم وہ صورتیں لکھتے ہیں جن میں مقتدی کی حالت امام سے زیادہ قوی ہے، چاہے یقیناً یا احتمالاً اور ان تمام صورتوں میں اقتدا درست نہیں۔

جن صورتوں میں اقتدا درست نہیں:

۱- بالغ کی اقتدا چاہے مرد ہو یا عورت نابالغ کے پیچھے درست نہیں۔

۲- مرد کی اقتدا چاہے بالغ ہو یا نابالغ، عورت کے پیچھے درست نہیں۔

۳- خنثیٰ کی اقتدا خنثیٰ کے پیچھے درست نہیں۔

خنثیٰ اس کو کہتے ہیں جس میں مرد اور عورت ہونے کی علامات ایسی متعارض ہوں کہ نہ اس کا مرد ہونا یقینی ہو، نہ عورت ہونا اور ایسی مخلوق شاذ و نادر ہوتی ہے۔

۴- ہوش و حواس والے کی اقتدا مجنون اور بے ہوش کے پیچھے درست نہیں۔

۵- صحیح سالم شخص کی اقتدا معذور کے پیچھے جیسا کہ وہ شخص جس کو مسلسل پیشاب کے قطرے آنے وغیرہ کی شکایت ہو، درست نہیں۔

۶- ایک عذر والے کی اقتدا دو عذر والے کے پیچھے درست نہیں، مثلاً: کسی کو صرف ہوا خارج ہونے کا مرض ہو اور وہ ایسے شخص کی اقتدا کرے جس کو اس بیماری کے ساتھ قطرہ آنے کی بیماری بھی ہو۔

۷- ایک طرح کے عذر والے کی اقتدا دوسری طرح کے عذر والے کے پیچھے درست نہیں، مثلاً: قطروں کی شکایت والا ایسے شخص کی اقتدا کرے جس کو نکسیر بہنے کی شکایت ہو۔

۸- قاری کی اقتدا اُمّی کے پیچھے درست نہیں اور قاری وہ کہلاتا ہے جس کو اتنا قرآن صحیح یاد ہو جس سے نماز ہو جاتی ہے اور اُمّی وہ ہے جس کو اتنا بھی یاد نہ ہو۔

۹- اُمّی کی اقتدا اُمّی کے پیچھے جب کہ مقتدیوں میں کوئی قاری موجود ہو درست نہیں، کیونکہ اس صورت میں اس اُمّی امام کی نماز فاسد ہو جائے گی، اس لیے کہ ممکن تھا کہ وہ اس قاری کو امام بنا دیتا اور اس کی قراءت سب مقتدیوں کی طرف سے کافی ہو جاتی اور جب امام کی نماز فاسد ہو گئی تو سب مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی جن میں وہ اُمّی مقتدی بھی ہے۔

۱۰- اُمّی کی اقتدا گونگے کے پیچھے درست نہیں، اس لیے کہ اُمّی اگرچہ فی الحال قراءت نہیں کر سکتا مگر اس کو قراءت سیکھنے پر قدرت حاصل ہے، جب کہ گونگے میں یہ قدرت بھی نہیں۔

۱۱- جس شخص کا جسم ستر کے بقدر چھپا ہوا ہو اس کی اقتدا بالکل برہنہ شخص کے پیچھے درست نہیں۔

۱۲- رکوع وسجدہ کرنے والے کی اقتدا ان دونوں سے عاجز کے پیچھے درست نہیں۔

۱۳- فرض پڑھنے والے کی اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں۔

۱۴- نذر کی نماز پڑھنے والے کی اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں، اس لیے کہ نذر کی نماز واجب ہے۔

۱۵- نذر کی نماز پڑھنے والے کی اقتدا قسم کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں، مثلاً: کسی نے قسم کھائی کہ میں آج چار رکعت پڑھوں گا اور کسی نے چار رکعت نماز کی نذر مانی تو وہ نذر کرنے والا اگر اس کے پیچھے نماز پڑھے تو درست نہ ہوگی، اس لیے کہ نذر کی نماز واجب ہے اور قسم کی نماز نفل، کیونکہ قسم کا پورا کرنا ہی واجب نہیں، بلکہ اس میں یہ ہوسکتا ہے کہ کفارہ دے دے اور وہ نماز نہ پڑھے۔

[تفصیل اس کی یہ ہے کہ جس کام کے لیے قسم کھائی جائے اگر وہ کام اصل میں فرض یا واجب ہے تب تو قسم کا پورا کرنا متعین ہے اور اگر وہ کام گناہ ہے تو قسم توڑنا اور کفارہ دینا متعین ہے اور اگر وہ کام نہ فرض ہے، نہ واجب ہے اور نہ گناہ تو دیکھا جائے گا کہ اگر اس کا کرنا بہتر ہے تو قسم کا پورا کرنا افضل ہوگا اور اگر نہ کرنا بہتر ہے تو قسم توڑنا بہتر ہوگا اور اگر دونوں برابر ہوں تو قسم کا پورا کرنا اولیٰ ہوگا۔

بہرحال جس کام پر قسم کھائی جائے اس کام کا کرنا مطلقاً واجب نہ ہوگا، اس لیے اگر نفلی نماز کے لیے قسم کھالی تو وہ واجب نہ ہوگی۔[1]]

۱۶- جس شخص سے صاف حروف نہ ادا ہوسکتے ہوں، مثلاً: ''س'' کو ''ث'' یا ''ر'' کو ''غ'' پڑھتا ہو یا کسی اور حرف میں ایسا ہی تغیر وتبدل کرتا ہو تو اس کے پیچھے صاف اور صحیح پڑھنے والے کی نماز درست نہیں، البتہ اگر پوری قراءت میں ایک آدھ حرف ایسا واقع ہوجائے تو اقتدا درست ہوجائے گی۔

جماعت کے احکام:

مسئلہ ۱۵ جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں جماعت شرط ہے، یعنی یہ نمازیں جماعت کے بغیر صحیح نہیں ہوتیں۔ پنج وقتی نمازوں میں جماعت واجب ہے، بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو اور تراویح میں سنت مؤکدہ ہے، اگرچہ ایک قرآن مجید جماعت سے ختم ہوچکا ہو، اسی طرح نمازِ کسوف (سورج گرہن کی نماز) اور رمضان کے وتر میں مستحب ہے، رمضان کے علاوہ دیگر ایام میں وتر کی جماعت مکروہِ تنزیہی ہے یعنی جب کہ پابندی کی جائے اور اگر پابندی نہ کی جائے بلکہ کبھی کبھار دو تین آدمی جماعت سے پڑھ لیں تو مکروہ نہیں۔ نمازِ خسوف (چاند گرہن) اور تمام نوافل اذان واقامت کے ساتھ یا کسی اور طریقہ سے لوگوں کو جمع کرکے اس اہتمام سے ادا کی جائیں جس اہتمام سے فرائض کی جماعت ہوتی ہے تو جماعت مکروہِ تحریمی ہے، البتہ اگر اذان واقامت بغیر اور بلائے بغیر ہوئے دو تین آدمی جمع ہوکر کسی نفل کو جماعت سے پڑھ لیں تو کچھ مضایقہ نہیں لیکن اس کی پابندی نہ کریں۔

(۱) حاشیہ بہشتی زیور بحوالہ ردالمحتار: ۱/۵۴۳

دوسری جماعت کا حکم:

درجِ ذیل شرائط پائے جانے کی صورت میں ایک مرتبہ جماعت ہو جانے کے بعد اسی مسجد میں دوسری جماعت مکروہِ تحریمی ہے۔

۱- محلے کی مسجد ہو اور عام راہ گذر پر نہ ہو، محلے کی مسجد کی تعریف یہ ہے کہ وہاں کا امام اور نمازی متعین ہوں۔

۲- پہلی جماعت بلند آواز سے اذان و اقامت کہہ کر پڑھی گئی ہو۔

۳- پہلی جماعت ان لوگوں نے پڑھی ہو جو اس محلے میں رہتے ہوں اور ان کو اس مسجد کے انتظامات کا اختیار حاصل ہو۔

۴- دوسری جماعت اسی ہیئت اور اہتمام سے ادا کی جائے جس ہیئت اور اہتمام سے پہلی جماعت ادا کی گئی ہے۔

مثلاً: محراب میں پڑھی جائے یہ شرط صرف امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے۔ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہیئت بدل دینے کے باوجود کراہت رہتی ہے۔ پس اگر دوسری جماعت مسجد میں ادا نہ کی جائے بلکہ گھر میں ادا کی جائے تو مکروہ نہیں، اسی طرح اگر ان چار شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے، مثلاً: مسجد عام رہگذر پر ہو محلے کی نہ ہو، تو اس میں دوسری بلکہ تیسری و چوتھی جماعت بھی مکروہ نہیں یا پہلی جماعت بلند آواز سے اذان اور اقامت کہہ کر نہ پڑھی گئی ہو تو دوسری جماعت مکروہ نہیں۔ یا پہلی جماعت ان لوگوں نے پڑھی ہو جو اس محلے میں نہیں رہتے، نہ ہی ان کو مسجد کے انتظامات کا اختیار حاصل ہے یا بقول امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے دوسری جماعت اس ہیئت سے ادا نہ کی جائے جس ہیئت سے پہلی جماعت ادا کی گئی ہے یعنی جس جگہ پہلی جماعت کا امام کھڑا ہوا تھا دوسری جماعت کا امام وہاں سے ہٹ کر کھڑا ہو تو ہیئت بدل جائے گی اور امام ابو یوسف کے نزدیک جماعت مکروہ نہ ہوگی۔

تنبیہ:

اگرچہ بعض لوگوں کا عمل امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہے لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول دلیل کے اعتبار سے بھی قوی ہے اور اس وقت دینی کاموں میں خصوصاً جماعت کے بارے میں جو سستی اور کاہلی ہو رہی ہے اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ہیئت تبدیل ہو جانے کے باوجود دوسری جماعت کرانے پر کراہیت کا فتویٰ دیا جائے، ورنہ لوگ دوسری جماعت مل جانے کی امید پر جان بوجھ کر پہلی جماعت چھوڑ دیا کریں گے۔

امامت کے لائق شخص:

مسئلہ ۱۶: مقتدیوں کو چاہیے کہ اگر تمام حاضرین امامت کی اہلیت میں برابر ہوں تو غلبہ رائے پر عمل کریں یعنی جس

شخص کی طرف زیادہ لوگوں کا رجحان ہو اسی کو امام بنائیں۔ اگر کسی ایسے شخص کے ہوتے ہوئے جو امامت کے زیادہ لائق ہے کسی ایسے شخص کو امام بنا دیں گے جو اس سے کم اہلیت رکھتا ہے تو سنت کی خلاف ورزی کرنے والے شمار ہوں گے۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ سب سے زیادہ امامت کا حق اس شخص کو ہے جو نماز کے مسائل خوب جانتا ہو، بشرطیکہ ظاہراً گناہ کی باتوں میں مبتلا نہ ہو اور جس قدر قراءت مسنون ہے اسے یاد ہو اور قرآن صحیح پڑھتا ہو، پھر وہ شخص جو قرآن مجید اچھا پڑھتا ہو یعنی قرأت و تجوید کے قواعد کے مطابق، پھر وہ شخص جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو، پھر وہ شخص جو سب سے زیادہ عمر رکھتا ہو، پھر وہ شخص جو سب میں زیادہ خوش اخلاق ہو، پھر وہ شخص جو سب میں زیادہ خوبصورت ہو، پھر وہ شخص جو سب میں زیادہ شریف النسب ہو، پھر وہ جس کی آواز سب سے عمدہ ہو، پھر وہ شخص جو عمدہ لباس پہنے ہوئے ہو، پھر وہ شخص جو مقیم ہو (مسافر نہ ہو)، پھر وہ شخص جس نے حدث اصغر سے تیمّم کیا ہو بہ نسبت اس کے جس نے حدث اکبر سے تیمّم کیا ہو اور بعض کے نزدیک حدث اکبر سے تیمّم کرنے والا زیادہ حقدار ہے اور جس شخص میں دو وصف پائے جائیں وہ اس شخص سے زیادہ حقدار ہے جس میں ایک ہی وصف پایا جاتا ہو، مثلاً: وہ شخص جو نماز کے مسائل بھی جانتا ہو، قرآن مجید بھی اچھا پڑھتا ہو وہ اس شخص سے زیادہ مستحق ہے جو صرف نماز کے مسائل جانتا ہو اور قرآن مجید اچھا نہ پڑھتا ہو۔

﴿مسئلہ ۱۸﴾ اگر کسی کے گھر میں جماعت کی جائے تو جس کا گھر ہے وہ امامت کا زیادہ حقدار ہے، اس کے بعد وہ شخص جس کو وہ امام بنا دے، البتہ اگر گھر کا مالک بالکل جاہل ہو اور دوسرے لوگ مسائل سے واقف ہوں تو پھر ان ہی کو حق حاصل ہوگا۔

﴿مسئلہ ۱۹﴾ جس مسجد میں کوئی امام مقرر ہو، اس مسجد میں اس کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کو امامت کا حق نہیں، البتہ اگر وہ کسی دوسرے کو امام بنا دے تو پھر حرج نہیں۔

﴿مسئلہ ۲۰﴾ قاضی یعنی حاکم شرع یا بادشاہِ اسلام کے ہوتے ہوئے دوسرے کو امامت کا حق نہیں۔

جن افراد کی امامت مکروہ ہے:

﴿مسئلہ ۲۱﴾ مقتدیوں کی رضا مندی کے بغیر امامت کرنا مکروہِ تحریمی ہے، البتہ اگر وہ شخص سب سے زیادہ امامت کا حق رکھتا ہو یعنی امامت کے اوصاف اس کے برابر کسی میں نہ پائے جائیں تو پھر اس کے امام بننے میں کوئی کراہت نہیں، بلکہ جو اس کی امامت سے ناراض ہو وہی غلطی پر ہے۔

﴿مسئلہ ۲۲﴾ فاسق (جو شخص علی الاعلان گناہ کرتا ہو) اور بدعتی کو امام بنانا مکروہِ تحریمی ہے، البتہ! اگر خدانخواستہ ایسے

لوگوں کے سوا کوئی دوسرا شخص وہاں موجود نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں، اسی طرح اگر بدعتی و فاسق بااثر اور طاقتور ہوں اور ان کے معزول کرنے پر قدرت نہ ہو یا بڑا فتنہ برپا ہونے کا اندیشہ ہو تو بھی مقتدیوں پر کراہت نہیں۔

﴿مسئلہ ۲۳﴾ دیہاتی کو اور اس نابینا کو جو پاکی ناپاکی کی احتیاط نہ رکھتا ہو یا ایسے شخص کا جسے رات کو کم نظر آتا ہو اور ولد الزنا یعنی حرامی کو امام بنانا مکروہِ تنزیہی ہے۔ البتہ اگر یہ لوگ صاحبِ علم و فضل ہوں اور لوگوں کو ان کا امام بنانا ناگوار نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں۔ اسی طرح کسی ایسے حسین نوجوان کو امام بنانا جس کی ڈاڑھی نہ نکلی ہو اور کم عقل کو امام بنانا مکروہِ تنزیہی ہے۔

شافعی امام کے پیچھے نماز کا طریقہ:

﴿مسئلہ ۲۴﴾ نماز کے فرائض اور واجبات میں تمام مقتدیوں کو امام کا ساتھ دینا واجب ہے، البتہ سنتوں میں واجب نہیں، پس اگر امام شافعی المذہب ہو اور رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت ہاتھوں کو اٹھائے تو حنفی مقتدیوں پر ہاتھوں کا اٹھانا ضروری نہیں، اس لیے کہ ہاتھوں کا اٹھانا شافعیہ کے نزدیک سنت ہے، اسی طرح فجر کی نماز میں شافعی المذہب قنوت پڑھے گا تو حنفی مقتدیوں پر ضروری نہیں، البتہ وتر میں چونکہ قنوت پڑھنا واجب ہے لہٰذا اگر شافعی امام اپنے مذہب کے مطابق رکوع کے بعد قنوت پڑھے تو حنفی مقتدیوں کو بھی رکوع کے بعد پڑھنا چاہیے۔

صف بندی کا طریقہ:

﴿مسئلہ ۲۵﴾ اگر ایک ہی مقتدی ہو تو اس کو امام کے دائیں جانب امام کے برابر یا کچھ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہونا چاہیے، بائیں جانب یا امام کے پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۲۶﴾ اگر ایک سے زیادہ مقتدی ہوں تو ان کو امام کے پیچھے صف باندھ کر کھڑا ہونا چاہیے۔ دو مقتدیوں کا امام کے دائیں بائیں جانب کھڑا ہونا مکروہِ تنزیہی ہے اور اگر دو سے زیادہ ہوں تو مکروہِ تحریمی ہے، اس لیے کہ جب دو سے زیادہ مقتدی ہوں تو امام کا آگے کھڑا ہونا واجب ہے۔

﴿مسئلہ ۲۷﴾ اگر نماز شروع کرتے وقت ایک ہی مقتدی تھا اور وہ امام کے دائیں جانب کھڑا ہوا، اس کے بعد اور مقتدی آ گئے تو پہلے مقتدی کو چاہیے کہ پیچھے ہٹ جائے اور سب مقتدی مل کر امام کے پیچھے کھڑے ہوں، اگر وہ نہ ہٹے تو پیچھے والوں کو چاہیے کہ اس کو کھینچ لیں اور اگر لاعلمی کی وجہ سے وہ مقتدی امام کے دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہو جائیں اور پہلے والے مقتدی کو پیچھے نہ ہٹائیں تو امام کو چاہیے کہ وہ آگے بڑھ جائے تاکہ وہ مقتدی سب مل جائیں اور امام کے پیچھے ہو جائیں، اسی طرح اگر پیچھے ہٹنے کی جگہ نہ ہو تب بھی امام ہی کو چاہیے کہ آگے بڑھ جائے، لیکن اگر مقتدی مسائل سے ناواقف ہوں جیسا

کہ ہمارے زمانے میں ہے تو اس کو ہٹانا مناسب نہیں، کیونکہ اس کا خدشہ ہے کہ کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھے جس سے نماز ہی ٹوٹ جائے۔

﴿مسئلہ ۲۸﴾ اگر مقتدی عورت ہو یا نابالغ لڑکی تو اس کو چاہیے کہ امام کے پیچھے کھڑی ہو، چاہے ایک ہو یا ایک سے زائد۔

﴿مسئلہ ۲۹﴾ اگر مقتدیوں میں مختلف قسم کے لوگ ہوں کچھ مرد، کچھ عورتیں، کچھ نابالغ تو امام کو چاہیے کہ اس ترتیب سے ان کی صفیں بنائے: پہلے مردوں کی صفیں، پھر نابالغ لڑکوں کی، پھر بالغ عورتوں کی، پھر نابالغ لڑکیوں کی۔

﴿مسئلہ ۳۰﴾ امام کو چاہیے کہ صفیں سیدھی کرے یعنی صف میں لوگوں کو آگے پیچھے کھڑے ہونے سے منع کرے، سب کو برابر کھڑے ہونے کا حکم دے۔ صف میں ایک کو دوسرے سے مل کر کھڑا ہونا چاہیے، درمیان میں خالی جگہ نہ رہنی چاہیے۔

﴿مسئلہ ۳۱﴾ مرد کا صرف نامحرم عورتوں کی امامت کرنا ایسی جگہ مکروہِ تحریمی ہے جہاں کوئی اور مرد نہ ہو اور نہ ہی کوئی محرم عورت، جیسے: اس کی ماں، بہن وغیرہ، البتہ اگر کوئی مرد یا محرم عورت یا اس کی بیوی موجود ہو تو پھر مکروہ نہیں۔

﴿مسئلہ ۳۲﴾ تنہا ایک شخص کا صف کے پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے ایسی حالت میں چاہیے کہ اگلی صف سے کسی آدمی کو کھینچ کر اپنے ساتھ کھڑا کر لے لیکن کھینچنے میں اگر احتمال ہو کہ وہ اپنی نماز خراب کر لے گا یا برا مانے گا تو چھوڑ دے۔

﴿مسئلہ ۳۳﴾ پہلی صف میں جگہ ہوتے ہوئے دوسری صف میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ جب پہلی صف پوری ہو جائے تب دوسری صف میں کھڑا ہونا چاہیے۔

لاحق ومسبوق کے مسائل:

﴿مسئلہ ۳۴﴾ لاحق وہ مقتدی ہے جس کی کچھ رکعتیں یا سب رکعتیں جماعت میں شریک ہونے کے بعد کسی عذر کی وجہ سے چھوٹ جائیں، مثلاً: نماز میں سو جائے اور اس درمیان میں کوئی رکعت چھوٹ جائے یا لوگوں کی کثرت کی وجہ سے رکوع سجدے وغیرہ نہ کر سکے یا وضو ٹوٹ جائے اور وضو کرنے کے لیے جائے اور اس دوران اس کی رکعتیں چھوٹ جائیں یا کسی عذر کے بغیر چھوٹ جائیں، مثلاً: امام سے پہلے کسی رکعت کا رکوع یا سجدہ کر لے جس سے اس کی رکعت کالعدم سمجھی جائے تو اس رکعت کے اعتبار سے وہ لاحق سمجھا جائے گا۔ پس لاحق پر واجب ہے کہ پہلے چھوٹی ہوئی رکعتوں کو ادا کرے، ان کے ادا کرنے کے بعد اگر جماعت باقی ہو تو شریک ہو جائے ورنہ باقی نماز بھی تنہا پڑھ لے۔

﴿مسئلہ ۳۵﴾ لاحق چھوٹی ہوئی رکعتوں میں بھی مقتدی سمجھا جائے گا یعنی جیسے مقتدی قراءت نہیں کرتا اسی طرح لاحق

بھی قراءت نہ کرے بلکہ خاموش کھڑا رہے اور جیسے مقتدی سے اگر بھول ہو جائے تو سجدہ سہو کی ضرورت نہیں ہوتی، اسی طرح لاحق کو بھی۔

﴿مسئلہ ۳۶﴾ مسبوق یعنی جو شخص ایک دو رکعتیں چھوٹ جانے کے بعد جماعت میں شامل ہو گیا ہو اس کو چاہیے کہ پہلے امام کے ساتھ شریک ہو کر جتنی نماز باقی ہو جماعت سے ادا کرے، امام کی نماز ختم ہونے کے بعد کھڑا ہو جائے اور اپنی رہ جانے والی رکعتوں کو ادا کرے۔

﴿مسئلہ ۳۷﴾ مسبوق کو اپنی چھوٹی ہوئی رکعتیں منفرد کی طرح قراءت کے ساتھ ادا کرنا چاہیے اور اگر ان رکعتوں میں کوئی سہو ہو جائے تو اس کے لیے سجدہ سہو بھی کرنا ضروری ہے۔

﴿مسئلہ ۳۸﴾ مسبوق کو اپنی چھوٹی ہوئی رکعتیں اس ترتیب سے ادا کرنا چاہیے کہ پہلے قراءت والی رکعتیں ادا کرے پھر وہ رکعتیں ادا کرے جن میں قراءت واجب نہیں اور جو رکعتیں امام کے ساتھ پڑھ چکا ہے ان کے حساب سے قعدہ کرے یعنی ان رکعتوں کے حساب سے جو دوسری ہو اس میں پہلا قعدہ کرے اور جو تیسری رکعت ہو اور نماز تین رکعت والی ہو تو اس میں آخری قعدہ کرے۔ وعلی ھذا القیاس .

مثال: ظہر کی نماز میں تین رکعت ہو جانے کے بعد کوئی شخص شریک ہوا، اس کو چاہیے کہ امام کے سلام پھیر دینے کے بعد کھڑا ہو جائے اور چھوٹی ہوئی تین رکعتیں اس ترتیب سے ادا کرے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملا کر رکوع سجدہ کر کے پہلا قعدہ کرے، اس لیے کہ یہ رکعت اس رکعت کے حساب سے جو اسے امام کے ساتھ ملی ہے، دوسری ہے، پھر دوسری رکعت میں بھی سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملائے اور اس کے بعد قعدہ نہ کرے، اس لیے کہ یہ رکعت اس ملی ہوئی رکعت کے حساب سے تیسری ہے، پھر تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورت نہ ملائے، کیونکہ یہ رکعت قراءت کی نہ تھی اور اس میں قعدہ کرے کہ یہ قعدہ اخیرہ ہے۔

﴿مسئلہ ۳۹﴾ اگر کوئی شخص لاحق بھی ہو اور مسبوق بھی، مثلاً: کچھ رکعتیں ہو جانے کے بعد شریک ہوا ہو اور شرکت کے بعد پھر اس کی کچھ رکعتیں چھوٹ جائیں تو اس کو چاہیے کہ پہلے اپنی ان رکعتوں کو ادا کرے جو شرکت کے بعد چھوٹی ہیں، جن میں وہ لاحق ہے مگر ان کے ادا کرنے میں اپنے آپ کو ایسا سمجھے جیسا وہ امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے یعنی قراءت نہ کرے اور امام کی ترتیب کا لحاظ رکھے، اس کے بعد اگر جماعت باقی ہو تو اس میں شریک ہو جائے، ورنہ باقی نماز اکیلا پڑھ لے، اس کے بعد اپنی ان رکعتوں کو ادا کرے جن میں وہ مسبوق ہے۔

مثال: عصر کی نماز میں ایک رکعت ہو جانے کے بعد کوئی شخص شریک ہوا اور شریک ہونے کے بعد اس کا وضو ٹوٹ گیا اور وضو کرنے گیا، اس درمیان میں نماز ختم ہو گئی تو اس کو چاہیے کہ پہلے ان تینوں رکعتوں کو ادا کرے جو شریک ہونے کے بعد چھوٹ گئی ہیں، پھر اس رکعت کو جو اس کے شریک ہونے سے پہلے ہو چکی تھی اور ان تینوں رکعتوں کو مقتدی کی طرح ادا کرے یعنی قراءت نہ کرے اور ان تینوں میں سے پہلی رکعت میں قعدہ کرے اس لیے کہ یہ امام کی دوسری رکعت ہے اور امام نے اس میں قعدہ کیا تھا، پھر دوسری رکعت میں قعدہ نہ کرے، اس لیے کہ یہ امام کی تیسری رکعت ہے، پھر تیسری رکعت میں قعدہ کرے، اس لیے کہ یہ امام کی چوتھی رکعت ہے اور اس رکعت میں امام نے قعدہ کیا تھا، پھر اس رکعت کو ادا کرے جو اس کے شریک ہونے سے پہلے ہو چکی تھی اور اس میں بھی قعدہ کرے، اس لیے کہ یہ اس کی چوتھی رکعت ہے اور اس رکعت میں اس کو قراءت بھی کرنا ہوگی، اس لیے کہ اس رکعت میں وہ مسبوق ہے اور مسبوق اپنی چھوٹی ہوئی رکعتوں کو ادا کرنے میں منفرد کا حکم رکھتا ہے۔

جماعت میں شامل ہونے اور نہ ہونے کے مسائل:

مسئلہ ۴۰ اگر کوئی شخص اپنے محلے یا مکان کے قریب مسجد میں ایسے وقت پہنچا کہ وہاں جماعت ہو چکی ہو تو اس کے لیے مستحب ہے کہ دوسری مسجد میں جماعت کی تلاش میں جائے اور یہ بھی اختیار ہے کہ اپنے گھر میں واپس آ کر گھر کے آدمیوں کو جمع کر کے جماعت کرے۔

مسئلہ ۴۱ اگر کوئی شخص اپنے گھر میں فرض نماز تنہا پڑھ چکا ہو، اس کے بعد وہی فرض نماز جماعت سے ہو رہی ہو، تو اس کو چاہیے کہ جماعت میں شریک ہو جائے، بشرطیکہ ظہر، عشا کا وقت ہو، فجر، عصر اور مغرب کے وقت شریکِ جماعت نہ ہو، اس لیے کہ فجر اور عصر کی نماز کے بعد نفل مکروہ ہے اور مغرب کی دوسری نماز نفل ہوگی اور نفل میں تین رکعت منقول نہیں۔

مسئلہ ۴۲ اگر کوئی شخص اکیلے فرض نماز شروع کر چکا ہو اور اسی حالت میں اسی فرض کی جماعت ہونے لگے تو اگر وہ فرض دو یا تین رکعت والا ہے جیسے فجر یا مغرب کی نماز تو جب تک دوسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو نماز توڑ دے اور جماعت میں شامل ہو جائے اور اگر دوسری رکعت کا سجدہ کر لیا ہو تو اپنی نماز پوری کر لے اور اگر وہ فرض چار رکعت والا ہو جیسے ظہر، عصر و عشا تو اگر پہلی رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو نماز ختم کر دے اور اگر سجدہ کر لیا ہو تو دوسری رکعت بھی پڑھے اور دو رکعت پر التحیات وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے اور جماعت میں شامل ہو جائے اور اگر تیسری رکعت شروع کر دی ہو اور اس کا سجدہ نہ کیا ہو تو اپنی نماز توڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے اور اگر سجدہ کر لیا ہو تو نماز پوری کر لے۔ جن صورتوں میں نماز پوری کر لی جائے ان میں سے

مغرب، فجر اور عصر میں تو دوبارہ جماعت میں شریک نہ ہو اور ظہر، عشا میں شریک ہو جائے اور جن صورتوں میں نماز توڑنی ہو، کھڑے کھڑے ایک سلام پھیر دے۔

مسئلہ ۴۳: اگر کوئی شخص نفل نماز شروع کر چکا ہو اور فرض جماعت سے ہونے لگے تو نفل نماز نہ توڑے، بلکہ اس کو چاہیے کہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے، اگرچہ چار رکعت کی نیت کی ہو۔

مسئلہ ۴۴: ظہر اور جمعہ کی سنت مؤکدہ اگر شروع کر چکا ہو اور فرض جماعت کھڑی ہونے لگے تو ظاہر مذہب یہ ہے کہ دو رکعت پر سلام پھیر کر جماعت میں شریک ہو جائے اور بہت سے فقہاء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ چار رکعت پوری کر لے اور اگر تیسری رکعت شروع کر دی تو اب چار کا پورا کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ ۴۵: اگر فرض نماز ہو رہی ہو اور سنت وغیرہ شروع کرنے سے کسی رکعت کے چھوٹ جانے کا اندیشہ ہو تو پھر سنت وغیرہ شروع نہ کی جائے، البتہ اگر یقین یا غالب گمان ہو کہ کوئی رکعت فوت نہیں ہوگی تو پڑھ لے، مثلاً: ظہر کے وقت جب فرض شروع ہو جائے اور خوف ہو کہ سنت پڑھنے سے فرض کی کوئی رکعت فوت ہو جائے گی تو پھر مؤکدہ سنتیں جو فرض سے پہلے پڑھی جاتی ہیں، چھوڑ دے۔ ظہر اور جمعہ میں فرض کے بعد بہتر یہ ہے کہ بعد والی سنت مؤکدہ پہلے پڑھ کر ان کے بعد پہلی سنتوں کو پڑھ لے۔

مسئلہ ۴۶: فرض نماز کی جماعت شروع ہونے کی حالت میں جو سنتیں پڑھی جائیں چاہے فجر کی ہوں یا کسی اور وقت کی، وہ ایسے مقام پر پڑھی جائیں جو مسجد سے علیحدہ ہو، اس لیے کہ جہاں فرض نماز ہوتی ہو وہاں کوئی دوسری نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے اور اگر کوئی ایسی جگہ نہ ملے تو صف سے علیحدہ مسجد کے کسی گوشے میں پڑھ لے۔ [یا مسجد کی دیوار یا ستون کی آڑ میں پڑھے، صف کے پیچھے بلا حائل پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے۔[1]]

مسئلہ ۴۷: جس رکعت کا رکوع امام کے ساتھ مل جائے تو سمجھا جائے گا کہ وہ رکعت مل گئی، اگر رکوع نہ ملے تو پھر وہ رکعت شمار نہ ہوگی۔

مسئلہ ۴۸: بعض ناواقف لوگ جب مسجد میں آکر امام کو رکوع میں پاتے ہیں تو جلدی سے آتے ہی جھک جاتے ہیں اور اسی حالت میں تکبیر تحریمہ کہتے ہیں، ان کی نماز نہیں ہوتی، اس لیے کہ تکبیر تحریمہ نماز کی شرط ہے اور تکبیر تحریمہ کے لیے قیام شرط ہے، جب قیام نہ کیا تو وہ تکبیرِ تحریمہ صحیح نہیں ہوئی اور جب وہ صحیح نہیں ہوئی تو نماز کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟

(۱) دیکھیے: رد المحتار، باب ادراک الفریضۃ: ۲/ ۵۲

﴿مسئلہ ۴۹﴾ اگر جماعت کا قعدہ مل جائے اور رکعتیں نہ ملیں تب بھی جماعت کا ثواب مل جائے گا۔

جماعتِ فجر کے وقت سنت پڑھنا:

﴿مسئلہ ۵۰﴾ فجر کی سنتیں چونکہ زیادہ مؤکدہ ہیں لہٰذا ان کے لیے یہ حکم ہے کہ اگر فرض شروع ہو چکا ہو تب بھی ادا کر لی جائیں، بشرطیکہ ایک رکعت مل جانے کی امید ہو اور اگر ایک رکعت کے ملنے کی بھی امید نہ ہو تو پھر نہ پڑھے اور پھر اگر چاہے تو سورج نکلنے کے بعد پڑھے۔

[ظاہر مذہب یہی ہے کہ کم از کم ایک رکعت ملنے کی امید ہو تو سنتیں اس وقت تک پڑھ لے، ورنہ چھوڑ دے اور ایک قول یہ ہے کہ صرف قعدۂ اخیرہ ملنے کی امید ہو تب بھی سنتیں پڑھ لے۔ فتح القدیر، شامیہ وغیرہ میں اسی کو ترجیح دی گئی ہے۔ (۱)]

﴿مسئلہ ۵۱﴾ اگر یہ اندیشہ ہو کہ فجر کی سنتیں نماز کی سنتوں اور مستحبات وغیرہ کی رعایت کرتے ہوئے ادا کی جائیں گی تو جماعت نہیں ملے گی تو ایسی حالت میں چاہیے کہ صرف فرائض اور واجبات پر اکتفا کرے، سنتیں وغیرہ چھوڑ دے۔

اضافہ

بچوں کو بالغوں کی صف میں کھڑا کرنا:

﴿مسئلہ ۱﴾ اگر صرف ایک ہی نابالغ لڑکا ہو تو اس کو بالغوں کے ساتھ کھڑا کیا جائے۔ اگر نابالغ لڑکے زیادہ ہوں تو ان کو پیچھے کھڑا کرنا مستحب ہے، واجب نہیں، مگر اس زمانہ میں لڑکوں کو مردوں کی صفوں ہی میں کھڑا کرنا چاہیے، کیونکہ دو یا اس سے زیادہ لڑکے ایک جگہ جمع ہونے سے نہ صرف اپنی نماز خراب کرتے ہیں بلکہ بڑوں کی نماز میں بھی خلل پیدا کرتے ہیں۔

یہ حکم ان بچوں سے متعلق ہے جو نماز اور وضو وغیرہ میں تمیز رکھتے ہوں، زیادہ چھوٹے بچوں کو مردوں کی صف میں کھڑا کرنا مکروہ ہے، بلکہ مسجد میں لانا ہی جائز نہیں۔ (أحسن الفتاویٰ: ۳/ ۲۸۰)

---

(۱) شامیہ حوالہ بالا

نماز توڑنے والی چیزوں کا بیان

نماز میں بولنا یا بلا ضرورت آواز نکالنا:

مسئلہ ۱ قصداً یا بھول کر بولنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

مسئلہ ۲ نماز میں ''آہ'' یا ''اُف'' یا ''اوہ'' یا ''ہائے'' کہے یا زور سے روئے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے، البتہ اگر جنت، دوزخ کی یاد آجانے سے دل بھر آئے اور زور سے آواز یا ''آہ'' یا ''اُف'' وغیرہ نکل جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔

مسئلہ ۳ بلا ضرورت کھنکھارنے اور گلا صاف کرنے سے جب ایک آدھ حرف بھی پیدا ہو جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے، البتہ ضرورت اور مجبوری کے وقت کھنکھارنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔

مسئلہ ۴ نماز میں چھینک آئی اور اس پر '' الحمد للّٰہ '' کہا تو نماز فاسد نہیں ہوگی لیکن نہیں کہنا چاہیے اور نماز میں اگر کسی اور کو چھینک آئی اور اس نے نماز ہی میں اس کو '' یرحمك اللّٰہ '' کہا تو نماز ٹوٹ گئی۔

مسئلہ ۵ کسی کے سلام کا جواب دیتے ہوئے '' وعلیکم السلام '' کہا تو نماز ٹوٹ گئی۔

مسئلہ ۶ نماز میں کوئی خوشخبری سنی اور اس پر '' الحمد للّٰہ '' کہہ دیا یا کسی کی موت کی خبر سنی اس پر '' إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون '' پڑھا تو نماز فاسد ہوگئی۔

مسئلہ ۷ کوئی بچہ وغیرہ گر پڑا، اس کے گرتے وقت '' بسم اللّٰہ '' کہہ دیا تو نماز ٹوٹ گئی۔

مسئلہ ۸ کسی خط یا کسی کتاب پر نظر پڑی اور اس کو اپنی زبان سے نہیں پڑھا لیکن دل ہی دل میں مطلب سمجھ گیا تو نماز نہیں ٹوٹی، البتہ اگر زبان سے پڑھ لے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

دورانِ نماز کوئی چیز کھا پی لینا:

مسئلہ ۹ نماز میں کوئی چیز کھا لی یا کچھ پی لیا تو نماز ٹوٹ گئی، یہاں تک کہ اگر ایک تل یا چھالیہ کا ٹکڑا اٹھا کر کھا لے تو بھی نماز ٹوٹ جائے گی، البتہ اگر کوئی چیز دانتوں میں اٹکی ہوئی تھی اس کو نگل لیا تو اگر وہ چنے سے کم ہو تو نماز ہوگئی اور اگر چنے کے برابر یا زیادہ ہو تو نماز ٹوٹ جائے گی۔

مسئلہ ۱۰ منہ میں پان دبا ہوا ہے اور اس کی پیک حلق میں جاتی ہے تو نماز نہیں ہوتی۔

مسئلہ ۱۱ کوئی میٹھی چیز کھائی پھر کلی کر کے نماز پڑھنے لگا لیکن منہ میں اس کا مزہ باقی ہے اور تھوک کے ساتھ حلق میں

جاتا ہے تو نماز صحیح ہے۔

تکبیر تحریمہ میں ''الف'' کو بڑھا کر پڑھنا:

﴿مسئلہ ۱۲﴾ تکبیر تحریمہ کہتے وقت لفظ ''اللہ'' کے الف کو بڑھا دیا اور '' آلـلـہ اکبـر '' کہا یا اکبر کے شروع میں الف کو بڑھا کر '' اللہ آکبر '' کہا تو نماز ٹوٹ جائے گی، اسی طرح اگر اکبر کی با کو بڑھا کر پڑھا اور '' اللّٰہ اکبار '' کہا تو بھی نماز ٹوٹ جائے گی۔

نماز میں قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا:

﴿مسئلہ ۱۳﴾ قرآن مجید میں دیکھ دیکھ کر پڑھنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

دورانِ نماز سینہ قبلہ سے پھیر دینا:

﴿مسئلہ ۱۴﴾ نماز میں اتنا مڑ گیا کہ سینہ قبلہ کی طرف سے ہٹ گیا تو نماز ٹوٹ جائے گی۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ اگر نمازی قبلہ کی طرف ایک آدھ قدم آگے بڑھ گیا یا پیچھے ہٹ گیا، لیکن سینہ قبلہ کی طرف سے نہیں پھیرا تو نماز درست ہوگئی لیکن اگر سجدہ کی جگہ سے آگے بڑھ جائے گا تو نماز نہیں ہوگی۔[البتہ جماعت میں اگلی صف میں جگہ خالی ہو تو آگے بڑھ کر صف میں شامل ہونے سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔]

نماز کے دوران لقمہ دینا:

﴿مسئلہ ۱۶﴾ نماز میں اپنے امام کے علاوہ کسی کو لقمہ دینا یعنی قرآن مجید کے غلط پڑھنے پر آگاہ کرنا مفسد نماز ہے۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ صحیح یہ ہے کہ مقتدی اگر اپنے امام کو لقمہ دے تو نماز فاسد نہ ہوگی، چاہے امام بقدر ضرورت قراءت کر چکا ہو یا نہیں۔ بقدر ضرورت سے مراد وہ مقدارِ قراءت ہے جو مسنون ہے، البتہ ایسی صورت میں امام کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ رکوع کرلے، جیسا کہ اگلے مسئلہ میں آرہا ہے۔

﴿مسئلہ ۱۸﴾ امام اگر بقدر فرض قراءت کر چکا ہو پھر اسے بھول لگ جائے تو اسے چاہیے کہ رکوع کرلے، مقتدیوں کو لقمہ دینے پر مجبور نہ کرے (بلکہ مجبور کرنا مکروہ ہے) اور مقتدیوں کو چاہیے کہ جب تک شدید ضرورت پیش نہ آئے امام کو لقمہ نہ دیں۔

شدید ضرورت سے مراد یہ ہے کہ مثلاً: امام غلط پڑھ کر آگے بڑھنا چاہتا ہو یا رکوع نہ کرتا ہو یا خاموش کھڑا ہو جائے اور اگر شدید ضرورت کے بغیر بھی لقمہ دے دیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

﴿مسئلہ ۱۹﴾ اگر نماز نہ پڑھنے والا کوئی شخص کسی نماز پڑھنے والے کو لقمہ دے یا وہ لقمہ دینے والا اس کا مقتدی نہ ہو، چاہے وہ نماز میں ہو یا نہ ہو تو یہ شخص اگر لقمہ لے لے گا تو اس لقمہ لینے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی، البتہ اگر اس کو خود بخود یاد آ جائے، چاہے اس کے لقمہ دینے کے ساتھ ہی یا اس سے پہلے یا اس کے بعد، اس کے لقمہ دینے کو دخل نہ ہو اور وہ اپنی یاد پر اعتماد کر کے پڑھے تو جس کو لقمہ دیا گیا ہے اس کی نماز میں فساد نہیں آئے گا۔

﴿مسئلہ ۲۰﴾ اگر کوئی نماز پڑھنے والا کسی ایسے شخص کو لقمہ دے جو اس کا امام نہیں، تو چاہے وہ بھی نماز میں ہو یا نہ ہو، ہر حال میں اس لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

﴿مسئلہ ۲۱﴾ مقتدی اگر کسی دوسرے شخص کی قراءت سن کر یا قرآن مجید میں دیکھ کر امام کو لقمہ دے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر امام اس کے لقمہ کو لے لے گا تو اس کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی اور اگر مقتدی کو قرآن مجید میں دیکھ کر یا کسی دوسرے سے سن کر خود بھی یاد آ گیا اور پھر اپنی یاد سے لقمہ دیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

دورانِ نماز عورت کا محاذی ہونا:

﴿مسئلہ ۲۲﴾ عورت کا مرد کے ساتھ اس طرح کھڑا ہو جانا کہ ایک کے بدن کا کوئی حصہ دوسرے کے بدن کے کسی حصے کے مقابل ہو جائے تو مندرجہ ذیل شرطوں سے نماز کو فاسد کر دیتا ہے:

۱- عورت بالغ ہو چکی ہو یا قریب البلوغ ہو، لہٰذا اگر کمسن نابالغ لڑکی نماز میں کسی مرد کے برابر کھڑی ہو جائے تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

۲- دونوں نماز میں ہوں، چنانچہ اگر ایک نماز میں ہو اور دوسرا نماز میں نہ ہو تو برابر آنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔

۳- درمیان میں کوئی حائل نہ ہو، پس اگر درمیان میں کوئی پردہ ہو یا کوئی سُترہ حائل ہو یا دونوں کے درمیان اتنی جگہ خالی ہو جس میں ایک آدمی آسانی سے کھڑا ہو سکے تو بھی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

۴- عورت میں نماز صحیح ہونے کی شرائط پائی جاتی ہوں، پس اگر عورت مجنون ہو یا حیض ونفاس کی حالت میں ہو تو اس کے برابر کھڑے ہونے سے نماز فاسد نہیں ہوگی، اس لیے کہ ان صورتوں میں وہ خود نماز میں نہیں سمجھی جائے گی۔

۵- جنازہ کی نماز نہ ہو، لہٰذا جنازے کی نماز میں محاذات مفسد نہیں۔

۶- محاذات ایک رکن جتنی رہے، اگر اس سے کم رہے تو وہ مفسد نہیں، مثلاً: اتنی دیر رہے کہ جس میں رکوع وغیرہ نہیں ہو سکتا، اس کے بعد ختم ہو تو اتنے کم وقت سے نماز میں فساد نہیں آئے گا۔

۷- دونوں کی تحریمہ ایک ہو یعنی یہ عورت اس مرد کی مقتدی ہو یا یہ دونوں کسی تیسرے کے مقتدی ہوں۔

۸- امام نے اس عورت کی امامت کی نیت کی ہو، چاہے شروع نماز میں یا درمیان میں جب وہ آ کر ملی ہو۔[عالمگیریہ، شامیہ (۱/۵۷۵) وغیرہ میں تصریح ہے کہ امام کے نماز شروع کرتے وقت نیت کرنے کا اعتبار ہے، درمیان میں نیت کرنے کا اعتبار نہیں، اس لیے درمیان میں جب وہ آ کر ملی ہے، امام اس کی امامت کی نیت کر لے تو مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔(۱)]

اگر امام نے اس کی امامت کی نیت نہ کی ہو تو پھر مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی بلکہ اسی عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

امام کا نائب بنانے میں کوتاہی کرنا:

مسئلہ ۲۳ اگر امام کا وضو ٹوٹ گیا اور وہ کسی کو اپنا نائب مقرر کیے بغیر مسجد سے باہر نکل گیا تو مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

مسئلہ ۲۴ امام نے کسی ایسے شخص کو نائب مقرر کر دیا جس میں امامت کی صلاحیت نہیں، مثلاً: کسی مجنون یا نابالغ بچے یا کسی عورت کو، تو سب کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

نمازی کے آگے سے گزرنا:

مسئلہ ۲۵ اگر کوئی شخص نمازی کے سامنے سے گزرنا چاہے تو حالت نماز میں اس سے مزاحمت کرنا اور اسے روکنا جائز ہے، بشرطیکہ اس میں عمل کثیر نہ ہو اور اگر عمل کثیر ہو گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

مسئلہ ۲۶ نمازی کے سامنے سے اگر کوئی انسان یا کتا، بلی، بکری وغیرہ گزر جائے تو نماز نہیں ٹوٹتی لیکن سامنے سے جانے والا آدمی گنہگار ہوگا، اس لیے ایسی جگہ نماز پڑھنا چاہیے جہاں آگے سے کوئی نہ گزرے اور چلنے پھرنے میں لوگوں کو تکلیف نہ ہو اور اگر ایسی الگ جگہ نہ ملے تو اپنے سامنے کوئی لکڑی گاڑ لے جو کم سے کم ایک ہاتھ لمبی اور ایک انگل موٹی ہو اور اس لکڑی کے پاس کھڑا ہو اور اس کو بالکل ناک کے سامنے نہ رکھے بلکہ دائیں یا بائیں آنکھ کے سامنے رکھے۔ اگر کوئی لکڑی نہ گاڑے تو اتنی ہی اونچی کوئی اور چیز سامنے رکھ لے جیسے کرسی وغیرہ تو سامنے سے جانا درست ہے۔

سُترہ کا حکم:

مسئلہ ۲۷ امام یا منفرد کے لیے جب کہ وہ گھر یا میدان میں نماز پڑھتا ہو مستحب ہے کہ اپنی ابرو کے سامنے دائیں جانب یا بائیں جانب کوئی ایسی چیز کھڑی کر لے جو ایک ہاتھ یا اس سے زیادہ اونچی اور ایک انگلی کے برابر موٹی ہو، البتہ اگر مسجد

(۱) حاشیہ بہشتی زیور

میں نماز پڑھتا ہو یا ایسے مقام میں جہاں لوگوں کا نمازی کے سامنے سے گذر نہ ہوتا ہو تو اس کی ضرورت نہیں۔ امام کا سُترہ تمام مقتدیوں کی طرف سے کافی ہے، سترہ قائم ہو جانے کے بعد سترہ کے آگے سے گزر جانے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اگر سُترہ اور نمازی کے درمیان سے کوئی شخص نکلے گا تو گناہ گار ہوگا۔

جو چیزیں نماز میں مکروہ اور منع ہیں:

﴿مسئلہ ۲۸﴾ مکروہ وہ چیز ہے جس سے نماز نہیں ٹوٹتی لیکن ثواب کم ہو جاتا ہے اور گناہ ہوتا ہے۔

لباس سے متعلق:

﴿مسئلہ ۲۹﴾ اپنے کپڑے، بدن یا زیور سے کھیلنا اور کنکریوں کو ہٹانا مکروہ ہے، البتہ اگر کنکریوں کی وجہ سے سجدہ نہ کر سکے تو ایک دو مرتبہ ہاتھ سے برابر کر دینا اور ہٹا دینا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۳۰﴾ نماز میں ادھر ادھر سے اپنے کپڑے کو سمیٹنا، سنبھالنا اور مٹی سے بچانا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۳۱﴾ تصویر والے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۳۲﴾ کندھے پر رومال ڈال کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۳۳﴾ میلے کچیلے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اگر دوسرے کپڑے نہ ہوں تو مکروہ نہیں۔

﴿مسئلہ ۳۴﴾ حالتِ نماز میں کپڑے کا عام معمول کے خلاف پہننا یعنی اس کے پہننے کا جو طریقہ ہو اور جس طریقے سے اس کو لوگ عام حالات میں پہنتے ہوں اس کے خلاف اس کا استعمال کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔

مثال:

کوئی شخص چادر اوڑھے اور اس کا کنارہ کاندھے پر نہ ڈالے یا کرتہ پہنے اور آستینوں میں ہاتھ نہ ڈالے، اس سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔

﴿مسئلہ ۳۵﴾ ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے، البتہ اگر عاجزی اور خشوع کی نیت سے ایسا کرے تو کچھ مضایقہ نہیں۔

بلا ضرورت عمل قلیل سے متعلق:

﴿مسئلہ ۳۶﴾ نماز میں انگلیاں چٹخانا اور کولھے پر ہاتھ رکھنا اور دائیں بائیں منہ موڑ کر دیکھنا مکروہ ہے، البتہ اگر کن انکھیوں سے کچھ دیکھے اور گردن نہ پھیرے تو مکروہ نہیں، لیکن بغیر شدید ضرورت کے ایسا کرنا بھی اچھا نہیں۔

﴿مسئلہ ۳۷﴾ سلام کے جواب میں ہاتھ اٹھانا اور ہاتھ سے سلام کا جواب دینا مکروہ ہے اور اگر زبان سے جواب دے

دیا تو نماز ٹوٹ گئی جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا۔

﴿مسئلہ ۳۸﴾ نماز کے اندر آیتوں کا یا کسی اور چیز کا انگلیوں پر گننا مکروہ ہے، البتہ اگر انگلیوں کو دبا کر گنتی یاد رکھے تو کوئی حرج نہیں۔

﴿مسئلہ ۳۹﴾ سکہ یا کوئی اور چیز منہ میں لے کر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اگر ایسی چیز ہو کہ اس کی وجہ سے نماز میں قراءت نہیں کرسکتا یا تسبیحات نہیں پڑھ سکتا تو نماز نہیں ہوتی۔

﴿مسئلہ ۴۰﴾ بلاضرورت نماز میں تھوکنا اور ناک صاف کرنا مکروہ ہے اور اگر ضرورت پڑے تو درست ہے۔ جیسے کسی کو کھانسی آئی اور منہ میں بلغم آ گیا تو اپنے بائیں طرف تھوک دے [یعنی جب مسجد کے علاوہ کہیں اور نماز پڑھ رہا ہو] یا کپڑے میں لے کر مل لے اور داہنی طرف اور قبلہ کی طرف نہ تھوکے۔

﴿مسئلہ ۴۱﴾ نماز میں کھٹمل نے کاٹ لیا تو اس کو پکڑ کر پھینک دے، نماز کے دوران مارنا اچھا نہیں اور اگر کھٹمل نے ابھی کاٹا نہیں ہے تو اس کو نہ پکڑے، بغیر کاٹے پکڑنا بھی مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۴۲﴾ فرض نماز میں بلاضرورت دیوار وغیرہ کسی چیز کے سہارے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

ہیئت نماز سے متعلق:

﴿مسئلہ ۴۳﴾ نماز میں دونوں پیر کھڑے رکھ کر بیٹھنا، چارزانو بیٹھنا یا کتے کی طرح بیٹھنا یہ سب مکروہ ہے۔ البتہ عذر اور بیماری کی وجہ سے جس طرح بیٹھ سکے، کوئی کراہت نہیں۔

﴿مسئلہ ۴۴﴾ مردوں کے لیے بلاضرورت نماز میں کہنیوں کو زمین پر بچھا دینا مکروہِ تحریمی ہے۔

﴿مسئلہ ۴۵﴾ آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا بہتر نہیں ہے، لیکن اگر آنکھیں بند کرنے سے نماز میں دل خوب لگے تو بند کر کے پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

﴿مسئلہ ۴۶﴾ اگر سجدہ کی جگہ پاؤں کی جگہ سے ایک بالشت سے زیادہ اونچی ہو جیسے کوئی دہلیز پر سجدہ کرے تو نماز درست نہیں اور اگر ایک بالشت یا اس سے کم ہو تو نماز درست ہے لیکن بلاضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۴۷﴾ اگر کوئی آگے بیٹھا باتیں کر رہا ہو یا کسی اور کام میں لگا ہو تو اس کی پیٹھ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ نہیں، لیکن اگر بیٹھنے والا اتنے زور زور سے باتیں کر رہا ہو کہ نماز میں بھول جانے کا ڈر ہے تو وہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے، اسی طرح کسی کے چہرہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے۔

پیشاب کے تقاضے کے وقت نماز پڑھنا:

﴿مسئلہ ۴۸﴾ پیشاب یا پاخانہ کے سخت تقاضے کی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔[لیکن اگر وقت نکل جانے کا اندیشہ ہوتو ایسے ہی پڑھ لے۔(۱)]

بھوک کی حالت میں نماز پڑھنا:

﴿مسئلہ ۴۹﴾ جب بہت بھوک لگی ہو اور کھانا تیار ہو تو پہلے کھانا کھا لے، پھر نماز پڑھے، کھانا کھائے بغیر نماز پڑھنا مکروہ ہے، البتہ اگر وقت تنگ ہونے لگے تو پہلے نماز پڑھ لے۔

نمازی کے سامنے کسی چیز کا ہونا:

﴿مسئلہ ۵۰﴾ نماز میں ایسے تنور کی طرف منہ کرنا جس میں آگ جل رہی ہو مکروہ ہے، البتہ موم بتی یا چراغ وغیرہ سامنے ہو تو کوئی حرج نہیں۔

﴿مسئلہ ۵۱﴾ اگر نمازی کے سامنے قرآن شریف یا تلوار لٹکی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

تصویر سے متعلق:

﴿مسئلہ ۵۲﴾ جس فرش پر تصویریں بنی ہوں اس پر نماز ہو جاتی ہے، لیکن تصویر پر سجدہ نہ کرے۔ تصویر والی جائے نماز رکھنا مکروہ ہے، نیز تصویر کا گھر میں رکھنا سخت گناہ ہے۔

﴿مسئلہ ۵۳﴾ اگر تصویر سر کے اوپر ہو یعنی چھت میں تصویر بنی ہوئی ہو یا آگے کی طرف ہو یا دائیں طرف یا بائیں طرف ہو تو نماز مکروہ ہے۔ [اسی طرح اگر پیچھے ہو تب بھی مکروہ ہے لیکن دوسری صورتوں سے کم کراہت ہے] اور اگر پاؤں کے نیچے ہو تو نماز مکروہ نہیں، اسی طرح اگر بہت چھوٹی تصویر ہو کہ اگر زمین پر رکھی ہوئی ہو اور کھڑے ہو کر دکھائی نہ دے یا پوری تصویر نہ ہو بلکہ سر کٹا ہوا یا مٹا ہوا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، ایسی تصویر سے کسی صورت میں نماز مکروہ نہیں ہوتی، چاہے جس طرف ہو۔

﴿مسئلہ ۵۴﴾ درخت یا دریا وغیرہ کسی بے جان چیز کا نقشہ بنا ہو تو وہ مکروہ نہیں۔

قراءت سے متعلق:

﴿مسئلہ ۵۵﴾ دوسری رکعت پہلی رکعت سے زیادہ لمبی کرنا مکروہ ہے۔(۲)

---

(۱) حاشیہ بہشتی زیور

(۲) تفصیل کے لیے دیکھیے: شامیہ: ۱/ ۵۴۲

﴿مسئلہ ۵۶﴾ کسی نماز میں کوئی سورت مقرر کر لینا کہ ہمیشہ وہی پڑھا کرے، کوئی اور سورت کبھی نہ پڑھے، یہ بات مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۵۷﴾ ابھی سورت پوری ختم نہیں ہوئی، کچھ کلمات رہ گئے تھے کہ جلد بازی کی وجہ سے رکوع میں چلا گیا اور سورت کو رکوع میں جا کر ختم کر لیا تو نماز مکروہ ہوئی۔

جگہ سے متعلق:

﴿مسئلہ ۵۸﴾ امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہِ تنزیہی ہے، البتہ اگر محراب سے باہر کھڑا ہو مگر سجدہ محراب میں ہوتا ہو تو مکروہ نہیں۔

﴿مسئلہ ۵۹﴾ صرف امام کا بغیر ضرورت کسی اونچے مقام پر کھڑا ہونا جس کی بلندی ایک ہاتھ یا اس سے زیادہ ہو مکروہِ تنزیہی ہے۔ اگر امام کے ساتھ چند مقتدی بھی ہوں تو مکروہ نہیں، اگر امام کے ساتھ صرف ایک مقتدی ہو تو مکروہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اگر ایک ہاتھ سے کم ہو اور سرسری نظر سے اس کی اونچائی واضح طور پر معلوم ہوتی ہو تب بھی مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۶۰﴾ سب مقتدیوں کا امام سے بغیر ضرورت کسی اونچے مقام پر کھڑا ہونا مکروہِ تنزیہی ہے، اگر کوئی ضرورت ہو، مثلاً: جماعت زیادہ ہو اور جگہ نا کافی ہو تو مکروہ نہیں یا بعض مقتدی امام کے برابر کھڑے ہوں اور بعض اس سے اونچی جگہ ہوں، تب بھی جائز ہے۔

مقتدی سے متعلق:

﴿مسئلہ ۶۱﴾ مقتدی کا اپنے امام سے پہلے کوئی فعل شروع کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔

﴿مسئلہ ۶۲﴾ جب امام قیام میں قراءت کر رہا ہو تو مقتدی کے لیے کوئی دعا وغیرہ پڑھنا، قرآن مجید کی قراءت کرنا چاہے وہ سورۂ فاتحہ ہو یا اور کوئی سورت ہو، مکروہِ تحریمی ہے۔

مقدارِ مسنون سے زیادہ تلاوت کرنا:

﴿مسئلہ ۶۳﴾ امام کا نماز میں مقدارِ مسنون سے بھی زیادہ بڑی بڑی سورتیں پڑھنا یا رکوع، سجدے وغیرہ میں بہت زیادہ دیر تک رہنا مکروہِ تحریمی ہے، امام کو چاہیے کہ اپنے مقتدیوں کی ضرورت، مجبوری اور کمزوری وغیرہ کا خیال رکھے۔ جو سب سے زیادہ صاحبِ ضرورت ہو اس کی رعایت کر کے قراءت وغیرہ کرے، بلکہ زیادہ ضرورت کے وقت مقدارِ مسنون سے بھی کم قراءت کرنا بہتر ہے تاکہ لوگوں کو حرج نہ ہو جو جماعت میں کمی کا سبب ہو جائے۔

جن صورتوں میں نماز توڑنا درست ہے:

مسئلہ ۶۴ نماز کے دوران ریل چل پڑے اور اس پر اپنا سامان رکھا ہوا ہے یا بال بچے سوار ہیں تو نماز توڑ دینا درست ہے۔[چاہے یہ امید ہو کہ نماز وقت کے اندر مل جائے گی یا اس کی امید نہ ہو، وقت نہ رہے تو قضا پڑھے۔[1]]

مسئلہ ۶۵ سامنے سانپ آ جائے تو اس کے ڈر سے نماز توڑ دینا جائز ہے۔

مسئلہ ۶۶ نماز میں کسی نے جوتی اٹھائی اور یہ خطرہ ہے کہ اگر نماز نہیں توڑے گا تو وہ شخص جوتی لے کر بھاگ جائے گا تو نماز توڑ دینا جائز ہے۔

مسئلہ ۶۷ جب کسی ایسی چیز کے ضائع ہو جانے یا خراب ہو جانے کا ڈر ہو جس کی قیمت ساڑھے تین ماشہ=۳٫۲۰۴ گرام چاندی کے برابر یا اس سے زیادہ ہے تو اس کے لیے نماز توڑ دینا جائز ہے۔[چاندی کی قیمت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے، ہر دور میں اسی وقت کی قیمت کا اعتبار ہے۔[2]]

مسئلہ ۶۸ اگر نماز میں پیشاب، پاخانہ کا شدید تقاضا ہو جائے تو نماز توڑ دے اور فراغت کے بعد پڑھے۔

مسئلہ ۶۹ کسی اندھے شخص کے کنویں میں گر جانے کا ڈر ہے تو اس کو بچانے کے لیے نماز توڑنا فرض ہے۔ اگر نماز نہیں توڑی اور وہ گر کر مر گیا تو یہ شخص گناہ گار ہو گا۔

مسئلہ ۷۰ کسی بچہ وغیرہ کے کپڑوں میں آگ لگ گئی اور وہ جلنے لگا تو اس کے لیے بھی نماز توڑنا فرض ہے۔

مسئلہ ۷۱ ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی کسی مصیبت کی وجہ سے پکاریں تو فرض نماز توڑنا واجب ہے، اگر کسی ضرورت کے لیے نہیں پکارا، یوں ہی پکارا ہے تو فرض نماز توڑنا درست نہیں۔

مسئلہ ۷۲ اگر نفل یا سنت پڑھتے ہوئے باپ، ماں، دادا، دادی، نانا، نانی پکاریں، لیکن یہ ان کو معلوم نہیں کہ فلاں نماز پڑھ رہا ہے تو ایسے وقت بھی نماز کو توڑ کر ان کی بات کا جواب دینا واجب ہے، چاہے کسی مصیبت سے پکاریں یا بغیر ضرورت پکاریں دونوں کا ایک حکم ہے۔ اگر نماز توڑ کر نہیں بولے گا تو گناہ ہو گا اور اگر وہ جانتے ہوں کہ نماز پڑھ رہا ہے پھر بھی پکاریں تو نماز نہ توڑے، لیکن اگر کسی ضرورت سے پکاریں اور ان کو تکلیف ہونے کا ڈر ہو تو نماز توڑ دے۔

ٹوپی گرنے کا مسئلہ:

مسئلہ ۷۳ اگر سجدے میں ٹوپی گر جائے تو اسے اٹھا کر سر پر رکھ لینا بہتر ہے بشرطیکہ عملِ کثیر کی ضرورت نہ

---

(۱) حاشیہ بہشتی زیور (۲) دیکھیے احسن الفتاویٰ: ۳/ ۴۶ ورد المحتار باب ادراک الفریضۃ: ۲/ ۵۱

پڑے۔[یعنی دونوں ہاتھ استعمال نہ کرنے پڑیں]

اضافہ

ننگے سر نماز پڑھنا:

﴿مسئلہ ۱﴾ آج کل ننگے سر نماز پڑھنے کا رواج بڑھتا جا رہا ہے۔اسلام میں ٹوپی یا عمامہ کی حیثیت ایک طرح اہل تقویٰ کا شعار ہے۔رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا عام معمول سر اوڑھنے کا تھا۔حدیث میں بھی کہیں اس کا ذکر نہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ نے کھلے سر نماز پڑھی ہو۔اس طرح اس کی دوہری حیثیت ہو جاتی ہے۔نماز کے احترام کا تقاضا یہ ہے کہ ٹوپی،عمامہ باندھ کر نماز پڑھی جائے۔فقہاء کرام نے عام حالت میں کھلے سر نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے اور اگر ننگے سر نماز پڑھنے سے تواضع اور عاجزی کا اظہار مقصود ہو(جو آج کل عموماً نہیں ہوتا)تو ننگے سر نماز پڑھنا جائز ہے،لہٰذا ننگے سر نماز پڑھنے کی بجائے ٹوپی یا عمامہ باندھ کر نماز پڑھی جائے۔(از جدید فقہی مسائل : ۷۲)

مسجد کے احکام

یہاں مسجد کے وہ احکام بیان کرنا مقصود نہیں جو وقف سے تعلق رکھتے ہیں، ان کا ذکر وقف کے بیان میں مناسب ہے۔ یہاں وہ احکام بیان کیے جاتے ہیں جو نماز سے یا مسجد سے تعلق رکھتے ہیں۔

مسئلہ ۱ مسجد کا دروازہ بند کرنا مکروہِ تحریمی ہے، البتہ اگر نماز کا وقت نہ ہو اور مسجد کی حفاظت کے لیے دروازہ بند کر لیا جائے تو جائز ہے۔

مسئلہ ۲ مسجد کی چھت پر پیشاب، پاخانہ یا جماع کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ ۳ جس گھر میں مسجد ہو وہ پورا گھر مسجد کے حکم میں نہیں، اسی طرح وہ جگہ بھی مسجد کے حکم میں نہیں جو عیدین یا جنازے کی نماز کے لیے مقرر کی گئی ہو۔

مسئلہ ۴ مسجد کے در و دیوار پر نقش و نگار کرنا اگر اپنے ذاتی مال سے ہو تو مضایقہ نہیں مگر محراب اور محراب والی دیوار پر مکروہ ہے اور اگر مسجد کی آمدنی سے ہو تو ناجائز ہے۔

مسئلہ ۵ مسجد کی در و دیوار پر قرآن مجید کی آیتوں یا سورتوں کا لکھنا اچھا نہیں۔

مسئلہ ۶ مسجد کے اندر یا مسجد کی دیواروں پر تھوکنا یا ناک صاف کرنا جائز نہیں اور اگر ضرورت پیش آئے تو اپنے کپڑے وغیرہ میں تھوک وغیرہ لے لے۔

مسئلہ ۷ مسجد کے اندر وضو یا کلی وغیرہ کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔

مسئلہ ۸ جنبی اور حائضہ کے لیے مسجد کے اندر جانا جائز نہیں۔

مسئلہ ۹ مسجد کے اندر خرید و فروخت مکروہِ تحریمی ہے، البتہ اعتکاف کی حالت میں بقدرِ ضرورت مسجد کے اندر خرید و فروخت جائز ہے، ضرورت سے زیادہ اس وقت بھی جائز نہیں مگر سامانِ فروخت مسجد کے اندر نہیں ہونا چاہیے۔ [یعنی جس چیز کو فروخت کرنا چاہتا ہے وہ مسجد میں نہ لائی جائے اور اگر صرف قیمت کا روپیہ مسجد میں لایا جائے تو مضایقہ نہیں۔ [1]]

مسئلہ ۱۰ اگر کسی کے پاؤں میں مٹی وغیرہ لگی ہوئی ہو تو اس کو مسجد کی دیوار یا ستون سے پونچھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۱۱ مسجد کو راستہ بنانا جائز نہیں، البتہ اگر کبھی سخت ضرورت ہو تو ایسی حالت میں مسجد سے ہو کر نکل جانا جائز ہے۔

---

(۱) از حاشیہ بہشتی زیور

مسئلہ ۱۲ مسجد میں کسی پیشہ ور کو اپنا پیشہ کرنا جائز نہیں، اس لیے کہ مسجد دِین کے کاموں خصوصاً نماز کے لیے بنائی جاتی ہے، اس میں دنیا کے کام نہیں ہونے چاہئیں، البتہ اگر کوئی شخص مسجد کی حفاظت کے لیے مسجد میں بیٹھے اور ضمناً اپنا کام بھی کرتا رہے تو کوئی حرج نہیں، مثلاً: کوئی کاتب یا درزی مسجد کے اندر بغرضِ حفاظت بیٹھے اور ضمناً اپنا کام بھی کرتا جائے تو جائز ہے۔

وتر اور نوافل کا بیان

وتر کی نماز:

﴿مسئلہ ۱﴾ وتر کی نماز واجب ہے اور واجب کا مرتبہ فرض کے قریب قریب ہے، چھوڑ دینے سے بڑا گناہ ہوتا ہے۔ اگر کبھی چھوٹ جائے تو جب موقع ملے فوراً اس کی قضا پڑھنی چاہیے۔

﴿مسئلہ ۲﴾ وتر کی تین رکعتیں ہیں، دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھے اور ''التحیات'' پڑھے، درود نہ پڑھے بلکہ التحیات پڑھ لینے کے بعد فوراً اٹھ کھڑا ہو اور ''الحمد للہ'' اور سورت پڑھ کر اللہ اکبر کہے، عورت کندھے تک ہاتھ اٹھائے [اور مرد کان کی لو تک ہاتھ اٹھائے] اور پھر ہاتھ باندھ لے، پھر دعائے قنوت پڑھ کر رکوع کرے اور تیسری رکعت پر بیٹھ کر ''التحیات'' اور درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیرے۔

دعاءِ قنوت:

((اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ ، وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ ، وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ ، وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ ، وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ ، اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ ، وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ ، وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ ، اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ)).

﴿مسئلہ ۳﴾ وتر کی تینوں رکعتوں میں ''الحمد للہ'' کے ساتھ سورت ملانی چاہیے۔

﴿مسئلہ ۴﴾ اگر تیسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھنا بھول گیا اور رکوع میں جانے کے بعد یاد آیا تو اب دعائے قنوت نہ پڑھے بلکہ نماز کے آخر میں سجدۂ سہو کر لے اور اگر رکوع چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا اور دعائے قنوت پڑھ لے تب بھی نماز ہو گئی، لیکن ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا اور سجدۂ سہو کرنا اس صورت میں بھی واجب ہے۔

﴿مسئلہ ۵﴾ اگر بھولے سے پہلی یا دوسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھ لی تو اس کا کچھ اعتبار نہیں، تیسری رکعت میں پھر پڑھنی چاہیے اور سجدۂ سہو بھی کرنا پڑے گا۔

﴿مسئلہ ۶﴾ جس کو دعائے قنوت یاد نہ ہو وہ یہ پڑھ لیا کرے:

﴿ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾

یا تین دفعہ یہ کہہ لے ((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ)) ، یا تین دفعہ ((یا رب)) کہہ لے تو بھی نماز ہو جائے گی۔

سنتوں کا بیان:

﴿مسئلہ ۷﴾ فجر کے وقت فرض سے پہلے دو رکعت نماز سنت ہے۔ حدیث میں اس کی بڑی تاکید آئی ہے، کبھی اس کو نہ چھوڑے، اگر کسی دن دیر ہوگئی اور نماز کا بالکل آخری وقت ہوگیا تو مجبوری کے وقت دو رکعت فرض پڑھ لے، لیکن جب سورج نکل آئے اور اونچا ہو جائے تو زوال سے پہلے پہلے سنت کی دو رکعت قضا پڑھ لینا مستحب ہے۔

﴿مسئلہ ۸﴾ ظہر کے وقت پہلے چار رکعت سنت پڑھے، پھر چار رکعت فرض، پھر دو رکعت سنت۔ یہ چھ رکعتیں بھی ضروری ہیں، ان کے پڑھنے کی بہت تاکید ہے، بلا وجہ چھوڑ دینے سے گناہ ہوتا ہے۔

﴿مسئلہ ۹﴾ عصر کے وقت پہلے چار رکعت سنت پڑھے، پھر چار رکعت فرض پڑھے، لیکن عصر کے وقت کی سنتوں کی تاکید نہیں ہے، اگر کوئی نہ پڑھے تو بھی کوئی گناہ نہیں ہوتا اور پڑھنے والے کو ثواب ملتا ہے۔

﴿مسئلہ ۱۰﴾ مغرب کے وقت پہلے تین رکعت فرض پڑھے، پھر دو رکعت سنت پڑھے۔ یہ سنتیں بھی ضروری ہیں، نہ پڑھنے سے گناہ ہوگا۔

﴿مسئلہ ۱۱﴾ عشا کے وقت بہتر اور مستحب یہ ہے کہ پہلے چار رکعت سنت پڑھے، پھر چار رکعت فرض، پھر دو رکعت سنت، پھر اگر جی چاہے دو رکعت نفل بھی پڑھ لے۔ اس حساب سے عشا کی چھ رکعتیں سنت ہوئیں۔ اگر کوئی اتنی رکعتیں نہ پڑھے تو پہلے چار رکعت فرض پڑھے، پھر دو رکعت سنت، پھر تین وتر پڑھے۔ عشا کے فرض کے بعد دو رکعت سنت ضروری ہیں، نہیں پڑھے گا تو گناہ ہوگا۔

﴿مسئلہ ۱۲﴾ رمضان کے مہینے میں تراویح کی نماز بھی سنت ہے۔ اس کی بھی تاکید آئی ہے۔ اس کا چھوڑ دینا اور نہ پڑھنا گناہ ہے۔ عورتیں تراویح کی نماز اکثر چھوڑ دیتی ہیں، ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔ عشا کے فرض اور سنتوں کے بعد بیس رکعت تراویح پڑھے، چاہے دو دو رکعت کی نیت باندھے یا چار چار رکعت کی مگر دو دو رکعت پڑھنا اولیٰ ہے۔ وتر تراویح کے بعد پڑھے۔

فائدہ:

جن سنتوں کا پڑھنا ضروری ہے وہ سنتِ مؤکدہ کہلاتی ہیں اور رات دن میں ایسی سنتیں بارہ ہیں: دو فجر کی، چار ظہر سے

پہلے، دوظہر کے بعد، دومغرب کے بعد، دوعشا کے بعد اور رمضان میں تراویح جبکہ بعض علماء نے تہجد کو بھی مؤکدہ میں شمار کیا ہے۔

﴿مسئلہ ۱۳﴾ اتنی نمازیں تو شریعت کی طرف سے مقرر ہیں، اگر اس سے زیادہ پڑھنے کو کسی کا جی چاہے تو جتنا چاہے زیادہ پڑھے اور جس وقت جی چاہے پڑھے، صرف اتنا خیال رکھے کہ جن پانچ اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے ان میں نہ پڑھے، فرض اور سنت کے سوا جو کچھ پڑھے گا اس کو نفل کہتے ہیں۔ جتنی زیادہ نفلیں پڑھے گا اتنا ہی زیادہ ثواب ملے گا۔

نوافل کے احکام:

﴿مسئلہ ۱۴﴾ دن کو نفلیں پڑھے تو چاہے دو دو رکعت کی نیت باندھے اور چاہے تو چار چار رکعت کی نیت باندھے۔ دن کو چار رکعت سے زیادہ کی نیت باندھنا مکروہ ہے اور رات کو ایک ساتھ چھ، چھ یا آٹھ، آٹھ رکعت کی نیت باندھ لے تو بھی درست ہے اور اس سے زیادہ کی نیت باندھنا رات کو بھی مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ اگر چار رکعتوں کی نیت باندھے تو جب دو رکعت پڑھ کر تشہد میں بیٹھے تو اس وقت اختیار ہے کہ چاہے ''التحیات'' کے بعد درود شریف اور دعا بھی پڑھے، پھر بغیر سلام پھیرے کھڑا ہو، پھر تیسری رکعت پر ((سبحانك اللّٰهم)) ''اعوذ باللہ، بسم اللہ'' پڑھ کر ''الحمد للہ'' شروع کرے؛ اور چاہے صرف ''التحیات'' پڑھ کر کھڑا ہو اور تیسری رکعت میں ''بسم اللہ'' اور ''الحمد للہ'' سے شروع کرے [پہلی صورت زیادہ بہتر ہے] پھر چوتھی رکعت پر بیٹھ کر ''التحیات'' وغیرہ سب پڑھ کر سلام پھیرے اور اگر آٹھ رکعت کی نیت باندھی ہے اور آٹھوں رکعتیں ایک سلام سے پوری کرنا چاہے تو اسی طرح دونوں صورتیں اب بھی درست ہیں کہ چاہے التحیات، درود شریف اور دعا پڑھ کر کھڑا ہو جائے اور پھر ((سبحانك اللّٰهم)) پڑھے یا التحیات پڑھ کر کھڑا ہو کر ''بسم اللہ'' اور ''الحمد للہ'' سے شروع کر دے اور اسی طرح چھٹی رکعت پر بیٹھ کر بھی چاہے التحیات، درود، دعا سب کچھ پڑھ کر کھڑا ہو۔ پھر ((سبحانك اللّٰهم)) پڑھے اور چاہے فقط التحیات پڑھ کر کھڑا ہو کر ''بسم اللہ'' اور ''الحمد للہ'' سے شروع کر دے اور آٹھویں رکعت پر بیٹھ کر سب کچھ پڑھ کر سلام پھیرے اور اسی طرح ہر دو دو رکعت پر ان دونوں صورتوں میں اختیار ہے۔

﴿مسئلہ ۱۶﴾ سنت اور نفل کی تمام رکعتوں میں ''الحمد للہ'' کے ساتھ سورت ملانا واجب ہے، اگر قصداً سورت نہیں ملائے گا تو نماز نہیں ہوگی اور اگر بھول گیا تو سجدۂ سہو کرنا پڑے گا۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ جب کسی نے نفل نماز کی نیت باندھ لی تو اس کا پورا کرنا واجب ہو گیا، اگر توڑ دے گا تو گنہگار ہوگا اور جو نماز

توڑی ہے اس کی قضا پڑھنا پڑے گی، لیکن نفل کی ہر دو دو رکعت الگ ہیں۔ اگر چار یا چھ رکعت کی نیت باندھے تو صرف دو ہی رکعت کا پورا کرنا واجب ہوا، ساری رکعتیں واجب نہیں ہوئیں۔ پس اگر کسی نے چار رکعت نفل کی نیت کی، پھر دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا تو کوئی گناہ نہیں۔

مسئلہ ۱۸ اگر کسی نے چار رکعت نفل کی نیت باندھی اور ابھی دو رکعتیں پوری نہ ہوئی تھیں کہ نماز توڑ دی تو صرف دو رکعت کی قضا پڑھے۔

مسئلہ ۱۹ اگر چار رکعت کی نیت باندھی اور دو رکعت پڑھ کر تیسری یا چوتھی میں نیت توڑ دی تو اگر دوسری رکعت پر بیٹھ کر اس نے التحیات وغیرہ پڑھی ہے تو صرف دو رکعت کی قضا پڑھے اور اگر دوسری رکعت پر نہیں بیٹھا، بغیر التحیات پڑھے بھولے سے کھڑا ہو گیا یا قصداً کھڑا ہو گیا تو چاروں رکعتوں کی قضا پڑھے۔

مسئلہ ۲۰ ظہر کی چار رکعت اگر توڑ دے تو پوری چار رکعتیں دوبارہ پڑھے، چاہے دو رکعت پر بیٹھ کر التحیات پڑھی ہو یا نہیں۔

مسئلہ ۲۱ نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا بھی درست ہے لیکن بیٹھ کر پڑھنے سے آدھا ثواب ملتا ہے، اس لیے کھڑے ہو کر پڑھنا بہتر ہے، البتہ بیماری کی وجہ سے کھڑا نہ ہو سکے تو پورا ثواب ملے گا۔ فرض نماز اور سنت جب تک مجبوری نہ ہو بیٹھ کر پڑھنا درست نہیں۔

[لفظ فرض، واجب نمازوں کو بھی شامل ہے، کیونکہ عملاً واجب بھی فرض کے حکم میں ہے اور ان سنتوں سے صبح کی سنتیں مراد ہیں اور بعض نے تراویح کا بھی یہی حکم بیان کیا ہے۔[1]]

مسئلہ ۲۲ اگر نفل نماز بیٹھ کر شروع کی، پھر کچھ پڑھنے کے بعد کھڑا ہو گیا تو یہ بھی درست ہے۔

مسئلہ ۲۳ نفل نماز کھڑے ہو کر شروع کی پھر پہلی ہی رکعت یا دوسری رکعت میں بیٹھ گیا تو یہ درست ہے۔

مسئلہ ۲۴ نفل نماز کھڑے کھڑے پڑھی، لیکن کمزوری کی وجہ سے تھک گیا تو کسی لاٹھی یا دیوار پر ٹیک لگا لینا اور اس کے سہارے سے کھڑا ہونا بھی درست ہے۔

بعض مخصوص نوافل:

مسئلہ ۲۵ بعض نفلوں کا ثواب بہت زیادہ ہے اس لیے ان کا پڑھنا دوسری نفلوں سے زیادہ بہتر ہے کہ تھوڑی سی

(۱) تصحیح الاغلاط حاشیہ بہشتی زیور

محنت میں بہت ثواب ملتا ہے۔ وہ یہ ہیں: تحیۃ الوضو، اشراق، چاشت، اوّابین، تہجد، صلوٰۃ التسبیح وغیرہ۔

تحیۃ الوضو:

مسئلہ ۲۶ تحیۃ الوضو اس کو کہتے ہیں کہ جب کبھی وضو کرے تو وضو کے بعد دو رکعت نماز نفل پڑھ لیا کرے۔ حدیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے، لیکن مکروہ وقت میں نہ پڑھے۔

اشراق کی نماز:

مسئلہ ۲۷ اشراق کی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد جائے نماز سے نہ اٹھے، اسی جگہ بیٹھے بیٹھے درود شریف، کلمہ یا اور کوئی وظیفہ پڑھتا رہے اور اللہ کی یاد میں لگا رہے۔ دنیا کی کوئی بات چیت نہ کرے، نہ دنیا کا کوئی کام کرے۔ جب سورج نکل آئے اور اونچا ہو جائے [اونچائی کی حد ایک نیزہ ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے کہ سورج کی طرف دیکھنے سے آنکھیں چندھیانے لگیں۔ یہ کیفیت سورج طلوع ہونے کے تقریباً دس منٹ بعد شروع ہو جاتی ہے] تو دو رکعت یا چار رکعت پڑھ لے تو ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب ملتا ہے اور اگر فجر کی نماز کے بعد دنیا کے کسی دھندے میں لگ گیا، پھر سورج اونچا ہو جانے کے بعد اشراق کی نماز پڑھی تو بھی درست ہے لیکن ثواب کم ہو جائے گا۔

چاشت کی نماز:

مسئلہ ۲۸ جب سورج خوب اونچا ہو جائے اور دھوپ تیز ہو جائے تو دو رکعت، چار رکعت، آٹھ رکعت یا بارہ رکعت پڑھ لے۔ اس کو چاشت کہتے ہیں اس کا بھی بہت ثواب ہے۔

اوّابین کے نوافل:

مسئلہ ۲۹ مغرب کے فرض اور سنتوں کے بعد کم سے کم چھ رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعتیں پڑھے، اس کو اوّابین کہتے ہیں۔

تہجد کی نماز:

مسئلہ ۳۰ آدھی رات کو اٹھ کر نماز پڑھنے کا بہت زیادہ ثواب ہے، اس نفل کو تہجد کہتے ہیں۔ یہ نماز اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت مقبول ہے اور نوافل میں سب سے زیادہ اس کا ثواب ہے۔ تہجد کی کم سے کم چار رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں، اگر زیادہ نہ پڑھ سکے تو دو ہی رکعتیں پڑھ لے۔ اگر رات کو اٹھ کر پڑھنے کی ہمت نہ ہو تو عشا کے بعد پڑھ لے، مگر ویسا ثواب نہ ہوگا۔ اس کے علاوہ بھی رات دن میں جتنی چاہے نفلیں پڑھے۔

صلوٰۃ التسبیح:

مسئلہ ۳۱ صلوٰۃ التسبیح کا حدیث شریف میں بڑا ثواب آیا ہے، اس کے پڑھنے سے بہت زیادہ ثواب ملتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ نماز سکھائی تھی اور فرمایا تھا: ''اس کے پڑھنے سے تمہارے اگلے پچھلے، نئے پرانے، چھوٹے بڑے سب گناہ معاف ہو جائیں گے، اگر ہو سکے تو ہر روز یہ نماز پڑھ لیا کرو، اگر ہر روز نہ ہو سکے تو ہفتہ میں ایک دفعہ پڑھ لو، اگر ہفتہ میں نہ ہو سکے تو ہر مہینے میں پڑھ لیا کرو، ہر مہینے میں بھی نہ ہو سکے تو ہر سال میں ایک مرتبہ پڑھ لو، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک دفعہ پڑھ لو۔''

اس نماز کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ چار رکعت کی نیت باندھے اور جب ((سبحانك اللّٰھم))، ((الحمدللّٰه)) اور سورت وغیرہ پڑھ چکے تو رکوع سے پہلے پندرہ دفعہ یہ پڑھے: ((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ)) پھر رکوع میں جائے تو ((سبحان ربی العظیم)) کہنے کے بعد دس دفعہ یہی پڑھے، پھر رکوع سے اٹھے تو ((ربنا لك الحمد)) کے ساتھ دس دفعہ پڑھے، پھر سجدے میں جائے تو ((سبحان ربی الاعلی)) کے بعد دس مرتبہ پڑھے، پھر سجدہ سے اٹھ کر دس دفعہ پڑھ کر دوسرا سجدہ کرے، اس میں بھی دس دفعہ پڑھے، پھر سجدہ سے اٹھ کر بیٹھے اور دس دفعہ پڑھ کر دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو۔ اسی طرح دوسری رکعت پڑھے اور جب دوسری رکعت میں التحیات کے لیے بیٹھے تو پہلے وہی تسبیح دس دفعہ پڑھ لے پھر التحیات پڑھے۔ اسی طرح چاروں رکعتیں پڑھے۔

مسئلہ ۳۲ ان چار رکعتوں میں جو سورت چاہے پڑھے، کوئی سورت مقرر نہیں۔

مسئلہ ۳۳ اگر کسی رکن میں تسبیحات بھول کر کم پڑھی گئیں یا بالکل ہی چھوٹ گئیں تو اگلے رکن میں ان بھولی ہوئی تسبیحات کو بھی پڑھ لے، مثلاً: رکوع میں دس مرتبہ تسبیح پڑھنا بھول گیا اور سجدہ میں یاد آیا تو سجدہ میں یہ بھولی ہوئی دس بھی پڑھے اور سجدہ کی دس بھی پڑھے۔ گویا ایسی صورت میں سجدہ میں بیس تسبیح پڑھے۔ بس یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ ایک رکعت میں پچھتر مرتبہ تسبیح پڑھی جاتی ہے اور چاروں رکعتوں میں تین سو مرتبہ۔ سو اگر چاروں رکعتوں میں تین سو کا عدد پورا ہو گیا تو ان شاء اللہ صلوٰۃ التسبیح کا ثواب ملے گا اور اگر چاروں رکعتوں میں بھی تین سو کا عدد پورا نہ ہو سکا تو پھر یہ نماز نفل ہو جائے گی، صلوٰۃ التسبیح نہ رہے گی۔

مسئلہ ۳۴ اگر صلوٰۃ التسبیح میں کسی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہو گیا تو سہو کے دونوں سجدوں میں اور ان کے بعد والے قعدہ میں تسبیحات نہیں پڑھی جائیں گی۔

مسئلہ ۳۵ تسبیحات بھول کر چھوٹ جانے یا کم ہو جانے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔

تحیۃ المسجد:

مسئلہ ۳۶ یہ نماز اس شخص کے لیے سنت ہے جو مسجد میں داخل ہو۔

مسئلہ ۳۷ اس نماز کا مقصد مسجد کی تعظیم کا اظہار ہے جو درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی تعظیم ہے، اس لیے کہ مکان کی تعظیم مکان والے کے خیال سے ہوتی ہے، پس غیر اللہ کی تعظیم کسی طرح اس سے مقصود نہیں۔ مسجد میں آنے کے بعد بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے، بشرطیکہ کوئی مکروہ وقت نہ ہو۔

مسئلہ ۳۸ اگر مسجد میں جا کر کوئی شخص بیٹھ جائے اور اس کے بعد تحیۃ المسجد پڑھے تب بھی کچھ حرج نہیں، مگر بہتر یہ ہے کہ بیٹھنے سے پہلے پڑھ لے۔

مسئلہ ۳۹ اگر مکروہ وقت ہو تو صرف چار مرتبہ ان کلمات کو کہہ لے: «سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر» اور اس کے بعد کوئی درود شریف پڑھ لے۔

مسئلہ ۴۰ دو رکعت کی کوئی تخصیص نہیں، اگر چار رکعت پڑھی جائے تب بھی مضایقہ نہیں، اگر مسجد میں آتے ہی کوئی فرض نماز پڑھی جائے یا اور کوئی سنت ادا کی جائے تو وہی فرض یا سنت تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جائے گی یعنی اس کے پڑھنے سے تحیۃ المسجد کا ثواب بھی مل جائے گا اگرچہ اس میں تحیۃ المسجد کی نیت نہیں کی گئی۔

حدیث: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی مسجد جایا کرے تو جب تک دو رکعت نماز نہ پڑھ لے نہ بیٹھے۔''

مسئلہ ۴۱ اگر مسجد میں کئی مرتبہ جانے کا اتفاق ہو تو صرف ایک مرتبہ تحیۃ المسجد پڑھ لینا کافی ہے، چاہے پہلی مرتبہ پڑھ لے یا آخر میں۔

استخارہ کی نماز:

مسئلہ ۴۲ جب کوئی کام کرنے کا ارادہ ہو تو اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرے۔ اس کو استخارہ کہتے ہیں۔ حدیث میں اس کی بہت ترغیب آئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ''اللہ تعالیٰ سے خیر طلب نہ کرنا اور استخارہ نہ کرنا بدبختی اور کم نصیبی کی بات ہے۔''

کہیں رشتہ کرے یا سفر کرے یا اور کوئی کام کرے تو بغیر استخارہ کے نہ کرے، ان شاء اللہ تعالیٰ کبھی اپنے کیے پر پریشان نہ ہوگا۔

﴿مسئلہ۴۳﴾ استخارہ کی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے دو رکعت نفل نماز پڑھے،اس کے بعد خوب دل لگا کے یہ دعا پڑھے:

«اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡتَخِیۡرُکَ بِعِلۡمِکَ ، وَاسۡتَقۡدِرُکَ بِقُدۡرَتِکَ ، وَأَسۡئَلُکَ مِنۡ فَضۡلِکَ الۡعَظِیۡمِ ، فَاِنَّکَ تَقۡدِرُ وَلَا اَقۡدِرُ ، وَتَعۡلَمُ وَلَا اَعۡلَمُ ، وَاَنۡتَ عَلَّامُ الۡغُیُوۡبِ ، اَللّٰھُمَّ اِنۡ کُنۡتَ تَعۡلَمُ اَنَّ ھٰذَاالۡاَمۡرَ خَیۡرٌ لِّیۡ فِیۡ دِیۡنِیۡ وَمَعَاشِیۡ وَعَاقِبَۃِ اَمۡرِیۡ فَاقۡدِرۡہُ وَیَسِّرۡہُ لِیۡ ثُمَّ بَارِکۡ لِیۡ فِیۡہِ ، وَاِنۡ کُنۡتَ تَعۡلَمُ اَنَّ ھٰذَا الۡاَمۡرَ شَرٌّ لِیۡ فِیۡ دِیۡنِیۡ وَمَعَاشِیۡ وَعَاقِبَۃِ اَمۡرِیۡ فَاصۡرِفۡہُ عَنِّیۡ وَاصۡرِفۡنِیۡ عَنۡہُ وَاقۡدِرۡ لِیَ الۡخَیۡرَ حَیۡثُ کَانَ ثُمَّ اَرۡضِنِیۡ بِہٖ».

اور جب «ھذاالأمر» پر پہنچے تو اس کو پڑھتے وقت اسی کام کا دھیان کرے جس کے لیے استخارہ کرنا چاہتا ہے۔اس کے بعد پاک وصاف بچھونے پر قبلہ کی طرف منہ کر کے باوضو سو جائے۔جب سو کر اٹھے تو جو بات دل میں مضبوطی سے آئے وہی بہتر ہے،اسی کو کرنا چاہیے۔

﴿مسئلہ۴۴﴾ اگر ایک دن میں کچھ معلوم نہ ہو اور دل کا خلجان اور تردّد ختم نہ ہو تو دوسرے دن پھر ایسا ہی کرے،اسی طرح سات دن تک کرے۔ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور اس کام کی اچھائی یا برائی کے بارے میں اطمینان ہو جائے گا۔

﴿مسئلہ۴۵﴾ اگر حج کے لیے جانا ہو تو یہ استخارہ نہ کرے کہ میں جاؤں یا نہ جاؤں بلکہ یوں استخارہ کرے کہ فلاں دن یا فلاں گروپ کے ساتھ جاؤں یا نہ جاؤں۔

توبہ کی نماز:

﴿مسئلہ۴۶﴾ اگر کوئی بات خلافِ شرع ہو جائے تو دو رکعت نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے خوب گڑگڑا کر اس سے توبہ کرے اور اپنے کیے پر پچھتائے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور آئندہ کے لیے پکا ارادہ کرے کہ پھر وہ کام کبھی نہیں کروں گا، اس سے بفضلِ خدا وہ گناہ معاف ہو جاتا ہے۔

نوافلِ سفر:

﴿مسئلہ۴۷﴾ جب کوئی شخص سفر کرنے لگے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ دو رکعت نماز گھر میں پڑھ کر سفر شروع کرے

اور جب سفر سے آئے تو مستحب ہے کہ پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ لے اس کے بعد اپنے گھر جائے۔

حدیث: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: ''آدمی اپنے گھر میں ان دو رکعتوں سے بہتر کوئی چیز نہیں چھوڑ جاتا جو سفر شروع کرتے وقت پڑھی جاتی ہیں۔''

حدیث: نبی اکرم ﷺ جب سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد جا کر دو رکعت نماز پڑھ لیتے تھے۔

﴿مسئلہ ۴۸﴾ مسافر کے لیے یہ بھی مستحب ہے کہ دورانِ سفر جب کسی منزل پر پہنچے اور وہاں قیام کا ارادہ ہو تو بیٹھنے سے قبل دو رکعت نماز پڑھ لے۔

قتل ہونے سے پہلے نماز:

﴿مسئلہ ۴۹﴾ جب کوئی مسلمان قتل کیا جا رہا ہو تو اس کے لیے مستحب ہے کہ دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے گناہوں کی مغفرت کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تاکہ یہی نماز و استغفار دنیا میں اس کا آخری عمل رہے۔

حدیث: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو کسی مہم میں کہیں بھیجا تھا، راستے میں کفار نے انہیں گرفتار کیا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے علاوہ باقی سب کو وہیں شہید کر دیا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو مکہ میں لیجا کر کفار کے ہاتھوں فروخت کیا۔ مکہ والوں نے انہیں شہید کیا، جب وہ شہید ہونے لگے تو ان لوگوں سے اجازت لے کر دو رکعت نماز پڑھی، اسی وقت سے یہ نماز مستحب ہوگئی۔

تراویح کی فضیلت:

حدیث میں ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے دنوں میں روزے فرض فرمائے ہیں اور اس کی راتوں میں قیام (نماز تراویح) کو سنت قرار دیا ہے، پس جو شخص ایمان کی حالت میں ثواب حاصل کرنے کی نیت اور یقین سے دن کو روزے رکھے اور رات کو تراویح پڑھے تو یہ اس کے گذشتہ گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔ (یعنی اس کے تمام صغیرہ گناہ معاف ہو جائیں گے...... پس اس مہینہ میں خوب نیک کام کرنے چاہئیں کہ ایک فرض ادا کرنے سے ستر فرائض اور نفل عمل کرنے سے فرض کام کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔)

تراویح کے مسائل:

﴿مسئلہ ۵۰﴾ وتر تراویح کے بعد پڑھنا بہتر ہے، اگر پہلے پڑھ لے تب بھی درست ہے۔

﴿مسئلہ ۵۱﴾ نمازِ تراویح میں چار رکعت کے بعد اتنی دیر تک بیٹھنا جتنی دیر میں چار رکعتیں پڑھی گئی ہیں مستحب ہے،

البتہ اتنی دیر تک بیٹھنے میں لوگوں کو تکلیف ہو اور جماعت کے کم ہو جانے کا خوف ہو تو اس سے کم بیٹھے۔ اس بیٹھنے میں اختیار ہے چاہے تنہا نوافل پڑھے، چاہے تسبیح وغیرہ پڑھے، چاہے خاموش بیٹھا رہے۔

﴿مسئلہ ۵۲﴾ اگر کوئی شخص عشا کی نماز کے بعد تراویح پڑھ چکا ہو اور پڑھنے کے بعد معلوم ہو کہ کسی وجہ سے عشا کی نماز نہیں ہوئی تو اس کو عشا کی نماز کے اعادہ کے بعد تراویح کا بھی اعادہ کرنا چاہیے۔

﴿مسئلہ ۵۳﴾ اگر عشا کی نماز جماعت سے نہ پڑھی گئی ہو تو تراویح بھی جماعت سے نہ پڑھی جائے، اس لیے کہ تراویح عشا کے تابع ہے، البتہ جو لوگ جماعت سے عشا کی نماز پڑھ کر تراویح جماعت سے پڑھ رہے ہیں ان کے ساتھ شریک ہو کر اس شخص کو بھی تراویح کا جماعت سے پڑھنا درست ہو جائے گا جس نے عشا کی نماز بغیر جماعت کے پڑھی ہے، اس لیے کہ وہ ان لوگوں کا تابع سمجھا جائے گا جن کی جماعت درست ہے۔

﴿مسئلہ ۵۴﴾ اگر کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت پہنچے کہ عشا کی نماز ہو چکی ہو تو اسے چاہیے کہ پہلے عشا کی نماز پڑھ لے، پھر تراویح میں شریک ہو اور اگر اس درمیان میں تراویح کی کچھ رکعتیں ہو جائیں تو ان کو وتر پڑھنے کے بعد پڑھے اور وتر جماعت سے پڑھے۔

﴿مسئلہ ۵۵﴾ رمضان میں ایک مرتبہ قرآن مجید کا ترتیب وار تراویح میں پڑھنا سنت مؤکدہ ہے، لوگوں کی کاہلی یا سستی سے اس کو ترک نہیں کرنا چاہیے، البتہ اگر یہ اندیشہ ہو کہ پورا قرآن مجید پڑھا جائے گا تو لوگ نماز میں نہیں آئیں گے اور جماعت ٹوٹ جائے گی یا ان کو بہت ناگوار ہو گا تو بہتر ہے کہ جس قدر لوگوں کو گراں نہ گذرے اسی قدر پڑھا جائے۔ ﴿ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَٰبِ ٱلْفِيلِ ﴾ سے اخیر تک کی دس سورتیں پڑھی جائیں، ہر رکعت میں ایک سورت پھر جب دس رکعتیں ہو جائیں تو انہی سورتوں کو دوبارہ پڑھے یا اور جو سورتیں چاہے پڑھے۔

﴿مسئلہ ۵۶﴾ ایک ختم سے زیادہ نہ پڑھے جب تک لوگوں کا شوق معلوم نہ ہو جائے۔

﴿مسئلہ ۵۷﴾ ایک رات میں پورے قرآن مجید کا پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ لوگ نہایت شوقین ہوں کہ ان کو گراں نہ گذرے، اگر گراں گذرے اور ناگوار ہو تو مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۵۸﴾ تراویح میں کسی سورت کے شروع میں ایک مرتبہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' بلند آواز سے پڑھنا چاہیے، اس لیے کہ بسم اللہ بھی قرآن مجید کی ایک آیت ہے اگرچہ کسی سورت کا جزو نہیں، پس اگر بسم اللہ بالکل نہ پڑھی جائے گی تو قرآن مجید کے پورے ہونے میں ایک آیت کی کمی رہ جائے گی اور اگر آہستہ آواز سے پڑھی جائے گی تو مقتدیوں کا قرآن مجید پورا

نہیں ہوگا۔

﴿مسئلہ ۵۹﴾ رمضان کے پورے مہینے میں تراویح پڑھنا سنت ہے اگرچہ قرآن مجید مہینہ تمام ہونے سے پہلے ختم ہوجائے، مثلاً: پندرہ روز میں پورا قرآن مجید ختم ہوتو باقی دنوں میں بھی تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔

﴿مسئلہ ۶۰﴾ صحیح یہ ہے کہ ﴿ قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ ﴾ کا تراویح میں تین مرتبہ پڑھنا جیسا کہ آج کل رواج ہے، مکروہ ہے۔

[کراہت کی وجہ یہ ہے کہ آج کل عوام نے اسے ختم کے لوازم میں سے سمجھ لیا ہے جیسا کہ ان کے طرزِ عمل سے ظاہر ہے، لہٰذا یہ مکروہ ہے، اس لیے نہیں کہ سورت کا اعادہ مکروہ ہے۔[1]]

سورج گرہن اور چاند گرہن کے وقت نماز:

﴿مسئلہ ۶۱﴾ کسوف (سورج گرہن) کے وقت دو رکعت نماز مسنون ہے۔

﴿مسئلہ ۶۲﴾ نمازِ کسوف جماعت سے ادا کی جائے، بشرطیکہ امامِ جمعہ یا حاکمِ وقت یا اس کا نائب امامت کرے اور ایک روایت میں ہے کہ ہر امامِ مسجد اپنی مسجد میں نمازِ کسوف پڑھا سکتا ہے۔

﴿مسئلہ ۶۳﴾ نمازِ کسوف کے لیے اذان یا اقامت نہیں، بلکہ لوگوں کو جمع کرنا مقصود ہو تو «الصلوٰۃ الصلوٰۃ» یا «الصلوٰۃ جامعۃ» یعنی نماز تیار ہے یا اس جیسے الفاظ پکارے جائیں۔

﴿مسئلہ ۶۴﴾ نمازِ کسوف میں بڑی بڑی سورتوں، جیسے: سورۂ بقرہ وغیرہ کا پڑھنا اور رکوع اور سجدوں کا بہت دیر تک ادا کرنا مسنون ہے اور قراءت آہستہ کرے۔

﴿مسئلہ ۶۵﴾ نماز کے بعد امام کو چاہیے کہ دعا میں مصروف ہوجائے اور سب مقتدی آمین کہیں۔ جب تک گرہن صاف نہ ہوجائے دعا میں مشغول رہنا چاہیے، البتہ اگر ایسی حالت میں سورج غروب ہوجائے یا کسی نماز کا وقت آجائے تو دعا کو موقوف کرکے نماز میں مشغول ہوجانا چاہیے۔

﴿مسئلہ ۶۶﴾ خسوف (چاند گرہن) کے وقت دو رکعت نماز مسنون ہے مگر اس میں جماعت مسنون نہیں۔

استسقاء کی نماز:

جب پانی کی ضرورت ہو اور بارش نہ ہو رہی ہو تو اس وقت اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کرنا مسنون ہے۔ استسقاء کے لیے

(۱) تصحیح الاغلاط از حاشیہ بہشتی زیور، گیارہواں حصہ

دعا کرنے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ تمام مسلمان مل کر اپنے بچوں، بوڑھوں اور جانوروں سمیت پیدل خشوع و عاجزی کے ساتھ معمولی لباس میں میدان کی طرف جائیں اور توبہ کریں، نیز اہل حقوق کے حقوق ادا کریں اور اپنے ہمراہ کسی کافر کو نہ لے جائیں، پھر دو رکعت بغیر اذان و اقامت کے جماعت سے پڑھیں اور امام جہراً قراءت کرے پھر عید کی نماز کی طرح دو خطبے پڑھے پھر امام قبلہ رو ہو کر کھڑا ہو جائے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے بارش کے لیے دعا کرے اور سب حاضرین بھی دعا کریں۔ تین روز متواتر ایسا ہی کریں، تین روز کے بعد نہیں، کیونکہ اس سے زیادہ ثابت نہیں اور اگر نکلنے سے پہلے یا ایک دن نماز پڑھ کر بارش ہو جائے پھر بھی تین دن پورے کر دیں۔ تینوں دنوں میں روزہ رکھنا اور جانے سے پہلے صدقہ خیرات کرنا بھی مستحب ہے۔

خوف کی نماز:

جب کسی دشمن کا سامنا ہونے والا ہو، چاہے وہ دشمن انسان ہو یا کوئی درندہ یا کوئی اژدھا وغیرہ اور ایسی حالت میں سب مسلمان یا بعض لوگ بھی مل کر جماعت سے نماز نہ پڑھ سکیں اور سواریوں سے اُترنے کی بھی مہلت نہ ہو تو سب لوگوں کو چاہیے کہ سواریوں پر بیٹھے بیٹھے اشاروں سے تنہا نماز پڑھ لیں، قبلہ رُخ ہونا بھی اس وقت شرط نہیں، البتہ اگر دو آدمی ایک ہی سواری پر بیٹھے ہوں تو وہ دونوں جماعت کر لیں اور اگر اس کی بھی مہلت نہ ہو تو معذور ہیں۔ اس وقت نماز نہ پڑھیں، اطمینان کے بعد اس کی قضا پڑھ لیں اور اگر یہ ممکن ہو کہ کچھ لوگ مل کر جماعت سے نماز پڑھ لیں، اگرچہ سب آدمی نہ پڑھ سکتے ہوں تو ایسی حالت میں ان کو جماعت نہیں چھوڑنا چاہیے۔

خوف کی نماز کا طریقہ:

نمازِ خوف اس طریقہ سے پڑھیں کہ تمام لوگوں کے دو حصے کر دیئے جائیں، ایک حصہ دشمن کے مقابلے میں رہے اور دوسرا حصہ امام کے ساتھ نماز شروع کر دے۔ اگر تین یا چار رکعت کی نماز ہو، جیسے: ظہر، عصر، مغرب، عشا اور یہ لوگ مسافر نہ ہوں تو جب امام دو رکعت نماز پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہونے لگے تب یہ حصہ چلا جائے اور اگر یہ لوگ مسافر ہوں یا دو رکعت والی نماز ہو جیسے فجر، جمعہ، عیدین کی نماز تو ایک ہی رکعت کے بعد یہ حصہ چلا جائے اور دوسرا حصہ وہاں سے آ کر امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھے، امام کو ان لوگوں کے آنے کا انتظار کرنا چاہیے پھر جب امام بقیہ نماز مکمل کر لے تو سلام پھیر دے اور یہ لوگ بغیر سلام پھیرے دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں اور پہلے لوگ یہاں آ کر اپنی بقیہ نماز بغیر قراءت کے مکمل کر لیں اور سلام پھیر دیں، اس لیے کہ وہ لوگ لاحق ہیں پھر یہ لوگ دشمن کے مقابلے میں چلے جائیں اور دوسرا حصہ یہاں آ کر اپنی نماز قراءت

کے ساتھ مکمل کرلے اور سلام پھیر دے، اس لیے کہ یہ لوگ مسبوق ہیں۔

﴿مسئلہ ٦٧﴾ حالتِ نماز میں دشمن کے مقابلے میں جاتے وقت یا وہاں سے نماز مکمل کرنے کے لیے آتے وقت پیدل چلنا چاہیے، اگر سوار ہوکر چلیں گے تو نماز فاسد ہوجائے گی، اس لیے کہ یہ عملِ کثیر ہے۔

﴿مسئلہ ٦٨﴾ دوسرے حصہ کا امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھ کر چلا جانا اور پہلے حصہ کا پھر یہاں آکر اپنی نماز مکمل کرنا، اس کے بعد دوسرے حصہ کا یہیں آکر نماز مکمل کرنا مستحب اور افضل ہے، ورنہ یہ بھی جائز ہے کہ پہلا حصہ نماز پڑھ کر چلا جائے اور دوسرا حصہ امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھ کر اپنی نماز وہیں مکمل کرلے، پھر دشمن کے مقابلہ میں جائے، جب یہ لوگ وہاں پہنچ جائیں تو پہلا حصہ اپنی نماز وہیں پڑھ لے، یہاں نہ آئے۔

﴿مسئلہ ٦٩﴾ یہ طریقہ نماز پڑھنے کا اس وقت کے لیے ہے جب سب لوگ ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنا چاہتے ہوں، مثلاً: کوئی بزرگ شخص ہو اور سب چاہتے ہوں کہ اسی کے پیچھے نماز پڑھیں، ورنہ بہتر یہ ہے کہ ایک حصہ ایک امام کے ساتھ پوری نماز پڑھ لے اور دشمن کے مقابلہ میں چلا جائے، پھر دوسرا حصہ دوسرے شخص کو امام بنا کر پوری نماز پڑھ لے۔

﴿مسئلہ ٧٠﴾ اگر یہ اندیشہ ہو کہ دشمن بہت ہی قریب ہے اور جلد یہاں پہنچ جائے گا اور اس خیال سے ان لوگوں نے مذکورہ بالا طریقہ پر نماز پڑھی اس کے بعد یہ خیال غلط نکلا تو امام کی نماز تو صحیح ہوگئی مگر مقتدیوں کو اس نماز کا اعادہ کرلینا چاہیے، اس لیے کہ وہ نماز نہایت سخت ضرورت کے لیے عام قاعدے کے خلاف عملِ کثیر کے ساتھ جائز کی گئی ہے، شدید ضرورت کے بغیر اس قدر عملِ کثیر کرنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔

﴿مسئلہ ٧١﴾ اگر کوئی ناجائز لڑائی ہو تو اس وقت اس طریقے سے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں، مثلاً: باغی لوگ اسلامی حکمران پر چڑھائی کریں یا کسی دنیاوی ناجائز غرض سے کوئی کسی سے لڑے تو ایسے لوگوں کے لیے اس قدر عملِ کثیر معاف نہیں ہوگا۔

﴿مسئلہ ٧٢﴾ قبلہ کی مخالف سمت میں نماز شروع کرنے کے بعد دشمن بھاگ جائے تو چاہیے کہ فوراً قبلہ کی طرف پھر جائیں، ورنہ نماز نہیں ہوگی۔

﴿مسئلہ ٧٣﴾ اگر اطمینان سے قبلہ کی طرف نماز پڑھ رہے ہوں اور اسی حالت میں دشمن آجائے تو فوراً ان کو دشمن کی طرف پھر جانا جائز ہے اور اس وقت استقبالِ قبلہ شرط نہیں رہے گا۔

﴿مسئلہ ٧٤﴾ اگر کوئی شخص دریا میں تیر رہا ہو اور نماز کا وقت ختم ہونے لگے تو اس کو چاہیے کہ اگر ممکن ہو تو تھوڑی دیر تک

اپنے ہاتھ پیر کو حرکت نہ دے اور اشاروں سے نماز پڑھ لے۔

دیگر مسنون نمازیں:

﴿مسئلہ ۷۵﴾ اسی طرح جب کوئی خوف یا مصیبت پیش آئے تو نماز پڑھنا مسنون ہے، مثلاً: سخت آندھی چلے یا زلزلہ آئے یا بجلی گرے یا ستارے بہت ٹوٹیں یا برف بہت گرے یا بہت زیادہ بارش ہو یا کوئی عام مرض جیسے ہیضہ وغیرہ پھیل جائے یا کسی دشمن کا خوف ہو، مگر ان اوقات میں جو نمازیں پڑھی جائیں ان میں جماعت نہ کی جائے، ہر شخص اپنے اپنے گھر میں تنہا پڑھے۔ نبی کریم ﷺ کو جب کوئی مصیبت یا رنج پیش آتا تو نماز میں مشغول ہو جاتے۔

﴿مسئلہ ۷۶﴾ جتنی نمازوں کا بیان ہوا ان کے علاوہ بھی جس قدر نوافل کی کثرت کی جائے، باعثِ ثواب وترقی درجات ہے، خصوصاً ان اوقات میں جن کی فضیلت احادیث میں وارد ہوئی ہے اور ان میں عبادت کرنے کی ترغیب نبی کریم ﷺ نے دی ہے، جیسے رمضان المبارک کی آخری دس راتوں اور شعبان کی پندرہویں رات۔ ان اوقات کی بہت فضیلتیں اور ان میں عبادت کا بہت ثواب احادیث میں وارد ہے، ہم نے اختصار کی بنا پر ان کی تفصیل بیان نہیں کی۔

قضا نمازوں کا بیان

﴿مسئلہ۱﴾ جس کی کوئی نماز چھوٹ گئی ہو تو جب یاد آئے فوراً اس کی قضا پڑھے، بغیر کسی عذر کے قضا پڑھنے میں دیر لگانا گناہ ہے۔ جس کی کوئی نماز قضا ہوگئی اور اس نے فوراً اس کی قضا نہیں پڑھی، دوسرے وقت پر یا دوسرے دن پر ڈال دی کہ فلاں دن پڑھ لوں گا اور اس دن سے پہلے ہی اچانک موت آگئی تو دوہرا گناہ ہوا۔ ایک تو نماز کے قضا ہوجانے کا اور دوسرے فوراً قضا نہ پڑھنے کا۔

﴿مسئلہ۲﴾ اگر کسی کی کئی نمازیں قضا ہوگئیں تو جہاں تک ہوسکے جلدی سے سب کی قضا پڑھ لے، ہوسکے تو ہمت کر کے ایک ہی وقت سب کی قضا پڑھ لے۔ یہ ضروری نہیں کہ ظہر کی قضا ظہر کے وقت پڑھے اور عصر کی قضا عصر کے وقت اور اگر بہت سی نمازیں کئی مہینے یا کئی برس کی قضا ہوں تو ان کی قضا میں بھی جہاں تک ہوسکے جلدی کرے۔ ایک ایک وقت دو دو چار چار نمازیں قضا پڑھ لیا کرے۔ اگر کوئی عذر ہو تو ایک وقت میں ایک ہی نماز کی قضا کرے۔

﴿مسئلہ۳﴾ قضا پڑھنے کا کوئی وقت مقرر نہیں، جس وقت فرصت ہو وضو کر کے پڑھ لے، البتہ اتنا خیال رکھے کہ مکروہ وقت نہ ہو۔

صاحبِ ترتیب کی قضا:

﴿مسئلہ۴﴾ جس کی ایک ہی نماز قضا ہوئی، اس سے پہلے اس کی کوئی نماز قضا نہیں ہوئی یا اس سے پہلے نمازیں تو قضا ہوئیں لیکن سب کی قضا پڑھ چکا ہے، صرف اسی ایک نماز کی قضا پڑھنی باقی ہے تو پہلے اس کی قضا پڑھ لے، پھر ادا نماز پڑھے۔ اگر قضا نماز پڑھے بغیر ادا نماز پڑھی تو ادا درست نہیں ہوئی، قضا پڑھ کر پھر ادا پڑھے۔ البتہ اگر قضا یاد نہیں رہی، تو ادا درست ہوگئی۔ جب یاد آئے تو صرف قضا پڑھ لے، ادا کو نہ دہرائے۔

﴿مسئلہ۵﴾ اگر وقت بہت تنگ ہے کہ پہلے قضا پڑھے گا تو ادا نماز کا وقت باقی نہیں رہے گا تو پہلے ادا پڑھ لے پھر قضا پڑھے۔

﴿مسئلہ۶﴾ اگر دو، تین یا چار پانچ نمازیں قضا ہوگئیں اور ان نمازوں کے علاوہ اس کے ذمے کسی اور نماز کی قضا باقی نہیں ہے یعنی عمر بھر میں جب سے بالغ ہوا ہے کبھی کوئی نماز قضا نہیں ہوئی یا قضا تو ہوگئی لیکن سب کی قضا پڑھ چکا ہے تو جب تک ان پانچوں کی قضا نہ پڑھ لے تب تک ادا نماز پڑھنا درست نہیں۔ جب ان پانچوں کی قضا پڑھے تو اس طرح پڑھے کہ جو

نماز سب سے پہلے چھوٹی ہے پہلے اس کی قضا پڑھے، پھر اس کے بعد والی، پھر اس کے بعد والی۔ اسی طرح ترتیب سے پانچوں کی قضا پڑھے، جیسے: کسی نے پورے ایک دن کی نمازیں نہیں پڑھیں، فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشا، پانچوں نمازیں چھوٹ گئیں تو پہلے فجر، پھر ظہر، پھر عصر، پھر مغرب اور پھر عشا، اسی ترتیب سے قضا پڑھے۔ اگر پہلے فجر کی قضا نہیں پڑھی بلکہ ظہر یا عصر کی پڑھی تو درست نہیں ہوئی، دوبارہ پڑھنی پڑے گی۔

مسئلہ ۷ اگر کسی کی چھ نمازیں قضا ہوگئیں تو ان کی قضا پڑھے بغیر بھی ادا نماز پڑھنا جائز ہے اور جب ان چھ نمازوں کی قضا پڑھے تو جو نماز سب سے پہلے قضا ہوئی ہے پہلے اس کی قضا پڑھنا واجب نہیں، بلکہ جو چاہے پہلے پڑھے اور جو چاہے بعد میں پڑھے، ترتیب سے پڑھنا واجب نہیں۔

مسئلہ ۸ کسی کے ذمہ چھ نمازیں یا بہت سی نمازیں قضا تھیں اس وجہ سے ترتیب واجب نہیں تھی، لیکن اس نے ایک ایک، دو دو کرکے سب کی قضا پڑھ لی، کسی نماز کی قضا باقی نہیں رہی تو پھر جب ایک نماز یا پانچ نمازیں قضا ہوجائیں تو ترتیب سے پڑھنی پڑیں گی اور بغیر ان پانچوں کی قضا پڑھے ادا نماز درست نہیں، البتہ پھر اگر چھ نمازیں چھوٹ جائیں تو پھر ترتیب معاف ہوجائے گی اور ان چھ نمازوں کی قضا پڑھے بغیر بھی ادا درست ہوگی۔

مسئلہ ۹ کسی کی بہت سی نمازیں قضا ہوگئی تھیں، اس نے تھوڑی تھوڑی کرکے سب کی قضا پڑھ لی، صرف چار پانچ نمازیں رہ گئیں تو ان چار پانچ نمازوں کو ترتیب سے پڑھنا واجب نہیں، بلکہ اختیار ہے جس طرح جی چاہے پڑھے اور ان باقی نمازوں کی قضا پڑھے بغیر بھی ادا پڑھ لینا درست ہے۔

مسئلہ ۱۰ اگر وتر کی نماز قضا ہوگئی اور سوائے وتر کے کوئی اور نماز اس کے ذمہ قضا نہیں تو وتر کی قضا پڑھے بغیر فجر کی نماز درست نہیں۔ اگر وتر کا قضا ہونا یاد ہو پھر بھی پہلے قضا نہ پڑھے بلکہ فجر کی نماز پڑھ لے تو وتر کی قضا پڑھ کر فجر کی نماز دوبارہ پڑھنا پڑے گی۔

مسئلہ ۱۱ صرف عشا کی نماز بھولے سے بغیر وضو کے پڑھی تھی اور تہجد کے وقت اُٹھ کر وضو کرکے وتر اور تہجد کی نماز پڑھ لی، پھر صبح کو یاد آیا کہ عشا کی نماز بھولے سے بے وضو پڑھ لی تھی تو صرف عشا کی قضا پڑھے، وتر کی قضا نہ پڑھے۔

مسئلہ ۱۲ قضا صرف فرض نمازوں اور وتر کی پڑھی جاتی ہے، سنتوں کی قضا نہیں، البتہ اگر فجر کی نماز قضا ہوجائے تو اگر دوپہر سے پہلے پہلے قضا پڑھے تو سنت اور فرض دونوں کی قضا پڑھے اور اگر دوپہر کے بعد قضا پڑھے تو صرف دو رکعت فرض کی قضا پڑھے۔

﴿مسئلہ ۱۳﴾ اگر فجر کا وقت تنگ ہو جانے کی وجہ سے صرف دو رکعت فرض پڑھ لیے، سنت چھوڑ دی تو بہتر یہ ہے کہ سورج اونچا ہونے کے بعد سنت کی قضا پڑھ لے، لیکن دوپہر سے پہلے پہلے ہی پڑھے۔

﴿مسئلہ ۱۴﴾ اگر کسی کی کچھ نمازیں قضا ہو گئی ہوں اور ان کی قضا نہیں پڑھ سکا تو مرتے وقت نمازوں کی طرف سے فدیہ دینے کی وصیت کرنا واجب ہے ورنہ گناہ ہوگا اور نماز کے فدیہ کا بیان روزے کے فدیہ کے ساتھ آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

﴿مسئلہ ۱۵﴾ کسی بے نمازی نے توبہ کی تو جتنی نمازیں عمر بھر میں قضا ہوئی ہیں سب کی قضا فرض ہے۔ توبہ سے نمازیں معاف نہیں ہوتیں، البتہ نہ پڑھنے سے جو گناہ ہوا تھا وہ توبہ سے معاف ہو جائے گا، اب اگر ان کی قضا نہیں پڑھے گا تو پھر گناہ گار ہوگا۔

﴿مسئلہ ۱۶﴾ اگر چند لوگوں کی کسی وقت کی نماز قضا ہو گئی ہو تو ان کو چاہیے کہ اس نماز کو جماعت سے ادا کریں، اگر بلند آواز کی نماز ہو تو بلند آواز سے قراءت کی جائے اور آہستہ آواز کی ہو تو آہستہ آواز سے۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ اگر کوئی نابالغ لڑکا عشا کی نماز پڑھ کر سو جائے اور طلوعِ فجر کے بعد بیدار ہو کر منی کا اثر دیکھے جس سے معلوم ہو کہ اس کو احتلام ہو گیا ہے تو راجح قول کے مطابق اس کو چاہیے کہ عشا کی نماز کا اعادہ کرے اور اگر طلوعِ فجر سے قبل بیدار ہو کر منی کا اثر دیکھے تو بالاتفاق نمازِ عشا کی قضا پڑھے۔

سجدۂ سہو کا بیان

سجدۂ سہو واجب ہونے کا ضابطہ:

﴿مسئلہ ۱﴾ نماز میں جتنی چیزیں واجب ہیں ان میں سے ایک یا زیادہ اگر بھولے سے رہ جائیں، مثلاً: کسی فرض وواجب کو اپنی اصلی جگہ سے آگے پیچھے کر دیا یا کوئی کمی بیشی کر دی یا کسی فرض یا واجب کو دو مرتبہ کر دیا تو سجدۂ سہو کرنا واجب ہے اور اس کے کر لینے سے نماز درست ہو جاتی ہے، اگر سجدۂ سہو نہیں کیا تو نماز دوبارہ پڑھے۔

﴿مسئلہ ۲﴾ اگر بھولے سے نماز کا کوئی فرض چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو کرنے سے نماز درست نہیں ہوتی، دوبارہ پڑھنی پڑے گی۔

﴿مسئلہ ۳﴾ جن چیزوں کو بھول کر کرنے سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے اگر ان کو کوئی قصداً کرے تو سجدۂ سہو واجب نہیں، بلکہ نماز دوبارہ پڑھنا ضروری ہے، اگر سجدۂ سہو کر بھی لیا تب بھی نماز درست نہیں ہوگی۔

﴿مسئلہ ۴﴾ سجدۂ سہو کرنے کے بعد پھر کوئی ایسی بات ہوگئی جس سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے تو وہی پہلا سجدۂ سہو کافی ہے، اب دوبارہ سجدۂ سہو نہ کرے۔

﴿مسئلہ ۵﴾ اگر نماز میں کئی باتیں ایسی ہوگئیں جن سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے تو ایک ہی سجدہ سب کی طرف سے ہو جائے گا، ایک نماز میں دو دفعہ سجدۂ سہو نہیں کیا جاتا۔

سجدۂ سہو کا طریقہ:

﴿مسئلہ ۶﴾ سجدہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آخری رکعت میں التحیات پڑھ کر دائیں جانب سلام پھیر کر دو سجدے کرے، پھر بیٹھ کر التحیات، درود شریف اور دعا پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیر کر نماز ختم کرے۔

سجدۂ سہو کے مسائل:

﴿مسئلہ ۷﴾ کسی نے بھول کر سلام پھیرنے سے پہلے ہی سجدۂ سہو کر لیا تب بھی ادا ہوگیا اور نماز صحیح ہوگئی۔

﴿مسئلہ ۸﴾ اگر بھولے سے دو رکوع کر لیے یا تین سجدے تو سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔

قراءت سے متعلق:

﴿مسئلہ ۹﴾ نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا بھول گیا، صرف سورت پڑھی یا پہلے سورت پڑھی اور پھر سورۂ فاتحہ پڑھی تو سجدۂ

سہو کرنا واجب ہے۔

﴿مسئلہ ۱۰﴾ فرض کی پہلی دو رکعتوں میں سورت ملانا بھول گیا تو آخری دونوں رکعتوں میں سورت ملائے اور سجدۂ سہو کرے اور اگر پہلی دو رکعتوں میں سے ایک رکعت میں سورت نہیں ملائی تو آخری ایک رکعت میں سورت ملائے اور سجدۂ سہو کرے۔ اگر پچھلی رکعتوں میں بھی سورت ملانا یاد نہ رہا، بالکل آخری رکعت میں التحیات پڑھتے وقت یاد آیا کہ دونوں رکعتوں میں یا ایک رکعت میں سورت نہیں ملائی تب بھی سجدۂ سہو کرنے سے نماز ہو جائے گی۔

﴿مسئلہ ۱۱﴾ سنت اور نفل کی سب رکعتوں میں سورت ملانا واجب ہے، اس لیے اگر کسی رکعت میں سورت ملانا بھول جائے تو سجدۂ سہو کرے۔

﴿مسئلہ ۱۲﴾ اگر آہستہ آواز والی نماز میں کوئی شخص چاہے امام ہو یا منفرد، بلند آواز سے قراءت کر جائے یا بلند آواز کی نماز میں امام آہستہ آواز سے قراءت کرے تو سجدۂ سہو کرنا ضروری ہے، البتہ اگر آہستہ آواز والی نماز میں بہت تھوڑی قراءت بلند آواز سے کی جائے یعنی اتنی کہ جس سے قراءت کا فرض ادا نہیں ہوتا، مثلاً: دو تین لفظ بلند آواز سے نکل جائیں یا جہری نماز میں امام دو تین لفظ آہستہ پڑھ لے تو سجدۂ سہو لازم نہیں، یہی راجح ہے۔

دورانِ نماز سوچنا:

﴿مسئلہ ۱۳﴾ سورۂ فاتحہ پڑھ کر سوچنے لگا کہ کونسی سورت پڑھوں اور اس سوچ بچار میں اتنی دیر لگ گئی جتنی دیر میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتا ہے تو بھی سجدۂ سہو واجب ہے۔

﴿مسئلہ ۱۴﴾ اگر بالکل اخیر رکعت میں التحیات اور درود پڑھنے کے بعد شبہ ہوا کہ میں نے چار رکعتیں پڑھی ہیں یا تین، اسی سوچ میں خاموش بیٹھا رہا اور سلام پھیرنے میں اتنی دیر لگ گئی جتنی دیر میں تین دفعہ سبحان اللہ کہہ سکتا ہے پھر یاد آ گیا کہ میں نے چاروں رکعتیں پڑھ لیں تو اس صورت میں بھی سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھنے کے بعد بھولے سے کچھ سوچنے لگا اور رکوع کرنے میں اتنی دیر ہو گئی جتنی کہ اوپر بیان ہوئی تو بھی سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔

﴿مسئلہ ۱۶﴾ اسی طرح اگر پڑھتے پڑھتے درمیان میں رک گیا اور کچھ سوچنے لگا اور سوچنے میں اتنی دیر لگ گئی یا جب دوسری یا چوتھی رکعت پر التحیات کے لیے بیٹھا تو فوراً التحیات نہیں شروع کی، کچھ سوچنے میں اتنی دیر لگ گئی یا جب رکوع سے اٹھا تو دیر تک کھڑا کچھ سوچتا رہا یا دونوں سجدوں کے بیچ میں جب بیٹھا تو کچھ سوچنے میں اتنی دیر لگا دی تو ان سب صورتوں میں سجدۂ

سہو کرنا واجب ہے۔ غرضیکہ جب بھولے سے کسی رکن یا واجب کی ادائیگی میں دیر کردے گا یا کسی بات کے سوچنے کی وجہ سے دیر لگ جائے گی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

تشہد (التحیات) پڑھنا:

مسئلہ ۱۷ تین یا چار رکعت والی فرض، وتر اور ظہر کی پہلی چار سنتوں میں دو رکعت پر التحیات کے لیے بیٹھا اور دو دفعہ التحیات پڑھ لی تو بھی سجدۂ سہو واجب ہے اور اگر التحیات کے بعد درود شریف: ((اللّٰہم صل علی محمد)) تک یا اس سے زیادہ پڑھنے کے بعد یاد آیا اور اٹھ کھڑا ہوا تو بھی سجدۂ سہو واجب ہے اور اگر اس سے کم پڑھا ہو تو سجدۂ سہو واجب نہیں۔[1]

مسئلہ ۱۸ نفل نماز، سنتِ غیر مؤکدہ اور نذر کی چار رکعت والی نماز میں دو رکعت پر بیٹھ کر التحیات کے ساتھ درود شریف بھی پڑھنا جائز [بلکہ اولیٰ] ہے، اس لیے کہ نفل، سنتِ غیر مؤکدہ اور نذر کی نماز میں درود شریف پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا، البتہ اگر دو دفعہ التحیات پڑھ لے تو نفل، سنتِ غیر مؤکدہ اور نذر کی نماز میں بھی سجدۂ سہو واجب ہے۔

مسئلہ ۱۹ التحیات پڑھنے بیٹھا مگر بھولے سے التحیات کی جگہ سورۂ فاتحہ یا کچھ اور پڑھنے لگا تو بھی سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

قعدہ بھول جائے:

مسئلہ ۲۰ تین یا چار رکعت والی نماز میں درمیان میں بیٹھنا بھول گیا اور دو رکعت پڑھ کے تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا تو اگر نیچے کا آدھا دھڑ سیدھا نہ ہوا ہو تو بیٹھ جائے اور التحیات پڑھ لے پھر کھڑا ہو اور ایسی حالت میں سجدۂ سہو کرنا واجب نہیں اور اگر نیچے کا آدھا دھڑ سیدھا ہو گیا ہو تو نہ بیٹھے، بلکہ کھڑا ہو کر چاروں رکعتیں پڑھ لے، صرف آخر میں بیٹھے اور اس صورت میں سجدۂ سہو واجب ہے۔ اگر سیدھا کھڑا ہو جانے کے بعد پھر لوٹ آیا اور بیٹھ کر التحیات پڑھی تو گنہگار ہوگا اور سجدۂ سہو کرنا اب بھی واجب ہوگا۔

مسئلہ ۲۱ اگر چوتھی رکعت پر بیٹھنا بھول گیا تو اگر نیچے کا دھڑ ابھی سیدھا نہیں ہوا تو بیٹھ جائے اور التحیات اور درود وغیرہ پڑھ کے سلام پھیرے اور سجدۂ سہو نہ کرے اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا ہو تب بھی بیٹھ جائے بلکہ اگر الحمد اور سورت بھی پڑھ چکا ہو یا رکوع بھی کر چکا ہو تب بھی بیٹھ جائے اور التحیات پڑھ کے سجدۂ سہو کر لے، البتہ اگر رکوع کے بعد بھی یاد نہ آیا اور پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو فرض نماز دوبارہ پڑھے، یہ نماز نفل ہو گئی، ایک رکعت اور ملا کر چھ رکعت پوری کر لے اور سجدۂ سہو نہ

(۱) اس قول کو احتیاط کی بنا پر بہشتی زیور میں شامل کیا گیا، جبکہ اس مسئلہ میں دیگر اقوال بھی ہیں۔ دیکھئے: منحۃ الخالق علی البحر الرائق باب سجود السہو۔

کرے[1] اور اگر ایک رکعت اور نہیں ملائی بلکہ پانچویں رکعت پر سلام پھیر دیا تو چار رکعتیں نفل ہو گئیں اور ایک رکعت بیکار گئی۔

مسئلہ ۲۲ اگر چوتھی رکعت پر بیٹھا اور التحیات پڑھ کر کھڑا ہو گیا تو سجدہ کرنے سے پہلے پہلے جب یاد آئے تو بیٹھ جائے اور التحیات نہ پڑھے بلکہ بیٹھ کر فوراً سلام پھیر کے سجدۂ سہو کرے اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر چکا تب یاد آیا تو ایک رکعت اور ملا کر چھ رکعتیں پوری کر لے، چار فرض ہو گئیں اور دو نفل اور چھٹی رکعت پر سجدۂ سہو بھی کرے۔ اگر پانچویں رکعت پر سلام پھیر دیا اور سجدۂ سہو کر لیا تو برا کیا، چار فرض ہوئے اور ایک رکعت بیکار گئی۔

مسئلہ ۲۳ اگر چار رکعت نفل نماز پڑھی اور درمیان میں بیٹھنا بھول گیا تو جب تک تیسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تب تک یاد آنے پر بیٹھ جانا چاہیے، اگر سجدہ کر لیا تو بھی نماز ہو گئی لیکن دونوں صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہے۔

نماز میں شک ہونا:

مسئلہ ۲۴ اگر نماز میں شک ہو گیا کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار، تو اگر یہ شک اتفاقاً ہو گیا ہے ایسا شبہہ پڑنے کی عادت نہیں ہے تو پھر سے نماز پڑھے اور اگر شک کی عادت ہے اور اکثر ایسا شبہہ پڑ جاتا ہے تو دل میں سوچ کر دیکھے کہ غالب گمان کس طرف ہے؟ اگر زیادہ گمان تین رکعت پڑھنے کا ہو تو ایک اور پڑھ لے اور سجدۂ سہو نہ کرے اور اگر زیادہ گمان یہی ہے کہ چار رکعتیں پڑھ لی ہیں تو مزید کوئی رکعت نہ پڑھے اور سجدۂ سہو بھی نہ کرے اور اگر سوچنے کے بعد بھی دونوں طرف برابر خیال رہے، نہ تین رکعت کی طرف زیادہ گمان جاتا ہے اور نہ چار کی طرف تو تین ہی رکعتیں سمجھے اور ایک رکعت اور پڑھ لے، لیکن اس صورت میں تیسری رکعت پر بھی بیٹھ کر التحیات پڑھے، تب کھڑا ہو کر چوتھی رکعت پڑھے اور سجدۂ سہو بھی کرے۔

مسئلہ ۲۵ اگر یہ شک ہوا کہ یہ پہلی رکعت ہے یا دوسری رکعت تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر اتفاق سے یہ شک پڑا ہو تو دوبارہ پڑھے اور اور اگر اکثر شک پڑتا رہتا ہو تو جدھر زیادہ گمان ہو جائے اس کو اختیار کرے اور اگر دونوں طرف برابر گمان رہے، کسی طرف زیادہ نہ ہو تو ایک ہی سمجھے لیکن اس پہلی رکعت پر بیٹھ کر التحیات پڑھے۔ ممکن ہے کہ یہ دوسری رکعت ہو اور دوسری رکعت پڑھ کر پھر بیٹھے اور اس میں الحمد للہ کے ساتھ سورت بھی ملائے، پھر تیسری رکعت پڑھ کر بھی بیٹھے کیونکہ ممکن ہے کہ یہی چوتھی ہو، پھر چوتھی رکعت پڑھے اور سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرے۔

مسئلہ ۲۶ اگر یہ شک ہوا کہ دوسری رکعت ہے یا تیسری تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر دونوں گمان برابر کے ہوں تو

---

(۱) لأن النقصان أي الحاصل بترك القعدة لا يجبر بسجود السهو.
''اس لیے کہ قعدہ چھوڑنے سے نماز میں جو کمی پیدا ہوئی ہے، سجدہ سہو سے اس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔'' (شامية: ۲/۶۶۷، دار المعرفة)

دوسری رکعت پر بیٹھ کر تیسری رکعت پڑھے اور پھر بیٹھ کر التحیات پڑھے کہ شاید یہی چوتھی ہو، پھر چوتھی پڑھے اور سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرے۔

مسئلہ ۲۷ وتر کی نماز میں شبہہ ہوا کہ دوسری رکعت ہے یا تیسری اور کسی بات کی طرف زیادہ گمان نہیں ہے، بلکہ دونوں طرف برابر درجہ کا گمان ہے تو اسی رکعت میں دعائے قنوت پڑھے اور بیٹھ کر التحیات پڑھے اور پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت اور پڑھے اور اس میں بھی دعائے قنوت پڑھے اور آخر میں سجدۂ سہو کرے۔

مسئلہ ۲۸ وتر میں دعائے قنوت کی جگہ «سبحانك اللّٰهم» پڑھ لیا، پھر جب یاد آیا تو دعائے قنوت پڑھی تو سجدۂ سہو واجب نہیں۔

مسئلہ ۲۹ اگر نماز پڑھ لینے کے بعد یہ شک ہوا کہ تین رکعتیں پڑھیں یا چار، تو اس شک کا کوئی اعتبار نہیں، نماز ہوگئی، البتہ اگر یقینی طور پر یاد آجائے کہ تین ہی ہوئیں تو پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت اور پڑھ لے اور سجدۂ سہو کر لے اور اگر نماز ختم کر کے بول پڑا یا اور کوئی ایسی بات کی جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے تو دوبارہ نماز پڑھے۔ اسی طرح اگر التحیات پڑھ لینے کے بعد یہ شک ہوا تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ جب تک ٹھیک یاد نہ آئے اس کا کوئی اعتبار نہ کرے لیکن اگر کوئی احتیاطاً نماز پھر سے پڑھ لے تو اچھا ہے کہ دل کی کھٹک نکل جائے اور شبہہ باقی نہ رہے۔

دعائے قنوت بھول جانا:

مسئلہ ۳۰ وتر میں دعائے قنوت پڑھنا بھول گیا، سورت پڑھ کر رکوع میں چلا گیا تو سجدۂ سہو واجب ہے۔

سجدۂ سہو کیے بغیر سلام پھیر دیا:

مسئلہ ۳۱ نماز میں کچھ بھول ہوگئی تھی جس سے سجدۂ سہو واجب تھا لیکن سجدۂ سہو کرنا بھول گیا اور دونوں طرف سلام پھیر دیا، لیکن ابھی اسی جگہ بیٹھا ہے اور سینہ قبلہ کی طرف سے نہیں پھرا، نہ کسی سے کچھ بولا، نہ کوئی اور ایسی بات ہوئی جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے تو اب سجدۂ سہو کر لے، بلکہ اگر اسی طرح بیٹھے بیٹھے کلمہ اور درود شریف وغیرہ کوئی وظیفہ بھی پڑھنے لگا ہو تب بھی کوئی حرج نہیں، اب سجدۂ سہو کر لے تو نماز ہو جائے گی۔

مسئلہ ۳۲ سجدۂ سہو واجب تھا اور اس نے قصداً دونوں طرف سلام پھر دیا اور یہ نیت کی کہ میں سجدۂ سہو نہیں کروں گا تب بھی جب تک کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے سجدۂ سہو کر لینے کا اختیار رہتا ہے۔

مسئلہ ۳۳ چار رکعت یا تین رکعت والی نماز میں بھولے سے دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو اب اٹھ کر اس نماز کو پورا

کرلے اور سجدۂ سہو کر لے، البتہ اگر سلام پھیرنے کے بعد کوئی ایسی بات ہوگئی جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے تو نماز دوبارہ پڑھے۔

جن صورتوں میں سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا:

ضابطہ: جو چیزیں نماز میں نہ فرض ہیں نہ واجب ان کو بھول کر چھوڑ دینے سے نماز ہو جاتی ہے اور سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔

مسئلہ ۳۴ نماز کے شروع میں ((سبحانك اللّٰهم)) پڑھنا بھول گیا یا رکوع میں ((سبحان ربی العظیم)) نہیں پڑھا یا سجدہ میں ((سبحان ربی الاعلی)) نہیں کہا یا رکوع سے اٹھ کر ((سمع الله لمن حمده)) کہنا یاد نہیں رہا یا نیت باندھتے وقت کانوں تک ہاتھ نہیں اٹھائے یا آخری رکعت میں درود شریف یا دعا نہیں پڑھی، یونہی سلام پھیر دیا تو ان سب صورتوں میں سجدۂ سہو واجب نہیں۔

مسئلہ ۳۵ رکوع کی تسبیح سجدہ میں کہی، یعنی سبحان ربی الاعلیٰ کی بجائے سبحان ربی العظیم کہتا رہا یا برعکس تو سنت چھوٹ گئی اس سے سجدۂ سہو لازم نہیں آتا۔

مسئلہ ۳۵ نیت باندھنے کے بعد ((سبحانك اللّٰهم)) کی جگہ دعائے قنوت پڑھنے لگا تو سجدۂ سہو واجب نہیں، اسی طرح فرض کی تیسری یا چوتھی رکعت میں اگر الحمد للہ کی جگہ التحیات یا کچھ اور پڑھنے لگا تو بھی سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔

مسئلہ ۳۶ الحمد پڑھ کر دو سورتیں یا تین سورتیں پڑھ لیں تو کچھ حرج نہیں اور سجدۂ سہو واجب نہیں۔

مسئلہ ۳۷ فرض نماز میں آخری دونوں رکعتوں یا ایک رکعت میں سورت ملالی تو سجدۂ سہو واجب نہیں۔

مسئلہ ۳۸ فرض کی آخری دونوں رکعتوں میں یا ایک رکعت میں الحمد للہ پڑھنا بھول گیا لیکن خاموش کھڑا رہ کر رکوع میں چلا گیا تو بھی سجدۂ سہو واجب نہیں بشرطیکہ تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہنے کی مقدار کھڑا رہا ہو، ورنہ نماز دوبارہ پڑھے۔

سجدۂ تلاوت کا بیان

سجدۂ تلاوت کی تعداد:

﴿مسئلہ ۱﴾ قرآن شریف میں سجدۂ تلاوت چودہ ہیں۔ قرآن مجید میں جہاں صفحات کے کنارہ پر سجدہ لکھا ہوا ہوتا ہے اس جگہ اس آیت کو پڑھ کر سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے اور اس سجدہ کو سجدہ تلاوت کہتے ہیں۔

سجدۂ تلاوت کا طریقہ:

﴿مسئلہ ۲﴾ سجدۂ تلاوت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرے۔ اللہ اکبر کہتے وقت ہاتھ نہ اٹھائے۔ سجدہ میں کم سے کم تین دفعہ "سبحان ربی الاعلیٰ" کہہ کر اللہ اکبر کہتے ہوئے سر اٹھالے۔ بس سجدہ تلاوت ادا ہو گیا۔

﴿مسئلہ ۳﴾ بہتر یہ ہے کہ کھڑا ہو کر پہلے اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائے پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے کھڑا ہو جائے اور اگر بیٹھ کر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائے، پھر اللہ اکبر کہہ کر بیٹھ جائے اور کھڑا نہ ہو تب بھی درست ہے۔

آیتِ سجدہ پڑھنے یا سننے کا حکم:

﴿مسئلہ ۴﴾ سجدہ کی آیت پڑھنے اور سننے والے دونوں پر سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے، چاہے سننے والا قرآن شریف سننے کے قصد سے بیٹھا ہوا ہو یا کسی اور کام میں مشغول ہو اور بغیر قصد کے سجدہ کی آیت سن لی ہو، اس لیے بہتر یہ ہے کہ تلاوت کرنے والا سجدہ کی آیت کو آہستہ پڑھے تاکہ کسی اور پر سجدہ واجب نہ ہو۔

سجدۂ تلاوت کی شرائط:

﴿مسئلہ ۵﴾ جو چیزیں نماز کے لیے شرط ہیں وہ سجدہ تلاوت کے لیے بھی شرط ہیں یعنی وضو ہونا، جگہ پاک ہونا، بدن اور کپڑے پاک ہونا، قبلہ کی طرف رُخ کر کے سجدہ کرنا وغیرہ۔

﴿مسئلہ ۶﴾ جس طرح نماز کا سجدہ کیا جاتا ہے اسی طرح سجدۂ تلاوت بھی کرنا چاہیے۔ بعض لوگ قرآن مجید ہی پر سجدہ کر لیتے ہیں، اس سے سجدہ ادا نہیں ہوتا اور ذمہ میں باقی رہتا ہے۔

﴿مسئلہ ۷﴾ تلاوت کرتے یا سنتے وقت اگر کسی کا وضو نہ ہو تو پھر کسی وقت وضو کر کے سجدہ کرے۔ فوراً اسی وقت سجدہ کرنا ضروری نہیں، لیکن بہتر یہ ہے کہ اسی وقت سجدہ کر لے کیونکہ شاید بعد میں یاد نہ رہے۔

﴿مسئلہ ۸﴾ اگر کسی عورت نے حیض یا نفاس کی حالت میں کسی سے سجدہ کی آیت سن لی تو اس پر سجدہ واجب نہیں ہوا اور

اگر ایسی حالت میں آیتِ سجدہ سنی کہ اس وقت اس پر نہانا واجب ہو چکا تھا تو نہانے کے بعد سجدہ کرنا واجب ہے۔

دورانِ نماز آیت سجدہ پڑھنے کے مسائل:

﴿مسئلہ ۹﴾ اگر نماز میں سجدہ کی آیت پڑھے تو وہ آیت پڑھنے کے بعد فوراً نماز ہی میں سجدہ کرلے، پھر باقی سورت پڑھ کر رکوع میں جائے۔ اگر اس آیت کو پڑھ کر فوراً سجدہ نہ کیا بلکہ اس کے بعد دو یا تین آیتیں اور پڑھ کر سجدہ کیا تو یہ بھی درست ہے اور اگر اس سے بھی زیادہ پڑھ کر سجدہ کیا تو سجدہ ادا ہو گیا لیکن گنہگار رہوا۔

﴿مسئلہ ۱۰﴾ اگر نماز میں سجدہ کی آیت پڑھی مگر نماز ہی میں سجدہ تلاوت نہ کیا تو نماز کے بعد سجدہ کرنے سے سجدۂ تلاوت ادا نہیں ہوگا اور وہ شخص گنہگار ہوگا۔ اب سوائے توبہ واستغفار کے معافی کی اور کوئی صورت نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۱﴾ نماز پڑھنے کے دوران کسی اور سے سجدہ کی آیت سنے تو نماز میں سجدہ نہ کرے بلکہ نماز کے بعد کرے۔ اگر نماز ہی میں کرے گا تو وہ سجدہ ادا نہیں ہوگا، دوبارہ کرنا پڑے گا اور گناہ بھی ہوگا۔

﴿مسئلہ ۱۲﴾ اگر نماز میں سجدہ کی ایک ہی آیت کو کئی دفعہ پڑھے تب بھی ایک ہی سجدہ واجب ہے، چاہے متعدد بار پڑھ کر آخر میں سجدہ کرے یا ایک دفعہ پڑھ کر سجدہ کرلیا پھر اسی رکعت یا دوسری رکعت میں وہی آیت دوبارہ پڑھے۔

﴿مسئلہ ۱۳﴾ سجدہ کی کوئی آیت پڑھی اور سجدہ نہیں کیا، پھر اسی جگہ نماز کی نیت کرکے وہی آیت نماز میں پڑھی اور نماز میں سجدۂ تلاوت کیا تو یہی سجدہ کافی ہے، دونوں سجدے اسی سے ادا ہو جائیں گے، البتہ اگر جگہ بدل گئی ہو تو دوسرا سجدہ بھی واجب ہے۔

﴿مسئلہ ۱۴﴾ اگر سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ کرلیا پھر اسی جگہ نماز کی نیت باندھ لی اور وہی آیت نماز میں دہرائی تو اب نماز میں پھر سجدہ کرے۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ اگر کسی سورت میں کوئی اور آیت نہ پڑھے، صرف سجدہ کی آیت پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اگر نماز میں ایسا کرے تو اس میں یہ بھی شرط ہے کہ وہ اتنی بڑی ہو کہ تین چھوٹی آیات کے برابر ہو، لیکن بہتر یہ ہے کہ سجدہ کی آیت کو دوسری ایک دو آیات کے ساتھ ملا کر پڑھے۔

﴿مسئلہ ۱۶﴾ اگر کوئی شخص کسی امام سے آیتِ سجدہ سننے کے بعد اس کی اقتدا کرے تو اس کو امام کے ساتھ سجدہ کرنا چاہیے اور اگر امام سجدہ کر چکا ہو تو اس میں دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ جس رکعت میں آیتِ سجدہ کی تلاوت امام نے کی ہو وہی رکعت اس کو اگر مل جائے تو اس کو سجدہ کی ضرورت نہیں، اس رکعت کے مل جانے سے یہ سمجھا جائے گا کہ وہ سجدہ بھی مل گیا۔ دوسری یہ

کہ وہ رکعت نہ ملے تو اس پر نماز پوری کرنے کے بعد سجدہ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ ۱۷ مقتدی نے اگر آیتِ سجدہ پڑھی تو کسی پر بھی سجدہ واجب نہیں ہوگا، نہ پڑھنے والے پر، نہ اس کے امام پر، نہ ان لوگوں پر جو اس نماز میں شریک ہیں، البتہ جو لوگ اس نماز میں شریک نہیں ان پر سجدہ واجب ہوگا، چاہے وہ لوگ نماز نہ پڑھ رہے ہوں یا کوئی دوسری نماز پڑھ رہے ہوں۔

مسئلہ ۱۸ سجدۂ تلاوت اگر نماز میں واجب ہو تو اس کو فوراً ادا کرنا واجب ہے، تاخیر کی اجازت نہیں۔

مسئلہ ۱۹ اگر دو شخص علیحدہ علیحدہ گھوڑوں پر سوار نماز پڑھتے ہوئے جا رہے ہوں اور ہر شخص ایک ہی آیتِ سجدہ تلاوت کرے اور ایک دوسرے کی تلاوت کو نماز ہی میں سنے تو ہر شخص پر ایک ہی سجدہ واجب ہوگا، جو نماز ہی میں ادا کرنا واجب ہے اور اگر ایک ہی آیت کو نماز میں پڑھا اور اسی کو نماز سے باہر سنا تو دو سجدے واجب ہوں گے، ایک تلاوت کی وجہ سے دوسرا سننے کی وجہ سے مگر تلاوت کی وجہ سے جو سجدہ واجب ہوگا وہ نماز کا سمجھا جائے گا اور نماز ہی میں ادا کیا جائے گا اور سننے کی وجہ سے جو سجدہ واجب ہوگا وہ نماز کے بعد ادا کیا جائے گا۔

مسئلہ ۲۰ اگر آیتِ سجدہ نماز میں پڑھ کر فوراً یا دو تین آیتوں کے بعد رکوع کیا جائے اور اس رکوع میں جھکتے وقت سجدۂ تلاوت کی بھی نیت کر لی جائے تو سجدہ ادا ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر آیتِ سجدہ پڑھ کر رکوع کرنے کے بعد نماز کا سجدہ کیا جائے تو بھی یہ سجدہ ادا ہو جائے گا اور اس میں نیت کی بھی ضرورت نہیں۔

مسئلہ ۲۱ جمعہ، عیدین اور آہستہ آواز والی نماز میں آیتِ سجدہ نہیں پڑھنا چاہیے، اس لیے کہ سجدہ کرنے سے مقتدیوں میں غلط فہمی اور افراتفری پھیلنے کا اندیشہ ہے۔

نماز کے باہر آیتِ سجدہ پڑھنے کے مسائل:

مسئلہ ۲۲ ایک ہی جگہ بیٹھ کر سجدہ کی ایک ہی آیت کو کئی بار دہرا کر پڑھے تو ایک ہی سجدہ واجب ہے، چاہے کئی مرتبہ پڑھ کے آخر میں سجدہ کرے یا پہلی دفعہ پڑھ کے سجدہ کر لے پھر اسی کو بار بار دہراتا رہے اور اگر جگہ بدل جانے کے بعد پھر اسی آیت کو دہرایا، پھر تیسری جگہ جانے کے بعد وہی آیت پھر پڑھی، اسی طرح برابر جگہ بدلتا رہا تو جتنی دفعہ دہرائے گا اتنی ہی دفعہ سجدہ کرنا پڑے گا۔

مسئلہ ۲۳ اگر ایک ہی جگہ بیٹھ کر سجدہ کی کئی آیتیں پڑھیں تو جتنی آیتیں پڑھے اتنے سجدے کرے۔

مسئلہ ۲۴ بیٹھ کر سجدہ کی کوئی آیت پڑھی، پھر کھڑا ہو گیا لیکن چلا پھرا نہیں، جہاں بیٹھا تھا وہیں کھڑے کھڑے وہی

آیت پھر دہرائی تو ایک ہی سجدہ واجب ہے۔

مسئلہ ۲۵ ایک جگہ سجدہ کی آیت پڑھنے کے بعد اٹھ کر کسی کام کے لیے چلا گیا، پھر اسی جگہ آکر وہی آیت دوبارہ پڑھی تب بھی دو سجدے کرے۔

مسئلہ ۲۶ ایک جگہ بیٹھ کر سجدہ کی کوئی آیت پڑھی پھر قرآن مجید کی تلاوت ختم کرنے کے بعد اسی جگہ بیٹھے ہوئے کسی اور کام میں مشغول ہوگیا، جیسے: کھانا کھانے لگا یا کوئی عورت سینے پرونے میں لگ گئی یا بچے کو دودھ پلانے لگی، اس کے بعد پھر وہی آیت اسی جگہ پڑھی تب بھی دو سجدے واجب ہوئے۔ جب کوئی اور کام کرنا شروع کیا تو یہ سمجھیں گے کہ جگہ بدل گئی۔

مسئلہ ۲۷ چھوٹے کمرے یا بڑے ہال کے ایک کونے میں سجدہ کی کوئی آیت پڑھی اور پھر دوسرے کونے میں جا کر وہی آیت پڑھی تو بھی ایک سجدہ ہی کافی ہے، چاہے جتنی دفعہ پڑھے، البتہ اگر دوسرے کام میں لگ جانے کے بعد وہی آیت پڑھے گا تو دوسرا سجدہ کرنا پڑے گا، پھر تیسرے کام میں لگنے کے بعد اگر پڑھے گا تو تیسرا سجدہ واجب ہوجائے گا۔

مسئلہ ۲۸ اگر بڑا گھر ہو تو دوسرے کونے پر جا کر دہرانے سے دوسرا سجدہ واجب ہوگا اور تیسرے کونے پر تیسرا سجدہ۔

مسئلہ ۲۹ مسجد کا بھی یہی حکم ہے جو ایک چھوٹے کمرے کا حکم ہے یعنی اگر سجدہ کی ایک آیت کئی دفعہ پڑھے تو ایک ہی سجدہ واجب ہے، چاہے ایک ہی جگہ بیٹھ کر دہراتا رہے یا مسجد میں ادھر ادھر ٹہلتے ہوئے پڑھے۔

مسئلہ ۳۰ پڑھنے والا جگہ تبدیل کیے بغیر ایک ہی جگہ بیٹھ کر ایک آیت کو بار بار پڑھتا رہا لیکن سننے والے کی جگہ بدل گئی، جہاں پہلی دفعہ سنا تھا دوسری دفعہ وہاں نہیں سنا، بلکہ دوسری دفعہ کسی اور جگہ اور تیسری دفعہ تیسری جگہ سنا تو پڑھنے والے پر ایک ہی سجدہ واجب ہے اور سننے والے پر کئی سجدے واجب ہیں۔ جتنی دفعہ سنے، اتنے ہی سجدے کرے۔

مسئلہ ۳۱ اگر سننے والے کی جگہ نہیں بدلی، پڑھنے والے کی جگہ بدل گئی تو پڑھنے والے پر کئی سجدے واجب ہوں گے اور سننے والے پر ایک ہی سجدہ۔

مسئلہ ۳۲ ساری سورت پڑھنا اور سجدہ کی آیت کو چھوڑ دینا مکروہ اور منع ہے، صرف سجدے سے بچنے کے لیے وہ آیت نہ چھوڑے، اس لیے کہ اس میں سجدے سے انکار کے ساتھ مشابہت ہے۔

متفرق مسائل:

مسئلہ ۳۳ سجدۂ تلاوت میں قہقہہ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا، البتہ سجدہ باطل ہوجاتا ہے۔

﴿مسئلہ ۳۴﴾ عورت کے برابر میں کھڑے ہونے سے سجدۂ تلاوت فاسد نہیں ہوتا۔

﴿مسئلہ ۳۵﴾ خارج نماز کا سجدہ نماز میں اور نماز کا خارج میں یا دوسری نماز میں ادا نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا اگر کوئی شخص نماز میں آیت سجدہ پڑھے اور سجدہ نہ کرے تو اس کا گناہ اس کے ذمہ ہوگا جس سے توبہ واستغفار اس پر لازم ہے، توبہ واستغفار کرنے سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے معاف فرما دیں گے۔

﴿مسئلہ ۳۶﴾ اگر کسی کے ذمہ تلاوت کے بہت سارے سجدے باقی ہوں تو اب ادا کرلے، عمر بھر میں کبھی نہ کبھی ادا کرلینے چاہئیں، ادا نہیں کرے گا تو گناہ گار ہوگا۔

﴿مسئلہ ۳۷﴾ اگر بیماری کی حالت میں آیتِ سجدہ سنے اور سجدہ کرنے کی طاقت نہ ہو تو جس طرح نماز کا سجدہ اشارہ سے کیا جاتا ہے تلاوت کا سجدہ بھی اسی طرح اشارہ سے کرے۔

مریض کی نماز کا بیان

بیٹھ کر نماز پڑھنے کے مسائل:

نماز کسی حالت میں نہ چھوڑے۔ کھڑے ہو کر پڑھنے کی طاقت ہو تو کھڑے ہو کر نماز پڑھتا رہے اور جب کھڑا نہ ہو سکے تو بیٹھ کر نماز پڑھے، بیٹھے بیٹھے رکوع کر لے اور رکوع کر کے دونوں سجدے کر لے اور رکوع کے لیے اتنا جھکے کہ پیشانی گھٹنوں کے برابر آ جائے۔

﴿مسئلہ ۱﴾ اگر کھڑے ہونے کی طاقت تو ہے لیکن کھڑے ہونے سے سخت تکلیف ہوتی ہے یا بیماری بڑھ جانے کا ڈر ہے تب بھی بیٹھ کر نماز پڑھنا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۲﴾ اگر کھڑا ہو سکتا ہے لیکن رکوع سجدہ نہیں کر سکتا تو چاہے کھڑا ہو کر پڑھے اور رکوع وسجدہ اشارے سے کرے اور چاہے بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع سجدہ اشارہ سے ادا کرے، لیکن بیٹھ کر پڑھنا بہتر ہے۔

﴿مسئلہ ۳﴾ اگر رکوع سجدہ کرنے کی قدرت نہ ہو تو رکوع اور سجدہ اشارے سے ادا کرے اور سجدے کے اشارے میں رکوع سے زیادہ جھکے۔

﴿مسئلہ ۴﴾ سجدہ کرنے کے لیے تکیہ وغیرہ کوئی اور چیز رکھ لینا اور اس پر سجدہ کرنا بہتر نہیں۔ جب سجدہ کی قدرت نہ ہو تو صرف اشارہ کر لیا کرے، تکیہ کے اوپر سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

لیٹ کر نماز پڑھنے کے مسائل:

﴿مسئلہ ۵﴾ اگر بیٹھنے کی طاقت نہیں رہی تو پیچھے کوئی گاؤ تکیہ وغیرہ لگا کر اس طرح لیٹ جائے کہ سر خوب اونچا ہو جائے، بلکہ بیٹھنے کے قریب ہو جائے اور پاؤں قبلہ کی طرف پھیلا دے، نیز اگر کچھ طاقت ہو تو قبلہ کی طرف پیر نہ پھیلائے بلکہ گھٹنے کھڑے رکھے، پھر سر کے اشارے سے نماز پڑھے اور سجدے کے اشارے میں رکوع کی بنسبت زیادہ جھکے۔ اگر گاؤ تکیہ سے ٹیک لگا کر بھی اس طرح نہ لیٹ سکے کہ سر اور سینہ وغیرہ اونچا رہے تو قبلہ کی طرف پیر کر کے بالکل چت لیٹ جائے لیکن سر کے نیچے کوئی اونچا تکیہ رکھ دیں کہ منہ قبلہ کی طرف ہو جائے، آسمان کی طرف نہ رہے، پھر سر کے اشارے سے نماز پڑھے، رکوع کا اشارہ کم کرے اور سجدے کا اشارہ ذرا زیادہ کرے۔

﴿مسئلہ ۶﴾ اگر چت نہ لیٹے بلکہ دائیں یا بائیں کروٹ پر قبلہ کی طرف منہ کر کے لیٹے اور سر کے اشارے سے رکوع سجدہ

کرے تو یہ بھی جائز ہے لیکن چت لیٹ کر پڑھنا زیادہ اچھا ہے۔

﴿مسئلہ ۷﴾ نماز شروع کرنے کے وقت بالکل ٹھیک تھا پھر جب کچھ نماز پڑھ چکا تو نماز ہی میں کوئی ایسی تکلیف شروع ہوگئی کہ کھڑا رہنا مشکل ہوگیا تو باقی نماز بیٹھ کر پڑھے اور رکوع سجدہ کر سکے تو کرے ورنہ سر کے اشارہ سے کرلے اور اگر ایسا حال ہوگیا کہ بیٹھنے کی بھی قدرت نہیں رہی تو اسی طرح لیٹ کر باقی نماز پوری کرے۔

﴿مسئلہ ۸﴾ کسی کی آنکھ کا آپریشن ہوا اور ڈاکٹر نے اس کو ہلنے جُلنے سے منع کردیا تو لیٹ کر نماز پڑھتا رہے۔

اشارہ سے بھی نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہو:

﴿مسئلہ ۹﴾ اگر سر سے اشارہ کرنے کی بھی طاقت نہیں رہی تو نماز نہ پڑھے، پھر اگر ایک رات دن سے زیادہ یہی حالت رہی تو نماز بالکل معاف ہوگئی، ٹھیک ہونے کے بعد قضا پڑھنا بھی واجب نہیں اور اگر ایک دن رات سے زیادہ یہ حالت نہیں رہی، بلکہ ایک دن رات میں پھر اشارہ سے پڑھنے کی طاقت آگئی تو اشارہ ہی سے ان کی قضا پڑھے اور یہ ارادہ نہ کرے کہ جب بالکل ٹھیک ہو جاؤں گا تب پڑھوں گا اس لیے کہ شاید بالکل ٹھیک ہونے سے پہلے مر جائے تو گنہگار مرے گا۔

﴿مسئلہ ۱۰﴾ اسی طرح اگر بالکل تندرست آدمی بے ہوش ہو جائے تو اگر بے ہوشی ایک دن رات سے زیادہ نہیں ہوئی تو قضا پڑھنا واجب ہے اور اگر ایک دن رات سے زیادہ ہوگئی تو قضا پڑھنا واجب نہیں۔

دورانِ نماز عذر ختم ہوگیا:

﴿مسئلہ ۱۱﴾ بیماری کی وجہ سے بیٹھ کر نماز شروع کی اور رکوع وسجدہ کیا پھر نماز ہی میں ٹھیک ہوگیا تو اسی نماز کو کھڑا ہو کر پورا کرے۔

﴿مسئلہ ۱۲﴾ اگر بیماری کی وجہ سے رکوع سجدہ کی قوت نہیں تھی اس لیے سر کے اشارہ سے رکوع وسجدہ کیا پھر جب کچھ نماز پڑھ چکا تو رکوع سجدہ کرنے کی طاقت آگئی تو اب یہ نماز فاسد ہوگئی، اس کو پورا نہ کرے بلکہ دوبارہ پڑھے اور اگر اشارے سے رکوع سجدہ کرنے سے پہلے تندرست ہوگیا تو پہلی نماز صحیح ہے، اس پر بنا جائز ہے۔

جو شخص خود استنجا نہ کر سکے:

﴿مسئلہ ۱۳﴾ فالج گرا اور ایسا بیمار ہوگیا کہ پانی سے استنجا نہیں کرسکتا تو کپڑے یا ڈھیلے سے پونچھ لیا کرے اور اسی طرح نماز پڑھے، اگر خود تیمم نہ کر سکے تو کوئی دوسرا تیمم کرادے اور اگر ڈھیلے یا کپڑے سے پونچھنے کی طاقت بھی نہ ہو تو بھی نماز قضا نہ کرے، اسی طرح نماز پڑھے۔ والدین واولاد وغیرہ کسی کے لیے بھی اس کا ستر دیکھنا اور پونچھنا درست نہیں، البتہ میاں بیوی

ایک دوسرے کا ستر دیکھ سکتے ہیں۔

ناپاک بستر بدلنے کا حکم:

مسئلہ ۱۴ بیمار کا نجس بستر بدلنے میں اگر اسے سخت تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اسی پر نماز پڑھ لینا درست ہے۔

قضا نماز پڑھنے کا بیان:

مسئلہ ۱۵ تندرستی کے زمانہ میں کسی شخص کی کچھ نمازیں قضا ہو گئی تھیں مگر قضاء کرنے سے پہلے بیمار ہو گیا تو بیماری کے زمانہ میں جس طرح بھی نماز پڑھنے کی طاقت ہو، ان کی قضا پڑھ لے، یہ انتظار نہ کرے کہ جب کھڑے ہونے کی قوت آئے گی تب پڑھوں گا یا جب بیٹھنے اور رکوع سجدہ کرنے کی طاقت آئے گی تب پڑھوں گا، یہ سب شیطانی خیالات ہیں۔ دینداری کی بات یہ ہے کہ فوراً پڑھ لے اور دیر نہ کرے۔

دورانِ نماز ٹیک لگانا:

مسئلہ ۱۶ اگر کوئی شخص قراءت طویل ہونے کی وجہ سے کھڑے کھڑے تھک جائے اور اسے تکلیف ہونے لگے تو اس کے لیے کسی دیوار یا درخت یا لکڑی وغیرہ سے تکیہ لگا لینا مکروہ نہیں۔

سفر میں نماز پڑھنے کا بیان

آدمی شرعاً کب مسافر بنتا ہے؟

مسئلہ ۱: اگر کوئی ایک منزل یا دو منزل (اڑتالیس میل انگریزی = ۲۴ء۷۷ کلومیٹر) سے کم مسافت کا سفر کرے تو اس سفر سے شریعت کا کوئی حکم نہیں بدلتا اور شرعاً ایسے شخص کو مسافر نہیں کہتے۔ اس کو نماز وغیرہ سارے احکام اسی طرح ادا کرنے چاہئیں جیسے کہ اپنے گھر میں کرتا تھا، مثلاً: چار رکعت والی نماز کو چار رکعت پڑھے اور موزہ پہنے ہوئے ہو تو ایک رات دن مسح کرے، پھر اس کے بعد نئے سرے سے پاؤں دھوئے بغیر مسح کرنا درست نہیں۔

مسئلہ ۲: جو شخص تین منزل چلنے کا ارادہ کر کے نکلے وہ شریعت کی رو سے مسافر ہے، جب اپنے شہر کی آبادی سے باہر نکل گیا شرعاً مسافر بن گیا، جب تک آبادی کے اندر اندر چلتا رہیگا تب تک مسافر نہیں بنے گا۔ ریلوے اسٹیشن اگر آبادی کے اندر ہے تو آبادی کے حکم میں ہے اور اگر آبادی کے باہر ہو تو وہاں پہنچ کر مسافر ہو جائے گا۔

مسئلہ ۳: تین منزل یہ ہے کہ اکثر پیدل چلنے والے وہاں تین روز میں پہنچا کرتے ہیں، تخمینہ اس کا ہمارے علاقوں میں جہاں دریا اور پہاڑ میں سفر نہیں کرنا پڑتا، اڑتالیس میل انگریزی ہے۔ [یعنی ۲۴ .۷۷ کلومیٹر، ۷۸ کلومیٹر سے کچھ کم]

مسئلہ ۴: سفر شرعی کا ارادہ کر کے گھر سے نکلا لیکن گھر ہی سے یہ بھی نیت ہے کہ سفر شرعی کی مقدار سے پہلے پہلے فلاں جگہ پندرہ دن ٹھہروں گا تو مسافر نہیں رہا، راستے میں پوری نمازیں پڑھے پھر اگر اس جگہ پہنچ کر پورے پندرہ دن نہیں ٹھہر سکا تب بھی مسافر نہیں بنے گا۔

مسئلہ ۵: تین منزل جانے کا ارادہ ہے لیکن پہلی منزل یا دوسری منزل پر اپنا گھر آئے گا تب بھی مسافر نہیں ہوا۔

مسئلہ ۶: تین منزل چل کر کہیں پہنچا تو اگر وہ اپنا گھر ہے تو مسافر نہیں رہے گا، چاہے کم رہے یا زیادہ اور اگر اپنا گھر نہیں ہے تو اگر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو تب بھی مسافر نہیں رہے گا، لہٰذا نمازیں پوری پوری پڑھے اور اگر نہ اپنا گھر ہے نہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہے تو وہاں پہنچ کر بھی مسافر رہے گا، چار رکعت فرض کی جگہ دو رکعت پڑھتا رہے۔

مسئلہ ۷: راستہ میں کئی جگہ ٹھہرنے کا ارادہ ہے، مثلاً: دس دن ایک جگہ، پانچ دن دوسری جگہ، بارہ دن کسی اور جگہ لیکن پورے پندرہ دن کہیں ٹھہرنے کا ارادہ نہیں تب بھی مسافر رہے گا۔

مسئلہ ۸: تین منزل جانے کا ارادہ کر کے چلا، پھر کچھ دور جا کر کسی وجہ سے ارادہ بدل گیا اور گھر لوٹ آیا تو جب سے

لوٹنے کا ارادہ ہوا تب سے مسافر نہیں رہا۔

﴿مسئلہ ۹﴾ اگر کوئی جگہ اتنی دور ہے کہ اونٹ اور آدمی کی چال کے اعتبار سے تو تین منزل ہے لیکن چونکہ گھوڑا گاڑی یا بیل گاڑی پر سوار ہے اس لیے دو ہی دن میں پہنچ جائے گا یا ریل پر سوار ہو کر ذرا دیر میں پہنچ جائے گا تب بھی شریعت کی رو سے وہ مسافر ہے۔

دورانِ سفر نماز کا حکم:

﴿مسئلہ ۱۰﴾ جو کوئی شرعاً مسافر ہو وہ ظہر، عصر اور عشا کی فرض نماز دو دو رکعتیں پڑھے۔ سنتوں کا یہ حکم ہے کہ اگر جلدی ہو تو فجر کی سنتوں کے علاوہ دوسری سنتیں چھوڑ دینا درست ہے، اس سے کوئی گناہ نہیں ہوگا اور اگر کوئی جلدی نہ ہو اور نہ اپنے ساتھیوں سے بچھڑ جانے کا ڈر ہو تو نہ چھوڑے بلکہ سفر میں پوری پوری سنتیں پڑھے اور ان میں کمی نہ کرے۔

﴿مسئلہ ۱۱﴾ فجر، مغرب اور وتر کی نماز میں بھی کمی نہیں، جیسے ہمیشہ پڑھتا ہے ویسے ہی پڑھے۔

﴿مسئلہ ۱۲﴾ ظہر، عصر اور عشا کی نماز دو رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھے، پوری چار رکعتیں پڑھنا گناہ ہے، جیسے ظہر کے کوئی چھ فرض پڑھے تو گنہگار ہوگا۔

﴿مسئلہ ۱۳﴾ اگر بھولے سے چار رکعتیں پڑھ لیں تو اگر دوسری رکعت پر بیٹھ کر التحیات پڑھی ہے تب تو دو رکعتیں فرض ہو گئیں اور دو رکعتیں نفل ہو جائیں گی اور سجدۂ سہو کرنا پڑے گا۔ اگر سجدۂ سہو نہ کیا ہو یا دو رکعت پر نہ بیٹھا ہو تو چاروں رکعتیں نفل ہو گئیں، فرض نماز دوبارہ پڑھے۔

اقامت کے مسائل:

﴿مسئلہ ۱۴﴾ اگر راستہ میں کہیں ٹھہر گیا تو اگر پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہے تو وہ مسافر رہے گا۔ چار رکعت والی فرض نماز دو رکعت پڑھتا رہے اور اگر پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کر لی تو اب وہ مسافر نہیں رہا پھر اگر نیت بدل گئی اور پندرہ دن سے پہلے جانے کا ارادہ ہو گیا تب بھی مسافر نہیں بنے گا، نمازیں پوری پوری پڑھے۔ پھر جب یہاں سے چلے تو اگر یہاں سے وہ جگہ تین منزل ہو جہاں جانا ہے تو مسافر ہو جائے گا اور اس سے کم ہو تو مسافر نہیں بنے گا۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ نماز پڑھتے پڑھتے نماز کے اندر ہی پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کر لی تو مسافر نہیں رہا۔ یہ نماز بھی پوری پڑھے۔

﴿مسئلہ ۱۶﴾ دو چار دن راستہ میں کہیں ٹھہرنا پڑا لیکن کسی وجہ سے آگے جا نہیں سکا، روز یہ نیت ہوتی ہے کہ کل یا پرسوں

چلا جاؤں گا لیکن نہیں جاسکا، اسی طرح پندرہ دن یا بیس دن یا ایک مہینہ یا اس سے بھی زیادہ رہنا پڑا لیکن پورے پندرہ دن رہنے کی کبھی نیت نہیں ہوئی تب بھی مسافر رہے گا، چاہے جتنے دن اسی طرح گذر جائیں۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ کوئی شخص دو الگ الگ جگہوں پر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے اور ان دونوں میں اتنا فاصلہ ہو کہ ایک جگہ کی اذان کی آواز دوسری جگہ نہ جاسکتی ہو، مثلاً: دس روز مکہ میں رہنے کا ارادہ کرے اور پانچ روز منیٰ میں، جبکہ مکہ سے منیٰ تین میل کے فاصلے پر ہے تو اس صورت میں وہ مسافر ہی شمار ہوگا۔

﴿مسئلہ ۱۸﴾ اگر مذکورہ مسئلہ میں رات کو ایک ہی جگہ رہنے کی نیت کرے اور دن کو دوسری جگہ میں تو جس جگہ رات کو ٹھہرنے کی نیت کی ہے وہ اس کا وطن اقامت ہو جائے گا، وہاں اس کو قصر کی اجازت نہیں ہوگی، اب دوسری جگہ جس میں دن کو رہتا ہے اگر اس پہلی جگہ سے ۷۸ کلومیٹر دور ہے تو وہاں جانے سے مسافر ہو جائے گا، ورنہ مقیم رہے گا۔

﴿مسئلہ ۱۹﴾ اگر مذکورہ مسئلہ میں ایک جگہ دوسری جگہ سے اتنی قریب ہو کہ ایک جگہ کی اذان کی آواز دوسری جگہ جاسکتی ہے تو وہ دونوں جگہیں ایک سمجھی جائیں گی اور ان دونوں میں پندرہ دن ٹھہرنے کے ارادہ سے مقیم ہو جائے گا۔

﴿مسئلہ ۲۰﴾ اگر کوئی مسافر حالتِ نماز میں اقامت کی نیت کرلے، چاہے شروع میں یا درمیان میں یا اخیر میں، مگر سجدۂ سہو یا سلام سے پہلے یہ نیت کرلے تو اس کو وہ نماز پوری پڑھنا چاہیے، اس میں قصر جائز نہیں اور اگر سجدۂ سہو یا سلام کے بعد نیت کی ہو تو یہ نماز قصر ہی ہوگی، اسی طرح اگر نماز کا وقت گذر جانے کے بعد نیت کرے یا لاحق ہونے کی حالت میں نیت کرے تو اس کی نیت کا اثر اس نماز میں ظاہر نہ ہوگا اور یہ نماز اگر چار رکعت کی ہوگی تو اس میں قصر کرنا واجب ہوگا۔

مثال ۱: کسی مسافر نے ظہر کی نماز شروع کی، ایک رکعت پڑھنے کے بعد نماز کا وقت ختم ہوگیا، اس کے بعد اس نے اقامت کی نیت کی تو یہ نیت اس نماز میں اثر انداز نہیں ہوگی اور اس کو قصر ہی پڑھنا ہوگی۔

مثال ۲: کوئی مسافر کسی اور مسافر کا مقتدی ہوا اور پھر لاحق ہوگیا، پھر جب اپنی چھوٹی ہوئی رکعتیں ادا کرنے لگا تو اس نے اقامت کی نیت کرلی تو اس نیت کا اس نماز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، بلکہ یہ نماز اگر چار رکعت کی ہوگی تو اس کو قصر پڑھنا لازم ہوگا۔

تابع اور متبوع کے مسائل:

﴿مسئلہ ۲۱﴾ کوئی عورت اپنے خاوند کے ساتھ ہے، راستہ میں جتنا وہ ٹھہرے گا اتنا ہی یہ ٹھہرے گی، اس کے بغیر زیادہ نہیں ٹھہر سکتی تو ایسی حالت میں شوہر کی نیت کا اعتبار ہے۔ اگر شوہر کا ارادہ پندرہ دن ٹھہرنے کا ہو تو عورت بھی مقیم ہے، چاہے

اتنا ٹھہرنے کی نیت کرے یا نہ کرے اور اگر مرد کا ارادہ کم ٹھہرنے کا ہو تو عورت بھی مسافر ہے۔

وطن اصلی اور وطن اقامت:

﴿مسئلہ ۲۲﴾ کسی نے اپنا شہر بالکل چھوڑ دیا، کسی دوسری جگہ گھر بنالیا، وہیں رہنے سہنے لگا اور پہلے شہر اور پہلے گھر سے تعلق نہیں رہا تو اب وہ شہر اور پردیس دونوں برابر ہیں، لہٰذا اگر سفر کرتے وقت راستہ میں وہ پہلا شہر پڑے اور دو چار دن وہاں رہنا ہو تو مسافر رہے گا۔ نمازیں سفر کی طرح پڑھے۔

﴿مسئلہ ۲۳﴾ شادی کے بعد اگر عورت مستقل اپنے سسرال میں رہنے لگی تو اس کا اصلی وطن سسرال کا گھر ہے، لہٰذا اگر سسرال اور میکے میں ۷۸ کلومیٹر کا فاصلہ ہے تو جب یہ میکے جائے گی اور وہاں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت نہیں کرے گی تو مسافر شمار ہوگی، نماز قصر کرے اور اگر سسرال میں ہمیشہ رہنے کا پختہ ارادہ نہیں تو جو وطن پہلے سے اصلی تھا وہ اب بھی وطن اصلی رہے گا۔

متفرق مسائل:

﴿مسئلہ ۲۴﴾ اگر کسی کی نمازیں سفر میں قضا ہوگئیں تو گھر پہنچ کر بھی ظہر، عصر اور عشا کی دو ہی دو رکعتیں قضا پڑھے اور سفر سے پہلے، مثلاً: ظہر کی نماز قضا ہوگئی تو سفر کی حالت میں چار رکعتیں قضا پڑھے۔

﴿مسئلہ ۲۵﴾ دریا میں کشتی چل رہی ہے اور نماز کا وقت آگیا تو اسی چلتی کشتی پر نماز پڑھ لے، اگر کھڑے ہو کر پڑھنے سے چکر آئیں تو بیٹھ کر پڑھے۔

﴿مسئلہ ۲۶﴾ ریل پر نماز پڑھنے کا بھی یہی حکم ہے کہ چلتی ریل میں نماز پڑھنا درست ہے اور اگر کھڑے ہو کر پڑھنے سے چکر آئیں یا گرنے کا ڈر ہو تو بیٹھ کر پڑھے۔

﴿مسئلہ ۲۷﴾ نماز پڑھتے ہوئے ریل نے رُخ بدل لیا اور قبلہ دوسری طرف ہوگیا تو نماز ہی میں گھوم جائے اور قبلہ کی طرف رُخ کرلے۔

خواتین کے لیے چند احکام:

﴿مسئلہ ۲۸﴾ اگر تین منزل (۴۸ میل=۷۸ کلومیٹر تقریباً) سفر کرنا ہو تو جب تک کوئی محرم مرد یا شوہر ساتھ نہ ہو اس وقت تک سفر کرنا درست نہیں۔ محرم کے بغیر سفر کرنا بڑا گناہ ہے، اگر ایک دو منزل جانا ہو تب بھی محرم کے بغیر جانا بہتر نہیں۔

﴿مسئلہ ۲۹﴾ جس محرم کو اللہ اور رسول کا ڈر نہ ہو اور شریعت کی پابندی نہ کرتا ہو ایسے محرم کے ساتھ بھی سفر کرنا درست نہیں۔

﴿مسئلہ ۳۰﴾ سفر کے دوران نماز کا وقت آگیا تو گاڑی سے اتر کر کسی الگ جگہ پر کھڑی ہوکر نماز پڑھ لے۔ اگر اپنے پاس برقع نہ ہو تو چادر وغیرہ میں خوب لپٹ کر اترے اور نماز پڑھے۔ اتنا پردہ کرنا جس میں نماز قضا ہو جائے، حرام ہے۔ ہر بات میں شریعت کے حکم کو مقدم رکھے، پردہ کی بھی وہی حد رکھے جو شریعت نے بتلائی ہے۔ شریعت کی حد سے آگے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے شرم وحیا ظاہر کرنا بڑی بے وقوفی اور نادانی ہے، البتہ بلاضرورت پردہ میں کوتاہی کرنا گناہ ہے۔

﴿مسئلہ ۳۱﴾ عورت اگر ۷۸ کلومیٹر سے زیادہ سفر کی نیت سے روانہ ہوئی لیکن وہ حالتِ حیض میں ہے تو جب تک وہ حالتِ حیض میں رہے گی مسافر نہیں ہوگی۔ حیض سے پاک ہونے کے بعد پوری چار رکعتیں پڑھے، البتہ حیض سے پاک ہونے کے بعد اگر بقیہ سفر ۷۸ کلومیٹر یا اس سے زیادہ ہو یا روانہ ہوتے وقت پاک تھی راستہ میں حیض آگیا ہو تو وہ مسافر ہے، نماز مسافروں کی طرح پڑھے۔

مقیم ومسافر کی امامت اور اقتدا:

﴿مسئلہ ۳۲﴾ مقیم کی اقتدا مسافر کے پیچھے ہر حال میں درست ہے، چاہے ادا نماز ہو یا قضا اور مسافر امام جب دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دے تو مقیم مقتدی کو چاہیے کہ اٹھ کر اپنی نماز پوری کر لے اور اس میں قراءت نہ کرے، بلکہ خاموش کھڑا رہے، اس لیے کہ وہ لاحق ہے اور قعدہ اولیٰ اس مقتدی پر بھی امام کی اتباع کی وجہ سے فرض ہوگا۔ مسافر امام کے لیے مستحب ہے کہ اپنے مقتدیوں کو دونوں طرف سلام پھیرنے کے فوراً بعد اپنے مسافر ہونے کی اطلاع کر دے اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ نماز شروع کرنے سے قبل بھی اپنے مسافر ہونے کی اطلاع دے دے۔

﴿مسئلہ ۳۳﴾ مسافر بھی مقیم کی اقتدا کر سکتا ہے مگر وقت کے اندر اور وقت ختم ہو جائے تو فجر اور مغرب میں کر سکتا ہے، ظہر، عصر، عشا میں نہیں، اس لیے کہ جب مسافر مقیم کی اقتدا کرے گا تو امام کی اتباع کی وجہ سے پوری چار رکعت یہ بھی پڑھے گا اور امام کا قعدہ اولیٰ فرض نہ ہوگا اور اس کا فرض ہوگا، پس فرض قعدہ والے کی اقتدا غیر فرض قعدہ والے کے پیچھے ہوئی اور یہ درست نہیں۔

اضافہ

ہوائی جہاز اور بحری جہاز میں نماز:

﴿مسئلہ ۱﴾ پرواز کے دوران ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا جائز ہے، لیکن کھڑے ہو کر قبلہ رُخ نماز پڑھنا چاہیے، البتہ اگر

سر چکرانے کا خطرہ ہو یا کوئی اور عذر ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھیں۔

بحری جہاز اور کشتی اگر سمندر میں چل رہے ہوں تو ان کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر عذر نہ ہو تو کھڑے ہو کر قبلہ رُخ نماز پڑھے۔ یہ اس وقت ہے کہ کشتی کو کنارے لگا کر اتر نہ سکتا ہو، ورنہ کنارے لگا کر زمین پر اتر کر نماز پڑھنی چاہیے۔ اگر کشتی کنارے پر ہے تو زمین پر ٹکی ہوئی ہونے کی صورت میں اس پر نماز درست ہے، اگر زمین پر ٹکی ہوئی نہ ہو تو اترنا ضروری ہے، اگر اتر نہ سکتا ہو تو وہیں نماز پڑھ لے، لیکن اس نماز کو لوٹانا ضروری ہے۔ (أحسن الفتاویٰ: ٤/٨٩)

جمعہ وعیدین کا بیان

جمعہ کے فضائل:

۱۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جمعہ کا دن تمام دنوں سے بہتر ہے، اسی میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اور اسی دن وہ جنت میں داخل کیے گئے اور اسی دن جنت سے باہر لائے گئے اور قیامت بھی اسی دن ہوگی۔“

(صحیح مسلم شریف)

۲۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جمعہ میں ایک وقت ایسا ہے کہ اگر کوئی مسلمان اس وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو ضرور قبول ہو۔“ (صحیحین شریفین)

علماء کی آرا مختلف ہیں کہ یہ وقت جس کا ذکر حدیث میں گذرا کونسا وقت ہے؟ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعادۃ میں چالیس قول نقل کیے ہیں، مگر ان سب میں دو قولوں کو ترجیح دی ہے۔ ایک یہ کہ وہ وقت خطبہ سے نماز کے ختم ہونے تک ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ وقت جمعہ کے دن کے آخر میں ہے اور اس دوسرے قول کو علماء کی ایک بہت بڑی جماعت نے اختیار کیا ہے اور بہت سی صحیح احادیث اس کی تائید کرتی ہیں۔ شیخ دہلوی فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جمعہ کے دن کسی خادمہ کو حکم دیتی تھیں کہ جب جمعہ کا دن ختم ہونے لگے تو ان کو بتا دے تاکہ وہ اس وقت ذکر اور دعا میں مشغول ہو جائیں۔ (اشعۃ اللمعات)

۳۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارے سب دنوں میں جمعہ کا دن افضل ہے، اسی دن صور پھونکا جائے گا، اس روز کثرت سے مجھ پر درود شریف پڑھا کرو کہ وہ اسی دن میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ آپ پر کیسے پیش کیا جاتا ہے، حالانکہ وفات کے بعد آپ کی ہڈیاں بھی نہ ہوں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کا بدن زمین پر ہمیشہ کے لیے حرام کر دیا ہے۔ (ابو داؤد شریف)

۴۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”شاہد سے مراد جمعہ کا دن ہے۔ جمعہ سے زیادہ کوئی دن مقدس نہیں اس میں ایک وقت ایسا ہے کہ کوئی مسلمان اس میں جو بھی دعا کرے اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے اور جس چیز سے پناہ مانگے اللہ تعالیٰ اس کو پناہ دیتا ہے۔“ (ترمذی)

شاہد کا لفظ سورۂ بروج میں واقع ہے، اللہ تعالیٰ نے اس دن کی قسم کھائی ہے:

﴿ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝۱ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝۲ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝۳ ﴾

ترجمہ: ''قسم ہے اس آسمان کی جو برجوں والا ہے (یعنی بڑے بڑے ستاروں والا) اور قسم ہے روزِ موعود (قیامت) کی اور قسم ہے شاہد (جمعہ) کی اور مشہود (عرفہ کی)۔''

۵- نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار اور اللہ پاک کے نزدیک سب دنوں سے زیادہ عظمت والا ہے اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی عظمت ہے۔'' (ابن ماجہ)

۶- نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو مسلمان جمعہ کے دن یا شبِ جمعہ کو مرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو عذابِ قبر سے محفوظ رکھتا ہے۔'' (ترمذی شریف)

۷- ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ آیت ﴿ اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ﴾ کی تلاوت فرمائی، ان کے پاس ایک یہودی بیٹھا تھا اس نے کہا کہ اگر ہم پر ایسی آیت اترتی تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت دو عیدوں کے دن اتری تھی، جمعہ اور عرفہ کے دن۔ یعنی ہم کو بنانے کی کیا حاجت؟ اس دن تو خود ہی دو عیدیں تھیں۔

۸- نبی کریم ﷺ فرماتے تھے: ''جمعہ کی رات روشن رات ہے اور جمعہ کا دن روشن دن ہے۔''

(مشکوۃ شریف)

۹- قیامت کے بعد جب اللہ تعالیٰ مستحقینِ جنت کو جنت میں اور مستحقینِ دوزخ کو دوزخ میں بھیج دیں گے اور یہی دن وہاں بھی ہوں گے، اگرچہ وہاں دن رات نہ ہوں گے، مگر اللہ تعالیٰ ان کو دن اور رات کی مقدار گھنٹوں کے حساب سے سکھائے گا، پس جب جمعہ کا دن آئے گا اور وہ وقت ہوگا جس وقت مسلمان دنیا میں جمعہ کی نماز کے لیے نکلتے تھے، ایک آواز لگانے والا آواز دے گا: اے اہلِ جنت! مزید (اضافی انعام) کے جنگلوں میں چلو، وہ ایسا جنگل ہے جس کا طول و عرض سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا، وہاں مشک کے ڈھیر آسمان کے برابر بلند ہوں گے۔ انبیاء علیہم السلام نور کے منبروں پر بٹھائے جائیں گے اور مؤمنین یاقوت کی کرسیوں پر، پس جب سب لوگ اپنے اپنے مقام پر بیٹھ جائیں گے، حق تعالیٰ ایک ہوا بھیجے گا، جس سے وہ مشک جو وہاں ڈھیر ہوگا اڑے گا، وہ ہوا اس مشک کو ان کے کپڑوں میں لے جائے گی اور ان کے چہرے اور بالوں میں لگائے گی۔ وہ ہوا اس مشک کے لگانے کا طریقہ اس عورت سے بھی زیادہ جانتی ہے جس کو تمام دنیا کی خوشبوئیں دی جائیں۔ پھر حق تعالیٰ عرش اٹھانے والے فرشتوں کو حکم دے گا کہ عرش کو ان لوگوں کے درمیان میں لیجا کر رکھو، پھر ان لوگوں کو خطاب

کر کے فرمائے گا: اے میرے بندو جو غیب پر ایمان لائے ہو! حالانکہ مجھ کو دیکھا نہ تھا اور میرے پیغمبر ﷺ کی تصدیق کی اور میرے حکم کی اطاعت کی، اب کچھ مجھ سے مانگو، یہ دن مزید (یعنی زیادہ انعام کرنے کا) ہے۔ سب لوگ ایک زبان ہو کر کہیں گے: اے پروردگار! ہم تجھ سے خوش ہیں تو بھی ہم سے راضی ہو جا۔ حق تعالیٰ فرمائے گا کہ اے اہلِ جنت! اگر میں تم سے راضی نہ ہوتا تو تم کو اپنی بہشت میں نہ رکھتا اور کچھ مانگو یہ دن مزید (اضافی انعام) کا ہے، تب سب لوگ یک زبان ہو کر عرض کریں گے: اے پروردگار! ہم کو اپنا جمال دکھا دے کہ ہم تیری مقدس ذات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں، پس حق سبحانہ وتعالیٰ پردہ اٹھا دے گا اور ان لوگوں پر ظاہر ہو جائے گا اور اپنے جمالِ جہاں آرا سے ان کو گھیر لے گا۔ اگر اہلِ جنت کے لیے یہ حکم نہ ہو چکا ہوتا کہ یہ لوگ کبھی جلائے نہ جائیں گے تو بیشک وہ اس نور کی تاب نہ لا سکیں اور جل جائیں۔ پھر ان سے فرمائے گا کہ اب اپنے اپنے مقامات پر واپس جاؤ۔ ان لوگوں کا حسن وجمال اس جمالِ حقیقی کے اثر سے دوگنا ہو گیا ہوگا۔ یہ لوگ اپنی بیویوں کے پاس آئیں گے لیکن نہ بیویاں ان کو دیکھیں گی نہ یہ بیویوں کو، تھوڑی دیر کے بعد جب وہ نور جو ان کو چھپائے ہوئے تھا ہٹ جائے گا، تب یہ آپس میں ایک دوسرے کو دیکھیں گے۔ ان کی بیویاں کہیں گی کہ جاتے وقت جیسی تمہاری صورت تھی وہ اب نہیں، یعنی ہزار ہا درجہ اس سے اچھی ہے۔ یہ لوگ جواب دیں گے کہ ہاں! یہ اس سبب سے کہ حق تعالیٰ نے اپنی ذاتِ مقدس کو ہم پر ظاہر کیا تھا اور ہم نے اس کے جمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ (شرح سفر السعادت)

۱۰- ہر روز دوپہر کے وقت دوزخ تیز کی جاتی ہے مگر جمعہ کی برکت سے جمعہ کے دن تیز نہیں کی جاتی۔

(احیاء العلوم)

۱۱- نبی کریم ﷺ نے ایک جمعہ کو ارشاد فرمایا: ''اے مسلمانو! اس دن کو اللہ تعالیٰ نے عید مقرر فرمایا ہے، پس اس دن غسل کرو اور جس کے پاس خوشبو ہو وہ خوشبو لگائے اور مسواک اس دن پابندی سے کرو۔'' (ابن ماجہ)

۱۲- نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ''جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور بقدرِ امکان طہارت حاصل کرے اس کے بعد اپنے بالوں میں تیل لگائے اور خوشبو استعمال کرے، اس کے بعد نماز کے لیے چلے اور جب مسجد میں آئے، کسی آدمی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر نہ بیٹھے، پھر جس قدر نوافل اس کی قسمت میں ہوں پڑھے، پھر جب امام خطبہ پڑھنے لگے تو خاموش ہو تو اس کے گذشتہ جمعہ سے اس وقت تک کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔'' (صحیح بخاری شریف)

۱۳- نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی جمعہ کے دن خوب غسل کرے اور سویرے مسجد میں پیدل جائے، سوار ہو کر نہ جائے، پھر خطبہ سنے اور اس درمیان میں کوئی لغو کام نہ کرے تو اس کو ہر قدم کے بدلے ایک سال کی کامل عبادت کا ثواب ملے

گا، ایک سال کے روزوں اور ایک سال کی نمازوں کا۔'' (ترمذی شریف)

جمعہ چھوڑنے پر وعیدیں:

۱- ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''لوگ نمازِ جمعہ نہ چھوڑیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا، پھر وہ سخت غفلت میں پڑ جائیں گے۔'' (صحیح مسلم شریف)

۲- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص تین جمعہ سستی سے یعنی بغیر عذر کے ترک کر دیتا ہے اس کے دل پر اللہ تعالیٰ مہر لگا دیتا ہے۔'' (ترمذی شریف) اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے بیزار ہو جاتا ہے۔

۳- طارق بن شہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نمازِ جمعہ جماعت کے ساتھ ہر مسلمان پر واجب ہے۔ سوائے چار آدمیوں کے:

۱- غلام یعنی جو شرعی قاعدہ کے مطابق کسی کی ملکیت ہو

۲- عورت

۳- نابالغ لڑکا

۴- بیمار (ابو داؤد شریف)

۴- ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تارکینِ جمعہ کے حق میں فرمایا: ''میرا پکا ارادہ ہوا کہ کسی کو اپنی جگہ امام بنا دوں اور خود ان لوگوں کے گھروں کو جلا دوں جو نمازِ جمعہ میں حاضر نہیں ہوتے۔'' (صحیح مسلم شریف)

اسی طرح کی حدیث جماعت چھوڑنے کے بارے میں بھی آئی ہے جس کو ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔

۵- ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص بلا ضرورت جمعہ کی نماز چھوڑ دیتا ہے وہ ایسی کتاب میں منافق لکھ دیا جاتا ہے، جو تبدیلی سے بالکل محفوظ ہے۔'' (مشکوۃ)

یعنی اسکے نفاق کا حکم ہمیشہ رہے گا، البتہ اگر توبہ کرے یا اللہ تعالیٰ محض اپنی مہربانی سے معاف فرما دیں تو دوسری بات ہے۔

۶- جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے جمعہ کے دن نمازِ جمعہ پڑھنا ضروری ہے سوائے بیمار، مسافر، عورت، نابالغ لڑکے اور غلام کے۔ پس اگر کوئی شخص فضول کام یا تجارت میں مشغول ہو جائے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے توجہ ہٹا لیتے ہیں اور وہ بے نیاز اور قابلِ تعریف ہے۔'' (مشکوۃ شریف)

۷- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس شخص نے پے در پے کئی جمعے چھوڑ دیے تو اس نے اسلام کو پسِ پشت ڈال دیا۔ (اشعۃ اللمعات)

ان احادیث سے سرسری نظر کے بعد یہ نتیجہ بخوبی نکل سکتا ہے کہ شریعت میں نمازِ جمعہ کی سخت تاکید ہے اور اس کے چھوڑنے پر سخت سے سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، کیا اب بھی کوئی شخص اسلام کے دعویٰ کے بعد اس فرض کو چھوڑنے کی جرأت کرسکتا ہے؟

جمعہ کے آداب:

۱- ہر مسلمان کو چاہیے کہ جمعہ کا اہتمام جمعرات سے کرے، جمعرات کے دن عصر کے بعد استغفار وغیرہ زیادہ کرے اور اپنے پہننے کے کپڑے صاف کر کے رکھے اور اگر خوشبو گھر میں نہ ہو اور ممکن ہو تو جمعرات کو ہی اس کا انتظام کرے تاکہ جمعہ کے دن ان کاموں میں اس کو مشغول نہ ہونا پڑے۔ بزرگانِ دین نے فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ جمعہ کا فائدہ اس کو ملے گا جو اس کا منتظر رہتا ہو اور اس کا اہتمام جمعرات سے کرتا ہو اور سب سے زیادہ بدنصیب وہ ہے جس کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ جمعہ کب ہے؟ حتیٰ کہ صبح کو لوگوں سے پوچھے کہ آج کون سا دن ہے؟ بعض بزرگ شبِ جمعہ کو زیادہ اہتمام کی غرض سے جامع مسجد ہی میں جا کر رہتے تھے۔

۲- پھر جمعہ کے دن غسل کرے، سر کے بالوں اور بدن کو خوب صاف کرے، ناخن تراشے اور اس دن مسواک کرنے کی بھی بہت فضیلت ہے۔ (إحیاء العلوم)

۳- جمعہ کے دن غسل کے بعد عمدہ سے عمدہ کپڑے جو اس کے پاس ہوں پہنے اور ممکن ہو تو خوشبو لگائے۔ (حوالۂ بالا)

۴- جامع مسجد میں جلدی جائے، جو شخص جتنا پہلے جائے گا اس کو اتنا زیادہ ثواب زیادہ ملے گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جمعہ کے دن فرشتے اس مسجد کے دروازے پر جہاں جمعہ پڑھا جاتا ہے کھڑے ہوتے ہیں اور سب سے پہلے جو آتا ہے اس کو، پھر اس کے بعد دوسرے کو، اسی طرح درجہ بدرجہ سب کا نام لکھتے ہیں اور سب سے پہلے جو آیا اس کو ایسا ثواب ملتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اونٹ قربان کرنے والے کو، اس کے بعد پھر جیسے گائے کی قربانی کرنے میں، پھر جیسے اللہ تعالیٰ کے لیے مرغ ذبح کرنے میں، پھر جیسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی کو انڈا صدقہ کر دیا جائے، پھر جب خطبہ ہونے لگتا ہے تو فرشتے رجسٹر بند کر لیتے ہیں اور خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔'' (صحیحین)

۵- جمعہ کی نماز کے لیے پیدل جانے میں ہر قدم پر ایک سال روزہ رکھنے کا ثواب ملتا ہے۔ (ترمذی)

٦- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز میں ''سورۂ الم سجدۃ'' اور ''سورۂ انسان'' پڑھتے تھے، لہٰذا ان سورتوں کو جمعہ کے دن فجر کی نماز میں مستحب سمجھ کر کبھی کبھی پڑھا کرے، کبھی کبھی چھوڑ دے تا کہ لوگوں کو یہ گمان نہ ہو کہ یہ لازمی ہیں۔

۷- جمعہ کی نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ جمعہ یا سورۂ منافقون یا سورۃ الاعلیٰ اور سورۂ غاشیہ پڑھتے تھے۔

۸- جمعہ کے دن نماز سے پہلے یا بعد میں سورۂ کہف پڑھنے سے بہت ثواب ملتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جمعہ کے دن جو شخص سورۂ کہف پڑھے گا اس کے لیے عرش کے نیچے سے آسمان کے برابر ایک نور ظاہر ہوگا اور قیامت کے اندھیرے میں اس کے کام آئے گا اور گزشتہ جمعہ سے اس جمعہ تک جتنے گناہ اس سے ہوئے تھے سب معاف ہو جائیں گے۔''

(شرح سفر السعادت)

علماء نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں گناہِ صغیرہ مراد ہیں اس لیے کہ کبیرہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے۔

واللہ أعلم وهو أرحم الراحمين

۹- جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے میں بھی باقی دنوں سے زیادہ ثواب ملتا ہے، اسی لیے احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جمعہ کے دن درود شریف زیادہ سے زیادہ پڑھو۔

جمعہ کی نماز پڑھنے کا طریقہ:

مسئلہ ۱ جمعہ کی پہلی اذان کے بعد خطبہ کی اذان سے پہلے چار رکعت سنت پڑھے، یہ مؤکدہ سنتیں ہیں، پھر خطبہ کے بعد جمعہ کی دو رکعت فرض امام کے ساتھ پڑھے، پھر چار رکعت سنت پڑھے۔ یہ سنتیں بھی مؤکدہ ہیں، پھر دو رکعت سنت پڑھے۔ یہ دو رکعت بھی بعض حضرات کے نزدیک مؤکدہ ہیں۔

جمعہ کی نماز واجب ہونے کی شرائط:

۱- مقیم ہونا۔ مسافر پر نمازِ جمعہ واجب نہیں۔

۲- تندرست ہونا۔ مریض پر نمازِ جمعہ واجب نہیں۔ یہاں وہ بیماری مراد ہے جس کی وجہ سے جامع مسجد تک پیدل نہ جا سکے بڑھاپے کی وجہ سے اگر کوئی شخص کمزور ہو گیا ہو یا مسجد تک نہ جا سکے یا نابینا ہو، یہ سب لوگ مریض سمجھے جائیں گے اور نمازِ جمعہ ان پر واجب نہیں ہوگی۔

۳- آزاد ہونا۔ غلام پر نمازِ جمعہ واجب نہیں۔

۴- مرد ہونا۔ عورت پر نمازِ جمعہ واجب نہ ہوگی۔

۵- جماعت چھوڑنے کے جو عذر پہلے بیان ہو چکے ہیں ان سے محفوظ ہونا۔ اگر ان اعذار میں سے کوئی عذر موجود ہو تو جمعہ واجب نہیں۔ اگر کوئی شخص ان شرائط کے نہ پائے جانے کے باوجود نمازِ جمعہ پڑھے تو اس کی نماز ہو جائے گی، یعنی ظہر کا فرض اس کے ذمہ سے اتر جائے گا، مثلاً: کوئی مسافر یا کوئی عورت نمازِ جمعہ پڑھے۔[اگر چہ عورت کو جماعت میں شریک نہیں ہونا چاہیے۔(۱)]

جمعہ کی نماز صحیح ہونے کی شرطیں:

۱- شہر یا قصبہ ہو۔ گاؤں یا جنگل میں نمازِ جمعہ درست نہیں، البتہ جس گاؤں کی آبادی قصبے کے برابر ہو، مثلاً: تین چار ہزار آدمی ہوں وہاں جمعہ درست ہے۔

۲- ظہر کا وقت ہو۔ ظہر کے وقت سے پہلے اور اس کے بعد نمازِ جمعہ درست نہیں، حتیٰ کہ اگر نمازِ جمعہ پڑھنے کی حالت میں وقت ختم ہو گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی، اگر چہ قعدۂ اخیرہ تشہد کے بقدر ہو چکا ہو۔ اسی وجہ سے نمازِ جمعہ کی قضا نہیں پڑھی جاتی۔

۳- خطبہ یعنی لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔ چاہے صرف سبحان اللہ یا الحمد للہ کہہ دیا جائے، اگر چہ صرف اتنے خطبے پر اکتفا کرنا خلافِ سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔

۴- خطبہ نماز سے پہلے ہونا۔ اگر نماز کے بعد خطبہ پڑھا جائے نماز نہیں ہوگی۔

۵- خطبہ ظہر کے وقت میں ہونا۔ اگر وقت آنے سے پہلے خطبہ پڑھ لیا جائے تو نماز نہیں ہوگی۔

۶- جماعت: یعنی امام کے علاوہ کم از کم تین آدمیوں کا ہونا، مگر یہ شرط ہے کہ یہ تین آدمی ایسے ہوں جو امامت کر سکیں، پس اگر صرف عورت یا نابالغ لڑکے ہوں تو نماز نہیں ہوگی۔

۷- اگر سجدہ کرنے سے پہلے لوگ چلے جائیں اور تین آدمیوں سے کم باقی رہ جائیں یا کوئی نہ رہے تو نماز فاسد ہو جائے گی، البتہ اگر سجدہ کرنے کے بعد چلے جائیں تو کوئی حرج نہیں۔

۸- عام اجازت کے ساتھ علی الاعلان نمازِ جمعہ کا پڑھنا، پس اگر کسی مخصوص جگہ میں نمازِ جمعہ پڑھی جائے جہاں عام لوگوں کو آنے کی اجازت نہ ہو یا جمعہ کو مسجد کے دروازے بند کر لیے جائیں تو نماز نہیں ہوگی۔

(۱) حاشیہ بہشتی زیور

اگر کوئی شخص مذکورہ شرائط کے نہ پائے جانے کے باوجود نمازِ جمعہ پڑھے گا تو اس کی نماز نہیں ہوگی، اس کو نمازِ ظہر دوبارہ پڑھنا پڑے گی۔ چونکہ جماعت کے ساتھ پڑھی گئی نماز نفل ہوگی اور نفل کا اس اہتمام سے پڑھنا مکروہ ہے، لہٰذا ایسی حالت میں نمازِ جمعہ پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے۔

خطبۂ جمعہ کے مسائل:

﴿مسئلہ ۲﴾ جب لوگ جمع ہو جائیں تو امام کو چاہیے کہ منبر پر بیٹھ جائے اور مؤذن اس کے سامنے کھڑے ہو کر اذان کہے۔ اذان کے بعد فوراً امام کھڑا ہو کر خطبہ شروع کر دے۔

﴿مسئلہ ۳﴾ خطبے میں بارہ چیزیں مسنون ہیں۔

۱۔ کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنا۔

۲۔ دو خطبے پڑھنا۔

۳۔ دونوں خطبوں کے درمیان اتنی دیر تک بیٹھنا کہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکیں۔

۴۔ حدثِ اکبر واصغر سے پاک ہونا۔

۵۔ خطبہ پڑھنے کے دوران میں لوگوں کی طرف رُخ کرنا۔

۶۔ خطبہ شروع کرنے سے پہلے اپنے دل میں ''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم'' کہنا۔

۷۔ خطبہ ایسی آواز سے پڑھنا کہ لوگ سن سکیں۔

۸۔ خطبہ میں درج ذیل آٹھ چیزیں ہونا:

(۱)۔ اللہ تعالیٰ کا شکر۔

(۲)۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف۔

(۳)۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت۔

(۴)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود۔

(۵)۔ وعظ ونصیحت۔

(۶)۔ قرآن مجید کی آیتوں یا کسی سورت کی تلاوت۔

(۷)۔ دوسرے خطبے میں پھر ان سب چیزوں کا اعادہ کرنا۔

(۸)- دوسرے خطبے میں وعظ ونصیحت کی بجائے مسلمانوں کے لیے دعا کرنا۔

یہ آٹھ قسم کے عنوانات کی فہرست تھی، بقیہ فہرست ان امور کی ہے جو حالتِ خطبہ میں مسنون ہیں۔

(۹)- خطبے کو زیادہ طول نہ دینا، بلکہ نماز سے کم رکھنا۔

(۱۰)- خطبہ منبر پر پڑھنا، اگر منبر نہ ہو تو کسی لاٹھی وغیرہ کے سہارے کھڑا ہونا۔

(۱۱)- دونوں خطبوں کا عربی میں ہونا۔ کسی اور زبان میں خطبہ پڑھنا یا عربی خطبہ کے ساتھ کسی اور زبان کے اشعار وغیرہ ملا دینا جیسا کہ ہمارے زمانہ میں بعض عوام کا دستور ہے، سنت مؤکدہ کے خلاف اور مکروہِ تحریمی ہے۔

مسئلہ ۴ جب امام خطبہ کے لیے کھڑا ہو جائے اس وقت سے کوئی نماز پڑھنا یا آپس میں بات چیت کرنا مکروہِ تحریمی ہے، البتہ صاحبِ ترتیب کے لیے اس وقت میں بھی قضا نماز پڑھنا جائز، بلکہ واجب ہے، پھر جب تک امام خطبہ ختم نہ کر دے یہ سب چیزیں ممنوع ہیں۔

مسئلہ ۵ جب خطبہ شروع ہو جائے تو تمام حاضرین کے لیے اس کا سننا واجب ہے، چاہے امام کے نزدیک بیٹھے ہوں یا دور، کوئی ایسا فعل جو سننے میں مخل ہو، مکروہِ تحریمی ہے، مثلاً: کھانا پینا، بات چیت کرنا، چلنا پھرنا، سلام یا سلام کا جواب دینا، تسبیح پڑھنا، کسی کو شرعی مسئلہ بتانا جیسے نماز کی حالت میں ممنوع ہے ویسے ہی اس وقت بھی ممنوع ہے، البتہ خطیب کے لیے جائز ہے کہ خطبہ پڑھنے کی حالت میں کسی کو شرعی مسئلہ بتا دے۔

مسئلہ ۶ اگر سنت یا نفل پڑھتے ہوئے خطبہ شروع ہو جائے تو راجح یہ ہے کہ سنت مؤکدہ پوری کر لے اور نفل میں دو رکعت پر سلام پھیر دے۔

مسئلہ ۷ دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے دوران امام یا مقتدیوں کا ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مکروہِ تحریمی ہے، البتہ ہاتھ اٹھائے بغیر اگر دل میں دعا مانگی جائے تو جائز ہے، بشرطیکہ زبان سے کچھ نہ کہے نہ آہستہ اور نہ زور سے، نبی کریم ﷺ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم سے یہ منقول نہیں۔

مسئلہ ۸ رمضان کے آخری جمعہ کے خطبہ میں وداع وفراق کے مضامین پڑھنا چونکہ نبی ﷺ اور ان کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول نہیں، نہ کتبِ فقہ میں کہیں اس کا پتہ چلتا ہے اور اس کو کرتے رہنے سے عوام اسے ضروری سمجھتے ہیں، اس لیے یہ بدعت ہے۔

مسئلہ ۹ خطبہ کسی کتاب وغیرہ سے دیکھ کر پڑھنا جائز ہے۔

(مسئلہ ۱۰) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ مبارک اگر خطبے میں آ جائے تو مقتدیوں کا اپنے دل میں درود شریف پڑھ لینا جائز ہے۔

(مسئلہ ۱۱) بہتر یہ ہے کہ جو شخص خطبہ پڑھے وہی نماز پڑھائے اور اگر کوئی دوسرا پڑھائے تب بھی جائز ہے۔

(مسئلہ ۱۲) خطبہ ختم ہوتے ہی فوراً اقامت کہہ کر نماز شروع کر دینا مسنون ہے۔ خطبہ اور نماز کے درمیان کوئی دنیاوی کام کرنا مکروہِ تحریمی ہے اور اگر درمیان میں وقفہ زیادہ ہو جائے تو اس کے بعد خطبے کا اعادہ ضروری ہے، البتہ اگر کوئی دینی کام ہو، مثلاً: کسی کو کوئی شرعی مسئلہ بتائے یا وضو نہ رہے اور وضو کرنے جائے یا خطبہ کے بعد پتہ چلے کہ اس کو غسل کی ضرورت تھی اور غسل کرنے جائے تو کوئی کراہت نہیں اور نہ خطبے کے اعادے کی ضرورت ہے۔

(مسئلہ ۱۳) نمازِ جمعہ پڑھتے وقت دل میں یہ ارادہ کیا جائے کہ دو رکعت فرض نمازِ جمعہ پڑھتا ہوں۔

بہتر یہ ہے کہ سب لوگ جمع ہو کر جمعہ کی نماز ایک علاقے کی ایک ہی مسجد میں پڑھیں، اگرچہ ایک علاقے کی متعدد مسجدوں میں بھی نمازِ جمعہ جائز ہے۔

(مسئلہ ۱۴) اگر کوئی مسبوق قعدۂ اخیرہ میں التحیات پڑھتے وقت یا سجدۂ سہو کے بعد آ کر ملے تو اس کی شرکت صحیح ہو جائے گی اور اس کو جمعہ کی نماز پوری کرنی چاہیے، ظہر پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

(مسئلہ ۱۵) بعض لوگ جمعہ کے بعد احتیاطاً ظہر پڑھتے ہیں، چونکہ اس سے عوام کا اعتقاد بہت بگڑ گیا ہے، اس لیے ان کو منع کر دینا چاہیے، البتہ اگر کوئی عالم کسی ایسی جگہ جہاں اس کو صحتِ جمعہ کے بارے میں شبہ ہو، وہاں پڑھ لے لیکن کسی کو اطلاع نہ کرے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبۂ جمعہ:

(مسئلہ ۱۶) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ نقل کرنے سے یہ غرض نہیں کہ لوگ اسی خطبے کی پابندی کر لیں بلکہ کبھی کبھی تبرک واتباع کی غرض سے اس کو بھی پڑھ لیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب سب لوگ جمع ہو جاتے اس وقت آپ تشریف لاتے، حاضرین کو سلام کرتے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان کہتے۔ جب اذان ختم ہو جاتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو جاتے اور ساتھ ہی خطبہ شروع فرما دیتے۔ جب تک منبر نہیں بنا تھا اس وقت تک کسی لاٹھی یا کمان سے ہاتھ کو سہارا دے دیتے تھے اور کبھی کبھی اس لکڑی کے ستون سے جو محراب کے پاس تھا، جہاں آپ خطبہ پڑھتے تھے تکیہ لگا لیتے تھے۔ منبر بن جانے کے بعد بھی کسی لاٹھی وغیرہ سے سہارا لینا سنت سے ثابت ہے۔[1]

(۱) امداد الفتاویٰ: ۱/ ۶۱ وحاشیہ بہشتی زیور: ص ۹۳۴

دو خطبے پڑھتے، دونوں کے درمیان میں تھوڑی دیر بیٹھ جاتے، اس وقت کوئی بات نہ فرماتے اور نہ دعا مانگتے۔ جب آپ ﷺ دوسرے خطبے سے فارغ ہوتے تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اقامت کہتے اور آپ نماز شروع فرما دیتے۔ خطبہ پڑھتے وقت حضرت نبی کریم ﷺ کی آواز بلند ہو جاتی تھی اور مبارک آنکھیں سرخ ہو جاتی تھیں۔ مسلم شریف میں ہے کہ خطبہ پڑھتے وقت آنحضرت ﷺ کی ایسی حالت ہوتی تھی جیسے کوئی شخص کسی دشمن کے لشکر سے جو عنقریب آنا چاہتا ہو، اپنے لوگوں کو خبردار کر رہا ہو۔ اکثر خطبے میں فرمایا کرتے تھے: "بعثت انا والساعة كهاتين" میں اور قیامت اس طرح ساتھ بھیجے گئے ہیں جیسے یہ دو انگلیاں اور بیچ کی انگلی اور شہادت کی انگلی کو ملا دیتے تھے۔ اس کے بعد فرماتے تھے:

« أما بعد : فإن خير الحديث كتاب الله ، و خير الهدى هدى محمد صلى الله عليه و سلم ، و شر الأمور محدثاتها ، و كل بدعة ضلالة ، أنا اولىٰ بكل مؤمن من نفسه ، و من ترك مالا فلأهله و من ترك دينا أو ضياعا فعليّ ».

کبھی یہ خطبہ پڑھتے تھے:

« يا أيها الناس : توبوا قبل أن تموتوا ، و بادروا بالأعمال الصالحة ، و صلوا الذي بينكم و بين ربكم بكثرة ذكركم له و كثرة الصدقة بالسر و العلانية ، تؤجروا و تحمدوا و ترزقوا ، و اعلموا أن الله قد فرض عليكم الجمعة مكتوبة في مقامي هذا، في شهري هذا ، في عامي هذا إلى يوم القيامة من وجد اليه سبيلا ، فمن تركها في حياتي أو بعدي جحودا بها و استخفافا بها و له إمام جائر أو عادل فلا جمع الله شمله و لا بارك له في أمره ، ألا ! و لا صلوٰة له ، ألا ! و لا صوم له ، ألا ! و لا زكوة له ، ألا ! و لا حج له ، ألا ! و لا بر له حتى يتوب ، فإن تاب تاب الله .

ألا ! و لا تؤمن امرأة رجلا ، ألا ! و لا يؤمن أعرابي مهاجرا ،

ألا ! و لا يؤمن فاجر مؤمنا إلا أن يقهره سلطان

يخاف سيفه و سوطه ». (ابن ماجه)

اور کبھی بعد حمد و صلوٰۃ یہ خطبہ پڑھتے تھے:

« الحمدلله نحمده و نستغفره ، و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيات

اعمالنا . من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادى له ، وأشهد أن لا
إله إلا الله وحده لاشريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله ، أرسله
بالحق بشيرا ونذيرا بين يدى الساعة ، من يطع الله ورسوله فقد رشد
واهتدى ، ومن يعصهما فإنه لا يضر إلا نفسه ولا يضر الله شيئا)).

ایک صحابی فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ "سورۂ ق" خطبے میں اکثر پڑھا کرتے تھے، حتیٰ کہ میں نے سورۂ ق آپ ﷺ سے منبر پر خطبہ کے دوران سن کر یاد کی ہے اور کبھی سورہ والعصر اور کبھی ﴿لَا يَسْتَوِىٓ أَصْحَٰبُ ٱلنَّارِ وَأَصْحَٰبُ ٱلْجَنَّةِ أَصْحَٰبُ ٱلْجَنَّةِ هُمُ ٱلْفَآئِزُونَ﴾ اور کبھی ﴿وَنَادَوْا۟ يَٰمَٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ إِنَّكُم مَّٰكِثُونَ﴾ پڑھا کرتے تھے۔

عیدین کی نماز

عیدین کی راتوں کی فضیلت:

حدیث میں ہے جو شخص عیدین (عید الفطر، عید الاضحیٰ) کی رات جاگا (عبادت کی) اس کا دل اس دن مردہ نہ ہوگا جس دن دل مردہ ہو جائیں گے یعنی جس دن لوگ قیامت کی سختیوں سے پریشان ہونگے اس دن وہ قیامت کے دن کی ہولنا کیوں سے محفوظ رہے گا۔

﴿مسئلہ ۱﴾ شوال کے مہینے کی پہلی تاریخ کو عید الفطر اور ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو عید الاضحیٰ کہتے ہیں۔ یہ دونوں دن اسلام میں عید اور خوشی کے دن ہیں اور ان دونوں دنوں میں بطورِ شکر دو دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہے۔ نمازِ جمعہ کے وجوب اور صحت کے لیے جو شرائط اوپر ذکر ہو چکی ہیں وہی سب عیدین کی نماز میں بھی ہیں، سوائے خطبہ کے، کہ جمعہ کی نماز میں خطبہ شرط ہے اور نماز سے پہلے پڑھا جاتا ہے، جبکہ عیدین کی نماز میں شرط نہیں، سنت ہے اور نماز کے بعد پڑھا جاتا ہے، مگر عیدین کے خطبے کا سننا بھی جمعہ کے خطبہ کی طرح واجب ہے یعنی اس وقت بات چیت کرنا یا نماز پڑھنا سب ناجائز ہے۔

عیدین کی سنتیں:

عید الفطر کے دن بارہ چیزیں مسنون ہیں:

۱- غسل کرنا

۲- مسواک کرنا

۳- اپنی استطاعت کے مطابق عمدہ سے عمدہ کپڑے پہننا

۴- خوشبو لگانا

۵- صبح سویرے اٹھنا

۶- عیدگاہ میں بہت سویرے جانا

۷- عیدگاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز، مثلاً: چھوہارے وغیرہ کھانا

۸- عیدگاہ جانے سے پہلے پہلے صدقۂ فطر دے دینا

۹- عید کی نماز عیدگاہ میں جا کر پڑھنا یعنی بلاعذر شہر کی مسجد میں نہ پڑھنا

۱۰- جس راستے سے جائے واپس اس راستے سے نہ آنا

۱۱- پیدل جانا

۱۲- راستے میں «الله أكبر الله أكبر ، لا إله إلا الله ، والله أكبر الله أكبر ولله الحمد» آہستہ آواز سے پڑھتے ہوئے جانا۔

عید کی نماز کا طریقہ:

﴿مسئلہ ۲﴾ عید الفطر کی نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ دل میں یہ نیت کرے کہ میں چھ تکبیروں کے ساتھ عید کی دو رکعت واجب نماز پڑھتا ہوں۔

نیت کے مذکورہ الفاظ زبان سے کہنا ضروری نہیں، دل میں ارادہ کر لینا بھی کافی ہے۔ نیت کر کے ہاتھ باندھ لے اور "سبحانك اللّٰهم" آخر تک پڑھ کر تین مرتبہ اللہ اکبر کہے، ہر مرتبہ تکبیر تحریمہ کی طرح دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے، تکبیر کے بعد ہاتھ لٹکا دے، دو تکبیروں کے درمیان اتنی دیر تک ٹھہرے جس میں تین مرتبہ «سبحان الله» کہا جا سکے۔ تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لے اور "اعوذ باللہ" اور "بسم اللہ" پڑھ کر سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسری سورۃ پڑھ کر رکوع و سجدہ کر کے کھڑا ہو، دوسری رکعت میں پہلے سورۂ فاتحہ پڑھ لے، اس کے بعد تین تکبیریں اسی طرح کہے، لیکن یہاں تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ باندھے بلکہ لٹکائے رکھے اور پھر چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے۔

﴿مسئلہ ۳﴾ نماز کے بعد منبر پر کھڑے ہو کر دو خطبے پڑھے اور دونوں خطبوں کے درمیان اتنی دیر بیٹھے جتنی دیر جمعہ کے دو

خطبوں کے درمیان بیٹھتے ہیں۔

﴿مسئلہ۴﴾ عیدین کی نماز کے بعد یا خطبہ کے بعد دعا مانگنا اگرچہ نبی کریم ﷺ اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین وتبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے منقول نہیں، مگر چونکہ ہر نماز کے بعد دعا مانگنا مسنون ہے، اس لیے عیدین کی نماز کے بعد بھی دعا مانگنا مسنون ہوگا۔

﴿مسئلہ۵﴾ عیدین کے خطبے کی ابتدا تکبیر سے کرے، پہلے خطبے میں نو مرتبہ اللہ اکبر کہے اور دوسرے میں سات مرتبہ۔

عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ میں فرق:

﴿مسئلہ۶﴾ عیدالاضحیٰ کی نماز کا طریقہ بھی یہی ہے اور اس میں بھی وہ سب چیزیں مسنون ہیں جو عیدالفطر میں ہیں، صرف اتنا فرق ہے کہ عیدالاضحیٰ کی نیت میں عیدالفطر کے بجائے عیدالاضحیٰ کا لفظ شامل کرے۔ عیدالفطر میں عیدگاہ جانے سے پہلے کوئی چیز کھانا مسنون ہے، عیدالاضحیٰ میں ایسا نہیں، عیدالفطر میں راستے میں آہستہ تکبیر کہنا مسنون ہے اور عیدالاضحیٰ میں بلند آواز سے۔ عیدالفطر کی نماز دیر کر کے پڑھنا مسنون ہے اور عیدالاضحیٰ کی جلدی۔ عیدالاضحیٰ میں صدقۂ فطر نہیں بلکہ صاحبِ حیثیت افراد پر بعد میں قربانی کرنا واجب ہے۔ اذان واقامت عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ دونوں میں نہیں۔

﴿مسئلہ۷﴾ جہاں عید کی نماز پڑھی جائے (یعنی عیدگاہ میدان وغیرہ) وہاں اس دن اور کوئی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے، نماز سے پہلے بھی اور نماز کے بعد بھی، البتہ نماز کے بعد گھر میں آکر نفل پڑھنا مکروہ نہیں اور نمازِ عید سے پہلے یہ بھی مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ۸﴾ عورتیں اور وہ لوگ جو کسی وجہ سے نمازِ عید نہ پڑھ سکیں ان کے لیے بھی نمازِ عید سے پہلے کوئی نفل وغیرہ پڑھنا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ۹﴾ عیدالفطر کے خطبے میں صدقہ فطر کے احکام اور عیدالاضحیٰ کے خطبہ میں قربانی کے مسائل اور تکبیرِ تشریق کے احکام بیان کرنے چاہئیں۔

تکبیرِ تشریق:

﴿مسئلہ۱۰﴾ تکبیرِ تشریق یعنی ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ «الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله والله أكبر الله أكبر ولله الحمد» پڑھنا واجب ہے۔ یہ تکبیر مفتیٰ بہ قول کے مطابق ہر اس شخص پر واجب ہے جس پر نماز فرض ہے، چاہے مرد ہو یا عورت، مقیم ہو یا مسافر، شہری ہو یا دیہاتی۔

﴿مسئلہ۱۱﴾ یہ تکبیر، عرفہ یعنی نویں تاریخ کی فجر سے تیرھویں تاریخ کی عصر تک کہنا چاہیے۔ یہ کل تیئس نمازیں ہیں جن

کے بعد تکبیر واجب ہے۔

﴿مسئلہ۱۲﴾ اس تکبیر کا بلند آواز سے کہنا واجب ہے، البتہ عورت آہستہ آواز سے کہے۔

﴿مسئلہ۱۳﴾ نماز کے بعد فوراً تکبیر کہنا چاہیے۔

﴿مسئلہ۱۴﴾ اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ فوراً تکبیر کہہ دیں، اس بات کا انتظار نہ کریں کہ جب امام کہے گا تو ہم کہیں گے۔

متفرق مسائل:

﴿مسئلہ۱۵﴾ عیدالاضحیٰ کی نماز کے بعد بھی تکبیر کہنا بعض کے نزدیک واجب ہے۔

﴿مسئلہ۱۶﴾ عیدین کی نماز بالاتفاق متعدد جگہوں میں جائز ہے۔

﴿مسئلہ۱۷﴾ اگر کسی کو عید کی نماز نہ ملی تو وہ تنہا نمازِ عید نہیں پڑھ سکتا، اس لیے کہ اس میں جماعت شرط ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص عید کی نماز میں شریک ہوا مگر کسی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہوگئی تو وہ بھی اس کی قضا نہیں پڑھ سکتا اور نہ ہی اس پر اس کی قضا واجب ہے، البتہ اگر کچھ اور لوگ بھی اس کے ساتھ شریک ہو جائیں تو پڑھنا واجب ہے۔

﴿مسئلہ۱۸﴾ اگر کسی عذر سے پہلے دن نماز نہ پڑھی جا سکے تو عیدالفطر کی نماز دوسرے دن اور عیدالاضحیٰ کی بارہویں تاریخ تک پڑھی جاسکتی ہے۔

﴿مسئلہ۱۹﴾ عیدالاضحیٰ کی نماز میں بغیر عذر بھی بارہویں تاریخ تک تاخیر کرنے سے نماز ہو جائے گی مگر مکروہ ہے اور عید الفطر میں بغیر عذر تاخیر کرنے سے بالکل نماز نہیں ہوگی۔

عذر کی مثالیں:

۱۔ کسی وجہ سے امام نماز پڑھانے نہ آیا ہو [اس سے مراد وہ امام ہے جس کے بغیر نماز پڑھنے میں فتنے کا اندیشہ ہو اور اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو مسلمان کسی اور کو امام بنا کر عید کی نماز پڑھ لیں۔(۱)]

۲۔ تیز بارش ہو رہی۔

۳۔ چاند کی تاریخ یقینی طور پر کچھ معلوم نہ ہوا اور زوال کے بعد جب وقت ختم ہو جائے تو اس وقت معلوم ہو جائے۔

۴۔ بادل کے دن نماز پڑھی گئی ہو اور بادل چھٹ جانے کے بعد معلوم ہو کہ بے وقت نماز پڑھی گئی تھی۔

---

(۱) از حاشیہ بہشتی زیور

مسئلہ ۲۰ اگر کوئی شخص عید کی نماز میں ایسے وقت آکر شریک ہوا کہ امام تکبیریں پڑھ چکا تھا تو اگر قیام میں آکر شریک ہوا ہو تو نیت باندھنے کے بعد فوراً تکبیریں کہہ لے، اگرچہ امام قراءت شروع کرچکا ہو اور اگر رکوع میں آکر شریک ہوا ہو تو اگر غالب گمان یہ ہو کہ تکبیروں سے فارغ ہونے کے بعد امام کے ساتھ رکوع مل جائے گا تو نیت باندھ کر تکبیر کہہ لے، اس کے بعد رکوع میں جائے، رکوع نہ ملنے کا خوف ہو تو رکوع میں شریک ہو جائے اور حالت رکوع میں بجائے تسبیح کے تکبیریں کہہ لے مگر حالتِ رکوع میں تکبیریں کہتے وقت ہاتھ نہ اٹھائے اور اگر اس کی تکبیریں پوری ہونے سے پہلے امام رکوع سے سر اٹھالے تو یہ بھی کھڑا ہو جائے اور اس صورت میں جتنی تکبیریں رہ گئی ہیں وہ معاف ہیں۔

مسئلہ ۲۱ اگر عید کی نماز میں کسی کی ایک رکعت رہ جائے تو اس کے ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے قراءت کرلے، اس کے بعد تکبیر کہے۔ اصول کے تحت اگرچہ تکبیریں پہلے کہنی چاہیے تھیں لیکن چونکہ اس طریقے سے دونوں رکعتوں میں تکبیریں پے درپے ہوجاتی ہیں اس لیے اس کے خلاف حکم دیا گیا ہے۔

مسئلہ ۲۲ اگر امام تکبیریں کہنا بھول جائے اور رکوع میں اس کو یاد آئے تو اس کو چاہیے کہ حالتِ رکوع میں تکبیریں کہہ لے، دوبارہ قیام کی طرف نہ لوٹے اور اگر لوٹ جائے تب بھی جائز ہے یعنی نماز فاسد نہ ہوگی۔

مسئلہ ۲۳ جمعہ اور عیدین میں نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے سجدۂ سہو نہ کرے۔

موت، اس کے متعلقات اور زیارتِ قبور کا بیان

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کثرت سے موت کو یاد کرو، اس لیے کہ موت کی یاد گناہوں کو دور کرتی ہے اور دنیا سے بیزار کرتی ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''زمین ہر دن ستر بار پکارتی ہے: اے بنی آدم! کھالو جو چاہو اور جو چیز چاہو پسند کرو پس اللہ تعالیٰ کی قسم میں ضرور تمہارے گوشت اور تمہارے پوست کھاؤں گی۔''

حدیث میں ہے: ((کفی بالموت واعظا وبالیقین غناءً)) موت بطورِ واعظ کافی ہے اور رزق کا یقین مالداری کے لیے کافی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جب بندہ کو اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر یقین ہو کہ ہر ذی روح کو رزق دیا جاتا ہے تو یہ کافی مالداری ہے اور ایسا شخص پریشان نہیں ہوسکتا۔

حدیث میں ہے: ''جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنا پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند فرماتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنا پسند نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند نہیں فرماتے۔''

حدیث میں ہے: ''جو شخص مردے کو نہلائے اور اس کا عیب چھپائے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو چھپا دے گا اور جو شخص مردے کو کفن دے اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں سندس یعنی باریک ریشم کا لباس پہنائے گا۔''

حدیث میں ہے: ''جو شخص مردے کو نہلائے اور اس کے عیوب کو چھپائے تو اس کے چالیس گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور جو اسے کفن دے اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں سندس (باریک ریشم) اور استبرق (دبیز ریشم) پہنائیں گے اور جو شخص میت کے لیے قبر کھودے اور اس کو اس میں دفن کرے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو اتنا ثواب عطا فرمائیں گے جتنا ثواب اس کو اس شخص کو قیامت تک کے لیے (عاریت پر) مکان دینے پر ملتا۔''

حدیث میں ہے: ''جس شخص کی نمازِ جنازہ میں مسلمانوں کی تین صفیں شریک ہو جائیں اس کے لیے جنت واجب کر دی جاتی ہے۔''

حدیث میں ہے: ''جس مسلمان پر چالیس ایسے آدمی نمازِ جنازہ پڑھیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرتے ہوں تو اس کے لیے ان لوگوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔''

حدیث میں ہے: ’’جو شخص جنازہ کو چاروں اطراف سے (باری باری) اٹھائے اس کے چالیس کبیرہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔‘‘

حدیث میں ہے: ’’جنازے کے ہمراہ جانے والوں میں سے سب سے افضل وہ ہے جو جنازے کے ساتھ سب سے زیادہ ذکر کرنے والا ہو اور جو جنازہ کو زمین پر رکھنے تک نہ بیٹھے اور ثواب کے پیمانہ کو زیادہ پورا کرنے والا وہ ہے جو اس پر تین مرتبہ مٹھی بھر کر مٹی ڈالے۔‘‘

حدیث میں ہے: ’’اپنے مردوں کو نیک لوگوں کے درمیان میں دفن کرو اس لیے کہ مردے کو برے پڑوسی کی وجہ سے اذیت ہوتی ہے جیسے زندہ شخص برے پڑوسی کی وجہ سے اذیت پاتا ہے۔‘‘

حدیث میں ہے: ’’جنازے کے ساتھ کثرت سے ((لا الہ الا اللّٰہ)) پڑھو۔‘‘

حدیث میں ہے: ’’میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا پس اب ان کی زیارت کرو اس لیے کہ قبروں کی زیارت دنیا سے بے رغبت کرتی ہے اور آخرت کی یاد دلاتی ہے۔‘‘

حدیث میں ہے: ’’جو شخص ہر جمعہ کے روز والدین کی یا ان میں سے ایک کی قبر کی زیارت کرے تو اس کی مغفرت کی جائے گی اور وہ والدین کا خدمتگار لکھ دیا جائے گا۔‘‘

قبروں کی زیارت سنت ہے خاص طور پر جمعہ کے روز مگر قبر کا طواف کرنا، بوسہ لینا منع ہے چاہے کسی نبی کی قبر ہو یا کسی ولی کی یا کسی اور کی ہو۔ قبروں پر جا کر سب سے پہلے اس طرح سلام کرے: ((اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ ، یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ ، وَاَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ)).

اور قبلہ کی طرف پشت کر کے اور میت کی جانب منہ کر کے جتنا ہو سکے قرآن مجید پڑھے۔

حدیث میں ہے: ’’جو شخص قبروں پر گزرے اور سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھ کر مردوں کو بخش دے تو مردوں کی تعداد کے برابر اس کو بھی ثواب دیا جائے گا۔‘‘

حدیث میں ہے: ’’جو قبرستان میں داخل ہوا اور سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص اور سورۂ تکاثر پڑھ کر اس کا ثواب قبرستان والوں کو بخشے تو مردے اس کی شفاعت کریں گے۔‘‘

حدیث میں ہے: ’’جو کوئی سورۂ یٰسین قبرستان میں پڑھے تو مردوں کے عذاب میں اللہ تعالیٰ تخفیف فرمائیں گے اور پڑھنے والے کو ان مردوں کے برابر ثواب ملے گا۔‘‘

میت کے احکام

جب موت کا وقت قریب ہو جائے:

جب کسی کی موت کا وقت قریب ہو تو اسے چت لٹا کر پاؤں قبلہ کی طرف کر کے سر اونچا کر دیں تاکہ رُخ قبلہ کی طرف ہو جائے [اور یہ طریقہ بھی سنت کے مطابق ہے کہ دائیں کروٹ پر لٹا کر رُخ قبلہ کی طرف کر دیا جائے۔] اور اس کے پاس بیٹھ کر زور زور سے کلمہ پڑھیں، تاکہ تمہاری زبان سے سن کر وہ خود بھی پڑھنے لگے اور اس کو کلمہ پڑھنے کا حکم نہ دیں، کیونکہ وہ بڑے مشکل وقت میں ہے، نہ معلوم اس کے منہ سے کیا نکل جائے۔

مسئلہ ۱ جب وہ ایک دفعہ کلمہ پڑھ لے تو خاموش ہو جائیں، یہ کوشش نہ کریں کہ کلمہ برابر جاری رہے اور پڑھتے پڑھتے روح نکلے کیونکہ مقصد تو صرف اتنا ہے کہ سب سے آخری بات جو اس کے منہ سے نکلے کلمہ ہونا چاہیے، یہ ضروری نہیں کہ روح نکلنے تک کلمہ برابر جاری رہے، البتہ اگر کلمہ پڑھ لینے کے بعد پھر دنیا کی کوئی بات چیت کرے تو دوبارہ اس کے پاس کلمہ پڑھیں، جب وہ پڑھ لے تو پھر چپ ہو جائیں۔

مسئلہ ۲ جب سانس اکھڑ جائے اور جلدی جلدی چلنے لگے، ٹانگیں ڈھیلی پڑ جائیں، ناک ٹیڑھی ہو جائے اور کنپٹیاں بیٹھ جائیں تو سمجھو اس کی موت آ گئی، اس وقت کلمہ زور زور سے پڑھنا شروع کرو۔

مسئلہ ۳ سورۂ یٰسین پڑھنے سے موت کی سختی کم ہو جاتی ہے۔ میت کے سرہانے یا اور کسی جگہ اس کے قریب بیٹھ کر خود پڑھیں یا کسی سے پڑھوائیں۔

مسئلہ ۴ اس وقت کوئی ایسی بات نہ کرو جس سے اس کا دل دنیا کی طرف مائل ہو جائے کیونکہ یہ وقت دنیا سے جدائی اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں حاضری کا وقت ہے۔ ایسے کام یا ایسی باتیں کرو جن سے دنیا سے دل پھر کر اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہو جائے اس لیے کہ مردہ کی خیر خواہی اسی میں ہے۔ ایسے وقت میں بال بچوں کو سامنے لانا یا ایسی باتیں کرنا جن سے اس کا دل دنیوی مال و دولت یا اولاد کی طرف متوجہ ہو جائے، مناسب نہیں۔

مسئلہ ۵ مرتے وقت اگر اس کے منہ سے خدانخواستہ کفر کی کوئی بات نکلے تو اس کی طرف توجہ نہ دو، نہ اس کا چرچا کرو بلکہ یہ سمجھو کہ موت کی سختی سے عقل ٹھکانے نہیں رہی، اس وجہ سے ایسا ہوا اور عقل ٹھکانے نہ ہونے کے وقت جو کچھ ہو سب معاف ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی بخشش کی دعا کرتے رہو۔

روح نکل جانے کے بعد:

﴿مسئلہ٦﴾ جب روح نکل جائے تو میت کے ہاتھ پاؤں سیدھے کر دو اور کسی کپڑے سے اس کا منہ اس طرح سے باندھو کہ کپڑا ٹھوڑی کے نیچے سے نکال کر اس کے دونوں سرے سر پر لے جاؤ اور گرہ لگا دو تا کہ منہ کھلا نہ رہ جائے اور آنکھیں بند کر دو اور دونوں پیروں کے انگوٹھے ملا کر باندھ دو تا کہ ٹانگیں پھیلنے نہ پائیں، پھر کوئی چادر اُڑھا دو اور نہلانے اور کفنانے میں جہاں تک ہو سکے جلدی کرو۔

﴿مسئلہ۷﴾ منہ وغیرہ بند کرتے وقت یہ دعا پڑھو: ((بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ)).

﴿مسئلہ۸﴾ مر جانے کے بعد اس کے پاس لوبان وغیرہ کچھ خوشبو سلگا دی جائے اور حیض ونفاس والی عورت اور جس پر غسل فرض ہو اس کے پاس نہ رہے۔

میت کے پاس تلاوت:

﴿مسئلہ۹﴾ مر جانے کے بعد جب تک اس کو غسل نہ دیا جائے اس کے پاس قرآن مجید پڑھنا درست نہیں۔

[البتہ اگر میت کو کپڑے سے ڈھانک دیا جائے تو اس کے پاس تلاوت میں کوئی حرج نہیں۔نہلانے کے بعد بہر صورت جائز ہے، کوئی کراہت نہیں۔]

غسلِ میت کا بیان

﴿مسئلہ۱﴾ جب کفن دفن کا تمام سامان مہیا ہو جائے اور نہلانا چاہو تو پہلے کسی تخت کو لوبان یا اگر بتی وغیرہ کسی خوشبودار چیز کی دھونی دے دو۔ تین دفعہ، پانچ دفعہ یا سات دفعہ چاروں طرف دھونی دے کر مردے کو اس پر لٹا دو اور کپڑے اتار لو، پھر کوئی موٹا کپڑا ناف سے لے کر گھٹنوں تک ڈال دو تا کہ بدن کا یہ حصہ چھپا رہے۔

﴿مسئلہ۲﴾ اگر نہلانے کی کوئی ایسی جگہ ہے، جہاں سے پانی کہیں الگ بہہ جائے گا تو اچھا ہے، تا کہ آنے جانے میں کسی کو تکلیف نہ ہو اور کوئی پھسل کر گر نہ پڑے۔

غسل کا طریقہ:

﴿مسئلہ۳﴾ نہلانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے مردے کو استنجا کرا دو، لیکن اس کی رانوں اور استنجے کی جگہ اپنا ہاتھ مت لگاؤ اور نہ اس پر نگاہ ڈالو، بلکہ اپنے ہاتھ میں کوئی کپڑا لپیٹ لو اور میت کے جسم پر جو کپڑا ناف سے لے کر زانوں تک پڑا ہے اس کے

اندر اندر دھولو، پھر اس کو وضو کرادو، لیکن کلی نہ کراؤ، نہ ناک میں پانی ڈالو، نہ گٹے تک ہاتھ دھوؤ، بلکہ پہلے چہرہ دھولو، پھر ہاتھ کہنی سمیت، پھر سر کا مسح، پھر دونوں پیر اور اگر تین دفعہ روئی تر کر کے دانتوں، مسوڑھوں اور ناک کے دونوں سوراخوں میں پھیر دی جائے تو بھی جائز ہے اور اگر کوئی جنابت کی حالت میں یا عورت حیض ونفاس میں مر جائے تو اس طرح روئی تر کر کے منہ اور ناک میں پانی پہنچانا ضروری ہے۔ ناک، منہ اور کانوں میں روئی بھر دو تاکہ وضو کراتے اور نہلاتے وقت پانی نہ جانے پائے۔ وضو کرانے کے بعد میت کے سر کو صابن وغیرہ سے خوب دھلواؤ اور صاف کر کے مردے کو بائیں کروٹ پر لٹا دو اور بیری کے پتے ڈال کر پکایا ہوا نیم گرم پانی (ایسا پانی بہتر ہے) تین دفعہ سر سے پیر تک ڈالو یہاں تک کہ بائیں کروٹ تک پانی پہنچ جائے، پھر دائیں کروٹ پر لٹاؤ اور اسی طرح سر سے پیر تک تین مرتبہ اتنا پانی ڈالو کہ دائیں کروٹ تک پہنچ جائے۔ اس کے بعد مردے کو اپنے بدن کی ٹیک لگا کر ذرا بٹھاؤ اور اس کے پیٹ کو آہستہ آہستہ ملو اور دبا دو، اگر کچھ نکلے تو اس کو پونچھ کر دھو ڈالو، وضو اور غسل پر اس کے نکلنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، دوبارہ غسل دینے کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد اس کو بائیں کروٹ پر لٹا کر کافور ملا ہوا پانی (یہ بھی بہتر ہے ضروری نہیں) سر سے پاؤں تک تین دفعہ ڈالو، پھر سارا بدن کسی کپڑے سے پونچھ کر کفنا دو۔

مسئلہ ۴ اگر بیری کے پتے ڈال کر پکایا ہوا پانی نہ ہو تو یہی سادہ نیم گرم پانی کافی ہے، اسی سے تین دفعہ نہلائے اور مردے کو بہت تیز گرم پانی سے نہ نہلائے۔ نہلانے کا مذکورہ طریقہ سنت ہے، اگر کوئی اس طرح تین دفعہ نہ نہلائے بلکہ ایک دفعہ سارے بدن کو دھو ڈالے تب بھی فرض ادا ہو جائے گا۔

مسئلہ ۵ جب مردے کو کفن پر رکھو تو سر پر عطر لگا دو، اگر مردہ مرد ہو تو ڈاڑھی پر بھی عطر لگا دو، پھر ماتھے، ناک، دونوں ہتھیلیوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر کافور مل دو۔ بعض لوگ مردے کے کان میں عطر کی پھریری رکھ دیتے ہیں، یہ شریعت سے ناواقفیت ہے، جتنا شریعت میں آیا ہے اس سے زائد مت کرو۔

مسئلہ ۶ بالوں میں کنگھی نہ کرو، نہ ناخن کاٹو، نہ کہیں سے بال کاٹو، سب اسی طرح رہنے دو۔

مردے کو کون غسل دے؟

مسئلہ ۷ بہتر یہ ہے کہ مردے کو اس کا کوئی قریبی رشتہ دار نہلائے اور اگر وہ نہ نہلا سکے تو کوئی دیندار نیک شخص نہلائے۔

مسئلہ ۸ اگر کوئی مرد مر گیا اور اسے غسل دینے کے لیے کوئی مرد نہ ہو تو بیوی کے علاوہ اور کسی عورت کے لیے اس کو غسل دینا جائز نہیں، اگرچہ وہ عورت اس کی محرم ہی کیوں نہ ہو۔[1]

(۱) اس مسئلہ پر اشکال اور اس کا جواب امداد الفتاویٰ: ۱/ ۴۹۲ اور بہشتی زیور ص ۲۰۰ پر دیکھا جاسکتا ہے۔

اگر بیوی بھی نہ ہو تو دوسری عورتیں اس کو تیمم کرا دیں، لیکن اس کے بدن کو ہاتھ نہ لگائیں بلکہ اپنے ہاتھوں میں دستانے پہن کر تیمم کرائیں۔

﴿مسئلہ ۹﴾ کسی کا خاوند مر گیا تو اس کی بیوی کے لیے اس کو نہلانا اور کفنانا درست ہے اور اگر بیوی مر جائے تو خاوند کے لیے اس کا بدن چھونا [غسل دینا] اور ہاتھ لگانا درست نہیں، البتہ دیکھنا درست ہے اور کپڑے کے اوپر سے ہاتھ لگانا بھی درست ہے۔

﴿مسئلہ ۱۰﴾ جو مرد جنابت کی حالت میں ہو یا عورت حیض ونفاس سے ہو وہ مردے کو نہ نہلائے کہ یہ مکروہ اور منع ہے۔

﴿مسئلہ ۱۱﴾ اگر نہلانے میں کوئی عیب دیکھے تو کسی کو نہ بتائے۔ اگر خدانخواستہ موت کی وجہ سے اس کا چہرہ بگڑ گیا اور کالا ہو گیا تو اس کا چرچا کرنا جائز نہیں، البتہ اگر کوئی کھلم کھلا گناہ کرتا تھا، مثلاً: ناچنا یا گانا گانے وغیرہ کا پیشہ کرتا تھا تو ایسی باتیں کہہ دینا درست ہیں تاکہ دوسرے لوگ ایسی باتوں سے بچیں اور توبہ کریں۔ اگر کوئی اچھی بات دیکھے جیسے چہرہ پر نورانیت اور رونق کا ہونا تو اس کا ظاہر کرنا مستحب ہے۔

ڈوب کر مرنے والے کا حکم:

﴿مسئلہ ۱۲﴾ اگر کوئی شخص دریا میں ڈوب کر مر گیا تو نکالنے کے بعد اس کو غسل دینا فرض ہے، پانی میں ڈوبنا غسل کے لیے کافی نہ ہوگا، اس لیے کہ میت کو غسل دینا زندوں پر فرض ہے اور ڈوبنے میں ان کا کوئی فعل نہیں ہوا، البتہ اگر نکالتے وقت غسل کی نیت سے اس کو پانی میں حرکت دے دی جائے تو غسل ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر میت کے اوپر بارش برس جائے یا اور کسی طرح سے پانی پہنچ جائے تب بھی اس کو غسل دینا فرض رہے گا۔

نامکمل لاش کا حکم:

﴿مسئلہ ۱۳﴾ اگر کسی آدمی کا صرف سر کہیں دیکھا گیا تو اس کو غسل نہیں دیا جائے گا بلکہ یوں ہی دفن کر دیا جائے گا۔ اگر کسی آدمی کا آدھے سے زیادہ جسم ملے تو اس کو غسل دینا ضروری ہے، چاہے سر کے ساتھ ملے یا بغیر سر کے، اگر آدھے سے زیادہ نہ ہو بلکہ آدھا ہو تو اگر سر کے ساتھ ملے تو غسل دیا جائے گا، ورنہ نہیں اور اگر آدھے سے کم ہو تو غسل نہیں دیا جائے گا، چاہے سر کے ساتھ ہو یا بغیر سر کے۔

مخلوط لاشوں کا حکم:

﴿مسئلہ ۱۴﴾ اگر مسلمانوں کی لاشیں کافروں کی لاشوں میں مل جائیں اور کوئی تمیز باقی نہ رہے تو ان سب کو غسل دیا

جائے گا اور اگر امتیاز باقی ہو تو مسلمانوں کی لاشیں علیحدہ کر لی جائیں اور صرف انہی کو غسل دیا جائے، کافروں کی لاشوں کو غسل نہ دیا جائے۔

میت کے مسلمان ہونے کا علم نہ ہو:

﴿مسئلہ ۱۵﴾ اگر کوئی میت کہیں دیکھی جائے اور کسی علامت سے یہ معلوم نہ ہو کہ یہ مسلمان تھا یا کافر، تو اگر یہ واقعہ دار الاسلام میں ہوا ہو تو اس کو غسل دیا جائے گا اور نماز بھی پڑھی جائے گی۔

مسلمان کے کافر رشتہ دار کا حکم:

﴿مسئلہ ۱۶﴾ اگر کسی مسلمان کا کوئی عزیز کافر ہو اور وہ مر جائے تو اس کی لاش اس کے ہم مذہب کو دے دی جائے۔ اگر اس کا کوئی ہم مذہب نہ ہو یا ہو مگر لینا قبول نہ کرے تو بدرجہ مجبوری وہ مسلمان اس کافر کو غسل دے مگر غیر مسنون طریقے سے بلکہ جس طرح نجس چیز کو دھوتے ہیں اسی طرح اس کو دھوئیں۔

میت کو تیمّم کرانے کے بعد پانی مل گیا:

﴿مسئلہ ۱۷﴾ اگر پانی نہ ہونے کی وجہ سے کسی میت کو تیمم کرایا گیا ہو اور پھر پانی مل جائے تو اس کو غسل دے دینا چاہیے۔

باغی، ڈاکو اور مرتد کا حکم:

﴿مسئلہ ۱۸﴾ اگر باغی یا ڈاکو مارے جائیں تو انہیں غسل نہ دیا جائے بشرطیکہ عین لڑائی کے وقت مارے گئے ہوں۔

﴿مسئلہ ۱۹﴾ اگر مرتد مر جائے تو اس کو بھی غسل نہ دیا جائے اور اگر اس کے اہل مذہب اس کی لاش مانگیں تو ان کو بھی نہ دی جائے۔

کفنانے کا بیان

مسنون کفن:

[مرد کو تین کپڑوں میں کفنانا سنت ہے۔ ایک کرتہ، دوسرا ازار، تیسرا چادر، اسے لفافہ بھی کہتے ہیں۔[1]] اور عورت کو پانچ کپڑوں میں کفنانا سنت ہے، ایک کرتہ دوسرا ازار، تیسرا اوڑھنی، چوتھا چادر، پانچواں سینہ بند۔ ازار سر سے لے کر پاؤں تک ہونا چاہیے اور چادر اس سے ایک ہاتھ بڑی ہو اور کرتا گلے سے لے کر پاؤں تک ہو، لیکن نہ اس میں کلی ہو نہ آستین جبکہ اوڑھنی

(۱) از حاشیہ بہشتی زیور

تین ہاتھ لمبا ہو اور سینہ بند چھاتیوں سے لے کر رانوں تک چوڑا اور اتنا لمبا ہو کہ بندھ جائے۔

﴿مسئلہ۱﴾ مرد کے کفن میں اگر دو ہی کپڑے ہوں یعنی چادر اور ازار، کرتا نہ ہو تب بھی کوئی حرج نہیں، دو کپڑے بھی کافی ہیں اور دو سے کم میں کفنانا مکروہ ہے، لیکن اگر کوئی مجبوری ہو تو مکروہ نہیں۔

﴿مسئلہ۲﴾ اگر کوئی عورت کو پانچ کی بجائے تین کپڑوں میں کفنایا جائے، ایک ازار، دوسرا چادر، تیسرا اوڑھنی تو یہ بھی درست ہے مگر تین کپڑوں سے کم مکروہ ہے، البتہ مجبوری کی صورت میں کم بھی درست ہے۔

﴿مسئلہ۳﴾ جو نابالغ لڑکی جوانی کے قریب پہنچ گئی ہے اس کے کفن میں بھی بالغ عورت کی طرح پانچ کپڑے سنت ہیں، اگر پانچ کپڑوں میں کفن نہ دیا جا سکے تو تین کپڑے بھی کافی ہیں، غرضیکہ جو حکم عاقل بالغ عورت کا ہے وہی کنواری اور چھوٹی لڑکی کا بھی ہے، البتہ بالغ کے لیے یہ حکم تاکیدی ہے اور کم عمر کے لیے بہتر ہے۔

﴿مسئلہ۴﴾ جو لڑکی بہت چھوٹی ہو اور بلوغ کے قریب نہ پہنچی ہو اس کو بھی پانچ کپڑوں میں کفن دینا بہتر ہے اور صرف دو کپڑوں (ازار اور چادر) میں کفن دینا بھی درست ہے۔

﴿مسئلہ۵﴾ سینہ بند اگر چھاتیوں سے لے کر ناف تک ہو تب بھی درست ہے، لیکن رانوں تک ہونا زیادہ اچھا ہے۔

﴿مسئلہ۶﴾ کفن کو پہلے تین یا پانچ یا سات دفعہ لوبان وغیرہ کی دھونی دی جائے، اس کے بعد اس میں مردے کو کفن دیا جائے۔

﴿مسئلہ۷﴾ جو چادر جنازے کی چارپائی پر ڈالی جاتی ہے وہ کفن میں شامل نہیں، کفن اتنا ہی ہے جو اوپر بیان ہوا۔

مَردوں کو کفنانے کا طریقہ:

﴿مسئلہ۸﴾ [مردوں کو کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے چادر بچھائی جائے، اس کے بعد ازار اور پھر اس کے اوپر کرتا۔ پھر مردے کو اس پر لٹا کر پہلے کرتا پہنایا جائے، پھر ازار لپیٹ دیا جائے، پہلے بائیں طرف پھر دائیں طرف، پھر کپڑے کے ٹکڑے سے پاؤں اور سر کی طرف سے کفن کو باندھ دیا جائے اور کمر کے پاس سے بھی باندھ دیا جائے تاکہ راستہ میں کہیں کھل نہ جائے۔[(۱)]]

عورتوں کو کفنانے کا طریقہ:

عورتوں کو کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے چادر بچھائی جائے، اس کے بعد ازار، اس کے اوپر کرتہ، پھر میت کو اس پر لٹا کر

(۱) شامیہ: ۲/ ۲۰۴

پہلے کرتہ پہنایا جائے، اس کے بعد سر کے بالوں کے دو حصے کر کے کرتے کے اوپر سینے پر ڈال دیئے جائیں، ایک حصہ دائیں طرف اور ایک حصہ بائیں طرف۔ اس کے بعد اوڑھنی کو سر اور بالوں پر ڈال دیں، نہ اسے باندھا جائے اور نہ لپیٹا جائے، پھر ازار لپیٹی جائے، پہلے بائیں طرف پھر دائیں طرف، اس کے بعد سینہ بند باندھ دیا جائے، پھر چادر پہلے بائیں طرف اور پھر دائیں طرف لپیٹی جائے، پھر کپڑے کے ٹکڑے سے پاؤں اور سر کی طرف سے کفن باندھ دیا جائے۔ ایک ٹکڑا کمر کے ساتھ بھی باندھ دیں تاکہ راستہ میں کہیں کھل نہ جائے۔

مسئلہ ۹ سینہ بند کو اگر اوڑھنی کے بعد ازار بند سے پہلے ہی باندھ دیا جائے تو یہ بھی جائز ہے اور اگر سب کفنوں کے اوپر سے باندھ دیا جائے تو بھی درست ہے۔

مسئلہ ۱۰ جب عورتیں کفنانے سے فارغ ہو جائیں تو فوراً مردوں کو اطلاع کر دیں تاکہ وہ جنازہ لے جائیں اور نمازِ جنازہ پڑھ کر دفنا دیں۔

نابالغ، مردہ اور ناتمام بچوں کا غسل و کفن:

مسئلہ ۱۱ اگر کوئی لڑکا مر جائے اور کسی وجہ سے عورتوں کو نہلانا اور کفنانا پڑے تو مذکورہ ترتیب سے نہلا دیں اور کفنانے کا بھی وہی طریقہ ہے جو اوپر معلوم ہوا، صرف اتنا فرق ہے کہ عورت کا کفن پانچ کپڑے ہیں اور مرد کا تین کپڑے: ایک چادر، ایک ازار اور ایک کرتہ۔

مسئلہ ۱۲ زندہ پیدا ہونے کے بعد اگر بچہ مر گیا تو اس کو بھی نہلایا اور کفنایا جائے، پھر نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا جائے اور اس کا نام بھی رکھا جائے، اگرچہ پیدائش کے فوراً بعد ہی مر جائے۔

مسئلہ ۱۳ جو بچہ مردہ پیدا ہو یعنی پیدا ہوتے وقت زندگی کی کوئی علامت نہ پائی جائے اس کو نہلانا چاہیے، لیکن قاعدے کے مطابق کفن نہ دیا جائے بلکہ کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے البتہ اس کا بھی کوئی نام رکھ دینا چاہیے۔

مسئلہ ۱۴ پیدائش کے وقت بچے کا ابھی صرف سر نکلا تھا کہ وہ مر گیا تو اس کا وہی حکم ہے جو مردہ پیدا ہونے والے بچے کا ہے، البتہ اگر زیادہ حصہ نکل آنے کے بعد مرا تو یہ سمجھا جائے گا کہ زندہ پیدا ہوا۔ سر کی طرف سے پیدا ہوا تو سینہ تک زندہ نکلنے سے اور الٹا پیدا ہوا تو ناف تک زندہ نکلنے سے یہ سمجھا جائے گا کہ زندہ ہی پیدا ہوا۔

مسئلہ ۱۵ حمل گر جانے کی صورت میں دیکھا جائے کہ اگر بچہ کے ہاتھ پاؤں، منہ ناک وغیرہ کوئی عضو نہ بنا ہو تو اس کو نہ نہلایا جائے اور نہ کفن دیا جائے بلکہ کسی کپڑے میں لپیٹ کر ایک گڑھا کھود کر دفن کر دیا جائے اور اگر اس کا کوئی عضو بن گیا

ہے تو اس کا وہی حکم ہے جو مردہ پیدا ہونے والے کا ہے یعنی نام رکھا جائے اور نہلایا جائے، لیکن قاعدہ کے مطابق کفن نہ دیا جائے اور نہ نماز پڑھی جائے بلکہ کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔

نامکمل یا بوسیدہ میت کا کفن:

﴿مسئلہ ۱۶﴾ اگر انسان کا کوئی عضو یا آدھا جسم بغیر سر کے پایا جائے تو اس کو بھی کسی کپڑے میں لپیٹ دینا کافی ہے، البتہ اگر آدھے جسم کے ساتھ سر بھی ہو یا جسم کا آدھے سے زیادہ حصہ ہو اگرچہ سر نہ ہو تو ان دونوں صورتوں میں کفن مسنون دینا چاہیے۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ کسی انسان کی قبر کھل جائے یا اور کسی وجہ سے اس کی لاش باہر نکل آئے اور کفن کے بغیر ہو تو اس کو بھی مسنون کفن دینا چاہیے، بشرطیکہ وہ لاش پھٹی نہ ہو اور اگر پھٹ گئی ہو تو کسی کپڑے میں لپیٹ دینا کافی ہے، مسنون کفن کی ضرورت نہیں۔

قبر میں عہد نامہ رکھنا اور کفن پر کچھ لکھنا:

﴿مسئلہ ۱۸﴾ کفن میں یا قبر کے اندر عہد نامہ یا اپنے پیر کا شجرہ یا اور کوئی دعا رکھنا درست نہیں۔ اسی طرح کفن پر یا سینہ پر کافور سے یا روشنائی سے کلمہ وغیرہ کوئی دعا لکھنا بھی درست نہیں۔

مسنون کفن سے زائد کپڑوں کا حکم:

بعض کپڑے لوگوں نے کفن کے ساتھ ضروری سمجھ رکھے ہیں حالانکہ وہ مسنون نہیں اور میت کے ترکہ سے ان کا خریدنا جائز نہیں، وہ یہ ہیں:

۱- جائے نماز۔

۲- پٹکا، یہ مردہ کو قبر میں اتارنے کے لیے ہوتا ہے۔

۳- بچھونا، یہ چارپائی پر بچھانے کے لیے ہوتا ہے۔

۴- دامنی، بقدرِ استطاعت چار سے سات غریبوں تک کو دیتے ہیں۔ یہ عورت کے لیے مخصوص ہیں۔

۵- مرد کے جنازے پر بڑی چادر جو چارپائی کو ڈھانک لیتی ہے، البتہ عورت کے لیے ضروری ہے مگر کفن میں داخل نہیں اس لیے اس کا کفن کے ہم رنگ ہونا ضروری نہیں۔ پردہ کے لیے کوئی کپڑا بھی ہو، کافی ہے۔

اگر جائے نماز وغیرہ کی ضرورت پڑ جائے تو گھر میں موجود جائے نماز یا کوئی اور کپڑا استعمال میں لایا جاسکتا ہے یا کوئی

رشتہ دار اپنے مال سے خرید کر دیدے، میت کے ترکہ سے نہ خریدے۔

مسئلہ ۱۹ غسل وکفن کے لیے درکار چیزوں میں سے اگر کوئی چیز گھر میں موجود ہو اور پاک صاف ہو تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ ۲۰ کفن کا کپڑا اسی حیثیت کا ہونا چاہیے جیسا مردہ اکثر زندگی میں استعمال کرتا تھا، اس سے زائد تکلّفات فضول ہیں۔

قبر میں رکھنے کا طریقہ:

قبر میں مردے کو قبلہ رُخ دائیں کروٹ پر لٹا دیں اور کفن کی گرہ کھول دیں۔

ایصالِ ثواب کا طریقہ:

سلفِ صالحین کے مطابق ایصالِ ثواب کریں۔ وہ اس طرح کہ کسی رسم کی قید اور کسی دن کی تخصیص نہ کریں، اپنی ہمت کے مطابق حلال مال سے مساکین کی خفیہ مدد کریں، جس قدر توفیق ہو خود قرآن شریف وغیرہ پڑھ کر اس کو ثواب پہنچا دیں اور دفن سے پہلے قبرستان میں فضول باتوں میں وقت ضائع کرنے کی بجائے ذکر اللہ میں مشغول رہ کر اس کا ثواب بخشتے رہیں۔

نمازِ جنازہ

نمازِ جنازہ درحقیقت میت کے لیے ارحم الراحمین سے دعا ہے۔

نمازِ جنازہ فرض ہونے کی شرائط:

مسئلہ ۱ نمازِ جنازہ کے واجب ہونے کی وہی شرائط ہیں جو دیگر نمازوں کے لیے ہم پہلے لکھ چکے ہیں، البتہ اس میں ایک اضافی شرط یہ بھی ہے کہ اس شخص کی موت کا علم بھی ہو ورنہ جس کو یہ خبر نہیں ہوگی وہ معذور ہے، نمازِ جنازہ اس پر ضروری نہیں۔

نمازِ جنازہ صحیح ہونے کی شرائط:

مسئلہ ۲ نمازِ جنازہ کے صحیح ہونے کے لیے دو قسم کی شرائط ہیں:

پہلی قسم کی شرائط:

پہلی قسم کی شرائط وہ ہیں جو نماز پڑھنے والوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ وہی شرائط ہیں جو دیگر نمازوں کے لیے بیان ہو چکی

ہیں یعنی طہارت، ستر چھپانا، قبلہ کی طرف رُخ کرنا، نیت، البتہ اس کے لیے وقت شرط نہیں اور اگر نماز چھوٹ جانے کا اندیشہ ہو تو اس کے لیے تیمّم جائز ہے، مثلاً: نمازِ جنازہ ہو رہی ہو اور یہ خطرہ ہو کہ اگر وضو کے لیے جائے گا تو نماز ختم ہو جائے گی تو تیمّم کر لے، بخلاف دیگر نمازوں کے کہ ان میں اگر وقت کے ختم ہو جانے کا اندیشہ ہو تو بھی تیمّم جائز نہیں۔

جوتا پہن کر نمازِ جنازہ پڑھنا:

﴿مسئلہ ۳﴾ آج کل بعض لوگ جنازے کی نماز جوتا پہنے ہوئے پڑھتے ہیں، ان کے لیے اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ ان کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جوتے دونوں پاک ہوں اور اگر پاؤں جوتے سے نکال کر جوتے پر کھڑے ہوں تو صرف جوتے [کے اندر اور اوپر کا حصہ جو پاؤں سے لگا ہوا ہے اس] کا پاک ہونا ضروری ہے۔ اکثر لوگ اس کا خیال نہیں کرتے اور ان کی نماز نہیں ہوتی۔

دوسری قسم کی شرائط:

دوسری قسم کی شرائط وہ ہیں جن کا تعلق میت سے ہے، وہ چھ ہیں:

۱- میت کا مسلمان ہونا، لہٰذا کافر اور مرتد کی نماز صحیح نہیں، مسلمان اگرچہ فاسق یا بدعتی ہو اس کی نماز صحیح ہے، سوائے ان لوگوں کے جو حکمرانِ شرعی سے بغاوت کریں یا ڈاکہ زنی کرتے ہوں، بشرطیکہ یہ لوگ حکمرانِ شرعی سے لڑائی کی حالت میں قتل کیے گئے ہوں اور اگر لڑائی کے بعد یا اپنی طبعی موت سے مر جائیں تو پھر ان کی نماز پڑھی جائے گی۔ اسی طرح جس شخص نے (العیاذ باللہ) اپنے باپ یا ماں کو قتل کیا ہو اور اس کی سزا میں وہ مارا جائے تو اس کی نماز بھی نہیں پڑھی جائے گی۔ ان لوگوں کی نماز اس لیے نہیں پڑھی جاتی کہ لوگوں کو عبرت ہو اور جس شخص نے خودکشی کی ہو، صحیح قول کے مطابق اس پر نمازِ جنازہ پڑھنا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۴﴾ جس نابالغ لڑکے کا باپ یا ماں مسلمان ہو وہ لڑکا مسلمان سمجھا جائے گا اور اس کی نماز پڑھی جائے گی۔

﴿مسئلہ ۵﴾ میت سے مراد وہ شخص ہے جو زندہ پیدا ہو کر مر گیا ہو اور اگر مرا ہوا بچہ پیدا ہو تو اس کی نماز درست نہیں۔

۲- میت کے بدن اور کفن کا نجاستِ حقیقیہ اور حکمیہ سے پاک ہونا، البتہ اگر نجاستِ حقیقیہ اس کے بدن سے غسل کے بعد خارج ہوئی ہو اور اس سبب سے اس کا بدن نجس ہو جائے تو کوئی حرج نہیں، نماز درست ہے۔

﴿مسئلہ ۶﴾ اگر کوئی میت نجاستِ حکمیہ سے پاک نہ ہو یعنی اس کو غسل نہ دیا گیا ہو یا غسل کے ناممکن ہونے کی صورت میں تیمّم نہ کرایا گیا ہو تو اس کی نماز درست نہیں ہوگی، البتہ اگر اس کا طاہر ہونا ممکن نہ ہو، مثلاً: غسل یا تیمّم کے بغیر دفن کر چکے ہوں

اور قبر پر مٹی ڈالی جا چکی ہو تو پھر اس کی نماز اس کی قبر پر اسی حالت میں پڑھنا جائز ہے۔

اگر کسی میت پر بغیر غسل یا تیمم کے نماز پڑھی گئی ہو اور وہ دفن کر دیا گیا ہو اور دفن کے بعد علم ہوا کہ اس کو غسل نہیں دیا گیا تھا تو اس کی نماز دوبارہ اس کی قبر پر پڑھی جائے، اس لیے کہ پہلی نماز صحیح نہیں ہوئی، البتہ اب چونکہ غسل ممکن نہیں لہٰذا نماز ہو جائے گی۔

مسئلہ ۷ اگر کوئی مسلمان نماز پڑھے بغیر دفن کر دیا گیا ہو تو اس کی نماز اس کی قبر پر پڑھی جائے جب تک کہ اس کی لاش کے پھٹ جانے کا اندیشہ نہ ہو۔ جب خیال ہو کہ اب لاش پھٹ گئی ہوگی تو پھر نماز نہ پڑھی جائے۔ لاش پھٹنے کی مدت ہر جگہ کے اعتبار سے مختلف ہے، اس کی تعیین نہیں ہو سکتی، یہی اصح ہے اور بعض نے تین، بعض نے دس دن اور بعض نے ایک ماہ مدت بیان کی ہے۔

مسئلہ ۸ اگر میت پاک پلنگ یا تخت پر ہو تو پلنگ یا تخت جس جگہ رکھا ہو اس جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں اور اگر پلنگ یا تخت بھی ناپاک ہو یا میت کو بغیر پلنگ و تخت کے ناپاک زمین پر رکھ دیا جائے تو اس صورت میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک میت کی جگہ کی طہارت شرط ہے، اس لیے نماز نہ ہوگی اور بعض کے نزدیک شرط نہیں، لہٰذا نماز صحیح ہو جائے گی۔

۳۔ میت کے جسم کا وہ حصہ جسے چھپانا واجب اور ضروری ہے اس کا پوشیدہ ہونا، لہٰذا اگر میت بالکل برہنہ ہو تو اس کی نماز درست نہیں۔

۴۔ میت نماز پڑھنے والے کے آگے ہونا، اگر میت نماز پڑھنے والے کے پیچھے ہو تو نماز درست نہیں۔

۵۔ میت کا یا جس چیز پر میت ہو اس کا زمین پر رکھا ہوا ہونا۔ اگر میت کو لوگ اپنے ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے ہوں یا کسی گاڑی یا جانور پر ہو اور اسی حالت میں اس کی نماز پڑھی جائے تو صحیح نہیں ہوگی۔

۶۔ میت کا وہاں موجود ہونا، اگر میت وہاں موجود نہ ہو تو نماز صحیح نہیں ہوگی۔

نمازِ جنازہ کے فرائض:

مسئلہ ۹ نمازِ جنازہ میں دو چیزیں فرض ہیں:

۱۔ چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا، ہر تکبیر ایک رکعت کے قائم مقام سمجھی جاتی ہے۔ یعنی جیسے ہر رکعت ضروری ہے ویسے ہی ہر تکبیر ضروری ہے۔

۲۔ قیام، فرض و واجب نمازوں کی طرح نمازِ جنازہ میں بھی قیام فرض ہے اور بغیر عذر اس کا چھوڑنا جائز نہیں۔ عذر کا

بیان نماز کے بیان میں پہلے ہو چکا ہے۔

﴿مسئلہ ۱۰﴾ رکوع، سجدہ اور قعدہ وغیرہ اس نماز میں نہیں۔

نمازِ جنازہ کی سنتیں:

﴿مسئلہ ۱۱﴾ نمازِ جنازہ میں تین چیزیں مسنون ہیں۔

۱- اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنا۔

۲- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا۔

۳- میت کے لیے دعا کرنا۔

﴿مسئلہ ۱۲﴾ جماعت اس میں شرط نہیں، لہٰذا اگر ایک شخص بھی جنازے کی نماز پڑھ لے تو فرض ادا ہو جائے گا، چاہے وہ نماز پڑھنے والا عورت ہو یا مرد، بالغ ہو یا نابالغ۔ البتہ نمازِ جنازہ میں جماعت کی زیادہ ضرورت ہے، اس لیے کہ یہ میت کے لیے دعا ہے اور چند مسلمانوں کا جمع ہو کر بارگاہِ الٰہی میں کسی شخص کے لیے دعا کرنا نزولِ رحمت اور قبولیت کے لیے ایک عجیب خاصیت رکھتا ہے۔

نمازِ جنازہ کا مسنون طریقہ:

﴿مسئلہ ۱۳﴾ نمازِ جنازہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ میت کو آگے رکھ کر امام اس کے سینہ کے مقابل کھڑا ہو جائے اور سب لوگ نیت کر کے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں اور ایک مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ باندھ لیں، پھر «سبحانك اللّٰهم» آخر تک پڑھیں۔ اس کے بعد پھر ایک مرتبہ اللہ اکبر کہیں، مگر اس مرتبہ ہاتھ نہ اٹھائیں، اس کے بعد درود شریف پڑھیں اور بہتر یہ ہے کہ وہی درود پڑھا جائے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے، پھر ایک مرتبہ اللہ اکبر کہیں، اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ اٹھائیں، اس تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا کریں۔

بالغ مرد اور عورت کی دعا:

اگر میت بالغ ہو، چاہے مرد ہو یا عورت، تو یہ دعا پڑھیں:

«اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا، وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا، وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا، وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا، اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ».

اور بعض احادیث میں یہ دعا بھی وارد ہوئی ہے:

((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہُ ، وَعَافِہٖ وَاعْفُ عَنْہُ ، وَاَکْرِمْ نُزُلَہٗ وَوَسِّعْ مَدْخَلَہٗ ، وَاغْسِلْہُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ ، وَنَقِّہٖ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ ، وَاَبْدِلْہُ دَاراً خَیْراً مِنْ دَارِہٖ ، وَاَھْلاً خَیْراً مِنْ اَھْلِہٖ ، وَزَوْجًا خَیْراً مِنْ زَوْجِہٖ ، وَاَدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ وَاَعِذْہُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ)).

اور اگر ان دونوں دعاؤں کو پڑھ لے تب بھی بہتر ہے، بلکہ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے رد المحتار میں دونوں دعاؤں کو ملا کر لکھا ہے۔ ان دونوں دعاؤں کے سوا اور بھی دعائیں احادیث میں آئی ہیں اور ان کو ہمارے فقہا نے بھی نقل کیا ہے، لہٰذا جس دعا کو چاہے اختیار کر لے۔

نابالغ لڑکے کی دعا:

اور اگر میت نابالغ لڑکا ہو تو یہ دعا پڑھے:

((اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطًا ، وَاجْعَلْہُ لَنَا اَجْراً وَّذُخْراً ، وَاجْعَلْہُ لَنَا شَافِعًا وَّ مُشَفَّعًا)).

نابالغ لڑکی کی دعا:

اور اگر نابالغ لڑکی ہو تو بھی یہی دعا ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ تینوں ((اجْعَلْہُ)) کی جگہ ((اِجْعَلْھَا)) اور ((شَافِعًا وَّ مُشَفَّعًا)) کی جگہ ((شَافِعَۃً وَ مُشَفَّعَۃً)) پڑھیں۔

جب یہ دعا پڑھ لی تو پھر ایک مرتبہ اللہ اکبر کہیں، اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ اٹھائیں اور اس تکبیر کے بعد سلام پھیر دیں جس طرح نماز میں سلام پھیرتے ہیں۔ اس نماز میں التحیات اور قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ نہیں۔

مسئلہ ۱۴ نمازِ جنازہ امام اور مقتدی دونوں کے حق میں یکساں ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ امام تکبیریں اور سلام بلند آواز سے کہے گا اور مقتدی آہستہ آواز سے، باقی چیزیں یعنی ثنا، درود اور دعا مقتدی بھی آہستہ آواز سے پڑھیں گے اور امام بھی آہستہ پڑھے گا۔

نمازِ جنازہ میں صف بندی:

مسئلہ ۱۵ جنازے کی نماز میں مستحب ہے کہ حاضرین کی تین صفیں کر دی جائیں یہاں تک کہ اگر صرف سات آدمی ہوں تو ایک آدمی ان میں سے امام بنا دیا جائے اور پہلی صف میں تین آدمی کھڑے ہوں، دوسری میں دو اور تیسری میں ایک۔

مفسداتِ نمازِ جنازہ:

﴿مسئلہ ۱۶﴾ جنازہ کی نماز بھی ان چیزوں سے فاسد ہو جاتی ہے جن چیزوں سے دوسری نمازیں فاسد ہوتی ہیں، صرف اتنا فرق ہے کہ جنازہ کی نماز میں قہقہہ سے وضو نہیں ٹوٹتا، البتہ نمازِ جنازہ ٹوٹ جاتی ہے اور عورت کی محاذات (برابر میں کھڑے ہونے) سے بھی اس میں فساد نہیں آتا۔

مسجد میں نمازِ جنازہ:

﴿مسئلہ ۱۷﴾ جنازے کی نماز اس مسجد میں پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے جو پنج وقتی نمازوں یا جمعہ وعیدین کی نماز کے لیے بنائی گئی ہو، چاہے جنازہ مسجد کے اندر ہو یا مسجد سے باہر ہو اور نماز پڑھنے والے اندر ہوں، البتہ جو خاص جنازہ کی نماز کے لیے بنائی گئی ہو اس میں مکروہ نہیں۔

[عید گاہ میں فقہا کے دو قول ہیں: بعض اسے مسجد کے حکم میں کہتے ہیں اور بعض نہیں۔ جو مسجد کے حکم میں نہیں مانتے وہ عید گاہ میں نمازِ جنازہ پڑھنے کو جائز کہتے ہیں۔[1]

﴿مسئلہ ۱۸﴾ راجح یہ ہے کہ عید گاہ تمام احکام میں مسجد کی طرح نہیں، اس لیے عید گاہ میں نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے۔[2]

﴿مسئلہ ۱۹﴾ عام حالت میں مسجد کے اندر نمازِ جنازہ پڑھنا مکروہِ تنزیہی ہے یا تحریمی، دونوں قول ہیں، زیادہ صحیح یہ ہے کہ مکروہِ تنزیہی ہے، البتہ بارش وغیرہ کوئی عذر ہو تو مکروہِ تنزیہی بھی نہیں بلکہ بلا کراہت جائز ہے۔[3]]

بیٹھ کر یا سواری پر نمازِ جنازہ:

﴿مسئلہ ۲۰﴾ بلا عذر جنازے کی نماز بیٹھ کر یا سواری کی حالت میں پڑھنا جائز نہیں۔

نمازِ جنازہ میں تاخیر:

﴿مسئلہ ۲۱﴾ میت کی نماز میں اس غرض سے زیادہ تاخیر کرنا کہ جماعت زیادہ ہو جائے مکروہ ہے۔

کئی جنازے جمع ہوں:

﴿مسئلہ ۲۲﴾ اگر ایک ہی وقت میں کئی جنازے جمع ہو جائیں تو بہتر یہ ہے کہ ہر میت کی نماز علیحدہ پڑھی جائے اور اگر سب کی ایک ہی نماز پڑھی جائے تو بھی جائز ہے اور اس وقت چاہیے کہ سب جنازوں کی صف قائم کر دی جائے، جس کی بہتر

(۱) از حاشیہ بہشتی زیور
(۲) طحطاوی علی المراقی، کبیری، احسن الفتاوی، خیر الفتاوی
(۳) فتح القدیر، شامیہ، احسن الفتاوی

صورت یہ ہے کہ ایک جنازے کے آگے دوسرا جنازہ اس طرح رکھ دیا جائے کہ سب کے پیر ایک طرف ہوں اور سب کے سر ایک طرف اور یہ صورت اس لیے بہتر ہے کہ اس میں سب کا سینہ امام کے مقابل ہو جائے گا جو مسنون ہے۔

﴿مسئلہ ۲۳﴾ اگر جنازے مختلف قسموں کے ہوں تو اس ترتیب سے ان کی صف قائم کی جائے کہ امام کے قریب مردوں کے جنازے، ان کے بعد لڑکوں کے، ان کے بعد بالغ عورتوں کے اور ان کے بعد نابالغ لڑکیوں کے۔

نمازِ جنازہ میں مسبوق اور لاحق کا حکم:

﴿مسئلہ ۲۴﴾ اگر کوئی شخص جنازہ کی نماز میں ایسے وقت پہنچا کہ کچھ تکبیریں اس کے آنے سے پہلے ہو چکی ہوں تو جتنی تکبیریں ہو چکی ہوں گی ان کے اعتبار سے وہ شخص مسبوق سمجھا جائے گا، اس کو چاہیے کہ آتے ہی فوراً دوسری نمازوں کی طرح تکبیر تحریمہ کہہ کر شریک نہ ہو جائے، بلکہ امام کی اگلی تکبیر کا انتظار کرے، جب امام تکبیر کہے تو اس کے ساتھ یہ بھی تکبیر کہے، یہ تکبیر اس کے حق میں تکبیر تحریمہ ہوگی، پھر جب امام سلام پھیر دے تو یہ شخص اپنی چھوٹی ہوئی تکبیروں کی قضا کر لے اور اس میں کچھ پڑھنے کی ضرورت نہیں [صرف تکبیریں کہہ کر سلام پھیر دے] اور اگر کوئی شخص ایسے وقت پہنچے کہ امام چوتھی تکبیر بھی کہہ چکا ہو تو وہ شخص اس تکبیر کے حق میں مسبوق نہ سمجھا جائے گا، اس کو چاہیے کہ فوراً تکبیر کہہ کر امام کے سلام سے پہلے شریک ہو جائے اور نماز کے ختم ہونے کے بعد اپنی چھوٹی ہوئی تکبیروں کو لوٹا لے۔

﴿مسئلہ ۲۵﴾ اگر کوئی شخص پہلی تکبیر یا کسی اور تکبیر کے وقت موجود تھا اور نماز میں شرکت کے لیے تیار تھا مگر سستی یا اور کسی وجہ سے شریک نہ ہوا تو اس کو فوراً تکبیر کہہ کر نماز میں شریک ہو جانا چاہیے، امام کی دوسری تکبیر کا انتظار نہیں کرنا چاہیے اور جس تکبیر کے وقت حاضر تھا اس تکبیر کو لوٹانا اس کے ذمہ نہ ہوگا، بشرطیکہ امام کے اگلی تکبیر کہنے سے پہلے یہ اس تکبیر کو ادا کر دے اگرچہ امام کے بالکل ساتھ تکبیر نہ کہہ سکے۔

﴿مسئلہ ۲۶﴾ جنازے کی نماز کا مسبوق جب اپنی چھوٹی ہوئی تکبیروں کو ادا کرے اور اس کو اندیشہ ہو کہ اگر دعا پڑھے گا تو دیر ہوگی اور جنازہ اس کے سامنے سے اٹھا لیا جائے گا تو دعا نہ پڑھے۔

﴿مسئلہ ۲۷﴾ جنازے کی نماز میں اگر کوئی شخص لاحق بن جائے تو اس کا وہی حکم ہے جو دیگر نمازوں کے لاحق کا ہے۔

نمازِ جنازہ میں امامت کا زیادہ حقدار:

﴿مسئلہ ۲۸﴾ جنازے کی نماز میں امامت کا استحقاق سب سے زیادہ مسلمانوں کے امیر کو ہے، اگرچہ تقویٰ اور پرہیزگاری میں اس سے بہتر لوگ بھی وہاں موجود ہوں۔ اگر امیر وقت وہاں نہ ہو تو اس کا نائب یعنی جو شخص اس کی طرف سے شہر کا

حاکم ہو، وہ امامت کا مستحق ہے، اگر چہ تقویٰ اور پرہیز گاری میں اس سے بہتر لوگ بھی وہاں موجود ہوں۔ وہ بھی نہ ہو تو شہر کا قاضی، وہ بھی نہ ہو تو اس کا نائب، ان لوگوں کے ہوتے ہوئے دوسرے کو امام بنانا بغیر ان کی اجازت کے جائز نہیں، ان ہی کو امام بنانا واجب ہے۔ اگر ان لوگوں میں سے کوئی وہاں موجود نہ ہو تو اس محلّہ کے امام کا حق ہے، بشرطیکہ میت کے رشتہ داروں میں کوئی شخص اس سے افضل نہ ہو، ورنہ میت کے وہ رشتہ دار جن کو حق ولایت حاصل ہے امامت کے حق دار ہیں یا وہ شخص جس کو وہ اجازت دے دیں۔

نمازِ جنازہ کی تکرار:

﴿مسئلہ ۲۹﴾ اگر میت کے ولی کی اجازت کے بغیر کسی ایسے شخص نے نماز پڑھا دی جس کو امامت کا حق نہیں تو ولی کو اختیار ہے کہ نماز دوبارہ پڑھے حتیٰ کہ اگر میت دفن ہو چکی ہو تو اس کی قبر پر نماز پڑھ سکتا ہے جب تک لاش کے پھٹ جانے کا خیال نہ ہو۔

﴿مسئلہ ۳۰﴾ اگر میت کے ولی کی اجازت کے بغیر کسی ایسے شخص نے نماز پڑھا دی جس کو امامت کا استحقاق ہے تو میت کا ولی نماز کا اعادہ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اگر میت کے ولی نے بادشاہِ وقت وغیرہ کے موجود نہ ہونے کی حالت میں نماز پڑھا دی تو بادشاہِ وقت وغیرہ کو اعادہ کا اختیار نہیں، بلکہ صحیح یہ ہے کہ اگر میت کے ولی نے بادشاہِ وقت کے موجود ہونے کی حالت میں نماز پڑھ لی تب بھی بادشاہِ وقت وغیرہ کو اعادہ کا اختیار نہ ہوگا، اگر چہ ایسی حالت میں بادشاہِ وقت کے امام نہ بنانے سے واجب چھوڑنے کا گناہ میت کے اولیاء پر ہوگا۔ حاصل یہ ہے کہ جنازہ کی نماز کئی مرتبہ پڑھنا جائز نہیں مگر میت کے ولی کے لیے، جبکہ اس کی اجازت کے بغیر کسی غیر مستحق نے پڑھا دی ہو، دوبارہ پڑھنا درست ہے۔

جنازہ اٹھانے کا مستحب طریقہ:

﴿مسئلہ ۳۱﴾ جنازہ اٹھانے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس کا اگلا دایاں پایا اپنے دائیں کندھے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلے، اس کے بعد پچھلا دائیں پایا اپنے دائیں کندھے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلے، اس کے بعد اگلا بایاں پایا اپنے بائیں کندھے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلے، پھر پچھلا بایاں پایا بائیں کندھے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلے تا کہ چاروں پایوں کو ملا کر چالیس قدم ہو جائیں۔

﴿مسئلہ ۳۲﴾ اگر میت دودھ پیتا بچہ یا اس سے کچھ بڑا ہو تو لوگوں کو چاہیے کہ اس کو ہاتھوں میں اٹھا کر لے جائیں یعنی ایک آدمی اس کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھالے، پھر اس سے دوسرا آدمی لے لے، اسی طرح بدلتے ہوئے لے جائیں اور اگر

میت کوئی بڑا آدمی ہو تو اس کو کسی چارپائی وغیرہ پر رکھ کر لے جائیں اور اس کے چاروں پایوں کو ایک ایک آدمی اٹھائے۔ میت کی چارپائی ہاتھوں سے اٹھا کر کندھوں پر رکھنا چاہیے، ہاتھوں کے سہارے کے بغیر کندھوں پر لانا مکروہ ہے۔ اسی طرح بلا عذر کسی جانور یا گاڑی وغیرہ پر رکھ کر لے جانا بھی مکروہ ہے اور اگر عذر ہو تو بلا کراہت جائز ہے، مثلاً: قبرستان بہت دور ہو۔

﴿مسئلہ ۳۳﴾ جنازے کو تیز قدم لے جانا مسنون ہے، مگر رفتار اس قدر تیز نہ ہو کہ لاش کو جھٹکے لگنے لگیں۔

جنازے کے ساتھ جانے والوں سے متعلق مسائل:

﴿مسئلہ ۳۴﴾ جو لوگ جنازے کے ہمراہ جائیں ان کے لیے جنازہ کو کندھوں سے اتارنے سے پہلے بیٹھنا مکروہ ہے، البتہ اگر بیٹھنے کی ضرورت پیش آجائے تو کوئی حرج نہیں۔

﴿مسئلہ ۳۵﴾ جو لوگ جنازے کے ساتھ نہ ہوں بلکہ کہیں بیٹھے ہوئے ہوں انہیں جنازے کو دیکھ کر کھڑا نہیں ہونا چاہیے۔

﴿مسئلہ ۳۶﴾ جو لوگ جنازے کے ہمراہ ہوں ان کے لیے جنازے کے پیچھے چلنا مستحب ہے اگرچہ جنازے کے آگے بھی چلنا جائز ہے، البتہ اگر سب لوگ جنازے کے آگے ہو جائیں تو مکروہ ہے، اسی طرح جنازے کے آگے کسی سواری پر چلنا بھی مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۳۷﴾ جنازے کے ہمراہ پیدل چلنا مستحب ہے اور اگر کسی سواری پر ہو تو جنازے کے پیچھے چلے۔

﴿مسئلہ ۳۸﴾ جو لوگ جنازے کے ہمراہ ہوں ان کے لیے بلند آواز سے کوئی دعا یا ذکر پڑھنا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۳۹﴾ عورتوں کا جنازے کے ہمراہ جانا مکروہِ تحریمی ہے۔

﴿مسئلہ ۴۰﴾ رونے والی عورتوں یا بین کرنے والیوں کا جنازے کے ساتھ جانا ممنوع ہے۔

میت کو دوسری جگہ منتقل کرنا:

﴿مسئلہ ۴۱﴾ جس شہر میں موت واقع ہو، وہیں کفن و دفن کا انتظام کیا جائے، دفن سے پہلے لاش کا ایک جگہ سے دوسری جگہ میں دفن کرنے کے لیے لے جانا خلاف اولیٰ ہے جبکہ وہ دوسری جگہ ایک دو میل سے زیادہ نہ ہو، اگر اس سے زیادہ ہو ممنوع ہے اور دفن کے بعد لاش کھود کر لے جانا تو ہر حالت میں ناجائز ہے۔

دفن سے متعلق مسائل:

﴿مسئلہ ۴۲﴾ میت کو دفن کرنا فرض کفایہ ہے، جس طرح اس کا غسل اور نماز فرضِ کفایہ ہے۔

﴿مسئلہ ۴۳﴾ جب نمازِ جنازہ سے فراغت ہو جائے تو فوراً اس کو دفن کرنے کے لیے قبر کی طرف لے جانا چاہیے۔

مسئلہ ۴۴ اگر میت کو قبر میں قبلہ رُخ کرنا یاد نہ رہے اور دفن کرنے اور مٹی ڈال دینے کے بعد یاد آئے تو پھر اس کو قبلہ رُخ کرنے کے لیے اس کی قبر کھولنا جائز نہیں، البتہ اگر صرف تختے رکھے گئے ہوں، مٹی نہ ڈالی گئی ہو تو تختے ہٹا کر اس کو قبلہ رُخ کر دینا چاہیے۔

مسئلہ ۴۵ اگر کوئی شخص بحری جہاز وغیرہ میں مر جائے اور زمین وہاں سے اتنی زیادہ دور ہو کہ وہاں پہنچنے تک لاش کے خراب ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اس وقت چاہیے کہ غسل، تکفین اور نماز سے فارغ ہو کر اس کو سمندر میں ڈال دیں۔ اگر کنارہ اس قدر دور نہ ہو اور وہاں جلدی اترنے کی امید ہو تو اس لاش کو رہنے دیں اور کنارہ پر پہنچ کر زمین میں دفن کر دیں۔

قبر سے متعلق مسائل:

مسئلہ ۴۶ میت کی قبر کم سے کم اس کے آدھے قد کے برابر کھودی جائے، قد سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے اور قبر کی لمبائی میت کے قد کے برابر ہو۔ بغلی قبر صندوقی قبر کے نسبت کے بہتر ہے، البتہ اگر زمین بہت زیادہ نرم ہونے کی وجہ سے قبر کے بیٹھ جانے کا اندیشہ ہو تو پھر بغلی قبر نہ کھودی جائے۔

مسئلہ ۴۷ یہ بھی جائز ہے کہ اگر بغلی قبر نہ کھودی جا سکے تو میت کو کسی صندوق میں رکھ کر دفن کر دیں، چاہے صندوق لکڑی کا ہو یا پتھر کا یا لوہے کا، مگر بہتر یہ ہے کہ اس صندوق میں مٹی بچھا دی جائے۔

مسئلہ ۴۸ جب قبر تیار ہو جائے تو میت کو قبلے کی طرف سے قبر میں اتار دیں، اس کی صورت یہ ہے کہ جنازہ قبر سے قبلہ کی جانب رکھا جائے اور اتارنے والے قبلہ رو کھڑے ہوں اور میت کو اٹھا کر قبر میں رکھ دیں۔

مسئلہ ۴۹ قبر میں اتارنے والوں کا طاق یا جفت ہونا مسنون نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر مقدس میں چار آدمیوں نے اتارا تھا۔

مسئلہ ۵۰ قبر میں رکھتے وقت «بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰه» کہنا مستحب ہے۔

مسئلہ ۵۱ میت کو قبر میں رکھ کر دائیں پہلو پر اس کو قبلہ رُخ کر دینا مسنون ہے۔

مسئلہ ۵۲ قبر میں رکھنے کے بعد کفن کی وہ گرہ جو کفن کے کھل جانے کے خوف سے دی گئی تھی کھول دی جائے۔ اس کے بعد کچی اینٹوں یا سرکنڈے سے بند کر دیں۔ پختہ اینٹوں یا لکڑی کے تختوں سے بند کرنا مکروہ ہے، البتہ اگر زمین زیادہ نرم ہونے کی وجہ سے قبر کے بیٹھ جانے کا اندیشہ ہو تو پختہ اینٹ یا لکڑی کے تختے رکھ دینا یا صندوق میں رکھنا بھی جائز ہے۔

مسئلہ ۵۳ عورت کو قبر میں پردہ کر کے رکھنا مستحب ہے اور اگر میت کا بدن کھل جانے کا اندیشہ ہو تو پھر پردہ کرنا

واجب ہے۔

مسئلہ ۵۴ مردوں کے دفن کے وقت قبر پر پردہ نہ کرنا چاہیے، البتہ اگر عذر ہو، مثلاً: بارش برس رہی ہو یا برف گر رہی ہو یا دھوپ سخت ہو تو پھر جائز ہے۔

مسئلہ ۵۵ جب میت کو قبر میں رکھ دیں تو جتنی مٹی اس کی قبر سے نکلی ہو وہ ساری اس پر ڈال دیں، اس سے زیادہ مٹی ڈالنا مکروہ ہے بشرطیکہ وہ زائد مٹی اتنی زیادہ ہو کہ اس کی وجہ سے قبر ایک بالشت سے بہت زیادہ اونچی ہو جائے اور اگر تھوڑی سی ہو تو پھر زائد مٹی ڈالنا مکروہ نہیں۔

مسئلہ ۵۶ سرہانے کی طرف سے قبر پر مٹی ڈالنے کی ابتدا کرنا مستحب ہے، ہر شخص اپنے دونوں ہاتھوں میں مٹی بھر کر قبر پر ڈال دے اور پہلی مرتبہ پڑھے «مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ» اور دوسری مرتبہ «وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ» اور تیسری مرتبہ «وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى»۔

مسئلہ ۵۷ دفن کے بعد تھوڑی دیر تک قبر پر ٹھہرنا اور میت کے لیے دعائے مغفرت کرنا یا قرآن مجید پڑھ کر اس کا ثواب اس کو پہنچانا مستحب ہے۔

مسئلہ ۵۸ مٹی ڈال دینے کے بعد قبر پر پانی چھڑک دینا مستحب ہے۔

مسئلہ ۵۹ کسی میت کو چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا، مکان کے اندر دفن نہیں کرنا چاہیے اس لیے کہ یہ بات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے۔

مسئلہ ۶۰ قبر کو مربع بنانا مکروہ ہے، مستحب یہ ہے کہ قبر اونٹ کی کوہان کی طرح اٹھی ہوئی بنائی جائے، اس کی بلندی ایک بالشت یا اس سے کچھ زیادہ ہونی چاہیے۔

قبر کو پختہ کرنا، گنبد وغیرہ بنانا:

مسئلہ ۶۱ قبر کا ایک بالشت سے بہت زیادہ بلند کرنا مکروہِ تحریمی ہے، قبر پر پلستر کرنا یا اس پر گارے سے لیپنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۶۲ دفن کرنے کے بعد زینت کی غرض سے قبر پر کوئی عمارت، گنبد یا قبے وغیرہ کی طرح کوئی چیز بنانا حرام ہے اور مضبوطی کی نیت سے مکروہ ہے۔

قبر پر کچھ لکھنا:

مسئلہ ۶۳ میت کی قبر پر یادداشت کے طور پر کوئی چیز لکھنا جائز ہے بشرطیکہ کوئی ضرورت ہو، ورنہ جائز نہیں، لیکن

اس زمانہ میں چونکہ عوام نے اپنے عقائد اور اعمال کو بہت خراب کرلیا ہے اور مفاسد کی وجہ سے مباح (جائز) بھی ناجائز ہو جاتا ہے اس لیے ایسے امور بالکل ناجائز ہوں گے اور جو جو ضرورتیں لوگ بیان کرتے ہیں وہ سب نفس کے بہانے ہیں۔ اس بات کو وہ دل میں خود بھی سمجھتے ہیں۔

﴿مسئلہ ۶۴﴾ میت کو قبر میں رکھتے وقت اذان کہنا بدعت ہے۔

﴿مسئلہ ۶۵﴾ جب قبر پر مٹی ڈال دی جائے تو اس کے بعد میت کا قبر سے نکالنا جائز نہیں، البتہ اگر کسی آدمی کی حق تلفی ہوتی ہو تو نکالنا جائز ہے۔ مثلاً:

۱۔ جس زمین میں میت کو دفن کیا ہے وہ کسی دوسرے کی ملکیت ہو اور وہ اس کے دفن پر راضی نہ ہو۔

۲۔ کسی شخص کا مال قبر میں رہ گیا ہو۔

تعزیت کا مسنون طریقہ:

﴿مسئلہ ۶۶﴾ میت کے رشتہ داروں کو تسکین و تسلی دینا، صبر کے فضائل اور اس کا ثواب سنا کر ان کو صبر پر رغبت دلانا اور ان کے لیے اور میت کے لیے دعا کرنا جائز ہے، اسی کو ''تعزیت'' کہتے ہیں۔ تین دن کے بعد تعزیت کرنا مکروہِ تنزیہی ہے لیکن اگر تعزیت کرنے والا یا میت کے رشتہ دار سفر میں ہوں اور تین دن کے بعد آئیں تو اس صورت میں تین دن کے بعد بھی تعزیت مکروہ نہیں۔ جو شخص ایک مرتبہ تعزیت کر چکا ہو اس کے لیے دوبارہ تعزیت کرنا مکروہ ہے۔

جنازے کے متفرق مسائل:

﴿مسئلہ ۶۷﴾ اگر امام جنازے کی نماز میں چار تکبیروں سے زیادہ کہے تو حنفی مقتدیوں کو چاہیے کہ ان زائد تکبیروں میں امام کا اتباع نہ کریں بلکہ خاموش کھڑے رہیں، جب امام سلام پھیرے تو اس کے ساتھ سلام پھیر دیں۔

﴿مسئلہ ۶۸﴾ اگر صرف عورتیں جنازے کی نماز پڑھ لیں تو بھی جائز ہے۔

﴿مسئلہ ۶۹﴾ میت کی تعریف کرنا چاہے نظم میں ہو یا نثر میں جائز ہے، بشرطیکہ تعریف میں کسی قسم کا مبالغہ نہ ہو اور تعریف میں ایسی باتوں کا ذکر نہ کیا جائے جو اس میں نہ ہوں۔

﴿مسئلہ ۷۰﴾ اپنے لیے کفن تیار رکھنا مکروہ نہیں، البتہ قبر تیار رکھنا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۷۱﴾ میت کے کفن پر بغیر روشنائی کے ویسے ہی انگلی سے کوئی دعا جیسے عہد نامہ وغیرہ لکھنا یا اس کے سینے پر ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' اور پیشانی پر کلمہ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' لکھنا جائز ہے مگر کسی صحیح حدیث سے اس کا ثبوت نہیں، اس لیے

اس کو مسنون یا مستحب نہ سمجھنا چاہیے۔

﴿مسئلہ ۷۲﴾ قبر پر کوئی سبز شاخ رکھ دینا مستحب ہے اور اگر کوئی درخت وغیرہ نکل آیا ہو تو اس کو کاٹنا مکروہ ہے۔ (۱)

﴿مسئلہ ۷۳﴾ ایک قبر میں ایک سے زیادہ لاشیں دفن نہیں کرنی چاہئیں مگر شدید ضرورت کے وقت جائز ہے۔ پھر اگر سب مرد ہوں تو جو سب سے افضل ہو اس کو آگے رکھیں، باقی سب کو اس کے پیچھے درجہ بدرجہ رکھ دیں اور اگر کچھ مرد ہوں اور کچھ عورتیں تو مردوں کو آگے رکھیں اور ان کے پیچھے عورتوں کو۔

﴿مسئلہ ۷۴﴾ قبروں کی زیارت کرنا مردوں کے لیے مستحب ہے، بہتر یہ ہے کہ ہفتے میں کم سے کم ایک مرتبہ زیارت کی جائے اور اس میں بہتر یہ ہے کہ وہ دن جمعہ کا ہو۔ بزرگوں کی قبروں کی زیارت کے لیے سفر کر کے جانا بھی جائز ہے بشرطیکہ کوئی عقیدہ اور عمل خلافِ شرع نہ ہو، جیسا کہ آج کل عرسوں میں مفاسد ہوتے ہیں۔

﴿مسئلہ ۷۵﴾ اگر کسی شخص کو نمازِ جنازہ کی مسنون دعا یاد نہ ہو تو اس کے لیے صرف «اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ» کہہ دینا کافی ہے، اگر یہ بھی نہ ہو سکے اور صرف چار تکبیروں پر اکتفا کیا جائے تب بھی نماز ہو جائے گی، اس لیے کہ دعا فرض نہیں بلکہ مسنون ہے اور اسی طرح درود شریف بھی فرض نہیں۔

﴿مسئلہ ۷۶﴾ اگر کوئی عورت مر جائے اور اس کے پیٹ میں زندہ بچہ ہو تو اس کا پیٹ چاک کر کے وہ بچہ نکال لیا جائے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کا مال نگل کر مر جائے اور مال والا اپنی چیز مانگے تو وہ مال اس کا پیٹ چاک کر کے نکال لیا جائے، لیکن اگر مردہ مال چھوڑ کر مرا ہے تو اس کے ترکہ میں سے وہ مال ادا کر دیا جائے اور پیٹ چاک نہ کیا جائے۔

---

(۱) اس بارے میں علماءِ کرام کے دو قول ہیں: ایک جماعت کا کہنا ہے کہ چونکہ رسول اللہ ﷺ کے عمل سے اس کا ثبوت ملتا ہے، اس لیے یہ مستحب ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہما اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ دوسرے حضرات جن میں علامہ عینی اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ وغیرہ بڑے بڑے محدثین اور فقہاء شامل ہیں، ان کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عمل سے اگرچہ اس کا ثبوت ملتا ہے لیکن یہ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت تھی، کسی دوسرے کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ وحی یہ علم دیا گیا تھا کہ ان قبروں (جن پر آپ ﷺ نے تر شاخیں گاڑی تھیں) پر عذاب ہو رہا ہے اور شاخیں گاڑنے سے آپ کے ہاتھ کی برکت سے ان کے عذاب میں کمی ہو سکتی ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان قبروں پر شاخیں گاڑیں لیکن کسی دوسرے کو نہ تو قبر کے عذاب کا علم ہو سکتا ہے اور نہ ہی شاخیں گاڑنے کی وجہ سے عذاب میں کمی ہونے کا، اس لیے کسی دوسرے کے لیے شاخیں گاڑنا درست نہیں۔ حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ دونوں اقوال میں تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حدیث سے ثابت ہونے والی ہر چیز کو اسی حد پر رکھنا چاہیے جس حد تک وہ ثابت ہے۔ حدیث میں ایک یا دو مرتبہ شاخ گاڑنا ثابت ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھار ایسا کرنا جائز ہے۔ (حضرت تھانوی اور حضرت سہارنپوری رحمہما اللہ کے قول کا بھی یہی مطلب ہے) لیکن یہ کہیں ثابت نہیں کہ اس حدیث کے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے کسی اور کی قبر پر ایسا کیا ہو، اسی طرح حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی صحابی سے یہ منقول نہیں کہ انہوں نے قبر پر شاخیں گاڑنے کو اپنا معمول بنالیا ہو یا کسی کو اس کا حکم دیا ہو۔ یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہما سے بھی (جو اس حدیث کے راوی ہیں) یہ منقول نہیں کہ انہوں نے بھی تخفیفِ عذاب کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا ہو۔ اس سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ یہ عمل اگرچہ جائز ہے لیکن سنت جاریہ اور عادت مستقلہ بنانے کی چیز نہیں۔
اگر یہ قاعدہ عام ہوتا تو حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ضرور اس کا اہتمام کرتے، کیونکہ یہ حضرات نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ حضور اقدس ﷺ کے قول و فعل کو سمجھنے کے لیے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تعامل کو دیکھنا لازم ہے، ان کا تعامل حضور ﷺ کے قول و فعل کی تفسیر ہے۔ نیز آج کل چونکہ اس کا بہت زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے اور اس کو لازم سمجھا جاتا ہے اس لیے اس سے احتراز ضروری ہے۔ (درسِ ترمذی)

شہید کے احکام

اگر چہ شہید بھی بظاہر میت ہے مگر عام مُردوں کے احکام اور شہید کے احکام میں فرق ہے اس لیے اس کے احکام علیحدہ بیان کرنا مناسب ہے۔ شہید کی بہت ساری اقسام احادیث میں وارد ہوئی ہیں، ہم یہاں شہید کے جو احکام بیان کرنا چاہتے ہیں، وہ اس شہید کے ساتھ خاص ہیں جس میں درجِ ذیل چند شرائط پائی جائیں:

۱۔ مسلمان ہونا، پس غیر مسلم کے لیے کسی قسم کی شہادت ثابت نہیں ہوسکتی۔

۲۔ مکلف یعنی عاقل بالغ ہونا، لہٰذا جو شخص پاگل پن یا نابالغ ہونے کی حالت میں مارا جائے تو اس کے لیے شہادت کے وہ احکام جن کا ذکر ہم آگے کریں گے، ثابت نہیں ہوں گے۔

۳۔ حدثِ اکبر سے پاک ہونا، اگر کوئی شخص حالت جنابت میں یا کوئی عورت حیض ونفاس میں شہید ہوجائے تو اس کے لیے بھی شہید کے دنیوی احکام ثابت نہ ہوں گے۔

۴۔ بے گناہ قتل ہونا، پس اگر کوئی شخص بے گناہ قتل نہیں ہوا بلکہ کسی جرم کی شرعی سزا میں مارا گیا یا قتل ہی نہیں ہوا بلکہ یونہی مرگیا تو اس کے لیے بھی شہید کے احکام ثابت نہیں ہوں گے۔

۵۔ اگر کسی مسلمان یا ذمی[1] کے ہاتھ سے مارا گیا ہو تو یہ بھی شرط ہے کہ کسی آلہ جارحہ (دھاری دار آلہ) سے مارا گیا ہو، اگر کسی مسلمان یا ذمی کے ہاتھ سے دھاری دار آلہ کے علاوہ کسی اور چیز سے مارا گیا ہو، مثلاً: کسی پتھر وغیرہ سے مارا جائے تو اس پر شہید کے احکام جاری نہیں ہوں گے، لیکن لوہا مطلقاً آلہ جارحہ کے حکم میں ہے اگر چہ اس میں دھار نہ ہو اور اگر کوئی شخص حربی کافروں یا باغیوں یا ڈاکہ زنوں کے ہاتھ سے مارا گیا ہو یا ان کے معرکۂ جنگ میں مقتول ملے تو اس میں آلہ جارحہ سے مقتول ہونے کی شرط نہیں، حتیٰ کہ اگر کسی پتھر وغیرہ سے بھی وہ لوگ ماریں تو بھی شہید کے احکام اس پر جاری ہوجائیں گے، یہ بھی شرط نہیں کہ انہوں نے خود قتل کیا ہو بلکہ اگر وہ قتل کے سبب بھی بنے ہوں یعنی ان سے ایسے امور ہوئے ہوں جو باعثِ قتل بن سکتے ہوں تب بھی اس پر شہید کے احکام جاری ہوجائیں گے۔

مثال ۱: کسی کافر وغیرہ نے اپنے جانور سے کسی مسلمان کو روند ڈالا اور خود بھی اس پر سوار تھا۔

مثال ۲: کوئی مسلمان کسی جانور پر سوار تھا، اس جانور کو کسی کافر وغیرہ نے بھگایا جس کی وجہ سے مسلمان اس جانور سے گر

---

(۱) دارالاسلام میں معاہدہ کے ساتھ مستقل رہنے والا غیر مسلم۔

کر مر گیا۔

مثال ۳: کسی کافر وغیرہ نے کسی مسلمان کے گھر یا جہاز میں آگ لگا دی جس سے کوئی جل کر مر گیا۔

۶- اس قتل کی سزا میں ابتداءً شریعت کی طرف سے کوئی مالی عوض مقرر نہ ہو بلکہ قصاص واجب ہو، پس اگر مالی عوض مقرر ہو گا تب بھی اس مقتول پر شہید کے احکام جاری نہ ہوں گے اگرچہ ظلماً مارا جائے۔

مثال ۱: کوئی مسلمان کسی مسلمان کو غیر جارح آلہ سے قتل کر دے۔

مثال ۲: کوئی مسلمان کسی مسلمان کے ہاتھوں آلہ جارحہ سے غلطی سے قتل ہو جائے، مثلاً: کسی شکار یا کسی نشانے پر تیر پھینک رہا ہو اور وہ کسی انسان کو لگ جائے۔

مثال ۳: کوئی شخص کسی جگہ بغیر معرکۂ جنگ کے مقتول پایا جائے اور اس کا قاتل معلوم نہ ہو۔

ان سب صورتوں میں چونکہ اس قتل کے عوض میں مال واجب ہوتا ہے، قصاص واجب نہیں ہوتا، اس لیے اس پر شہید کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔

مالی عوض کے مقرر ہونے میں ''ابتدا'' کی قید اس وجہ سے لگائی گئی کہ اگر ابتدا سے قصاص مقرر ہوا ہو مگر کسی وجہ سے قصاص معاف ہو کر اس کے بدلے مال واجب ہوا ہو تو وہاں شہید کے احکام جاری ہوں گے۔

مثال ۱: کوئی شخص آلہ جارحہ سے قصداً یا ظلماً مارا گیا لیکن قاتل میں اور ورثۂ مقتول میں مال کے عوض صلح ہو گئی ہو تو اس صورت میں چونکہ ابتداً قصاص واجب ہوا تھا اور مال ابتدا میں واجب نہیں ہوا تھا بلکہ صلح کے سبب سے واجب ہوا، اس لیے یہاں شہید کے احکام جاری ہوں گے۔

مثال ۲: کوئی باپ اپنے بیٹے کو آلہ جارحہ سے مار ڈالے تو اس صورت میں قاعدہ کی رُو سے ابتداءً قصاص ہی واجب ہوتا ہے، لیکن باپ کے احترام وعظمت کی وجہ سے قصاص معاف ہو کر اس کے بدلہ میں مال واجب ہو جاتا ہے، لہٰذا یہاں بھی شہید کے احکام جاری ہو جائیں گے۔

۷- زخم لگنے کے بعد کوئی دنیوی فائدہ مثلاً: کھانا پینا، دوا اور خرید وفروخت وغیرہ حاصل نہ کیا ہو، نہ ہی ایک وقت کی نماز کے بقدر اس کی زندگی حالتِ ہوش وحواس میں گزری ہو اور نہ لوگ اس کو حالتِ ہوش میں معرکہ سے اٹھا کر لائے ہوں، البتہ اگر جانوروں کے روندنے اور پاؤں کے نیچے آنے کے ڈر سے اٹھا کر لائیں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ پس اگر کوئی شخص زخم کے بعد زیادہ کلام کرے تو وہ بھی شہید کے احکام میں داخل نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص وصیت کرے تو وہ

وصیت اگر کسی دنیاوی معاملہ میں ہو تو شہید کے حکم سے خارج ہو جائے گا اور اگر دینی معاملے میں ہو تو خارج نہیں ہو گا۔ اگر کوئی معرکۂ جنگ میں شہید ہوا اور اس سے یہ مذکورہ کام ہوں تو شہید کے احکام سے خارج ہو جائے گا، ورنہ نہیں، البتہ اگر یہ شخص لڑائی کے دوران شہید ہوا اور ابھی تک لڑائی ختم نہیں ہوئی تو مذکورہ فوائد حاصل کرنے کے باوجود وہ شہید ہے۔

مسئلہ ۱ جس شہید میں یہ سب شرائط پائی جائیں اس کا ایک حکم یہ ہے کہ اس کو غسل نہ دیا جائے اور اس کا خون اس کے جسم سے نہ دھویا جائے بلکہ اس کو اسی طرح دفن کر دیں۔ دوسرا حکم یہ ہے کہ جو کپڑے پہنے ہوئے ہو، ان کپڑوں کو اس کے جسم سے نہ اتارا جائے، البتہ اگر اس کے کپڑے عددِ مسنون سے کم ہوں تو عددِ مسنون کو پورا کرنے کے لیے کپڑے زیادہ کر دیئے جائیں، اسی طرح اگر اس کے کپڑے مسنون کفن سے زیادہ ہوں تو زائد کپڑے اتار لیے جائیں اور اگر اس کے جسم پر ایسے کپڑے ہوں جو کفن نہ بن سکتے ہوں جیسے چمڑے کی جیکٹ کوٹ وغیرہ تو ان کو بھی اتار لینا چاہیے، البتہ اگر ایسے کپڑوں کے سوا اس کے جسم پر کوئی کپڑا نہ ہو تو پھر جیکٹ وغیرہ کو نہیں اتارنا چاہیے۔ ٹوپی، جوتے، ہتھیار وغیرہ ہر حال میں اتار لیے جائیں اور باقی سب احکام نمازِ جنازہ وغیرہ جو دوسرے مردوں کے لیے ہیں وہ سب اس کے حق میں بھی جاری ہوں گے۔ اگر کسی شہید میں ان شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو اس کو غسل بھی دیا جائے گا اور دوسرے مردوں کی طرح نیا کفن بھی پہنایا جائے گا۔

کتاب الزکوٰۃ

صدقہ وخیرات کی فضیلت

نوٹ: ذیل میں درج مضمون اصل سے تلخیص کرکے پیش کیا جارہا ہے۔ (مرتب)

احادیث:

۱- حدیث میں ہے کہ سخاوت اللہ تعالیٰ کی عظیم صفت ہے یعنی اللہ تعالیٰ بہت بڑے سخی ہیں۔ (رواہ ابن النجار)

۲- فرمایا: ''بندہ (بعض اوقات) روٹی کا ایک ٹکڑا صدقہ کرتا ہے (پھر) اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ اُحد پہاڑ جتنا بڑھ جاتا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اس کا ثواب اتنا بڑھا دیتے ہیں جتنا احد پہاڑ کے برابر خرچ کرنے پر ملتا، اس لیے معمولی صدقے سے بھی گریز نہ کرنا چاہیے، جو توفیق ہو اللہ کی راہ میں صدقہ کردینا چاہیے۔

۳- فرمایا: ''جہنم سے بچاؤ کا سامان کرلو، چاہے کھجور کا ایک ٹکڑا ہی صدقہ کرکے کرو۔'' (رواہ الطبرانی)

یعنی اگرچہ تھوڑی سی چیز ہی ہو خیرات کردو، یہ نہ سوچو کہ اتنی سی چیز کی کیا خیرات کریں، کیا پتہ یہی جہنم سے نجات کا ذریعہ بن جائے۔

۴- فرمایا: ''صدقہ کے ذریعہ سے روزی طلب کرو۔'' (کنزالعمال)

یعنی صدقہ کیا کرو اس کی برکت سے روزی میں ترقی ہوگی۔

۵ فرمایا: ''احسان اور بھلائی بری موت سے بچاتی ہے، پوشیدہ طور پر صدقہ کرنا اللہ تعالیٰ کے غصہ کو ٹھنڈا کرتا ہے اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا عمر کو بڑھاتا ہے۔'' (رواہ الطبرانی)

٦- فرمایا: ''سائل کا حق ہے، چاہے وہ گھوڑے پر آئے۔''

یعنی سائل جس سے سوال کرے اس پر سائل کا حق ہے، چاہے سائل کی بظاہر کتنی ہی اچھی حالت کیوں نہ ہو، یہاں تک کہ اگر گھوڑے پر سوار ہو جو کہ بظاہر مالداری کی علامت ہے، اس کو بھی دے دینا چاہیے، اس لیے کہ ایسا شخص عموماً کسی مجبوری کی وجہ سے ہی سوال کرتا ہے، یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ یہ گھوڑے پر سوار ہے، یہ کیسے محتاج ہوسکتا ہے؟ البتہ اگر کسی طرح یہ معلوم ہو جائے کہ یہ ضرورت مند نہیں بلکہ اس نے مال کمانے کے لیے بھیک مانگنے کا پیشہ اختیار کرلیا ہے تو اس کو دینا حرام ہے اور اس

کے لیے مانگنا بھی حرام ہے۔

۷۔ فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کریم ہے اور کرم کو پسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلند اخلاق محبوب ہیں (بلند ہمتی کے نیک کام، جیسے: صدقہ خیرات کرنا، ذلت سے بچنا، دوسرے کو تکلیف سے بچانے کے لیے خود تکلیف اٹھانا وغیرہ) اور اللہ تعالیٰ کو گھٹیا اخلاق ناپسند ہیں۔'' (جیسے دینی امور میں کم ہمتی) (رواہ الحاکم وغیرہ)

۸۔ فرمایا: ''صدقہ قبر کی گرمی کو ٹھنڈا کرتا ہے اور یقیناً قیامت کے دن مسلمان اپنے صدقہ کے سایہ میں ہوگا۔''

(رواہ الطبرانی)

۹۔ فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ خاص بندے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے کے لیے منتخب فرمالیا ہے۔ لوگ مجبوری کی حالت میں ان کے پاس آتے ہیں، یہ لوگ حاجتیں پوری کرنیوالے اور اللہ کے عذاب سے امن پانے والے ہیں۔''

۱۰۔ فرمایا: ''اے بلال! خرچ کر اور عرش والے کی طرف سے کمی کا اندیشہ نہ کر۔''

یعنی مناسب مواقع پر خوب خرچ کرو اور اللہ تعالیٰ سے کمی کا اندیشہ نہ کرو۔

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ ہر شخص بے حد وحساب خرچ کرے اور پھر پریشان ہو، بلکہ جو ہمت والے لوگ ہیں اور ان میں صبر کی قوت ہے، وہ جتنا چاہیں نیک کاموں میں خرچ کریں، بشرطیکہ کسی کی حق تلفی نہ ہو، اس لیے کہ ہاتھ تنگ ہوجانے کی صورت میں وہ صبر وہمت سے کام لیں گے اور انہیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے ہمیں مزید عطا فرمائے گا، لیکن جو کمزور دل ہیں اگر آج خرچ کردینے سے کل ان پر تنگی ہوگئی تو ان کا دل ڈانواں ڈول ہونے لگے گا اور ہمت پست ہوجائے گی، ان کے لیے زیادہ خرچ مناسب نہیں، وہ صرف شریعت کی طرف سے مقرر کیے ہوئے ضروری مواقع پر ہی خرچ کریں، جیسے: زکوٰۃ، صدقۂ فطرہ وغیرہ، اسی طرح ضرورت کے مواقع میں بھی خرچ کریں۔ خوب سمجھ لیں! یہ تشریح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے جس کی تفصیل درجِ ذیل ہے:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک بار جہاد کے لیے اپنا تمام مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کردیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''گھر میں کیا چھوڑا ہے؟'' تو انہوں نے عرض کیا: ''اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام چھوڑ آیا ہوں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تمام مال ان سے قبول کرلیا، اس لیے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نہایت اعلیٰ مقام پر فائز تھے، ان کے پریشان ہوجانے کا اندیشہ نہیں تھا، مگر ایک دوسرے موقع پر ایک اور صحابی نے معمولی سا سونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں پیش کیا تو آپ ﷺ نے قبول نہیں فرمایا، اس لیے کہ وہ دل کے کمزور تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح باہمت نہیں تھے۔

۱۱- فرمایا: ''نیکی کی جگہ بتلانے والا (ثواب میں) نیکی کرنے والے کی طرح ہے۔'' (رواہ البزار)

یعنی جو شخص کسی کو حسن سلوک کی جگہ بتادے، یا کسی ضرورت مند کی جائز سفارش کردے جس سے اس کی ضرورت پوری ہوجائے تو اس کو ایسا ہی ثواب ملے گا جیسا کہ اس نے خود ضرورت مند کی مدد کی ہو۔

۱۲- فرمایا: ''تین آدمی تھے: ایک کے پاس دس دینار تھے، اس نے ایک دینار صدقہ کردیا، دوسرے کے پاس دس اوقیہ چاندی (چارسو درہم) تھے اس نے ایک اوقیہ (چالیس درہم) صدقہ کردیا، تیسرے کے پاس سو اوقیہ تھے اس نے دس اوقیہ صدقہ کردیے۔ ان سب کو برابر ثواب ملا، اس لیے کہ ہر ایک نے اپنے مال کا دسواں حصہ صدقہ کیا۔''

یعنی اگرچہ ان میں سے بعض کے صدقہ کی مقدار دوسرے سے زیادہ تھی مگر اللہ تعالیٰ نیت کو دیکھتے ہیں اور چونکہ ہر ایک نے اپنے مال کا دسواں حصہ نکالا، اس لیے ثواب میں برابر رہے۔

۱۳- فرمایا: ''ایک درہم ایک لاکھ درہم سے بڑھ گیا۔ (اس کی صورت یہ بیان فرمائی کہ) ایک شخص کے پاس صرف دو درہم ہیں، اس نے ان میں سے ایک درہم صدقہ کردیا، دوسرے کے پاس کئی لاکھ درہم ہیں، اس نے ان میں سے ایک لاکھ درہم صدقہ کیا۔'' (رواہ النسائی)

یعنی پہلا شخص باوجود تھوڑا صدقہ کرنے کے ثواب میں بڑھ گیا اس لیے کہ اس نے اپنے مال کا نصف صدقہ کردیا، جبکہ دوسرے کے صدقے کی رقم اگرچہ زیادہ ہے مگر وہ اس کے آدھے مال سے بہت کم ہے، اس لیے پہلے کے مقابلے میں اس کو کم ثواب ملا۔ اللہ تعالیٰ کی کیسی رحمت ہے! اس کی قدر کریں۔

یاد رہے! کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی سائل کو انکار نہیں فرمایا، اگر کچھ ہوا دے دیا، ورنہ دوسرے وقت آنے کا وعدہ فرمالیا اور ساری زندگی آپ ﷺ اور آپ کے گھر والوں نے جو کی روٹی بھی دو دن مسلسل سیر ہوکر نہیں کھائی۔

کیسی بے رحمی کی بات ہے کہ آدمی کے پاس گنجائش ہونے کے باوجود اپنے مسلمان بھائی کی مدد نہ کرے اور خود آرام سے رہے۔

۱۴- فرمایا: ''مؤمن کے دروازے پر سائل اللہ کی طرف سے ہدیہ ہے۔'' (رواہ الخطیب)

ظاہر ہے ہدیہ اچھی طرح قبول کرنا چاہیے، بالخصوص جبکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہو، لہٰذا سائل کی حسبِ حیثیت خوب

خدمت کرنی چاہیے۔

۱۵- فرمایا: ''صدقہ کیا کرو اور اپنے بیماروں کا علاج صدقہ کے ذریعہ سے کیا کرو، اس لیے کہ صدقہ آفات اور بیماریوں کو دور کرتا ہے اور تمہاری عمروں اور نیکیوں میں اضافہ کرتا ہے۔'' (رواہ الدیلمی)

۱۶- فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا ہر ولی سخاوت اور اچھی عادت پر پیدا کیا گیا ہے۔'' (رواہ ابن ماجہ)

یعنی اللہ تعالیٰ کے ہر ولی میں سخاوت اور اچھی عادات ہوتی ہیں۔ والحمد للہ

زکوٰۃ کا بیان

زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر وعیدیں:

﴿مسئلہ ۱﴾ جس کے پاس مال ہو اور اس کی زکوٰۃ نہ نکالتا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا گناہ گار ہے، قیامت کے دن اس پر بڑا سخت عذاب ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کے پاس سونا چاندی ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ نہ دیتا ہو قیامت کے دن اس کے لیے آگ کی تختیاں بنائی جائیں گی، پھر ان کو دوزخ کی آگ میں گرم کر کے ان تختیوں سے اس کی دونوں کروٹیں، پیشانی اور پیٹھ داغی جائے گی اور جب وہ ٹھنڈی ہو جائیں گی تو پھر گرم کر لی جائیں گی۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے زکوٰۃ ادا نہ کی تو قیامت کے دن اس کا مال بڑا زہریلا گنجا سانپ بنایا جائے گا اور وہ اس کی گردن میں لپٹ جائے گا، پھر اس کے دونوں جبڑے نوچے گا اور کہے گا: ''میں ہی تیرا مال ہوں، میں ہی تیرا خزانہ ہوں۔'' (بخاری)

اللہ تعالیٰ کی پناہ! اتنا عذاب برداشت کرنے کی طاقت کس میں ہو سکتی ہے؟ تھوڑے سے لالچ کے بدلے یہ مصیبت بھگتنا بڑی بیوقوفی کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی دی ہوئی دولت کو اللہ تعالیٰ ہی کی راہ میں خرچ نہ کرنا کتنی نامناسب بات ہے۔

سونے چاندی کا نصاب:

﴿مسئلہ ۲﴾ جس کے پاس ساڑھے باون تولہ (۶۱۲،۳۵ گرام[۱]) چاندی یا ساڑھے سات تولہ (۸۷،۴۷۹ گرام[۲]) سونا ہو (یا ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر نقد رقم ہو) اور ایک سال تک باقی رہے تو سال گزرنے پر اس کی زکوٰۃ دینا واجب ہے اور اگر اس سے کم ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

(۱) یعنی تقریباً ۶۱۳ گرام (۲) یعنی تقریباً ۸۸ گرام

دورانِ سال مال کم ہو جائے:

﴿مسئلہ۳﴾ کسی کے پاس آٹھ تولہ سونا چار مہینے یا چھ مہینے تک رہا، پھر وہ کم ہو گیا اور دو تین مہینے کے بعد پھر مال مل گیا تب بھی زکوٰۃ دینا واجب ہے۔ غرض یہ کہ جب سال کے اوّل وآخر میں مالدار ہو جائے اور سال کے درمیان میں کچھ دن اس مقدار سے کم رہ جائے تو بھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ درمیان میں تھوڑے دن کم ہو جانے سے زکوٰۃ معاف نہیں ہوتی، البتہ اگر سارا مال ختم ہو جائے اور اس کے بعد پھر مال ملے تو جب پھر ملے گا اس وقت سے سال کا حساب کیا جائے گا۔

﴿مسئلہ۴﴾ کسی کے پاس آٹھ نو تولہ سونا تھا لیکن سال گزرنے سے پہلے پہلے ختم ہو گیا اور پورا سال نہیں گزرنے پایا تو زکوٰۃ واجب نہیں۔

مقروض پر زکوٰۃ:

﴿مسئلہ۵﴾ کسی کے پاس ساڑھے باون تولہ (۶۱۲،۳۵ گرام) چاندی کی قیمت ہے اور اتنی ہی رقم کا وہ مقروض ہے تو بھی زکوٰۃ واجب نہیں۔

﴿مسئلہ۶﴾ اگر کسی کے ذمہ اتنا قرض ہے کہ قرضہ ادا کر کے ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت بچتی ہے تو زکوٰۃ واجب ہے۔

سونے اور چاندی کی ہر چیز پر زکوٰۃ فرض ہے:

﴿مسئلہ۷﴾ سونے چاندی کے زیور، برتن وغیرہ سب پر زکوٰۃ واجب ہے، چاہے پہننے کے ہوں یا بند رکھے ہوں اور کبھی استعمال نہ ہوتے ہوں۔ غرض یہ کہ چاندی اور سونے کی ہر چیز پر زکوٰۃ واجب ہے، البتہ اگر اتنی مقدار سے کم ہو جو اوپر بیان ہوئی تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

سونے اور چاندی کو ملانے کا حکم:

﴿مسئلہ۸﴾ اگر کسی کے پاس نہ سونے کی پوری مقدار ہے اور نہ چاندی کی، بلکہ تھوڑا سا سونا ہے اور تھوڑی سی چاندی، تو اگر دونوں کی قیمت ملا کر ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہو جائے یا ساڑھے سات تولہ سونے کے برابر ہو جائے تو زکوٰۃ واجب ہے اور اگر دونوں چیزیں اتنی تھوڑی تھوڑی ہیں کہ دونوں کی قیمت نہ اتنی چاندی کے برابر ہے نہ اتنے سونے کے برابر تو زکوٰۃ واجب نہیں اور اگر سونے اور چاندی دونوں کی مقدار پوری پوری ہے تو قیمت لگانے کی ضرورت نہیں۔

کھوٹ ملے سونے، چاندی کی زکوٰۃ:

﴿مسئلہ۹﴾ سونا چاندی اگر کھرا نہ ہو بلکہ اس میں کچھ کھوٹ ہو، جیسے: چاندی میں قلعی ملی ہوئی ہے تو دیکھو کہ چاندی

زیادہ ہے یا قلعی، اگر چاندی زیادہ ہو تو اس کا وہی حکم ہے جو چاندی کا ہے یعنی اگر اتنی مقدار ہو جو اوپر بیان ہوئی تو زکوٰۃ واجب ہے اور اگر قلعی زیادہ ہے تو اس کو چاندی نہیں سمجھیں گے۔ پس جو حکم پیتل، تانبے، لوہے وغیرہ کا آگے آئے گا وہی حکم اس کا بھی ہے۔

زکوٰۃ واجب ہونے اور نہ ہونے کی بعض اہم صورتیں:

﴿مسئلہ۱۰﴾ فرض کریں ایک تولہ سونے کی قیمت آٹھ ہزار روپے اور ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت مثلاً: سات ہزار روپے ہے اور کسی کے پاس ایک تولہ سونا، کچھ نقد روپے (چاہے تھوڑے سے ہی ہوں) یا تھوڑی سی چاندی ہو یا کوئی مالِ تجارت ہو اور اس پر سال گزر جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی، البتہ اگر صرف ایک تولہ سونا ہو اس کے ساتھ روپے اور چاندی وغیرہ کچھ بھی نہ ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

﴿مسئلہ۱۱﴾ کسی کے پاس مثلاً: سات تولہ سونے کے زیوارت ہیں، جن کی قیمت ساڑھے سات تولہ سونے کے برابر یا اس سے زیادہ ہے یا پچاس تولہ چاندی کے زیوارت ہیں، جن کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر یا زیادہ ہے، لیکن اس کے پاس کوئی اور مالِ زکوٰۃ نہیں، تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں، اس لیے کہ جب صرف چاندی یا صرف سونا پاس ہو تو وزن کا اعتبار ہے، قیمت کا نہیں۔

دورانِ سال اضافہ کا حکم:

﴿مسئلہ۱۲﴾ کسی کے پاس سو روپے ضرورت سے زائد رکھے تھے، پھر سال پورا ہونے سے پہلے پہلے پچاس روپے اور مل گئے تو اس پچاس روپے کا حساب الگ نہیں کریں گے بلکہ اسی سو روپے کے ساتھ اس کو ملا دیں گے، جب سو روپے کا سال پورا ہوگا تو پورے ڈیڑھ سو کی زکوٰۃ واجب ہوگی اور یہی سمجھیں گے کہ پورے ڈیڑھ سو پر سال گزر گیا۔

﴿مسئلہ۱۳﴾ کسی کے پاس سو تولہ چاندی رکھی تھی پھر سال گزرنے سے پہلے دو چار تولہ سونا آ گیا یا نو دس تولہ سونا مل گیا تب بھی اس کا حساب الگ نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس چاندی کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ کا حساب ہوگا، پس جب اس چاندی کا سال پورا ہو جائے گا تو اس سب مال کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

مالِ تجارت پر زکوٰۃ کا حکم:

﴿مسئلہ۱۴﴾ سونے چاندی کے سوا اور جتنی چیزیں ہیں، جیسے: لوہا، تانبا، پیتل، گلٹ وغیرہ، ان چیزوں کے بنے ہوئے برتن، کپڑے، جوتے وغیرہ اور اس کے علاوہ جو کچھ سامان ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس سے کوئی شخص تجارت کرتا ہو تو دیکھو وہ

سامان کتنا ہے؟ اگر اتنا ہے کہ اس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونے کے برابر ہے تو جب سال گزر جائے تو اس سامان تجارت میں زکوٰۃ واجب ہے اور اگر اتنا نہ ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں اور اگر وہ مالِ تجارت کے لیے نہیں، تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں، چاہے جتنا مال ہو، اگر ہزاروں روپے کا مال ہو تب بھی زکوٰۃ واجب نہیں۔

مالِ تجارت کی تعریف:

مسئلہ ۱۵ مالِ تجارت اس مال کو کہتے ہیں جو تجارت کی نیت سے خریدا گیا ہو اور خریدنے کے بعد بھی تجارت کی نیت باقی ہو۔ چنانچہ اگر کسی نے اپنے گھر کے خرچ کے لیے یا شادی وغیرہ کے لیے چاول خریدے، پھر ان چاولوں کی تجارت کا ارادہ ہو گیا، تو یہ مالِ تجارت نہیں ہوگا اور نہ اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

گھریلو سامان اور استعمال کی چیزوں پر زکوٰۃ نہیں:

مسئلہ ۱۶ گھر کا ساز و سامان جیسے: پتیلی، دیگچہ، بڑی دیگ، پرات، چلمچی وغیرہ، کھانے پینے کے برتن، رہنے سہنے کا مکان، پہننے کے کپڑے، سچے موتیوں کا ہار وغیرہ ان سب چیزوں میں زکوٰۃ واجب نہیں، چاہے جتنا ہو اور روزمرہ کے استعمال میں آتا ہو یا نہ آتا ہو، کسی طرح بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، البتہ اگر یہ تجارت کا سامان ہو تو پھر اس میں زکوٰۃ واجب ہے۔

خلاصہ: سونا چاندی کے سوا اور جتنا مال اور سامان ہو، اگر وہ تجارت کے لیے ہے تو زکوٰۃ واجب ہے اور اگر وہ تجارت کے لیے نہیں تو زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۷ پہننے کے جوڑے چاہے جتنے زیادہ قیمتی ہوں ان میں زکوٰۃ واجب نہیں، لیکن اگر ان میں چاندی کا اتنا کام ہے کہ اگر چاندی الگ کر لی جائے تو ساڑھے باون تولہ یا اس سے زیادہ نکلے گی، تو اس چاندی پر زکوٰۃ واجب ہے اور اگر اتنا نہ ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں۔

کرایہ پر دیے ہوئے مکان وغیرہ پر زکوٰۃ نہیں:

مسئلہ ۱۸ کسی کے پاس پانچ دس گھر ہیں، ان کو کرایہ پر چلاتا ہے تو ان مکانوں پر زکوٰۃ واجب نہیں، چاہے جتنی قیمت کے ہوں۔ ایسے ہی کسی نے دو چار سو روپے کے برتن خرید لیے اور ان کو کرایہ پر چلاتا رہتا ہے تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں، غرض یہ کہ کرایہ پر چلانے کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔

مختلف اموال کی زکوٰۃ:

مسئلہ ۱۹ اگر کسی کے پاس سونا، چاندی، نقدی اور مالِ تجارت ان سب اموال کا مجموعہ یا ان میں سے بعض کا مجموعہ

ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی ورنہ نہیں، البتہ اگر کسی کے پاس صرف سونا چاندی ہو، نقدی اور مالِ تجارت میں سے کچھ بھی نہ ہو تو اس صورت میں سونے اور چاندی کے اپنے اپنے نصاب کا اعتبار ہوگا۔

جو مال کسی کے ذمہ قرض ہو:

﴿مسئلہ ۲۰﴾ اگر کسی کے ذمہ تمہارا قرض ہو تو اس قرض پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ [اس کی تفصیل آگے آرہی ہے]

قرض کی قسمیں:

قرض کی تین قسمیں ہیں:

۱- قوی ۲- متوسط ۳- ضعیف

دَین قوی:

قوی یہ ہے کہ نقد روپیہ یا سونا، چاندی کسی کو قرض دیا، یا تجارت کا سامان بیچا، اس کی قیمت باقی ہے اور ایک سال کے بعد یا دو تین سال کے بعد وصول ہوا، تو اگر اتنی مقدار ہو جتنی پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو گزشتہ تمام سالوں کی زکوٰۃ دینا واجب ہے اور اگر یکمشت وصول نہ ہو تو جب اس میں سے گیارہ تولہ (۱۲۲،۴۷۲ گرام) چاندی کی قیمت وصول ہو تب اتنے کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے [پھر جب مزید گیارہ تولہ چاندی کی قیمت وصول ہو تو اس کی زکوٰۃ دے، اسی طرح مکمل وصولی ہونے تک زکوٰۃ دیتا رہے] اور اگر گیارہ تولہ چاندی کی قیمت بھی تھوڑی تھوڑی کر کے وصول ہو تو جب بھی یہ مقدار پوری ہو جائے اتنی مقدار کی زکوٰۃ ادا کرے اور جب زکوٰۃ دے تو گزشتہ تمام سالوں کی دے اور اگر قرضہ اس سے کم ہو تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، البتہ اگر اس کے پاس کچھ اور مال بھی ہو اور دونوں کو ملا کر مقدار پوری ہو جائے تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔

دَین متوسط:

﴿مسئلہ ۲۱﴾ متوسط دَین یہ ہے کہ نقد نہیں دیا، نہ تجارت کا مال بیچا بلکہ کوئی اور چیز بیچی تھی جو تجارت کے لیے نہیں تھی، جیسے: پہننے کے کپڑے یا گھریلو سامان بیچ دیا، اس کی قیمت باقی ہے اور اتنی مقدار ہے جتنی میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، پھر وہ قیمت کئی سال کے بعد وصول ہو تو گزشتہ تمام سالوں کی زکوٰۃ دینا واجب ہے اور اگر سب ایک ساتھ وصول نہ ہو بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے ملے تو جب تک اتنی رقم وصول نہ ہو جائے جو بازار کے نرخ سے ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تب تک زکوٰۃ واجب نہیں۔ جب مذکورہ مقدار میں رقم وصول ہو تو گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ دینا واجب ہے۔

[تنبیہ: دَین قوی اور دَین متوسط میں آسانی اس میں ہے کہ قرض وصول ہونے سے پہلے ہی اپنے دوسرے اموال کی

زکوٰۃ ادا کرتے وقت ان کی زکوٰۃ بھی ادا کر دی جائے۔]

دَین ضعیف:

﴿مسئلہ۲۲﴾ تیسری قسم (ضعیف) یہ ہے کہ شوہر کے ذمہ مہر ہو، وہ بیوی کو کئی سال کے بعد ملا تو اس کی زکوٰۃ کا حساب وصولی کے دن سے ہوگا، گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب نہیں، اس کے بعد اگر اس پر سال گزر جائے تو زکوٰۃ واجب ہوگی، ورنہ واجب نہیں۔

پیشگی زکوٰۃ ادا کرنا:

﴿مسئلہ۲۳﴾ اگر کوئی مالدار آدمی جس پر زکوٰۃ واجب ہے، سال گزرنے سے پہلے ہی زکوٰۃ دے دے اور سال کے پورے ہونے کا انتظار نہ کرے تو یہ بھی جائز ہے اور زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے؛ اور اگر مالدار نہیں ہے بلکہ کہیں سے مال ملنے کی امید تھی، اس امید پر مال ملنے سے پہلے ہی زکوٰۃ دے دی تو یہ زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، جب مال مل جائے اور اس پر سال گزر جائے تو پھر زکوٰۃ دینا چاہیے۔

﴿مسئلہ۲۴﴾ مالدار آدمی اگر کئی سال کی زکوٰۃ پیشگی دے دے تو یہ بھی جائز ہے، لیکن اگر کسی سال مال بڑھ گیا تو جتنا مال بڑھ گیا اس کی زکوٰۃ پھر سے دینا پڑے گی۔

﴿مسئلہ۲۵﴾ کسی کے پاس نصاب کے جتنے روپے ضرورت سے زیادہ رکھے ہوئے ہیں [آج کل کے حساب سے ۶۱۲٫۳۵ گرام چاندی کی قیمت نصاب شمار ہوتی ہے] اور اتنے روپے کہیں اور سے ملنے کی امید ہے، اس نے دونوں نصابوں کی زکوٰۃ سال پورا ہونے سے پہلے ہی پیشگی دے دی تو یہ بھی درست ہے، لیکن اگر سال کے اختتام پر روپیہ نصاب سے کم ہوگیا تو زکوٰۃ معاف ہوگئی اور زکوٰۃ میں دی ہوئی رقم نفلی صدقہ ہو جائے گی۔

سال گزرنے کے بعد مال ضائع ہوگیا:

﴿مسئلہ۲۶﴾ کسی کے مال پر پورا سال گزر گیا لیکن ابھی زکوٰۃ ادا نہیں کی تھی کہ سارا مال چوری ہوگیا یا اور کسی طرح سے ضائع ہوگیا تو زکوٰۃ معاف ہوگئی۔

﴿مسئلہ۲۷﴾ سال پورا ہونے کے بعد کسی نے اپنا سارا مال خیرات کر دیا تب بھی زکوٰۃ معاف ہوگئی۔ کسی کے پاس دو نصابوں کے جتنے روپے تھے، ایک سال کے بعد اس میں سے ایک نصاب کے بقدر چوری ہوگئے یا خیرات کر دیے تو ایک نصاب کی زکوٰۃ معاف ہوگئی، صرف بقیہ ایک کی زکوٰۃ دینا پڑے گی۔

سال پورا ہونے کے بعد مال کسی کو دے دیا یا ضائع کر دیا:

اگر خود اپنا مال کسی کو دے دیا یا اور کسی طرح اپنی مرضی سے خرچ یا ضائع کر دیا تو جتنی زکوٰۃ واجب ہوئی تھی وہ معاف نہیں ہوئی، بلکہ دینا پڑے گی۔

اضافہ

تجارتی پلاٹ پر زکوٰۃ:

﴿مسئلہ ۱﴾ اگر کوئی شخص تجارت کی نیت سے پلاٹ خریدے اور یہی نیت باقی رہے تو پلاٹ کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہو گی، دوسرے اموال تجارت کے ساتھ ملا کر اس کی زکوٰۃ بھی ادا کی جائے اور اگر دوسرے اموال نہ ہوں تو بھی پلاٹ کی قیمت نصاب کے بقدر ہونے کی صورت میں زکوٰۃ واجب ہے۔ (أحسن الفتاوی: ۴/۳۰۵)

فکسڈ ڈپازٹ پر زکوٰۃ:

﴿مسئلہ ۲﴾ بینک میں رقم جمع کرانے کا ایک طریقہ فکسڈ ڈپازٹ ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ رقم کو بینک میں ایک مخصوص مدت تین، پانچ یا سات سال کے لیے اس شرط پر رکھتے ہیں کہ مدت مقررہ سے پہلے یہ رقم ناقابل واپسی ہوتی ہے، اس مدت کی تکمیل پر یہ رقم ایک مقررہ شرح سود کے ساتھ واپس مل جاتی ہے، اس پر جو سود ملتا ہے وہ تو ناجائز اور حرام ہونے کی وجہ سے بلا نیتِ ثواب صدقہ کرنا ضروری ہے، اصل جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ واجب ہے لیکن اس کی ادائیگی وصولی کے ساتھ ہی واجب ہوگی، وصول ہونے سے پہلے ادائیگی واجب نہیں، جائز ہے، لہٰذا اگر وصولی سے پہلے کسی نے زکوٰۃ ادا کر دی تو بھی ادا ہو جائے گی۔ (ماخوذ از جدید فقہی مسائل: ۱۳۲)

بینک میں جمع شدہ رقوم پر زکوٰۃ:

﴿مسئلہ ۳﴾ بینک میں جمع کردہ رقوم پر بھی زکوٰۃ واجب ہے، سال گزرنے پر دیگر اموال کے ساتھ ان کی زکوٰۃ بھی ادا کی جائے، فکسڈ ڈپازٹ کے علاوہ دیگر اکاؤنٹس جن میں ہر وقت رقم نکلوانے کا اختیار ہوتا ہے ان میں وصولی کا انتظار نہ کرے۔ (ماخوذ از أحسن الفتاویٰ: ۴/۳۱۱۔۳۳۴)

پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ:

﴿مسئلہ ۴﴾ پراویڈنٹ فنڈ میں جو رقم ملازم کی تنخواہ سے کاٹی جاتی ہے اور اس پر ماہانہ یا سالانہ جو اضافہ کیا جاتا ہے، یہ

سب ملازم کی خدمت کا وہ معاوضہ ہے جو ابھی اس کے قبضہ میں نہیں آیا، لہٰذا وہ محکمہ کے ذمے ملازم کا قرض ہے۔ زکوٰۃ کے معاملہ میں فقہا کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے قرض کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں جن میں سے بعض پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور بعض پر نہیں ہوتی۔ وصول ہونے کے بعد ضابطہ کے مطابق زکوٰۃ واجب ہوگی، جس کی تفصیل یہ ہے:

۱- ملازم اگر پہلے سے صاحبِ نصاب نہیں تھا مگر اس رقم کے ملنے سے صاحبِ نصاب ہو گیا تو وصول ہونے کے وقت سے ایک قمری سال پورا ہونے پر زکوٰۃ واجب ہوگی بشرطیکہ اس وقت تک یہ شخص صاحبِ نصاب رہے، اگر سال پورا ہونے سے پہلے مال خرچ ہو کر اتنا کم رہ گیا کہ صاحبِ نصاب نہ رہا تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی اور اگر خرچ یا ضائع ہونے کے باوجود سال کے آخر تک مال بقدرِ نصاب بچا رہا تو جتنا باقی بچ گیا صرف اس کی زکوٰۃ واجب ہوگی، جو خرچ ہو گیا اس کی واجب نہ ہوگی۔

۲- اگر یہ ملازم پہلے سے صاحبِ نصاب تھا تو فنڈ کی رقم چاہے مقدارِ نصاب سے کم ملے یا زیادہ، اس کا سال علیحدہ شمار نہ ہوگا، بلکہ جو مال پہلے سے اس کے پاس تھا جب اس کا سال پورا ہوگا، یعنی پہلے سے موجود نصاب کی زکوٰۃ نکالنے کی تاریخ آئے گی تو فنڈ کی وصول شدہ رقم کی زکوٰۃ بھی اسی وقت واجب ہو جائے گی چاہے اس نئی رقم پر ایک دن ہی گزرا ہو۔

زکوٰۃ کی یہ تفصیل امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر مبنی تھی، صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق قرض کی ہر قسم پر زکوٰۃ فرض ہے، لہٰذا اگر کوئی احتیاط پر عمل کرتے ہوئے گزشتہ تمام سالوں کی زکوٰۃ ادا کر دے تو بہتر ہے۔ اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ جب سے یہ ملازم صاحبِ نصاب ہوا اس وقت سے ہر سال کے اختتام پر حساب کر لیا جائے کہ اب اس کے فنڈ میں کتنی رقم جمع ہے، جتنی رقم جمع ہے اس کی زکوٰۃ ادا کر دے، اسی طرح ہر سال کرتا رہے۔

مذکورہ بالا تفصیل اس وقت ہے جب کہ ملازم نے اپنے فنڈ کی رقم کسی دوسرے شخص یا کمپنی کی طرف منتقل نہ کروائی ہو، اگر اس نے یہ رقم کسی شخص، بینک، بیمہ کمپنی یا کسی اور تجارتی کمپنی یا ملازمین کے نمائندوں پر مشتمل بورڈ کی طرف منتقل کروا دی ہو تو یہ ایسا ہے جیسے خود اپنے قبضہ میں لے لی ہو، کیونکہ اس طرح وہ شخص یا کمپنی اس ملازم کی وکیل ہو گئی اور وکیل کا قبضہ شرعاً مؤکل کے قبضہ کے حکم میں ہے، لہٰذا جب سے یہ رقم اس کمپنی کی طرف منتقل ہوئی اس وقت سے اس پر بالاتفاق زکوٰۃ واجب ہوگی اور ہر سال کی زکوٰۃ مذکورہ بالا ضابطہ کے مطابق لازم ہوگی۔ تجارتی کمپنی کو نفع ونقصان میں شراکت کی بنیاد پر دینے کی صورت میں جب سے اس پر نفع ملنا شروع ہوگا اس وقت سے نفع پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

بیمہ کمپنی کو یا کسی سودی کاروبار کرنے والی کمپنی کو دینے کی صورت میں نفع حرام ہے۔

زکوۃ میں مالِ تجارت کی قیمتِ فروخت کا اعتبار:

﴿مسئلہ۵﴾ زکوۃ کے لیے سامانِ تجارت کا حساب لگاتے ہوئے وہ قیمت لگائی جائے جس پر یہ چیزیں فروخت ہوتی ہیں اور اسی کے مطابق زکوۃ ادا کی جائے۔ (أحسن الفتاوی: ۲۰۹/۴)

جانوروں کی زکوٰۃ کا بیان

جانوروں پر زکوٰۃ کی شرائط:

مسئلہ ۱ سال گزرنا تمام اموالِ زکوٰۃ میں شرط ہے۔

مسئلہ ۲ جانور اگر ''سائمہ'' ہوں تو ان کی زکوٰۃ فرض ہے، سائمہ وہ جانور ہیں جن میں یہ باتیں پائی جائیں:

۱- سال کا اکثر حصہ گھر سے باہر مفت کا چارہ چرنے پر اکتفا کرتے ہوں اور گھر میں ان کے لیے چارہ کا انتظام نہ کیا جاتا ہو۔ اگر نصف سال باہر جا کر چرتے ہوں اور نصف سال ان کو گھر میں کھلایا جاتا ہو، چارہ چاہے قیمت دیکر کرلایا جائے یا مفت کا ہو تو پھر وہ ''سائمہ'' نہیں ہیں۔

۲- دودھ کی غرض سے یا نسل کے زیادہ ہونے کے لیے یا موٹا کرنے کے لیے رکھے گئے ہوں۔ اگر دودھ، نسل اور موٹاپے کی غرض سے نہ رکھے گئے ہوں بلکہ گوشت کھانے کے لیے یا سواری کے لیے ہوں تو پھر سائمہ نہیں کہلائیں گے۔

جنگلی جانوروں میں زکوٰۃ نہیں:

مسئلہ ۳ سائمہ جانوروں کی زکوٰۃ میں یہ شرط ہے کہ وہ اونٹ، گائے، بھینس، بکرا، بھیڑ یا دنبہ ہوں، جنگلی جانوروں مثلاً: ہرن وغیرہ میں زکوٰۃ فرض نہیں، البتہ اگر تجارت کی نیت سے خرید کر رکھے جائیں تو ان پر تجارت کی زکوٰۃ فرض ہوگی۔ جو جانور کسی پالتو اور جنگلی جانور سے مل کر پیدا ہوں تو اگر ان کی ماں پالتو ہے تو وہ پالتو سمجھے جائیں گے اور اگر جنگلی ہے تو جنگلی سمجھے جائیں گے، مثلاً: بکری اور ہرن سے کوئی جانور پیدا ہو تو وہ بکری کے حکم میں ہے اور نیل گائے اور گائے سے کوئی جانور پیدا ہو تو وہ گائے کے حکم میں ہے۔

سال کے درمیان میں جانور فروخت کر دیا:

مسئلہ ۴ جانوروں کو درمیان سال میں فروخت کر دیا، اس کے عوض میں جو چیز ملے اگر اس میں تجارت کی نیت تھی تو اس حاصل شدہ کا سال نئے سرے سے شروع ہوگا اور فروخت شدہ جانوروں کی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔

جانوروں کے بچوں میں زکوٰۃ کا حکم:

مسئلہ ۵ جانوروں کے بچوں میں اگر وہ تنہا ہوں تو زکوٰۃ فرض نہیں۔ البتہ اگر ان کے ساتھ بڑا جانور بھی ہو تو پھر ان پر بھی زکوٰۃ فرض ہو جائے گی اور زکوٰۃ میں وہی بڑا جانور دیا جائے گا اور سال پورا ہونے کے بعد اگر وہ بڑا جانور مر جائے تو زکوٰۃ

ساقط ہو جائے گی۔

گھوڑوں میں زکوٰۃ ہے:

﴿مسئلہ ۶﴾ گھوڑوں پر جب وہ سائمہ ہوں اور نر و مادہ مخلوط ہوں، زکوٰۃ فرض ہے۔ یا تو فی گھوڑا ایک دینار یعنی پونے تین تولہ چاندی یا اس کی قیمت دے دے یا سب کی قیمت لگا کر اسی قیمت کا چالیسواں حصہ دیدے۔

گدھے اور خچر میں زکوٰۃ نہیں:

﴿مسئلہ ۷﴾ گدھے اور خچر پر جبکہ تجارت کے لیے نہ ہوں زکوٰۃ فرض نہیں۔

وقف کے جانوروں پر زکوٰۃ نہیں:

﴿مسئلہ ۸﴾ وقف کے جانوروں پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

اونٹ کا نصاب:

یاد رکھو کہ پانچ سے کم اونٹوں میں زکوٰۃ نہیں۔ پانچ اونٹوں میں ایک بکری، دس میں دو، پندرہ میں تین اور بیس میں چار بکریاں دینا فرض ہے، چاہے نر ہوں یا مادہ، مگر ایک سال سے کم کے نہ ہوں، درمیان میں کچھ نہیں، پھر پچیس اونٹوں میں ایک ایسی اونٹنی فرض ہے جس کا دوسرا سال شروع ہو، چھبیس سے پینتیس تک کچھ نہیں، پھر چھتیس اونٹوں میں ایک ایسی اونٹنی جس کا تیسرا سال شروع ہو چکا ہو، سینتیس سے پینتالیس تک کچھ نہیں، پھر چھیالیس اونٹوں میں ایک ایسی اونٹنی جس کا چوتھا سال شروع ہوا ہو، سینتالیس سے ساٹھ تک کچھ نہیں، پھر اکسٹھ اونٹوں میں ایک ایسی اونٹنی جس کا پانچواں سال شروع ہوا ہو، باسٹھ سے پچھتر تک کچھ نہیں، پھر چھہتر میں دو ایسی اونٹنیاں جن کا تیسرا سال شروع ہوا ہو، ستتر سے نوے تک کچھ نہیں، پھر اکیانوے میں دو ایسی اونٹنیاں جن کا چوتھا سال شروع ہوا ہو، بیانوے سے ایک سو بیس تک کچھ نہیں۔

جب ایک سو بیس سے زیادہ ہو جائیں تو پھر نیا حساب شروع کیا جائے گا یعنی اگر چار زیادہ ہیں تو کچھ نہیں، جب پانچ تک پہنچ جائیں یعنی ایک سو پچیس ہو جائیں تو ایک بکری اور دو ایسی اونٹنیاں جن کا چوتھا سال شروع ہوا ہو، اسی طرح ایک سو چوالیس تک ہر پانچ میں ایک بکری بڑھتی رہے گی، جب ایک سو پینتالیس ہو جائیں تو ایک دو سالہ اونٹنی اور دو تین سالہ اونٹنیاں ایک سو انچاس تک اور جب ایک سو پچاس ہو جائیں تو تین اونٹنیاں چوتھے برس والی واجب ہوں گی۔

جب اس سے بھی بڑھ جائیں تو پھر نئے سرے سے حساب ہوگا یعنی پانچ اونٹوں میں چوبیس تک ہر پانچ اونٹ پر ایک بکری تین چوتھے برس والی اونٹنیوں کے ساتھ اور پچیس میں ایک دوسرے برس والی اونٹنی اور چھتیس میں ایک تیسرے برس والی

اونٹنی، پھر جب ایک سو چھیانوے ہو جائیں تو چار تین برس والی اونٹنیاں دو سو تک، پھر جب اس سے بھی بڑھ جائیں تو ہمیشہ اسی طرح حساب چلے گا جیسا کہ ڈیڑھ سو کے بعد سے چلا ہے۔

﴿مسئلہ ۹﴾ اونٹ کی زکوٰۃ میں اگر اونٹ دیا جائے تو مادہ ہونا چاہیے، البتہ نر اگر قیمت میں مادہ کے برابر ہو تو درست ہے۔

گائے اور بھینس کا نصاب:

گائے اور بھینس دونوں زکوٰۃ کے حساب سے ایک چیز ہیں، دونوں کا نصاب بھی ایک ہے اور اگر دونوں کے ملانے سے نصاب پورا ہوتا ہو تو دونوں کو ملالیں گے، مثلاً: بیس گائے ہوں اور دس بھینسیں تو دونوں کو ملا کر تیس کا نصاب پورا کرلیں گے مگر زکوٰۃ میں وہی جانور دیا جائے گا جس کی تعداد زیادہ ہو یعنی اگر گائیں زیادہ ہیں تو زکوٰۃ میں گائے دی جائے گی اور اگر بھینسیں زیادہ ہیں تو زکوٰۃ میں بھینس دی جائے گی اور اگر دونوں برابر ہوں تو اعلیٰ قسم میں جو جانور کم قیمت کا ہو یا ادنیٰ قسم میں جو جانور زیادہ قیمت کا ہو وہ دیا جائے گا۔ تیس سے کم میں کچھ نہیں، پس تیس گائے بھینس میں گائے یا بھینس کا ایک بچہ جو پورے ایک برس کا ہو، نر ہو یا مادہ اور تیس کے بعد انتالیس تک کچھ نہیں، چالیس گائے بھینس میں پورے دو برس کا بچہ نر یا مادہ، اکتالیس سے انسٹھ تک کچھ نہیں، جب ساٹھ ہو جائیں تو ایک ایک برس کے دو بچے دیے جائیں گے، پھر جب ساٹھ سے زیادہ ہو جائیں تو ہر تیس میں ایک برس کا بچہ اور ہر چالیس میں دو برس کا بچہ، مثلاً: ستر ہو جائیں تو ایک ایک برس کا بچہ اور ایک دو برس کا بچہ، کیونکہ ستر میں ایک تیس کا نصاب ہے اور ایک چالیس کا اور جب اسّی ہو جائیں تو دو برس کے دو بچے کیونکہ اسّی میں چالیس کے دو نصاب ہیں اور نوے میں ایک ایک برس کے تین بچے، کیونکہ نوے میں تیس کے تین نصاب ہیں اور سو میں دو بچے ایک ایک برس کے اور ایک بچہ دو برس کا، کیونکہ سو میں دو نصاب تیس تیس کے اور ایک نصاب چالیس کا ہے، البتہ جہاں کہیں دونوں نصابوں کا حساب مختلف نتیجہ دیتا ہو وہاں اختیار ہے، جس کا چاہے اعتبار کریں، مثلاً: ایک سو بیس میں چار نصاب تو تیس کے ہیں اور تین نصاب چالیس کے، پس اختیار ہے کہ تیس کے نصاب کا اعتبار کر کے ایک ایک برس کے چار بچے دیں، یا چالیس کے نصاب کا اعتبار کر کے دو دو برس کے تین بچے دیں۔

بھیڑ اور بکری کا نصاب:

زکوٰۃ کے بارے میں بھیڑ، بکری سب یکساں ہیں، چاہے بھیڑ چکتی والی ہو جس کو ''دنبہ'' کہتے ہیں یا عام ہو۔ اگر دونوں کا نصاب الگ الگ پورا ہو تو دونوں کی زکوٰۃ ساتھ دی جائے گی اور مجموعہ ایک نصاب ہوگا اور اگر ہر ایک کا نصاب پورا نہ ہو مگر

دونوں کے ملا لینے سے نصاب پورا ہو جاتا ہے تب بھی دونوں کو ملا لیں گے اور جو زیادہ ہوگا تو زکوٰۃ میں وہی دیا جائے گا اور دونوں برابر ہوں تو اختیار ہے۔ چالیس بکری یا بھیڑ سے کم میں کچھ نہیں، چالیس بکری یا بھیڑ میں ایک بکری یا بھیڑ، چالیس کے بعد ایک سو بیس تک زائد میں کچھ نہیں۔ پھر ایک سو اکیس میں دو بھیڑیں یا بکریاں اور ایک سو بائیس سے دو سو تک زائد میں کچھ نہیں، پھر دو سو ایک میں تین بھیڑیں یا بکریاں، پھر تین سو ننانوے تک زائد میں کچھ نہیں، پھر چار سو میں چار بکریاں یا بھیڑیں پھر چار سو سے زیادہ میں ہر سو میں ایک بکری کے حساب سے زکوٰۃ دینا ہوگی، سو سے کم میں کچھ نہیں۔

مسئلہ ۱۰ بھیڑ بکری کی زکوٰۃ میں نر مادہ کی قید نہیں، البتہ ایک سال سے کم کا بچہ نہ ہونا چاہیے چاہے بھیڑ ہو یا بکری۔

زکوٰۃ ادا کرنے کا بیان

مقدارِ زکوٰۃ:

﴿مسئلہ ۱﴾ مال کا چالیسواں حصہ [ڈھائی فیصد] زکوٰۃ میں دینا واجب ہے یعنی سو روپے میں ڈھائی روپے اور چالیس روپے میں ایک روپیہ [یہ حساب کا طریقہ ہے کہ زکوٰۃ اس طرح واجب ہوتی ہے ورنہ صرف چالیس روپے میں زکوٰۃ واجب نہیں۔]

زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر:

﴿مسئلہ ۲﴾ جب مال پر پورا سال گزر جائے تو فوراً زکوٰۃ ادا کردے، نیک کام میں دیر کرنا اچھا نہیں، ممکن ہے کہ اچانک موت آجائے اور یہ فرض گردن پر رہ جائے۔ اگر سال گزرنے پر زکوٰۃ ادا نہیں کی یہاں تک کہ دوسرا سال بھی گزر گیا تو گنہگار ہوا، اب بھی توبہ کرکے دونوں سالوں کی زکوٰۃ دے دے، غرض عمر بھر میں کبھی نہ کبھی ضرور دے دے، ذمے میں باقی نہ رکھے۔

زکوٰۃ کی نیت:

﴿مسئلہ ۳﴾ جس وقت زکوٰۃ کا روپیہ کسی غریب کو دے اس وقت اپنے دل میں اتنا ضرور خیال کرلے کہ میں زکوٰۃ میں دیتا ہوں، اگر یہ نیت نہیں کی، یوں ہی دے دیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، دوبارہ دینا چاہیے اور جتنا دیا ہے اس کا ثواب الگ ملے گا۔

﴿مسئلہ ۴﴾ اگر فقیر کو دیتے وقت یہ نیت نہیں کی تو جب تک وہ رقم فقیر کے پاس ہے اس وقت تک یہ نیت کرلینا درست ہے، البتہ جب فقیر نے خرچ کرڈالا تو اس کے بعد نیت کرنے کا اعتبار نہیں، دوبارہ زکوٰۃ دے۔

﴿مسئلہ ۵﴾ کسی نے زکوٰۃ کی نیت سے کچھ رقم نکال کر الگ رکھ لی کہ جب کوئی مستحق ملے گا اسے دے دوں گا، پھر جب فقیر کو دیا اس وقت زکوٰۃ کی نیت کرنا بھول گیا تو بھی زکوٰۃ ادا ہوگئی، البتہ اگر زکوٰۃ کی نیت سے نکال کر الگ نہ رکھا تو ادا نہ ہوئی۔

﴿مسئلہ ۶﴾ کوئی قرض مانگنے آیا اور یہ معلوم ہے کہ وہ اتنا تنگ دست اور مفلس ہے کہ کبھی ادا نہ کرسکے گا یا ایسا نادہندہ ہے کہ قرض لے کر کبھی ادا نہیں کرتا، اس کو قرض کے نام سے زکوٰۃ کا روپیہ دے دیا اور اپنے دل میں سوچ لیا کہ میں زکوٰۃ دیتا ہوں تو زکوٰۃ ادا ہوگئی، اگرچہ لینے والا اپنے دل میں یہی سمجھے کہ مجھے قرض دیا ہے۔

﴿مسئلہ ۷﴾ اگر کسی کو انعام کے نام سے کچھ دیا مگر دل میں یہی نیت ہے کہ میں زکوٰۃ دیتا ہوں تب بھی زکوٰۃ ادا ہوگئی۔

قرض معاف کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی:

﴿مسئلہ۸﴾ کسی غریب آدمی پر تمہارے کچھ روپے قرض ہیں اور تمہارے مال کی زکوٰۃ بھی اتنے ہی روپے یا اس سے زیادہ ہے، اس کو اپنا قرض زکوٰۃ کی نیت سے معاف کر دیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، البتہ اس کو روپے زکوٰۃ کی نیت سے دے دیے تو زکوٰۃ ادا ہو گئی، اب یہی روپے اپنے قرض میں اس سے لینا درست ہے۔

مطلب یہ ہے کہ قرض معاف کرنے سے دوسرے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ رہی یہ بات کہ خود اس قرض کی بھی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ اس کی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔ (۱)

چاندی کی زکوٰۃ میں چاندی دی جائے تو وزن کا اعتبار ہے:

﴿مسئلہ۹﴾ اگر کوئی سونے کی زکوٰۃ میں سونا اور چاندی کی زکوٰۃ میں چاندی دینا چاہے تو ادائیگی میں وزن کا اعتبار ہوگا، قیمت کا نہیں، مثلاً زکوٰۃ اگر تین تولہ بنے تو تین تولے ہی دینا ضروری ہے، ایسا زیور جس کی قیمت تین تولے کے برابر ہے لیکن وزن تین تولے سے کم ہے زکوٰۃ میں دینا صحیح نہیں، البتہ اگر سونا چاندی کے بجائے تین تولے کی قیمت رقم میں یا کسی اور چیز کی صورت میں ادا کرے تو درست ہے۔

پوری زکوٰۃ ایک ہی وقت میں دینا ضروری نہیں:

﴿مسئلہ۱۰﴾ کسی نے زکوٰۃ کی رقم نکالی تو اسے اختیار ہے، چاہے ایک ہی مستحق کو سب دیدے یا تھوڑی تھوڑی کر کے کئی غریبوں کو دے دے اور چاہے اسی دن سب دے دے یا تھوڑا تھوڑا کر کے کئی مہینے میں دے۔

ایک فقیر کو کتنا دینا چاہیے؟

﴿مسئلہ۱۱﴾ بہتر یہ ہے کہ ایک غریب کو کم سے کم اتنا دیدے کہ اس دن یا اس ضرورت کے لیے کافی ہو جائے، کسی اور سے مانگنا نہ پڑے۔

﴿مسئلہ۱۲﴾ ایک ہی فقیر کو اتنا مال دے دینا جتنے مال کے ہونے پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، مکروہ ہے، لیکن اگر کسی نے دے دیا تو زکوٰۃ ادا ہو گئی۔

زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے وکیل بنانا:

﴿مسئلہ۱۳﴾ زکوٰۃ کا روپیہ خود نہیں دیا بلکہ کسی اور کو دے دیا کہ تم کسی کو دے دینا، یہ بھی جائز ہے، اب وہ شخص دیتے

(۱) از حاشیہ بہشتی زیور

وقت اگر زکوٰۃ کی نیت نہ بھی کرے تب بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

﴿مسئلہ ۱۴﴾ کسی غریب کو دینے کے لیے تم نے کچھ روپے کسی کو دیے، لیکن اس نے بعینہ وہی روپے فقیر کو نہیں دیے جو تم نے دیے تھے، بلکہ اپنے پاس سے اتنے روپے تمہاری طرف سے دے دیے اور یہ سوچا کہ وہ روپے میں رکھ لوں گا، تب بھی زکوٰۃ ادا ہوگئی، بشرطیکہ تمہارے روپے اس کے پاس موجود ہوں اور اب وہ شخص اپنے روپے کے بدلے میں تمہارے وہ روپے لے لے، البتہ اگر تمہارے دیے ہوئے روپے اس نے پہلے خرچ کر دیے، اس کے بعد اپنے روپے غریب کو دیے، تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی یا تمہارے روپے اس کے پاس رکھے تو ہیں لیکن اپنے روپے دیتے وقت یہ نیت نہ تھی کہ میں وہ روپے لے لوں گا تب بھی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، اب وہ روپے دوبارہ سے زکوٰۃ میں دے۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ ایک آدمی نے کسی سے کہا کہ آپ میری طرف سے زکوٰۃ ادا کر دیں اور اسے زکوٰۃ کی رقم نہیں دی، اس نے اس شخص کی طرف سے زکوٰۃ ادا کر دی تو زکوٰۃ ادا ہوگئی اور جتنی رقم اس نے زکوٰۃ میں دی ہے وہ اس شخص سے وصول کر لے۔

وکیل کا زکوٰۃ کی رقم اپنے رشتہ دار کو دینا یا خود لینا:

﴿مسئلہ ۱۶﴾ کسی نے ایک شخص کو زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے کچھ روپے دیے تو اس کو اختیار ہے، چاہے خود کسی غریب کو دے دے یا کسی اور کے سپرد کر دے کہ تم یہ روپیہ زکوٰۃ میں دے دینا اور نام بتانا ضروری نہیں کہ فلاں کی طرف سے یہ زکوٰۃ دینا اور وہ شخص وہ روپیہ اگر اپنے کسی رشتہ دار یا ماں باپ کو غریب دیکھ کر دے دے تو بھی درست ہے، لیکن اگر وہ خود غریب ہو تو خود لے لینا درست نہیں، البتہ اگر رقم دینے والے نے یہ کہہ دیا ہو کہ جو چاہو کرو اور جسے چاہو دے دو تو خود بھی لینا درست ہے۔

بغیر اجازت کسی کی طرف سے زکوٰۃ دینا:

﴿مسئلہ ۱۷﴾ اگر کسی نے دوسرے کی اجازت کے بغیر اس کی طرف سے زکوٰۃ دیدی تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، اگر چہ وہ منظور بھی کر لے، لہٰذا دینے والا اس سے دی ہوئی رقم کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ اگر وہ خود سے دے دے تو اسی کی مرضی ہے۔

زکوٰۃ کے متفرق مسائل:

﴿مسئلہ ۱۸﴾ اگر کوئی شخص حرام مال کو حلال کے ساتھ ملا دے تو سب کی زکوٰۃ دینا ہوگی۔ یعنی مال مخلوط میں سے ایک حصہ حرام ہو تو وہ مانع زکوٰۃ نہیں، لیکن اگر کوئی اور وجہ مانع زکوٰۃ ہو تو یہ دوسری بات ہے۔

﴿مسئلہ ۱۹﴾ اگر کوئی شخص زکوٰۃ واجب ہونے کے بعد مر جائے تو اس کے مال کی زکوٰۃ نہیں لی جائے گی، البتہ اگر وہ

وصیت کر گیا ہو تو اس کے تہائی مال میں سے زکوٰۃ لی جائے گی، اگر چہ تہائی مال سے پوری زکوٰۃ ادا نہ ہو اور اگر اس کے وارث تہائی سے زیادہ دینے پر راضی ہوں تو جتنا وہ اپنی خوشی سے دے دیں لیا جائے گا۔[بشرطیکہ تمام وارث عاقل بالغ ہوں]

مسئلہ ۲۰ اگر ایک سال کے بعد اپنا قرض مقروض کو معاف کر دے تو اس کو ایک سال کی زکوٰۃ دینا نہیں پڑے گی، البتہ اگر وہ مقروض مال دار ہے تو اس کو معاف کرنا مال کا خرچ کرنا سمجھا جائے گا اور قرض خواہ کو زکوٰۃ دینا پڑے گی، کیونکہ مال خرچ کر دینے سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی۔

مسئلہ ۲۱ فرض اور واجب صدقات کے علاوہ صدقہ دینا اسی وقت مستحب ہے جبکہ مال اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضرورتوں سے زائد ہو، ورنہ مکروہ ہے۔ اسی طرح اپنا کل مال صدقہ میں دے دینا بھی مکروہ ہے، البتہ اگر وہ اپنے نفس میں توکل اور صبر کی صفت یقینی طور پر جانتا ہو اور اہل وعیال کو بھی تکلیف کا احتمال نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں، بلکہ بہتر ہے۔

پیداوار کی زکوٰۃ کا بیان

عشری زمین اور اس کا حکم:

﴿مسئلہ۱﴾ کوئی شہر کافروں کے قبضہ میں تھا، وہی لوگ وہاں رہتے تھے، پھر مسلمان ان پر حملہ آور ہوئے اور وہ شہر ان سے چھین لیا اور وہاں دینِ اسلام پھیلایا اور مسلمان بادشاہ نے کافروں کی ساری زمین مسلمانوں میں تقسیم کر دی، تو ایسی زمین کو شریعت میں ''عشری'' کہتے ہیں اور اگر اس شہر کے رہنے والے لوگ سب کے سب خوشی سے مسلمان ہو گئے، لڑنے کی ضرورت نہیں پڑی، تب بھی اس شہر کی زمین عشری کہلائے گی۔ عرب کی ساری زمین عشری ہے۔

﴿مسئلہ۲﴾ اگر کسی کے باپ دادا سے یہی عشری زمین برابر چلی آتی ہو یا کسی ایسے مسلمان سے خریدی جس کے پاس اسی طرح چلی آئی ہو تو ایسی زمین میں جو کچھ پیداوار ہو، اس میں بھی عشر (دس فیصد) واجب ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر کھیت کو پانی نہ دینا پڑے، بارش کے پانی سے پیدوار ہو یا ندی اور دریا کے کنارے پر ترائی میں کوئی چیز بوئی اور پانی دیے بغیر پیدا ہو گئی، تو ایسی پیداوار کا دسواں حصہ خیرات کرنا واجب ہے، یعنی دس من میں ایک من اور دس سیر میں ایک سیر اور اگر کھیت کو ٹیوب ویل کے ذریعے یا کسی اور طریقے سے پانی دیا ہے تو پیداوار کا بیسواں حصہ (پانچ فیصد) خیرات کرے یعنی بیس من میں ایک من اور بیس سیر میں ایک سیر اور یہی حکم باغ کا ہے۔ ایسی زمین میں کتنی ہی کم پیداوار ہوئی ہو بہرحال اس کا عشر دینا واجب ہے، کم اور زیادہ ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے۔

﴿مسئلہ۳﴾ اناج، ساگ، ترکاری، میوہ، پھل، پھول وغیرہ جو کچھ پیدا ہو سب کا یہی حکم ہے۔

﴿مسئلہ۴﴾ اگر عشری زمین کوئی کافر خرید لے تو وہ عشری نہیں رہتی، پھر اگر اس سے مسلمان بھی خرید لے یا کسی اور طریقے سے اس کو مل جائے تب بھی وہ عشری نہیں ہوگی۔

عشر پیدوار کے مالک پر ہے:

﴿مسئلہ۵﴾ یہ بات کہ یہ دسواں یا بیسواں حصہ نکالنا کس کے ذمہ ہے؟ یعنی آیا یہ زمین کے مالک پر ہے یا پیداوار کے مالک پر ہے؟ اس کے بارے میں علمائے کرام کا اختلاف ہے، مگر لوگوں کی آسانی کی خاطر یہ بتایا جاتا ہے کہ پیداوار کے مالک کے ذمہ عشر یا نصف عشر (۱۰ یا ۵ فیصد) ہے، چنانچہ اگر کھیت ٹھیکہ پر دیا ہوا ہو، چاہے نقد کے بدلہ میں ہو یا غلہ کے بدلہ میں، تو یہ کسان کے ذمہ ہوگا اور اگر کھیت بٹائی پر ہو تو زمیندار اور کسان دونوں اپنے اپنے حصہ کا عشر (۱۰٪) یا نصف عشر (۵٪) ادا

کریں۔

گھر کے اندر کاشت کی ہوئی چیز میں عشر نہیں:

﴿مسئلہ ٦﴾ کسی نے اپنے گھر کے اندر کوئی درخت لگایا یا کوئی سبزی بوئی اور اس سے پیداوار حاصل ہوئی تو اس میں عشر واجب نہیں۔

شہد میں بھی عشر واجب ہے:

﴿مسئلہ ۷﴾ عشری زمین یا پہاڑ یا جنگل سے اگر شہد نکالا تو اس میں بھی عشر ہے۔

اضافہ

عشر ادا کرنے کے بعد غلہ بیچا تو اس کی رقم پر زکوٰۃ فرض ہے:

عشر ادا کرنے کے باوجود زمین کی پیداوار سے جو نقدی حاصل ہو جائے اس کو دیگر اموالِ تجارت کے ساتھ ملا کر سال گزرنے پر اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے، البتہ اگر پیداوار فروخت نہیں کی، بلکہ اپنے پاس رکھی تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، اگرچہ اس پر سال گزر جائے۔ (أحسن الفتاوی: ٤/٢٧٩)

مستحقینِ زکوٰۃ

مالدار اور غریب:

﴿مسئلہ ۱﴾ جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا یا اتنی ہی قیمت کا سامان تجارت ہو، اس کو شریعت میں ''مالدار'' کہتے ہیں۔ ایسے شخص کے لیے زکوٰۃ دینا درست نہیں اور اس کے لیے زکوٰۃ لینا اور کھانا بھی حلال نہیں۔ اسی طرح جس کے پاس اتنی ہی قیمت کا کوئی مال ہو جو سامان تجارت تو نہیں، لیکن ضرورت سے زائد ہے وہ بھی مالدار ہے، ایسے شخص کو بھی زکوٰۃ دینا درست نہیں، اگرچہ خود اس قسم کے مالدار پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ [کسی کے پاس مذکورہ بالا چیزوں میں سے ہر چیز کا الگ الگ نصاب تو نہیں یعنی ہر چیز ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو تو نہیں پہنچتی لیکن ان (سونا، چاندی، نقد رقم، مالِ تجارت اور ضرورت سے زائد سامان) کا مجموعہ یا ان میں سے بعض کا مجموعہ نصابِ مذکور کو پہنچتا ہے، تو ایسا شخص بھی شریعت کی رُو سے مالدار ہے، جسے زکوٰۃ، صدقہ فطر اور عشر وغیرہ دینا جائز نہیں]

﴿مسئلہ ۲﴾ جس کے پاس نصاب کے بقدر مال نہیں، نصاب سے کم ہے یا کچھ بھی نہیں یعنی ایک دن کے گزارہ کے لیے بھی نہیں، اس کو ''غریب'' کہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو زکوٰۃ دینا درست ہے اور ان لوگوں کا لینا بھی درست ہے۔

ضرورت کا سامان:

﴿مسئلہ ۳﴾ رہنے کا گھر، پہننے کے کپڑے اور گھریلو ضرورت کا سامان جو اکثر استعمال میں رہتا ہے، یہ سب ضروری سامان میں داخل ہیں۔ ایسے سامان سے کوئی مالدار نہیں ہوگا، چاہے جتنی قیمت کا ہو، اس لیے اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے، اسی طرح اہلِ علم کے پاس ان کی سمجھ اور ضرورت کی کتابیں بھی ضروری سامان میں داخل ہیں۔

﴿مسئلہ ۴﴾ بڑی بڑی دیگیں اور بڑے بڑے قالین اور شامیانے جن کی برسوں میں ایک آدھ دفعہ کہیں شادی بیاہ میں ضرورت پڑتی ہے اور روزمرہ ان کی ضرورت نہیں ہوتی، وہ ضروری سامان میں داخل نہیں۔

﴿مسئلہ ۵﴾ کسی کے پاس پانچ دس مکان ہیں جن کو کرایہ پر چلاتا ہے اور اس کی آمدنی سے گزارہ کرتا ہے یا ایک آدھ گاؤں ہے جس کی آمدنی آتی ہے، لیکن بال بچے اور گھر میں کھانے پینے والے لوگ اتنے زیادہ ہیں کہ اچھی طرح گزارہ نہیں ہوتا، تنگی رہتی ہے اور اس کے پاس کوئی ایسا مال بھی نہیں جس میں زکوٰۃ واجب ہو، تو ایسے شخص کو بھی زکوٰۃ دینا درست ہے۔

مقروض کو زکوٰۃ دینا:

﴿مسئلہ ۶﴾ کسی کے پاس کئی ہزار روپے نقد موجود ہیں، لیکن وہ ان کے بقدر یا ان سے بھی زائد کا قرض دار ہے تو اس کو بھی زکوٰۃ دینا درست ہے اور اگر قرضہ اس کے پاس موجود روپے سے کم ہو تو دیکھو قرضہ دے کر کتنے روپے بچتے ہیں، اگر اتنے بچیں جتنے میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو اس کو زکوٰۃ دینا درست نہیں اور اگر اس سے کم بچیں تو دینا درست ہے۔

مسافر کو زکوٰۃ دینا:

﴿مسئلہ ۷﴾ ایک شخص اپنے گھر میں بڑا مالدار ہے، لیکن کہیں سفر میں ایسا اتفاق ہوا کہ اس کے پاس کچھ نہیں رہا، سارا مال چوری ہو گیا یا کسی وجہ سے گھر تک پہنچنے کا بھی خرچہ نہیں رہا، ایسے شخص کو بھی زکوٰۃ دینا درست ہے۔ ایسے ہی اگر حاجی کے پاس راستے میں خرچہ ختم ہو گیا اور اس کے گھر میں مال موجود ہے، اس کو بھی دینا درست ہے۔

جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں:

﴿مسئلہ ۸﴾ زکوٰۃ کا پیسہ کسی کافر کو دینا درست نہیں، مسلمان ہی کو دے اور زکوٰۃ، عشر، صدقۂ فطر، نذر اور کفارہ کے سوا دیگر نفلی صدقہ خیرات کافر کو دینا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۹﴾ زکوٰۃ کے پیسے سے مسجد بنانا یا کسی مردے کے کفن دفن کا انتظام کرنا یا مردے کی طرف سے اس کا قرضہ ادا کرنا یا کسی اور نیک کام میں لگانا درست نہیں، جب تک کسی مستحق کو نہ دیا جائے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

﴿مسئلہ ۱۰﴾ سیّدوں، علویوں اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، حضرت عقیل رضی اللہ عنہ اور حضرت حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی اولاد کو زکوٰۃ دینا درست نہیں، اسی طرح جو صدقہ واجب ہو وہ بھی انہیں دینا درست نہیں، جیسے: نذر، کفارہ، عشر، صدقۂ فطر وغیرہ۔ ان کے علاوہ دیگر نفلی صدقات کا دینا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۱۱﴾ ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، پردادا وغیرہ کو زکوٰۃ دینا درست نہیں۔ اسی طرح اپنی اولاد اور پوتے، پڑپوتے، نواسے وغیرہ جو لوگ اس کی اولاد میں داخل ہیں، ان کو بھی دینا درست نہیں۔ ایسے ہی بیوی اپنے شوہر کو اور شوہر اپنی بیوی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔

جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا درست ہے:

﴿مسئلہ ۱۲﴾ مذکورہ رشتہ داروں کے سوا سب کو زکوٰۃ دینا درست ہے، جیسے: بھائی، بہن، بھتیجی، بھانجی، چچا، پھوپھی، خالہ، ماموں، سوتیلی ماں، سوتیلا باپ، سوتیلا دادا، ساس، خسر وغیرہ سب کو دینا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۱۳﴾ نابالغ بچے کو زکوٰۃ دینا درست نہیں، بالغ ہونے کے بعد اگر وہ خود مالدار نہیں، لیکن ان کا باپ مالدار ہے تو اس کو دینا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۱۴﴾ اگر نابالغ بچے کا باپ تو مالدار نہیں، لیکن ماں مالدار ہے تو اس بچے کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ گھر کے نوکر چاکر، خدمت گار، ماما، دائی وغیرہ کو بھی زکوٰۃ دینا درست ہے، لیکن یہ ان کی تنخواہ میں شمار نہ کرے، بلکہ تنخواہ سے زائد بطورِ انعام واکرام کے دے دے اور دل میں زکوٰۃ دینے کی نیت رکھے تو درست ہے۔

﴿مسئلہ ۱۶﴾ رضاعی اولاد (جس کو کسی عورت نے بچپن میں دودھ پلایا ہو) اور رضاعی ماں کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ ایک عورت کا مہر کئی ہزار روپیہ ہے اور اس مہر کے علاوہ اس کے پاس بقدرِ نصاب مال نہیں، لیکن اس کا شوہر اتنا غریب ہے کہ مہر ادا نہیں کرسکتا تو ایسی عورت کو بھی زکوٰۃ دینا درست ہے اور اگر اس کا شوہر امیر ہے، لیکن مہر دیتا نہیں یا اس نے اپنا مہر معاف کر دیا تو بھی زکوٰۃ دینا درست ہے اور اگر یہ امید ہے کہ جب وہ عورت مانگے گی تو وہ ادا کر دے گا، تو ایسی عورت کو زکوٰۃ دینا درست نہیں۔

کسی کو زکوٰۃ دینے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ مستحق نہیں:

﴿مسئلہ ۱۸﴾ ایک شخص کو مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دے دی پھر معلوم ہوا کہ وہ تو مالدار ہے یا سید ہے یا اندھیری رات میں کسی کو دے دیا، پھر معلوم ہوا کہ وہ تو اس کا باپ تھا یا اس کا لڑکا تھا یا کوئی اور رشتہ دار تھا جس کو زکوٰۃ دینا درست نہیں، تو ان سب صورتوں میں زکوٰۃ ادا ہوگئی، دوبارہ ادا کرنا واجب نہیں، لیکن لینے والے کو اگر معلوم ہو جائے کہ یہ زکوٰۃ کا پیسہ ہے اور میں زکوٰۃ کا مستحق نہیں ہوں تو واپس کر دے اور اگر دینے کے بعد معلوم ہو کہ جس کو دیا ہے وہ کافر ہے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، دوبارہ ادا کرے۔

﴿مسئلہ ۱۹﴾ اگر کسی پر شبہ ہو کہ معلوم نہیں مالدار ہے یا محتاج؟ تو جب تک یہ تحقیق نہ ہو جائے اس کو زکوٰۃ نہ دے۔ اگر بغیر تحقیق کیے دے دی تو دل میں سوچے، اگر دل یہ گواہی دے کہ وہ مستحق ہے تو زکوٰۃ ادا ہوگئی اور اگر دل یہ کہے کہ وہ مالدار ہے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، دوبارہ دے، لیکن اگر دینے کے بعد معلوم ہو جائے کہ وہ غریب ہی ہے تو دوبارہ نہ دے، زکوٰۃ ادا ہوگئی۔

رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے میں دوگنا اجر ہے:

﴿مسئلہ ۲۰﴾ زکوٰۃ دینے میں اور زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے صدقہ خیرات میں سب سے زیادہ اپنے رشتہ داروں کا خیال رکھو اور پہلے ان ہی لوگوں کو دو، لیکن ان کو یہ نہ کہو کہ یہ زکوٰۃ یا صدقہ اور خیرات کی چیز ہے تاکہ وہ برا نہ مانیں۔ حدیث شریف

میں آتا ہے: ''قرابت والوں کو خیرات دینے سے دُہرا ثواب ملتا ہے۔ ایک تو خیرات کا، دوسرا اپنے عزیزوں کے ساتھ حسن سلوک واحسان کرنے کا، پھر جو کچھ ان سے بچے وہ اور لوگوں کو دو۔''

ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر میں بھیجنا:

﴿مسئلہ ۲۱﴾ ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے میں بھیجنا مکروہ ہے، البتہ اگر دوسرے شہر میں اس کے رشتہ دار رہتے ہوں، ان کو بھیج دیا یا یہاں والوں کے اعتبار سے وہاں کے لوگ زیادہ محتاج ہوں یا وہ لوگ دین کے کام میں لگے ہوئے ہوں، اس لیے ان کو بھیج دیا تو مکروہ نہیں۔

اضافہ

مدِ زکوٰۃ سے کلینک چلانا:

﴿مسئلہ ۱﴾ دواخانہ میں مدِ زکوٰۃ اور قربانی کی کھالوں کا مصرف صرف یہ ہے کہ اس رقم سے دوائیں خرید کر مساکین کو مفت دی جائیں۔ اس مد سے ڈاکٹروں اور کارکنوں کی تنخواہیں، مکان کا کرایہ، تعمیرات اور فرنیچر وغیرہ پر خرچ کرنا جائز نہیں، اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ (أحسن الفتاوى: ۴/۲۹۱)

سیلاب زدگان کو زکوٰۃ دینا:

﴿مسئلہ ۲﴾ قدرتی آفات، سیلاب وغیرہ میں آفت زدہ لوگوں کی امداد مدِ زکوٰۃ سے کرنا صحیح ہے، بشرطیکہ یہ ظن غالب ہو کہ وہ لوگ مستحق زکوٰۃ ہیں یعنی ان کے پاس نصاب زکوٰۃ کے برابر کوئی چیز نہیں، نیز ان کو زکوٰۃ کی رقوم یا اشیاء کا مالک بنادیا جائے، اگر ان کی ملکیت میں نہیں دیا، بلکہ ویسے ہی ان پر خرچ کیا گیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اسی طرح اگر کھانا بٹھا کر کھلایا گیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوئی، کھانے کو ان کی ملک میں دینا ضروری ہے، پھر اگر وہ چاہیں تو اکٹھا بیٹھ کر کھائیں، چاہیں تو ساتھ لے جائیں۔

(أحسن الفتاوى: ۴/۳۰۴)

صدقۂ فطر کا بیان

صدقۂ فطر کا نصاب:

﴿مسئلہ ۱﴾ جو مسلمان اتنا مال دار ہو کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو یا اس پر زکوٰۃ واجب نہیں، لیکن اس کے پاس نصاب کے بقدر ضرورت سے زائد سامان ہے تو اس پر صدقۂ فطر واجب ہے، چاہے وہ تجارت کا نہ ہو اور چاہے سال پورا گزر چکا ہو یا نہ گزرا ہو۔

﴿مسئلہ ۲﴾ کسی کے پاس رہنے کے لیے لاکھوں روپے مالیت کا بہت بڑا گھر ہے اور پہننے کے لیے قیمتی کپڑے ہیں مگر ان میں سونا چاندی نہیں لگا ہوا اور خدمت کے لیے دو چار خدمت گار ہیں، گھر میں لاکھوں کا ضروری سامان بھی ہے اور وہ سب کام میں آیا کرتا ہے یا کچھ سامان ضرورت سے زیادہ بھی ہے، زیور بھی ہے، لیکن وہ اتنا نہیں جتنے پر زکوٰہ واجب ہوتی ہے تو صدقۂ فطر واجب نہیں۔

﴿مسئلہ ۳﴾ کسی کے دو گھر ہیں، ایک میں خود رہتا ہے اور ایک خالی پڑا ہے یا کرایہ پر دے دیا تو یہ دوسرا مکان ضرورت سے زائد ہے، اگر اس کی قیمت اتنی ہو جتنی پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو اس پر صدقۂ فطر واجب ہے اور ایسے آدمی کو زکوٰۃ دینا بھی جائز نہیں، البتہ اگر اسی پر اس کا گزارہ ہو تو یہ مکان بھی ضروری سامان میں داخل ہو جائے گا اور اس پر صدقۂ فطر واجب نہ ہوگا اور اس کے لیے زکوٰۃ لینا اور اس کو زکوٰۃ دینا بھی درست ہوگا۔ خلاصہ یہ ہوا کہ جس کے لیے زکوٰۃ اور صدقہ واجبہ کا لینا درست ہے، اس پر صدقۂ فطر واجب نہیں اور جس کے لیے صدقہ اور زکوٰۃ کا لینا درست نہیں، اس پر صدقۂ فطر واجب ہے۔

﴿مسئلہ ۴﴾ کسی کے پاس ضرورت سے زائد سامان ہے، لیکن وہ قرض دار بھی ہے تو قرضہ نفی کر کے دیکھا جائے، اگر اتنی قیمت کا سامان باقی رہے جتنے میں زکوٰۃ یا صدقہ واجب ہو جاتا ہے تو صدقۂ فطر واجب ہے اور اگر اس سے کم بچے تو واجب نہیں۔

صدقۂ فطر کے وجوب کا وقت:

﴿مسئلہ ۵﴾ عید کے دن طلوع فجر کے وقت یہ صدقہ واجب ہوتا ہے، تو اگر کوئی فجر کا وقت آنے سے پہلے ہی مر گیا تو اس پر صدقۂ فطر واجب نہیں، اس کے مال میں سے نہیں دیا جائے گا۔

﴿مسئلہ ۶﴾ بہتر یہ ہے کہ جس وقت لوگ نماز کے لیے عیدگاہ جاتے ہیں، اس سے پہلے ہی صدقہ دے دے۔

مسئلہ۷ کسی نے صدقۂ فطر عید کے دن سے پہلے دے دیا تب بھی ادا ہو گیا، اب دوبارہ دینا واجب نہیں۔

مسئلہ۸ اگر کسی نے عید کے دن صدقۂ فطر نہیں دیا تو معاف نہیں ہوگا، بعد میں کسی دن دے دینا ضروری ہے۔

صدقۂ فطر کس کس کی طرف سے دینا واجب ہے؟

مسئلہ۹ [مرد پر اپنی اور نابالغ اولاد کی طرف سے صدقۂ فطر کی ادائیگی ضروری ہے، بشرطیکہ نابالغ اولاد کے پاس اپنا مال نہ ہو، جبکہ عورت پر صدقۂ فطر صرف اپنی طرف سے واجب ہے، کسی اور کی طرف سے ادا کرنا واجب نہیں، نہ اولاد کی طرف سے، نہ ماں باپ کی طرف سے، نہ شوہر کی طرف سے، نہ کسی اور کی طرف سے۔]

مالدار نابالغ بچے کا صدقۂ فطر:

مسئلہ۱۰ اگر نابالغ بچے کے پاس بقدرِ نصاب مال ہو تو اس کے مال میں سے صدقۂ فطر ادا کیا جائے، لیکن اگر بچہ عید کے دن صبح ہونے کے بعد پیدا ہوا تو اس کی طرف سے صدقۂ فطر واجب نہیں۔

صدقۂ فطر کی مقدار:

مسئلہ۱۱ صدقۂ فطر میں اگر گیہوں یا گیہوں کا آٹا یا گیہوں کا ستو دے تو پونے دو سیر سے آدھی چھٹانک زیادہ، بلکہ احتیاطاً پورے دو سیر یا اس سے بھی کچھ زیادہ دے دینا چاہیے، کیونکہ زیادہ ہونے میں کوئی حرج نہیں اور اگر جو یا جو کا آٹا دے تو اس کا دوگنا دینا چاہیے۔

مسئلہ۱۲ اگر گیہوں اور جو کے سوا کوئی اور اناج دیا جیسے: چنا، جوار، چاول تو اتنا دے کہ اس کی قیمت گیہوں یا جو کے مذکورہ نصاب کی قیمت کے برابر ہونی چاہیے۔

صدقۂ فطر میں قیمت دینا:

مسئلہ۱۳ اگر گیہوں اور جو نہیں دیے، بلکہ اتنے گیہوں اور جو کی قیمت دے دی تو یہ سب سے بہتر ہے۔

صدقۂ فطر کے مستحقین:

مسئلہ۱۴ صدقۂ فطر کے مستحق بھی وہی لوگ ہیں جو زکوٰۃ کے مستحق ہیں، مگر صدقۂ فطر کافر فقیر کو بھی دینا جائز ہے لیکن اس کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

متفرقات:

مسئلہ۱۵ ایک آدمی کا صدقۂ فطر ایک ہی فقیر کو دیدے یا تھوڑا تھوڑا کر کے کئی فقیروں کو دے دے، دونوں باتیں

جائز ہیں۔

مسئلہ ۱۶ اگر کئی آدمیوں کا صدقۂ فطر ایک ہی فقیر کو دے دیا تو یہ بھی درست ہے، لیکن وہ اتنے آدمیوں کا نہ ہو جو سب مل کر نصابِ زکوٰۃ یا نصاب صدقۂ فطر تک پہنچ جائے، اس لیے کہ ایک شخص کو اتنا دینا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۱۷ جس نے کسی وجہ سے رمضان کے روزے نہیں رکھے اس پر بھی صدقۂ فطر واجب ہے اور جس نے روزے رکھے اس پر بھی واجب ہے، دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

مسئلہ ۱۸ اگر کسی نابالغ لڑکی کا نکاح کر دیا جائے اور وہ شوہر کے گھر رخصت کر دی جائے تو اگر وہ لڑکی مالدار ہے تب تو اس کے مال میں صدقۂ فطر واجب ہے اور اگر مالدار نہیں تو دیکھنا چاہیے کہ اگر وہ شوہر کی خدمت یا اس کی دل جوئی کے قابل ہے تو اس کا صدقۂ فطر نہ باپ پر واجب ہے نہ شوہر پر نہ خود اس پر اور اگر وہ شوہر کی خدمت یا اس کی دل جوئی کے قابل نہیں تو اس کا صدقۂ فطر اس کے باپ کے ذمہ واجب رہے گا اور اگر شوہر کے گھر میں رخصت نہیں کی گئی تو اگرچہ وہ شوہر کی خدمت یا اس کی دل جوئی کے قابل ہو بہرحال اس کا صدقۂ فطر اس کے باپ پر واجب ہوگا۔

کِتابُ الصَّوم

روزے کا بیان

روزہ اسلام کا بہت اہم رکن ہے، احادیثِ مبارکہ میں روزے کے بڑے فضائل وارد ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزہ دار کا بڑا رتبہ ہے۔ جو کوئی رمضان کے روزے نہیں رکھے گا وہ سخت گناہ گار ہوگا اور اس کے دین کو نقصان پہنچے گا۔

روزے کے فضائل:

۱- نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے رمضان کے روزے محض اللہ تعالیٰ کے لیے ثواب کی نیت سے رکھے تو اس کے پچھلے سب گناہ بخش دیے جائیں گے۔''

۲- نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پیاری ہے۔''

۳- روایت ہے: ''روزہ داروں کے لیے قیامت کے دن عرش کے نیچے دسترخوان چنا جائے گا، وہ لوگ اس پر بیٹھ کر کھانا کھائیں گے، دوسرے لوگ ابھی حساب ہی میں پھنسے ہوئے ہوں گے، اس پر وہ لوگ کہیں گے کہ یہ لوگ کیسے ہیں کہ کھاپی رہے ہیں اور ہم ابھی حساب میں پھنسے ہوئے ہیں؟ ان کو جواب ملے گا کہ یہ لوگ روزہ رکھا کرتے تھے اور تم لوگ روزہ نہیں رکھتے تھے۔''

۴- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''روزہ دار کا سونا عبادت اور اس کی خاموشی تسبیح ہے۔ (یعنی روزہ دار اگر خاموش رہے تو اسے تسبیح پڑھنے کا ثواب ملتا ہے) اور اس کا عمل بڑھایا جاتا ہے (یعنی اس کے اعمال کا ثواب دوسرے دنوں کی بنسبت ان دنوں میں زیادہ ہوتا ہے) اور اس کی دعا قبول ہوتی ہے اور اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔'' (یعنی صغیرہ گناہ)

۵- حدیث میں ہے: ''روزہ دوزخ سے بچانے کے لیے ڈھال اور مضبوط قلعہ ہے۔''

یعنی جس طرح انسان ڈھال اور مضبوط قلعے کے ذریعے پناہ لیتا اور دشمن سے بچتا ہے، اسی طرح روزے کے ذریعے دوزخ سے نجات حاصل ہوتی ہے، اس طرح کہ انسان میں گناہوں کی قوت کمزور ہو جاتی ہے اور نیکی کا شوق بڑھ جاتا ہے، پس جب انسان روزہ کا اہتمام کرے گا اور روزے کے تمام آداب کا لحاظ رکھے گا تو اس سے گناہ چھوٹ جائیں گے اور دوزخ سے نجات حاصل ہو جائے گی۔

۶- حدیث میں ہے: ''روزہ ڈھال ہے، جب تک روزہ دار اسے جھوٹ اور غیبت کے ذریعہ سے پھاڑ نہ ڈالے۔''
مطلب یہ ہے کہ روزہ اس وقت تک ڈھال ہے جب تک روزہ دار اسے گناہوں سے محفوظ رکھے، اگر روزہ رکھا مگر اس کے ساتھ جھوٹ، غیبت وغیرہ گناہ بھی کرتا رہا تو اگرچہ فرض ادا ہو جائے گا، مگر بہت سخت گناہ ہوگا اور روزہ کی برکت سے محروم رہے گا۔

۷- حدیث میں ہے: ''روزہ دوزخ سے ڈھال ہے، جو شخص روزہ دار ہو اسے چاہیے کہ جاہلانہ حرکت (لڑائی جھگڑا) نہ کرے، اگر کوئی اس سے الجھے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں، بری بات کا جواب نہ دے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔''
مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن اس بو کے بدلے جو روزے کی حالت میں پیدا ہوتی ہے روزہ دار کے منہ سے مشک سے زیادہ پاکیزہ خوشبو آئے گی جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوگی اور اس خوشبو کا سبب یہی دنیا میں روزہ دار کے منہ کی بو ہے، اس لیے یہ بھی پسندیدہ ہے۔

۸- رسول اللہ ﷺ نے دو آدمیوں سے فرمایا: ''تم روزہ رکھو، اس لیے کہ روزہ دوزخ سے اور زمانے کی مصیبتوں سے بچنے کی ڈھال ہے۔''
یعنی روزہ کی برکت سے دوزخ سے اور دیگر دنیوی مصائب و تکالیف سے بھی نجات ملتی ہے۔

۹- حدیث میں ہے: ''تین آدمیوں سے قیامت کے دن کھانے کا حساب نہیں ہوگا، چاہے کچھ بھی کھائیں، بشرطیکہ کھانا حلال ہو: ایک روزہ دار، دوسرا سحری کھانے والا، تیسرا اسلامی سرحد کی حفاظت کرنے والا مجاہد۔''
یہاں سے ان تینوں کے بارے میں بہت بڑی رعایت معلوم ہوئی کہ ان سے کھانے کا حساب ہی معاف کر دیا گیا لیکن اس رعایت کی بنیاد پر بہت زیادہ لذیذ کھانوں کے اہتمام میں نہیں پڑنا چاہیے۔ بہت زیادہ لذتوں میں مشغول ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت پیدا ہوتی ہے اور گناہ کی قوت بڑھتی جاتی ہے۔

۱۰- حدیث میں آتا ہے: ''جو شخص روزہ دار کو افطار کرائے، اس کو روزہ رکھنے والے کے برابر ثواب ملے گا اور روزہ دار کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا، اگرچہ کسی معمولی کھانے ہی سے افطار کرائے، چاہے پانی ہی ہو۔''
مطلب یہ ہے کہ روزہ دار کا ثواب کم نہ ہوگا بلکہ حق تعالیٰ اپنی رحمت سے اپنی طرف سے روزہ افطار کرانے والے کو روزہ دار کے برابر ثواب عنایت فرمائیں گے۔

۱۱- حدیث میں ہے: ''اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی نیکیوں کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک مقرر کیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''سوائے روزے کے، کہ وہ صرف میرے لیے ہے اور میں خود اس کا بدلہ دوں گا۔''

یعنی روزے کے ثواب میں سات سو کی حد نہیں، اس سے روزے کے ثواب کا اندازہ کرنا چاہیے کہ جس کا حساب ہی نہیں وہ ثواب کس قدر زیادہ ہوگا؟ اور پھر یہ کہ خود حق تعالیٰ یہ ثواب مرحمت فرمائیں گے، فرشتوں کے ذریعہ اس کا بندوبست نہیں ہوگا۔ سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتنی قدر دانی ہے کہ تھوڑی سی محنت پر اس قدر نوازا جا رہا ہے، مگر یہ نہ بھولنا چاہیے کہ روزے کے یہ فضائل تب حاصل ہوں گے جب روزے کا پورا پورا حق ادا کیا جائے، اس میں جھوٹ، غیبت اور تمام گناہوں سے آدمی بچے، بعض لوگ رمضان المبارک میں بھی نمازیں قضا کرتے ہیں اور بعض فجر کی نماز خاص طور پر قضا کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو رمضان کی برکات حاصل نہیں ہوں گی۔

اس حدیث سے یہ شبہہ نہ ہو کہ روزہ نماز سے بھی افضل ہے، اس لیے کہ نماز کا تمام عبادات سے افضل ہونا دلائل سے ثابت ہے، اس حدیث کا مقصد صرف یہ ہے کہ روزہ کا بہت بڑا ثواب ہے۔

اس کے بعد فرمایا: ''روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں: ایک خوشی اسے افطار کے وقت ہوتی ہے، دوسری قیامت کے دن ہوگی۔''

۱۲- فرمایا: ''جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں جو رمضان کی آخری رات تک مسلسل کھلے رہتے ہیں اور جو بھی مسلمان رمضان کی راتوں میں سے کسی رات میں نماز پڑھتا ہے، اس کے لیے ہر رکعت کے بدلے ڈھائی ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں سرخ یاقوت کا ایک محل بنا دیتے ہیں، جس کے ساٹھ دروازے ہوں گے، پھر جب روزہ دار پہلا روزہ رکھتا ہے تو گزشتہ رمضان سے لے کر اس رمضان تک اس نے جتنے (صغیرہ) گناہ کیے ہیں وہ سب معاف کر دیے جاتے ہیں اور اس کے لیے ہر روز ستر ہزار فرشتے صبح کی نماز سے لے کر غروبِ آفتاب تک مغفرت کی دعا مانگتے رہتے ہیں اور رمضان کی راتوں میں جو نمازیں پڑھتا ہے ہر رکعت کے بدلے جنت میں اس کو ایسا درخت عطا کیا تا ہے جس کے سائے میں پانچ سو برس تک سوار چل سکتا ہے۔''

۱۳- فرمایا: ''شروع سال سے آخر تک رمضان کے لیے جنت سجائی جاتی ہے اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں شروع سال سے آخر تک رمضان کے روزہ داروں کے لیے بناؤ سنگار کرتی ہیں۔ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کہتی ہے: ''اے اللہ! اپنے بندوں کو میرے اندر داخل فرما دیجیے' اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں کہتی ہیں: ''اے اللہ اپنے بندوں میں سے

ہمارے لیے خاوند مقرر فرمادیجیے،'' سو جس شخص نے اس ماہ مبارک میں کسی مسلمان پر تہمت نہ لگائی اور کوئی نشہ آور چیز نہ پی، اللہ تعالیٰ اس کے گناہ مٹادے گا اور جس نے اس ماہ میں کسی مسلمان پر تہمت لگائی یا کوئی نشہ آور چیز پی لی، اللہ تعالیٰ اس کی سال بھر کی نیکیوں کو مٹادے گا۔'' (یعنی نیکیوں کی برکتیں مٹادی جائیں گی، خود نیکیوں کا مٹانا مراد نہیں)

مطلب یہ ہے کہ بہت بڑا گناہ ہوگا، وجہ یہ ہے کہ مقدس ایام میں جس طرح نیکیوں پر ثواب زیادہ ملتا ہے اسی طرح برے اعمال کا گناہ بھی زیادہ ہوتا ہے۔

فرمایا: ''رمضان کے مہینے میں تقویٰ اختیار کرو، اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے۔''

یعنی اس میں بندوں کو حکم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عادت اختیار کریں کہ کھانا پینا چھوڑ دیں، جیسے: اللہ تعالیٰ ہمیشہ کھانے پینے سے پاک رہتا ہے، اسی لیے اس مہینے کو اللہ تعالیٰ کا مہینہ قرار دیا گیا ہے، ورنہ تمام مہینے اللہ تعالیٰ کے ہی ہیں۔

۱۴- فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے گیارہ مہینے رکھے ہیں جن میں تم کھاتے پیتے اور لذت اندوز ہوتے ہو اور اپنے لیے ایک مہینہ مقرر فرمایا ہے، سو ذرو رمضان کے مہینے سے کہ بے شک وہ اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے۔''

یعنی اس میں اچھی طرح اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کرو اور گناہوں سے بچو، اگرچہ احکام کی اطاعت اور نافرمانی سے اجتناب ہر حال میں ضروری ہے مگر مقدس ایام یا مقدس مقامات میں نیکی کرنے اور گناہ سے بچنے کا خاص اہتمام کرنا چاہیے کہ ان مواقع میں نیکی کا ثواب اور گناہوں پر عذاب زیادہ ہوجاتا ہے۔

۱۵- فرمایا: ''جب افطار کے لیے کھانا سامنے آئے تو یہ دعا پڑھنی چاہیے:

((اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ أَفْطَرْتُ)).

۱۶- فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی افطار کرے تو مناسب ہے کہ کھجور کے ساتھ افطار کرے کہ وہ برکت کی چیز ہے، اگر کھجور نہ ہو تو پانی سے افطار کرے کہ وہ پاک کرنے والی چیز ہے۔''

۱۷- فرمایا: ''جس نے چالیس دن مسلسل صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے روزے رکھے اللہ تعالیٰ اس کی ہر دعا قبول فرمائیں گے۔''

مطلب یہ ہے کہ روزہ رکھنے میں سوائے اللہ کی رضا کے اور کوئی غرض نہ ہو تو یہ شخص ایسا مقبول ہوجاتا ہے کہ اس کی ہر وہ دعا جو اللہ کے نزدیک اس کے لیے بہتر ہوگی ضرور قبول ہوگی۔ حضرات صوفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی چلہ نشینی تجویز فرمائی ہے کہ چالیس دن تک تمام دنیوی تعلقات چھوڑ کر آدمی مسجد میں روزہ کی حالت میں مصروف رہے، اس سے بہت فائدہ ہوتا ہے،

نیکیوں کی قوت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص خاص علوم عطا ہوتے ہیں اور خاص فہم سے نوازا جاتا ہے۔

روزے کی تعریف:

مسئلہ ۱: صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک روزے کی نیت سے کھانے، پینے اور ہمبستری سے اجتناب کرنے کو شریعت میں روزہ کہتے ہیں۔

روزہ کس پر فرض ہے؟

مسئلہ ۲: رمضان شریف کے روزے ہر مسلمان پر جو مجنون اور نابالغ نہ ہو، فرض ہیں، جب تک کوئی عذر نہ ہو روزہ چھوڑنا درست نہیں اور اگر کوئی روزہ کی نذر کرلے تو نذر کر لینے سے روزہ فرض ہو جاتا ہے۔ قضا اور کفارے کے روزے بھی فرض ہیں اور اس کے سوا تمام روزے نفل ہیں، رکھے تو ثواب ہے اور نہ رکھے تو کوئی گناہ نہیں، البتہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ اور اس کے بعد تین دن تک روزہ رکھنا حرام ہے۔

مسئلہ ۳: جب لڑکا یا لڑکی روزہ رکھنے کے قابل ہو جائیں تو ان کو بھی روزہ کا حکم کرے اور جب دس برس کی عمر ہو جائے تو مار کر روزہ رکھوائیں، اگر سارے روزے نہ رکھ سکے تو جتنے رکھ سکے رکھوائیں۔

روزے کا وقت:

مسئلہ ۴: روزہ کا وقت صبح صادق کے وقت سے شروع ہوتا ہے، اس لیے جب تک صبح نہ ہو، کھانا پینا وغیرہ سب جائز ہے۔ بعض لوگ جلدی سحری کھا کر نیت کی دعا پڑھ کر لیٹ جاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اب نیت کر لینے کے بعد کچھ کھانا پینا نہیں چاہیے، یہ خیال غلط ہے، جب تک صبح صادق نہ ہو کھا پی سکتے ہیں، چاہے نیت کر چکے ہوں یا نہ کی ہو۔

رمضان المبارک کے روزے کا بیان

روزے کی نیت کے مسائل:

﴿مسئلہ ۱﴾ رمضان شریف کے روزے کی اگر رات سے نیت کر لے تو بھی فرض ادا ہو جاتا ہے اور اگر رات کو روزہ رکھنے کا ارادہ نہیں تھا بلکہ صبح ہوگئی تب بھی یہی خیال رہا کہ میں آج کا روزہ نہیں رکھوں گا، پھر دن چڑھے خیال آ گیا کہ فرض چھوڑ دینا بری بات ہے، اس لیے اب روزہ کی نیت کر لی تب بھی روزہ ہو گیا، لیکن اگر صبح کو کچھ کھا پی چکا ہو تو اب نیت کرنے سے روزہ نہ ہوگا۔

﴿مسئلہ ۲﴾ زبان سے نیت کرنا اور کچھ کہنا ضروری نہیں بلکہ جب دل میں یہ دھیان ہے کہ آج میرا روزہ ہے اور دن بھر نہ کچھ کھایا، نہ پیا، نہ ہم بستر ہوا تو اس کا روزہ ہو گیا اور اگر کوئی زبان سے کہہ دے کہ یا اللہ! میں کل تیرا روزہ رکھوں گا یا عربی میں یہ کہہ دے ((بِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ)) تو بھی حرج نہیں، یہ بھی بہتر ہے۔

﴿مسئلہ ۳﴾ اگر کسی نے دن بھر نہ کھایا نہ پیا، صبح سے شام تک بھوکا پیاسا رہا لیکن دل میں روزہ کا ارادہ نہیں تھا بلکہ بھوک نہیں لگی یا کسی اور وجہ سے کچھ کھانے پینے کی نوبت نہیں آئی تو اس کا روزہ نہیں ہوا، اگر دل میں روزہ کا ارادہ کر لیتا تو روزہ ہو جاتا۔

﴿مسئلہ ۴﴾ رمضان المبارک کے روزے میں بس اتنی نیت کر لینا کافی ہے کہ آج میرا روزہ ہے یا رات کو اتنا سوچ لے کہ کل میرا روزہ ہے، بس اتنی ہی نیت سے بھی رمضان کا روزہ ادا ہو جائے گا۔ اگر نیت میں یہ بات نہ آئی ہو کہ رمضان کا روزہ ہے یا فرض روزہ ہے تب بھی روزہ ہو جائے گا۔

نیت کب تک کی جا سکتی ہے؟

﴿مسئلہ ۵﴾ اگر کچھ کھایا پیا نہ ہو تو دن کو ٹھیک دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے رمضان کے روزے کی نیت کر لینا درست ہے۔

[قاعدہ اس کا یہ ہے کہ پہلے یہ دیکھ لیا جائے کہ صبح صادق کتنے بجے ہوتی ہے اور سورج کتنے بجے غروب ہوتا ہے، ان کے درمیان کے گھنٹوں کو شمار کر کے اس کا نصف لے لیا جائے، اس نصف کے اندر اندر اگر نیت کر لی گئی تو روزہ ہو جائے گا اور اگر نصف وقت یا اس سے زیادہ گزر جائے تو روزہ نہیں ہوگا۔ دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے کی مقدار احتیاطاً کی گئی ہے۔[1]]

(۱) از حاشیہ بہشتی زیور

رمضان میں کسی اور روزے کی نیت معتبر نہیں:

﴿مسئلہ ۶﴾ رمضان کے مہینے میں اگر کسی نے یہ نیت کی کہ میں کل نفلی روزہ رکھوں گا، رمضان کا روزہ نہیں رکھوں گا بلکہ اس روزہ کی پھر کبھی قضا رکھ لوں گا، تب بھی رمضان ہی کا روزہ ہوگا، نفلی روزہ نہیں ہوگا۔

﴿مسئلہ ۷﴾ گزشتہ رمضان کا روزہ قضا ہوگیا تھا اور پورا سال گزر گیا اب تک اس کی قضا نہیں رکھی، پھر رمضان کا مہینہ آ گیا تو اسی قضا کی نیت سے روزہ رکھا، تب بھی رمضان ہی کا روزہ ہوگا اور قضا کا روزہ نہیں ہوگا۔ قضا کا روزہ رمضان کے بعد رکھے۔

﴿مسئلہ ۸﴾ کسی نے نذر مانی تھی کہ اگر میرا فلاں کام ہوجائے تو میں اللہ تعالیٰ کے لیے دو روزے یا ایک روزہ رکھوں گا، پھر جب رمضان کا مہینہ آیا تو اس نے اسی نذر کے روزے رکھنے کی نیت کی، رمضان کے روزے کی نیت نہیں کی تب بھی رمضان ہی کا روزہ ہوگا، نذر کا روزہ ادا نہیں ہوگا، نذر کے روزے رمضان کے بعد رکھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ رمضان کے مہینے میں جب کسی روزے کی نیت کرے گا تو رمضان ہی کا روزہ ہوگا، دوسرا کوئی روزہ صحیح نہیں ہوگا۔

چاند کا علم نہ ہونے پر شعبان کی تیسویں تاریخ کے مسائل:

﴿مسئلہ ۹﴾ شعبان کی انتیسویں تاریخ کو اگر رمضان شریف کا چاند نکل آئے تو صبح کو روزہ رکھو اور اگر نہ نکلے یا آسمان پر بادل ہو اور چاند نہ دکھائی دے تو صبح کو جب تک یہ شبہہ رہے کہ رمضان شروع ہوا یا نہیں، روزہ نہ رکھو، بلکہ شعبان کے تیس دن پورے کر کے رمضان کے روزے شروع کرو۔

﴿مسئلہ ۱۰﴾ انتیسویں تاریخ کو بادل کی وجہ سے رمضان شریف کا چاند نظر نہ آئے تو صبح کو نفلی روزہ بھی نہ رکھو، البتہ اگر اتفاقاً ایسا ہوا کہ ہمیشہ پیر اور جمعرات یا کسی اور متعین دن کا روزہ رکھا کرتا تھا اور اس تاریخ کو وہی دن آیا تو نفل کی نیت سے صبح کو روزہ رکھ لینا بہتر ہے، پھر اگر کہیں سے چاند کی خبر آ گئی تو اسی نفل روزے سے رمضان کا فرض ادا ہو جائے گا، قضا رکھنے کی ضرورت نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۱﴾ بادل کی وجہ سے انتیس تاریخ کو رمضان کا چاند نظر نہیں آیا تو دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے تک کچھ کھانا پینا نہیں چاہیے۔ اگر کہیں سے خبر آجائے تو اسی وقت روزہ کی نیت کر لی جائے اور اگر کوئی اطلاع نہ آئے تو کھانا پینا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۱۲﴾ انتیسویں تاریخ کو چاند نظر نہیں آیا تو یہ خیال نہ کیا جائے کہ جب کل کا دن رمضان کا نہیں تو گزشتہ سال کا ایک روزہ قضا ہے اس کی قضا ہی رکھ لیں یا کوئی نذر مانی تھی اس کا روزہ رکھ لیں، کیونکہ اس دن قضا کا روزہ، کفارہ کا روزہ اور

نذر کا روزہ رکھنا بھی مکروہ ہے، کوئی روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔ اگر قضا یا نذر کا روزہ رکھ لیا پھر کہیں سے چاند کی خبر آ گئی تو بھی رمضان ہی کا روزہ ادا ہوگا، قضا اور نذر کا روزہ دوبارہ رکھنا ہوگا اور اگر خبر نہیں آئی تو جس روزہ کی نیت کی تھی وہی ادا ہو جائے گا۔

چاند دیکھنے کا بیان

جب آسمان پر بادل یا غبار ہو:

﴿مسئلہ ۱﴾ اگر آسمان پر بادل یا غبار کی وجہ سے رمضان کا چاند نظر نہیں آیا لیکن ایک دین دار، پرہیزگار اور سچے آدمی نے آ کر گواہی دی کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے تو چاند کا ثبوت ہو گیا، چاہے وہ مرد ہو یا عورت ہو۔

﴿مسئلہ ۲﴾ اگر بادل کی وجہ سے عید کا چاند دکھائی نہیں دیا تو ایک شخص کی گواہی کا اعتبار نہیں، چاہے جتنا بڑا معتبر آدمی ہو، بلکہ جب دو معتبر اور پرہیزگار مرد یا ایک دین دار مرد اور دو دین دار عورتیں چاند دیکھنے کی گواہی دیں تب چاند کا ثبوت ہوگا اور اگر چار عورتیں گواہی دیں تو بھی قبول نہیں۔

جب آسمان صاف ہو:

﴿مسئلہ ۳﴾ اگر آسمان صاف ہو تو دو چار آدمیوں کی گواہی دینے سے بھی چاند ثابت نہیں ہوگا، چاہے رمضان کا چاند ہو چاہے عید کا، البتہ اگر اتنے زیادہ لوگ چاند دیکھنے کی شہادت دیں کہ دل گواہی دے کہ یہ سب کے سب اپنی طرف سے بات بنا کر نہیں آئے ہیں اتنے لوگوں کا جھوٹا ہونا عادۃً کسی طرح ممکن نہیں، تب چاند ثابت ہوگا۔

فاسق کی گواہی معتبر نہیں:

﴿مسئلہ ۴﴾ جو آدمی دین کا پابند نہیں، گناہ کرتا رہتا ہے، مثلاً: نماز نہیں پڑھتا یا روزہ نہیں رکھتا یا جھوٹ بولتا ہے یا سرِ عام کوئی اور گناہ کرتا ہے، شریعت کی پابندی نہیں کرتا تو شریعت میں اس کی بات کا کوئی اعتبار نہیں ہے، چاہے جتنی قسمیں کھا کر بیان دے بلکہ ایسے اگر دو تین آدمی ہوں تو بھی ان کا اعتبار نہیں۔

کسی نے اکیلے چاند دیکھا:

﴿مسئلہ ۵﴾ کسی نے رمضان شریف کا چاند اکیلے دیکھا، اس کے علاوہ شہر بھر میں کسی نے نہیں دیکھا، لیکن یہ احکامِ شرع کا پابند نہیں ہے تو اس کی گواہی سے دوسرے لوگ تو روزہ نہ رکھیں لیکن خود یہ روزہ رکھے اور اگر اس نے تیس روزے پورے کر لیے لیکن ابھی عید کا چاند نہیں دکھائی دیا تو اکتیسواں روزہ بھی رکھے اور دوسرے لوگوں کے ساتھ عید کرے۔

﴿مسئلہ ۶﴾ اگر کسی نے عید کا چاند اکیلے دیکھا، اس لیے اس کی گواہی کا شریعت نے اعتبار نہیں کیا تو خود اس کے لیے بھی عید کرنا درست نہیں ہے، صبح کو روزہ رکھے اور اپنے چاند دیکھنے کا اعتبار نہ کرے اور روزہ نہ توڑے۔

متفرقات:

﴿مسئلہ ۷﴾ یہ جو مشہور ہے کہ جس دن رجب کی چوتھی تاریخ ہو اس دن رمضان کی پہلی ہوتی ہے، شریعت میں اس کا کوئی اعتبار نہیں، اگر چاند نظر نہ آئے تو روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔

﴿مسئلہ ۸﴾ چاند دیکھ کر یہ کہنا کہ چاند بہت بڑا ہے، کل کا معلوم ہوتا ہے، بری بات ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ یہ قیامت کی علامات میں سے ہے، جب قیامت قریب ہوگی تو لوگ ایسا کہا کریں گے۔ خلاصہ یہ کہ چاند کے بڑے چھوٹے ہونے کا کوئی اعتبار نہیں۔

﴿مسئلہ ۹﴾ شہر بھر میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ کل چاند نظر آ گیا ہے اور بہت سے لوگوں نے اسے دیکھا ہے لیکن تلاش کے باوجود کوئی ایسا آدمی نہیں ملا جس نے خود چاند دیکھا ہو تو ایسی خبر کا کوئی اعتبار نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۰﴾ اگر دو معتبر آدمیوں کی شہادت سے چاند ثابت ہو جائے اور اسی حساب سے لوگ روزہ رکھیں اور تیس روزے پورے ہو جانے کے بعد عید الفطر کا چاند نظر نہ آئے، چاہے مطلع صاف ہو یا نہ ہو تو اکتیسویں دن افطار کر لیا جائے اور وہ دن شوال کی پہلی تاریخ سمجھی جائے۔

﴿مسئلہ ۱۱﴾ اگر تیس تاریخ کو دن کے وقت چاند دکھائی دے تو وہ آیندہ رات کا سمجھا جائے گا، گزشتہ رات کا نہیں سمجھا جائے گا اور وہ دن آیندہ ماہ کی تاریخ قرار نہیں دیا جائے گا، چاہے زوال سے پہلے نظر آئے یا زوال کے بعد۔

سحری کھانے اور افطار کرنے کا بیان

سحری کھانا سنت ہے:

﴿مسئلہ ۱﴾ سحری کھانا سنت ہے، اگر بھوک نہیں لگی ہو تو کم سے کم دو تین کھجوریں ہی کھا لے یا کوئی اور چیز تھوڑی بہت کھا لے یا تھوڑا سا پانی پی لے۔

سحری میں تاخیر:

﴿مسئلہ ۲﴾ سحری میں جہاں تک ہو سکے دیر سے کھانا بہتر ہے، لیکن اتنی دیر نہ کرے کہ صبح ہونے لگے اور روزہ میں شبہہ

پڑ جائے۔

﴿مسئلہ۳﴾ اگر سحری جلدی کھالی مگر اس کے بعد پان، تمباکو، چائے، پانی دیر تک کھاتا پیتا رہا، جب صبح ہونے میں تھوڑی دیر رہ گئی تب کلی کر لی تو بھی دیر سے کھانے کا ثواب مل گیا۔

﴿مسئلہ۴﴾ اگر رات کو سحری کھانے کے لیے آنکھ نہ کھلی، تو بغیر سحری کھائے صبح کا روزہ رکھا جائے، سحری چھوٹ جانے سے روزہ چھوڑ دینا بڑی کم ہمتی اور بڑا گناہ ہے۔

﴿مسئلہ۵﴾ صبح صادق سے کچھ پہلے تک سحری کھانا درست ہے، اس کے بعد درست نہیں۔

صبح ہونے کے بعد یا غروب سے پہلے غلطی سے کھانا پینا:

﴿مسئلہ۶﴾ کسی کی آنکھ دیر سے کھلی اور یہ خیال ہوا کہ ابھی رات باقی ہے، اس گمان پر سحری کھالی پھر معلوم ہوا کہ صبح ہو جانے کے بعد سحری کھائی تھی تو روزہ نہیں ہوا، قضا رکھے، کفارہ واجب نہیں، لیکن پھر بھی کچھ کھائے پیے نہیں، روزہ داروں کی طرح رہے۔ اسی طرح اگر سورج ڈوبنے کے گمان سے روزہ کھول لیا، پھر سورج نظر آیا تو روزہ ٹوٹ گیا، اس کی قضا کرے، کفارہ واجب نہیں اور اس دن جب تک سورج نہ ڈوب جائے کچھ کھانا پینا درست نہیں۔

﴿مسئلہ۷﴾ اگر اتنی دیر ہوگئی کہ صبح ہو جانے کا شبہہ ہوگیا تو اب کچھ کھانا مکروہ ہے اور اگر ایسے وقت کچھ کھا پی لیا تو برا کیا اور گناہ ہوا۔ پھر اگر معلوم ہوگیا کہ اس وقت صبح ہوگئی تھی تو اس روزہ کی قضا رکھے اور اگر کچھ معلوم نہ ہو، شبہہ ہی شبہہ رہ جائے تو قضا رکھنا واجب نہیں، لیکن احتیاط یہ ہے کہ اس کی قضا رکھ لے۔

غروب کے بعد افطار میں جلدی کرنا:

﴿مسئلہ۸﴾ مستحب یہ ہے کہ جب سورج یقیناً ڈوب جائے تو فوراً روزہ افطار کرے، دیر کرنے سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔

[نقشوں میں دیے گئے سحر و افطار کے اوقات میں تین منٹ کی احتیاط ضروری ہے یعنی سحری نقشے میں دیے گئے وقت سے تین منٹ پہلے بند کریں اور افطار تین منٹ تاخیر سے کریں۔]

میٹھی چیز سے افطار کرنا:

﴿مسئلہ۹﴾ کھجور یا کسی اور میٹھی چیز سے روزہ کھولنا بہتر ہے، وہ بھی نہ ہو تو پانی سے افطار کرے۔ بعض لوگ نمک کی کنکری سے افطار کرتے ہیں اور اس میں ثواب سمجھتے ہیں، یہ غلط عقیدہ ہے۔

قضا روزے کا بیان

《مسئلہ ۱》 بلا وجہ رمضان کا روزہ چھوڑ دینا بڑا گناہ ہے، یہ نہ سمجھے کہ اس کے بدلے ایک روزہ قضا رکھ لوں گا، کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رمضان کے ایک روزے کے بدلے میں اگر سال بھر روزے رکھتا رہے تب بھی اتنا ثواب نہیں ملے گا جتنا رمضان المبارک میں ایک روزے کا ثواب ملتا ہے۔

《مسئلہ ۲》 اگر کسی نے شامت اعمال سے روزہ نہ رکھا تو لوگوں کے سامنے کچھ نہ کھائے پیے اور نہ یہ ظاہر کرے کہ آج میرا روزہ نہیں، اس لیے کہ گناہ کر کے اس کو ظاہر کرنا بھی گناہ ہے۔ اگر کسی سے کہہ دے گا تو دہرا گناہ ہوگا۔ ایک تو روزہ نہ رکھنے کا، دوسرا گناہ ظاہر کرنے کا۔ جو شخص کسی عذر سے روزہ نہ رکھے اس کو بھی چاہیے کہ کسی کے سامنے نہ کھائے۔

《مسئلہ ۳》 اگر نابالغ لڑکا، لڑکی روزہ رکھ کے توڑ ڈالے تو اس کی قضا نہ رکھوائیں، البتہ اگر نماز کی نیت کر کے توڑ دے تو اس کو دوبارہ پڑھوائیں۔

قضا میں تاخیر:

《مسئلہ ۴》 جو روزے کسی وجہ سے چھوٹ گئے ہوں، رمضان کے بعد جہاں تک ہو سکے جلدی ان کی قضا رکھ لے، دیر نہ کرے۔ بلا وجہ قضا میں دیر کرنا گناہ ہے۔

《مسئلہ ۵》 اگر رمضان کے قضا روزے ابھی نہیں رکھے تھے کہ دوسرا رمضان آ گیا تو اب رمضان کے ادا روزے رکھے اور عید کے بعد قضا رکھے، لیکن اتنی دیر کرنا درست نہیں۔

قضا کی نیت میں دن اور تاریخ کی تعیین:

《مسئلہ ۶》 روزے کی قضا میں دن اور تاریخ مقرر کر کے قضا کی نیت کرنا کہ فلاں تاریخ کے روزے کی قضا رکھتا ہوں یہ ضروری نہیں، بلکہ جتنے روزے قضا ہوں اتنے ہی روزے رکھ لینا چاہیے، البتہ اگر دو رمضانوں کے کچھ کچھ روزے قضا ہو گئے ہوں اور دونوں رمضانوں کے روزوں کی قضا رکھنا ہو تو سال کا متعین کرنا ضروری ہے یعنی اس طرح نیت کرے کہ فلاں سال کے روزوں کی قضا رکھتا ہوں۔

[یہ تعیین کہ فلاں سال کا روزہ رکھتا ہوں، اس میں دو قول ہیں۔ بہشتی زیور میں مندرجہ بالا قول احتیاط کو مدنظر رکھ کر اختیار کیا گیا ہے اور اگر کسی نے بغیر تعیین سال کے بہت سے روزے رکھ لیے تو ضرورت کی بنا پر دوسرے قول (یعنی یہ کہ سال کی تعیین

واجب نہیں) پر بھی عمل کرنے کی گنجائش ہے۔[1]]

قضا روزے مسلسل رکھنا ضروری نہیں:

﴿مسئلہ ۷﴾ جتنے روزے قضا ہو گئے ہیں چاہے سب کو مسلسل رکھ لے، چاہے وقفے وقفے سے رکھے، دونوں باتیں درست ہیں۔

قضا اور کفارہ کے روزے کی نیت:

﴿مسئلہ ۸﴾ قضا روزے میں صبح صادق سے پہلے پہلے نیت کرنا ضروری ہے، اگر صبح صادق ہو جانے کے بعد نیت کی تو قضا صحیح نہیں ہوئی بلکہ وہ روزہ نفل ہو گیا، قضا کا روزہ پھر سے رکھے۔

﴿مسئلہ ۹﴾ کفارے کے روزے کا بھی یہی حکم ہے کہ روزے کا وقت شروع ہونے سے پہلے پہلے نیت کر لے۔ رات سے نیت کرنا چاہیے۔ اگر صبح ہونے کے بعد نیت کی تو کفارے کا روزہ صحیح نہیں ہوا۔

بے ہوش ہو جانے والے کا حکم:

﴿مسئلہ ۱۰﴾ رمضان کے مہینے میں دن کو بے ہوش ہو گیا اور ایک دن سے زیادہ بے ہوش رہا تو بے ہوش ہونے کے دن کے علاوہ جتنے دن بے ہوش رہا اتنے دنوں کی قضا رکھے۔ جس دن بے ہوش ہوا اس ایک دن کی قضا واجب نہیں ہے، کیونکہ اس دن کا روزہ درست ہو گیا۔ البتہ اگر اس دن روزہ سے نہیں تھا یا اس دن حلق میں کوئی دوا ڈالی گئی اور وہ حلق سے اتر گئی تو اس دن کی قضا بھی واجب ہے۔

﴿مسئلہ ۱۱﴾ اگر رات کو بے ہوش ہوا تو اگلے دن کی قضا واجب نہیں، اس کے بعد باقی جتنے دن بے ہوش رہا سب کی قضا واجب ہے، البتہ اگر اس رات کو صبح کا روزہ رکھنے کی نیت نہیں تھی یا صبح کو کوئی دوا حلق میں ڈالی گئی تو اس دن کے روزے کی قضا بھی رکھے، اگر پورے رمضان میں بے ہوش رہا تب بھی قضا رکھنا چاہیے، یہ نہ سمجھے کہ روزے معاف ہو گئے۔

پاگل ہو جانے والے کا حکم:

﴿مسئلہ ۱۲﴾ اگر پاگل ہو گیا اور پورے رمضان میں مکمل پاگل رہا تو اس رمضان کے کسی روزے کی قضا واجب نہیں اور اگر رمضان شریف کے مہینے میں کسی دن پاگل پن سے افاقہ ہوا اور عقل ٹھکانے آ گئی تو اب سے روزے رکھنا شروع کرے اور جتنے روزے پاگل پن کی حالت میں چھوٹ گئے ان کی قضا بھی رکھے۔

---

(۱) دیکھیے ضمیمہ ثانیہ بہشتی زیور تصحیح الاغلاط حصہ سوم، ص ۲۹۶ وامداد الفتاویٰ: ۲/ ۱۰۵

نذر کے روزے کا بیان

﴿مسئلہ ۱﴾ جب کوئی روزہ کی نذر مانے تو اس کا پورا کرنا واجب ہے، اگر نہ رکھے گا تو گناہ گار ہوگا۔

نذر کی قسمیں اور ان کا حکم:

﴿مسئلہ ۲﴾ نذر دو طرح کی ہے:

۱۔ نذرِ معین:

ایک تو یہ کہ دن اور تاریخ مقرر کر کے نذر مانی کہ یا اللہ! آج فلاں کام ہو جائے تو کل ہی روزہ رکھوں گا یا یوں کہا کہ یا اللہ! میری فلاں مراد پوری ہو جائے تو پرسوں جمعہ کے دن روزہ رکھوں گا۔ ایسی نذر میں اگر صبح صادق سے پہلے روزہ کی نیت کرے تو بھی درست ہے اور اگر صبح صادق سے پہلے نیت نہیں کی تو دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے [یعنی نصف النہار شرعی سے پہلے] نیت کر لے، یہ بھی درست ہے، نذر ادا ہو جائے گی۔

﴿مسئلہ ۳﴾ جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی نذر مانی اور جب جمعہ آیا تو صرف اتنی نیت کر لی کہ آج میرا روزہ ہے، یہ متعین نہیں کیا کہ یہ نذر کا روزہ ہے یا نفل کی نیت کر لی تب بھی نذر کا روزہ ادا ہو گیا، البتہ اس جمعہ کو اگر قضا روزہ رکھ لیا اور نذر کا روزہ رکھنا یاد نہ رہا، یا یاد تو تھا مگر قصداً قضا کا روزہ رکھا تو نذر کا روزہ ادا نہیں ہوگا بلکہ قضا کا روزہ ہو جائے گا، نذر کا روزہ پھر سے رکھے۔

۲۔ نذرِ غیر معین:

﴿مسئلہ ۴﴾ دوسری نذر یہ ہے کہ دن اور تاریخ مقرر کر کے نذر نہیں مانی، بس اتنا ہی کہا: یا اللہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو ایک روزہ رکھوں گا؛ یا کسی کام کا ذکر کیے بغیر ویسے ہی اپنے اوپر مثلاً: پانچ روزے لازم کر لیے۔ ایسی نذر میں صبح صادق سے پہلے نیت کرنا شرط ہے، اگر صبح ہو جانے کے بعد نیت کی تو نذر کا روزہ نہیں ہوا، بلکہ وہ روزہ نفل ہو گیا۔

نفل روزے کا بیان

نفل روزے کی نیت:

﴿مسئلہ ۱﴾ نفل روزے کی نیت اس طرح کرے کہ میں نفل کا روزہ رکھتا ہوں تو بھی صحیح ہے اور اگر صرف اتنی نیت کرے کہ میں روزہ رکھتا ہوں تب بھی صحیح ہے۔

﴿مسئلہ۲﴾ دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے (نصف النہار شرعی سے پہلے پہلے) تک نفل کی نیت کر لینا درست ہے، تو اگر دس بجے دن تک مثلاً: روزہ رکھنے کا ارادہ نہیں تھا لیکن ابھی کچھ کھایا پیا نہیں، پھر خیال آ گیا اور روزہ کی نیت کر لی تو بھی درست ہے۔

سال میں پانچ دن روزہ رکھنا جائز نہیں:

﴿مسئلہ۳﴾ رمضان شریف کے مہینے کے سوا جس دن چاہے نفلی روزہ رکھے، جتنے زیادہ رکھے گا اتنا زیادہ ثواب پائے گا، سوائے عید الفطر کے دن اور عید الاضحیٰ یعنی ذی الحجہ کی دسویں، گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں تاریخ کے، سال بھر میں صرف ان پانچ دنوں میں روزے رکھنا حرام ہے، اس کے علاوہ سب روزے درست ہیں۔

﴿مسئلہ۴﴾ اگر کوئی شخص عید کے دن روزہ رکھنے کی منت مانے تب بھی اس دن کا روزہ درست نہیں، اس کے بدلے کسی اور دن رکھ لے۔

﴿مسئلہ۵﴾ اگر کسی نے یہ منت مانی کہ میں پورے سال کے روزے رکھوں گا، سال میں کسی دن کا روزہ بھی نہیں چھوڑوں گا تب بھی یہ پانچ روزے نہ رکھے، باقی سب رکھ لے، پھر ان پانچ روزوں کی قضا رکھ لے۔

﴿مسئلہ۶﴾ کسی نے عید کے دن نفل روزہ رکھ لیا اور نیت کر لی تب بھی توڑ دے، اس کی قضا رکھنا بھی واجب نہیں۔

نفل روزہ نیت کرنے سے واجب ہو جاتا ہے:

﴿مسئلہ۷﴾ نفلی روزہ نیت کر کے شروع کرنے سے واجب ہو جاتا ہے۔ پس اگر کسی نے رات کو نفلی روزے کی نیت کی اور پھر اس کو طلوع فجر کے بعد توڑ دیا تو اس کی قضا واجب ہے۔

﴿مسئلہ۸﴾ کسی نے رات کو ارادہ کیا کہ میں کل روزہ رکھوں گا لیکن پھر صبح صادق ہونے سے پہلے ارادہ بدل گیا اور روزہ نہیں رکھا تو قضا واجب نہیں۔

﴿مسئلہ۹﴾ عورت کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر نفل روزہ رکھنا درست نہیں، اگر اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھ لیا تو اس کے تڑوانے سے توڑ دینا درست ہے، پھر جب وہ اجازت دے اس کی قضا رکھے۔

﴿مسئلہ۱۰﴾ دعوت میں نہ کھانے سے یہ خدشہ ہو کہ میزبان کی دل شکنی ہوگی تو اس کی خاطر نفلی روزہ توڑ دینا درست ہے، اسی طرح مہمان کی خاطر میزبان کا روزہ توڑ دینا بھی درست ہے، البتہ بعد میں قضا رکھنا ضروری ہے۔

دس محرم کا روزہ:

﴿مسئلہ۱۱﴾ محرم کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھنا مستحب ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے جو شخص یہ روزہ رکھے اس کے

گزرے ہوئے ایک سال کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، اس دن کے ساتھ نویں یا گیارہویں تاریخ کا روزہ رکھنا بھی مستحب ہے، صرف دسویں کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

بعض دیگر ایام کے روزے:

﴿مسئلہ ۱۲﴾ اسی طرح ذوالحجہ کی نویں تاریخ کے کے روزہ کا بھی بڑا ثواب ہے۔ اس سے ایک سال کے اگلے اور ایک سال کے پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور اگر یکم ذوالحجہ سے نویں تک مسلسل روزے رکھے تو بہت ہی بہتر ہے۔

﴿مسئلہ ۱۳﴾ اگر ہر مہینے کی تیرہویں، چودھویں، پندرہویں تین دن روزہ رکھ لیا کرے تو گویا اس نے سال بھر برابر روزے رکھے۔ حضور ﷺ یہ تین روزے رکھا کرتے تھے، ایسے ہی ہر پیر اور جمعرات کے دن بھی روزہ رکھا کرتے تھے، اگر کوئی ہمت کر کے رکھ لے تو ان کا بھی بہت ثواب ہے۔

﴿مسئلہ ۱۴﴾ شعبان کی پندرہویں تاریخ[1] اور عید کے چھ دن نفل روزے رکھنے کا بھی دوسرے نفلوں سے زیادہ ثواب ہے۔

---

(۱) یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ تمام ذخیرۂ احادیث میں پندرہویں شعبان کے روزے کے بارے میں صرف ایک روایت ہے کہ شب برأت کے بعد والے دن روزہ رکھو، لیکن یہ روایت ضعیف ہے، لہٰذا اس کی وجہ سے اس پندرہ شعبان کے روزے کو سنت یا مستحب قرار دینا درست نہیں، البتہ پورے شعبان کے مہینے میں روزہ رکھنے کی فضیلت ثابت ہے، لیکن ۲۸ اور ۲۹ شعبان کو حضور اکرم ﷺ نے روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے کہ رمضان سے ایک دو روز پہلے روزہ مت رکھو، تاکہ رمضان کے روزوں کے لیے انسان نشاط اور چستی کے ساتھ تیار رہے۔
دوسرے یہ کہ پندرہ تاریخ ایام بیض میں سے بھی ہے اور حضور اقدس ﷺ اکثر ہر ماہ کے ایام بیض میں تین دن روزہ رکھا کرتے تھے یعنی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ کو، لہٰذا اگر کوئی شخص ان دو وجہ سے ۱۵ تاریخ کا روزہ رکھ لے تو ان شاء اللہ موجب اجر ہوگا، لیکن خاص پندرہ تاریخ کی خصوصیت کے لحاظ سے اس روزے کو سنت قرار دینا درست نہیں۔ اسی وجہ سے اکثر فقہائے کرام نے جہاں مستحب روزوں کا ذکر کیا ہے وہاں محرم کی دس تاریخ اور یوم عرفہ (۹ ذی الحجہ) کے روزے کا تذکرہ کیا ہے لیکن پندرہ شعبان کے روزے کا علیحدہ سے ذکر نہیں کیا۔
(اصلاحی خطبات: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم)

مکروہات ومفسدات کا بیان

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا:

﴿مسئلہ۱﴾ اگر روزہ دار بھول کر کچھ کھالے یا پی لے یا بھولے سے ہم بستر ہو جائے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگر بھول کر پیٹ بھر کر کھا پی لے تب بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، اگر بھول کر کئی دفعہ کھانا کھالیا تب بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

﴿مسئلہ۲﴾ دن کو سرمہ لگانا، تیل لگانا، خوشبو سونگھنا درست ہے، اس سے روزہ میں کوئی نقصان نہیں آتا، چاہے جس وقت ہو، بلکہ اگر سرمہ لگانے کے بعد تھوک یا رینٹھ میں سرمہ کا رنگ دکھائی دے تو بھی روزہ نہیں ٹوٹا نہ مکروہ ہوا۔

﴿مسئلہ۳﴾ حلق کے اندر مکھی چلی گئی یا دھواں از خود چلا جائے یا گرد وغبار چلا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ قصداً ایسا کرے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

﴿مسئلہ۴﴾ عطر، کیوڑہ، گلاب، پھول وغیرہ اور خوشبو سونگھنا جس میں دھواں نہ ہو، درست ہے۔

﴿مسئلہ۵﴾ تھوک نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

﴿مسئلہ۶﴾ اگر پان کھا کر خوب کلی، غرغرہ کر کے منہ صاف کر لیا، لیکن تھوک کی سرخی نہیں گئی تو کوئی حرج نہیں، روزہ ہو جائے گا۔

﴿مسئلہ۷﴾ ناک کو اتنے زور سے سڑک لیا کہ حلق میں چلی گئی تو روزہ نہیں ٹوٹا، اسی طرح منہ کی رال سڑک کر کے نگل جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

﴿مسئلہ۸﴾ مسواک سے دانت صاف کرنا درست ہے، اگرچہ زوال کے بعد ہو، چاہے مسواک سوکھی ہو یا اسی وقت کی توڑی ہوئی تازی ہو۔ اگر نیم کی مسواک ہے اور اس کا کڑوا پن منہ میں معلوم ہوتا ہے تب بھی مکروہ نہیں۔

﴿مسئلہ۹﴾ خود بخود قے ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا، چاہے تھوڑی سی قے ہو یا زیادہ، البتہ اگر اپنے اختیار سے منہ بھر قے کرے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اگر اس سے کم ہو تو خود کرنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

﴿مسئلہ۱۰﴾ تھوڑی سی قے آئی پھر خود ہی حلق میں لوٹ گئی تب بھی روزہ نہیں ٹوٹا، البتہ اگر قصداً لوٹائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

﴿مسئلہ ۱۱﴾ دن کو سو گیا اور ایسا خواب دیکھا جس سے نہانے کی ضرورت ہو گئی تو روزہ نہیں ٹوٹا۔

﴿مسئلہ ۱۲﴾ مرد اور عورت کا ساتھ لیٹنا، ہاتھ لگانا، پیار کرنا یہ سب درست ہے، لیکن اگر جوانی کا اتنا جوش ہو کہ ان باتوں سے ہم بستری میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہو تو ایسا کرنا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۱۳﴾ کسی عورت کے دیکھنے سے یا صرف کسی بات کا خیال دل میں لانے سے منی خارج ہو جائے یا احتلام ہو جائے تو بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

﴿مسئلہ ۱۴﴾ کسی شخص کو روزہ کا خیال نہیں رہا یا رات باقی تھی اس لیے کچھ کھانے پینے لگا اور اس کے بعد جیسے ہی روزہ کا خیال آ گیا یا جونہی صبح صادق ہوئی فوراً لقمے کو منہ سے پھینک دیا تب بھی روزہ فاسد نہ ہوگا۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ مرد کا اپنے آلۂ تناسل کے سوراخ میں کوئی چیز مثلاً: تیل یا پانی وغیرہ ڈالنا چاہے پچکاری کے ذریعہ سے یا ویسے ہی سلائی وغیرہ کا داخل کرنا، اگرچہ یہ چیزیں مثانے تک پہنچ جائیں روزے کو فاسد نہیں کرتیں۔

﴿مسئلہ ۱۶﴾ رات کو نہانے کی ضرورت ہوئی مگر غسل نہیں کیا، دن کو نہایا تب بھی روزہ ہو گیا بلکہ اگر دن بھر نہ نہائے تب بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ اس کا گناہ ہوگا۔

جن چیزوں سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے:

﴿مسئلہ ۱۷﴾ اگر زبان سے کوئی چیز چکھ کر تھوک دی تو روزہ نہیں ٹوٹا، لیکن بلا ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے، البتہ اگر کسی عورت کا شوہر بدمزاج ہو اور یہ ڈر ہو کہ اگر سالن میں نمک، پانی درست نہ ہوا تو بگڑ جائے گا اور برا بھلا کہے گا تو اس کے لیے چکھ لینا مکروہ نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۸﴾ بچے کو کوئی چیز چبا کر کھلانا مکروہ ہے، البتہ اگر اس کی ضرورت اور مجبوری ہو تو مکروہ نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۹﴾ کوئلہ چبا کر دانت مانجھنا یا منجن سے دانت مانجھنا مکروہ ہے اور اگر اس میں سے کچھ حلق میں اتر جائے گا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

﴿مسئلہ ۲۰﴾ اگر انزال کا اندیشہ ہو یا اپنے نفس کے بے اختیار ہو جانے اور اس حالت میں جماع کر لینے کا اندیشہ ہو تو عورت کا بوسہ لینا اور اس سے بغل گیر ہونا مکروہ ہے اور اگر یہ ڈر اور اندیشہ نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں۔

﴿مسئلہ ۲۱﴾ بیوی کا ہونٹ منہ میں لینا اور مباشرت فاحشہ یعنی بدن کے خاص حصے کا برہنہ ملانا ہر حال میں مکروہ ہے، چاہے انزال یا جماع کا اندیشہ ہو یا نہیں۔

جن صورتوں میں صرف قضا واجب ہے:

﴿مسئلہ ۲۲﴾ منہ میں کھانے کی کوئی چیز رکھ کر سو گیا اور صبح ہو جانے کے بعد آنکھ کھلی تو روزہ نہیں ہوا، قضا رکھے، کفارہ واجب نہیں۔

﴿مسئلہ ۲۳﴾ لوبان وغیرہ کوئی دھونی پاس رکھ کر سونگھنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

﴿مسئلہ ۲۴﴾ کلی کرتے وقت حلق میں پانی چلا گیا اور روزہ یاد تھا تو روزہ ٹوٹ گیا، قضا واجب ہے، کفارہ واجب نہیں۔

﴿مسئلہ ۲۵﴾ کسی نے کنکری یا لوہے کا ٹکڑا یا کوئی ایسی چیز کھالی جس کو خوراک یا دوا کے طور پر استعمال نہیں کیا جاتا تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا لیکن اس پر کفارہ واجب نہیں۔

﴿مسئلہ ۲۶﴾ کسی نے روزہ میں پچکاری لی یا کان میں تیل ڈالا یا ناک میں دوا وغیرہ چڑھائی تو روزہ ٹوٹ گیا۔[1] لیکن صرف قضا واجب ہے، کفارہ واجب نہیں اور اگر کان میں پانی ڈالا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔

﴿مسئلہ ۲۷﴾ منہ سے خون نکلا اور اس کو تھوک کے ساتھ نگل گیا تو روزہ ٹوٹ گیا، البتہ اگر خون تھوک سے کم ہو اور خون کا مزہ حلق میں معلوم نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

﴿مسئلہ ۲۸﴾ کسی نے بھولے سے کچھ کھایا اور یوں سمجھا کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا، اس وجہ سے پھر قصداً کچھ کھالیا تو اب اس کا روزہ ٹوٹ گیا، صرف قضا واجب ہے کفارہ واجب نہیں۔

﴿مسئلہ ۲۹﴾ اگر کسی کو قے ہوئی اور وہ سمجھا کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا، اس گمان پر پھر قصداً کھالیا اور روزہ توڑ دیا تو بھی قضا واجب ہے، کفارہ واجب نہیں۔

﴿مسئلہ ۳۰﴾ کسی نے رمضان میں روزہ کی نیت ہی نہیں کی، اس لیے کھاتا پیتا رہا، اس پر صرف قضا ہے، کفارہ واجب نہیں، کفارہ جب ہے کہ نیت کر کے توڑ دے۔

﴿مسئلہ ۳۱﴾ کسی سے لپٹ گیا یا بوسہ لیا یا مشت زنی (ہاتھ سے شہوت پوری کرنے) کا مرتکب ہوا اور ان سب صورتوں میں منی کا خروج ہو گیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور کفارہ واجب نہ ہوگا۔

﴿مسئلہ ۳۲﴾ روزہ میں عورت کا پیشاب کی جگہ کوئی دوا رکھنا یا تیل وغیرہ کوئی چیز ڈالنا درست نہیں، اگر کسی نے دوا رکھ لی

---

(۱) جدید طبی تحقیق سے یہ ثابت ہوا ہے کہ کان سے حلق یا دماغ تک کوئی کھلا سوراخ نہیں کہ جس سے کان میں ڈالی گئی دوا یا تیل دماغ یا حلق میں پہنچ جائے اور قدیم فقہ کی کتابوں میں روزہ فاسد ہونے کی بنیاد یہی سمجھی گئی تھی، مگر اب جبکہ یہ معلوم ہو گیا کہ راستہ نہیں تو فسادِ صوم کا حکم بھی نہ ہوگا۔ ھکذا حقق الشیخ رشید احمد رحمہ اللہ تعالیٰ ومشایخ دارالعلوم کراتشی وبہ افتوا، واللہ اعلم۔

تو روزہ ٹوٹ جائے گا، قضا واجب ہے، کفارہ واجب نہیں۔

مسئلہ ۳۳ کسی ضرورت سے خود عورت نے یا دائی یا ڈاکٹر وغیرہ نے پیشاب کی جگہ انگلی ڈالی پھر ساری انگلی یا تھوڑی سی انگلی نکالنے کے بعد پھر ڈال دی تو روزہ ٹوٹ گیا لیکن کفارہ واجب نہیں اور اگر نکالنے کے بعد پھر نہیں ڈالی تو روزہ نہیں ٹوٹا، البتہ اگر پہلے سے ہی پانی یا دوا وغیرہ کسی چیز سے انگلی بھیگی ہوئی ہو تو پہلی ہی دفعہ انگلی ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔[1]

جن صورتوں میں کفارہ واجب ہے:

مسئلہ ۳۴ وہ شخص جس میں روزہ فرض ہونے کی تمام شرائط پائی جاتی ہوں، رمضان کے اس روزہ میں جس کی نیت صبح صادق سے پہلے کر چکا ہو جان بوجھ کر منہ کے ذریعہ سے پیٹ میں کوئی ایسی چیز پہنچائے جو انسان کی دوا یا غذا میں ہوتی ہو یعنی اس کے استعمال سے کسی قسم کا جسمانی نفع یا لذت متصور ہو اور اس کے استعمال سے سلیم الطبع انسان کی طبیعت نفرت نہ کرتی ہو اگرچہ وہ بہت ہی قلیل ہو، حتیٰ کہ ایک تل کے برابر ہو، یا کوئی شخص جماع کرے یا کرائے، جماع میں خاص حصے کے سر کا داخل ہو جانا کافی ہے، منی کا خارج ہونا بھی شرط نہیں۔ ان سب صورتوں میں قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے مگر یہ بات شرط ہے کہ جماع ایسی عورت سے کیا جائے جو قابل جماع ہو۔

مسئلہ ۳۵ اگر ایسی چیز کھائی یا پی جو دوا یا غذا کے طور پر استعمال ہوتی ہے تو بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضا و کفارہ دونوں واجب ہیں۔

مسئلہ ۳۶ روزے کے توڑنے سے کفارہ اس وقت لازم آتا ہے جبکہ رمضان شریف میں روزہ توڑ ڈالے اور رمضان کے سوا اور کسی روزے کے توڑنے سے کفارہ واجب نہیں ہوتا، چاہے جس طرح توڑے، اگرچہ وہ روزہ رمضان کی قضا ہی کیوں نہ ہو، البتہ اگر اس رمضان کے روزہ کی نیت رات سے نہ کی ہو یا روزہ توڑنے کے بعد کسی عورت کو اسی دن حیض آ گیا ہو تو اس کے توڑنے سے کفارہ واجب نہیں۔

مسئلہ ۳۷ جو لوگ حقہ پینے کے عادی ہوں یا روزہ کی حالت میں حقہ پئیں تو ان پر بھی کفارہ اور قضا دونوں واجب ہوں گے۔

---

(۱) مسئلہ ۳۲ اور ۳۳ قدیم طبی تحقیق کی بنیاد پر لکھے گئے تھے کہ عورت کے مثانے اور معدہ کے درمیان منفذ موجود ہے، لیکن جدید طبی تحقیق کے مطابق مرد کی طرح عورت کے مثانے اور معدہ کے درمیان بھی کوئی منفذ موجود نہیں، اس لیے پیشاب کی جگہ کوئی دوا رکھنے یا تر انگلی داخل کرنے سے روزہ فاسد نہیں ہونا چاہیے، البتہ بہتر یہ ہے کہ روزے کی حالت میں احتیاط کی جائے، ضرورت کے پڑے تو رات کو دوا رکھی جائے۔ مرتب

﴿مسئلہ ۳۸﴾ جماع میں عورت اور مرد کا عاقل ہونا شرط نہیں، حتیٰ کہ اگر ایک پاگل ہو اور دوسرا عاقل تو عاقل پر کفارہ لازم ہوگا۔

﴿مسئلہ ۳۹﴾ کسی روزہ دار عورت سے زبردستی یا سونے کی حالت میں یا پاگل پن کی حالت میں جماع کیا تو عورت کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور عورت پر صرف قضا لازم آئے گی اور اگر مرد بھی روزہ دار ہو تو اس پر قضا و کفارہ دونوں لازم ہیں۔

﴿مسئلہ ۴۰﴾ اگر کوئی عورت کسی نابالغ یا پاگل کو اپنے اوپر جماع کی قدرت دے کر جماع کرائے تو اس پر قضا و کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔

﴿مسئلہ ۴۱﴾ اگر کوئی مقیم روزے کی نیت کے بعد مسافر بن جائے اور تھوڑی دور جا کر کسی بھولی ہوئی چیز لینے کے لیے اپنی رہائش گاہ پر واپس آئے اور وہاں پہنچ کر روزے کو فاسد کر دے تو اس کا کفارہ دینا ہوگا، اس لیے کہ اس وقت وہ شرعاً مسافر نہیں تھا، اگرچہ وہ ٹھہرنے کی نیت سے نہیں گیا تھا اور نہ وہاں ٹھہرا۔

﴿مسئلہ ۴۲﴾ سرمہ لگانے، خون نکلوانے یا تیل ڈالنے سے یہ سمجھا کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا اور پھر قصداً کھا لیا تو قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔

متفرقات:

﴿مسئلہ ۴۳﴾ رمضان کے مہینے میں اگر کسی کا روزہ اتفاقاً ٹوٹ گیا تو روزہ ٹوٹنے کے بعد بھی دن میں کچھ کھانا پینا درست نہیں، پورا دن روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے۔

﴿مسئلہ ۴۴﴾ کسی شخص کو بھول کر کچھ کھاتے پیتے دیکھا تو اگر وہ اتنا صحت مند ہے کہ روزہ رکھنے سے اسے زیادہ تکلیف نہیں ہوتی تو روزہ یاد دلا دینا واجب ہے اور اگر کوئی اتنا کمزور ہو کہ روزہ سے تکلیف ہوتی ہے تو اس کو یاد نہ دلائے، کھانے دے۔

﴿مسئلہ ۴۵﴾ کسی شخص نے بھول کر کچھ کھا پی لیا یا جماع کر لیا اور یہ سمجھا کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا پھر اس خیال سے جان بوجھ کر کچھ کھا پی لیا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور کفارہ لازم نہیں ہوگا، صرف قضا واجب ہے اور اگر مسئلہ جانتا ہو اور پھر بھول کر ایسا کرنے کے بعد جان بوجھ کر کھا پی لے تو جماع کی صورت میں کفارہ بھی لازم ہوگا اور کھانے کی صورت میں اس وقت بھی صرف قضا ہی ہے۔

﴿مسئلہ ۴۶﴾ کسی کو بے اختیار قے ہوگئی یا احتلام ہوگیا یا کسی عورت وغیرہ کے صرف دیکھنے سے انزال ہوگیا اور مسئلہ

معلوم نہ ہونے کی وجہ سے یہ سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا اور عمداً اس نے کھا پی لیا تو روزہ فاسد ہو گیا اور صرف قضا لازم ہوگی، کفارہ لازم نہ ہوگا اور اگر مسئلہ معلوم ہو کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور پھر عمداً کھا پی لیا تو کفارہ بھی لازم ہوگا۔

﴿مسئلہ ۴۷﴾ دانتوں میں گوشت کا ریشہ اٹکا ہوا تھا یا چھالیہ کا ٹکڑا یا کوئی اور چیز تھی اس کو زبان سے یا خلال سے نکال لیا لیکن منہ سے باہر نہیں نکالا، وہ خود بخود حلق میں چلا گیا تو وہ چیز اگر چنے سے کم ہے تب تو روزہ نہیں ٹوٹا اور چنے کے برابر یا اس سے زیادہ ہے تو روزہ ٹوٹ گیا، البتہ اگر منہ سے باہر نکال لیا تھا، پھر اس کے بعد نگل گیا تو ہر حال میں روزہ ٹوٹ گیا، چاہے وہ چیز چنے کے برابر ہو یا اس سے بھی کم ہو، دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

﴿مسئلہ ۴۸﴾ اگر کوئی شخص (علاج وغیرہ کے سلسلے میں) اپنے مقعد میں کوئی خشک چیز داخل کرے اور اس کا سر باہر رہے یا تر چیز داخل کرے اور وہ حقنہ کی جگہ تک نہ پہنچے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا اور اگر خشک چیز مثلاً: روئی یا کپڑا وغیرہ داخل کیا اور وہ سارا اندر غائب ہو گیا یا تر چیز داخل کی اور وہ حقنہ کی جگہ تک پہنچ گئی تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور صرف قضا واجب ہوگی۔

جن وجوہات کی بنا پر روزہ توڑنا جائز ہے:

﴿مسئلہ ۱﴾ اچانک ایسا بیمار ہو گیا کہ اگر روزہ نہیں توڑے گا تو مر جائے گا یا بیماری بہت بڑھ جائے گی تو روزہ توڑ دینا درست ہے، جیسے: اچانک پیٹ میں ایسا درد اٹھا کہ بے تاب ہو گیا یا سانپ نے کاٹ لیا تو اس حالت میں دوا پی لینا اور روزہ توڑ دینا درست ہے، ایسے ہی اگر ایسی پیاس یا بھوک لگی کہ مر جانے کا ڈر ہے تو بھی روزہ توڑ دینا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۲﴾ کوئی مشقت کا کام کرنے کی وجہ سے بے حد پیاس لگ گئی اور اتنی بے تابی ہوگئی کہ اب جان جانے کا ڈر ہے تو روزہ کھول دینا درست ہے، لیکن اگر خود اس نے قصداً اتنا کام کیا جس سے ایسی حالت ہوگئی تو گنہگار ہوگا، مگر روزہ کھولنا اس حالت میں بھی درست ہے۔

﴿مسئلہ ۳﴾ حاملہ عورت کو کوئی ایسی بات پیش آ گئی کہ جس سے اپنی جان کا یا بچے کی جان کا ڈر ہے تو روزہ توڑ دینا درست ہے۔

جن وجوہات کی بنا پر روزہ نہ رکھنا جائز ہے:

﴿مسئلہ ۱﴾ اگر ایسی بیماری ہے کہ روزہ نقصان دیتا ہے اور یہ ڈر ہے کہ اگر روزہ رکھے گا تو بیماری بڑھ جائے گی یا دیر سے صحیح ہوگا یا جان نکل جائے گی تو روزہ نہ رکھے، جب ٹھیک ہو جائے تو اس کی قضا رکھ لے لیکن صرف اپنے دل سے ایسا گمان کر کے روزہ چھوڑ دینا درست نہیں بلکہ جب کوئی مسلمان دین دار طبیب کہہ دے کہ روزہ تم کو نقصان دے گا تب چھوڑ دینا

چاہیے۔

﴿مسئلہ۲﴾ اگر حکیم یا ڈاکٹر کافر ہے یا شریعت کا پابند نہیں تو اس کی بات کا اعتبار نہیں، صرف اس کے کہنے سے روزہ نہ چھوڑے۔

﴿مسئلہ۳﴾ اگر حکیم نے تو کچھ نہیں کہا لیکن خود اپنا تجربہ ہے اور کچھ ایسی نشانیاں معلوم ہوئیں جن کی وجہ سے دل گواہی دیتا ہے کہ روزہ نقصان دے گا تب بھی روزہ نہ رکھے اور اگر خود تجربہ کار نہ ہو اور اس بیماری کا کوئی حال معلوم نہ ہو تو صرف خیال کا اعتبار نہیں۔ اگر دین دار حکیم کے بتائے بغیر اور بغیر تجربے کے اپنے خیال ہی کی بنا پر رمضان کا روزہ توڑ دے گا تو کفارہ دینا پڑے گا اور اگر روزہ نہ رکھے گا تو گناہ گار ہوگا۔

﴿مسئلہ۴﴾ اگر بیماری سے ٹھیک ہوگیا، لیکن ابھی ضعف باقی ہے اور یہ غالب گمان ہے کہ اگر روزہ رکھے گا تو پھر بیمار ہوجائے گا تب بھی روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔

﴿مسئلہ۵﴾ اگر کوئی سفر میں ہو تو اس کے لیے بھی روزہ نہ رکھنا جائز ہے، پھر کبھی اس کی قضا رکھ لے۔

﴿مسئلہ۶﴾ سفر میں اگر روزے سے کوئی تکلیف نہ ہو، جیسے: ریل پر سوار ہے اور یہ خیال ہے کہ شام تک گھر پہنچ جائے گا یا اپنے ساتھ راحت و آرام کا سامان موجود ہے تو ایسی صورت میں سفر میں بھی روزہ رکھ لینا بہتر ہے اور اگر روزہ نہ رکھے تب بھی کوئی گناہ نہیں، البتہ رمضان شریف کے روزے کی جو فضیلت ہے اس سے محروم رہے گا۔ اگر راستہ میں روزہ کی وجہ سے تکلیف اور پریشانی کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں روزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔

﴿مسئلہ۷﴾ اگر بیماری سے ٹھیک ہونے سے پہلے مر گیا یا گھر واپس پہنچنے سے پہلے سفر ہی میں مر گیا تو جتنے روزے بیماری یا سفر کی وجہ سے چھوٹے ہیں، آخرت میں ان کا مواخذہ نہ ہوگا، کیونکہ اس کو قضا رکھنے کی مہلت نہیں ملی۔

﴿مسئلہ۸﴾ اگر بیماری میں دس روزے قضا ہوگئے پھر پانچ دن ٹھیک رہا لیکن قضا روزے نہیں رکھے تو پانچ روزے تو معاف ہیں، صرف پانچ روزوں کی قضا نہ رکھنے پر مواخذہ ہوگا اور اگر پورے دس دن ٹھیک رہا تو دس دن کی پکڑ ہوگی، اس لیے ضروری ہے کہ جتنے روزوں کا حساب اس سے ہونے والا ہے اتنے دنوں کا فدیہ دینے کی وصیت کرلے، جب کہ اس کے پاس مال ہو۔ فدیہ کا بیان آگے آرہا ہے۔

﴿مسئلہ۹﴾ اسی طرح اگر سفر میں روزے چھوڑ دیے تھے، پھر گھر پہنچنے کے بعد مر گیا تو جتنے دن گھر میں رہا ہے صرف اتنے دن کی پکڑ ہوگی، اس کو بھی چاہیے کہ فدیہ کی وصیت کر جائے۔ جو روزے گھر رہنے کی مدت سے زیادہ رہ گئے ہوں تو ان کا

مواخذہ نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۱۰ اگر راستہ میں پندرہ دن رہنے کی نیت سے ٹھہر گیا تو اب روزہ چھوڑ دینا درست نہیں، کیونکہ شرعاً اب وہ مسافر نہیں رہا، البتہ اگر پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو تو روزہ نہ رکھنا درست ہے۔

مسئلہ ۱۱ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو اپنی یا اپنے بچے کی جان کا خطرہ ہو تو روزہ نہ رکھے، بعد میں قضا کرلے، لیکن اگر شوہر اتنا مالدار ہو کہ کسی دودھ پلانے والی عورت کا انتظام کر سکتا ہے تو ماں کے لیے روزہ چھوڑ دینا درست نہیں، البتہ اگر بچہ ماں کے علاوہ کسی اور کا دودھ نہ پیتا ہو تو ایسے وقت میں ماں کے لیے روزہ نہ رکھنا درست ہے۔

مسئلہ ۱۲ اگر عورت اجرت لے کر کسی بچے کو دودھ پلا رہی ہو، پھر رمضان آ گیا تو اگر روزہ کی وجہ سے بچے کو نقصان پہنچنے کا ڈر ہو تو اس کے لیے بھی روزہ نہ رکھنا درست ہے۔

مسئلہ ۱۳ اسی طرح اگر کوئی دن کو مسلمان ہوا یا دن کو بالغ ہوا تو اس کے لیے اب دن بھر کچھ کھانا پینا درست نہیں اور اگر کچھ کھا لیا تو اس روزہ کی قضا رکھنا بھی نئے مسلمان اور نئے بالغ ہونے والے کے ذمے واجب نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۴ عورت کو حیض آ گیا یا بچہ پیدا ہوا اور نفاس شروع ہو گیا تو حیض اور نفاس کی مدت میں روزہ رکھنا درست نہیں۔

مسئلہ ۱۵ اگر رات کو پاک ہو گئی تو اب صبح کو روزہ نہ چھوڑے، اگر رات کو نہ نہائی ہو تب بھی روزہ رکھ لے اور صبح کو نہا لے۔ اگر صبح ہونے کے بعد پاک ہوئی تو اب پاک ہونے کے بعد روزہ کی نیت کرنا درست نہیں، لیکن کچھ کھانا پینا بھی درست نہیں، بلکہ دن بھر روزہ داروں کی طرح رہنا چاہیے۔

مسئلہ ۱۶ سفر میں روزہ نہ رکھنے کا ارادہ تھا لیکن دوپہر سے ایک گھنٹہ [نصف النہار شرعی سے] پہلے ہی اپنے گھر پہنچ گیا یا ایسے وقت میں پندرہ دن رہنے کی نیت سے کہیں ٹھہر گیا اور اب تک کچھ کھایا پیا نہیں تو اب روزہ کی نیت کرلے۔

کفارہ کا بیان

﴿مسئلہ ۱﴾ رمضان شریف کا روزہ توڑ دینے کا کفارہ یہ ہے کہ لگا تار دو مہینے روزے رکھے، تھوڑے تھوڑے کر کے روزے رکھنا درست نہیں، اگر کسی وجہ سے درمیان میں ایک دو روزے نہیں رکھے تو اب پھر سے دو مہینے کے روزے رکھے، البتہ جو روزے حیض کی وجہ سے رہ گئے ہیں ان کے رہ جانے کی وجہ سے کفارے کے تسلسل میں کوئی فرق نہیں پڑتا، لیکن پاک ہونے کے فوراً بعد روزے شروع کردے اور ساٹھ روزے پورے کردے۔

﴿مسئلہ ۲﴾ نفاس کی وجہ سے اگر درمیان میں کچھ روزے چھوٹ گئے تو کفارہ صحیح نہیں ہوا، نفاس کے بعد نئے سرے سے کفارے کے روزے رکھے۔

﴿مسئلہ ۳﴾ اگر کسی تکلیف یا بیماری کی وجہ سے درمیان میں کفارے کے کچھ روزے چھوٹ گئے تب بھی تندرست ہونے کے بعد دوبارہ روزے رکھنا شروع کردے۔

﴿مسئلہ ۴﴾ اگر کفارے کے دوران رمضان کا مہینہ آ گیا تب بھی کفارہ صحیح نہیں ہوا۔

﴿مسئلہ ۵﴾ اگر کسی کو روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صبح شام اچھی طرح پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے۔

﴿مسئلہ ۶﴾ ان مسکینوں میں اگر بعض بالکل چھوٹے بچے ہوں تو ان کو کھلانا کافی نہیں، ان بچوں کے بدلے اور مسکینوں کو پھر کھلا دے۔

﴿مسئلہ ۷﴾ اگر گیہوں کی روٹی ہو تو روکھی روٹی کھلانا بھی درست ہے اور اگر جو، باجرہ، جوار وغیرہ کی روٹی ہو تو اس کے ساتھ کچھ دال وغیرہ دینا چاہیے جس کے ساتھ روٹی کھائیں۔

﴿مسئلہ ۸﴾ اگر کھانا نہ کھلائے بلکہ ساٹھ مسکینوں کو کچا اناج دیدے تو بھی جائز ہے، ہر ایک مسکین کو اتنا دے جتنا صدقۂ فطر دیا جاتا ہے اور صدقۂ فطر کا بیان زکوٰۃ کے باب میں گزر چکا۔

﴿مسئلہ ۹﴾ اگر اتنے اناج کی قیمت دے دے تو بھی جائز ہے۔

﴿مسئلہ ۱۰﴾ اگر کسی اور سے کہہ دیا کہ تم میری طرف سے کفارہ ادا کرنے کے لیے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو، اس نے اس کی طرف سے کھانا کھلا دیا یا کچا اناج دے دیا تب بھی کفارہ ادا ہو گیا اور اگر اس کے کہے بغیر کسی نے اس کی طرف سے دے دیا تو کفارہ صحیح نہیں ہوا۔

﴿مسئلہ ۱۱﴾ اگر ایک ہی مسکین کو ساٹھ دن تک صبح وشام کھانا کھلایا یا ساٹھ دن تک کچا اناج یا اس کی قیمت دیتا رہا تب بھی کفارہ صحیح ہوگیا۔

﴿مسئلہ ۱۲﴾ اگر ساٹھ دن تک لگاتار کھانا نہیں کھلایا بلکہ درمیان میں کچھ دنوں کا ناغہ ہوگیا تو کوئی حرج نہیں، یہ بھی درست ہے۔

﴿مسئلہ ۱۳﴾ اگر ساٹھ دن کا اناج حساب کر کے ایک فقیر کو ایک ہی دن میں دے دیا تو درست نہیں۔اسی طرح ایک ہی فقیر کو ایک ہی دن اگر ساٹھ دفعہ کر کے دے دیا تب بھی ایک ہی دن کا ادا ہوا، ۵۹ مسکینوں کو پھر دینا چاہیے۔اسی طرح قیمت دینے کا بھی حکم ہے، یعنی ایک دن میں ایک مسکین کو ایک روزے کے بدلے سے زیادہ دینا درست نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۴﴾ اگر کسی فقیر کو صدقۂ فطر کی مقدار سے کم دیا تو کفارہ صحیح نہیں ہوا۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ جماع کے علاوہ اور کسی سبب سے اگر کفارہ واجب ہوا ہو اور ابھی ایک کفارہ ادا نہیں کیا تھا کہ دوسرا واجب ہوگیا تو ان دونوں کے لیے ایک ہی کفارہ کافی ہے، اگرچہ دونوں کفارے دو رمضانوں کے ہوں، البتہ جماع کے سبب سے جتنے روزے فاسد ہوئے، اگر وہ ایک ہی رمضان کے روزے ہیں تو ایک ہی کفارہ کافی ہے اور دو رمضان کے ہیں تو ہر ایک رمضان کا کفارہ علیحدہ دینا ہوگا اگرچہ ابھی پہلا کفارہ نہ ادا کیا ہو۔

﴿مسئلہ ۱۶﴾ اگر ایک ہی رمضان کے دو تین روزے توڑ دیے تو ایک کفارہ واجب ہے، البتہ یہ دونوں روزے ایک رمضان کے نہ ہوں تو الگ الگ کفارہ دینا پڑے گا۔

فدیہ کا بیان

مسئلہ ۱ جو اتنا بوڑھا ہو جائے کہ روزہ رکھنے کی طاقت نہ رہے یا اتنا بیمار ہے کہ اب ٹھیک ہونے کی امید نہیں، نہ روزے رکھنے کی طاقت ہے تو وہ روزے نہ رکھے اور ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو صدقۂ فطر کے برابر غلہ یا رقم دے دے یا صبح شام پیٹ بھر کے کھانا کھلائے، شریعت میں اس کو فدیہ کہتے ہیں۔

مسئلہ ۲ فدیہ اگر تھوڑا تھوڑا کر کے کئی مسکینوں میں تقسیم کر دے تو بھی صحیح ہے۔

مسئلہ ۳ پھر اگر کبھی طاقت آ گئی یا بیماری سے تندرست ہو گیا تو سب روزے قضا رکھنے پڑیں گے اور جو فدیہ دیا تھا اس کا ثواب الگ ملے گا۔

مسئلہ ۴ کسی کے ذمہ کئی روزے قضا تھے اور مرتے وقت وصیت کر گیا کہ میرے روزوں کے بدلے فدیہ دے دینا تو اس کے مال میں سے کفن دفن اور قرض ادا کر کے جتنا مال بچ جائے اس کی ایک تہائی میں سے اگر سب فدیہ نکل آئے تو وارث پر دینا واجب ہوگا اور اگر سب فدیہ نہ نکلے تو جس قدر نکلے اتنا نکال دے۔

مسئلہ ۵ اگر اس نے وصیت نہیں کی مگر وارث نے اپنے مال میں سے فدیہ دے دیا تب بھی اللہ تعالیٰ سے امید رکھے کہ شاید قبول کر لے اور مواخذہ نہ کرے اور بغیر وصیت کیے خود مردے کے مال میں سے فدیہ دینا جائز نہیں، اسی طرح اگر تہائی مال سے فدیہ زیادہ ہو جائے تو وصیت کے باوجود بھی سب وارثوں کی رضا مندی کے بغیر زیادہ دینا جائز نہیں، البتہ اگر سب وارث خوش دلی سے راضی ہو جائیں تو دونوں صورتوں میں فدیہ دینا درست ہے، لیکن نابالغ وارث کی اجازت کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں، بالغ وارث اپنا حصہ الگ کر کے اس میں سے دیں تو درست ہے۔

مسئلہ ۶ اگر کسی کی نمازیں قضا ہو گئی ہوں اور وصیت کر کے مر گیا کہ میری نمازوں کے بدلے میں فدیہ دے دینا، اس کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ ۷ ہر وقت کی نماز کا اتنا ہی فدیہ ہے جتنا ایک روزہ کا فدیہ ہے۔ اس حساب سے دن رات کی پانچ فرض اور ایک وتر چھ نمازوں کی طرف سے ایک چھٹانک کم پونے گیارہ سیر گندم (یا چھ فدیہ کی قیمت) دے دے، البتہ اگر احتیاطاً پورے بارہ سیر دیدے تو بہتر ہے۔

مسئلہ ۸ کسی کے ذمہ زکوٰۃ باقی ہے، ابھی ادا نہیں کی تو وصیت کر جانے سے اس کا ادا کر دینا بھی وارثوں پر واجب

ہے۔ اگر وصیت نہیں کی اور وارثوں نے اپنی خوشی سے دیدی تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔

[مگر وارثوں کا ادا کردینا بہتر ہے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے کہ اگر وارث بلا وصیت ادا کردے گا تو ادا ہوجائے گی۔]

﴿مسئلہ۹﴾ اگر ولی مُردے کی طرف سے قضا روزے رکھ لے یا اس کی طرف سے قضا نمازیں پڑھ لے تو یہ درست نہیں، یعنی میت کے ذمہ سے نہ اتریں گی۔

اضافہ

نسوار کا حکم:

﴿مسئلہ۱﴾ روزے کی حالت میں نسوار کا استعمال جائز نہیں، کیونکہ غالب احتمال یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ ذرات حلق کے اندر ضرور جاتے ہیں لہٰذا اس سے قطعاً احتراز ضروری ہے۔(۱)

گیس پمپ ''انہیلر'' کا حکم:

﴿مسئلہ۲﴾ روزے کی حالت میں ''انہیلر'' استعمال کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ اس میں دوائی کے ذرات (گردوغبار کی مانند) ہوتے ہیں، گردوغبار وغیرہ کو روزے کی حالت میں قصداً حلق میں داخل کرنے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے، لہٰذا انہیلر کے استعمال سے بھی روزہ فاسد ہوجائے گا۔(۲)

روزہ میں خون نکلوانا مفسد نہیں:

﴿مسئلہ۳﴾ روزہ کی حالت میں انجکشن کے ذریعہ خون نکلوانا مفسد نہیں، البتہ اگر خون نکلوانے سے ایسی کمزوری کا خطرہ ہو کہ روزہ کی طاقت نہ رہے گی تو مکروہ ہے۔(۳)

انجکشن سے روزہ فاسد نہیں ہوتا:

﴿مسئلہ۴﴾ روزہ کی حالت میں انجکشن لگوانا جائز ہے، اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا کیونکہ روزہ اس چیز سے فاسد ہوتا ہے جو کسی منفذ (سوراخ) کے ذریعہ معدہ یا دماغ میں پہنچ جائے، انجکشن سے دوا بذریعہ منفذ نہیں جاتی بلکہ عروق (رگوں) اور

---

(۱) دیکھیے: خیر الفتاوی: ۳/ ۴۳۷، امداد المفتین: ص ۴۹۴

(۲) خیر الفتاوی: ۴/ ۹۸

(۳) احسن الفتاوی: ۴/ ۴۳۵

مسامات کے ذریعے معدہ میں پہنچتی ہے۔ (۱)

روزہ کی حالت میں گلوکوز (ڈرپ) کا حکم:

﴿مسئلہ۵﴾ روزہ کی حالت میں ڈرپ لگوانا روزے کے لیے مفسد نہیں کیونکہ اس سے دوا بذریعہ منفذ (سوراخ) معدہ تک نہیں پہنچتی، البتہ بلاضرورت صرف طاقت اور ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے روزہ کی حالت میں گلوکوز چڑھانا مکروہ ہے۔

سفر کی وجہ سے رمضان اٹھائیس یا اکتیس دن کا ہو گیا:

﴿مسئلہ۶﴾ اگر ایک ملک سے دوسرے ملک سفر کی وجہ سے رمضان اکتیس یا اٹھائیس دن کا ہوا، مثلاً: کوئی شخص سعودیہ میں پاکستان سے ایک دن پہلے روزہ رکھ کر پاکستان آیا اور یہاں چاند تیس دن کا ہوا تو اس شخص کے حق میں رمضان اکتیس دن کا ہو گیا لہٰذا شرعاً اس پر لازم ہوگا کہ اکتیسویں دن بھی روزہ رکھے، اس کے برخلاف کوئی شخص پاکستان سے روزہ رکھ کر سعودیہ گیا، اس کے حق میں رمضان ۲۸ یا ۲۹ دن کا ہوا، اس پر شرعاً لازم ہے کہ ایک یا دو روزے بعد میں قضا کرے۔ (۲)

روزہ کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ وغیرہ کا حکم:

﴿مسئلہ۷﴾ روزہ کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنا یا عورت کے لیے دنداسہ استعمال کرنا مکروہ ہے اور اگر کوئی چیز حلق سے نیچے اتر گئی تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ (۳)

روزہ میں دانت نکلوانا یا اس پر دوا لگانا:

﴿مسئلہ۸﴾ روزہ میں ڈاکٹر سے ڈاڑھ نکلوانا اور منہ میں دوا لگانا بوقتِ ضرورتِ شدیدہ جائز ہے اور بلاضرورت مکروہ ہے۔ اگر دوا یا خون پیٹ کے اندر چلا جائے اور تھوک پر غالب یا اس کے برابر ہو یا اس کا مزہ محسوس ہو تو روزہ بہر حال ٹوٹ جائے گا۔ (۴)

---

(۱) احسن الفتاویٰ: ۴/ ۴۳۲
(۲) ملخص از احسن الفتاویٰ: ۴/ ۴۳۳
(۳) احسن الفتاویٰ: ۴/ ۴۳۹
(۴) احسن الفتاویٰ: ۴/ ۴۳۶

شبِ قدر کی فضیلت

حق تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ لَيۡلَةُ ٱلۡقَدۡرِ خَيۡرٌ مِّنۡ أَلۡفِ شَهۡرٍ ۝٣ ﴾ یعنی شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔
مطلب یہ ہے کہ اس رات میں عبادت کرنے کا اتنا زیادہ ثواب ہے کہ دوسرے دنوں میں ہزار مہینے تک عبادت کرنے سے بھی اتنا ثواب نہیں ملتا جتنا ثواب اس ایک رات میں عبادت کرنے سے مل جاتا ہے۔

اس آیت کا شانِ نزول امامِ سیوطی رحمہ اللہ نے «لباب النقول» میں یہ نقل فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہزار مہینے جہاد کیا تھا، اس پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تعجب فرمایا اور انہیں اس بات پر قلق وافسوس ہوا کہ ہمیں یہ نعمت کیونکر میسر آسکتی ہے؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

﴿ إِنَّآ أَنزَلۡنَٰهُ فِي لَيۡلَةِ ٱلۡقَدۡرِ ۝١ وَمَآ أَدۡرَىٰكَ مَا لَيۡلَةُ ٱلۡقَدۡرِ ۝٢
لَيۡلَةُ ٱلۡقَدۡرِ خَيۡرٌ مِّنۡ أَلۡفِ شَهۡرٍ ۝٣ ﴾

یعنی شبِ قدر میں جہاد کرنا ان ہزار مہینوں سے بہتر ہے جن میں اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا تھا۔

دوسری روایت میں یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک ایسا آدمی تھا جس نے ایک ہزار مہینہ تک دن میں دشمنانِ دین سے جہاد کیا اور رات بھر عبادت میں بسر کی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

﴿ لَيۡلَةُ ٱلۡقَدۡرِ خَيۡرٌ مِّنۡ أَلۡفِ شَهۡرٍ ۝٣ ﴾

یعنی ''شب قدر'' میں عبادت وجہاد ان ہزار مہینوں سے جن میں اس شخص نے عبادت وجہاد کیا تھا، بہتر ہے۔

اس مبارک رات کی قدر کرنی چاہیے کہ تھوڑی سی محنت سے کتنا زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے اور اس رات میں خاص طور پر دعا قبول ہوتی ہے۔ اگر تمام رات عبادت میں نہ گزار سکیں تو جس قدر بھی ہو سکے عبادت کرنی چاہیے، ایسا نہ ہو کہ پست ہمتی سے بالکل ہی محروم رہ جائیں۔

حدیث میں ہے کہ یہ مہینہ (یعنی رمضان) تمہارے پاس آگیا ہے اور اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جو شخص اس رات کی برکت اور اطاعت وعبادت سے محروم کیا گیا وہ تمام بھلائیوں سے محروم کیا گیا اور نہیں محروم کیا جاتا اس رات کی برکتوں سے مگر حقیقی محروم۔ (یعنی جس نے ایسی بابرکت رات میں کوئی عبادت نہیں کی اور اس نعمت کو حاصل

نہ کر سکا وہ بہت بڑا محروم ہے)

حدیث میں ہے کہ بلاشبہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمہیں شبِ قدر صاف صاف بتا دیتا (لیکن بعض حکمتوں کی بنا پر یقینی طور سے اس کی اطلاع نہیں دی)، اس کو رمضان کی آخری سات راتوں میں تلاش کرو (کہ ان ہی راتوں میں شبِ قدر کا غالب گمان ہے اور تلاش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان راتوں میں جاگو اور عبادت کرو تا کہ لیلۃ القدر میسر ہو جائے)

حدیث میں ہے کہ لیلۃ القدر ہر رمضان میں ہوتی ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ لیلۃ القدر (رمضان کی) ستائیسویں شب میں ہوتی ہے۔ (اس رات کی تعیین میں بڑا اختلاف ہے، مگر مشہور قول یہی ہے کہ یہ ستائیسویں شب کو ہوتی ہے۔ اگر ہمت اور قوت ہو تو بہتر یہ ہے کہ آخری دس راتوں میں جاگے اور اس میں یہ ضروری نہیں کہ کچھ نظر آئے تب ہی اس کی برکت میسر آئے گی بلکہ کچھ نظر آئے یا نہ آئے عبادت کرے اور برکت حاصل کرے۔ یہی مقصود ہے کہ عبادت کے ذریعہ اس رات کی برکت اور اس قدر ثواب جو مذکور ہوا حاصل کرے، کسی چیز کا نظر آنا مقصود نہیں)

اعتکاف کا بیان

رمضان شریف کی بیسویں تاریخ کے غروب سے ذرا پہلے سے رمضان کی اُنتیس یا تیس تاریخ یعنی جس دن عید کا چاند نظر آجائے اس تاریخ کے غروب تک مرد کے لیے مسجد اور عورت کے لیے اپنے گھر میں جہاں نماز پڑھنے کے لیے جگہ مقرر کر رکھی ہے، بیٹھنے کو ''اعتکاف'' کہتے ہیں۔

اعتکاف کی فضیلت:

۱- حدیث میں ہے: ''جس نے دس دن (آخری عشرہ) رمضان میں اعتکاف کیا وہ (اعتکاف) دو حج اور دو عمروں کے برابر ہے۔'' (یعنی اس کو دو حج اور دو عمروں کا ثواب ملے گا)۔ (رواہ الدیلمی)

۲- حدیث میں ہے: ''جس نے عبادت سمجھ کر اور ثواب حاصل کرنے کے لیے اعتکاف کیا تو اس کے گزشتہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔'' (یعنی صغیرہ گناہ) (رواہ البیہقی)

﴿مسئلہ ۱﴾ اعتکاف کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں:

۱- جس مسجد میں جماعت سے نماز ہوتی ہو اس میں ٹھہرنا۔ (یہ شرط صرف مردوں کے لیے ہے)

۲- اعتکاف کی نیت سے ٹھہرنا۔ بغیر قصد و ارادہ ٹھہر جانے کو اعتکاف نہیں کہتے۔ چونکہ نیت کے صحیح ہونے کے لیے نیت کرنے والے کا مسلمان اور عاقل ہونا شرط ہے لہٰذا عقل اور اسلام کا شرط ہونا بھی نیت کے ضمن میں آ گیا۔

۳- حیض و نفاس اور جنابت سے پاک ہونا۔

افضل ترین اعتکاف:

﴿مسئلہ ۲﴾ سب سے افضل وہ اعتکاف ہے جو مسجدِ حرام یعنی کعبہ مکرمہ میں کیا جائے، اس کے بعد مسجدِ نبوی کا، اس کے بعد مسجدِ بیت المقدس کا، اس کے بعد اُس جامع مسجد کا جس میں جماعت کا انتظام ہو۔ اگر جامع مسجد میں جماعت کا انتظام نہ ہو تو محلے کی مسجد، اس کے بعد وہ مسجد جس میں زیادہ جماعت ہوتی ہو۔

اعتکاف کی قسمیں:

﴿مسئلہ ۳﴾ اعتکاف کی تین قسمیں ہیں: واجب، سنت مؤکدہ اور مستحب

۱- واجب: نذر کا اعتکاف واجب ہوتا ہے، نذر چاہے غیر معلق ہو، جیسے: کوئی شخص بغیر کسی شرط کے اعتکاف

کی نذر کرے یا معلق ہو، جیسے: کوئی شخص یہ کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے گا تو میں اعتکاف کروں گا۔

۲- سنتِ مؤکدہ: رمضان کے آخری عشرے میں نبی کریم ﷺ سے پابندی کے ساتھ اعتکاف کرنا احادیث صحیحہ میں منقول ہے مگر یہ سنتِ مؤکدہ بعض کے کر لینے سے سب کے ذمے سے اتر جائے گی۔

۳- مستحب: رمضان کے آخری عشرے کے سوا اور کسی زمانے میں چاہے وہ رمضان کا پہلا دوسرا عشرہ ہو یا اور کوئی مہینہ، اعتکاف کرنا مستحب ہے۔

مسائلِ اعتکاف:

﴿مسئلہ ۴﴾ واجب اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے۔ جب کوئی شخص اعتکاف کرے گا تو اس پر روزہ رکھنا بھی لازم ہوگا، بلکہ اگر یہ بھی نیت کرے کہ میں بغیر روزے کے اعتکاف کروں گا تب بھی اس پر روزہ رکھنا لازم ہوگا۔ اسی وجہ سے اگر کوئی شخص رات کے اعتکاف کی نیت کرے تو وہ لغو سمجھی جائے گی، کیونکہ رات روزے کا وقت نہیں، البتہ اگر رات دن دونوں کی نیت کرے یا صرف کئی دنوں کی نیت کرے تو پھر رات ضمناً داخل ہو جائے گی اور رات کو بھی اعتکاف کرنا ضروری ہوگا اور اگر صرف ایک ہی دن کے اعتکاف کی نذر مانے تو پھر رات ضمناً بھی داخل نہ ہوگی۔ اعتکاف کے ایام میں خاص اعتکاف کے لیے روزہ رکھنا ضروری نہیں، چاہے کسی غرض سے بھی روزہ رکھا جائے اعتکاف کے لیے کافی ہے، مثلاً: کوئی شخص رمضان میں اعتکاف کی نذر مانے تو رمضان کا روزہ اس اعتکاف کے لیے بھی کافی ہے، البتہ اس روزہ کا واجب ہونا ضروری ہے، نفل روزے اس کے لیے کافی نہیں، مثلاً: کوئی شخص نفل روزہ رکھے اور اس کے بعد اسی دن کے اعتکاف کی نذر مانے تو صحیح نہیں۔ اگر کوئی شخص پورے رمضان کے اعتکاف کی نذر مانے اور اتفاق سے رمضان میں اعتکاف نہ کر سکے تو کسی اور مہینے میں اس کے بدلے اعتکاف کر لینے سے نذر پوری ہو جائے گی مگر اس دوران روزے رکھنا اور مسلسل اعتکاف ضروری ہوگا۔

﴿مسئلہ ۵﴾ اعتکاف مسنون میں تو روزہ ہوتا ہی ہے، اس لیے اس کے یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

﴿مسئلہ ۶﴾ مستحب اعتکاف میں بھی احتیاط یہ ہے کہ روزہ شرط ہے اور معتمد قول یہ ہے کہ شرط نہیں۔ مستحب اعتکاف میں دو قول ہیں: ایک یہ کہ اس کی مقدار کم از کم ایک دن ہے، یہ احتیاط اسی قول کے مطابق ہے۔ دوسرا قول یہ ہے اس کے لیے کوئی مقدار مقرر نہیں، لہٰذا اس کے لیے روزہ بھی شرط نہیں۔

﴿مسئلہ ۷﴾ واجب اعتکاف کم سے کم ایک دن ہو سکتا ہے اور اس سے زیادہ جتنے دنوں کی نیت کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ مسنون اعتکاف ایک عشرہ ہے، اس لیے کہ مسنون اعتکاف رمضان کے آخری عشرے میں ہوتا ہے اور مستحب اعتکاف کے

لیے ایک قول کے مطابق کوئی مقدار مقرر نہیں، چند لمحوں کے لیے بھی ہوسکتا ہے۔

اعتکاف میں دو قسم کے کام حرام ہیں:

﴿مسئلہ ۸﴾ حالتِ اعتکاف میں دو قسم کے کام حرام ہیں یعنی ان کے ارتکاب سے اگر واجب یا مسنون اعتکاف ہے تو فاسد ہوجائے گا، اس کی قضا کرنا پڑے گی اور اگر مستحب اعتکاف ہے تو ختم ہوجائے گا، کیونکہ مستحب اعتکاف کے لیے کوئی مدت مقرر نہیں، اس لیے اس کی قضا بھی نہیں۔

پہلی قسم:

اعتکاف کی جگہ سے بلاضرورت باہر نکلنا، ضرورت عام ہے چاہے طبعی ہو یا شرعی۔ طبعی جیسے: قضائے حاجت، غسلِ جنابت۔ کھانا کھانا بھی ضرورتِ طبعی میں داخل ہے بشرطیکہ کوئی شخص کھانا لانے والا نہ ہو۔ شرعی ضرورت جیسے: جمعہ کی نماز۔

﴿مسئلہ ۹﴾ جس ضرورت کے لیے اپنے اعتکاف کی مسجد سے باہر جائے اس سے فارغ ہونے کے بعد وہاں نہ ٹھہرے اور جہاں تک ممکن ہو ایسی جگہ اپنی ضرورت پوری کرے جو اس مسجد سے زیادہ قریب ہو، مثلاً: قضائے حاجت کے لیے جانا چاہے، مگر اس کا گھر دور ہو اور اس کے کسی دوست وغیرہ کا گھر قریب ہو تو وہیں چلا جائے، البتہ اگر اس کی طبیعت اپنے گھر سے مانوس ہو اور دوسری جگہ جانے سے اس کی ضرورت پوری نہ ہو تو پھر اپنے گھر جانا جائز ہے۔ اگر جمعہ کی نماز کے لیے کسی مسجد میں جائے اور نماز کے بعد وہیں ٹھہر جائے اور وہیں اعتکاف پورا کرے تب بھی جائز ہے مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۱۰﴾ بھولے سے بھی اپنے اعتکاف کی مسجد سے باہر نکلا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

﴿مسئلہ ۱۱﴾ جو عذر کثرت سے پیش نہیں آتے ان کی وجہ سے اعتکاف کی جگہ چھوڑ دینے سے بھی اعتکاف ختم ہوجائے گا، مثلاً: کسی مریض کی عیادت کے لیے یا کسی ڈوبتے ہوئے کو بچانے کے لیے یا آگ بجھانے کے لیے یا مسجد کے گرنے کے ڈر سے مسجد سے نکلنا، اگرچہ ان صورتوں میں اعتکاف کی جگہ سے نکل جانا گناہ نہیں بلکہ جان بچانے کی غرض سے ضروری ہے مگر اعتکاف باقی نہ رہے گا۔ اگر کسی شرعی یا طبعی ضرورت کے لیے نکلے اور راستہ میں ضرورت پوری ہونے سے پہلے یا اس کے بعد کسی مریض کی عیادت کرے یا نمازِ جنازہ میں شریک ہوجائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۲﴾ جمعہ کی نماز کے لیے ایسے وقت میں جائے کہ تحیۃ المسجد اور سنت جمعہ وہاں پڑھ سکے اور نماز کے بعد بھی سنت پڑھنے کے لیے ٹھہرنا جائز ہے۔ وقت کی اس مقدار کا اندازہ اعتکاف کرنے والے کی رائے پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اگر اندازہ غلط ہوجائے یعنی کچھ پہلے پہنچ جائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۳﴾ اگر کوئی شخص زبردستی اعتکاف کی جگہ سے باہر نکال دیا جائے تب بھی اس کا اعتکاف نہ رہے گا، مثلاً: کسی جرم میں حاکمِ وقت کی طرف سے وارنٹ جاری ہو اور اس کو سپاہی گرفتار کر کے لے جائیں یا کوئی قرض خواہ اس کو باہر نکالے۔

﴿مسئلہ ۱۴﴾ اسی طرح اگر کسی شرعی یا طبعی ضرورت سے نکلے اور راستہ میں کوئی قرض خواہ روک لے یا بیمار ہو جائے اور پھر اعتکاف کی جگہ تک پہنچنے میں کچھ دیر ہو جائے تب بھی اعتکاف قائم نہ رہے گا۔

دوسری قسم:

جماع وغیرہ کرنا، چاہے جان کر کیا جائے یا بھولے سے، ہر حال میں اعتکاف باطل ہو جائے گا۔ جو افعال جماع کے تابع ہیں، جیسے: بوسہ لینا یا معانقہ کرنا وہ بھی حالتِ اعتکاف میں ناجائز ہیں، مگر ان سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا بشرطیکہ منی خارج نہ ہو، اگر ان افعال سے منی کا خروج ہو جائے تو پھر اعتکاف فاسد ہو جائے گا، البتہ صرف خیال اور فکر سے اگر منی خارج ہو جائے تو اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ حالتِ اعتکاف میں بلاضرورت کسی دنیاوی کام میں مشغول ہونا مکروہِ تحریمی ہے، مثلاً: بلاضرورت خرید و فروخت یا تجارت کا کوئی کام کرنا، البتہ جو کام نہایت ضروری ہو، مثلاً: گھر میں کھانے کے لیے کچھ نہ ہو اور کوئی قابلِ اعتماد شخص خریدنے والا نہ ہو تو ایسی حالت میں خرید و فروخت جائز ہے مگر خریدنے یا بیچنے کے لیے کسی چیز کا مسجد میں لانا جائز نہیں، جبکہ اس کے مسجد میں لانے سے مسجد کے خراب ہونے یا جگہ رک جانے کا اندیشہ ہو، البتہ اگر مسجد کے خراب ہونے یا جگہ رک جانے کا اندیشہ نہ ہو تو بعض کے نزدیک جائز ہے۔

﴿مسئلہ ۱۶﴾ حالتِ اعتکاف میں ثواب سمجھ کر بالکل خاموش بیٹھنا بھی مکروہِ تحریمی ہے، البتہ بری باتیں زبان سے نہ نکالے، جھوٹ نہ بولے، غیبت نہ کرے بلکہ قرآن مجید کی تلاوت یا کسی دینی علم کے پڑھنے یا کسی اور عبادت میں اپنے اوقات صرف کرے، خلاصہ یہ کہ بالکل خاموش بیٹھنا کوئی عبادت نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ اگر عورت کو اعتکاف کی حالت میں حیض یا نفاس آ جائے تو اعتکاف چھوڑ دے، اس حالت میں اعتکاف درست نہیں لیکن پاک ہونے کے بعد خاص اس دن کی قضا ضروری ہے۔

کتاب الحج

حج کی فضیلت:

۱- نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو حاجی سواری پر سوار ہو کر حج کرنے کے لیے جاتے ہیں فرشتے ان سے مصافحہ کرتے ہیں اور جو حاجی پیدل جاتے ہیں فرشتے ان سے معانقہ کرتے ہیں۔'' (رواہ الطبرانی)

۲- نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سوار ہو کر حج کرنے والے حاجی کے لیے اس کی سواری کے ہر قدم پر ستر نیکیاں (یعنی ستر نیکیوں کا ثواب ملتا ہے) اور پیدل حج کرنے والے کے لیے اس کے ہر قدم پر سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔'' مطلب یہ ہے کہ پیدل حج کرنے والے کو ہر ہر قدم پر سات سو نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ (رواہ الطبرانی)

۳- ارشاد فرمایا: ''حج کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنے والا اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو ان کی دعا قبول فرمائے اور اگر مغفرت طلب کریں تو ان کو بخش دے۔'' (رواہ ابن ماجہ)

۴- نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''حاجی قیامت کے روز اپنے قریبی رشتہ داروں میں سے چار سو آدمیوں کے لیے سفارش کرے گا اور وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن پاک تھا (بشرطیکہ حج قبول ہو جائے) لہٰذا حلال رقم خرچ کر کے اور تمام احکام کو اچھی طرح پورا کر کے اس عظیم نعمت کو حاصل کرنا چاہیے۔ اے اللہ! مجھ کو بھی اپنے فضل سے ایسا ہی حج نصیب فرما۔'' آمین

اس حدیث میں گناہوں کی معافی کا یہ مطلب نہیں کہ جو فرائض اس سے چھوٹ گئے اور ان کی قضا اس کے ذمہ باقی ہے یا اس کے ذمہ جو لوگوں کے قرض وغیرہ ہیں، وہ بھی معاف ہو گئے، کیونکہ ان فرائض کی قضا اور قرض کی ادائیگی بہر حال اس پر لازم ہے، بلکہ مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ اس کے علاوہ جو گناہ ہیں ان کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے معاف فرما دیں گے۔

۵- نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص حرام مال سے حج کرتا ہے اور حج کے لیے تلبیہ ((لبیك ، اللّٰهم لبیك)) کہتا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ میں تیری تابعداری میں حاضر ہوں، اے اللہ! تیری تابعداری میں حاضر ہوں تو اللہ تعالیٰ جواب میں فرماتے ہیں: ((لا لبیك و لا سعدیك ، وحجك مردود علیك)). یعنی نہ تیرا لبیک قبول ہے نہ سعدیک بلکہ تیرا حج تیرے منہ پر مار دیا گیا۔'' (رواہ الشیرازی وابو مطیع)

مطلب یہ ہے کہ تو جو حج کے نام پر حاضر ہوا ہے وہ ہماری اطاعت و تابعداری میں حاضر نہیں ہوا، اگر ہماری تابعداری

مقصد ہوتی تو حلال مال خرچ کر کے آتا۔ چونکہ تمہارا مال حرام اور ناپاک ہے اس لیے ہمارے دربار عالی میں مقبول نہیں، لہٰذا اس حج پر کچھ بھی ثواب نہیں ملے گا، اگرچہ فرض ذمہ سے اتر جائے گا۔

٦-- نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب حج سے واپس آنے والے سے ملاقات ہو تو اس کو سلام کر کے مصافحہ کرو اور گھر میں داخل ہونے سے پہلے ان سے دعا کی درخواست کرو تاکہ وہ مغفرت کی دعا کرے کیونکہ ان کے گناہ معاف کر دیے گئے ہیں۔'' (وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں مقبول ہیں اس لیے ان کی دعا قبول ہونے کی خاص امید ہے۔ مغفرت کی دعا کے علاوہ بھی دین و دنیا کی جو چاہے دعا کروائے مگر شرط یہ ہے کہ ان کے گھر پہنچنے سے پہلے ہو)

٧-- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو حج گناہوں اور خرابیوں سے پاک ہو اس کا بدلہ سوائے جنت کے اور کچھ نہیں۔'' اسی طرح عمرہ کرنے پر بھی بڑے ثواب کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''حج اور عمرہ دونوں گناہوں کو اس طرح دور کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے کے میل کو دور کر دیتی ہے۔''

حج نہ کرنے پر وعیدیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کے پاس کھانے، پینے اور سواری کا اتنا سامان ہو جس سے وہ بیت اللہ شریف جا سکے اور پھر وہ حج نہ کرے تو وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے، اللہ تعالیٰ کو اس کی کچھ پروا نہیں اور یہ بھی فرمایا: حج چھوڑنا اسلام کا طریقہ نہیں۔''

حج کا بیان

فرضیتِ حج:

﴿مسئلہ ۱﴾ جس شخص کے پاس مکہ مکرمہ تک آنے جانے کا متوسط خرچہ ضرورت سے زائد موجود ہو اس کے ذمہ حج فرض ہے۔ [یعنی گھر کے جن افراد کا خرچہ اس کے ذمہ ہے اس کا بھی مناسب انتظام کرنا ضروری ہے۔]

﴿مسئلہ ۲﴾ عمر بھر میں ایک مرتبہ حج کرنا فرض ہے۔ اگر کئی حج کیے تو ایک فرض ہوا اور باقی سب نفل ہیں اور ان کا بھی بہت زیادہ ثواب ہے۔

﴿مسئلہ ۳﴾ بالغ ہونے سے پہلے اگر کوئی حج کرتا ہے تو اس سے فرض ادا نہیں ہوگا لیکن یہ مطلب نہیں کہ ثواب بھی نہیں ملے گا بلکہ نفل حج کا ثواب ملے گا۔ اگر مال دار ہے تو اس پر بالغ ہونے کے بعد پھر حج کرنا فرض ہے اور جو حج بچپن میں کیا ہے

وہ نفل ہے۔

﴿مسئلہ۴﴾ اندھے پر حج فرض نہیں، چاہے جتنا مال دار ہو۔

حج میں بلا عذر تاخیر گناہ ہے:

﴿مسئلہ۵﴾ جب کسی پر حج فرض ہوگیا تو فوراً اسی سال حج کرنا واجب ہے، بلا عذر دیر کرنا اور یہ خیال کرنا کہ ابھی عمر پڑی ہے پھر کسی سال حج کرلیں گے، درست نہیں۔ پھر دو چار برس کے بعد بھی اگر حج کرلیا تو ادا ہوگیا، لیکن گنہگار رہوا۔

عورت کے ساتھ محرم ضروری ہے:

﴿مسئلہ۶﴾ عورت کے لیے سفرِ حج میں اپنے شوہر یا کسی محرم کے ساتھ ہونا بھی ضروری ہے، بغیر اس کے حج کے لیے جانا درست نہیں، البتہ اگر مکہ سے اتنے فاصلے پر رہتی ہو کہ اس کے گھر سے مکہ تک مسافت سفر (تقریباً ۷۸ کلومیٹر) نہ ہو تو شوہر اور محرم کے بغیر بھی جانا درست ہے۔

﴿مسئلہ۷﴾ اگر وہ محرم نابالغ ہو یا ایسا بد دین ہو کہ ماں بہن وغیرہ سے اس پر اطمینان نہیں تو اس کے ساتھ جانا درست نہیں۔

﴿مسئلہ۸﴾ جب عورت کو کوئی قابل اطمینان محرم ساتھ جانے کے لیے مل جائے تو اب حج کرنے کے لیے جانے سے شوہر کا روکنا درست نہیں، اگر شوہر روکے بھی تو اس کی بات نہ مانے اور چلی جائے۔

﴿مسئلہ۹﴾ جو لڑکی ابھی بالغ نہیں ہوئی لیکن بالغ ہونے کے قریب ہوچکی ہے، اس کے لیے بھی شرعی محرم کے بغیر جانا درست نہیں اور غیر محرم کے ساتھ جانا بھی درست نہیں۔

﴿مسئلہ۱۰﴾ جو محرم اس کو حج کرانے کے لیے ساتھ جائے اس کا سارا خرچ اسی عورت پر ہے اگر محرم اپنا خرچ خود کرے تو اختیار ہے، زیادہ ثواب ملے گا۔

حجِ بدل کے احکام:

﴿مسئلہ۱۱﴾ اگر ساری عمر ایسا محرم نہ ملے جس کے ساتھ عورت سفر کر سکے تو حج نہ کرنے کا گناہ نہیں ہوگا، لیکن مرتے وقت یہ وصیت کر جانا واجب ہے کہ میری طرف سے حج کرا دینا۔ اس صورت میں عورت کے مر جانے کے بعد اس کے وارث اسی کے مال میں سے کسی آدمی کو حج کا خرچ دے کر بھیجیں تاکہ وہ جا کر میت کی طرف سے حج کر آئے۔ ایسا کرنے سے اس کے ذمہ سے حج اتر جائے گا اور اس حج کو جو دوسرے کی طرف سے کیا جاتا ہے ''حجِ بدل'' کہتے ہیں۔

﴿مسئلہ ۱۲﴾ اگر کسی کے ذمہ حج فرض ہو گیا اور اس نے سستی سے دیر کر دی پھر وہ خدانخواستہ اندھا یا ایسا بیمار ہو گیا کہ سفر کے قابل نہ رہا تو اس کو بھی حجِ بدل کی وصیت کر جانا چاہیے۔

﴿مسئلہ ۱۳﴾ اگر اتنا مال چھوڑا ہو کہ قرض وغیرہ دے کر تہائی مال سے حجِ بدل کرا سکتے ہیں تب تو وارث پر اس کی وصیت پوری کرنا اور حجِ بدل کرانا واجب ہے اور اگر مال تھوڑا ہے کہ ایک تہائی میں سے حجِ بدل نہیں ہو سکتا ہو تو اس کا ولی حج نہ کروائے۔ مطلب یہ ہے کہ اس شہر سے نہ کرائے البتہ جس شہر سے اس قدر خرچ میں حج کے لیے کوئی جا سکے وہاں سے بھجوا دے، مثلاً: وہ مال جس میں وصیت کی ہے اتنا ہے کہ جدہ سے اس میں حج کے لیے جانا ممکن ہے تو وہ روپیہ کسی حاجی کے ہاتھ جدہ بھیج دے کہ وہاں سے کسی کو حجِ بدل کے لیے بھجوایا جائے، البتہ اگر ایسا کرے کہ تہائی مال مردہ کا اور جتنا زیادہ لگے وارث خود دے دے تو حجِ بدل کرا سکتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ مُردہ کے ترکہ میں سے تہائی مال سے زیادہ نہ دے، البتہ اگر اس کے سب وارث بخوشی اس بات پر راضی ہو جائیں کہ ہم اپنے حصے سے اجازت دیتے ہیں، تم حجِ بدل کرا دو تو تہائی مال سے زیادہ لگا دینا بھی درست ہے لیکن نابالغ وارثوں کی اجازت کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں اس لیے ان کا حصہ ہرگز نہ لیا جائے۔

﴿مسئلہ ۱۴﴾ اگر کوئی حجِ بدل کی وصیت کر کے مر گیا لیکن مال کم تھا اس لیے تہائی مال میں حجِ بدل نہ ہو سکا اور تہائی سے زیادہ مال خرچ کرنے کی وارثوں نے خوشی سے اجازت نہیں دی، اس لیے حج نہیں کرایا گیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

وصیت صرف تہائی مال میں ہو سکتی ہے:

﴿مسئلہ ۱۵﴾ تمام وصیتوں کا یہی حکم ہے، لہٰذا اگر کسی کے ذمہ بہت سارے روزے یا نمازیں قضا باقی تھیں یا زکوٰۃ باقی تھی اور وصیت کر کے مر گیا تو صرف تہائی مال سے یہ سب کچھ ادا کیا جائے گا۔ تہائی سے زیادہ مال وارثوں کی دلی رضامندی کے بغیر لگانا جائز نہیں اور اس کا بیان پہلے بھی آ چکا ہے۔

بغیر وصیت کے حجِ بدل کرانا:

﴿مسئلہ ۱۶﴾ بغیر وصیت کیے میت کے مال میں سے حجِ بدل کرانا درست نہیں، البتہ اگر سب وارث خوشی سے اجازت دے دیں تو جائز ہے اور ان شاء اللہ حج فرض ادا ہو جائے گا، مگر نابالغ کی اجازت کا کوئی اعتبار نہیں۔

جس کے پاس مدینہ منورہ کا خرچ نہ ہو:

﴿مسئلہ ۱۷﴾ جس کے پاس مکہ کی آمد و رفت کے لیے خرچ ہو اور مدینہ کا خرچ نہ ہو، اس کے ذمہ حج فرض ہو گا۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک مدینہ کا بھی خرچ نہ ہو اس وقت تک حج کے لیے جانا فرض نہیں، یہ بالکل غلط خیال ہے۔

احرام میں عورت کے لیے چہرہ ڈھانکنا:

مسئلہ ۱۸ حالتِ احرام میں عورت کے لیے چہرہ ڈھانکنے میں کپڑے کو چہرہ سے لگانا درست نہیں بلکہ اس کے لیے کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ جس سے چہرہ بھی چھپا رہے اور کپڑا بھی چہرے سے نہ لگے۔

عدت کے دوران حج:

مسئلہ ۱۹ اگر عورت عدت میں ہو تو عدت چھوڑ کر حج کے لیے جانا درست نہیں۔

زیارتِ مدینہ کا بیان:

اگر گنجائش ہو تو حج سے پہلے مدینہ منورہ حاضر ہو کر جناب رسولِ مقبول ﷺ کے روضۂ مبارک اور مسجدِ نبوی کی زیارت سے برکت حاصل کرے۔ اس کے بارے رسولِ مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی اس کو وہی برکت حاصل ہو گی جیسے میری زندگی میں کسی نے زیارت کی اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص حج کر لے اور میری زیارت کو نہ آئے اس نے میرے ساتھ بڑی بے مروتی کی اور مسجد نبوی کے حق میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس میں ایک نماز پڑھے اس کو پچاس ہزار نمازوں کے برابر ثواب ملے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ دولت نصیب فرمائے اور نیک کاموں کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اضافہ

وضاحت:

بہشتی زیور میں حج سے متعلق صرف اٹھارہ مسائل درج کیے گئے تھے، ضرورت تھی کہ حج کے مسائل ذرا تفصیل سے آجائیں اور ہم نے خود سے یہ مسائل جمع کرنے کی بجائے یہ زیادہ بہتر سمجھا کہ اکابر میں سے کسی علمی شخصیت کے جمع کردہ مسائل مل جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی صاحب بلند شہری مہاجر مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے جمع کیے ہوئے مسائل ان کی تالیف ''تحفۃ المسلمین'' میں مل گئے۔

ایک تو خود حضرت مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ مستند مفتی تھے، دارالعلوم کراچی میں کافی عرصہ تک حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں فتاویٰ لکھتے رہے، دوسرے وہ کئی سالوں سے مدینہ طیبہ میں مقیم تھے، حج وعمرہ کی سعادت خود بارہا حاصل کی اور دنیا بھر سے آئے ہوئے حجاج کرام کے مسائل وحالات بھی ان کے سامنے آتے رہتے تھے،

اس لیے اس موضوع پر ان سے بہتر کام کسی دوسرے کے لیے آسان نہیں ہوسکتا، اس لیے ہم نے ترتیب جدید میں انہی کے لکھے ہوئے مسائل شامل کر لیے ہیں، البتہ ہم نے ان مسائل کی دوبارہ تخریج کی ہے اور انہیں باقاعدہ حوالوں سے مزین کیا ہے۔

اہم تنبیہ:

صاحبِ استطاعت پر حج کرنا فرض ہے اور استطاعت کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کے پاس مکہ معظمہ تک آنے جانے اور واپس آنے تک زیر کفالت افراد کا خرچہ موجود ہو۔ سورۃ آل عمران میں ہے:

﴿ وَلِلَّهِ عَلَى ٱلنَّاسِ حِجُّ ٱلْبَيْتِ مَنِ ٱسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٩٧﴾ ﴾

ترجمہ: ''اور اللہ تعالیٰ کے واسطے لوگوں کے ذمہ اس گھر کا حج کرنا لازم ہے یعنی اس شخص کے ذمے جو طاقت رکھے وہاں تک کی اور جو شخص منکر ہو تو اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا: ''استطاعت کیا چیز ہے جس کی وجہ سے حج فرض ہوتا ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''((زَادٌ وَ رَاحِلَةٌ)) یعنی سفر خرچ اور سواری۔'' اس سے معلوم ہوا مکہ معظمہ تک آنے جانے اور حج کے اخراجات ملکیت میں ہونے سے حج فرض ہو جاتا ہے۔ پہلے زمانہ میں تو بہت کم لوگوں پر حج فرض ہوتا تھا کیونکہ اموال کی کمی تھی لیکن چند سو روپے میں حج کی ادائیگی ہو جاتی تھی، اب کثرت مال کا زمانہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے جو ((یفیض المال)) فرمایا تھا کہ ''مال بہہ پڑے گا'' آج کل ہو بہو نظروں کے سامنے ہے اور دن بدن عامۃ الناس میں مال کی کثرت کا مظاہرہ روز افزوں ہے۔ پیسہ زیادہ ہونے کی وجہ سے اکثر لوگوں پر حج فرض ہے، جب حج فرض ہو جائے تو جلد سے جلد ادا کرنا لازم ہے۔ لوگوں کا یہ طریقہ ہو گیا ہے کہ بوڑھے ہونے کا انتظار کرتے ہیں، دنیاوی مشاغل و معاملات کی وجہ سے حج میں دیر لگاتے ہیں پھر بعض تو حج کیے بغیر دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں اور بعض لوگ حج تو کر لیتے ہیں لیکن بوڑھے کھوسٹ ہونے کی وجہ سے حج کے احکام صحیح طریقے سے ادا نہیں کر پاتے اور بہت سے لوگ واجبات کو چھوڑ دیتے ہیں اور اس کی وجہ سے دَم واجب ہو جاتا ہے۔ کچھ لوگ اولاد کی شادیوں کو عذر بتاتے ہیں اور بعض لوگوں کو تجارت روکتی ہے، شرعاً یہ چیزیں حج نہ کرنے کا عذر نہیں ہیں۔ حج فرض ہو جائے اور حج کیے بغیر مر جائے تو اس کے لیے حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے، حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس کو سخت مجبوری یا ظالم بادشاہ یا روکنے والا مرض حج سے نہ روکے اور حج کیے بغیر

مرجائے تو چاہے یہودی ہوکر مرجائے چاہے نصرانی ہوکر مرجائے۔‘‘ (رواہ الدارمی)

اللہ کی پناہ کس قدر سخت وعید ہے! معلوم ہوا کہ جن لوگوں پر حج فرض ہوا اور انہوں نے بغیر عذر شرعی کے چھوڑ دیا تو ان کے برے انجام کا اندیشہ ہے۔ آج کل لوگوں نے اپنے ذمہ بیٹوں، بیٹیوں اور دامادوں کے لیے سوغاتیں خریدنے اور واپسی پر ٹی وی، ٹیپ ریکارڈ اور طرح طرح کی یورپ اور امریکا اور چین وجاپان کی مصنوعات اپنے ہمراہ لے جانے کو بھی حج کے اخراجات میں شامل کرلیا ہے۔ جب ان چیزوں کے لیے اخراجات نہیں ہوتے (حالانکہ ان میں بعض چیزیں گناہ کی ہیں) اور حج فرض ہو چکا ہوتا ہے تو حج سے رکے رہتے ہیں اور موت کا وقت معلوم نہیں۔ اللہ جانے کب آئے۔ اللہ تعالیٰ کا فریضہ جلد از جلد ادا کرنا لازم ہے۔

جب سے پیسہ زیادہ ہوا ہے تو لوگ کثرت سے عمرہ کے لیے سفر کرنے لگے ہیں، عمرہ بھی بڑی چیز ہے، بڑے ثواب کا کام ہے، لیکن یہاں ایک بات قابلِ فکر ہے اور وہ یہ کہ بہت سے لوگ حج فرض ہونے کے بعد حج کا خرچہ عمرہ پر لگا دیتے ہیں، اس کے بعد زندگی بھر حج سے محروم رہ جاتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہیں کہ اپنے پورے خاندان کو عمرہ کے لیے لے آتے ہیں جبکہ ان کا یہ پیسہ ذاتی ہوتا ہے، اس پیسہ کو اہل وعیال کو عمرہ کرا کے خود حج سے محروم ہوجاتے ہیں، کیونکہ بعد میں حج کے پیسے نہیں بچتے اور بعض لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ عمرہ کا سفر کر کے کعبہ شریف کو دیکھ لیا اور رسول اللہ ﷺ کے روضۂ اقدس پر سلام پڑھ لیا، مسجد نبوی میں چالیس نمازیں پڑھ لیں، لہٰذا اب حج کے لیے جانے کی ضرورت نہیں۔ (العیاذ باللہ) اور بعض لوگ قصداً وارادۃً حج کرنے کے بجائے اس لیے عمرہ کرتے ہیں کہ حج میں مشکلات بہت ہیں، تکلیفیں ہیں اور عمرہ آسانی سے ہوجاتا ہے، اس میں زیادہ بھیڑ نہیں ہوتی اور منیٰ اور عرفات کی گرمی سے بھی بچ جاتے ہیں چونکہ عمرہ کو حج کا بدل قرار دے دیا اس لیے قصداً حج نہیں کرتے۔

یہ ہم نے اپنی معلومات کے مطابق ایک تجزیہ کیا ہے۔ جو لوگ حج فرض ہوتے ہوئے حج نہ کریں اگرچہ حج کے پیسہ کو عمرہ میں خرچ کردیں اور حرمین شریفین حاضر ہوکر واپس چلے جائیں، ان سب کو حج چھوڑنے کی وعید شامل ہے۔ عمرہ کرنا سنت ہے اور حج کرنا فرض ہے، عمرہ کر کے مطمئن ہوجانا اور حج کو چھوڑ دینا یا دنیاوی مشاغل کی وجہ سے بغیر حج کیے مرجانا بہت سخت بات ہے اور اس میں سخت مؤاخذہ کا اندیشہ ہے۔ جو لوگ منیٰ وعرفات کی بھیڑ اور گرمی کی تکلیف کی وجہ سے حج نہیں کرتے ان میں اکثر تو وہ ہوتے ہیں جو استطاعت ہوتے ہوئے جوانی میں حج کا سفر نہیں کرتے، جو صحت، طاقت اور برداشت کا زمانہ ہے، پھر بڑھاپے میں بھیڑ سے ڈرتے ہیں اور حج نہیں کرتے اور بعض لوگ وہ ہیں جن پر بڑھاپے ہی میں حج فرض ہوتا ہے لیکن

تکلیف سے گھبرا کر حج کی ہمت نہیں کرتے، جبکہ دنیا کمانے کے لیے بڑے بڑے سفر کرتے ہیں، لمبی لمبی ڈیوٹیاں دیتے ہیں، دنیا کے لیے گرمی وسردی سب کچھ برداشت کرتے ہیں، کھچا کھچ بھری ہوئی ریلوں اور بسوں میں کئی سو میل تک کا سفر کرتے ہیں لیکن دنیا سامنے ہے، نقد ہے، اس کے لیے تکلیف برداشت کرلیتے ہیں اور حج چونکہ اسلام کا رکن ہے اور اس کا ثواب آخرت میں ملے گا اس لیے ادھار سمجھ کر تکلیف برداشت کرنے سے جان چراتے ہیں۔ ہم نے تو بڑے بڑے بوڑھوں کو حج میں دیکھا ہے، منیٰ اور عرفات کی گرمی میں یا کہیں اور بھیڑ کی وجہ سے لوگوں کے قدموں میں نہ دبے، نہ گاڑیوں سے کچلے اور اب تو منیٰ وعرفات کے خیموں، بسوں اور گاڑیوں میں ائیر کنڈیشن کا انتظام ہوتا ہے، اس میں گرمی سے دَم گھٹنے کا سوال ہی نہیں ہوتا، کبھی کوئی واقعہ رَمی جمرات میں پیش آجاتا ہے کہ کوئی شخص دب جاتا ہے، لیکن اس کا سبب بھیڑ نہیں بلکہ حاجیوں کی بے احتیاطی اور جلد بازی ہوتی ہے، پھر دس، گیارہ، بارہ تاریخ کی رَمی رات کو بھی کی جاسکتی ہے اور رات کو بھیڑ نہیں ہوتی اور طوافِ زیارت دس، گیارہ، بارہ تینوں دن ہوسکتے ہیں (بلکہ بارہ ذی الحجہ کے بعد بھی ادا ہوسکتا ہے لیکن اس صورت میں بعض صورتوں میں دَم واجب ہوتا ہے) رَمی جمرات اور طوافِ زیارت ہی ایسی چیزیں ہیں جن میں بھیڑ ہوسکتی ہے، پھر معذور آدمی دوسروں کے کاندھوں پر بھی طواف کرسکتا ہے اور صفا ومروہ کی سعی بھی معذور آدمی گاڑی میں بیٹھ کر ادا کرسکتا ہے۔

بات لمبی ہوگئی، ان سطور کے لکھنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ جن لوگوں پر حج فرض ہوجائے وہ دیر نہ لگائیں اور جو لوگ گرمی اور بھیڑ کی وجہ سے حج نہیں کرتے وہ ہمت کریں اور حج چھوڑنے کا گناہِ عظیم سر پر لے کر نہ مریں اور جو لوگ عمرہ کرلیتے ہیں وہ عمرہ کو حج کا بدل نہ سمجھیں، عمرہ کرنے کے باوجود اگر حج نہ کیا تو سخت گنہگار اور حج کے چھوڑنے والے شمار ہوں گے۔ اگر حج میں تکلیف ہے اور مال کا خرچہ ہے تو ثواب بھی تو بہت زیادہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ((الحج المبرور ليس له جزاء إلا الجنة)) حجِ مقبول کی جزا جنت ہے۔ (رواه البخاري ومسلم)

خدانخواستہ کوئی صاحب یہ نہ سمجھ لیں کہ عمرہ کرنے سے منع کیا جارہا ہے، ایسا نہیں ہے بلکہ عمرہ کو حج نہ کرنے کا بہانہ بنانے پر تنبیہ کی جارہی ہے۔

حج کے فرائض، واجبات اور سنتوں کا بیان

جس طرح نماز میں فرائض، واجبات اور سنتیں ہیں اسی طرح حج میں بھی ہیں جو ذیل میں لکھے جاتے ہیں، ان کو ذہن نشین کرلیں۔

فرائض حج:

حج میں تین فرض ہیں:

۱- اِحرام: دل سے حج کی نیت کرکے تلبیہ یعنی «لبيك اللّٰهم لبيك» اخیر تک پڑھنا، اس کو احرام کہتے ہیں (بغیر سلے کپڑے جو اِحرام میں پہنے جاتے ہیں مجازاً ان کو بھی اِحرام کہا جاتا ہے۔)

۲- وقوفِ عرفات: نویں ذی الحجہ کو زوالِ آفتاب کے بعد سے لے کر دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق کے درمیان عرفات میں ٹھہرنا، اگرچہ ذرا سی دیر کے لیے ہو۔

۳- طوافِ زیارت: یہ وقوفِ عرفات کے بعد کیا جاتا ہے۔ (اس سے پہلے جو طواف ہو وہ فرض میں شمار نہ ہوگا)

ان تینوں فرائض میں سے اگر کوئی چیز چھوٹ جائے تو حج نہ ہوگا اور اس کی تلافی دَم دینے سے بھی نہیں ہوسکتی۔

واجباتِ حج:

حج کے واجبات چھ ہیں:

۱- مزدلفہ میں وقوف کے وقت ٹھہرنا۔

۲- صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا۔

۳- رَمی جمار یعنی کنکریاں مارنا۔

۴- قارِن اور متمتع کو قربانی کرنا۔

۵- حلق یعنی سر کے بال منڈوانا یا تقصیر یعنی کتروانا۔

۶- آفاقی یعنی میقات سے باہر رہنے والے کو طوافِ وَداع کرنا۔

واجبات کا حکم یہ ہے کہ اگر ان میں سے کوئی واجب چھوٹ جائے تو حج ہوجائے گا، چاہے قصداً چھوڑا ہو یا بھول کر، لیکن اس کی جزا لازم ہوگی جس کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ جنایات کے بیان میں آئے گی۔

سنن حج:

۱- مفرد آفاقی اور قارِن کو طوافِ قدوم کرنا۔

۲- طواف قدوم میں رَمل اور اِضطباع کرنا (اگر اس کے بعد سعی کرنا ہو، اگر طواف قدوم کے بعد سعی نہ کی تو طوافِ زیارت کے بعد سعی کرنی ہوگی اور اس وقت طوافِ زیارت میں رَمل کرنا ہوگا۔)

۳- آٹھویں ذی الحجہ کی صبح کو منیٰ کے لیے روانہ ہونا اور وہاں پانچوں نمازیں پڑھنا۔

۴- طلوعِ آفتاب کے بعد نویں ذی الحجہ کو منیٰ سے عرفات کے لیے روانہ ہونا۔

۵- عرفات سے غروبِ آفتاب کے بعد امامِ حج سے پہلے روانہ نہ ہونا۔

٦- عرفات سے واپس ہو کر رات کو مزدلفہ میں ٹھہرنا۔

۷- عرفات میں غسل کرنا۔

۸- ایامِ منیٰ میں رات کو منیٰ میں رہنا۔

سنتوں کا حکم یہ ہے کہ ان کو قصداً ترک کرنا برا ہے اور ان کے ادا کرنے میں ثواب ملتا ہے اور ان کے نہ کرنے سے جزا لازم نہیں آتی۔

میقات کا بیان

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا بھر سے آنے والوں کے لیے جو مکہ معظمہ میں داخل ہونا چاہیں کچھ جگہیں مقرر فرما دی ہیں کہ اِحرام کے بغیر ان سے آگے نہ بڑھیں۔ ان ہی کو مواقیت کہتے ہیں جو میقات کی جمع ہے۔

مدینہ منورہ سے آنے والے «بئر علی» سے اِحرام باندھیں۔ اس کا پرانا نام «ذو الحلیفہ» ہے، اگر مسجدِ نبوی سے باندھ لیں تو یہ بھی جائز ہے۔

شام سے آنے والوں کے لیے «جحفة» کو میقات مقرر فرمایا تھا، یہ بستی زمانہ نبوت میں آباد تھی اب آباد نہیں ہے، آج کل شام کی طرف سے آنے والے بھی عموماً «بئر علی» ہی سے اِحرام باندھ لیتے ہیں۔

نجد اور طائف سے آنے والوں کے لیے ''قرن'' نامی جگہ میقات ہے لیکن آج کل اس کا یہ نام معروف نہیں ہے، طائف سے آنے والے ''وادی محرم'' سے اِحرام باندھ لیتے ہیں، یہاں مسجد بھی بنی ہوئی ہے۔

عراق سے آنے والوں کے لیے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ''ذاتِ عرق'' کو مقرر فرمایا تھا۔

یمن سے آنے والوں کے لیے ''یلملم'' کو میقات قرار دیا تھا۔ ہندوستانی، پاکستانی اور بنگلہ دیشی جہاز چونکہ سمندر میں ایسے

راستہ سے گزرتے ہیں جس میں کسی جگہ ''یلملم'' کی محاذات بتائی جاتی ہیں اس لیے عام طور پر وہاں سے احرام باندھ لیتے ہیں، وہاں سے احرام باندھ لینا افضل ہے، لیکن اگر ان ملکوں سے آنے والے بحری جہاز کے مسافر جدہ آکر احرام باندھ لیں تو بعض علماء کے نزدیک اس کی بھی گنجائش ہے، البتہ جو حضرات بمبئی یا کراچی سے ہوائی جہاز سے آئیں وہ بمبئی یا کراچی سے احرام باندھ لیں، یا جہاز اڑنے کے ایک دو گھنٹے کے بعد احرام باندھ لیں، بغیر احرام کے جدہ نہ پہنچیں، کیونکہ راستہ میں ہوائی جہاز میقات سے گزرتا ہے۔ بغیر احرام کے اگر کوئی میقات سے گزر کر مکہ معظمہ پہنچ جائے تو گناہ ہوتا ہے اور دم واجب ہوتا ہے۔

اِحرام کا بیان

جب کوئی شخص مکہ معظمہ کے لیے روانہ ہو اس پر لازم ہے کہ راستہ میں جو بھی میقات پڑے اس پر یا اس سے پہلے حج یا عمرہ کا اِحرام باندھے۔ حج کے تو خاص دن مقرر ہیں، البتہ عمرہ ہمیشہ ہوسکتا ہے، لیکن حج کے پانچ دنوں یعنی ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، اور ۱۳ ذی الحجہ کو عمرہ کرنا مکروہ ہے۔

جب میقات پر پہنچے تو ہر طرح کی صفائی کرکے غسل کرے، ورنہ کم از کم وضو کرلے۔ اس کے بعد ایک چادر تہبند کی طرح باندھ لے اور ایک چادر اوپر اوڑھ لے، پھر اوپر کی چادر سے سر ڈھک کر دو رکعتیں نمازِ احرام کی نیت سے پڑھے اگر مکروہ وقت نہ ہو، ورنہ بغیر نماز پڑھے ہی اِحرام باندھ لے۔ حج یا عمرہ کی نیت کرکے تلبیہ پڑھنے کو اِحرام کہتے ہیں۔ نماز پڑھ کر حج یا عمرہ کی نیت کرے، اگر صرف حج کی نیت کرنا ہو تو اس طرح کہے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ))۔

''یا اللہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں، آپ اسے میرے لیے آسان فرمائیں اور قبول فرمائیں۔''

اور اگر صرف عمرہ کی نیت کرنا ہو تو اس طرح نیت کرے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ فَیَسِّرْهَا لِیْ وَتَقَبَّلْهَا مِنِّیْ))۔

''یا اللہ میں عمرہ کرتا ہوں، آپ اس کو میرے لیے آسان فرمائیے اور قبول فرمائیے۔''

بعض مرتبہ حج اور عمرہ دونوں کی ایک ساتھ نیت کی جاتی ہے، اس کو ((قِرَانُ)) کہتے ہیں، اس کی نیت اس طرح کرے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَیَسِّرْهُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْهُمَا مِنِّیْ))۔

''یا اللہ میں حج اور عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں، پس ان دونوں کو میرے لیے آسان فرمائیے اور قبول فرمائیے۔''

اگر عربی کی بجائے کسی دوسری زبان میں نیت کرلے تو یہ بھی درست ہے بلکہ اگر زبان سے کچھ نہ کہے صرف دل سے نیت کرلے تب بھی نیت ہو جائے گی، نیت کے بعد تلبیہ کے کلمات کہے۔ تلبیہ کے مسنون الفاظ یہ ہیں۔ ان کو اچھی طرح سے یاد کرلیا جائے، ان میں سے کوئی لفظ کم کرنا مکروہ ہے۔

((لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ ، إِنَّ الْحَمْدَ
وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ)).

میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، آپ کا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، بے شک سب تعریف
اور نعمت آپ ہی کے لیے ہے اور سارا جہان ہی آپ کا ہے، آپ کا کوئی شریک نہیں۔

صرف نیت کرنے سے اِحرام شروع نہیں ہوتا، بلکہ نیت کرنے اور الفاظ تلبیہ پڑھنے سے اِحرام میں داخل ہوتے ہیں۔ تلبیہ پڑھنے سے پہلے سر سے چادر کھول دے اور دورانِ سفر کثرت سے تلبیہ کے مذکورہ الفاظ بلند آواز کے ساتھ پڑھا کرے، خصوصاً حالات کی تبدیلی کے وقت، فرض نمازوں کے بعد، رخصت ہوتے وقت، سوار ہوتے وقت، سواری سے اترتے ہوئے اور جب سو کر اٹھے، ان حالات میں تلبیہ پڑھنا زیادہ مستحب ہے۔ جب بھی تلبیہ پڑھے تو تین بار پڑھے، اس کے بعد درود شریف پڑھے، پھر یوں دعا مانگے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَضَبِكَ وَالنَّارِ)).

''اے اللہ! میں آپ کی رضا کا اور جنت کا سوال کرتا ہوں اور آپ کی ناراضگی اور دوزخ کے
عذاب سے پناہ چاہتا ہوں۔''

﴿مسئلہ ۱﴾ عورت زور سے تلبیہ نہ پڑھے، بس اتنی آواز نکالے کہ اپنی آواز خود سن لے۔

﴿مسئلہ ۲﴾ عورتوں میں سر کے لیے ایک خاص کپڑا مشہور ہے، جس کے بارے میں سمجھتی ہیں کہ اس کے بغیر اِحرام نہیں بندھتا، یہ غلط ہے، شرعاً اس کپڑے کی کوئی حیثیت نہیں، یوں بالوں کی حفاظت کے لیے کوئی کپڑا باندھ لیا جائے تو مضایقہ نہیں، لیکن اس کو اِحرام کا جز سمجھنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کے بغیر اِحرام میں داخل نہیں ہو سکتی، غلط ہے۔ اگر سر پر کپڑا باندھے تو وضو کرتے وقت اس کو ہٹا کر مسح کرے ورنہ وضو نہ ہوگا۔

اِحرام کے ممنوعات:

حج یا عمرہ کی نیت اور تلبیہ کے بعد اِحرام میں داخل ہو گئے، اب اِحرام کی ممنوعات سے بچنے کا اہتمام کرنا لازم ہے۔ جو

چیزیں اِحرام میں منع ہیں وہ یہ ہیں:

۱- مرد کو سلا ہوا کپڑا پہننا جو پورے بدن یا کسی ایک عضو کی ہیئت اور بناوٹ کے مطابق تیار کیا گیا ہو۔ (اگر سینے کی بجائے بُن کر یا چپکا کر اس طرح کا کپڑا تیار کرلیا گیا ہو تو وہ بھی ممنوع ہے)

۲- سر اور چہرہ ڈھانکنا۔ (اور عورت کو صرف چہرہ ڈھانکنا)

۳- خوشبو استعمال کرنا۔

۴- جسم کے بال صاف کرنا۔ (جس طرح سے بھی صاف کرے)

۵- ناخن کاٹنا۔

۶- خشکی کا شکار کرنا۔

۷- میاں بیوی والے خاص تعلق اور شہوت کے کام کرنا۔

اِحرام کے مسائل:

مسئلہ۳ حج یا عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ لینے سے اِحرام بندھ جاتا ہے۔ نیت اور تلبیہ سے پہلے غسل کرنا اور دو رکعت نماز پڑھنا مسنون ہے، اگر غسل یا نماز کا موقع نہ ہو تو ان کے بغیر بھی اِحرام باندھا جا سکتا ہے اور بلا عذر غسل اور نماز کے بغیر اِحرام باندھ لینا مکروہ ہے۔

مسئلہ۴ اِحرام کے لیے جو غسل مسنون ہے، یہ نظافت اور صفائی کے لیے ہے، اس لیے حیض اور نفاس والی عورت اور نابالغ بچے کو بھی غسل کر لینا چاہیے۔

مسئلہ۵ اگر کسی نے اِحرام کے وقت غسل نہ کیا اور وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ لی تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ۶ اگر پانی نہ ہو یا اور کوئی عذر ہو تو اِحرام کے لیے غسل کی جگہ تیمم کرنا مشروع نہیں، ہاں نماز اِحرام کے لیے تیمم کرنا درست ہے، بشرطیکہ اصول شریعت کے مطابق اس وقت تیمم کرنا جائز ہو۔

مسئلہ۷ اگر کسی نے فرض نماز کے بعد حج یا عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ لیا اور اِحرام کے لیے مستقل طور پر دو رکعتیں نہ پڑھیں تو یہ بھی درست ہے۔

مسئلہ۸ اِحرام کے لیے دو رکعت نفل نماز ایسے وقت پڑھنا مسنون ہے جبکہ مکروہ وقت نہ ہو۔ اگر مکروہ وقت ہو اور میقات سے گزر رہا ہو تو بغیر نماز پڑھے حج یا عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ لے۔

﴿مسئلہ ۹﴾ اگر کسی نے موقع ہوتے ہوئے بھی سستی سے کام لیا اور غسل، وضو اور نماز کے بغیر ہی عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ لیا تب بھی اِحرام میں داخل ہو جائے گا، البتہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۱۰﴾ اگر حالتِ اِحرام میں احتلام ہو جائے تو اس سے اِحرام میں کوئی فرق نہیں آتا۔ کپڑا اور جسم دھو کر غسل کرلیں۔ اگر چادر بدلنے کی ضرورت ہو تو دوسری چادر استعمال کرلیں۔

﴿مسئلہ ۱۱﴾ اگر حالتِ اِحرام میں کسی جگہ زخم آجائے تو اس سے بھی اِحرام میں کوئی فرق نہیں آتا اور نہ کوئی جزا واجب ہوتی ہے۔

﴿مسئلہ ۱۲﴾ اِحرام میں انجکشن اور ڈرپ لگوانا جائز ہے۔

﴿مسئلہ ۱۳﴾ اِحرام میں غسلِ فرض، غسلِ سنت اور غسلِ تبرید (ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے غسل) بھی درست ہے، البتہ میل دور نہ کرے اور صابن نہ لگائے۔

﴿مسئلہ ۱۴﴾ حالتِ اِحرام میں سر یا ڈاڑھی میں کنگھی کرنا یا سر یا ڈاڑھی کو اس طرح کھجلانا کہ بال گرنے کا اندیشہ ہو، مکروہ ہے۔ ایسے آہستہ کھجائے کہ بال نہ گریں۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ ڈاڑھی میں اس طرح خلال کرے کہ بال نہ گریں۔

﴿مسئلہ ۱۶﴾ اِحرام میں آئینہ دیکھنا، دانت اکھڑوانا جائز ہے اور مسواک بدستور مسنون ہے۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ اِحرام میں موذی جانوروں کو مارنا جائز ہے، جیسے: سانپ، بچھو، کھٹمل، پسو، مچھر، بھڑ وغیرہ۔

﴿مسئلہ ۱۸﴾ اِحرام کا کپڑا اسفید ہونا افضل ہے، لیکن اگر رنگین تہبند باندھ لیا یا رنگین چادر اوڑھ لی تو یہ بھی جائز ہے۔

﴿مسئلہ ۱۹﴾ کمبل اور لحاف اوڑھنا بھی اِحرام میں جائز ہے، اگر نیچے اوپر دو چادریں اوڑھ لیں یا چادر پر کمبل اوڑھ لیا یا نیچے دو چادریں باندھ لیں تو یہ بھی جائز ہے۔

﴿مسئلہ ۲۰﴾ اگر روپیہ اور سفری کاغذات وغیرہ رکھنے کی ضرورت سے نیچے کی چادر پر بیلٹ باندھ لے تو بھی جائز ہے۔

﴿مسئلہ ۲۱﴾ جن چادروں میں اِحرام باندھا تھا اگر ان کو ہٹا کر دوسری چادریں پہن لے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اگر چادر ناپاک ہو جائے تو اس کو دھونے کے لیے جسم سے ہٹالے تو کوئی حرج نہیں۔

﴿مسئلہ ۲۲﴾ اِحرام میں گھڑی باندھنا، چشمہ لگانا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۲۳﴾ اِحرام میں مرد کو جوتا، بوٹ، موزے پہننا ممنوع ہے۔ مرد اِحرام میں ہوائی چپل پہنے، پاؤں کے بیچ کی

ہڈی کھلی رہے۔

﴿مسئلہ ۲۴﴾ اِحرام میں ہر گناہ سے بچنے کی پوری کوشش کرے۔ یوں تو گناہ سے ہمیشہ ہی بچنا لازم ہے لیکن اِحرام میں اس کا اور زیادہ اہتمام کرے۔

﴿مسئلہ ۲۵﴾ اِحرام میں ایسی باتیں کرنا بھی ممنوع ہیں جو میاں بیوی کے درمیان ہوتی ہیں۔

﴿مسئلہ ۲٦﴾ اِحرام میں لڑائی جھگڑے سے بھی بچنے کی پوری کوشش کرے۔ لڑائی جھگڑا یوں بھی منع ہے لیکن حالت اِحرام میں اس کی ممانعت میں اور شدت آجاتی ہے۔

﴿مسئلہ ۲۷﴾ اِحرام والے مرد وعورت کے لیے خشکی کا شکار کرنا ممنوع ہے، اس سے جزا واجب ہوتی ہے لیکن مرغی، بکری، گائے اور اونٹ حالتِ اِحرام میں حرم اور غیر حرم میں ذبح کرسکتا ہے اور ان کا گوشت بھی کھا سکتا ہے۔

تلبیہ کے مسائل

﴿مسئلہ ۱﴾ اِحرام کے وقت تلبیہ یعنی ((لبیك ......)) کا زبان سے کہنا شرط ہے، اگر دل سے کہہ لیا تو اِحرام میں داخل نہ ہوگا۔

﴿مسئلہ ۲﴾ اِحرام باندھ لینے کے بعد تلبیہ کثرت سے پڑھنا مستحب ہے، خصوصاً حالات تبدیل ہونے کے وقت، مثلاً: صبح وشام، اٹھتے بیٹھتے، باہر جاتے وقت، اندر آنے کے وقت، لوگوں سے ملاقات کے وقت، رخصت کے وقت، سوکر اٹھتے وقت، سوار ہوتے وقت، سواری سے اترتے وقت، بلندی پر چڑھتے وقت، نشیب میں اترتے ہوئے، ان حالات میں زیادہ مستحب ومؤکد ہے۔

﴿مسئلہ ۳﴾ تلبیہ کے درمیان بات نہ کی جائے۔ جو شخص تلبیہ پڑھ رہا ہو اس کو سلام کرنا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۴﴾ اگر کسی شخص نے تلبیہ پڑھنے کے وقت سلام کیا تو سلام کا جواب تلبیہ کے درمیان میں دینا جائز ہے مگر ختم کرکے جواب دینا بہتر ہے، بشرطیکہ سلام کرنے والا چلا نہ جائے۔

﴿مسئلہ ۵﴾ فرض اور نفل نمازوں کے بعد بھی تلبیہ پڑھنا چاہیے اور ایامِ تشریق میں اوّل تکبیر تشریق کہنی چاہیے اس کے بعد تلبیہ، اگر پہلے تلبیہ پڑھ لی تو تکبیر تشریق ساقط ہوگئی۔

﴿مسئلہ ٦﴾ اگر مسبوق امام کے ساتھ تلبیہ کہہ لے گا تو نماز فاسد ہوجائے گی۔

(مسئلہ۷) اگر چند آدمی ساتھ ہوں تو ایک ساتھ مل کر تلبیہ نہ کہیں بلکہ ہر آدمی علیحدہ علیحدہ تلبیہ پڑھے۔

(مسئلہ۸) تلبیہ کے الفاظ میں کمی کرنا مکروہ ہے۔

(مسئلہ۹) جب کوئی عجیب چیز نظر آئے تو یہ کہے۔ ((لَبَّيْكَ، إِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْآخِرَةِ))۔

(مسئلہ۱۰) مرد تلبیہ بلند آواز سے پڑھیں مگر آواز زیادہ بلند نہ ہو۔

(مسئلہ۱۱) عورت کو اونچی آواز سے تلبیہ پڑھنا منع ہے۔

(مسئلہ۱۲) تلبیہ حج میں دسویں تاریخ کی رمی شروع کرنے تک پڑھا جاتا ہے، جب جمرۂ عقبہ کی رمی شروع کرے تو تلبیہ موقوف کردے۔ اس کے بعد نہ پڑھے اور عمرہ میں طواف شروع کرنے تک پڑھا جاتا ہے، جب عمرہ کا طواف شروع کرے تو تلبیہ پڑھنا بند کردے۔

عورت کا اِحرام:

عورت کا اِحرام مرد کی طرح ہے، یعنی غسل کرکے اور دو رکعت نماز پڑھ کر حج یا عمرہ کی نیت کرکے تلبیہ پڑھ لے، اگر غسل یا نماز یا دونوں چیزوں کا موقع نہ ہو تو نیت اور تلبیہ پر اکتفا کرلے یعنی حج یا عمرہ کی نیت کرکے ((لبيك اللّٰهم لبيك))(اخیر تک) پڑھ لے۔ اس طرح سے اِحرام میں داخل ہوجائے گی۔ اگر کوئی عورت حیض یا نفاس کی حالت میں ہو اور اسے مکہ معظّمہ جانے یا حرم میں داخل ہونے کے لیے میقات سے گزرنا ہے تو اسی حالت میں اِحرام باندھ لے، یعنی حج یا عمرہ کی نیت کرکے تلبیہ پڑھ لے، پھر اگر مکہ معظّمہ پہنچنے تک پاک نہ ہو تو پاک ہونے کا انتظار کرے، جب تک پاک نہ ہو مسجد میں نہ جائے اور جب پاک ہوجائے غسل کرکے طواف کرلے۔

(مسئلہ۱۳) عورت اِحرام کی حالت میں بدستور سلے ہوئے کپڑے پہنے رہے اور سر اور تمام اعضاڈھانکے رہے، البتہ چہرے سے کپڑا نہ لگنے دے۔

(مسئلہ۱۴) عورتوں پر حالتِ اِحرام میں بھی نامحرموں سے پردہ کرنا لازم ہے، یہ جو مشہور ہے کہ حج یا عمرہ میں پردہ نہیں یہ غلط اور جاہلانہ بات ہے۔ چہرہ پر کپڑا نہ لگانا اور بات ہے اور نامحرموں کے سامنے چہرہ کھولنا اور بات ہے۔ حکم یہ ہے کہ عورت حالتِ اِحرام میں چہرہ پر کپڑا نہ لگنے دے، اس سے یہ کیسے لازم آیا کہ نامحرموں کے سامنے چہرہ کھولے رہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا: ''ہم حالتِ اِحرام میں حضورِ اقدس ﷺ کے ساتھ تھے۔ گزرنے والے اپنی سواریوں پر ہمارے پاس سے گزرتے تھے تو ہم اپنی چادر کو اپنے سر سے آگے بڑھا کر چہرہ کے سامنے لٹکا لیتے تھے۔ جب وہ

لوگ آگے بڑھ جاتے تو ہم چہرہ کھول لیتے تھے۔" (مشکوٰۃ المصابیح : ص ۲۳۶)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ نامحرموں کو چہرہ دکھانا احرام میں بھی ممنوع ہے، اگر کوئی چھجہ وغیرہ ماتھے کے اوپر لگالیا جائے اور اس کے اوپر نقاب ڈال لیں جس سے کپڑا چہرہ کو نہ لگے اور پردہ بھی ہو جائے تو یہ بہترین صورت ہے اور اس میں کوئی تکلیف بھی نہیں۔

پھر یہ پابندی کہ چہرہ پر کپڑا نہ لگے صرف احرام ہی کی حالت میں تو ہے۔ آج کل ہوائی جہاز سے یا کار، بس وغیرہ سے سفر ہوتا ہے، عمرہ میں زیادہ سے زیادہ ایک دو دن اور حج میں زیادہ سے زیادہ تین چار دن احرام باندھنا ہوتا ہے۔ احرام کے دنوں کے علاوہ جو عورتیں منہ کھولے پھرتی ہیں اس کے لیے تو احرام کا بہانہ بھی نہیں ہے، پھر گناہ گار کیوں ہوتی ہیں؟ نیز مدینہ منورہ کے سفر میں تو احرام ہوتا ہی نہیں، اس سفر میں اور مدینہ منورہ کے قیام میں منہ کھولے پھرنا اور تمام نامحرموں کو اپنا محرم تصور کر لینا بہت بڑی جہالت ہے اور خواہ مخواہ کی گناہ گاری ہے۔

عورت کے ساتھ محرم یا شوہر ہونا شرط ہے:

دنیاوی ضرورت کے لیے کوئی سفر ہو یا حج ہو یا عمرہ اڑتالیس میل یعنی (تقریباً ۷۸ کلومیٹر) کا سفر کرنا عورت کے لیے ممنوع ہے۔ اس میں بڑی حکمت ہے، بڑی مصلحتیں ہیں، سفر کرنا عورت کے لیے شرعاً ممنوع ہے، چاہے ریل سے ہو یا کار سے، چاہے ہوائی جہاز سے اور چاہے دنیا کے لیے ہو یا دین کے لیے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لا یخلون رجل بامراۃ، ولا تسافرن امرأۃ الا و معها محرم، فقال رجل یا رسول اللّٰہ! اکتتبت فی غزوۃ کذا و کذا و خرجت امرأتی حاجۃ،

قال: اذهب فاحجج مع امراتك».

(متفق علیه)

ترجمہ: ہرگز کوئی مرد کسی (نامحرم) عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے اور ہرگز کوئی عورت بغیر محرم سفر نہ کرے، یہ سن کر ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (ﷺ) میرا نام فلاں فلاں جہاد میں لکھ لیا گیا ہے اور میری بیوی حج کرنے کے لیے نکلی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جاؤ اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔"

(مشکوٰۃ المصابیح : ص ۲۲۱ از بخاری و مسلم)

یہ ممانعت جوان اور بوڑھی ہر عورت کے لیے ہے۔ بعض عورتیں سمجھتی ہیں کہ چند عورتوں کے ساتھ بغیر محرم کے عورت سفر میں چلی جائے تو یہ جائز ہے۔ ان کا یہ خیال غلط ہے، حضورِ اقدس ﷺ نے بغیر کسی خصوصیت کے ہر عورت کے حق میں تاکیدی طور پر ممانعت فرمائی ہے۔

حج یا عمرہ کا سفر بھی محرم یا شوہر کے بغیر سخت ممنوع اور گناہ ہے۔ بہت سی عورتیں حج یا عمرہ کے لیے بغیر محرم اور بغیر شوہر کے چل دیتی ہیں، یہ شریعت کی خلاف ورزی کی وجہ سے گناہ گار ہوتی ہیں اور اپنا حج و عمرہ خراب کرتی ہیں۔ مؤمن بندوں پر لازم ہے کہ شریعت کی پابندی کریں، اپنی طبیعت اور خواہش پر نہ چلیں۔

محرم کون ہے؟

جس شخص سے کبھی بھی نکاح درست نہ ہو، جیسے: باپ، بیٹا، پوتا، نواسا، داماد، سسر، حقیقی چچا، حقیقی ماموں، اس کو محرم کہتے ہیں۔ خالہ، ماموں، چچا، پھوپھی کے لڑکے محرم نہیں ہیں، کیونکہ ان سے نکاح درست ہے۔ اسی طرح بہنوئی بھی محرم نہیں ہے، کیونکہ اگر وہ بہن کو طلاق دے دے یا بہن فوت ہو جائے تو بہنوئی سے نکاح جائز ہو جاتا ہے۔

البتہ اگر ان میں سے کوئی رضاعی (یعنی دودھ شریک) بھائی وغیرہ ہو جس نے دو سال کی مدت کے اندر کسی ایسی عورت کا دودھ پیا ہے جس کا دودھ اس عورت نے بھی پیا ہو جو اس کے ساتھ حج یا عمرہ کو جانا چاہتی ہو تو یہ شخص بھی محرم ہے اور اس کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے۔ یاد رہے کہ محرم ایسا ہو کہ جس سے بے اطمینانی نہ ہو۔ اگر کوئی ایسا شخص ہے کہ محرم تو ہے لیکن اس کی عفت و عصمت داغ دار ہے یا اس کی طرف سے اطمینان نہیں ہے تو اس کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں، چاہے کیسا ہی قریبی محرم ہو۔

بعض عورتیں خواہ مخواہ کسی کو باپ یا بیٹا یا بھائی بنا کر سفر میں ساتھ ہو لیتی ہیں۔ شرعاً اس کی کوئی حیثیت نہیں، منہ بولا بیٹا یا باپ یا بھائی بھی محرم نہیں ہیں، ان کے بھی وہی احکام ہیں جو اجنبی مردوں کے ہیں۔

مکہ معظّمہ اور مسجدِ حرام میں داخلہ

مکہ مکرمہ میں داخلہ کے وقت غسل کرنا مسنون ہے، مگر سواریوں کی پابندی اور بھیڑ کی وجہ سے آج کل یہ مشکل ہے، اگر بسہولت کر سکے تو غسل کر لے اور جب مکہ معظّمہ نظر آئے تو یہ دعا پڑھے: [یہ دعائیں معنی کا دھیان کر کے پڑھ لے تو اچھا ہے مگر خاص اس موقع کے لیے انہیں مسنون نہ سمجھے بلکہ کوئی بھی دعا جو دل میں آئے اللہ تعالیٰ سے مانگ سکتا ہے۔]

((اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِّیْ بِھَا قَرَارًا، وَّارْزُقْنِیْ فِیْھَا رِزْقًا حَلَالًا. اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْھَا)).

''اے اللہ! میرے لیے مکہ مکرمہ میں ٹھکانہ بنادے اور مجھے اس میں رزق حلال نصیب فرما۔

اے اللہ! ہمیں اس شہر میں برکت دے۔''

اس کے بعد یہ پڑھے:

((اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاھَا ، وَ حَبِّبْنَا اِلٰی اَھْلِھَا ، وَحَبِّبْ صَالِحِیْ اَھْلِھَا اِلَیْنَا)).

''اے اللہ! ہمیں اس کے میوے نصیب فرما اور ہمیں اس کے رہنے والوں کے نزدیک محبوب کردے

اور اس کے نیک لوگوں کو ہمارا محبوب بنادے۔''

اس کے بعد نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ پورے ادب اور احترام وتعظیم کا لحاظ رکھتے ہوئے مکہ مکرمہ میں داخل ہو اور اپنا سامان رہائش گاہ میں محفوظ رکھ کر اور وضو کرکے جلد مسجد حرام میں آئے۔ مسجدِ حرام اس مسجد کا نام ہے جس کے اندر کعبہ شریف ہے۔ لفظِ ''حرام'' محترم کے معنی میں ہے۔

مسجد میں داخل ہوتے وقت حضورِ اقدس ﷺ پر درود پڑھے اور یہ دعا پڑھے:

((رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ)).

''اے میرے رب! میرے گناہوں کی مغفرت فرما اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔''

جب کعبہ شریف پر نظر پڑے تو تین مرتبہ ((اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ)) کہے اور یہ دعا پڑھے:

((اَللّٰھُمَّ زِدْ ھٰذَا الْبَیْتَ تَشْرِیْفًا وَّتَعْظِیْمًا وَّتَکْرِیْمًا وَّ مَھَابَةً ، وَزِدْ مَنْ شَرَّفَهٗ وَ کَرَّمَهٗ مِمَّنْ حَجَّهٗ اَوِ اعْتَمَرَهٗ تَشْرِیْفًا وَّتَکْرِیْمًا وَّتَعْظِیْمًا وَّبِرًّا . اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ فَحَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ)).

''اے اللہ! اس گھر کی شرافت وعظمت وبزرگی اور ہیبت بڑھا نیز جو اس کی زیارت کرنے والا ہو، اس کی عزت واحترام کرنے والا ہو، چاہے حج کرنے والا ہو یا عمرہ کرنے والا اس کی بھی شرافت اور بزرگی اور بھلائی زیادہ فرمادے۔ اے اللہ! آپ کا نام سلام ہے اور آپ ہی کی طرف سے سلامتی مل سکتی ہے پس ہم کو سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ۔''

اس کے بعد درود شریف پڑھے اور کھڑے کھڑے جو چاہے دعا مانگے اس وقت دعا قبول ہوتی ہے، بعض حضرات نے فرمایا: اس موقع پر بلاحساب جنت نصیب ہونے کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرے۔

مسجدِ حرام میں داخل ہوکر سب سے پہلے طواف کرے۔ جو شخص عمرہ کا اِحرام باندھ کر آیا تھا یہ اس کے لیے عمرہ کا طواف ہوگا جو فرض ہے اور جو شخص صرف حج کا اِحرام باندھ کر آیا تھا یہ اس کا طوافِ قدوم ہوگا جو سنت ہے۔ اگر ایسے وقت میں مسجد حرام میں پہنچا ہو کہ جماعت کھڑی ہو تو پہلے امام کے ساتھ نماز پڑھ لے، بعد میں طواف کرے۔

طواف کا بیان

بیت اللہ یعنی کعبہ شریف کے گرد سات مرتبہ مقرر طریقہ پر چکر لگانے کو طواف کہتے ہیں۔ کعبہ شریف کے اس کونے میں جو مشرق کی جانب ہے حجرِ اسود (کالا پتھر) لگا ہوا ہے، وہیں سے طواف شروع ہوتا ہے اور اسی پر ختم ہوتا ہے۔

طواف فرض بھی ہوتا ہے، واجب بھی، سنت بھی، نفل بھی۔ ہر طواف میں سات ہی چکر ہوتے ہیں اور ہر طواف حجرِ اسود سے شروع ہوتا ہے اور اسی پر ختم ہوتا ہے۔

طواف میں کعبہ شریف طواف کرنے والے کے بائیں طرف رہتا ہے، کعبہ کا کچھ حصہ ایسا ہے جس پر چھت نہیں ہے، اس کو حطیم کہتے ہیں، اسی میں کعبہ شریف کا پرنالہ گرتا ہے جسے میزاب رحمت کہتے ہیں۔ اس بے چھت والے حصہ کو بھی طواف کے اندر لینا ضروری ہے یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب طواف نیم دائرے کی شکل والی دیوار کے باہر باہر کیا جائے۔

طواف کے ہر چکر میں رکن یمانی کو دونوں ہاتھ یا دایاں ہاتھ لگائے اس کو ''استلام'' کہتے ہیں۔ رکن یمانی کعبہ شریف کا وہ کونہ ہے جو جنوب کی طرف ہے اور حجرِ اسود والے کونہ کے مقابل ہے۔ یہ یمن کے جانب پڑتا ہے اس لیے اس کو رکن یمانی کہا جاتا ہے۔

جس طواف کے بعد صفا مروہ کی سعی بھی ہو (جیسے عمرہ کا طواف کرنے والا طواف کے بعد عمرہ کی سعی کرتا ہے یا جیسے بہت سے حاجی حضرات طواف قدوم کے بعد صفا مروہ کی سعی کرتے ہیں) اس طواف میں رَمل اور اِضطباع بھی مسنون ہے۔ جو حاجی میقات سے حج کا اِحرام باندھ کر آتے ہیں وہ مسجد میں داخل ہوکر پہلے طواف قدوم کرتے ہیں۔ یہ طواف سنت ہے۔

﴿مسئلہ ۱﴾ جو شخص عمرہ کا اِحرام باندھ کر آیا ہو وہ طواف شروع کرنے سے پہلے پہلے تلبیہ پڑھنا موقوف کردے۔

﴿مسئلہ ۲﴾ ''رَمل'' صرف شروع کے تین چکروں میں ہوتا ہے اور ''اِضطباع'' پورے سات چکروں میں ہوتا ہے۔ کندھے ہلاتے ہوئے اور قریب قریب قدم رکھتے ہوئے اکڑ کر چلنے کو ''رَمل'' کہتے ہیں اور چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر اس کے دونوں سرے بائیں کندھے پر ڈالنے کو ''اِضطباع'' کہتے ہیں۔ اس میں دایاں کندھا کھلا رہتا ہے۔ ''رَمل'' اور

''اِضطباع'' صرف مردوں کے لیے ہے، عورتوں کے لیے نہیں ہے۔

﴿مسئلہ۳﴾ طواف بغیر نیت کے نہیں ہوتا، طواف کی نیت دل سے ہونا کافی ہے اور زبان سے کہہ لینا بھی درست ہے۔

﴿مسئلہ۴﴾ جب طواف کا ارادہ کرے تو خانہ کعبہ کے اس کونہ کے مقابل آجائے جس میں حجرِ اَسود لگا ہوا ہے اور وہاں اس طرح کھڑا ہو جائے کہ دایاں کندھا حجرِ اسود کے بائیں کنارے کے مقابل ہو، یعنی پورا حجرِ اسود طواف کرنے والے کے دائیں طرف رہے۔ اس طرح کھڑے ہو کر دل میں طواف کی نیت کرے۔

نیت کرکے ذرا دائیں طرف کو کھسکے تاکہ حجرِ اسود کے بالکل سامنے آجائے پھر نماز کی نیت کے وقت جس طرح ہاتھ اٹھاتے ہیں اسی طرح کانوں تک ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھے:

((بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰه،
اَللّٰهُمَّ اِيْمَاناً بِكَ ، وَ تَصْدِيْقًا بِكِتَابِكَ ، وَوَفَاءً بِعَهْدِكَ ،
وَ اِتِّبَاعاً لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)).

''اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور ساری حمد صرف اللہ ہی کے لیے خاص ہے اور درود و سلام نازل ہو اللہ کے رسول ﷺ پر۔ اے اللہ! میں تجھ پر ایمان رکھتے ہوئے اور تیری کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے اور تیرے عہد کو پورا کرتے ہوئے اور تیرے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے طواف کرتا ہوں۔''

پوری عبارت نہ پڑھے تو کم از کم ((بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَر ، وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ)). ہی کہہ لے۔ اس کو پڑھ کر ہاتھ چھوڑ دے، پھر ادب اور انکسار کے ساتھ حجرِ اسود پر آئے اور اس کو بوسہ دے۔ رش کی وجہ سے بوسہ نہ دے سکے تو دونوں ہاتھ یا صرف دایاں ہاتھ حجرِ اسود پر رکھ کر چوم لے اور اگر اس کا بھی موقع نہ ہو تو کسی لکڑی یا اور کسی چیز سے حجرِ اسود کو چھو کر اس چیز کو بوسہ دے دے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو دونوں ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ ہتھیلیاں حجرِ اسود کی طرف اور ان کی پشت چہرہ کی طرف ہو، اس کے بعد ہاتھوں کو بوسہ دے دے۔ حجرِ اسود کے سامنے کر کے ہاتھوں کو بوسہ دینا اس صورت میں ہے جبکہ مذکورہ پہلے طریقوں سے حجرِ اسود کا استلام نہ کر سکے۔ حجرِ اسود کو بوسہ دینے کے لیے دھکم پیل کرنا، دوسروں کو تکلیف دینا حرام ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ حجرِ اسود کو بوسہ دیتے وقت چاندی کے حلقہ کو ہاتھ نہ لگائے جو اس کے چاروں طرف لگا ہوا ہے اور جو شخص اِحرام میں ہو وہ یہ بھی خیال رکھے کہ حجرِ اسود کو بعض لوگ خوشبو لگا دیتے ہیں، اگر خوشبو لگی ہوئی ہو تو جو شخص اِحرام میں ہو وہ منہ یا ہاتھ

لگا کر استلام نہ کرے تاکہ خوشبو کے استعمال سے بچا رہے۔

حجرِ اسود کے بوسہ دینے کو ''استلام'' کہتے ہیں۔ استلام کے بعد دائیں ہاتھ کی طرف آگے بڑھے اور کعبہ شریف کو اپنی بائیں طرف رکھتے ہوئے چلتا رہے، حطیم کے باہر باہر سے طواف کرے۔ جب رکن یمانی پر آئے جو حجرِ اسود کے برابر والا کونہ ہے تو اس کو دونوں ہاتھ یا دایاں ہاتھ لگائے۔ اس سے آگے بڑھ کر رکن یمانی اور حجرِ اسود کے درمیان ﴿ رَبَّنَآ ءَاتِنَا فِى ٱلدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِى ٱلْـَٔاخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ ٱلنَّارِ ﴿٢٠١﴾ ﴾ پڑھتا رہے۔ (ابو داوٗد)

جب حجرِ اسود پر پہنچے تو اللہ اکبر کہے اور اسی طریقہ پر استلام کرے جس کا تفصیل کے ساتھ ذکر ہو چکا ہے۔ یہ ایک چکر ہو گیا۔ اسی طرح سات چکر پورے کرے۔ ایک چکر کو ((شَوْطٌ)) اور سب چکروں کو ((اَشْوَاطٌ)) کہتے ہیں۔

طواف کے درمیان کعبہ شریف کو نہ دیکھے اور اس کی طرف نہ سینہ کرے نہ پشت کرے۔

طواف ختم کرنے کے بعد مقامِ ابراہیم پر پہنچے اور اس کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھے جسے صلاۃِ طواف کہتے ہیں، مقامِ ابراہیم کے پیچھے جگہ نہ ملے تو حرم میں جس جگہ چاہے پڑھ لے۔ اگر مکروہ وقت ہو تو ٹھہر جائے اور جب مکروہ وقت نکل جائے اس وقت طواف کی دو رکعتیں پڑھ لے۔

طواف کے لیے کوئی ایسی دعا مقرر نہیں ہے جس کا پڑھنا فرض یا واجب ہو اور جس کے بغیر طواف نہ ہوتا ہو، بلکہ اگر طواف کے درمیان کچھ بھی نہ پڑھے تب بھی طواف ہو جاتا ہے، البتہ طواف میں ذکر اور دعا کرنا افضل ہے۔ جس دعا میں جی لگے اور جس کی اپنے لیے ضرورت سمجھے خشوع و خضوع اور خلوص کے ساتھ دعا کرتا رہے۔ عام طور سے کتابوں میں ساتوں چکروں کی الگ الگ دعائیں لکھی ہوئی ملتی ہیں، لیکن حضورِ اقدس ﷺ سے طواف میں ان سب دعاؤں کا پڑھنا منقول نہیں ہے۔

طواف کی دو رکعتیں:

طواف سے فارغ ہونے کے بعد دو رکعت نماز پڑھے۔ یہ دو رکعتیں واجب ہیں اگرچہ نفلی طواف کیا ہو۔ یہ نماز مقامِ ابراہیم کے پیچھے ادا کرنا سنت ہے اور پیچھے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مقامِ ابراہیم نمازی اور بیت اللہ شریف کے درمیان میں آجائے۔ طواف کے آخری چکر کو حجرِ اسود کے استلام پر ختم کر کے مقامِ ابراہیم کی طرف بڑھے، پھر دو رکعتیں ادا کرے جن میں ﴿ قُلْ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلْكَـٰفِرُونَ ﴾ اور ﴿ قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ ﴾ پڑھنا مسنون ہے اور طواف کی ان دو رکعتوں کو طواف ختم ہوتے ہی پڑھنا چاہیے، بلا عذر تاخیر کرنا مکروہ ہے، ہاں اگر وقتِ مکروہ ہو تو ٹھہر جائے اور یہ دو رکعتیں اگر مقامِ ابراہیم کے پیچھے نہ پڑھ سکے تو حرم میں جہاں چاہے پڑھ لے۔ ان کے پڑھنے کے لیے سب سے افضل جگہ مقامِ ابراہیم

ہے، پھر حطیم کے اندر، پھر بیت اللہ کے قریب جہاں موقع مل جائے، اس کے بعد حدِ حرم میں؛ اور حرم سے باہر پڑھنا مکروہ ہے، لیکن اگر کسی نے حدودِ حرم میں نہ پڑھی اور جدہ پہنچ گیا یا وطن چلا گیا تو جہاں یاد آجائے وہیں ادا کرلے، ادا کیے بغیر ساقط نہ ہوں گی۔

نمازِ طواف کے بعد مقامِ ابراہیم کے قریب جو چاہے دعا مانگے۔

زمزم پر جانا:

دوگانۂ طواف سے فارغ ہوکر زمزم پر جائے اور وہاں خوب ڈٹ کر اور سیر ہوکر پانی پیئے، شروع میں بسم اللہ کہے اور آخر میں الحمد للہ کہے اور تین سانس سے کم میں نہ پیے اور پھر یہ دعا مانگے:

«اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّ شِفَاۤءً مِّنْ كُلِّ دَاءٍ».

''اے اللہ! میں آپ سے نفع دینے والے علم کا اور کشادہ رزق کا اور ہر مرض سے شفایابی کا سوال کرتا ہوں۔''

اس کے علاوہ اور جو چاہے دعا مانگے، اس کے بعد ملتزم پر جائے۔ حجرِ اسود اور بیت اللہ کے دروازہ کے درمیان جو حصہ ہے اس کو ملتزم کہتے ہیں۔ اس جگہ سے چمٹ کر خوب دل حاضر کرکے دعا کرے، اپنے دونوں ہاتھ سر کے اوپر سیدھے بچھادے اور سینہ دیوار سے ملادے اور رُخسار کو دیوار پر رکھ دے۔ یہ دعا کی مقبولیت کا خاص مقام ہے، تجربہ ہے کہ یہاں جو دعا کی جاتی ہے ضرور قبول ہوتی ہے۔ اس موقع کی کوئی خاص دعا منقول نہیں ہے جو مسنون ہو۔

سعی کا بیان

صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ آنے جانے کو سعی کہتے ہیں، یہ حج اور عمرہ دونوں میں واجب ہے۔ حج میں طواف قدوم کے بعد ہوسکتی ہے اور طوافِ زیارت کے بعد بھی، طواف کے بعد دو رکعت نماز اور زمزم و ملتزم سے فارغ ہوکر پہلے حجرِ اسود پر جائے اور اس کا استلام کرے، پھر صفا کی طرف چلے، جب صفا سے کچھ دور رہ جائے تو سعی کی نیت کرے۔

زبان سے نیت کرنا کوئی ضروری نہیں، دل کی نیت ہی کافی ہے جو اسی وقت ہوچکی ہے جب حجرِ اسود کا استلام کرکے صفا کی طرف چلا تھا، جب صفا کے قریب پہنچ جائے تو آیتِ قرآنیہ کا یہ حصہ پڑھے:

﴿ إِنَّ ٱلصَّفَا وَٱلْمَرْوَةَ مِن شَعَآئِرِ ٱللَّهِ ﴾

''بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔''

اور اس کے بعد یوں کہے:

((اَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰہُ بِہٖ)).

میں اسی سے شروع کرتا ہوں جس کا ذکر اللہ نے شروع میں فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ صفا سے شروع کرتا ہوں جس کا ذکر قرآن پاک میں مروہ سے پہلے ہے۔

صفا پر اتنا چڑھے کہ کعبہ شریف نظر آنے لگے (آج کل تھوڑا سا چڑھنے کے بعد کعبہ شریف کا کچھ حصہ نظر آجاتا ہے)، اس کے بعد کعبہ شریف کی طرف رُخ کر کے اللہ کی توحید اور اس کی بڑائی بیان کرے اور یہ پڑھے:

((لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ ، وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَـہٗ ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ ، وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ ، اَنْجَزَ وَعْدَہٗ ، وَنَصَرَ عَبْدَہٗ ، وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ)).

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے ملک ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا، وہ تنہا ہے، اس نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور اپنے بندہ کی مدد فرمائی اور دشمنوں کی جماعتوں کو تنہا اس نے شکست دی۔''

اس کے بعد درود شریف پڑھ کر جو چاہے دعا مانگے اور تین مرتبہ یہ پورا عمل کرے، پھر صفا سے اترے اور مروہ کی طرف ذکر کرتا ہوا چلے یہاں تک کہ جب ہرے رنگ کا ستون چھ ہاتھ کے فاصلہ پر رہ جائے تو دوڑنا شروع کر دے اور دونوں ستونوں کے درمیان دوڑتا ہوا گزر جائے (یہ دوڑنا مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے نہیں ہے) اور ستونوں کے درمیان دوڑتے ہوئے یہ دعا پڑھنا منقول ہے:

((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ وَارْحَمْ ، وَاَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ)).

''اے اللہ مغفرت فرما اور رحم فرما تو بہت بڑا عزت والا ہے اور بہت بڑا کریم ہے۔'' (غنیۃ: ص ۱۲۸۔ ۱۲۹)

دوسرے ہرے ستون پر پہنچ کر دوڑنا ختم کر دے اور اپنی عام رفتار سے چلے اور کوئی ذکر کرتا رہے۔ جب مروہ پر پہنچ جائے تو جس طرح صفا پر عمل کیا تھا اسی طرح اللہ کی توحید و تکبیر بیان کرے اور چوتھا کلمہ تین بار پڑھے اور اس کے بعد درود شریف پڑھ کر جو چاہے دُعا کرے۔ مروہ پر پہنچ کر ایک چکر ہو گیا۔

مروہ پر ذکر و دعا کر کے صفاء کی طرف کو چلے اور جب سبز ستون آجائے تو دوڑنا شروع کر دے اور اگلے سبز ستون سے آگے جب چھ ہاتھ کے فاصلہ پر پہنچ جائے تو دوڑنا ختم کر دے اور اپنی عادت کے مطابق چلے اور جب صفا پر پہنچ جائے تو تھوڑا

سا اوپر چڑھے اور اسی طرح ذکر اور دعا کرے جس طرح شروع میں کی تھی۔ اب دو چکر ہو گئے، اسی طرح سات چکر کر کے سعی ختم کر دے جو صفا سے شروع ہو کر مروہ پر ختم ہوگی۔ عمرہ اور حج کی سعی ایک ہی طرح ہے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

سعی کرتے ہوئے آتے جاتے ہر چکر میں خوب اہتمام سے ذکر کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جمرات پر کنکریاں مارنا، بیت اللہ کا طواف کرنا اور صفا مروہ کی سعی اللہ کے ذکر ہی کے لیے ہے، نہ کسی دوسری وجہ سے۔

(مستدرك حاكم ، ترمذی ، ابو داوٗد)

صفا مروہ کے درمیان پڑھنے کے لیے کوئی دعا یا کوئی ذکر ایسا مقرر نہیں ہے کہ جس کے بغیر سعی ادا نہ ہو۔ بعض حضرات نے ہر چکر کے لیے اچھی دعائیں لکھ دی ہیں تاکہ جو شخص اپنی سمجھ سے دعا نہ کر سکے وہ ان ہی کو پڑھ لے۔

سعی سے فارغ ہو کر مطاف (یعنی طواف کرنے کی جگہ) کے کنارہ پر دو رکعت نفل پڑھنا مستحب ہے۔

جس شخص نے قِران کا اِحرام باندھا وہ مکہ معظمہ آکر اوّل عمرہ کا طواف رَمل اور اِضطباع کے ساتھ کرے، اس کے بعد عمرہ کی سعی کرے، پھر حج کا طوافِ قدوم اور اس کے بعد حج کی سعی کرے۔ قران والے کو طواف قدوم کے بعد سعی کرنا افضل ہے اور اگر اس وقت سعی نہ کی تو طوافِ زیارت کے بعد سعی کر لے۔

اگر قارِن طوافِ قدوم کے بعد سعی کرے تو طوافِ قدوم والے طواف میں بھی رَمل اور اِضطباع کرے ورنہ رَمل اور اِضطباع کے بغیر طوافِ قدوم کر لے۔

حجِ اِفراد اور قران والا آدمی طواف اور سعی کے بعد مکہ معظّمہ میں اِحرام کے ساتھ ٹھہرا رہے اور جو شخص صرف عمرہ کا اِحرام باندھ کر آیا تھا وہ سعی کے بعد سر منڈا کر یا بال کٹوا کر حلال ہو جائے (یعنی اِحرام سے نکل جائے) سر منڈانے یا بال کٹوانے کا طریقہ آگے آ رہا ہے، اسی کے مطابق عمل کریں۔

اگر عمرہ کرنے والے کو اس سال حج بھی کرنا ہے تو ۸ ذی الحجہ کو مکہ معظّمہ سے حج کا اِحرام باندھ کر حاجیوں کے ساتھ منٰی چلا جائے اور حج کے سب کام دوسرے حاجیوں کی طرح پورے کرے۔ اگر اس نے عمرہ شوال کا چاند نظر آنے کے بعد کیا تھا تو اس کا حج تمتع ہو جائے گا۔

نماز باجماعت کا اہتمام اور طواف کی کثرت:

طواف وہ عبادت ہے جو مکہ معظّمہ کے علاوہ کسی بھی شہر میں نہیں ہو سکتی۔ طوافِ قدوم کے بعد آٹھ تاریخ تک جو دن ملیں، اسی طرح حج سے فارغ ہو کر روانگی تک جس قدر بھی وقت ملے کثرت سے طواف کرے اور نماز باجماعت کا اہتمام کرے۔

مسجدِ حرام میں ایک قرآن شریف ختم کرلے۔ اس قیمتی وقت کو لایعنی باتوں اور بازاروں میں گھومنے میں برباد نہ کرے۔
حدیث شریف میں مسجدِ حرام کی نمازوں کا ثواب بہت زیادہ بتایا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میری مسجد میں ایک نماز ایسی ہزار نمازوں سے افضل ہے جو دوسری مسجدوں میں پڑھی جائیں، البتہ مسجدِ حرام اس قانون سے مستثنیٰ ہے۔ مسجدِ حرام میں ایک نماز ایسی ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے جو اس کے علاوہ کسی دوسری مسجد میں ادا کی جائیں''

(قال المنذری فی الترغیب : رواہ احمد وابن ماجہ باسنادین صحیحین)

اتنی بڑی فضیلت کو ہرگز ہاتھ سے نہ جانے دیں اور مکہ معظّمہ کے قیام کو بہت غنیمت جانیں۔

حج کی تین قسمیں

(۱) صرف حج کی نیت کرے اور اسی کا اِحرام باندھے، عمرہ کو حج کے ساتھ جمع نہ کرے۔ اس قسم کے حج کا نام ''اِفراد'' ہے اور ایسا حج کرنے والے کو ''مفرِد'' کہتے ہیں۔

(۲) حج کے ساتھ عمرہ بھی کرے اور اِحرام بھی دونوں کا ایک ساتھ باندھے۔ اس کا نام ''قِران'' ہے اور ایسا کرنے والے کو قارِن کہتے ہیں۔

(۳) حج کے ساتھ عمرہ کو اس طرح جمع کرے کہ میقات سے صرف عمرہ کا اِحرام باندھے، اس اِحرام میں حج کی نیت نہ کرے، پھر مکہ معظّمہ پہنچ کر شوال یا ذی قعدہ یا ذی الحجہ کی کسی تاریخ میں حج سے پہلے افعال عمرہ سے فارغ ہوکر بال کٹوانے یا منڈانے کے بعد اِحرام ختم کردے۔ پھر آٹھویں ذی الحجہ کو مکہ معظّمہ سے حج کا اِحرام باندھے اس کا نام ''تمتع'' ہے اور ایسا حج کرنے والے کو ''متمتع'' کہتے ہیں۔

حج کرنے والے کو اختیار ہے کہ ان تینوں قسموں میں سے جو چاہے اختیار کرے مگر ''قران'' سب سے افضل ہے، پھر ''تمتع''، پھر ''افراد''

اِحرام کے بیان میں صرف حج کا اور صرف عمرہ کا اور حج وعمرہ دونوں کا اکھٹا اِحرام باندھنے کی تفصیل اور طریقہ ہم لکھ چکے ہیں وہاں دیکھ لیں۔ جو لوگ مکہ میں رہتے ہیں یا جو لوگ عمرہ کرکے اور سر منڈا کر یا بال کٹا کر اِحرام سے نکل کر بلا اِحرام مکہ میں مقیم ہیں، یہ لوگ آٹھویں ذی الحجہ کو مکہ سے اِحرام باندھیں گے اور یہ صرف حج کا اِحرام ہوگا۔ اگر کسی نے شوال یا ذی قعدہ یا

ذی الحجہ میں کوئی عمرہ کرلیا ہے اوراس کے بعد اپنے گھر نہیں گیا تو اس کا وہ عمرہ یا حج مل کر حج تمتع ہو جائے گا اگر چہ اس وقت صرف حج کی نیت کرے۔

حج کے پانچ دن

اب ہم حج کے پانچ دنوں کے احکام اور اعمال لکھتے ہیں۔

پہلا دن ۸ / ذی الحجہ:

آج طلوعِ آفتاب کے بعد حالتِ اِحرام میں سب حاجیوں کو منیٰ جانا ہے۔

مفرد (جس کا اِحرام حج کا ہے) اور قارِن (جس کا اِحرام حج وعمرہ دونوں کا ہے) ان کے اِحرام تو پہلے سے بندھے ہوئے ہیں۔ متمتع (جس نے عمرہ کر کے اِحرام کھول دیا تھا) اور اسی طرح اہلِ حرم آج حج کا اِحرام باندھیں۔

سنت کے مطابق غسل کر کے اِحرام کی چادریں پہن لیں، اِحرام کے لیے دو رکعت پڑھیں اور حج کی نیت کر کے تلبیہ پڑھیں۔

تلبیہ پڑھتے ہی اِحرام شروع ہو گیا، اب اِحرام کی تمام مذکورہ پابندیاں لازم ہو گئیں۔ اس کے بعد منیٰ کو روانہ ہو جائیں۔

منیٰ مکہ مکرمہ سے تین میل کے فاصلے پر دو طرفہ پہاڑوں کے درمیان ایک بہت بڑا میدان ہے۔ آٹھویں تاریخ کی ظہر سے نویں تاریخ کی صبح تک منیٰ میں پانچ نمازیں پڑھیں اور اس رات کو منیٰ میں قیام کرنا سنت ہے، اگر اس رات کو مکہ میں رہا یا عرفات میں پہنچ گیا تو مکروہ ہے۔

دوسرا دن ۹ / ذی الحجہ:

آج حج کا سب سے بڑا رکن یعنی وقوفِ عرفہ ادا کرنا ہے جس کے بغیر حج نہیں ہوتا۔ طلوعِ آفتاب کے بعد جب کچھ دھوپ پھیل جائے، منیٰ سے عرفات کے لیے روانہ ہو جائے جو منیٰ سے تقریباً چھ میل ہے، منیٰ سے عرفات کے لیے روانہ ہوتے وقت تلبیہ، تہلیل، تکبیر، دعا اور درود پڑھتے ہوئے چلے۔

پھر جب جَبَلِ رَحْمَتْ پر نظر پڑے (جو میدانِ عرفات میں ایک پہاڑ ہے) تو تسبیح وتہلیل وتکبیر کہے اور جو چاہے دعا مانگے۔

نویں ذی الحجہ کو زوال کے بعد صبح صادق تک کے درمیانی حصہ میں اِحرامِ حج کی حالت میں اگر تھوڑی سی دیر کے لیے بھی

عرفات میں ٹھہر جائے یا وہاں سے گزر جائے تو حج ہو جائے گا۔ اگر اس وقت میں ذرا دیر کے لیے بھی عرفات نہ پہنچا تو حج نہ ہوگا۔ زوال کے بعد سے غروب تک عرفات میں ٹھہرنا واجب ہے۔ جو شخص اس وقت میں نہ پہنچ سکے وہ آنے والی رات میں کسی وقت بھی پہنچ جائے تو اس کا حج ہو جائے گا۔

مستحب یہ ہے کہ زوال کے بعد غسل کر لے اور اس کا موقع نہ ملے تو وضو کر لے اور وقت کی ابتداء میں نماز ادا کر کے وقوف شروع کر دے۔

سنت طریقہ یہ ہے کہ ظہر اور عصر کی نماز اکٹھی امیرِ حج کی اقتدا میں پڑھی جائے، یعنی عصر کو بھی ظہر ہی کے وقت میں پڑھ لے۔ وہاں جو بڑی مسجد ہے جس کو مسجد نمرہ کہتے ہیں اس میں امام دونوں نمازیں اکٹھی پڑھاتا ہے لیکن چونکہ ہر شخص وہاں پہنچ نہیں سکتا اور سب حاجی اس میں سما بھی نہیں سکتے اور بغیر امیرِ حج کی اقتدا کے دونوں نمازوں کو جمع کرنا درست بھی نہیں ہے، اس لیے ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور افغانستان وغیرہ کے حنفی علماء حاجیوں کو یہی فتویٰ دیتے ہیں کہ وہ اپنے اپنے خیموں میں ظہر کی نماز ظہر کے وقت میں اور عصر کی نماز عصر کے وقت باجماعت پڑھیں اور نمازوں کے علاوہ جو وقت ہے اسے ذکر و دعا اور تلبیہ میں لگائیں۔

وقوفِ عرفات

زوال کے بعد سے غروب تک پورے میدانِ عرفات میں جہاں چاہے وقوف کر سکتا ہے مگر افضل یہ ہے کہ ''جبلِ رحمت'' جو عرفات کا مشہور پہاڑ ہے اس کے قریب جس جگہ رسول اللہ ﷺ نے وقوف کیا تھا اس جگہ وقوف کرے۔ بالکل اس جگہ ممکن نہ ہو تو جتنا اس سے قریب ہو بہتر ہے لیکن اگر جبل رحمت کے پاس جانے میں دشواری ہو یا واپسی کے وقت اپنا خیمہ تلاش کرنا مشکل ہو جیسا کہ آج کل عموماً پیش آتا ہے تو اپنے خیمہ میں وقوف کرے۔

بہتر تو یہ ہے کہ قبلہ رُخ کھڑا ہو کر مغرب تک وقوف کرے اور ہاتھ اٹھا کر دعائیں کرتا رہے۔ اگر پورے وقت میں کھڑا نہ ہو سکے تو جس قدر کھڑا رہ سکتا ہے کھڑا رہے، پھر بیٹھ جائے، پھر جب قوت ہو کھڑا ہو جائے اور پورے وقت میں خشوع وخضوع اور گریہ وزاری کے ساتھ ذکر اللہ، دعا اور استغفار میں مشغول رہے اور تھوڑے تھوڑے وقفے سے تلبیہ پڑھتا رہے اور دینی اور دنیاوی مقاصد کے لیے اپنے واسطے اور اپنے متعلقین واحباب کے واسطے، خاص کر ان لوگوں کے لیے جنہوں نے دعاؤں کی درخواست کی ہے اور تمام مسلمانوں کے واسطے دعائیں مانگتا رہے۔ یہ وقت مقبولیتِ دعا کا خاص وقت ہے اور ہمیشہ نصیب نہیں

ہوتا۔ اس دن بلا ضرورت آپس کی جائز گفتگو سے بھی پرہیز کرے، پورے وقت کو دعاؤں اور ذکر اللہ میں صرف کرے۔

عرفات کی دعائیں:

ترمذی شریف میں ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا: ''سب سے زیادہ بہتر دعا عرفہ کے دن کی دعا ہے اور سب سے بہتر جو میں نے اور مجھ سے پہلے نبیوں نے کہا ہے وہ یہ ہے:

((لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ)).

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہت اسی کے لیے ہے
اور اسی کے لیے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

مناسک ملا علی قاری رحمہ اللہ میں طبرانی سے نقل کیا ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ کی عرفات کی دعاوں میں یہ دعا بھی تھی:

((اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَرٰى مَكَانِيْ ، وَتَسْمَعُ كَلَامِيْ ، وَتَعْلَمُ سِرِّيْ وَعَلَانِيَتِيْ ، وَلَا يَخْفٰى عَلَيْكَ شَيْءٌ مِّنْ اَمْرِيْ . اَنَا الْبَائِسُ الْفَقِيْرُ الْمُسْتَغِيْثُ الْمُسْتَجِيْرُ الْوَجِلُ الْمُشْفِقُ الْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِهٖ ، اَسْئَلُكَ مَسْئَلَةَ الْمِسْكِيْنِ ، وَاَبْتَهِلُ اِلَيْكَ اِبْتِهَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِيْلِ ، وَاَدْعُوْكَ دُعَاءَ الْخَائِفِ الضَّرِيْرِ ، مَنْ خَضَعَتْ لَكَ رَقَبَتُهٗ ، وَ فَاضَتْ لَكَ عَيْنُهٗ ، وَ نَحَلَ لَكَ جَسَدُهٗ ، وَرَغِمَ لَكَ اَنْفُهٗ . اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِيْ بِدُعَائِكَ رَبِّيْ شَقِيًّا ، وَكُنْ بِيْ رَؤُفًا رَحِيْمًا يَاخَيْرَ الْمَسْئُوْلِيْنَ وَيَاخَيْرَ الْمُعْطِيْنَ)).

''اے اللہ! بے شک آپ میری جگہ کو دیکھ رہے ہیں اور میری بات کو سن رہے ہیں اور آپ میرا ظاہر اور باطن سب جانتے ہیں اور میرے امور میں سے آپ پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے اور میں مشکل میں مبتلا ہوں محتاج ہوں فریادی ہوں، پناہ کا طلب گار ہوں، خوف زدہ ہوں، گناہوں کا اقراری ہوں اور اعتراف کرتا ہوں۔ میں آپ سے سوال کرتا ہوں مسکین کی طرح اور آپ کے سامنے گڑگڑاتا ہوں گنہگار ذلیل کی طرح اور میں آپ کو پکارتا ہوں جیسا کہ خوف زدہ مصیبت زدہ پکارتا ہے اور جیسا کہ وہ شخص پکارتا ہے جس کی آپ کے سامنے گردن جھک گئی اور جس کے آنسو جاری ہوگئے اور جس کا جسم آپ کے لیے دبلا ہوا اور جس کی ناک آپ کے لیے خاک آلود ہوئی۔ اے میرے رب! مجھے محروم نہ فرما اور میرے لیے بڑا مہربان اور بڑا رحیم ہوجا۔ اے وہ ذات پاک جو ان میں سب سے بہتر ہے جن سے سوال کیا گیا اور اے وہ ذات پاک جو دینے والوں میں سب سے بڑا داتا ہے۔''

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی مسلمان عرفہ کے دن زوال کے بعد عرفات میں قبلہ رُخ ہوکر سو مرتبہ «لَا اِلٰہَ اِلَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ، لَہُ الْمُلْكُ ، وَلَہُ الْحَمْدُ ، وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ». پھر سو مرتبہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ (پوری سورۃ اخلاص) پڑھے پھر سو مرتبہ یہ درود پڑھے: «اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَعَلَیْنَا مَعَھُمْ ». تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے فرشتو! میرے اس بندے کی کیا جزا ہے، جس نے میری تسبیح اور تہلیل کی اور میری بڑائی اور عظمت بیان کی اور میری معرفت حاصل کی اور میری شان بیان کی اور میرے نبی پر درود بھیجا، اے میرے فرشتو! تم گواہ رہو میں نے اسے بخش دیا اور اس کے نفس کے بارے میں اس کی سفارش قبول کی اور اگر میرا بندہ مجھ سے تمام عرفات والوں کے لیے سفارش کرے تو اس کی سفارش ان سب کے حق میں قبول کروں۔''

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا: ''عرفات میں میری اور مجھ سے پہلے نبیوں کی زیادہ تر دعا یہ ہے:

«لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ ، لَہُ الْمُلْكُ ، وَلَہُ الْحَمْدُ ، وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ . اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْراً وَفِیْ بَصَرِیْ نُوْراً ، اَللّٰھُمَّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْلِیْ اَمْرِیْ ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ وَّسَاوِسِ الصَّدْرِ وَشَتَاتِ الْاَمْرِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ . اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا یَلِجُ فِی اللَّیْلِ ، وشرِ مَا یَلِجُ فِی النَّھَارِ ، وَ شَرِّ مَا تَھُبُّ بِهِ الرِّیَاحُ ».

ترجمہ: ''کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے ملک ہے اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! میرے دل میں نور کردے اور میرے کانوں میں نور کردے اور میری آنکھوں میں نور کردے، اے اللہ میرا سینہ کھول دے اور میرے کاموں کو آسان فرمادے اور میں سینہ کے وسوسوں سے اور کاموں کی بدنظمی سے اور قبر کے فتنہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس چیز کے شر سے جو رات میں داخل ہوتی ہے اور اس کے شر سے جو دن میں داخل ہوتی ہے اور اس کے شر سے جسے ہوائیں لے کر چلتی ہیں۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ عرفات میں عصر کی نماز سے فارغ ہوکر ہاتھ اٹھا کر وقوف میں مشغول ہوجاتے تھے اور «اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ» تین مرتبہ کہتے تھے اور اس کے بعد «لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ ،

لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ›› پڑھ کر یہ دعا تین بار پڑھتے تھے:

‹‹ اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ بِالْهُدٰی ، وَ نَقِّنِیْ بِالتَّقْوٰی ، وَاغْفِرْلِیْ فِی الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰی ››.

''اے اللہ! مجھے ہدایت پر ثابت قدم رکھ اور تقویٰ کے ذریعہ مجھے پاک وصاف کردے اور مجھے دنیا وآخرت میں بخش دے۔''

اس کے بعد ہاتھ نیچے کر لیتے تھے اور جتنی دیر میں سورۂ فاتحہ پڑھی جاتی ہے اتنی دیر خاموش رہ کر پھر ہاتھ اٹھاتے تھے اور اسی طرح دعا کرتے تھے جس طرح اوپر بیان ہوئی۔

مذکورہ بالا دعاؤں کے علاوہ جو چاہے اور جس زبان میں چاہے دعا کرے اور دل کو خوب حاضر کر کے خشوع وخضوع کے ساتھ دعا مانگے کیونکہ حقیقی معنیٰ میں دعا وہی ہے جو دل سے نکلے۔ دعاؤں کے درمیان بار بار تلبیہ بھی پڑھتا رہے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بے شمار جامع دعائیں منقول ہیں جو کسی وقت کسی مقام کے ساتھ مخصوص نہیں، وہ دعائیں ہر وقت مانگی جا سکتی ہیں اور ان دعاؤں کو ''الحزب الاعظم'' اور ''مناجاتِ مقبول'' میں جمع کر دیا گیا ہے۔ اگر چاہے تو ان کتابوں میں سے جس قدر چاہے دعائیں عرفات میں پڑھ لے، بہت لمبا وقت ہوتا ہے، اس میں بہت کچھ پڑھ سکتے ہیں اور مانگ سکتے ہیں۔

عرفات سے مزدلفہ روانگی

مزدلفہ عرفات سے واپس مکہ مکرمہ کی طرف تین میل کے فاصلے پر ہے۔ آفتاب غروب ہوتے ہی مزدلفہ کے لیے روانہ ہو جائے، راستہ میں ذکر اللہ اور تلبیہ پڑھتا رہے۔ اس روز حجاج کے لیے مغرب کی نماز عرفات میں یا راستہ میں پڑھنا جائز نہیں، واجب ہے کہ نمازِ مغرب کو موخر کر کے عشا کے وقت نمازِ عشا کے ساتھ پڑھے۔ مزدلفہ پہنچ کر اوّل مغرب کے فرض پڑھے اور مغرب کے فرضوں کے فوراً بعد عشا کے فرض پڑھے، مغرب کی سنتیں اور عشا کی سنتیں اور وتر سب بعد میں پڑھے۔

مزدلفہ میں مغرب وعشا کی دونوں نمازیں ایک اذان اور ایک اقامت سے پڑھی جائیں اور مزدلفہ میں دونوں نمازوں کو اکٹھا پڑھنے کے لیے جماعت شرط نہیں ہے، تنہا ہو تب بھی اکٹھا کر کے پڑھے۔

اگر مغرب کی نماز عرفات میں یا راستہ میں پڑھ لی ہے تو مزدلفہ میں پہنچ کر اس کا اعادہ یعنی دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔

اگر عشا کے وقت سے پہلے مزدلفہ پہنچ گیا تو ابھی مغرب کی نماز نہ پڑھے، عشا کے وقت کا انتظار کرے اور عشا کے وقت میں دونوں نمازوں کو اکٹھا کرے۔

مزدلفہ کی رات میں جاگنا اور عبادت میں مشغول رہنا مستحب ہے اور اس رات مزدلفہ میں رہنا سنت مؤکدہ ہے۔ بہت سے لوگ وقت سے پہلے ہی فجر کی اذان دے کر نمازِ فجر مزدلفہ میں پڑھ کر منیٰ کو چلے جاتے ہیں۔ اول تو فرض نماز چھوڑ کر گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں کیونکہ وقت سے پہلے نماز نہیں ہوتی، دوسرے وقوفِ مزدلفہ چھوڑنے کا گناہ ہوتا ہے جو واجب ہے اور دَم بھی واجب ہوتا ہے۔ حج کرنے نکلے ہیں، قاعدہ کے مطابق کریں، ایک فرض (یعنی حج) ادا کیا اور دوسرا فرض (یعنی نماز) ترک کرنے کا گناہ سر لے لیا، یہ کیا سمجھداری ہے؟ اور بہت سے لوگ تو نفلی حج میں ایسی حرکت کرتے ہیں۔ ایسے نفلی حج کی ضرورت کیا ہے جس میں فرض نماز نہ پڑھی جائے، البتہ اگر عورت ہجوم کی وجہ سے مزدلفہ میں نہ ٹھہرے، سیدھی منیٰ چلی جائے تو اس کے لیے گنجائش ہے، اس پر دَم واجب نہ ہوگا لیکن مرد ہجوم کی وجہ سے وقوفِ مزدلفہ چھوڑ دے، یہ جائز نہیں ہے۔ مزدلفہ میں رات گزارنا سنتِ مؤکدہ ہے اور صبح صادق کے بعد مزدلفہ میں رہنا واجب ہے، واجب کے چھوٹ جانے سے دَم واجب ہوتا ہے۔

تیسرا دن ۱۰ / ذی الحجہ:

آج ذی الحجہ کی دسویں تاریخ ہے، اس میں حج کے چند احکام ہیں: پہلا حکم وقوفِ مزدلفہ ہے جو واجب ہے، اس کا وقت طلوعِ فجر سے طلوعِ آفتاب تک ہے۔ اگر کوئی شخص طلوعِ فجر کے بعد تھوڑی دیر ٹھہر کر منیٰ چلا جائے، طلوعِ آفتاب کا انتظار نہ کرے تو بھی واجب وقوف ادا ہوگیا۔ واجب کی ادائیگی کے لیے اتنا بھی کافی ہے کہ نمازِ فجر مزدلفہ میں پڑھ لے، مگر سنت یہی ہے کہ طلوعِ آفتاب سے کچھ پہلے تک ٹھہرے۔ مزدلفہ کے میدان میں جہاں چاہے وقوف کرسکتا ہے سوائے وادیٔ محسّر کے جو منیٰ کی جانب مزدلفہ سے باہر وہ جگہ ہے جہاں اصحابِ فیل پر عذاب آیا تھا۔ افضل یہ ہے کہ جبلِ قزح کے قریب وقوف کرے، اگر رش کی وجہ سے وہاں پہنچنا مشکل ہو تو مزدلفہ میں جس جگہ ٹھہرا ہے وہیں صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھ کر وقوف کرے۔ اس وقوف میں بھی تلبیہ اور تکبیر و تہلیل اور استغفار و توبہ اور دعا کثرت سے کرے۔

وقوفِ مزدلفہ کے بارے میں بہت سے حاجی حضرات یہ غلطی کرتے ہیں کہ عرفات سے آتے ہوئے سیدھے منیٰ چلے جاتے ہیں اور بعض حاجی ایک دو گھنٹہ مزدلفہ میں رہ کر رات ہی کو منیٰ پہنچ جاتے ہیں۔ یہ لوگ مزدلفہ میں رات گزارنے اور صبح صادق کے بعد وقوف کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں اور جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے وقوف نہ کرنے کی وجہ سے ان پر دَم لازم آتا ہے۔

مزدلفہ سے منیٰ روانگی:

جب سورج طلوع ہونے میں دو رکعت ادا کرنے کے بقدر وقت رہ جائے تو مزدلفہ سے منیٰ کے لیے روانہ ہوجائے، اس

کے بعد تاخیر کرنا خلافِ سنت ہے اور بہتر یہ ہے کہ رَمی کے لیے کنکریاں چنے یا کھجور کی گٹھلی کے برابر مزدلفہ سے اٹھا کر ساتھ لے جائے، ورنہ کہیں سے بھی اٹھالینا جائز ہے۔

جمرۂ عقبہ کی رَمی:

منیٰ پہنچ کر سب سے پہلا کام جمرۂ عقبہ کی رَمی ہے۔ منیٰ میں تین ستون اونچے بنے ہوئے ہیں، ان تینوں کو ''جمرات'' کہتے ہیں اور ایک کو جمرہ کہتے ہیں۔ ان میں سے جو مسجد خیف کے قریب ہے اس کو جمرہ اولیٰ اور اس کے بعد والے کو جمرۂ وسطیٰ اور اس کے بعد والے کو جو سب سے آخر میں ہے جمرۂ عقبہ اور جمرۂ کبریٰ کہتے ہیں۔ ان ستونوں کے گرد گھیرا بنا ہوا ہے، اس میں کنکریاں پھینکنے کو رَمی کہتے ہیں۔

دسویں تاریخ کو صرف جمرۂ عقبہ کی رَمی ہوتی ہے، مزدلفہ سے چل کر جب منیٰ پہنچے تو پہلے اور دوسرے جمرہ کو چھوڑ کر سیدھا جمرۂ عقبہ پر جائے اور اس کو سات کنکریاں مارے اور پہلی کنکری کے ساتھ ہی تلبیہ پڑھنا ختم کردے۔ مفرد ہو یا متمتع یا قارِن سب کے لیے ایک ہی حکم ہے۔

رمی کرتے ہوئے ہر کنکری کے مارنے کے وقت تکبیر اور دعا اس طرح پڑھے:

((بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، رَغْمًا لِلشَّيْطَانِ ، وَرِضًى لِلرَّحْمٰنِ ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَ ذَنْبًا مَّغْفُوْرًا وَّ سَعْيًا مَّشْكُوْرًا)).

''میں اللہ کا نام لے کر کنکری مارتا ہوں۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ میرا یہ عمل شیطان کو ذلیل کرنے کے لیے اور رحمٰن کو راضی کرنے کے لیے ہے۔ اے اللہ! میرے اس حج کو حج مقبول بنادے اور میرے گناہوں کو بخشے بخشائے کردے اور میری محنت وکوشش کی قدردانی فرما'' (یعنی اس کو ثواب کے قابل بنادے)

تکبیر کی بجائے ((سُبْحَانَ اللّٰهِ)) یا ((لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ)) پڑھنا بھی جائز ہے لیکن ذکر بالکل چھوڑنا برا ہے۔

جمرۂ عقبہ کی رَمی کا مسنون وقت طلوع سے زوال تک ہے اور زوال سے غروب تک جائز وقت ہے، یعنی اس میں نہ استحباب ہے، نہ کراہت ہے اور غروب کے بعد مکروہ وقت ہو جاتا ہے لیکن رش ہو تو غروب کے بعد بھی مکروہ نہیں۔ آج کل بہت رش ہوتا ہے اس لیے عوام کو یہی بتانا چاہیے کہ وہ طلوع سے اگلے دن کی صبح صادق تک بلاکراہت رَمی کرسکتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس رَمی کا وقت طلوعِ آفتاب سے لے کر آنے والی رات کی صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے تک ہے، البتہ وقت میں تفصیل ہے، کچھ وقت مسنون ہے کچھ جائز ہے اور کچھ مکروہ ہے لیکن کمزوروں، بیماروں اور عورتوں کے لیے وقت

مکروہ میں بھی کراہت نہیں ہے۔ یہ مسئلہ یاد رکھیں۔ جو لوگ خود رَمی کر سکتے ہیں بہت سے لوگ ان کی طرف سے بھی نیابۃً رَمی کر دیتے ہیں، یہ درست نہیں ہے، اس طرح کرنے سے رَمی چھوڑنے کا گناہ ہوتا ہے اور دَم واجب ہوتا ہے۔ غروبِ آفتاب کے بعد وہ لوگ رَمی کر لیں جو بھیڑ اور رش کی وجہ سے دوسروں کو نائب بنا دیتے ہیں۔ عورتوں کو رات میں رَمی کرا دیں اس سے تکلیف نہ ہوگی۔ اگر کسی نے صبح صادق تک بھی رَمی نہیں کی تو قضا ہوگئی، گیارہویں تاریخ کو اس کی قضا بھی کرے اور دَم بھی دے۔

قربانی:

جمرۂ کبریٰ کی رَمی سے فارغ ہو کر بطورِ شکر یہ حج کی قربانی کرے اور یہ قربانی مفرد کے لیے مستحب ہے اور قارِن اور متمتع پر واجب ہے۔ مفرد نے اگر قربانی سے پہلے حلق یا قصر کر لیا اور اس کے بعد قربانی کی تو اس پر دَم وغیرہ واجب نہیں، البتہ اس کے لیے رَمی ذبح سے پہلے اور ذبح حلق یا قصر سے پہلے مستحب ہے اور رَمی حلق یا قصر سے پہلے واجب ہے اور قارِن اور متمتع پر رَمی اور ذبح حلق یا قصر سے پہلے واجب ہے۔

جو شخص خود ذبح کرنا جانتا ہو اس کے لیے اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے اور اگر ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو ذبح کے وقت قربانی کے پاس کھڑا ہونا مستحب ہے۔ اگر ذبح کی جگہ حاضر بھی نہ ہو اور دوسرے سے ذبح کرا دے تو یہ بھی درست ہے، ذبح سے پہلے یہ دعا پڑھے:

«اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفاً، وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ.

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ.

اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ ......».

’’میں نے اپنا رخ اس ذات پاک کی طرف پھیرا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔ بے شک میری نماز، میری عبادتیں، میری زندگی اور میری موت سب اللہ ہی کے لیے ہیں، جو رب العالمین ہے، جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم کیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ اے اللہ! یہ قربانی کرنا آپ کا حکم ہے اور آپ کی طرف سے ہے اور قربانی آپ ہی کے لیے ہے۔‘‘

اس کے بعد «بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرْ» کہہ کر ذبح کر دے۔

تنبیہ:

یہ حج کی قربانی کا بیان تھا اور عید کی جو قربانی صاحبِ نصاب پر واجب ہوتی ہے اس کا حکم حاجیوں کے بارے میں یہ ہے کہ ان میں سے جو شخص مکہ معظمہ میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ کی نیت کر کے مقیم تھا اور وہ حج کے احکام ادا کرنے کے لیے منیٰ اور عرفات آیا ہے تو اس پر وہ دوسری قربانی بھی واجب ہے لیکن اس کا منیٰ یا حرم میں ہونا ضروری نہیں۔ اگر اپنے وطن میں کرا دے تو تب بھی درست ہے اور جو شخص مکہ معظمہ میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ کی نیت کر کے مقیم نہ تھا بلکہ پندرہ دن سے کم مدت مکہ میں رہ کر منیٰ و عرفات کے لیے روانہ ہو گیا تو اس پر وہ قربانی واجب نہیں جو صاحب نصاب پر ہر سال ہر جگہ میں واجب ہوتی ہے جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا۔

قارِن اور متمتع پر قربانی واجب ہے یعنی ایک بکری یا بھیڑ، یا دنبہ جس کی عمر کم از کم ایک سال ہو ذبح کر دے یا پانچ سالہ اونٹ یا دو سالہ گائے میں ساتواں حصہ لے لے، تمتع اور قران کی قربانی حدودِ حرم میں ہونا واجب ہے اور منیٰ میں ہونا افضل ہے۔

اگر قربانی کی استطاعت نہ ہو:

اگر کوئی متمتع یا قارِن پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے قربانی نہ کر سکے تو وہ اس کے بدلے دس روزے رکھ لے لیکن شرط یہ ہے کہ ان میں سے تین روزے دسویں ذی الحجہ سے پہلے پہلے اور اِحرام کے بعد رکھے ہوں اور حج کے مہینوں میں یعنی شوال ذیقعدہ، ذی الحجہ میں رکھے ہوں اور سات روزے ایامِ تشریق گزر جانے کے بعد رکھے، چاہے مکہ میں رکھے چاہے کسی اور جگہ، لیکن گھر آ کر رکھنا افضل ہے۔ اگر کسی قارِن یا متمع نے دسویں تاریخ سے پہلے یہ تینوں روزے نہ رکھے تو اب قربانی ہی کرنی پڑے گی۔ اگر اس وقت قربانی کی قدرت نہیں ہے تو سر منڈا کر یا بال کٹا کر اِحرام سے نکل جائے لیکن جب مقدور ہو جائے تو ایک دَم قران یا تمتع کا اور ایک دَم ذبح سے پہلے حلال ہونے کا دیدے یعنی دو قربانیاں دے اور اگر ایام نحر کے بعد ذبح کرے تو تیسرا دَم ایام نحر سے مؤخر کرنے کا لازم ہوگا۔

واضح رہے کہ قربانی دسویں، گیارہوں، بارہویں تاریخوں میں سے کسی تاریخ میں کرنا لازم ہے، بارہویں کا سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے قربانی کر دے، لیکن تمتع اور قران والا جب تک قربانی نہ کرے اس وقت تک اس کو سر منڈانا یا بال کٹانا جائز نہیں ہے۔ اگر ایسا کرے گا تو ایک دَم واجب ہوگا جو حج کی قربانی کے علاوہ ہوگا۔ کسی وجہ سے دسویں تاریخ کو قربانی نہ کر سکے تو گیارہ بارہ کو کر لے، لیکن قران یا تمتع میں بال منڈانا یا کترانا قربانی کے بعد ہی ہوگا۔ اس کو خوب سمجھ لینا چاہیے۔

حلق اور قصر کا بیان

حلق سر منڈانے کو اور قصر بال کٹانے کو کہتے ہیں۔ اِحرام عمرہ کا ہو یا حج کا یا دونوں کا ایک ساتھ باندھا ہو، ہر صورت میں حلق اور قصر ہی کے ذریعے اِحرام سے نکلنا ممکن ہوگا۔ جب تک حلق یا قصر نہ کرے گا اِحرام سے نہیں نکلے گا۔ اگر سلے ہوئے کپڑے حلق یا قصر سے پہلے پہن لیے یا سر کے علاوہ کسی اور جگہ کے بال مونڈ لیے یا ناخن کاٹ لیے یا خوشبو لگالی تو جزا واجب ہوگی۔

عمرہ کرنے والا شخص جب عمرہ کی سعی سے فارغ ہو جائے حلق یا قصر کرالے اور حج افراد والا اور تمتع والا (جس نے آٹھ تاریخ کو مکہ سے حج کا اِحرام باندھا تھا اور اس سے پہلے عمرہ کر کے فارغ ہو چکا تھا) اور قارن، یہ تینوں دسویں تاریخ کو منیٰ میں رَمی اور قربانی کے بعد حلق یا قصر کرائیں اور اگر بارہویں تاریخ کا سورج غروب ہونے تک حلق یا قصر کو مؤخر کر دے تو یہ بھی جائز ہے۔ بارہویں تاریخ کا سورج غروب ہو جانے کے بعد حلق یا قصر کریں گے تو دَم واجب ہوگا اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ حلق یا قصر حرم ہی میں ہونا واجب ہے۔ اگر حرم کے باہر کیا تو اس کی وجہ سے ایک دَم واجب ہوگا۔

یہ بات پہلے لکھی جا چکی ہے کہ جس کا صرف حج کا اِحرام ہو، یعنی مفرد ہو وہ دس تاریخ کو رَمی کرنے کے بعد حلق یا قصر کرا سکتا ہے کیونکہ قربانی اس پر واجب نہیں، مستحب ہے۔ اگر وہ مستحب پر عمل کرتا ہے تو بہتر ہے کہ قربانی کے بعد حلق یا قصر کرائے اور جس شخص کا حج قران یا تمتع کا ہو وہ قربانی سے پہلے حلق یا قصر نہ کرائے تمتع اور قران والے پر قربانی بھی واجب ہے اور اس طرح ترتیب بھی واجب ہے کہ پہلے جمرۂ عقبہ کی رَمی کرے، پھر قربانی کرے پھر حلق یا قصر کرائے، اس ترتیب کے خلاف کرے گا تو دَم واجب ہوگا۔

حلق اور قصر کا طریقہ:

قبلہ رُخ بیٹھ کر سر کے بال منڈائے یا کتروائے، اپنی دائیں جانب سے سر منڈانا یا کتروانا شروع کرے۔ چوتھائی سر کے بال مونڈ دینا یا چوتھائی سر کے بال کم از کم انگلی کے ایک پورے کے برابر کاٹ دینا اِحرام سے نکلنے کے لیے واجب ہے، اس سے کم مونڈنے یا کاٹنے سے اِحرام سے نہیں نکلے گا۔ عمرہ اور حج دونوں میں ایک ہی حکم ہے۔ افضل یہ ہے کہ پورے سر کے بال منڈا دے، اگر نہ منڈائے تو پورے سر کے بال انگلی کے ایک پورے کے بقدر کٹوا دے۔ اگرچہ اِحرام سے نکلنے کے لیے چوتھائی سر کے بال مونڈ دینا یا ایک پورے کے بقدر کاٹ دینا کافی ہے، لیکن کچھ سر منڈانا کچھ چھوڑنا ممنوع ہے، لہٰذا پورا سر منڈائے یا پورے سر کے بال انگلی کے ایک پورے کے بقدر کٹوائے تاکہ سنت کے خلاف نہ ہو اور جب پٹھے رکھنے والا ایک

پورے کے برابر بال کاٹنا چاہیے تو ایک پورے سے زیادہ لے لے کیونکہ بال چھوٹے بڑے بھی ہوتے ہیں۔ اگر ایک پورے سے زیادہ لے گا تب ایک پورے کے برابر کٹ جانے کا یقین ہوگا۔ چند بال کاٹنے سے احرام سے نہیں نکلتا، خوب سمجھ لیں۔

عورت کے لیے سر منڈانا حرام ہے، وہ ایک پورے کے بقدر بال کٹا کر ہی احرام سے نکل سکتی ہے، مگر کم از کم چوتھائی سر کے بال ایک پورے کے بقدر ضرور کٹوالے۔ حلق اور قصر سے پہلے لبیں اور ناخن وغیرہ نہ کٹوائے اور نہ بغل کے بال صاف کرے ورنہ جزا واجب ہوگی۔

حلق یا قصر کرانے کے بعد حاجی کے لیے ممنوعاتِ احرام کی پابندی ختم ہو جاتی ہے یعنی خوشبو لگانا، ناخن کاٹنا، کسی بھی جگہ کے بال کاٹنا، سلے ہوئے کپڑے پہننا، سر اور چہرہ ڈھانکنا یہ سب کام جائز ہو جاتے ہیں، البتہ میاں بیوی والے خاص تعلقات حلال نہیں ہوتے، وہ طوافِ زیارت کے بعد حلال ہوتے ہیں۔

طوافِ زیارت

منیٰ میں رَمی، ذبح اور حلق یا قصر کرانے کے بعد مکہ معظمہ جا کر طواف بیت اللہ کرے۔ یہ طواف حج کے فرائض میں سے ہے جس کو طوافِ رکن اور طوافِ افاضہ اور طوافِ زیارت کہتے ہیں۔ اس کا اوّل وقت دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق طلوع ہوتے ہی شروع ہوتا ہے، اس سے پہلے جائز نہیں ہے اور طوافِ زیارت دس، گیارہ، بارہ تینوں دنوں میں ہو سکتا ہے، البتہ دسویں ذی الحجہ کو اس کا ادا کر لینا افضل ہے اور جب بارہویں تاریخ کو آفتاب غروب ہو گیا تو اس کا صحیح وقت ختم ہو گیا۔ اگر بارہ ذی الحجہ کا آفتاب غروب ہونے کے بعد کرے گا تو طواف ادا ہو جائے گا لیکن ایک دَم واجب ہوگا۔ طوافِ زیارت کرنے کے بعد میاں بیوی والے تعلقات بھی حلال ہو جائیں گے۔

واضح رہے کہ اگر کسی نے طوافِ قدوم کے ساتھ حج کی سعی کر لی تھی تو اب طوافِ زیارت میں رَمل نہ کرے اور اگر اس وقت سعی نہیں کی تھی تو اب طوافِ زیارت کے بعد سعی کر لے اور طوافِ زیارت کے شروع کے تین چکروں میں رَمل بھی کرے۔

اب رہا مسئلہ اضطباع کا، تو چونکہ اضطباع کا تعلق بغیر سلے ہوئے کپڑے پہننے کی حالت سے ہے اس لیے جو شخص طوافِ زیارت کے بعد سعی کرے، اگر اس نے اب تک حلق نہیں کرایا ہے اور سلے ہوئے کپڑے نہیں پہنے ہیں تو طوافِ زیارت میں اضطباع کرے اور اگر حلق یا قصر کرا کر سلے ہوئے کپڑے پہن چکا ہے تو اب اضطباع کا موقع رہا ہی نہیں، بلا اضطباع ہی

طواف کر لے۔

طوافِ زیارت کے بعد منیٰ واپسی:

دسویں تاریخ کو طوافِ زیارت کے بعد منیٰ واپس آجائے اور گیارہویں بارہویں شب منیٰ میں گزارے اور ان دونوں دنوں میں زوال کے بعد تینوں جمرات کی رَمی کرے، دس تاریخ کو طوافِ زیارت نہ کیا ہو تو گیارہویں، بارہویں تاریخ میں سے کسی وقت، رات کو یا دن کو مکہ معظمہ جا کر طواف کر لے۔

چوتھا دن ۱۱/ ذی الحجہ:

اگر قربانی یا طوافِ زیارت کسی وجہ سے دس تاریخ کو نہیں کر سکا تو گیارہویں کو کر لے، زوال کے بعد تینوں جمرات کی رَمی کرے، زوال سے پہلے درست نہیں۔ اس دن کی رَمی کا مستحب وقت زوال کے بعد سے شروع ہو کر غروب تک ہے، غروب کے بعد مکروہ ہے، مگر بارہویں تاریخ کی صبح طلوع ہونے سے پہلے پہلے رَمی کر لی جائے تو ادا ہو جاتی ہے، دَم دینا نہیں پڑتا اور اگر بارہویں تاریخ کی صبح ہو گئی تو اب گیارہویں تاریخ کی رَمی کا وقت ختم ہو گیا، اس کی قضا اور جزا دونوں لازم ہوں گی، یعنی بارہویں تاریخ کو اس دن کی رَمی بھی کرے اور گیارہویں کی رَمی کی قضا بھی کرے اور دَم بھی دے۔ گیارہویں تاریخ کی رَمی اس ترتیب سے کرے کہ پہلے جمرۂ اولیٰ پر سات کنکریاں اسی طریقہ سے مارے جس طرح دس تاریخ کو جمرۂ عقبہ کی رَمی کر چکا ہے۔ اس کی رَمی سے فارغ ہونے کے بعد مجمع سے ہٹ کر قبلہ رُخ ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرے، اتنی دیر ٹھہرے جتنی دیر میں بیس آیتیں پڑھی جا سکیں۔ اس وقفہ میں تکبیر، تہلیل، استغفار اور درود شریف میں مشغول رہے۔ اپنے اور اپنے احباب اور عام مسلمانوں کے لیے دعا کرے، یہ بھی قبولیت دعا کا مقام ہے۔ اس کے بعد جمرۂ وسطیٰ پر آئے اور اسی طرح سات کنکریاں مارے جس طرح پہلے مار چکا ہے اور اس کے بعد بھی مجمع سے ہٹ کر قبلہ رُخ ہو کر دعا و استغفار میں کچھ دیر مشغول رہے، پھر جمرۂ عقبہ پر آئے اور یہاں بھی حسبِ سابق سات کنکریوں سے رَمی کرے اور اس کے بعد دعا کے لیے نہ ٹھہرے کہ یہاں دعا کے لیے ٹھہرنا سنت سے ثابت نہیں، البتہ وہاں سے واپس ہو کر چلتے ہوئے دعا مانگ لے۔

گیارہویں تاریخ کا اتنا ہی کام تھا جو پورا ہو گیا، باقی اوقات اپنی جگہ پر منیٰ میں گزارے۔ ذکر اللہ، تلاوت اور دُعاؤں میں مشغول رہے، غفلتوں اور فضول کاموں میں وقت ضائع نہ کرے۔

گیارہویں تاریخ کی رَمی بھی عورتوں اور کمزوروں کو آنے والی رات میں کسی وقت کر لینی چاہیے، نہ بالکل چھوڑے نہ کسی کو نائب بنائے، رات میں بھیڑ نہیں ہوتی۔

پانچواں دن ۱۲ / ذی الحجہ:

اس دن کا کام تینوں جمرات کی رَمی کرنا ہے، زوال کے بعد تینوں جمرات کی رَمی کرے جس طرح ۱۱ / ذی الحجہ کو کی ہے۔ بارہویں کی رَمی کا مسنون وقت زوال سے غروب تک ہے اور غروب سے لے کر صبح صادق تک وقت مکروہ ہے مگر عورتوں اور ضعیفوں کے لیے مکروہ نہیں ہے اور زوال سے پہلے اس دن کی رَمی بھی درست نہیں ہے۔ اگر اب تک قربانی نہ کی ہو یا طوافِ زیارت نہ کیا ہو تو اس دن سورج غروب ہونے سے پہلے ضرور کر لے اور آج کی رَمی بھی کر لے۔

۱۳ / ذی الحجہ کی رَمی اور مکہ معظّمہ واپسی:

۱۲ / ذی الحجہ کی رَمی کرنے کے بعد اب تیرہویں تاریخ کی رَمی کے لیے منیٰ میں مزید قیام کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے۔ اگر چاہے تو بارہویں تاریخ کی رَمی سے فارغ ہو کر مکہ معظّمہ جا سکتا ہے، بشرطیکہ غروب سے پہلے منیٰ سے نکل جائے۔ اگر بارہویں تاریخ کو سورج منیٰ میں غروب ہو گیا تو اب منیٰ سے نکلنا مکروہ ہے، اس کو چاہیے کہ آج رات بھی منیٰ میں قیام کرے اور تیرہویں تاریخ کو رَمی کر کے مکہ معظّمہ جائے اور اگر منیٰ میں تیرہویں کی صبح ہو گئی تو اس دن کی رَمی بھی اس کے ذمہ واجب ہو گئی، بغیر رَمی کیے ہوئے جانا جائز نہیں۔ اگر بغیر رَمی کیے چلا جائے گا تو دَم واجب ہو گا۔ افضل یہی ہے کہ بارہویں تاریخ کی رَمی کے بعد غروب سے پہلے جانا جائز ہونے کے باوجود خود اپنے ارادہ سے رات کو وہاں ٹھہرے اور صبح کو زوال کے بعد تینوں جمرات کی رَمی کر کے مکہ معظّمہ جائے۔ اس دن کی رَمی کا وہی طریقہ ہے جو دسویں، گیارہویں کی رَمی کے بیان میں ذکر ہوا اور اس دن کی رَمی کا صحیح وقت زوال سے لے کر غروب تک ہے۔ آنے والی رات اس دن کے تابع نہیں لہٰذا اس دن کی رَمی صرف غروب سے پہلے پہلے ہو سکتی ہے، رات میں نہیں ہو سکتی اور غروب تک رَمی نہ کی تو رَمی کا وقت ختم ہو گیا۔ اگر اس دن کی رَمی واجب ہو چکی تھی اور غروب تک نہ کی تو اس کے چھوڑنے سے ایک دَم واجب ہو گا۔

اگر کسی نے تیرہویں تاریخ کو صبح صادق کے بعد زوال سے پہلے رَمی کر لی تو کراہت کے ساتھ ادا ہو جائے گی، زوال سے پہلے اس دن کی رَمی کرنا مکروہ ہے لیکن اس کراہت کی وجہ سے دَم واجب نہ ہو گا۔ بارہویں یا تیرھویں تاریخ کی رَمی کر کے مکہ معظّمہ آ جائے اور مکہ معظّمہ سے روانہ ہونے تک اعمالِ صالحہ میں مشغول رہے۔ خصوصاً طواف کثرت سے کرے اور چاہے تو عمرہ کرتا رہے لیکن زیادہ طواف کرنا زیادہ عمرے کرنے سے بہتر ہے اور جو عمرہ کرے تیرہویں تاریخ کے بعد کرے۔

طوافِ وَداع:

میقات سے باہر رہنے والوں پر واجب ہے کہ طوافِ زیارت کے بعد رخصتی کا طواف بھی کریں۔ اس طواف کو طوافِ

وَداع کہتے ہیں اور یہ حج کا آخری واجب ہے اور اس میں حج کی تینوں قسمیں برابر ہیں یعنی ہر قسم کا حج کرنے والے پر واجب ہے البتہ یہ طواف اہلِ حرم اور حدودِ میقات کے اندر رہنے والوں پر واجب نہیں۔ جو عورت حج کے سب ارکان وواجبات ادا کر چکی ہے اور طوافِ زیارت کے بعد اس کو حیض آ گیا اور ابھی پاک نہیں ہوئی ہے کہ اس کا محرم روانہ ہونے لگا تو طوافِ وَداع اس کے ذمہ واجب نہیں، وہ اپنے محرم کے ساتھ طوافِ وَداع کیے بغیر چلی جائے۔

طوافِ وَداع کے لیے نیت بھی ضروری نہیں، اگر طوافِ زیارت کے بعد کوئی نفلی طواف کرلیا ہے تو وہ بھی طوافِ وَداع کے قائم مقام ہو جاتا ہے اور اسی سے طوافِ وَداع ادا ہو جاتا ہے لیکن افضل یہی ہے کہ مستقل نیت سے واپسی کے وقت طوافِ وَداع کرے۔

اگر طوافِ وَداع کر لینے کے بعد کسی ضرورت سے مکہ میں قیام کرے تو روانہ ہوتے وقت طوافِ وَداع دوبارہ کرنا مستحب ہے۔ طوافِ وَداع کے بعد دو رکعت نماز پڑھے، پھر قبلہ رُخ ہو کر زمزم کا پانی پیے، پھر حرم سے رخصت ہو۔ اس موقع کی کوئی خاص دعا مسنون نہیں، جو چاہے دعا مانگے اور واپسی پر حسرت اور افسوس کرے اور بار بار آنے کی دعا کرے۔ بعض حضرات نے اس موقع کے لیے اچھی دعائیں تجویز کی ہیں، چاہے تو ان کو پڑھ لے۔

طواف کے مسائل:

﴿مسئلہ ۱﴾ طواف کے لیے نیت شرط ہے، طواف کی نیت کے بغیر کعبہ شریف کے چاروں طرف چکر لگائے تو طواف نہ ہوگا۔

﴿مسئلہ ۲﴾ جس طواف کے بعد سعی کرنا ہو اس میں اِضطباع مسنون ہے۔ حج کا طواف ہو یا عمرہ کا، دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ اِضطباع یہ ہے کہ اوپر کی چادر کے داہنے پلے کو داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال دے، دایاں کندھا کھلا رہے اور دونوں پلے بائیں کندھے پر پڑے رہیں۔ یہ اِضطباع طواف کے ساتوں چکروں میں رہے گا، لیکن جب طواف سے فارغ ہو کر طواف کی دو رکعتیں پڑھنے لگے تو کندھے ڈھانک کر پڑھے۔ اگر اِضطباع کے ساتھ نماز پڑھے گا تو مکروہ ہوگی۔

اِضطباع صرف حالت طواف میں مسنون ہے۔ لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ سعی کی حالت میں بھی اِضطباع کرتے ہیں حالانکہ طواف کے علاوہ اور کسی حالت میں اِضطباع مسنون نہیں۔

﴿مسئلہ ۳﴾ جس طواف کے بعد سعی کرنا ہو اس کے شروع کے تین چکروں میں رَمل بھی مسنون ہے۔ اس کا مطلب یہ

ہے کہ اکڑ کر کندھے ہلاتے ہوئے کچھ تیزی کے ساتھ قریب قریب قدم رکھتے ہوئے چلے۔

(مسئلہ۴) طواف کے لیے ضروری یعنی واجب ہے کہ طواف باوضو کیا جائے، اگر بے وضو طواف کرلیا تو اس کو باوضو لوٹالیں۔ اگر دوبارہ نہ لوٹایا تو جزا واجب ہوگی۔

(مسئلہ۵) کعبہ شریف سے جتنا زیادہ قریب ہوکر طواف کیا جائے اتنا زیادہ ثواب ہے لیکن اس کا خیال رہے کہ دوسرے طواف کرنے والوں کو تکلیف نہ ہو۔

(مسئلہ۶) طواف میں تیسرا کلمہ پڑھتا رہے اور رکن یمانی اور حجرِ اسود کے درمیان ﴿ رَبَّنَآ ءَاتِنَا فِي ٱلدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي ٱلْأٓخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ ٱلنَّارِ ﴾ پڑھے۔

(مسئلہ۷) طواف میں فضول بات چیت یا خرید وفروخت مکروہ ہے، البتہ شرعی مسئلہ بتانا یا دریافت کرنا یا ضروری بات کرنا مکروہ نہیں۔

(مسئلہ۸) طواف کے دوران بلند آواز سے ذکر کرنا یا دعا کرنا جس سے طواف کرنے والوں کو یا نمازیوں کو تشویش ہو یہ بھی مکروہ ہے۔

(مسئلہ۹) پیشاب پاخانہ کا تقاضا ہوتے ہوئے تقاضے کو دبا کر طواف کرنا مکروہ ہے۔

(مسئلہ۱۰) حجرِ اسود کے استلام میں دوسرے طواف کرنے والوں کو دھکے دینا حرام ہے۔ بہت سے لوگ اس کا بالکل خیال نہیں کرتے، دوسروں کو تکلیف دے کر گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ رش کی وجہ سے اگر منہ سے بوسہ نہ دے سکے تو دونوں ہاتھ حجرِ اسود کو لگائے اور ہاتھوں کو چوم لے، اگر ایک ہی ہاتھ لگا سکے تو دایاں ہاتھ لگائے اور اسے چوم لے۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو کسی لکڑی سے حجرِ اسود کو چھوئے اور اس لکڑی کو بوسہ دے۔ مذکورہ صورتوں میں سے کوئی بھی صورت نہ ہو سکے تو دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر دونوں ہتھیلیوں کو حجرِ اسود کی طرف اس طرح کرے کہ پشت ہتھیلیوں کی اپنے چہرہ کی طرف رہے، پھر ہتھیلیوں کو بوسہ دے لے۔

(مسئلہ۱۱) بعض لوگ حجرِ اسود پر خوشبو لگا دیتے ہیں، جو شخص اِحرام میں ہو خوشبو لگی ہونے کی صورت میں منہ یا ہاتھ سے حجرِ اسود کا استلام نہ کرے بلکہ صرف آخری صورت اختیار کرے جو اوپر بیان ہوئی۔

(مسئلہ۱۲) طواف کرتے ہوئے کعبہ شریف کی طرف رُخ کرنا منع ہے۔

(مسئلہ۱۳) حجرِ اسود اور کعبہ شریف کی چوکھٹ کے علاوہ کعبہ شریف کے کسی گوشہ یا دیوار کو بوسہ دینا منع ہے، صرف رکن

یمانی کو ہاتھ لگائے بوسہ نہ دے۔

﴿مسئلہ ۱۴﴾ جس طواف کے شروع کے تین چکروں میں رَمل کرنا مسنون ہے۔ اگر ہجوم زیادہ ہو جس میں رَمل کرنے کا موقع نہ ہو تو ہجوم کم ہونے تک طواف کو مؤخر رکھے پھر جب ہجوم کم ہو جائے تو رَمل کے ساتھ طواف کرلے۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ رَمل کے ساتھ طواف شروع کیا اور پھر اتنا زیادہ ہجوم ہو گیا کہ رَمل نہیں کر سکتا تو رَمل کو موقوف کر دے اور طواف پورا کرے۔

﴿مسئلہ ۱۶﴾ رَمل کرنا بھول گیا اور ایک یا دو چکر کے بعد یاد آیا تو تین چکروں میں سے جتنے چکر باقی ہوں ان میں رَمل کرلے۔ اگر شروع کے تین چکروں کے بعد رَمل یاد آیا تو اب رَمل نہ کرے۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ طواف کرنے والے کو اگر چکروں کی تعداد میں شک ہو جائے تو جس پھیرے میں شک ہو اس کا اعادہ کرلے، مثلاً: یہ شک ہو کہ چھ پھیرے ہوئے ہیں یا سات تو ایک چکر اور کرلے تا کہ یقین ہو جائے کہ سات چکر پورے ہو گئے۔

﴿مسئلہ ۱۸﴾ طواف کرتے ہوئے دھکم پیل سخت منع ہے۔ خاص کر عورتیں سختی کے ساتھ اس سے پرہیز کریں بلکہ عورتوں کو رات میں یا دن کو کسی ایسے وقت طواف کرنا چاہیے جس میں مردوں کا ہجوم نہ ہو اور طواف میں جہاں تک ہو سکے مردوں سے علیحدہ ہو کر طواف کریں۔

نفلی طواف:

﴿مسئلہ ۱۹﴾ قیامِ مکہ کے دوران جس قدر ممکن ہو نفل طواف کرتا رہے اور مکہ معظّمہ کے قیام کو غنیمت جانے، بازاروں میں نہ گھومے۔ نفلی طواف کی بھی بہت زیادہ فضیلت ہے اور طواف وہ عبادت ہے جو مکہ معظّمہ کے علاوہ اور کہیں نہیں ہو سکتی۔ حج اور عمرہ سے فارغ ہو کر بہت سے لوگ بکثرت عمرے کرتے ہیں اور کثرت سے عمرے کرنا بھی اگرچہ ثواب کا کام ہے، لیکن زیادہ عمرے کرنے کی بنسبت زیادہ طواف کرنا افضل ہے یعنی جتنا وقت عمرے میں لگتا ہے اتنی دیر تک طواف کرنا عمرے سے افضل ہے۔ یہ نہیں کہ ایک یا دو طواف عمرے سے افضل ہیں۔ کوئی شخص تنعیم جائے اور وہاں عمرہ کا احرام باندھے، پھر وہاں سے واپس آئے اور طواف وسعی کرے اور حلق یا قصر کرے تو اتنے وقت میں وہ ایک ہی طواف کر سکے گا یعنی عمرہ کا طواف لیکن اگر عمرہ نہ کرتا تو اتنے وقت میں دس بیس طواف کر لیتا، لہٰذا طواف زیادہ کرنے کی طرف توجہ دینا چاہیے۔

طواف کی دو رکعتوں کے مسائل:

ہر طواف کے بعد (فرض ہو یا واجب یا نفل) دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہے اور ان دو رکعتوں کا مقام ابراہیم کے پیچھے

پڑھنا افضل ہے لیکن اگر وہاں جگہ نہ ملے تو حرم میں کسی بھی جگہ پڑھ لے۔

﴿مسئلہ ۲۰﴾ طواف ختم کرنے کے بعد بلا تاخیر طواف کی دو رکعتیں پڑھنا مسنون ہے اور تاخیر کرنا مکروہ ہے، البتہ اگر وقت مکروہ ہو تو اس کے ختم ہو جانے کے بعد پڑھے۔

﴿مسئلہ ۲۱﴾ اگر کسی نے عصر کے بعد طواف کیا تو سورج غروب ہونے کا انتظار کرے اور مغرب کے فرضوں کے بعد سنتوں سے پہلے طواف کی رکعتیں پڑھ لے۔ اسی طرح اگر فجر کے بعد طواف کر لیا تو سورج چڑھ جانے کے بعد جب اشراق ہو جائے اس وقت طواف کی دو رکعتیں پڑھے۔

آج کل مسجدِ حرام میں اذانِ مغرب کے پانچ منٹ بعد نماز کھڑی ہوتی ہے، اس وقفہ میں طواف کی رکعتیں پڑھی جا سکتی ہیں۔

سعی کے مسائل:

﴿مسئلہ ۲۲﴾ صفا اور مروہ کے درمیان حج و عمرہ میں سعی کرنا واجب ہے، لیکن اس سے پہلے طواف ہونا ضروری ہے، طواف کے بغیر سعی معتبر نہ ہوگی۔

﴿مسئلہ ۲۳﴾ سعی کے چکر لگا تار کرنا ضروری نہیں ہے، اگر طواف کرنے کے بعد متفرق طور پر سعی کے چکر ادا کرے، مثلاً: ایک چکر صبح کیا اور ایک دوپہر کو اور ایک شام کو اور اسی طرح چکر پورے کر لیے، اگرچہ اس میں کئی دن لگ جائیں تو اس طرح بھی سعی ادا ہو جائے گی اور اس سے کوئی دَم لازم نہ ہوگا۔

﴿مسئلہ ۲۴﴾ اگر کوئی شخص بے وضو سعی کرے تو سعی ہو جاتی ہے اس سے کوئی دَم یا صدقہ واجب نہیں ہوتا۔

﴿مسئلہ ۲۵﴾ اگر کسی عورت نے عمرہ کا طواف باوضو صحیح حالت میں کر لیا اور اس کے بعد ایام شروع ہو گئے اور اسی حالت میں سعی کر لی تو سعی ادا ہو گئی۔ [1]

﴿مسئلہ ۲۶﴾ بلا عذر کرسی پر بیٹھ کر سعی کرنا جائز نہیں ہے، اگر کسی نے ایسا کر لیا اور پھر دوبارہ سعی کو پیدل چل کر نہ لوٹایا تو دَم واجب ہوگا۔

حلق اور قصر کے مسائل:

اِحرام سے نکلنے کے لیے حدودِ حرم میں حلق یا قصر واجب ہے۔ اگر کسی نے حدودِ حرم سے باہر (مثلاً: جدہ یا مدینہ منورہ)

---

(۱) مسعیٰ (سعی کی جگہ) اگرچہ مسجدِ حرام سے متصل ہے مگر متولیانِ حرم کی وضاحت کے مطابق مسعیٰ مسجد کا حصہ نہیں، جیسا کہ حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب زید مجدہ کے استفتاء کے جواب میں امام و خطیب مسجد حرام الشیخ عبداللہ بن سبیل نے اپنے فتویٰ میں تحریر فرمایا ہے۔

جا کر حلق یا قصر کیا تو دَم واجب ہوگا۔ البتہ اگر حدودِ حرم سے باہر نکل گیا اور وہاں حلق یا قصر نہ کرایا، پھر حرم میں واپس آ کر حلق یا قصر کیا تو دَم واجب نہ ہوگا۔

﴿مسئلہ ۲۷﴾ احرام سے نکلنے کے لیے شرعی احکام کے مطابق سر کے بال منڈائے یا کٹائے اور اس سے پہلے نہ ناخن کاٹے، نہ لبیں تراشے، نہ بغل کے بال لے۔ اگر سر منڈانے یا بال کٹوانے سے پہلے ناخن کاٹے یا لبوں یا بغلوں یا مونچھ کے بال مونڈے یا کاٹے تو جزا واجب ہوگی۔

حج چھوٹ جانے کے احکام

﴿مسئلہ ۱﴾ جس شخص نے حج کا اِحرام باندھا اور نویں ذی الحجہ کی صبح صادق سے پہلے پہلے عرفات میں نہ پہنچ سکا تو اس کا حج چھوٹ گیا، ایسے شخص کو ''فائت الحج'' کہا جاتا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ جب حج چھوٹ جائے تو اسی اِحرام سے عمرہ کے افعال یعنی طواف اور سعی کر کے بال منڈا کر اِحرام سے نکل جائے اور طواف شروع کرنے سے پہلے پہلے تلبیہ پڑھنا شروع کردے۔

﴿مسئلہ ۲﴾ اگر فائت الحج مفرد تھا تو اس پر صرف حج کی قضا واجب ہے اور اگر قارِن تھا جس نے عمرہ نہیں کیا تھا تو یہ شخص اوّل تو عمرہ کے لیے ایک طواف اور سعی کرے۔ اس کے بعد ایک عمرہ حج رہ جانے کی وجہ سے کرے۔ اس کے بعد بال منڈا کر حلال ہو جائے اور اس صورت میں اس پر صرف حج کی قضا واجب ہوگی اور دَمِ قران ساقط ہو جائے گا اور قضا میں عمرہ کرنا واجب نہ ہوگا اور طواف ثانی شروع کرنے سے پہلے پہلے تلبیہ پڑھنا ختم کردے اور اگر عمرہ کر چکا تھا تو اس کا وہی حکم ہے جو مفرد کا اوپر بیان ہوا یعنی حج چھوٹ جانے کی وجہ سے عمرہ کے افعال ادا کر کے اور حلق یا قصر کر کے حلال ہو جائے اور حج کی قضا کرے اور اگر متمتع تھا (جس نے عمرہ کر کے بال منڈا کر حج کا اِحرام باندھا ہے) تو حج چھوٹ جانے کی وجہ سے عمرہ کرے اور حلق یا قصر کر کے حلال ہو جائے اور آیندہ حج کی قضا کرے۔

﴿مسئلہ ۳﴾ جس کا حج چھوٹ جائے اس پر طوافِ وَداع اور قربانی واجب نہیں ہوتی اور اس سے دَمِ قران اور دَمِ تمتع ساقط ہو جاتا ہے۔

﴿مسئلہ ۴﴾ حج فرض ہو یا نفل یا نذر مان کر واجب کر لیا، سب کے چھوٹ جانے کا ایک ہی حکم ہے۔

﴿مسئلہ ۵﴾ عمرہ چھوٹ جانا ممکن نہیں، کیونکہ اس کے لیے کوئی تاریخ مقرر نہیں ہے، عرفہ، عید الاضحیٰ اور ایامِ تشریق کے علاوہ سال بھر میں کسی بھی دن یا رات میں عمرہ ادا کیا جا سکتا ہے اور ایامِ مذکورہ میں عمرہ کرنا مکروہ ہے لیکن اگر کسی نے ان دنوں

میں عمرہ کرلیا تو وہ بھی کراہت کے ساتھ ادا ہو جائے گا۔

احصار کے احکام

کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ حج کا اِحرام باندھنے کے بعد وقوفِ عرفات اور طواف دونوں کی ادائیگی کی کوئی صورت نہیں رہتی، مثلاً: کسی دشمن نے روک دیا یا کسی حاکم نے قید کرلیا یا پاؤں کی ہڈی ٹوٹ گئی یا موچ آگئی اور اتنا لنگڑا ہو گیا کہ چل پھر نہیں سکتا یا بہت زیادہ بیمار ہو گیا یا رقم چوری ہوگئی اور پیدل سفر بالکل نہیں کرسکتا ہے تو ان صورتوں کو ''احصار'' کہا جاتا ہے اور جب ان میں سے کوئی صورت کسی اِحرام والے کو پیش آجائے تو اسے ((مُحصَر)) کہتے ہیں۔ ذیل میں ((مُحصَر)) کے احکام لکھے جاتے ہیں۔

مسئلہ ۱ جس نے صرف حج کا اِحرام باندھا اور امور مذکورہ میں سے کسی وجہ سے مُحصَر ہو جائے تو احصار کے ختم ہونے کا انتظار کرے۔ احصار ختم ہونے کے بعد اگر حج مل سکے تو حج کرلے اور حج نہ ملے تو عمرہ کر کے اِحرام کھول دے کیونکہ اب یہ ''محرم فائت الحج'' ہو گیا اور اگر ایسی صورت ہے کہ جس وقت احصار ہوا ہے اس وقت سے لے کر حج کی تاریخ میں دیر ہے اور انتظار کرنے میں مشکل ہے اور جلد اِحرام کھولنا چاہتا ہے تو کسی شخص کو ایک دَم یا دَم کی قیمت دے کر حرم میں بھیج دے تاکہ وہ اس کی طرف سے حرم میں جا کر قربانی کردے اور تاریخ اور ذبح کا وقت پہلے سے متعین کردے۔ جانور یا جانور کی قیمت بھیجنے کے بعد چاہے تو اسی جگہ ٹھہرا رہے جہاں احصار ہوا ہے یا اپنے گھر واپس آجائے یا اور کسی جگہ چلا جائے۔ جب حرم میں جانور ذبح ہو جائے گا تو یہ شخص اِحرام سے نکل جائے گا۔ محصر اگر قارِن ہے تو چونکہ اس کے دو اِحرام ہیں اس لیے دو دَم یا دو دَم کی قیمت بھیج دے اور ذبح کی تاریخ اور وقت متعین کردے، ایک جانور اِحرامِ حج سے نکلنے کے لیے اور ایک اِحرامِ عمرہ سے نکلنے کے لیے حرم میں ذبح کرادے۔ جب یہ دونوں جانور ذبح ہو جائیں گے تو اِحرام سے نکل جائے گا۔ اگر اس نے صرف ایک دَم دیا تو اس وقت تک اِحرام سے نہ نکلے گا جب تک حرم میں دوسرا جانور ذبح نہ کرائے کیونکہ قارِن دونوں اِحراموں سے ایک ساتھ ہی نکلتا ہے۔

مسئلہ ۲ اگر کسی شخص نے عمرہ کا اِحرام باندھا اور اس کے بعد طواف عمرہ سے روک دیا گیا تو ایسا شخص بھی مُحصَر ہے، وہ بھی حرم میں قربانی کرا کر اِحرام سے نکل سکتا ہے۔

مسئلہ ۳ مذکورہ بالا طریقہ پر جب تک اِحرام سے نہیں نکلے گا اور اِحرام کی کوئی خلاف ورزی کر بیٹھے گا تو اس کا کفارہ

واجب ہوگا۔

﴿مسئلہ۴﴾ اگر جانور حرم میں ذبح نہیں ہوا بلکہ حِل میں (حرم سے باہر) ذبح ہوا ہے تو اس سے بھی حلال نہ ہوگا۔ جب تک حرم میں ذبح نہ ہو اس وقت تک اِحرام ہی میں رہے گا اور کوئی خلاف ورزی ہو جائے گی تو اس کا کفارہ دینا واجب ہوگا۔

﴿مسئلہ۵﴾ ذبح کرانے والے سے جس وقت ذبح کا وعدہ لیا ہے اس نے اگر اس وقت سے ایک دو روز پہلے ذبح کردیا تب بھی مُحصَر اسی دَم سے حلال ہو جائے گا۔

﴿مسئلہ۶﴾ حرم میں جانور ذبح ہو جانے سے مُحصَر اِحرام سے نکل جاتا ہے، اِحرام سے نکلنے کے لیے حلق یا قصر لازم نہیں لیکن مستحسن اور افضل ہے۔

﴿مسئلہ۷﴾ دَم احصار کے لیے ایامِ نحر میں ذبح کرنا شرط نہیں ہے، حرم میں ذبح ہونا شرط ہے۔

﴿مسئلہ۸﴾ مُحصَر اِحرام سے نکلنے کے لیے جو دَم ذبح کرائے وہ ایک سال کا بکرا یا بکری ہو، عیوب سے محفوظ ہو اور اس کے جواز کے لیے وہی شرطیں ہیں جو قربانی کے جانور میں ہیں۔

﴿مسئلہ۹﴾ مُحصَر حرم میں جانور ذبح کرا کے حلال ہو جائے تو احصار ختم ہو جانے کے بعد آیندہ جب حج کی تاریخ آجائے اس حج کی قضا کرے جس کے اِحرام سے نکلا ہے۔ اگر اِحرام حج سے حلال ہوا تھا تو قضا میں ایک حج اور ایک عمرہ ادا کرے اور اگر قران کے اِحرام سے حلال ہوا تھا تو اس پر ایک حج اور دو عمرے کرنا لازم ہے۔ یہ سب اس صورت میں ہے جب اس سال حج کا وقت نکل گیا ہو۔

﴿مسئلہ۱۰﴾ اگر ایسی صورت ہے کہ حرم میں دَم دے کر اِحرام سے نکلنے کے بعد احصار ختم ہو گیا اور حج کرنے کا موقع مل رہا ہے یعنی عرفات تک پہنچ سکتا ہے اور اسی سال دوبارہ اِحرام باندھ کر حج کرلیا تو قضا کی نیت کی ضرورت نہ ہوگی اور زائد عمرہ کرنا بھی واجب نہ ہوگا اور اگر یہ شخص قارِن تھا اور اسی سال عمرہ اور حج کا نیا اِحرام باندھ کر ادا کرنے پر قادر ہو گیا اور اِحرام سے قران کرلیا تب بھی نہ قضا کی نیت کرنی ہوگی، نہ زائد کوئی عمرہ کرنا لازم ہوگا۔

﴿مسئلہ۱۱﴾ اگر حج نفل سے احصار کی وجہ سے شرعی طریقے کے مطابق اِحرام سے نکلا تھا اور احصار ختم ہونے کے بعد اسی سال حج کرلیا تب بھی اس حج میں قضا کی نیت ضروری نہیں اور اگر اس سال کے بعد حج کیا تو قضا کی نیت واجب ہوگی۔

﴿مسئلہ۱۲﴾ مُحصَر اگر حج فرض کے اِحرام سے حلال ہوا تھا تو اس کے لیے قضا کی نیت واجب نہیں، چاہے احصار ہی کے سال حج کرے یا بعد میں۔

﴿مسئلہ ۱۳﴾ ہر مُحصَر پر قضا واجب ہے، چاہے حج فرض ہو یا نفل، اپنا حج ہو یا حجِ بدل۔

﴿مسئلہ ۱۴﴾ عمرہ کے اِحرام والا اگر محصر ہوگیا اور حرم میں دَم ذبح کرا کے حلال ہوگیا تو وہ بھی عمرہ کی قضا کرے۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ اگر قارِن یا مفرد طواف یا وقوف عرفہ دونوں میں سے کسی ایک پر قادر ہو تو اس پر محصر کے احکام جاری نہ ہوں گے۔ اگر وقوف عرفہ ہو چکا ہے اور طوافِ زیارت سے روک دیا گیا تو اس کا حج ہوگیا، بال منڈا کر اِحرام سے نکل جائے لیکن جب تک طواف نہ کرے گا بیوی حلال نہ ہوگی اور طوافِ زیارت جب چاہے زندگی میں کرسکتا ہے لیکن بارہ ذی الحجہ گزر جانے کے بعد طوافِ زیارت کرے گا تو ایک دَم واجب ہوگا اور اگر صرف وقوف عرفہ سے روکا گیا تو جب تک حج کا وقت باقی ہے احصار ختم ہونے کا انتظار کرے، موقع مل جائے تو حج کرے اور اگر حج کی تاریخ گزر جانے تک احصار باقی رہے تو عمرہ کے افعال اداء کر کے حلال ہو جائے اور چونکہ یہ شخص فائت الحج ہوگیا، اس پر قضا لازم ہوگی جس کی تفصیل فائت الحج کے احکام میں گزر چکی ہے۔

﴿مسئلہ ۱۶﴾ اگر مکہ مکرمہ میں پہنچ کر حج کے اِحرام والا شخص وقوفِ عرفات اور طوافِ زیارت دونوں سے روک دیا جائے تو وہ بھی محصر ہے، وہ بھی حرم میں جانور ذبح کر کے حلال ہوسکتا ہے۔ اگر حج کی تاریخ نکلنے تک محصر ہی رہا اور دَم دے کر اِحرام سے نہ نکلا تو اب فائت الحج ہوگیا، لہٰذا اسی اِحرام سے عمرہ کر کے اور حلق یا قصر کر کے حلال ہو جائے اور اگر صرف وقوف سے روکا گیا تو عمرہ کر کے حلال ہو جائے اور اگر طوافِ زیارت سے روکا گیا تو وقوف عرفات کے بعد زندگی میں کبھی بھی طوافِ زیارت ادا ہوسکتا ہے، البتہ ایامِ نحر کے بعد طوافِ زیارت کرنے سے دَم واجب ہوگا۔

حجِ بدل کے احکام

مالی عبادات، جیسے: زکوٰۃ، صدقہ فطر میں دوسرے کو نائب بنانا جائز ہے۔ اسی طرح وہ عبادات جو مالی بھی ہوں اور بدنی بھی یعنی دونوں سے مرکب ہوں، جیسے: حج اور عمرہ، ان میں بھی نائب بنایا جاسکتا ہے، البتہ بدنی عبادت مثلاً: نماز، روزے میں نیابت نہیں ہوسکتی، یعنی کوئی کسی کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا اور نہ روزہ رکھ سکتا ہے۔

حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ (ﷺ)! میرے والد بہت بوڑھے ہیں، حج اور عمرہ کی استطاعت ان میں نہیں ہے اور وہ سفر بھی نہیں کرسکتے؟'' آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم اپنے باپ کی طرف سے حج اور عمرہ کرلو۔'' (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح کما فی المشکوٰۃ: ص ۲۲۲)

اگر کسی کو اپنے مال سے زندہ یا مردہ رشتہ دار، استاذ یا مرشد کی طرف سے حجِ بدل کرنا ہے جس سے ثواب پہنچانا مقصود ہو اور جس کی طرف سے حج کر رہا ہے اس پر حج فرض نہیں تو اس میں کوئی شرط نہیں۔ جس میقات سے چاہے، جس طرح کا حج کرنا چاہے ادا کر لے یا کسی دوسرے شخص سے حج کرادے۔ اس میں یہ بھی شرط نہیں کہ جس کی طرف سے حج ادا کر رہا ہے اس نے نائب بنایا ہو یا وصیت کی ہو، البتہ حج فرض کی ادائیگی کے لیے جو حج اسی کے مال سے ادا کیا جا رہا ہو جس کی طرف سے حج کرنا ہے، اس میں بہت سی شرائط ہیں جو فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ اس سلسلے کے ضروری مسائل اور احکام ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

آگے آنے والے مسائل سمجھنے کے لیے آمر اور مامور کی اصطلاح پہلے ذہن نشین کر لیں۔ جو شخص کسی کو حجِ بدل کے لیے بھیجتا ہے اس کو ''آمر'' کہتے ہیں اور جسے حج کے لیے بھیجا جاتا ہے اسے ''مامور'' کہتے ہیں۔

مسئلہ ۱ جس شخص پر حج فرض ہو گیا اور اس نے حج کا زمانہ پایا مگر حج نہیں کیا، پھر کوئی عذر ایسا پیش آ گیا جس کی وجہ سے خود حج کرنے پر قدرت نہیں رہی، مثلاً: ایسا بیمار ہو گیا جس سے شفا کی امید نہیں یا نابینا یا اپاہج ہو گیا یا بڑھاپے کی وجہ سے ایسا کمزور ہو گیا کہ خود سفر کرنے پر قدرت نہ رہی تو اس کے ذمہ فرض ہے کہ اپنی طرف سے کسی دوسرے شخص کو بھیج کر حج کرا دے یا یہ وصیت کر دے کہ میرے مرنے کے بعد میری طرف سے میرے مال سے حجِ بدل کرا دیا جائے۔ یہ وصیت میت کے قرض (اگر اس کے ذمہ ہو) کی ادائیگی کے بعد تہائی مال میں نافذ ہوگی۔

مسئلہ ۲ اگر کسی نے اپنے آپ کو معذور و مجبور جان کر حجِ بدل کرا دیا اور اس کے بعد خود حج کرنے پر قادر ہو گیا تو حج کرنا فرض ہو گیا اور جو حجِ بدل کرا دیا ہے وہ حج نفل ہو جائے گا۔

مسئلہ ۳ اگر عورت کے پاس حج کے لیے رقم موجود ہو مگر ساتھ جانے کے لیے کوئی محرم نہیں ملتا یا ملتا تو ہے مگر وہ اپنا خرچ برداشت نہیں کر سکتا اور عورت کے پاس اتنا پیسہ نہیں کہ اپنے خرچ کے علاوہ محرم کا خرچ بھی خود برداشت کرے تو موت سے پہلے وصیت کر دے کہ میری طرف سے حجِ بدل کرا دیا جائے، یہ وصیت تہائی مال میں نافذ ہوگی۔

مسئلہ ۴ بہتر یہ ہے کہ حجِ بدل اس شخص سے کرایا جائے جس نے پہلے اپنا حج کر لیا ہو۔ اگر ایسے شخص سے حجِ بدل کرایا جس نے ابھی اپنا حج نہیں کیا اور اس پر حج فرض بھی نہیں ہے تو حجِ بدل ہو جائے گا مگر خلاف اولیٰ ہوگا۔

اگر اپنا حج فرض ہونے کے باوجود کسی نے اب تک حج فرض نہیں کیا تو اس سے حجِ بدل کرانا مکروہِ تحریمی ہے مگر آمر کا حج فرض پھر بھی ہو جائے گا۔

مسئلہ ۵ حجِ بدل اُجرت ومعاوضہ لے کر کرنا جائز نہیں، حج کرنے پر معاوضہ واُجرت لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔ اگر کسی نے اُجرت طے کر کے حجِ بدل کرا دیا تو کرنے والا اور کرانے والا دونوں گناہ گار ہوئے، البتہ حج پھر بھی آمر ہی کا اداء ہو جائے گا اور جو اُجرت لی ہے وہ واپس کرنا لازم ہوگا۔ جتنا روپیہ حج میں خرچ کیا ہے مامور کو صرف وہی دیا جائے گا۔

مسئلہ ٦ فرض حجِ بدل میں آمر کا روپیہ خرچ ہونا ضروری ہے، البتہ اگر زیادہ روپیہ حج کرنے والے کا ہو اور کچھ تھوڑا سا حجِ بدل پر جانے والے نے اپنی طرف سے خرچ کر دیا ہو تب بھی آمر کا حج فرض ادا ہو جائے گا۔

مسئلہ ۷ فرض حجِ بدل پر جانے والے کے لیے لازم ہے کہ آمر ہی کی میقات سے اسی کی طرف سے اِحرام باندھے۔

مسئلہ ۸ حج کے بعد مامور کو آمر کے وطن لوٹ کر آنا افضل ہے، لیکن اگر واپس نہ آیا اور مکہ مکرمہ میں ہی رہ گیا تو یہ بھی جائز ہے، لیکن واپسی کا خرچہ جو بچ رہا ہے وہ واپس کرنا لازم ہوگا۔

مسئلہ ۹ اگر مامور آمر کے حج سے فارغ ہو کر اپنی طرف سے عمرہ کرے تو جائز ہے لیکن اپنے عمرہ کا خرچ اپنے پاس سے کرے، آمر کے مال سے نہ کرے۔

مسئلہ ۱۰ دوسرے کا حج ادا کرنے کے لیے حجِ بدل کرنا اپنا نفلی حج ادا کرنے سے افضل ہے۔

مسئلہ ۱۱ مدینہ منورہ آنے جانے کا خرچہ اور وہاں کے قیام کے اخراجات آمر کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر نہ کرے۔

مسئلہ ۱۲ ضروری نہیں کہ مرد مرد کی طرف سے اور عورت عورت کی طرف سے حجِ بدل کرے۔ اگر مرد نے عورت کی طرف سے یا عورت نے مرد کی طرف سے حجِ بدل ادا کر لیا تب بھی ادا ہو جائے گا، مگر عورت کے لیے سفر میں جاتے وقت ضروری ہے کہ محرم ساتھ ہو، نیز شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کے حجِ بدل کے لیے سفر نہ کرے۔

مسئلہ ۱۳ مامور آمر کے مال سے کسی کی دعوت نہ کرے اور نہ کسی کو کھانے میں شریک کرے اور نہ کسی کو قرض دے، ہاں اگر آمر نے ان چیزوں کی اجازت دی ہے تو جائز ہے، لیکن مرنے والے کے مال سے حج کرنے کی صورت میں اس کے بالغ وارثوں کی اجازت ضروری ہے۔

مسئلہ ۱۴ اگر مامور نے قران کیا ہے تو قربانی کا خرچہ مامور پر ہے۔ (غنیہ: ص ۳۴۵)

مسئلہ ۱۵ اگر اِحرام باندھنے کے بعد احصار ہو جائے تو دمِ احصار آمر کے مال سے دے سکتا ہے۔

﴿مسئلہ ۱۶﴾ جس سال آمر نے حج کا حکم دیا اگر مامور نے اس سال حج نہ کیا بلکہ دوسرے سال آمر کی طرف سے حج کیا تب بھی آمر کا حج ادا ہو جائے گا اور مامور پر ضمان واجب نہ ہوگا۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ اگر آمر نے مامور کو اجازت دی تھی کہ بوقتِ ضرورت قرض لے لینا، جو قرض لو گے میں ادا کروں گا تو ضروریاتِ حج کے لیے مامور قرض بھی لے سکتا ہے۔

﴿مسئلہ ۱۸﴾ اگر کسی شخص پر حج فرض تھا اور وہ اپنے مال سے حج کرانے کی وصیت کیے بغیر مر گیا اور اس کی طرف سے اس کی اولاد نے یا کسی دوسرے وارث نے حجِ بدل کر لیا تو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ مرنے والے کا حج ہو جائے گا، لیکن جس پر حج فرض ہوا اور خود نہ کیا وہ اپنی طرف سے حج کرانے کی وصیت ضرور کرے، کوئی ضروری نہیں کہ وارث اس کی طرف سے حجِ بدل کریں یا کسی کو بھیج کر حج کرائیں، حجِ بدل کرنے کی وصیت کر کے مرے گا تب ذمہ داری وارثوں کی ہو جائے گی۔

﴿مسئلہ ۱۹﴾ حجِ بدل کے تمام ضروری مصارف حج کرانے والے کے ذمہ ہوں گے، جس میں آنے جانے کا کرایہ اور قیام مکہ معظمہ، منیٰ وعرفات کے خیمہ کا کرایہ اور کھانے پینے اور کپڑے دھلوانے کے اخراجات سب داخل ہیں اور احرام کے کپڑے اور سفر کے لیے ضروری برتن اور دیگر ضروری اشیا کی خریداری یہ سب کچھ آمر کے ذمہ ہوگی، لیکن کپڑے اور برتن وغیرہ حج سے فارغ ہونے کے بعد آمر یعنی حج کرانے والے کو واپس دینا ہوں گے۔ اسی طرح خرچ کرنے کے بعد اگر کچھ نقد رقم بچے تو وہ بھی واپس کرنا ہوگی، البتہ حجِ بدل کرانے والے نے اگر اپنے پیسے سے حج کرایا ہوا اور وہ حج کرنے والے کو باقی رقم اب دیدے یا پہلے ہی سے اس نے کہہ دیا کہ حج سے فارغ ہو کر جو سامان بچے اور باقی ماندہ رقم تمہارے لیے میری طرف سے ہبہ (ہدیہ) ہے تو حج کرنے والا باقی مال کو اپنے خرچ میں لا سکتا ہے اور اگر آمر نے میت کے مال سے میت کی طرف سے حجِ بدل کرایا ہو اور مرنے والے نے وصیت کی ہو کہ حج کے اخراجات کے بعد جو مال بچے وہ حج کرنے والے کو دیدیا جائے تب بھی اس کو باقی مال دیدینا درست ہوگا بشرطیکہ حج کے مصارف اور یہ زائد مال مرنے والے کے ترکہ کے ایک تہائی (۱/۳) میں سے پورا ہو جاتا ہو۔ اگر تہائی مال سے زائد خرچ ہو رہا ہو تو وارثوں کی اجازت کے بغیر لینا دینا جائز نہیں۔ البتہ نابالغ کی اجازت کا اعتبار نہیں۔

﴿مسئلہ ۲۰﴾ حجِ بدل کا سفر آمر یعنی حج کرانے والے کے وطن سے شروع کیا جائے۔

﴿مسئلہ ۲۱﴾ مامور یعنی حجِ بدل کرنے والے پر لازم ہے کہ احرام باندھتے وقت اس شخص کے حج کی نیت کرے جس کی طرف سے حجِ بدل کر رہا ہے اور بہتر یہ ہے کہ احرام کے ساتھ جو تلبیہ پڑھے اس میں یہ الفاظ بھی کہے: لبیک عن فلان، فلاں کی

جگہ اس کا نام لے۔

﴿مسئلہ ۲۲﴾ مامور پر لازم ہے کہ آمر یعنی حج کرانے والے کی مخالفت نہ کرے۔ اگر اس نے آمر کی مخالفت کی تو اس کا حجِ بدل ادا نہیں ہوگا بلکہ یہ حج خود مامور کی طرف سے ہو جائے گا اور اس پر لازم ہوگا کہ آمر کی جو رقم اس نے حج پر خرچ کی ہے وہ اس کو واپس کرے۔

﴿مسئلہ ۲۳﴾ اگر آمر نے صرف حج کے لیے کہا تو اس کے لیے قران اور تمتع کرنا جائز نہیں۔ اگر مامور نے مخالفت کی تو یہ حج آمر کا نہیں بلکہ مامور کا اپنا حج ہو جائے گا اور رقم واپس کرنی ہوگی۔

﴿مسئلہ ۲۴﴾ اگر آمر یعنی حجِ بدل کرانے والے نے اس کو عام اجازت دیدی تھی کہ تمہیں اختیار ہے جس طرح کا چاہو میری طرف سے حج کرلو، چاہے افراد یعنی صرف حج کرلو، چاہے قران یعنی حج و عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھ لو یا تمتع کرلو، تو اس صورت میں مامور کے لیے افراد اور قران تو بالاتفاق جائز ہیں مگر تمتع کے بارے میں فقہائے حنفیہ نے لکھا ہے کہ اس سے آمر کا حج ادا نہ ہوگا، اگرچہ اس نے اس کی اجازت دی ہو۔ (اگرچہ مامور پر ضمان لازم نہ ہوگا)

لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ مامور کو حج تمتع کی اجازت نہ دی جائے، البتہ حالاتِ حاضرہ کے پیش نظر بعض اکابر نے آمر کی اجازت سے تمتع کرنے اور اس سے آمر کا حج ادا ہو جانے کی گنجائش نکالی ہے، مگر پھر بھی احتیاط لازم ہے، کوشش کی جائے کہ حجِ بدل کے لیے جانے والا ایسے جہاز سے جائے جس کے پہنچنے کے بعد حج میں زیادہ دیر نہ ہوتا کہ حج میقاتی ہو سکے اور تمتع کرنے کے لیے مجبور نہ ہو۔

حج کی وصیت کرنا:

جس شخص پر حج فرض ہو گیا لیکن ادا نہیں کیا اور موت آنے لگی اس پر واجب ہے کہ اپنے مال سے اپنی طرف سے حج کرانے کی وصیت کر دے۔ اگر وصیت کیے بغیر مر جائے گا تو گناہ گار ہوگا، لیکن اگر حج فرض ہونے کے بعد اسی سال حج کے لیے روانہ ہو گیا اور راستہ میں موت آ گئی تو اس پر حجِ بدل کی وصیت واجب نہیں۔

﴿مسئلہ ۲۵﴾ وصیت صرف تہائی مال میں نافذ ہوتی ہے اور اگر میت پر قرض ہو تو قرض کی ادائیگی کے بعد جو مال بچے اس کے تہائی (۳۳،۳۳) میں حجِ بدل کی وصیت اور دیگر تمام وصیتیں نافذ ہوں گی۔ وصیت کی صورت میں تہائی مال سے حج کرایا جائے، مرنے والے نے تہائی مال کا ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو، البتہ اگر بالغ وارث اپنی خوشی سے تہائی مال سے زیادہ دے دیں تو یہ بھی جائز ہے۔

﴿مسئلہ ۲۶﴾ اگر تہائی مال میں حجِ بدل کی گنجائش نہ ہو اور بالغ ورثہ اپنی طرف سے مزید مال دینے کے لیے راضی نہ ہوں تو جس جگہ سے تہائی مال سے حج کیا جاسکتا ہے وہاں سے کسی کو حجِ بدل کے لیے مامور کردیا جائے۔

جنایات کا بیان

ممنوعاتِ اِحرام اور ان کی جزا کی تفصیل:

جنایات جمع ہے جنایت کی، اِحرام کی پابندیوں کی خلاف ورزی کو ''جنایت'' کہتے ہیں اور جنایت پر جو کچھ واجب ہوتا ہے اس کو ''جزا'' کہتے ہیں۔

اِحرام کی جنایات آٹھ ہیں:

۱- خوشبو استعمال کرنا۔
۲- مرد کو سلا ہوا کپڑا پہننا۔
۳- مرد کو سر اور چہرہ ڈھانکنا اور عورت کو صرف چہرہ ڈھانکنا۔
۴- بال دور کرنا۔
۵- ناخن کاٹنا
۶- میاں بیوی والا خاص تعلق۔
۷- واجباتِ حج میں سے کسی واجب کو چھوڑ دینا۔
۸- خشکی کا جانور شکار کرنا۔

﴿مسئلہ ۱﴾ جنایت جان بوجھ کر کرے یا غلطی سے یا بھول کر، مسئلہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو، خوشی سے کرے یا کسی کے مجبور کرنے سے، سوتے میں کرے یا جاگتے میں، نشہ میں ہو یا بے ہوش، مالدار ہو یا تنگدست، خود کرے یا کسی کے کہنے سے، کوئی عذر ہو یا نہ، سب صورتوں میں جزا واجب ہوگی۔

﴿مسئلہ ۲﴾ جنایت جان بوجھ کر کرنا سخت گناہ ہے، اگر جنایت ہو جائے تو توبہ بھی کریں اور جزا بھی دیں۔ قصداً جنایت کا ارتکاب کرنے سے حج مبرور نہیں ہوتا۔ بہت سے لوگ پیسہ کے زعم میں قصداً جنایت کرتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ دَم دے دیں گے، یہ سخت گناہ کی بات ہے۔ حج کے مبرور و مقبول ہونے کے لیے ہر گناہ سے اور اِحرام کی ہر جنایت سے اہتمام کے ساتھ بچیں۔

قاعدہ نمبر ۱:

جنایتِ اِحرام میں قارن پر عمرہ ادا کرنے سے پہلے پہلے دو جزائیں واجب ہوتی ہیں کیونکہ اس کے دو اِحرام ہوتے ہیں اور مفرد پر ایک جزا واجب ہوتی ہے، البتہ قارن اگر میقات سے اِحرام کے بغیر گزر جائے تو صرف ایک ہی دَم واجب ہوگا۔

قاعدہ نمبر ۲:

جس جگہ جزا میں ''دَم'' کا لفظ بولا جائے اس سے مراد ایک سال کی بکری یا بھیڑ یا دنبہ ہوتا ہے اور گائے اور اونٹ کا ساتواں حصہ بھی اس کے قائم مقام ہوسکتا ہے اور دَم میں قربانی کے جانور کی تمام شرائط کا خیال رکھنا لازم ہے۔ پورا اونٹ یا پوری گائے صرف دو جگہ واجب ہوتی ہے: ایک تو جنابت یا حیض یا نفاس کی حالت میں طوافِ زیارت کرنا، دوسرے وقوف عرفہ کے بعد سر منڈوانے اور طوافِ زیارت سے پہلے جماع یعنی ہم بستری کرنا۔

قاعدہ نمبر ۳:

جزا کے بیان میں جب صدقہ کا لفظ بولا جائے اس سے نصف صاع گندم یا ایک صاع جو مراد ہوتا ہے اور جس جگہ صدقہ کی مقدار متعین کردی جائے اس سے مراد خاص وہی مقدار ہوتی ہے۔ صاع ساڑھے تین سیر سے کچھ زیادہ ہوتا ہے۔ صدقہ میں گندم یا گندم کے آٹے سے نصف صاع یعنی پونے دو سیر دیا جائے اور جو یا جو کا آٹا، کھجور اور کشمش سے پورا ایک صاع (ساڑھے تین سیر) دیا جائے اور صدقہ کی جو مقدار بتائی جاتی ہے اس کی قیمت دینا بھی جائز بلکہ افضل ہے۔ اب سیر کا رواج ختم ہوگیا ہے، پونے دو کلو کے لگ بھگ نصف صاع ہوتا ہے، اس کی قیمت دینے سے ادائیگی ہوجائے گی۔

جس جگہ متعین طور سے صرف دَم ہی واجب ہو اس جگہ دَم کی جگہ کھانا کھلانا اور روزے جائز نہ ہوں گے۔ کسی جنایت کی وجہ سے جو دَم واجب ہوگا وہ حدودِ حرم ہی میں ذبح کرنا لازم ہے اور جو صدقہ واجب ہو اس کی ادائیگی کے لیے حدودِ حرم شرط نہیں ہے، دوسری جگہ کے فقراء پر بھی خرچ کیا جاسکتا ہے۔

دَم جنایت میں سے خود کھانا جائز نہیں ہے اور مال دار یعنی صاحب نصاب بھی اس میں سے نہیں کھا سکتا، غیر صاحبِ نصاب جسے زکوٰۃ دینا جائز ہو وہ کھا سکتا ہے۔ جنایت کی وجہ سے جو دَم یا صدقہ واجب ہو فوراً ادا کرنا واجب نہیں ہے، البتہ جلدی ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔

کسی واجب کو چھوڑنا:

﴿مسئلہ ۳﴾ اگر پورا یا اکثر طوافِ زیارت بے وضو کیا تو دَم واجب ہوگا اور اگر طوافِ قدوم یا طوافِ وداع یا طوافِ نفل یا نصف سے کم طوافِ زیارت بلا وضو کیا تو ہر پھیرے کے لیے آدھا صاع صدقہ دے اور اگر تمام پھیروں کا صدقہ دَم کے برابر ہوجائے تو کچھ تھوڑا سا کم کردے اور اگر ان تمام صورتوں میں وضو کرکے طواف کا اعادہ کرلیا تو کفارہ اور دَم ساقط ہوجائے گا۔

﴿مسئلہ ۴﴾ اگر پورا یا اکثر طوافِ زیارت جنابت یا حیض ونفاس کی حالت میں کیا تو ''بدنہ'' یعنی پورا ایک اونٹ یا پوری

ایک گائے واجب ہوگی اور اگر طواف قدوم یا طوافِ وَداع یا طوافِ نفل ان حالتوں میں کیا تو ایک بکری واجب ہوگی اور ان سب صورتوں میں طہارت کے ساتھ دوبارہ طواف کر لینے سے کفارہ ساقط ہو جائے گا۔

مسئلہ ۵ اگر بدن یا کپڑے پر طواف فرض یا واجب یا نفل کرتے وقت نجاست لگی ہوئی تھی تو کچھ واجب نہ ہوگا، لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ٦ طواف عمرہ پورا یا اکثر یا اقل اگر چہ ایک ہی چکر ہو، اگر جنابت یا حیض ونفاس کی حالت میں یا بے وضو کیا تو دَم واجب ہوگا کیونکہ طوافِ عمرہ میں حدث اصغر و جنابت (وضو یا غسل کے بغیر ہونا) اور قلیل و کثیر کے احکام میں کچھ فرق نہیں۔

مسئلہ ۷ اگر طوافِ زیارت کے چار چکر یا پورا طواف چھوڑ دیا تو ساری عمر عورت حلال نہ ہوگی اور عورت کے بارے میں اِحرام باقی رہے گا اور مکہ معظمہ واپس آ کر طواف کرنا لازم ہوگا، کوئی بدل دینا کافی نہ ہوگا۔ جب طوافِ زیارت کر لے گا تب عورت حلال ہوگی اور اگر طوافِ زیارت سے پہلے جماع کر لے گا تو ہر جماع کے بدلے (جبکہ الگ الگ مرتبہ کیا ہو) ایک ایک دَم واجب ہوگا اور طواف کو بارہ ذی الحجہ سے مؤخر کرنے کی وجہ سے ایک دَم مزید واجب ہوگا۔[1]

مسئلہ ۸ اگر طوافِ قدوم یا طوافِ وَداع کا ایک چکر یا دو تین چکر چھوڑے تو ہر چکر کے بدلے پورا صدقہ واجب ہوگا اور اگر چار چکر یا زیادہ چھوڑ دیے تو دَم واجب ہوگا اور طوافِ قدوم بالکل چھوڑنے کی وجہ سے کچھ واجب نہ ہوگا لیکن چھوڑنا مکروہ اور برا ہے اور طوافِ زیارت کا ایک، دو یا تین چکر چھوڑنے سے دَم واجب ہوگا۔

مسئلہ ۹ اگر پوری سعی یا سعی کے اکثر چکر بلا عذر چھوڑے یا بلا عذر سوار ہو کر کیے تو حج ہو گیا، لیکن دَم واجب ہوگا اور پیدل اعادہ کرنے سے دَم ساقط ہو جائے گا اور اگر عذر کی وجہ سے سوار ہو کر سعی کی تو کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر کسی عذر کے بغیر سعی کے ایک یا دو یا تین چکر چھوڑ دیے یا سوار ہو کر کیے تو ہر چکر کے بدلے صدقہ لازم ہوگا۔

مسئلہ ۱۰ اگر عرفات سے غروب سے پہلے نکل گیا تو دَم واجب ہوگا، البتہ اگر غروب سے پہلے عرفات میں واپس آ گیا تو دَم ساقط ہو جائے گا اور اگر غروب کے بعد آیا تو دَم ساقط نہ ہوگا۔

مسئلہ ۱۱ مزدلفہ میں نویں اور دسویں تاریخ کی درمیانی رات گزارنا سنت ہے اور صبح صادق ہو جانے کے بعد مزدلفہ میں تھوڑی سی دیر رہنا واجب ہے۔ اگر کوئی شخص عرفات سے سیدھا منیٰ کو چلا جائے تو سنت اور واجب دونوں کا چھوڑنا لازم آئے گا اور اگر رات کو مزدلفہ میں رہ کر صبح صادق سے پہلے منیٰ چلا جائے تو واجب چھوڑنا لازم آئے گا، دونوں صورتوں میں

(۱) الدر المختار: ۳/ ۲۷۷

واجب چھوڑنے کی وجہ سے دَم واجب ہوگا۔ بہت سے لوگ مزدلفہ کی رات میں صبح صادق ہونے سے گھنٹہ دو گھنٹہ پہلے ہی نمازِ فجر پڑھ کر منیٰ کے لیے روانہ ہوجاتے ہیں، ان لوگوں پر نمازِ فجر چھوڑنے کا گناہ بھی ہوتا ہے (کیونکہ وقت سے پہلے نماز نہیں ہوتی) اور صبح صادق کے بعد وقوفِ مزدلفہ چھوڑ دینے کی وجہ سے دَم بھی واجب ہوتا ہے۔

﴿مسئلہ۱۲﴾ اگر چاروں دن کی رَمی بالکل چھوڑ دے یا ایک روز کی ساری رَمی نہ کرے (اگرچہ دسویں تاریخ ہی کی ہو) یا ایک روز کی رَمی میں سے اکثر چھوڑ دے، مثلاً: دسویں کی رَمی سے چار کنکریاں یا گیارہ، بارہ، تیرہ، تاریخ کی رَمی سے گیارہ کنکریاں چھوڑ دے تو سب صورتوں میں ایک دَم واجب ہوگا اور اگر ایک دن کی رَمی سے تھوڑی سے کنکریاں چھوڑ دے، مثلاً: تین کنکریاں یا اس سے کم دسویں کو اور دس کنکریاں یا اس سے کم دوسرے دنوں میں چھوڑ دے تو ہر کنکری کے بدلے پورا صدقہ واجب ہوگا، البتہ اگر مجموعہ ایک دَم کے برابر ہوجائے تو کچھ کم کردے۔

تنبیہ:

جو شخص ایسا مریض ہو کہ کھڑے ہوکر نماز نہیں پڑھ سکتا یا چلنے سے معذور ہو جس کے لیے سواری یا کسی ایسے شخص کا انتظام نہیں ہوسکتا جو اسے اٹھا کر لے جائے اور رَمی کرادے تو ایسے شخص کی طرف سے بطور نیابت رَمی کی جاسکتی ہے۔ بہت سے لوگ بھیڑ دیکھ کر تن آسانی کی وجہ سے یا جلدی سفر کرنے کی وجہ سے دوسروں کو نائب بنادیتے ہیں، اسی طرح یہ رواج ہوگیا ہے کہ عورتوں کی طرف سے مرد ہی رَمی کردیتے ہیں حالانکہ عورتیں مریض یا اپاہج نہیں ہوتیں۔ ان سب صورتوں میں جس کی طرف سے بھی نیابۃً رَمی کی گئی اس پر دَم واجب ہوگیا۔ دسویں، گیارہویں اور بارہویں کی رَمی آنے والی صبح صادق تک ہوسکتی ہے۔ عورتیں، ضعیف لوگ اور بھیڑ سے گھبرانے والے رات کو رَمی کرلیں۔ رَمی ہرگز نہ چھوڑیں، جس کو نائب بنانا جائز نہیں وہ اگر نائب بنادے گا اور خود رَمی نہ کرے گا تو یہ رَمی نہ کرنے کے مترادف ہوگا جس سے دَم واجب ہوگا۔

فائدہ:

اگر تیرہویں تاریخ کی صبح صادق ہونے سے پہلے منیٰ کی حدود سے نکل جائے تو تیرہویں کی رَمی واجب نہیں رہتی، اس کا چھوڑ دینا جائز ہے مگر بارہویں کا سورج غروب ہوجانے کے بعد تیرہویں کی رَمی کیے بغیر منیٰ سے جانا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ۱۳﴾ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا دسویں کی رَمی صبح صادق تک جائز ہے، اگر کوئی شخص اس پر عمل کرے تو مفرد کو اس سے پہلے حلق جائز نہ ہوگا اور متمتع اور قارن کو اس سے پہلے ذبح اور حلق جائز نہ ہوگا۔ ان کا احرام سے نکلنا مؤخر ہوجائے گا،

البتہ چونکہ طوافِ زیارت اور ان چیزوں میں ترتیب واجب نہیں، اس لیے اگر طوافِ زیارت رَمی، حلق اور ذبح سے پہلے کرلیں گے تو کچھ واجب نہ ہوگا۔

﴿مسئلہ ۱۴﴾ اگر عمرہ کے احرام سے نکلنے کے لیے حرم سے باہر سر منڈوایا یا حج کے احرام سے نکلنے کے لیے حرم سے باہر سر منڈوایا یا ایام نحر کے بعد سر منڈوایا تو ہر صورت میں دَم واجب ہوگا اور اگر حج میں ایامِ نحر کے بعد حرم سے باہر سر منڈوایا تو دو دَم واجب ہوں گے، ایک حرم سے باہر سر منڈوانے کا اور دوسرا تاخیر کا۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ عمرہ کرنے والا یا حج کرنے والا اگر حدودِ حرم سے نکل جائے اور پھر حرم میں واپس آکر سر منڈوائے تو کچھ واجب نہ ہوگا، لیکن اگر حاجی ایام نحر کے بعد حرم میں آکر سر منڈوائے گا تو ایک دَم تاخیر کا واجب ہوگا۔

﴿مسئلہ ۱۶﴾ اگر مفرد، قارن یا متمتع نے رَمی سے پہلے سر منڈایا یا قارِن اور متمتع نے ذبح سے پہلے سر منڈوایا یا قارِن اور متمتع نے رَمی سے پہلے ذبح کیا تو دَم واجب ہوگا کیونکہ ان چیزوں میں ترتیب واجب ہے۔ مفرد کے لیے صرف رَمی اور سر منڈوانے میں ترتیب واجب ہے کیونکہ ذبح اس پر واجب نہیں اور قارِن و متمتع پر تینوں (یعنی رَمی، ذبح اور سر منڈوانے) میں ترتیب واجب ہے۔ اوّل رَمی کریں، اس کے بعد ذبح کریں اور اس کے بعد سر منڈوائیں، اگر آگے پیچھے کردیا تو دَم واجب ہوگا۔ واضح رہے کہ اس سے دسویں تاریخ کی رَمی مراد ہے۔

سِلا ہوا کپڑا پہننا:

مرد کے لیے احرام میں جو سِلا ہوا کپڑا پہننا منع ہے، اس سے مراد ہر وہ کپڑا ہے جو پورے بدن کی ساخت یا کسی عضو کی ساخت پر بنایا جائے اور پورے بدن یا کسی عضو کا احاطہ کرے، چاہے سلائی کے ذریعے سے یہ صورت پیدا ہو یا کسی چیز سے چپکا کر یا بُنائی کے ذریعہ یا اور کسی طریقے سے۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ اِحرام کی حالت میں کرتہ، پائجامہ، اچکن، صدری، بنیان، پینٹ، ہاف پینٹ، انڈر وئیر، یہ سب مرد کے لیے پہننا منع ہے۔

﴿مسئلہ ۱۸﴾ مرد نے احرام کی حالت میں سِلا ہوا کپڑا اسی طرح پہنا جس طرح اس کو عام طور سے پہنا جاتا ہے تو اگر پورے ایک دن یا ایک رات پہنا ہے تو دَم واجب ہوگا اور اس سے کم میں اگرچہ ایک گھنٹہ پہنا ہو تو نصف صاع صدقہ واجب ہوگا اور ایک گھنٹہ سے کم پہنا ہو تو ایک مٹھی گندم (یا اس کی قیمت) صدقہ دے دے اور اگر ایک روز سے زیادہ پہنے رہا تب بھی ایک ہی دَم ہے اگرچہ کئی دن پہنے رہا ہو۔

فائدہ:

ایک دن یا ایک رات سے مراد ایک دن یا رات کی مقدار ہے، چاہے پورا دن یا پوری رات نہ ہو، مثلاً: اگر کسی نے آدھے دن سے آدھی رات تک یا آدھی رات سے آدھے دن تک پہنا تب بھی دَم واجب ہوگا۔ خوشبو کے بیان میں جو ایک دن یا ایک رات کا ذکر آرہا ہے اس سے بھی یہی مراد ہے۔

مسئلہ ۱۹ سارا دن یا ساری رات کپڑا پہن کر دَم دے دیا اور کپڑا اتارا نہیں بلکہ پہنے ہی رہا تو دوسرا دَم دینا ہوگا اور اگر دَم نہیں دیا اور کئی روز پہن کر اتارا تو ایک ہی دَم واجب ہوگا۔

مسئلہ ۲۰ سِلا ہوا کپڑا پہن کر اِحرام باندھا اور ایک دن یا ایک رات پہنے رہا تو دَم واجب ہے اور اس سے کم میں صدقہ واجب ہے۔

مسئلہ ۲۱ اگر کرتہ کو چادر کی طرح لپیٹ لیا یا لنگی کی طرح باندھ لیا یا شلوار کو لپیٹ لیا تو کچھ واجب نہ ہوگا۔ سلے ہوئے کپڑے پہننے کا جو طریقہ ہے اس طرح پہننے سے جزا واجب ہوتی ہے۔

مسئلہ ۲۲ چوغہ یا قبا مونڈھوں پر ڈال لی اور بٹن نہیں لگائے اور نہ ہاتھ آستینوں میں ڈالے تو کچھ واجب نہ ہوگا، لیکن اس طرح پہننا مکروہ ہے اور اگر بٹن لگائے یا ہاتھ آستینوں میں ڈال لیے تو ایک دن یا ایک رات پہننے کی صورت میں دَم اور اس سے کم میں صدقہ واجب ہوگا۔

مسئلہ ۲۳ چادر کو رسی وغیرہ سے باندھنے سے کچھ واجب نہ ہوگا لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۲۴ چادر یا لنگی اگر درمیان سے سلی ہوئی ہو تو جائز ہے مگر افضل یہ ہے کہ اِحرام کا کپڑا بالکل سِلا ہوا نہ ہو۔

مسئلہ ۲۵ پاسپورٹ یا رقم کی حفاظت کے لیے بیلٹ باندھنا جائز ہے۔

مسئلہ ۲۶ اِحرام میں کمبل، لحاف اور چادر استعمال کرنا درست ہے۔

مسئلہ ۲۷ اگر ایک محرِم نے دوسرے محرِم کو کپڑا پہنا دیا تو پہنانے والے پر جزا نہیں لیکن اس کو گناہ ہوگا اور پہننے والے پر جزا واجب ہوگی۔

مسئلہ ۲۸ عورت کے لیے چونکہ سِلا ہوا کپڑا پہننا اِحرام میں جائز ہے، اس لیے اس کے پہننے سے اس پر کچھ واجب نہیں ہوتا۔

مسئلہ ۲۹ موزے، بوٹ اور جوتا پہننا اِحرام میں منع ہے۔ اگر ہوائی چپل نہ ہوں تو ان کو بیچ قدم کی ابھری ہوئی ہڈی

کے نیچے سے کاٹ کر پہننا جائز ہے، ایسا کرنے سے کوئی جزا واجب نہ ہوگی۔ اگر کاٹے بغیر ایسا جوتا یا موزہ پہنا جو بیچ قدم کی ہڈی تک کو ڈھانک لے تو ایک دن یا ایک رات پہننے سے دَم واجب ہوگا اور اس سے کم میں صدقہ واجب ہوگا۔

سر اور چہرہ ڈھانکنا:

مسئلہ ۳۰ مرد کو اِحرام میں سر اور منہ دونوں ڈھانکنا منع ہے اور عورت کے لیے صرف چہرہ ڈھانکنا منع ہے، تو اگر مرد نے اِحرام کی حالت میں سارا سر یا سارا چہرہ یا چوتھائی سر یا چوتھائی چہرہ کسی ایسی چیز سے ڈھانکا جس سے عادۃً ڈھانکتے ہیں، جیسے: عمامہ، ٹوپی یا اور کوئی کپڑا سلا ہوا یا بغیر سلا سوتے میں یا جاگتے میں، قصداً ہو یا بھول کر، خوشی سے ہو یا زبردستی سے، خود ڈھانکا ہو یا کسی دوسرے نے ڈھانک دیا ہو، عذر سے ہو یا بلا عذر بہرصورت جزا واجب ہوگی۔ اگر ایک دن یا ایک رات مکمل یا اس سے زیادہ سر یا چہرہ یا ان کا چوتھائی حصہ ڈھانکا یا عورت نے پورا چہرہ یا چوتھائی چہرہ ڈھانکا تو ایک دَم واجب ہوگا اور اگر چوتھائی حصہ سے کم ڈھانکا یا ایک دن یا ایک رات سے کم ڈھانکا تو صدقہ واجب ہوگا۔

مسئلہ ۳۱ اگر سر کو ایسی چیز سے چھپایا کہ عادت اور معمول اس سے چھپانے کا نہیں ہے (جیسے: طشت، ٹوکرا، پتھر، ڈھیلا، لوہا، تانبا، پیتل، چاندی، سونا، لکڑی، شیشہ وغیرہ) تو اس سے کچھ واجب نہ ہوگا، پورا سر اور چہرہ چھپایا ہو یا اس سے کم۔

بال مونڈنا اور کترنا:

مسئلہ ۳۲ محرِم نے اگر چوتھائی سر یا چوتھائی ڈاڑھی یا اس سے زیادہ کے بال اِحرام کھولنے کے وقت سے پہلے ختم کیے یا کرائے تو دَم واجب ہوگا اور اس سے کم میں صدقہ واجب ہوگا۔

مسئلہ ۳۳ عورت نے اگر حلال ہونے کے وقت سے پہلے ایک انگل کے برابر چوتھائی سر یا اس سے زیادہ کے بال کتروائے تو دَم واجب ہوگا اور چوتھائی سے کم میں صدقہ۔

مسئلہ ۳۴ تمام گردن یا ایک پوری بغل یا زیرِ ناف سے بال صاف کرنے سے دَم واجب ہوگا اور اس سے کم میں صدقہ واجب ہوگا۔

مسئلہ ۳۵ پورا سینہ، پوری ران یا پوری پنڈلی کے بال مونڈے یا دونوں لبیں کتروائیں تو صرف صدقہ ہے۔

مسئلہ ۳۶ ایک بیٹھک میں سر، ڈاڑھی اور دونوں بغلوں یا تمام بدن کے بال منڈوائے تو ایک ہی دَم واجب ہوگا اور اگر مختلف جگہوں میں منڈوائے تو ہر ایک جگہ کا علیحدہ حکم ہوگا اور ہر ایک کی جزا کا مستقل اعتبار ہوگا۔

مسئلہ ۳۷ سر منڈایا اور دَم دے دیا اور اس کے بعد خدانخواستہ ڈاڑھی منڈائی تو اب پھر دوسرا دَم واجب ہوگا۔

﴿مسئلہ ۳۸﴾ اگر چار جگہوں میں چوتھائی چوتھائی سر منڈایا اور بیچ میں کفارہ نہیں دیا تو ایک ہی دَم واجب ہوگا۔

﴿مسئلہ ۳۹﴾ متفرق جگہ سے تھوڑا تھوڑا سر منڈایا تو اگر سب جگہ کا مجموعہ چوتھائی سر کے برابر ہو جائے تو دَم ورنہ صدقہ واجب ہوگا۔

﴿مسئلہ ۴۰﴾ روٹی پکاتے ہوئے تین بال جل گئے تو ایک مٹھی گیہوں صدقہ دیدے اور اگر مرض کی وجہ سے گر گئے یا سوتے ہوئے جل گئے تو کچھ واجب نہیں۔

﴿مسئلہ ۴۱﴾ اگر وضو کرتے ہوئے یا خلال کرتے ہوئے سر یا ڈاڑھی کے تین بال گر گئے تو ایک مٹھی گندم صدقہ دے دے اور اگر خود اکھاڑے تو ہر بال کے بدلے ایک مٹھی گندم صدقہ دے دے اور اگر تین بال سے زائد اکھاڑے تو آدھا صاع صدقہ کرنا واجب ہوگا۔

﴿مسئلہ ۴۲﴾ محرم نے اگر دوسرے محرم کا چوتھائی سر مونڈھ دیا تو مونڈنے والے پر صدقہ اور منڈانے والے پر دَم واجب ہے۔

﴿مسئلہ ۴۳﴾ اگر مُحرم کسی غیر مُحرم کا سر مونڈے تو غیر مُحرم پر کچھ نہیں، محرم کچھ تھوڑا سا صدقہ دے دے اور اگر غیر مُحرم نے مُحرم کا سر مونڈا تو مُحرم پر دَم واجب ہے اور غیر مُحرم پر مکمل صدقہ یعنی نصف صاع گندم واجب ہے۔

﴿مسئلہ ۴۴﴾ محرم نے اگر محرم یا غیر محرم کی مونچھ مونڈی یا کتری یا ناخن کاٹا تو جو چاہے صدقہ کر دے۔

﴿مسئلہ ۴۵﴾ بال مونڈنا، کترانا، اکھاڑنا، بال صفا کریم یا پاؤڈر سے ختم کرنا، جلانا سب کا ایک ہی حکم ہے، جزا میں کچھ فرق نہیں۔

﴿مسئلہ ۴۶﴾ خود بال مونڈے یا منڈوائے، زبردستی سے یا خوشی سے، قصداً یا بھول کر، سب صورتوں میں جزا واجب ہوگی۔

ناخن کاٹنا:

﴿مسئلہ ۴۷﴾ اگر ایک ہاتھ یا ایک پاؤں یا دونوں ہاتھ یا دونوں پاؤں یا چاروں ہاتھ پاؤں کے ناخن ایک مجلس میں کاٹے تو ہر صورت میں ایک دَم لازم ہوگا اور اگر چاروں اعضاء کے ناخن چار مجلسوں میں کاٹے تو چار دَم لازم ہوں گے۔ اسی طرح اگر ایک مجلس میں ایک ہاتھ کے ناخن کاٹے اور دوسری مجلس میں دوسرے ہاتھ کے کاٹے تو دو دَم لازم ہوں گے۔

﴿مسئلہ ۴۸﴾ اگر پانچ ناخن سے کم کاٹے یا پانچ ناخن متفرق کاٹے، مثلاً: دو ایک ہاتھ کے اور تین دوسرے کے یا سولہ

ناخن اس طرح کاٹے کہ ہر ہاتھ اور ہر پاؤں کے چار ناخن کاٹ دیے تو تینوں صورتوں میں ہر ناخن کے بدلے پورا صدقہ (نصف صاع گندم) واجب ہوگا، لیکن اگر سب ناخنوں کا صدقہ دَم کی قیمت کے برابر ہو جائے تو کچھ کم کر دے تاکہ دَم کی قیمت سے کم ہو جائے اور قلیل وکثیر کا ایک حکم نہ ہو۔

﴿مسئلہ ۴۹﴾ ٹوٹے ہوئے ناخن کو توڑنے سے کچھ واجب نہ ہوگا۔

خوشبو اور تیل لگانا:

خوشبو ہر وہ چیز ہے جس سے اچھی بو آتی ہو اور اس کو خوشبو کے طور پر استعمال کیا جاتا ہو یا اس سے خوشبو تیار کی جاتی ہو اور اہل عقل اس کو خوشبو شمار کرتے ہوں، جیسے: مشک، کافور، عنبر، صندل، گلاب، زعفران، حنا، لوبان، بنفشہ، بیلا، نرگس، تل کا تیل، زیتون کا تیل، عود، ایسنس اور دیگر عطریات وخوشبودار چیزیں۔ خوشبو لگانے سے مراد بدن یا کپڑے پر خوشبو کا اس طرح لگ جانا ہے کہ بدن اور کپڑے سے خوشبو آنے لگے، اگرچہ خوشبو کا کوئی جز نہ لگے۔

﴿مسئلہ ۵۰﴾ پھول اور خوشبودار پھل سونگھنے سے کوئی جزا واجب نہیں ہوتی، لیکن سونگھنا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۵۱﴾ محرم کے لیے خوشبو کا استعمال بدن، لنگی، چادر، بستر اور سب کپڑوں میں ممنوع ہے۔ اسی طرح خوشبودار خضاب یا دوا یا تیل لگانا یا کسی خوشبودار چیز سے بدن اور بالوں کو دھونا اور خوشبو کھانا پینا سب ممنوع ہے۔

﴿مسئلہ ۵۲﴾ مرد اور عورت دونوں کے لیے خوشبو کا استعمال اِحرام کی حالت میں ممنوع ہے۔

﴿مسئلہ ۵۳﴾ عاقل بالغ محرم نے کسی بڑے عضو، جیسے: سر، پنڈلی، ڈاڑھی، ران، ہاتھ یا ہتھیلی پر خوشبو لگائی یا ایک عضو سے زیادہ پر لگائی تو دَم واجب ہوگا، اگرچہ لگاتے ہی فوراً ختم کر دی ہو یا دھو دی ہو اور اگر پورے بڑے عضو پر نہیں لگائی بلکہ تھوڑے پر یا اکثر حصے پر لگائی یا کسی چھوٹے عضو، جیسے: ناک، کان، آنکھ، انگلی پر لگائی تو صدقہ واجب ہوگا۔

﴿مسئلہ ۵۴﴾ عضو کے چھوٹے بڑے ہونے کا اعتبار اس وقت ہے جب خوشبو تھوڑی ہو۔ اگر خوشبو زیادہ ہو تو اگر بڑے عضو کے تھوڑے حصہ میں یا چھوٹے عضو پر لگائے گا تب بھی دَم واجب ہوگا اور تھوڑی یا زیادہ کے بارے میں عرف پر مدار ہوگا، جس کو عرف میں زیادہ سمجھا جائے وہ زیادہ ہوگی اور جس کو تھوڑی سمجھا جائے وہ تھوڑی ہوگی اور اگر کوئی عرف نہ ہو تو جس کو دیکھنے والا یا خود لگانے والا زیادہ سمجھے وہ زیادہ ہے اور جس کو وہ کم سمجھے وہ کم ہے۔

﴿مسئلہ ۵۵﴾ کپڑے میں خوشبو لگائی یا خوشبو لگا ہوا کپڑا پہن لیا تو اگر ایک مربع بالشت (یعنی ایک بالشت لمبائی چوڑائی) میں خوشبو لگی ہے تو صدقہ واجب ہوگا اور اگر اس سے زیادہ میں خوشبو لگی ہو اور اس کو ایک دن مکمل یا ایک رات مکمل

پہنے رہا تو دَم واجب ہوگا اور اگر پورا ایک دن یا ایک رات نہیں پہنا تو صدقہ واجب ہوگا۔ یہ اس وقت ہے جبکہ خوشبو زیادہ نہ ہو اور اگر خوشبو زیادہ ہوگی تو دَم واجب ہوگا، اگرچہ ایک بالشت سے کم ہو۔

مسئلہ ۵۶ اگر خوشبو لگا ہوا کپڑا ایسا سلا ہوا تھا جو محرم کو پہننا منع ہے تو اس صورت میں دو جنایتیں شمار ہوں گی۔ ایک خوشبو کی اور ایک سلا ہوا کپڑا پہننے کی، اس لیے دو جزائیں واجب ہوں گی۔

مسئلہ ۵۷ اگر بہت سی خوشبو کھائی یعنی اتنی کہ منہ کے اکثر حصہ میں لگ گئی تو دَم واجب ہوگا اور اگر تھوڑی کھائی یعنی منہ کے اکثر حصہ میں نہ لگی تو صدقہ واجب ہے۔ یہ اس وقت ہے جبکہ خالص خوشبو کھائے اور اگر اس کو کسی کھانے میں ڈال کر پکایا تو کچھ واجب نہیں، اگرچہ خوشبو کی چیز غالب ہو اور اگر پکا ہوا کھانا نہ ہو تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر خوشبو کی چیز غالب ہے تو دَم واجب ہے اگرچہ خوشبو بھی نہ آتی ہو اور اگر مغلوب ہے تو دَم یا صدقہ نہیں، اگرچہ خوشبو خوب آتی ہو لیکن مکروہ ہے۔

مسئلہ ۵۸ دارچینی، گرم مصالحہ وغیرہ کھانے میں ڈال کر پکانا اور کھانا جائز ہے۔

مسئلہ ۵۹ پینے کی چیز میں مثلاً: چائے وغیرہ میں خوشبو ملائی تو اگر خوشبو غالب ہے تو دَم ہے اور اگر مغلوب ہے تو صدقہ ہے لیکن اگر کئی مرتبہ پیا تو دَم واجب ہوگا۔ پینے کی چیز کو خوشبو ڈال کر پکائے، یا بغیر پکائے خوشبو ملا دی گئی ہو، بہرصورت جزا واجب ہوتی ہے۔

مسئلہ ۶۰ لیمن سوڈا یا اور کوئی پانی کی بوتل یا شربت جس میں خوشبو نہ ملائی گئی ہو احرام کی حالت میں پینی جائز ہے اور جس بوتل میں خوشبو ملی ہوئی ہو، اگرچہ برائے نام ہو وہ اگر پی لی جائے تو صدقہ واجب ہوگا۔

مسئلہ ۶۱ زیتون یا تل کا خالص تیل اگر بڑے عضو یا اس سے زیادہ پر خوشبو کے طور پر لگایا تو دَم واجب ہے اور اگر اس سے کم پر لگایا تو صدقہ واجب ہے اور اگر اس کو کھالیا یا دوا کے طور پر لگایا تو کچھ بھی واجب نہیں۔

مسئلہ ۶۲ زیتون یا تل کا تیل زخم پر یا ہاتھ پاؤں کی بوائیوں میں لگایا یا ناک کان میں ٹپکایا تو نہ دَم ہے نہ صدقہ۔

مسئلہ ۶۳ تل یا زیتون کے تیل میں اگر خوشبو ملی ہوئی ہے جیسے: گلاب اور چنبیلی وغیرہ کے پھول ڈال دیے جاتے ہیں اور اس کو روغن گلاب یا چنبیلی کہتے ہیں یا کوئی اور خوشبودار تیل اگر ایک بڑے عضو کامل پر لگایا جائے گا تو دَم اور اس سے کم میں صدقہ واجب ہوگا۔

مسئلہ ۶۴ غیر خوشبودار سرمہ لگانا جائز ہے اور اگر خوشبودار ہو تو اس کے لگانے سے صدقہ واجب ہوگا، لیکن اگر دو

مرتبہ سے زیادہ لگایا تو دَم واجب ہوگا۔

﴿مسئلہ ۶۵﴾ اگر سارے یا چوتھائی سر پر مہندی لگائی اور مہندی پتلی لگائی، خوب گاڑھی نہیں لگائی تو ایک دَم واجب ہوگا اور اگر گاڑھی گاڑھی لگائی تو دو دَم واجب ہوں گے، بشرطیکہ ایک دن یا ایک رات لگائے رکھا ہو۔ ایک دَم خوشبو لگانے کی وجہ سے اور دوسرا سر ڈھانکنے کی وجہ سے۔ یہ حکم مرد کے لیے ہے، عورت پر ایک ہی دَم واجب ہوگا کیونکہ اس کے لیے سر ڈھانکنا ممنوع نہیں ہے۔

﴿مسئلہ ۶۶﴾ ساری ڈاڑھی یا ہتھیلی پر مہندی لگانے سے بھی دَم واجب ہوتا ہے۔

﴿مسئلہ ۶۷﴾ اگر درد سر کی وجہ سے خضاب لگایا تب بھی جزا واجب ہوگی۔

﴿مسئلہ ۶۸﴾ محرم مرد وعورت اگر ہتھیلی پر مہندی لگائے تو دَم واجب ہوگا۔

﴿مسئلہ ۶۹﴾ عطر والے کی دکان پر بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں، البتہ سونگھنے کی نیت سے بیٹھنا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۷۰﴾ اگر ایک محرم دوسرے محرم کو خوشبو لگائے تو لگانے والے پر کوئی جزا نہیں، لگوانے والے پر جزا ہے لیکن لگانے والے کے لیے یہ حرام ہے کہ محرم کے بدن یا کپڑے کو خوشبو لگائے۔

تنبیہ:

محرم کے بدن یا کپڑے میں خوشبو لگ جائے تو اس کو فوراً بدن اور کپڑے سے ختم کرنا واجب ہے۔ اگر کفارہ دے دیا اور خوشبو کو ختم نہیں کیا تو دوسری جزا واجب ہو جائے گی اور اس خوشبو کو اگر کوئی غیر محرم شخص موجود ہو تو اس سے دھلوائے، خود نہ دھوئے یا خود پانی بہا دے اور اس کو ہاتھ نہ لگائے تاکہ دھوتے ہوئے خوشبو کا استعمال نہ ہو۔

عذر کی وجہ سے جنایت کرنا:

کسی عذر کی مجبوری سے خوشبو استعمال کر لی یا مرد نے سلا ہوا کپڑا پہنا، یا سر یا چہرہ ڈھانکا یا بال کاٹے یا ناخن تراشے (مرد ہو یا عورت) تو اس میں جزا واجب ہوگی، لیکن بغیر عذر ان میں سے کسی جنایت کے ارتکاب کرنے اور عذر کی وجہ سے کرنے میں فرق ہے۔ عذر کے بغیر کیا تو دَم یا صدقہ اس تفصیل کے ساتھ واجب ہے جو گزر چکی ہے اور اس میں روزے نہیں رکھے جا سکتے اور حالتِ عذر میں یہ آسانی ہے کہ جن صورتوں میں دَم واجب ہوتا ہے ان میں یہ بھی اختیار ہے کہ دَم دیدے یا تین صاع گندم چھ مسکینوں کو دیدے یا تین روزے رکھ لے اگرچہ مالدار ہو۔ جن صورتوں میں صدقہ واجب ہے ان میں حالتِ عذر میں اختیار ہے کہ روزہ رکھ لے یا صدقہ دے دے۔

فائدہ:

ہر قسم کا بخار، سخت سردی، سخت گرمی، زخم، پھوڑا پھنسی، پورے سر یا آدھے سر کا درد، سر میں جوؤں کی کثرت، بوجہ مجبوری زخم کے اردگرد کے بال مونڈنا یہ سب عذر میں داخل ہیں۔

بوس وکنار یا جماع کرنا:

﴿مسئلہ ۱۷﴾ حج کا اِحرام ہو یا عمرہ کا جب تک اصول شریعت کے مطابق وہ ختم نہ ہوجائے اس وقت تک میاں بیوی والے تعلقات یعنی جماع کرنا یا شہوت سے چھونا یا لپٹانا حرام ہے۔

﴿مسئلہ ۲۷﴾ اگر کسی محرم نے جماع کیا اور عضو مخصوص کا سرا داخل ہوگیا، قصداً ہو یا بھول کر، انزال ہو یا نہ ہو اور وقوفِ عرفہ سے پہلے ایسا کرلیا تو حج فاسد ہوگیا اور دونوں میں سے جو بھی اِحرام میں تھا اس پر ایک دَم واجب ہوگیا اور اگر دونوں محرم تھے تو دونوں پر ایک ایک دَم واجب ہوگیا اور باوجود اس کے کہ حج فاسد ہوگیا پھر بھی افعالِ حج صحیح حج کے جیسے ادا کرنے ہوں گے اور اِحرام کے ممنوعات سے بھی بچنا لازم ہوگا۔ اگر کوئی جنایت ہوجائے گی تو اس کی جزا حسبِ قانون واجب ہوگی جس کی تفصیلات اوپر گزرچکی ہیں اور آیندہ سال حج کی قضا بھی واجب ہوگی، اگرچہ فاسد کیا ہوا حج نفل ہی ہو اور اب یہ محرم حج کے افعال ادا کیے بغیر اِحرام سے نہیں نکلے گا۔ اگر جماع کے علاوہ کوئی اور ایسی حرکت کی جس سے انزال ہوگیا تب بھی دَم واجب ہوگا لیکن اس سے حج فاسد نہیں ہوگا۔ اگر وقوف عرفات کے بعد سر منڈانے اور طوافِ زیارت سے پہلے جماع کیا تو حج فاسد نہ ہوگا لیکن پوری ایک گائے یا پورے ایک اونٹ کی قربانی واجب ہوگی، بکری کافی نہ ہوگی۔

﴿مسئلہ ۳۷﴾ اگر وقوفِ عرفات اور سر منڈانے کے بعد طوافِ زیارت سے پہلے یا طوافِ زیارت کے بعد سر منڈانے سے پہلے جماع کیا تو ایک دَم واجب ہوگا اور حج فاسد نہ ہوگا۔

﴿مسئلہ ۴۷﴾ جس شخص نے قران کا اِحرام باندھا تھا اگر وہ طوافِ عمرہ اور وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کرلے تو حج وعمرہ دونوں فاسد ہوگئے اور دَمِ قران ساقط ہوگیا اور دو دَم حج وعمرہ کے فاسد ہونے کی وجہ سے لازم ہوگئے اور حج وعمرہ دونوں کی قضا لازم ہوگئی۔ اب حج اور عمرہ دونوں کے افعال پورے کرکے اِحرام سے نکلے اور حج وعمرہ کی قضا بھی کرے۔

﴿مسئلہ ۵۷﴾ اگر قارِن نے طوافِ عمرہ اور وقوفِ عرفہ کے بعد سر منڈانے اور طوافِ زیارت سے پہلے جماع کیا تو نہ حج فاسد ہوا اور نہ عمرہ، لیکن اِحرامِ حج میں ایسا کرنے کی وجہ سے ایک بدنہ اور اِحرام عمرہ کی وجہ سے ایک بکری واجب ہوگی اور دَمِ قران تو بدستور واجب رہے گا۔

﴿مسئلہ ۷۶﴾ اگر قارِن نے طواف عمرہ کے بعد وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کرلیا تو صرف حج فاسد ہوا، عمرہ فاسد نہ ہوا۔ حج کی قضا واجب ہوگی اور ایک بکری حج فاسد ہونے کی وجہ سے اور دوسری عمرہ کے اِحرام میں جماع کرنے کی وجہ سے واجب ہوگی اور دَم قِران ساقط ہو جائے گا۔

﴿مسئلہ ۷۷﴾ عمرہ کا اِحرام باندھنے کے بعد طواف شروع کرنے سے پہلے یا طواف کے چار پھیرے کرنے سے پہلے جماع کیا تو عمرہ فاسد ہوگیا اور ایک بکری واجب ہوگی۔ عمرہ کے تمام افعال پورے کر کے حلال ہو جائے اور پھر عمرہ کی قضا بھی کرے۔

﴿مسئلہ ۷۸﴾ اگر کسی عورت کا شہوت کے ساتھ بوسہ لے لیا یا لپٹا لیا یا شہوت کے ساتھ ہاتھ لگایا تو اس سے ایک دَم واجب ہوگا، اگرچہ انزال نہ ہو۔

﴿مسئلہ ۷۹﴾ احتلام ہو جائے تو اس سے کوئی دَم یا صدقہ واجب نہیں ہوتا، صرف غسل فرض ہوتا ہے۔ اگر اِحرام کی چادر میں ناپاکی لگ جائے تو اسے دھو ڈالے۔

میقات سے اِحرام کے بغیر آگے بڑھ جانا:

رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ کے چاروں طرف کچھ مقامات مقرر فرما دیے ہیں جہاں پہنچ کر حرم یا مکہ مکرمہ میں داخل ہونے والے کے لیے بغیر اِحرام کے آگے بڑھنا جائز نہیں ہے۔ ان جگہوں کو مواقیت کہتے ہیں، یہ مواقیت مکہ معظّمہ سے دور ہیں۔

ان مواقیت کے بعد مکہ معظّمہ کے چاروں طرف کچھ حدود مقرر ہیں، یہ حرم کی حدود ہیں۔ ان جگہوں میں علامات بنی ہوئی ہیں، حدودِ حرم کا فاصلہ ہر جانب مختلف ہے۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جاتے ہوئے مقامِ تنعیم پر حرم کی حد بنی ہوئی ہے۔ پہلے یہ جگہ مکہ مکرمہ سے تین میل تھی اب شہر مکہ وہاں تک پہنچ گیا ہے۔ جدہ کی طرف حد حرم دس میل پر ہے اور طائف، عراق اور یمن کی طرف سات میل اور جعرّانہ کی طرف نو میل ہے۔

مواقیت کے باہر پوری دنیا آفاق ہے، اس کے رہنے والے کو آفاقی کہتے ہیں اور مواقیت اور حدودِ حرم کے درمیان جو جگہ ہے اس کو حِل کہتے ہیں اور اس کے رہنے والوں کو حلی یا اہلِ حل کہتے ہیں اور حدودِ حرم کے اندر رہنے والوں کو اہلِ حرم کہتے ہیں۔

﴿مسئلہ ۸۰﴾ آفاق سے آنے والوں کو مکہ معظّمہ اور اس کے حدود میں بلا اِحرام کے داخلہ ممنوع ہے، یہ لوگ شرعاً میقات سے بغیر اِحرام کے نہیں گزر سکتے۔

﴿مسئلہ ۸۱﴾ جو شخص میقات سے بلا اِحرام گزر گیا وہ گنہگار ہوگا اور میقات کی طرف لوٹنا واجب ہوگا۔ اگر لوٹ کر میقات پر نہیں آیا اور میقات کے بعد ہی اِحرام باندھ لیا تو ایک دَم واجب ہوگا اور اگر میقات پر واپس آ کر اِحرام باندھا تو دَم ساقط ہو جائے گا، چاہے کسی بھی میقات پر واپس آ کر اِحرام باندھے۔

﴿مسئلہ ۸۲﴾ اگر میقات سے کوئی شخص اِحرام کے بغیر گزر گیا اور آگے جا کر اِحرام باندھ لیا اور مکہ مکرمہ پہنچنے سے پہلے میقات پر واپس آ گیا اور میقات پر آ کر تلبیہ پڑھ لیا تب بھی دَم ساقط ہو جائے گا اور اگر مکہ مکرمہ میں داخل ہو گیا اور طواف شروع کرنے سے پہلے میقات پر واپس آ کر تلبیہ پڑھ لیا تب بھی دَم ساقط ہو جائے گا۔

﴿مسئلہ ۸۳﴾ اگر میقات سے اِحرام کے بغیر گزر گیا اور پھر آگے جا کر اِحرام باندھ لیا اور میقات پر واپس نہیں آیا اور عمرہ کر لیا تو دَم ساقط نہ ہوگا۔

﴿مسئلہ ۸۴﴾ میقات کے باہر سے آنے والا جسے آفاقی کہتے ہیں اگر حرمِ مکہ میں یا مکہ مکرمہ میں اِحرام کے بغیر داخل ہو جائے تو اس پر ایک حج یا عمرہ کرنا واجب ہو جاتا ہے، اگر کئی مرتبہ اِحرام کے بغیر داخل ہوا ہو تو ہر دفعہ کے لیے ایک حج یا عمرہ لازم ہوگا۔ حج کا موقع تو سال بھر میں ایک ہی مرتبہ آتا ہے اور حج کے زمانہ میں حاضر ہونا قانونی پیچیدگیوں کی وجہ سے آسان بھی نہیں رہا، لہٰذا سہولت اس میں ہے کہ جتنی مرتبہ حرم میں یا مکہ مکرمہ میں اِحرام کے بغیر داخل ہوا ہے اتنی بار قضا کی نیت سے عمرہ کر لے۔

﴿مسئلہ ۸۵﴾ جو لوگ اہلِ حِل ہیں ان کو حرم میں اور مکہ معظمہ میں اِحرام کے بغیر داخل ہونا جائز ہے، اگر کوئی شخص آفاق سے آئے اور میقات سے گزرے اور اس کا ارادہ حِل میں کسی جگہ جانے کا ہو تو وہ بھی اہلِ حِل میں شمار ہو گیا اور اب وہ بھی اِحرام کے بغیر مکہ مکرمہ جا سکتا ہے۔ ایسا کرنے سے اس پر کوئی جزا لازم نہ ہوگی۔

﴿مسئلہ ۸۶﴾ حِل کا رہنے والا اگر عمرہ کرنا چاہے تو حِل سے ہی اِحرام باندھے اور جو شخص حرم میں ہو اور اسے عمرہ کرنا ہو تو حدودِ حرم سے باہر آ کر اِحرام باندھے۔

﴿مسئلہ ۸۷﴾ جو شخص آفاق سے آئے اور اس کا ارادہ مکہ مکرمہ سے پہلے مدینہ منورہ جانے کا ہے وہ میقات سے اِحرام کے بغیر گزر سکتا ہے، اب جب مدینہ منورہ سے عمرہ کے لیے آئے تو ''بیر علی'' سے اِحرام باندھے۔

﴿مسئلہ ۸۸﴾ بہت سے لوگ خالص حج یا عمرہ ہی کی نیت سے آفاق سے آتے ہیں اور میقات سے اِحرام نہیں باندھتے، جدہ آ کر اِحرام باندھتے ہیں، ان پر دَم واجب ہو جاتا ہے، ایسے حضرات میقات پر یا اس سے پہلے اِحرام باندھیں۔

اگر مکہ مکرمہ جانے سے پہلے جدہ میں ایک دو دن ٹھہرنا ہو تو اِحرام کی حالت ہی میں وقت گزاریں۔

خشکی کا جانور شکار کرنا:

حج یا عمرہ کا اِحرام باندھنے کے بعد خشکی کا جانور شکار کرنا حرام ہو جاتا ہے، حرم میں ہو یا غیر حرم میں، خود شکار کرنا یا کسی شکار کرنے والے کو بتانا کہ شکار وہ جا رہا ہے، یہ بھی حرام ہے، البتہ حالتِ اِحرام میں بحری جانور کا شکار کرنا جائز ہے۔

شکار مارنے اور شکاری کو بتانے سے جو جزا واجب ہوتی ہے اس میں بڑی تفصیلات ہیں۔ چونکہ عموماً ایسے واقعات پیش نہیں آتے اس لیے ہم ان تفصیلات کو ذکر نہیں کرتے، اگر کوئی ایسا واقعہ ہو جائے تو معتبر علماء سے معلوم کر کے عمل کریں۔

مسئلہ ۸۹ بعض جانور ایسے ہیں جن کو اِحرام میں مارنے سے جزا واجب نہیں ہوتی، مثلاً: بھیڑیا، کوا، چیل، بچھو، کتا (جو کاٹ کھانے والا ہو)، سانپ، چوہا، چیونٹی، مچھر، پسو، چیچڑی، گرگٹ، مکھی، چھپکلی، بھڑ، نیولا اور تمام حشرات الارض اور زہریلے جانور، البتہ جو چیز تکلیف نہ پہنچائے اس کا قتل کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ ۹۰ کبوتر کے مارنے سے جزا واجب ہوگی اگرچہ پالتو ہو۔

مسئلہ ۹۱ حالتِ اِحرام میں بکری، گائے، اونٹ، بھینس، مرغی، پالتو بطخ کا ذبح کرنا اور کھانا جائز ہے اور محرم کو جنگلی بطخ کا ذبح کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ شکار ہے۔

مسئلہ ۹۲ جو جانور دریا میں پیدا ہوا ہو اس کے مارنے سے کوئی جزا واجب نہیں، اگرچہ خشکی میں رہتا ہو، جیسے: مینڈک، کیکڑا، کچھوا، مچھلی وغیرہ لیکن دریائی جانوروں میں سے مچھلی کے علاوہ کسی دوسرے جانور کا کھانا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ ۹۳ اگر کسی نے ایک جوں ماری یا کپڑا دھوپ میں ڈال دیا تاکہ جوئیں مر جائیں یا جوئیں مارنے کے لیے کپڑا دھویا تو ایک جوں کے عوض روٹی کا ایک ٹکڑا یا ایک کھجور دے دے اور دو تین جوؤں میں ایک مٹھی گندم صدقہ کر دے اور تین جوؤں سے زائد چاہے کتنی ہی ہوں ان کے عوض پورا صدقہ (نصف صاع) گندم دیدے، لیکن اگر کپڑا دھوپ میں ڈال دیا یا دھویا اور جوئیں مارنے کی نیت سے ایسا نہیں کیا تھا پھر بھی مر گئیں تو کچھ واجب نہ ہوگا اور جو شخص اِحرام میں نہ ہو اس کے جوں مارنے سے کچھ واجب نہ ہوگا اگرچہ حرم میں ہو۔

مسئلہ ۹۴ ٹڈی بھی خشکی کے شکار کے حکم میں ہے، اِحرام میں اس کا مارنا جائز نہیں، ایک ٹڈی کے بدلے ایک کھجور دے دے۔

مسئلہ ۹۵ اگر ٹڈی حرم میں ہو تو حرم کی وجہ سے اس کا مارنا جائز نہیں، اگرچہ مارنے والا غیر محرم ہو۔

حرم کا شکار:

مکہ معظمہ پورا شہر حرم ہے اور اس کے باہر بھی چاروں طرف حرم ہے۔ حدودِ حرم پر ہر طرف نشانات لگادیے گئے ہیں، حرم کے سوا باقی جگہ کو ''حِل'' کہتے ہیں، قریب ترین حِل تنعیم ہے، جہاں مسجدِ عائشہ رضی اللہ عنہا ہے اور حرم کے لوگ وہاں عمرہ کا اِحرام باندھنے کے لیے جاتے ہیں۔ حرم کی حرمت کی وجہ سے حرم میں شکار کرنا اور حرم کا درخت یا گھاس کاٹنا ممنوع ہے۔ حج یا عمرہ کے لیے جو حضرات باہر سے آتے ہیں ان کو شکار کرنے یا درخت کاٹنے کی ضرورت پیش نہیں آتی، البتہ جو لوگ حدودِ حرم میں رہتے ہیں ان سے شکار کرنے یا درخت کاٹنے کی غلطی ہو جاتی ہے۔ پس جاننا چاہیے کہ حرم کے جانور کا شکار محرم اور غیر محرم دونوں پر حرام ہے۔

مسئلہ ۹۶ اگر محرم نے حرم کا شکار کیا تو صرف ایک ہی جزا اِحرام کی وجہ سے واجب ہوگی، حرم کی جزا اسی میں ادا ہو جائے گی۔

مسئلہ ۹۷ اگر محرم یا غیر محرم نے حِل کے شکار کو حرم میں داخل کیا تو وہ بھی حرم کے شکار میں شمار ہوگا اور اس کا چھوڑنا واجب ہوگا اور مارنے سے جزا واجب ہوگی۔

تنبیہ:

اگر حرم میں شکار کرنے کا کوئی واقعہ پیش آجائے تو معتبر علماء سے اس کی جزا معلوم کر کے عمل کریں۔

حرم کے درخت اور گھاس کاٹنا:

حرم کے درخت اور گھاس چار قسم کے ہیں:

اوّل وہ چیزیں جن کو لوگ عام طور سے بوتے ہیں اور کسی شخص نے اس کو حرم میں بویا یا لگایا ہو، جیسے: گندم، جو وغیرہ۔

دوسرے وہ کہ جس کو کسی نے بویا ہو لیکن عام طور سے لوگ اس کو بوتے نہیں، جیسے: پیلو وغیرہ۔

تیسرے وہ کہ خود اُگا ہو اور اس قسم سے ہو جس کو لوگ بوتے ہیں۔

چوتھے وہ کہ خود اُگا ہو اور لوگ عام طور سے اس کو نہ بوتے ہوں، جیسے: کیکر وغیرہ۔

ان چاروں قسموں میں سے پہلی تین قسموں کے درخت حرم میں کاٹنے کی وجہ سے کوئی جزا واجب نہیں ہوتی۔ ان کا کاٹنا، اکھاڑنا، کام میں لانا جائز ہے لیکن اگر کسی کی ملکیت ہو تو اس کی قیمت مالک کو دینی واجب ہوگی۔

چوتھی قسم کے درخت کا کاٹنا، اکھاڑنا محرم غیر محرم دونوں کے لیے حرام ہے، چاہے اس قسم کے درخت کسی کی مملوک زمین

میں ہوں یا غیر مملوک میں ہوں، البتہ خشک درخت کاٹنا جائز ہے۔

مسئلہ ۹۸ حرم کی گھاس یا درخت کاٹنے سے اس کی قیمت واجب ہوگی، اس قیمت سے غلہ خرید کر صدقہ کردے اور ہر مسکین کو نصف صاع گندم جہاں چاہے دیدے یا اگر اس قیمت سے جانور آسکتا ہے تو اسے حرم میں ذبح کردے اور ضمان ادا کرنے کے بعد گھاس اور لکڑی کاٹنے والے کی ملکیت ہو جائے گی اس کا استعمال جائز ہوگا اور اس کا فروخت کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔

مسئلہ ۹۹ حرم کے تر درخت سے مسواک بنانا بھی جائز نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۰۰ خیمہ لگانے یا تنور یا چولہا وغیرہ کھودنے سے یا سواری پر چلنے یا پیدل چلنے سے حرم کی گھاس یا لکڑی ٹوٹ جائے تو کچھ واجب نہیں۔

مسئلہ ۱۰۱ حرم کی گھاس میں جانوروں کو چرانا یا کاٹنا جائز نہیں ہے۔

عمرہ کا تفصیلی بیان

عمرہ کا مختصر بیان گزشتہ اوراق میں حج کے بیان میں آچکا ہے لیکن چونکہ آج کل عمرہ کے لیے صاحبِ استطاعت حضرات بکثرت سفر کرنے لگے ہیں اور اکثر مستقل سفر عمرہ ہی کا ہوتا ہے، اس لیے تفصیل کے ساتھ عمرہ کے فضائل، فرائض و واجبات اور طریقۂ ادائیگی اور اس کے ضروری مسائل درج کیے جاتے ہیں۔

فضائلِ عمرہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حج و عمرہ پے در پے کیا کرو، کیونکہ یہ تنگدستی اور گناہوں کو اس طرح دور کر دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے اور سونے چاندی کے میل کو دور کر دیتی ہے۔

حضورِ اقدس ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: ''جو لوگ حج و عمرہ کے سفر میں ہوں وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے افراد ہیں۔ (جو بطورِ مہمان کے شمار ہوتے ہیں) یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو قبول فرمائے اور مغفرت طلب کریں تو ان کی مغفرت فرمادے۔''

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔''

مسلم شریف کی ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''رمضان میں عمرہ میرے ساتھ حج کرنے کے

برابر ہے۔"

افعالِ عمرہ:

عمرہ میں چار کام کرنے ہوتے ہیں:

۱۔ میقات سے عمرہ کا اِحرام باندھنا، یعنی عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھنا۔

۲۔ مکہ معظمہ پہنچ کر طواف کرنا۔

۳۔ صفا مروہ کے درمیان سعی کرنا۔

۴۔ حلق یا قصر کرنا یعنی سعی سے فارغ ہو کر سر کے بال منڈوانا یا کٹوانا۔

فرائضِ عمرہ:

مذکورہ بالا افعال میں سے دو چیزیں فرض ہیں:

۱۔ عمرہ کا اِحرام باندھنا، جو عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھنے سے منعقد ہو جاتا ہے۔

۲۔ طواف کرنا۔

واجباتِ عمرہ:

اور عمرہ میں دو چیزیں واجب ہیں:

۱۔ صفا مروہ کے درمیان سعی کرنا۔

۲۔ سعی سے فارغ ہو کر سر کے بال کٹوانا یا منڈوانا۔

سننِ عمرہ:

طوافِ عمرہ میں رَمل اور اِضطباع مسنون ہے۔

حکمِ عمرہ:

عمرہ سنت مؤکدہ ہے، جس کسی مسلمان کو مکہ معظّمہ پہنچنے کی قدرت ہو اس کے لیے عمر بھر میں ایک مرتبہ عمرہ کرنا سنت مؤکدہ ہے اور ایک بار سے زیادہ عمرہ کرنا مستحب ہے۔

اوقاتِ عمرہ:

حج تو سال میں ایک ہی بار ہو سکتا ہے کیونکہ شرعاً اس کے لیے تاریخ مقرر ہے، اس کی ادائیگی کے لیے نویں ذی الحجہ کے

زوال کے بعد سے لے کر آنے والی رات کی صبح صادق ہونے سے پہلے اِحرام حج کی حالت میں عرفات پہنچنا لازم ہے۔ اگر اس وقت عرفات نہ پہنچا تو حج نہ ہوگا، چاہے کتنے ہی طواف کرلے۔ طوافِ زیارت جو حج میں فرض ہے وہ بھی اسی وقت طوافِ زیارت بنے گا جبکہ اس سے پہلے اِحرام کی حالت میں مذکورہ وقت کے اندر عرفات سے ہو کر آیا ہو۔

لیکن عمرہ سال بھر میں بار بار ہوسکتا ہے اور چونکہ اس میں زیادہ وقت خرچ نہیں ہوتا اس لیے بہت سے لوگ ایک دن میں ایک سے زیادہ عمرے کرلیتے ہیں، البتہ ذی الحجہ کی ۹ / ۱۰ / ۱۱ / ۱۲ / ۱۳ / تاریخ کو عمرہ کرنا مکروہ ہے۔

عمرہ کا طریقہ

اِحرام:

جو کوئی مرد یا عورت عمرہ کرنے کے لیے روانہ ہو اس کے راستہ میں جو میقات پڑتی ہو وہاں سے عمرہ کا اِحرام باندھ لے چاہے کسی بھی سواری سے گزر رہا ہو۔ اگر اندیشہ ہو کہ ڈرائیور سواری کو میقات پر نہ روکے گا یا میقات کا پتہ نہ چلے گا (مثلاً ہوائی جہاز میں گزر رہے ہوں) تو میقات سے پہلے ہی اِحرام باندھ لے۔

اِحرام کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے غسل کرے، اس کے بعد اِحرام کی دو رکعتیں پڑھے۔ اگر غسل نہ کیا اور وضو کر کے اِحرام کی دو رکعتیں پڑھ لیں اور پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمّم کر کے اِحرام کی دو رکعت پڑھ لیں تو یہ بھی درست ہے۔

مرد اِحرام کے نفل شروع کرنے سے پہلے سلے ہوئے کپڑے اتار دے، ایک چادر باندھ لے اور دوسری چادر اوڑھ لے لیکن نماز سر ڈھانک کر پڑھے، پھر نماز سے فارغ ہو کر سر کھول کر عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھے اور عورت حسبِ معمول سلے ہوئے کپڑے پہنے رہے اور دو رکعت نماز پڑھ کر عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ لے۔

نیت اور تلبیہ:

دو رکعت نمازِ اِحرام پڑھ کر اس طرح نیت کرے۔

«اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ فَیَسِّرْهَا لِیْ وَ تَقَبَّلْهَا مِنِّیْ».

ترجمہ: ''اے اللہ! میں عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں پس تو اس کو میرے لیے آسان فرما اور اس کو مجھ سے قبول فرما۔''

نیت زبان سے کرنا ضروری نہیں ہے، دل میں نیت کرلینا بھی کافی ہے اور عربی میں نیت کرنا بھی ضروری نہیں، اُردو میں یا کسی بھی زبان میں نیت کرلینا کافی ہے، نیت کے بعد تلبیہ پڑھ لے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

((لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ ، اِنَّ الْحَمْدَ
وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَ الْمُلْکَ ، لَا شَرِیْکَ لَکَ)).

ترجمہ: ''میں حاضر ہوں، اے اللہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں، بے شک ساری تعریف اور ساری نعمتیں اور ساری بادشاہت تیرے ہی لیے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔''

اگر نماز پڑھنے کا موقع نہ ہو (مثلاً مکروہ وقت ہو یا نماز پڑھنے کی جگہ نہ ملے) تو اِحرام کی رکعتیں پڑھے بغیر ہی عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ لے۔ اِحرام کے لیے دو رکعتیں پڑھنا سنت ہے، فرض یا واجب نہیں ہے۔

مرد ہو یا عورت جب عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ لے تو اِحرام میں داخل ہو جائے گا۔ اگر عورت کو خاص ایام یعنی ماہواری کے دن ہوں تو وہ نماز پڑھے بغیر ہی عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ لے، اس طرح وہ احرام میں داخل ہو جائے گی، البتہ اس وقت تک طواف شروع نہ کرے جب تک پاک نہ ہو جائے۔ اگر ماہواری کی حالت میں مکہ معظّمہ پہنچ گئی اور عمرہ کا اِحرام پہلے سے باندھ رکھا تھا تو پاک ہونے کا انتظار کرے۔ جب پاک ہو جائے تو غسل کر کے عمرہ کا طواف اور سعی کر لے، اگر کسی عورت کو بچہ کی پیدائش کی وجہ سے خون آ رہا ہو جسے شریعت میں نفاس کہتے ہیں اس کا بھی وہی حکم ہے جو ماہواری والی عورت کا ہے یعنی میقات پر نماز پڑھے بغیر اِحرام باندھ لے اور مکہ معظّمہ پہنچ کر پاک ہونے کا انتظار کرے جب شرعی قاعدہ کے مطابق پاک ہو جائے تو غسل کر کے عمرہ کر لے۔

﴿مسئلہ ۱﴾ اِحرام میں داخل ہونے کے لیے نیت کرنے کے بعد صرف ایک بار تلبیہ پڑھنا شرط ہے اور تین بار پڑھنا مستحب ہے، تلبیہ کے بعد درود شریف پڑھ کر یوں دعا مانگے:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِرَحْمَتِکَ مِنَ النَّارِ)).

ترجمہ: ''اے اللہ! میں آپ کی رضا کا اور جنت کا سوال کرتا ہوں اور آپ کی رحمت کے واسطے سے دوزخ کے عذاب سے پناہ چاہتا ہوں۔''

اس کے علاوہ اور جو چاہے دعا مانگے۔

﴿مسئلہ ۲﴾ نیت کرنے کے بعد تلبیہ اونچی آواز سے پڑھے، البتہ چیخنے کی ضرورت نہیں، مگر عورت اونچی آواز سے نہ پڑھے، بس اتنی آواز نکالے کہ اپنی آواز خود سن لے۔

﴿مسئلہ ۳﴾ عورتوں میں جو سر کے لیے ایک خاص کپڑا مشہور ہے جس کے بارے میں سمجھتی ہیں کہ اس کے بغیر اِحرام

نہیں بندھتا، یہ غلط ہے، شرعاً اس کپڑے کی کوئی حیثیت نہیں، یوں بالوں کی حفاظت کے لیے کوئی کپڑا باندھ لیا جائے تو کوئی حرج نہیں لیکن اس کو اِحرام کا جز سمجھنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کے بغیر اِحرام میں داخل نہیں ہوسکتی، غلط ہے۔ اگر سر پر کپڑا باندھے تو وضو کے لیے اس کو ہٹا کر مسح کرے ورنہ وضو نہ ہوگا۔

اِحرام کے ممنوعات:

عمرہ کی نیت اور تلبیہ کے بعد اِحرام میں داخل ہوگئے، اب اِحرام کی ممنوعات سے بچنے کا اہتمام کرنا لازم ہے۔ جو چیزیں اِحرام میں منع ہیں وہ یہ ہیں:

۱- مرد کو سِلا ہوا کپڑا پہننا جو پورے بدن یا کسی ایک عضو کی ہیئت اور ساخت پر تیار کیا گیا ہو۔ (اگر سینے کی بجائے بُن کر یا چپکا کر اس طرح کا کپڑا تیار کرلیا گیا ہو تو وہ بھی ممنوع ہے)

۲- سر اور چہرہ ڈھانکنا۔

۳- خوشبو استعمال کرنا۔

۴- جسم سے بال ختم کرنا۔ (جس طرح سے بھی ختم کرے)

۵- ناخن کاٹنا۔

۶- خشکی کا شکار کرنا۔

۷- میاں بیوی والے خاص تعلق اور شہوت کے کام کرنا۔

مسئلہ۴ عورت اِحرام میں بدستور سِلے ہوئے کپڑے پہنے رہے اور سر کو بھی ڈھانکے رہے، البتہ چہرے پر کپڑا نہ لگائے اور باقی تمام ممنوعات سے پرہیز کرے۔ نامحرموں سے پردہ کے لیے چہرہ کے سامنے اس طرح کپڑا لٹکائے کہ کپڑا چہرے پر نہ لگے اور غیر محرموں کی نظروں سے بھی حفاظت ہوجائے۔

مسئلہ۵ جو عورتوں میں مشہور ہے کہ حج یا عمرہ کے سفر میں پردہ نہیں ہے، یہ جہالت کی بات ہے۔ ایسی عورتیں بے پردہ ہوکر خود بھی گناہ گار ہوتی ہیں اور نظر ڈالنے والے مردوں کو بھی گناہ گار بناتی ہیں۔

مکہ معظّمہ کا داخلہ اور عمرہ کی ادائیگی:

جب مکہ معظّمہ پہنچے تو سامان کسی جگہ رکھ کر جس سے دل کو اطمینان حاصل ہوجائے اور وضو وغیرہ سے فارغ ہوکر مسجدِ حرام کی طرف روانہ ہوجائے۔ مسجدِ حرام میں داخل ہوتے وقت درود شریف پڑھ کر مسجد میں داخل ہونے کی دعا پڑھے۔ دعا یہ ہے:

((رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ)).

ترجمہ: ''اے میرے پروردگار! میرے گناہوں کو معاف فرما اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔''

مسجدِ حرام میں باوضو داخل ہو اور جب کعبہ شریف پر نظر پڑے تو تین مرتبہ ((اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ)) کہے اور درود شریف پڑھ کر جو چاہے دعا مانگے، اس وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ اس کے بعد چادر کا دایاں پلو دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر دونوں پلو بائیں کندھے پر ڈال لے اور دایاں کندھا کھول دے، اس کو ''اضطباع'' کہتے ہیں۔ یہ صرف مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے نہیں ہے۔ مرد اِضطباع کے ساتھ اور عورت اِضطباع کے بغیر طواف شروع کرنے کے لیے کعبہ شریف کے اس گوشہ کے قریب آئے جس میں حجرِ اسود ہے اور اس طرح کھڑا ہو کہ پورا حجرِ اسود دائیں طرف رہے، یہاں کھڑے ہو کر طواف کی نیت اس طرح کرے:

''اے اللہ! میں عمرہ کی ادائیگی کے لیے بیت اللہ کا طواف کرنے کا ارادہ کرتا ہوں، پس آپ اس کو قبول فرمائیے اور میرے لیے آسان فرمائیے۔''

طواف:

نیت عربی میں ضروری نہیں، اردو میں یا اپنی کسی دوسری مادری زبان میں بھی کرسکتا ہے۔ اگر زبان سے بالکل کچھ نہ کہا اور دل میں طواف کی نیت کرلی تب بھی طواف ہو جائے گا۔ نیت کے بعد حجرِ اسود کے استلام کے لیے دائیں طرف ذرا سا چلے کہ حجرِ اسود بالکل سامنے آجائے اور حجرِ اسود کے سامنے کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے جیسے نماز کے لیے اٹھائے جاتے ہیں۔ دونوں ہتھیلیاں حجرِ اسود کی طرف رہیں، پھر یہ پڑھے:

((بِسْمِ اللّٰهِ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ،
والصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ . اَللّٰهُمَّ اِيْمَانًا بِكَ ، وَوَفَاءً بِعَهْدِكَ ،
وَاتِّبَاعًا لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)).

اس کے بعد ہاتھ چھوڑ دے، پھر حجرِ اسود پر آئے اور دونوں ہاتھ حجرِ اسود پر رکھے، پھر دونوں ہاتھوں کے درمیان منہ رکھ کر بوسہ دے۔ اگر بھیڑ کی وجہ سے بوسہ کا موقع نہ ہو تو دونوں ہاتھ یا سیدھا ہاتھ حجرِ اسود کو لگا کر چوم لے۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو دونوں ہاتھ اٹھا کر حجرِ اسود کی طرف دونوں ہتھیلیوں سے اشارہ کرے، پھر ہتھیلیوں کو بوسہ دے دے۔ اگر حجرِ اسود پر خوشبو لگی ہو تو اِحرام والا نہ بوسہ دے نہ ہاتھ لگائے بلکہ آخری طریقہ جو لکھا ہے (کہ دونوں ہتھیلیوں سے اشارہ کر کے ہتھیلیوں کو چوم لے)

اسی کو اختیار کرے۔ حجرِ اسود کے بوسہ کو ''استلام'' کہتے ہیں۔ استلام سے پہلے تلبیہ پڑھنا بند کردے۔ مرد رَمل اور اِضطباع کے ساتھ اور عورت رَمل اور اِضطباع کے بغیر طواف اس طرح شروع کرے کہ کعبہ شریف کے دروازے کی طرف بڑھے اور کعبہ شریف کو بائیں طرف کر کے چلنا شروع کردے۔ اِضطباع کا مطلب تو ابھی اوپر بتادیا ہے اور رَمل یہ ہے کہ اکڑتا ہوا دونوں مونڈھے ہلاتے ہوئے تیز قدم اٹھا کر چلے۔ اِضطباع عمرہ کے پورے طواف میں رہے گا اور رَمل صرف تین چکروں میں ہوگا اور رَمل و اِضطباع صرف مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے نہیں۔ کعبہ شریف کے دروازے سے آگے بڑھ کر حطیم کو طواف میں شامل کرتے ہوئے کعبہ شریف کی پشت کی طرف سے گزر کر رکن یمانی پر پہنچے تو اس کو دونوں ہاتھ یا صرف دایاں ہاتھ لگائے، بوسہ نہ دے، پھر وہاں سے آگے بڑھ کر حجرِ اسود پر آ کر پھر اسی طریقہ پر استلام کرے جیسے طواف شروع کرتے وقت استلام کیا تھا۔ یہ حجرِ اسود سے لے کر پھر حجرِ اسود تک ایک چکر ہوا، اسی طرح سات چکر پورے کرے، ہر چکر کے ختم پر استلام کرے اور استلام کے وقت ہر بار تکبیر و تہلیل یعنی ((اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ)) کہے۔ جب سات چکر ہو جائیں گے تو طواف مکمل ہو جائے گا۔ طواف کے درمیان جو چاہے ذکر و دعا کرتا رہے۔ طواف کرتے ہوئے ((سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ)) پڑھنے کی فضیلت وارد ہوئی ہے اور رکن یمانی اور حجرِ اسود کے درمیان ﴿ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ پڑھنا ثابت ہے۔ طواف جس قدر بھی کعبہ شریف کے قریب ہو بہتر ہے۔ طواف سے فارغ ہو کر مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو رکعت طواف کی نماز پڑھے۔ مقامِ ابراہیم کے پیچھے موقع نہ ہو تو مسجدِ حرام میں جہاں موقع ملے وہاں پڑھ لے۔ ان دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں سورۂ ﴿ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ﴾ اور دوسری رکعت میں سورۂ ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴾ پڑھنا مستحب ہے۔

سعی:

طواف کی دو رکعت سے فارغ ہو کر حجرِ اسود کا استلام کر کے صفا مروہ کی سعی کے لیے روانہ ہو جائے۔ سعی صفا سے شروع ہوتی ہے۔ جب صفا کے قریب پہنچ جائے، تو عمرہ کی سعی کی نیت کر کے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھے:

﴿ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ﴾

ترجمہ: ''بے شک صفا و مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔''

اس کے بعد یوں کہے ((اَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰہُ بِہٖ)) (جس کا مطلب یہ ہے کہ میں صفا سے شروع کرتا ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ

نے اپنی کتاب میں صفا مروہ کا ذکر کرتے ہوئے پہلے صفا کا ذکر فرمایا ہے) صفا پر اتنا چڑھے کہ کعبہ شریف نظر آنے لگے۔ آج کل تھوڑا سا چڑھنے کے بعد مسجدِ حرام کے بعض دروازوں سے کعبہ شریف نظر آجاتا ہے۔ اس کے بعد کعبہ شریف کی طرف رُخ کر کے اللہ کی توحید اور اس کی بڑائی بیان کرے اور یہ پڑھے:

((لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ ، اَنْجَزَ وَعْدَهٗ ، وَنَصَرَ عَبْدَهٗ ، وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ)).

ترجمہ: ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا، وہ تنہا ہے، اس نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور اپنے بندہ کی مدد فرمائی اور دشمنوں کی جماعتوں کو تنہا اس نے شکست دی۔''

اس کے بعد درود شریف پڑھ کر جو چاہے دعا مانگے اور تین مرتبہ یہ پورا عمل کرے، پھر صفا سے اترے اور مروہ کی طرف ذکر کرتا ہوا چلے، یہاں تک کہ ہرے رنگ کا ستون چھ ہاتھ کے فاصلہ پر رہ جائے تو دونوں ستونوں کے درمیان دوڑتا ہوا گزر جائے (یہ دوڑنا مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے نہیں) ستونوں کے درمیان دوڑتے ہوئے یہ دعا پڑھنا منقول ہے:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ وَارْحَمْ، وَاَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ)).

''اے اللہ! مغفرت فرما اور رحم فرما، تو بہت بڑا عزت والا اور بہت بڑا کریم ہے۔''

پھر دوسرے ہرے ستون پر پہنچ کر دوڑنا بند کر دے اور اپنی رفتار پر چلے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے۔ جب مروہ پر پہنچ جائے تو وہاں بھی اسی طرح اللہ کی توحید و تکبیر بیان کرے اور چوتھا کلمہ اور اس کے بعد والی دعا پڑھے جو صفا کے بیان میں ذکر ہوئی اور درود شریف پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر جو چاہے دعا کرے اور تین بار یہ عمل کرے۔ مروہ پہنچ کر ایک چکر ہو گیا۔ مروہ پر ذکر و دعا کر کے صفا کی طرف چلے اور جب سبز ستون آجائے تو دوڑنا شروع کر دے اور اگلے ستون سے آگے بڑھ کر چھ ہاتھ کے فاصلے پر پہنچ جائے تو دوڑنا ختم کر دے اور اپنی عادت کے مطابق چلے اور جب صفا پر پہنچ جائے تو تھوڑا سا اوپر چڑھے اور ذکر اور دعا کرے، اب دو چکر ہو گئے۔ اسی طرح سات چکر پورے کر کے سعی ختم کر دے، جو صفا سے شروع ہو کر مروہ پر ختم ہو گی۔ بعض لوگ صفا مروہ کے درمیان چودہ مرتبہ آنے جانے کو مکمل سعی سمجھتے ہیں، یہ غلط ہے۔ صرف سات مرتبہ ان دونوں کے درمیان گزر جانے سے سعی مکمل ہو جاتی ہے۔ سعی کے درمیان خوب اہتمام سے ذکر اللہ میں مشغول رہے، لایعنی باتوں سے پرہیز کرے۔

حلق یا قصر:

صفا مروہ کے درمیان سات چکر پورے کرنے کے بعد مروہ پر پورے سر کا حلق کرائے یعنی سر منڈوائے یا پورے سر کے بال ایک انگلی کے پورے کے بقدر کتروا دے۔ سر منڈوانے کو حلق اور بال کتروانے کو قصر کہتے ہیں اور حلق قصر سے افضل ہے، البتہ عورت کے لیے سر منڈوانا حرام ہے، وہ پورے سر کے بال بقدر ایک پورے کے کٹا دے۔ اِحرام سے نکلنے کے لیے کم از کم چوتھائی سر کا حلق یا قصر لازم ہے اور پورے سر کا حلق یا قصر سنت ہے اور قصر بھی وہ معتبر ہے جس میں ایک پورے کے بقدر بال کٹ جائیں۔ اگر بال اتنے چھوٹے ہوں کہ ایک پورے کے بقدر نہ کٹ سکتے ہوں تو حلق ہی لازم ہوگا۔ عمرہ کی سعی کے بعد جب حلق یا قصر کرلیا تو عمرہ کے افعال پورے ہوگئے اور اِحرام سے نکل گیا۔

سلے ہوئے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا اور وہ سب کام درست ہوگئے جو اِحرام کی وجہ سے منع تھے۔

اہم تنبیہ:

بہت سے لوگ چند بال اوپر اوپر سے کٹوا کر سلے ہوئے کپڑے پہن لیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اِحرام سے نکل گئے۔ یہ صحیح نہیں۔ کم از کم چوتھائی سر کے بال مونڈے جائیں یا ایک پورے کے بقدر کاٹے جائیں، اس کے بغیر اِحرام سے نہ نکلے گا اور چونکہ ایسے شخص کا اِحرام بدستور باقی رہے گا اس لیے سلے ہوئے کپڑے پہن لینا یا خوشبو لگانا یا سر کے علاوہ کسی اور جگہ کے بال مونڈنا یا کاٹنا جائز نہ ہوگا۔ اگر کوئی شخص ایسا کرے تو جلد سے جلد سر منڈوا دے یا چوتھائی سر کے بالوں کو ایک پورے کے بقدر قصر کرا دے اور جو جنایات ہوتی ہیں ان کے بارے میں علماء سے معلوم کر کے عمل کرے۔ واضح رہے کہ حلق یا قصر حدودِ حرم میں ہونا واجب ہے، اگر حرم سے باہر حلق یا قصر کیا تو دَم واجب ہوگا۔ بہت سے پاکستانی یا بنگلہ دیشی یا ہندوستانی جو حرمین شریفین یا ان کے علاوہ عرب کے دوسرے علاقوں میں رہتے ہیں کثرت سے عمرے کرتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں شریعت سے زیادہ بالوں کی محبت بسی ہوئی ہوتی ہے، سر منڈوانا تو کجا چوتھائی سر کے بال ایک پورے کے بقدر کٹوانا بھی گوارا نہیں کرتے حالانکہ حج وعمرہ تو عشق کے مظاہرے کی چیز ہے۔ قانون الٰہی سے بڑھ کر بالوں کی محبت کیسی افسوسناک ہے!!!

﴿ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴾

جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہیں جیسے: جدہ، بحرہ، حِدّہ، جموم، عرفات وغیرہ کے رہنے والے یہ لوگ بلا اِحرام حدودِ حرم اور مکہ معظّمہ میں داخل ہوسکتے ہیں۔ یہ لوگ اگر بالوں کی قربانی نہ دے سکیں تو عمرہ کا اِحرام نہ باندھیں اور مکہ معظّمہ پہنچ کر جس قدر بھی ہوسکے زیادہ سے زیادہ طواف کریں، طواف کے لیے صرف باوضو ہونا شرط ہے اور طواف کا ثواب بھی بہت ہے۔ عمرہ

میں جو گھنٹہ سوا گھنٹہ خرچ ہوتا ہے یہ لوگ اس کو طواف ہی میں خرچ کریں۔ یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ عمرہ کا اِحرام باندھیں پھر عمرہ کر کے بالوں کو شریعت کے مطابق نہ کاٹیں، البتہ جو لوگ کسی بھی میقات سے باہر رہتے ہیں، مثلاً: مدینہ منورہ یا طائف یا ریاض، یہ لوگ بغیر احرام کے حدودِ حرم میں داخل نہیں ہوسکتے، اگر چہ کسی دنیاوی ضرورت سے آئیں۔ یہ لوگ عمرہ کا اِحرام باندھ کر شریعت کے مطابق پورا عمرہ کریں اور صحیح طریقہ پر حلق یا قصر کر کے اِحرام سے نکلیں۔

مسئلہ ٦ عمرہ میں طوافِ قدوم اور طوافِ وَداع نہیں۔ عمرہ کا اِحرام باندھ کر مسجدِ حرام میں داخل ہو کر جو پہلا طواف کیا جائے گا وہ عمرہ ہی کا طواف ہوگا۔

تنعیم اور جعرّانہ سے عمرہ کا اِحرام باندھنا:

جو شخص مکہ معظمہ میں یا حدودِ حرم میں کسی جگہ ہو اگر اس کو عمرہ کرنا ہو تو واجب ہے کہ حِل سے اِحرام باندھے۔ حِل اس جگہ کو کہا جاتا ہے جو حدودِ حرم سے باہر اور میقات کے اندر ہے۔ مکہ معظّمہ کے چاروں طرف حرم ہے اور اس کے فاصلے مختلف ہیں۔ کسی جانب سے دس میل تک اور کسی جانب نو میل تک اور کسی جانب سات میل تک حرم ہے اور مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کو آئیں تو مقامِ تنعیم پر حرم ختم ہو جاتا ہے۔ (پرانی کتابوں میں مکہ معظّمہ سے تنعیم کی مسافت تین میل لکھی ہے لیکن اب تنعیم تک مکہ معظّمہ کی آبادی مسلسل چلی گئی ہے) ہر جانب جہاں حدِ حرم ختم ہے نشانات بنے ہوئے ہیں۔ حضورِ اقدس ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کے بھائی عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ عمرہ کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ وہ حدودِ حرم سے باہر یعنی مقامِ تنعیم پر آئیں اور یہاں سے اِحرام باندھ کر عمرہ کیا۔ آپ منتظر رہے، جب عمرہ سے فارغ ہو کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضورِ اقدس ﷺ کے پاس پہنچ گئیں تو آپ ﷺ مدینہ منورہ واپس روانہ ہوگئے۔ چونکہ حضورِ اقدس ﷺ نے تنعیم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اِحرام باندھنے کے لیے ارشاد فرمایا تھا اور یہ جگہ مسافت کے اعتبار سے قریب بھی ہے، اس لیے مکہ معظّمہ سے عمرہ کرنے والے عموماً یہیں آکر اِحرام باندھتے ہیں، یہاں ایک مسجد بھی بنی ہوئی ہے جس کو مسجدِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتے ہیں۔

جعرانہ مکہ معظّمہ سے نو میل ہے، یہ بھی حدِ حرم سے باہر ہے۔ حضورِ اقدس ﷺ نے طائف سے آتے ہوئے یہاں سے اِحرام باندھ کر عمرہ ادا فرمایا تھا۔ مکہ معظّمہ میں حرم سے باہر ہی تنعیم اور جعرّانہ دونوں جگہوں کے لیے سواریاں ملتی ہیں۔ تنعیم سے اِحرام باندھ کر آئیں تو عرفِ عام میں اس کو چھوٹا عمرہ کہتے ہیں اور جعرانہ سے اِحرام باندھ کر آئیں تو اس کو بڑا عمرہ کہتے ہیں۔ (کیونکہ دور کی مسافت پر جا کر اِحرام باندھتے ہیں) اگر کوئی شخص مکہ معظّمہ سے جدہ کی جانب حدیبیہ چلا جائے (جسے آج کل

شمسیہ کہتے ہیں) اور وہاں جو حرم کے نشانات بنے ہوئے ہیں ان سے باہر ہو کر اِحرام باندھ کر آجائے تو یہ بھی درست ہے۔ (حدیبیہ بحرہ کے راستے میں پڑتا ہے، مکہ معظّمہ سے جدہ کے لیے جو نیا روڈ نکالا ہے اس پر نہیں پڑتا)

بہت سے لوگ بار بار تنعیم جا کر اِحرام باندھتے ہیں اور کبھی روزانہ اور کبھی ایک دن میں ایک سے زیادہ عمرے کر لیتے ہیں۔ کثرت سے عمرہ کرنا ممنوع تو نہیں ہے بلکہ مستحب ہے لیکن طواف زیادہ کرنا زیادہ عمرے کرنے سے افضل ہے۔ تنعیم جا کر احرام باندھنے اور واپس آ کر عمرہ کرنے میں جتنا وقت خرچ ہوتا ہے اتنے وقت میں دس بارہ طواف ہو سکتے ہیں۔ کثرتِ طواف کا اہتمام زیادہ ہونا چاہیے۔

فائدہ:

بہت سے لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ حج وعمرہ کی سعی کے علاوہ صفا مروہ کی سعی کرتے ہیں اور اس میں ثواب سمجھتے ہیں، یہ غلط ہے، اس میں کوئی ثواب نہیں اور نفلی سعی شرعاً ثابت نہیں۔ بلا فائدہ جان کو تھکاتے ہیں۔ ان لوگوں کو چاہیے کہ جو سعی شرعاً ثابت نہیں ہے اس میں وقت خرچ نہ کریں، اس کی بجائے طواف کثرت سے کر کے ثواب سے مالا مال ہوں۔

تنبیہ:

جتنی بار بھی عمرہ کرے ہر بار پورے سر پر استرہ پھروادے، سر پر بال ہوں یا نہ ہوں، اس طرح اِحرام سے نکل جائے گا۔ جو لوگ روزانہ عمرہ کرتے ہیں وہ بھی ہر مرتبہ پورے سر پر استرہ پھروادیں۔ اِحرام سے نکلنے کے لیے جو حلق کیا جاتا ہے اس میں سر پر بال ہونا ضروری نہیں۔ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ ایک عمرہ کر کے چوتھائی سر منڈوا دیتے ہیں، پھر اگلے عمرہ کے بعد چوتھائی منڈواتے ہیں، پھر تیسرے عمرہ کے بعد چوتھائی منڈواتے ہیں، پھر چوتھے عمرہ کے بعد چوتھائی منڈوا دیتے ہیں، ایسا کرنا مکروہ ہے۔ حدیث شریف میں اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ ہر مرتبہ پورا سر مونڈ کر افضلیت پر عمل کرنا چاہیے۔ اس مکروہ کام کی ضرورت کیا ہے کہ سر کے چار حصے کیے جائیں اور ہر مرتبہ چوتھائی حصہ مونڈا جائے۔ چوتھائی حصے کا حلق یا قصر کرنے سے اِحرام سے تو نکل جاتا ہے لیکن اس پر اکتفا کرنا اور پورے سر کا حلق یا قصر نہ کرنا مکروہ ہے۔

دیارِ حبیب (ﷺ) کا سفر

حسبِ سہولت وانتظام حج وعمرہ سے فارغ ہوکر یا اس سے پہلے مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوجائے۔ حکومتِ سعودیہ نے طریق الہجرۃ کے نام سے نیا روڈ نکالا ہے، اس سے چار پانچ گھنٹے میں کاریں اور بسیں مدینہ منورہ پہنچا دیتی ہیں۔ مدینہ منورہ پہنچ کر سامان اطمینان سے رہائش گاہ میں رکھ کر مسجدِ نبوی میں آجائے۔ اگر مکروہ وقت نہ ہو تو روضۃ الجنۃ میں یا جہاں موقع ملے دو رکعت نماز تحیۃ المسجد ادا کرے، پھر حضورِ اقدس ﷺ کی قبرِ اطہر کے پاس آئے اور نہایت ادب کے ساتھ ہلکی آواز میں سلام پیش کرے۔ اگر بھیڑ کم ہو اور سکون واطمینان سے کھڑا ہو سکے تو جذب وکیف کے ساتھ جتنی دیر چاہے سلام عرض کرے۔ اگر بھیڑ بہت ہو اور سکون واطمینان نہ ہو تو مختصر سا سلام پڑھ کر آجائے، پھر جب موقع دیکھے زیادہ دیر تک سلام عرض کرلے اور سلام عرض کرنے میں دوسرے مسلمانوں کا بھی خیال رکھے، کسی کو تکلیف نہ دے اور دھکم دھکا نہ کرے۔

سلام کے الفاظ مقرر نہیں، مختصراً یوں بھی کہہ سکتے ہیں:

«الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللّٰہ».

اپنا سلام پیش کرنے کے بعد اپنے ماں باپ، عزیز واقارب، دوست واحباب کا سلام بھی نام بنام پیش کرے۔ کسی اور نے سلام پیش کرنے کو کہا ہو تو اس کا نام لے کر سلام عرض کرے، مثلاً یوں کہے:

«السلام علیک یا رسول اللّٰہ منی وممن أوصانی بالسلام علیک وسلم».

آپ کی خدمت میں سلام عرض کر چکے تو دو قدم دائیں ہٹ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یوں سلام پیش کرے:

«السلام علیک یا سیدنا أبابکر الصدیق! السلام علیک یا خلیفۃ رسول اللّٰہ».

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سلام پیش کرنے کے بعد دائیں طرف کو دو قدم اور ہٹے اور یہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یوں سلام پیش کرے:

«السلام علیک یا عمر بن الخطاب! السلام علیک یا خلیفۃ رسول اللّٰہ».

سلام سے فارغ ہو کر بارگاہِ خداوندی میں دعا کرنے کے لیے راستے سے ہٹ کر قبلہ کی طرف رُخ کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور جو جائز خواہش دل میں ہو نہایت عاجزی اور زاری سے طلب کرے۔

مسجدِ نبوی میں نماز کا ثواب:

مسجدِ نبوی میں نماز با جماعت کا بہت زیادہ ثواب ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میری اس مسجد میں ایک نماز کا ثواب ہزار نمازوں سے بہتر ہے سوائے مسجدِ حرام کے، کیونکہ مسجدِ حرام میں با جماعت نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مسجدوں کے مقابلہ میں ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے۔'' (الترغیب : ۲/۱۱۲)

مسجدِ نبوی میں چالیس نمازیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے میری مسجد میں چالیس نمازیں پڑھیں جن میں سے ایک بھی فوت نہ ہوئی تو اس کے لیے یہ لکھ دیا جائے گا کہ وہ دوزخ سے بری ہے (یعنی اسے دوزخ سے نجات ہوگی) اور یہ کہ عذاب سے بری ہے اور نفاق سے بری ہے۔''

(رواہ احمد ورواتہ رواۃ الصحیح کذا فی الترغیب والترھیب للمنذری : ۲/۱۱۰)

مسجدِ قباء میں نماز:

حضرت سیدنا اسید بن ظہیر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسجدِ قبا میں ایک نماز ایک عمرہ کے برابر ہے۔'' (رواہ الترمذی وقال حسن غریب کذا فی الترغیب والترھیب : ۲/۱۱۳)

اور حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اپنے گھر میں طہارت حاصل کی (یعنی وضو کیا) پھر مسجدِ قباء میں آیا اور اس میں کوئی نماز پڑھی تو اس کو ایک عمرہ کے برابر ثواب ملے گا۔''

(رواہ احمد والنسائی وابن ماجہ واللفظ لہٗ والحاکم وقال صحیح الاسناد کذا فی الترغیب : ۲/۱۱۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجدِ قباء میں تشریف لے جایا کرتے تھے، کبھی سوار ہو کر کبھی پیدل اور اس میں دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

(رواہ البخاری ومسلم کذا فی الترغیب : ۲/۱۱۴)

جنت البقیع کی حاضری:

مسجدِ نبوی کے قریب ہی مدینہ منورہ کا مشہور قبرستان جنت البقیع ہے، اس کی بھی زیارت کر لے اور وہاں حاضری کے موقع پر یوں سلام عرض کر لے:

«السلام علیٰ اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین، ویرحم اللّٰہ المستقدمین

منا والمستاخرین ، وانا ان شاء اللّٰہ بکم للاحقون ››.

ترجمہ: ’’سلام ہو یہاں کے رہنے والوں پر جو مومنین اور مسلمین ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمارے اگلوں پر اور بعد میں آنے والوں پر رحم فرمائے اور ان شاء اللہ ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔‘‘

جنت البقیع میں ہزاروں صحابہ کرام، تابعین، سلف صالحین رضی اللہ عنہم مدفون ہیں۔ جن میں حضورِ اقدس ﷺ کے داماد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضورِ اقدس ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضورِ اقدس ﷺ کے نواسے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما، حضورِ اقدس ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم، آپ کی صاحبزادیاں رقیہ، زینب، اُم کلثوم، آپ کی پھوپھیاں، حضورِ اقدس ﷺ کی ازواجِ مطہرات اور آپ کے خادمِ خاص حضرت عبداللہ بن مسعود، عشرہ مبشرہ میں سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین شامل ہیں۔

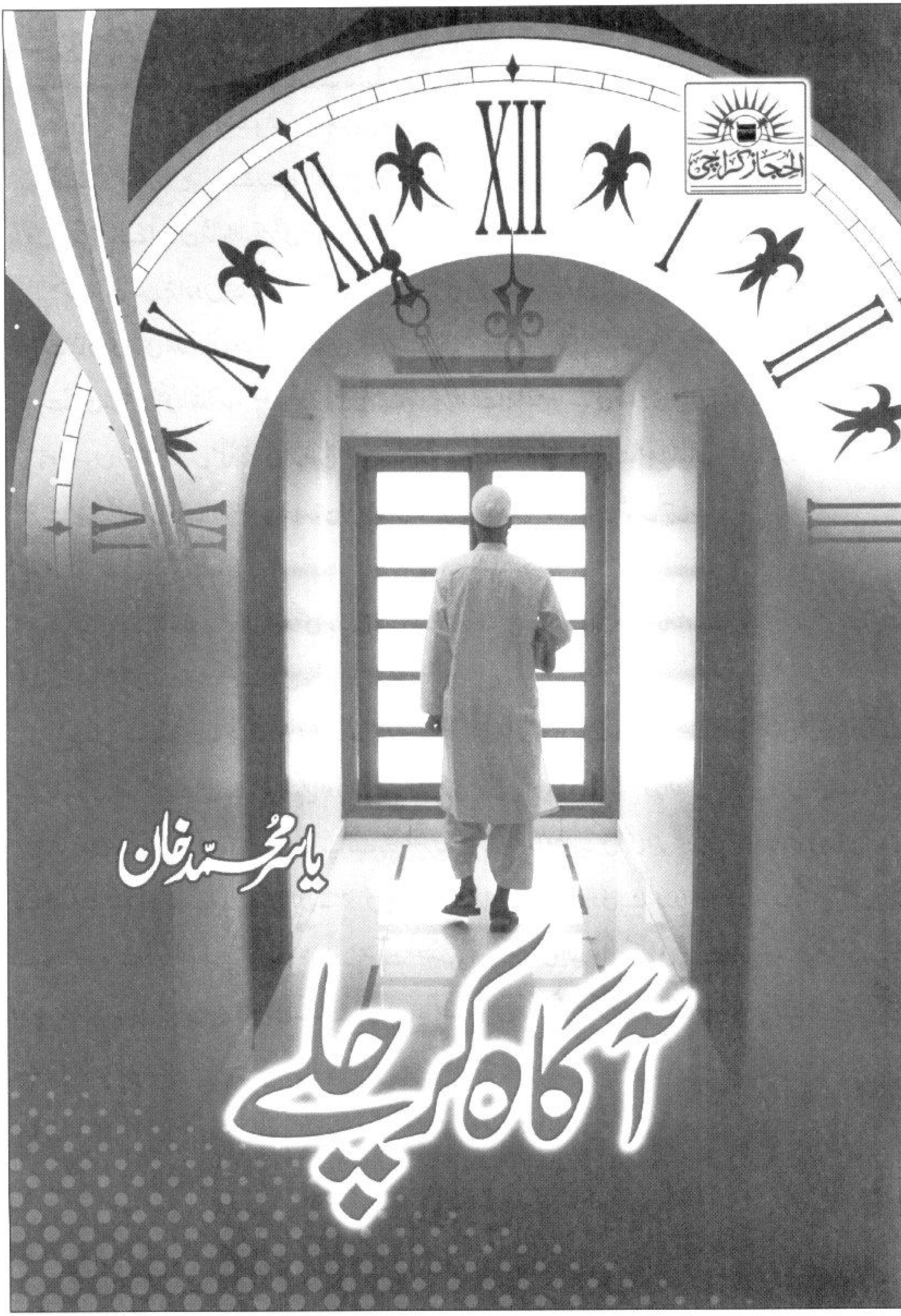
شہدائے اُحد کی زیارت:

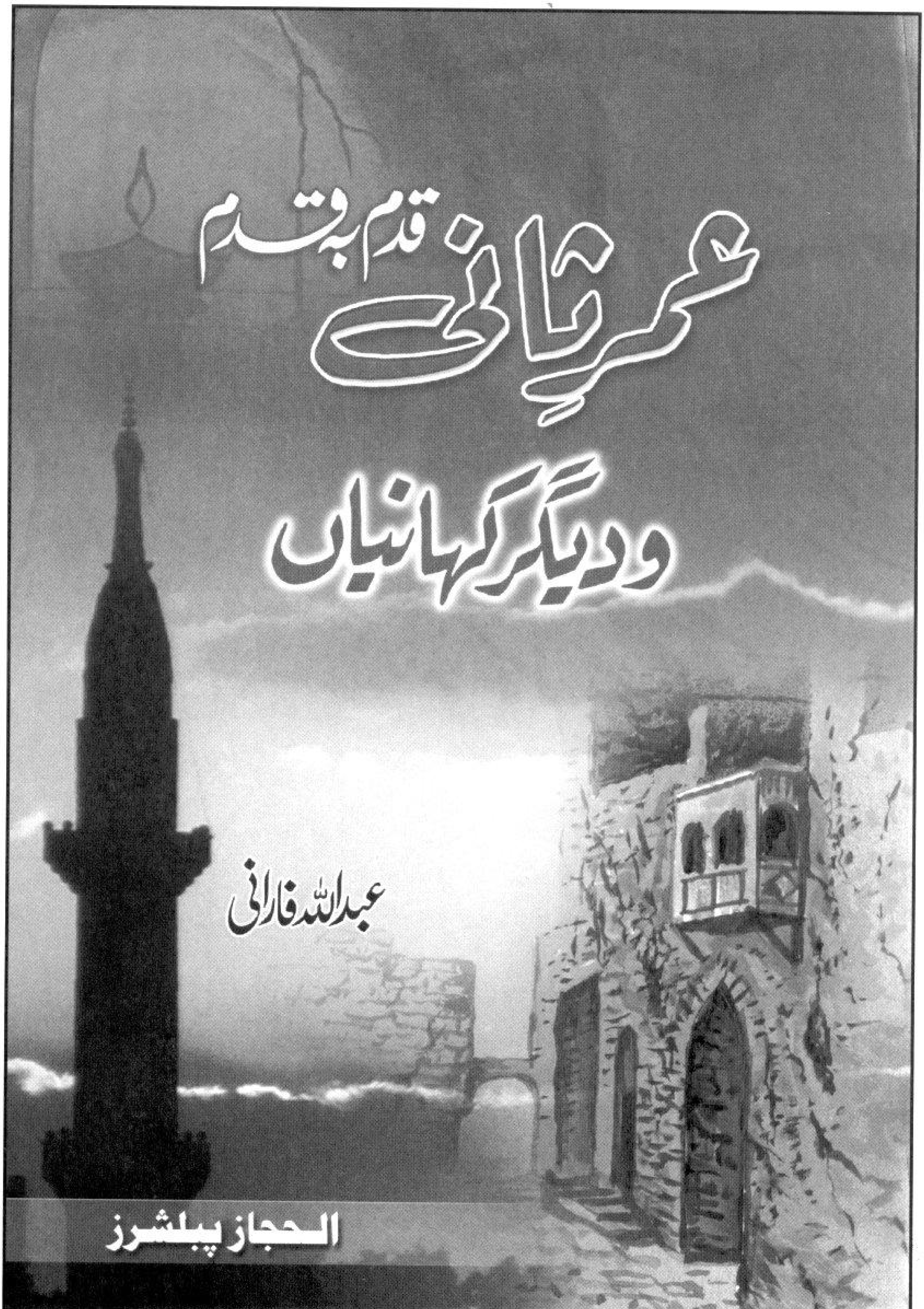
مدینہ منورہ کے زمانۂ قیام میں اُحد بھی جائے۔ یہ ایک پہاڑ کا نام ہے۔ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا: ’’اُحد ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔‘‘ (الترغیب: ۲/۱۲۳)

۳ھ میں اُحد کے قریب جنگ ہوئی تھی۔ مکہ معظمہ کے مشرکین حملہ آور ہو کر چڑھ آئے تھے۔ حضورِ اقدس ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان سے مقابلہ کیا اور ستر صحابہ کرام اس موقع پر شہید ہوئے۔ حضورِ اقدس ﷺ کو بھی تکلیف پہنچائی گئی۔ دشمنوں نے آپ کو بھی زخمی کر دیا اور آپ کے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کی بھی اس موقع پر شہادت ہوئی۔ ان شہداء کے مزارات ایک احاطہ کے اندر موجود ہیں۔ سعودی حکومت نے ہر طرف دیوار بنا دی ہے، دروازہ جنگلہ دار ہے لیکن مقفل رہتا ہے۔ دروازہ سے ذرا فاصلہ پر حضرت حمزہ اور حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبر ہے جو باہر سے نظر آتی ہے، دوسرے حضرات کی قبریں چار دیواری کے اخیر میں ہیں۔ جب یہاں حاضری ہو تو سلام کے وہی الفاظ پڑھے جو جنت البقیع کے بیان میں گزرے۔

واللّٰہ الموفق والمعین

تمت


الحجاز کراچی
یاسر محمد خان
آگاہ کر چلے


عمرِ ثانی قدم بہ قدم
و دیگر کہانیاں
عبداللہ فارانی
الحجاز پبلشرز

خواتین کے دینی مسائل

مفتی محمد ابراہیم صادق آبادی صاحب

الحجاز کراچی

تسہیل

بہشتی زیور

جلد ثانی

تالیف

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

تسہیل

اساتذہ جامعۃ الرشید

نظر ثانی

مفتی ابو لبابہ شاہ منصور

کتاب گھر
ناظم آباد نمبر ۴ - کراچی

علماء اور عوام کے لیے یکساں مفید

تسہیلِ

بہشتی زیور

جلد ثانی

معاملات - عقوبات

تالیف

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

تسہیل اساتذۂ جامعۃ الرشید

نظر ثانی حضرت مفتی ابولبابہ صاحب زید مجدہم

کتاب گھر
ناظم آباد نمبر ۴ - کراچی

الحمد للہ

نام کتاب	:	تسہیلِ بہشتی زیور
تالیف	:	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ
تسہیل	:	اساتذۂ جامعۃ الرشید
نظرِ ثانی	:	حضرت مفتی ابولبابہ صاحب زید مجدہم
کمپوزنگ اور ڈیزائننگ	:	حامد علی کھوکھر
سن طبع	:	۱۴۲۷ھ
ناشر	:	کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ - کراچی

ملنے کا پتہ

کتاب گھر
ناظم آباد نمبر ۴ - کراچی
0314-2139797

فہرستِ عنوانات

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
کتاب النکاح	۱۷	۲- مصاہرت (سسرالی رشتہ داری)	۲۶
نکاح کی فضیلت	۱۷	۳- رضاعت (دودھ پلانا)	۲۶
نکاح کا حکم	۱۷	۴- محرم عورتوں سے اکٹھے نکاح کرنا	۲۷
اولاد کے فائدے	۱۸	۵- عورت کا کسی کے نکاح میں ہونا	۲۷
نکاح کی برکتیں	۱۸	۶- عورت کا عدت میں ہونا	۲۸
گھر کے اخراجات کی ذمہ داری	۱۹	۷- بیک وقت چار سے زائد عورتوں سے نکاح کرنا	۲۸
بیوی سے بے جا لاڈ نہ کرے	۱۹	۸- کسی آسمانی دین کا قائل نہ ہونا	۲۸
کیسی عورت کا انتخاب کیا جائے؟	۱۹	منہ بولی رشتہ داری کا حکم	۲۸
سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟	۲۰	**ولی کا بیان**	۲۹
اولاد کو شیطانی اثرات سے محفوظ رکھنے کا طریقہ	۲۰	• خیارِ بلوغ	۳۱
ولیمہ کیسا ہونا چاہیے؟	۲۰	**کفاءت (برابری) کا بیان**	۳۳
شوہر کے حقوق	۲۱	• نسب میں برابری	۳۳
بیوی کے حقوق	۲۲	• مسلمان ہونے میں برابری	۳۳
نکاح کیسے منعقد ہوتا ہے؟	۲۴	• دینداری میں برابری	۳۴
نکاح کے گواہ ضروری ہیں	۲۴	• مال میں برابری	۳۴
وہ عورتیں جن سے نکاح حرام ہے	۲۵	• پیشہ میں برابری	۳۴
نکاح حرام ہونے کے اسباب	۲۵	**مہر کا بیان**	۳۵
۱- قرابت (نسبی رشتہ داری)	۲۵	• مقدارِ مہر	۳۵

عنوانات	صفحہ
• مہرِ فاطمی	۳۵
• مہرِ مثل	۳۹
کافروں کے نکاح کا بیان	۳۹
بیویوں میں برابری کرنے کا بیان	۴۰
اضافہ	۴۱
منگنی کے وقت ایجاب وقبول	۴۱
منگنی کے بعد بغیر کسی شرعی عذر کے انکار کرنا	۴۱
تین مرتبہ ایجاب وقبول ضروری نہیں	۴۱
برادری میں نکاح کرنے کی پابندی	۴۱
عیسائی اور یہودی عورت سے نکاح	۴۱
سیدہ کا نکاح غیر سید کے ساتھ	۴۲
نکاح پڑھانے کی اجرت	۴۲
کتاب الرضاع	۴۳
(دودھ پینے اور پلانے کا بیان)	۴۳
کتاب الطلاق	۴۶
طلاق کی مذمت	۴۶
طلاق دینے کا طریقہ	۴۷
کس کی طلاق واقع ہوگی، کس کی نہیں؟	۴۸
طلاق کی اقسام	۴۹
پہلی تقسیم باعتبارِ حکم	۴۹
۱- طلاقِ رجعی	۴۹
۲- طلاقِ بائن	۴۹
۳- طلاقِ مغلظ	۴۹
دوسری تقسیم باعتبارِ الفاظ	۴۹
صریح اور کنایہ	۵۰
رخصتی سے پہلے طلاق	۵۱
رخصتی کے بعد طلاق	۵۱
تین طلاقوں کا حکم	۵۲
حلالہ کی شرط پر نکاح	۵۳
کسی شرط پر طلاق دینا	۵۳
بیمار کی طلاق	۵۵
طلاقِ رجعی کے بعد رجوع	۵۶
ایلاء	۵۸
(بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھانا)	۵۸
خلع	۶۰
ظہار	۶۲
(بیوی کو ماں کے ساتھ تشبیہ دینا)	۶۲
• ظہار کا کفارہ	۶۴
لعان	۶۴
(بیوی پر تہمت لگانے کا حکم)	۶۴

عنوانات	صفحہ
عدت کا بیان	۶۵
• موت کی عدت	۶۷
• عدت کے دوران سوگ	۶۸
ثبوتِ نسب	۶۹
پرورش کا حق	۷۱
• پرورش کی مدت	۷۱
نفقہ کا بیان	۷۲
(خوراک، پوشاک، رہائش)	۷۲
• بیوی کی رہائش	۷۳
اضافہ	۷۵
مفقود	۷۵
(لاپتہ شخص کی بیوی کا حکم)	۷۵
تحریری طلاق	۷۶
غصہ میں طلاق	۷۶
جبراً طلاق لکھوانا	۷۶
سفر میں عدت شروع ہوجانا	۷۷
عدت کے دوران سفر کرنا	۷۷
عدت میں سفرِ حج	۷۷
عدت میں علاج کے لیے نکلنا	۷۷
کتاب الأیمان	۷۸

عنوانات	صفحہ
(قسم کھانا)	۷۸
• حتی الامکان قسم سے بچنا چاہیے	۷۸
• قسم کے الفاظ	۷۸
• جن الفاظ سے قسم نہیں ہوتی	۷۹
• گذشتہ کام پر قسم	۷۹
• آیندہ ہونے والے کام پر قسم	۸۰
• گناہ کرنے کی قسم	۸۰
• غصے میں قسم	۸۰
• قسم کا کفارہ	۸۰
• بھول کر یا زبردستی قسم توڑنا	۸۱
• گھر میں جانے کی قسم	۸۱
• کھانے پینے کی قسم	۸۳
• نہ بولنے کی قسم	۸۴
• بیچنے اور خریدنے کی قسم	۸۴
• نماز روزہ کی قسم	۸۵
• متفرقات	۸۵
نذر (منت) ماننا	۸۶
• نذر پوری کرنا	۸۶
• روزہ کی نذر	۸۶
• نماز کی نذر	۸۷

عنوانات	صفحہ
• رقم کی نذر	۸۷
• کھانا کھلانے کی نذر	۸۸
• نذر میں جگہ، وقت یا فقیر وغیرہ کی تعیین	۸۸
• جانور ذبح کرنے کی نذر	۸۹
• غیر شرعی کام کی نذر	۸۹
• غیر اللہ کے لیے نذر	۸۹
• متفرقات	۹۰
اضافہ	۹۱
نذر ذبح میں قیمت صدقہ کرنا	۹۱
کتاب الحدود	۹۲
حدِ زنا (زنا کی سزا)	۹۲
حد زنا کا سبب	۹۲
حد زنا کی تفصیل	۹۲
ثبوتِ زنا کے دو طریقے	۹۳
• گواہی	۹۳
• اقرار	۹۳
حد لگانے کا طریقہ	۹۳
کوڑوں کی سزا کا قانون	۹۴
جن صورتوں میں حد نہیں لگتی	۹۵
حدِ سرقہ (چوری کی سزا)	۹۵
سرقہ کا نصاب	۹۵
جن چیزوں کی چوری پر ہاتھ نہیں کٹتا	۹۶
حد سرقہ کی کیفیت	۹۶
چوری ثابت ہونے کے طریقے	۹۷
چوری کے مال کا حکم	۹۷
ڈاکہ ڈالنے کی سزا	۹۷
ڈاکے کی سزا کی کیفیت	۹۷
حدِ شرب (شراب نوشی کی سزا)	۹۹
حدِ قذف (زنا کی تہمت لگانے کی سزا)	۱۰۰
حدِ ارتداد (مرتد ہونے کی سزا)	۱۰۰
ارتداد ثابت ہونے کی شرائط	۱۰۱
مرتد کا حکم	۱۰۱
اہم تنبیہ	۱۰۲
عوام کو حدود جاری کرنے کا اختیار نہیں	۱۰۲
تعزیر	۱۰۳
استاذ طلبہ کو کس حد تک مار سکتا ہے؟	۱۰۳
مالی تعزیر (کسی پر مالی جرمانہ لگانا)	۱۰۳
قصاص و دیت کے احکام	۱۰۴
قتل کی اقسام	۱۰۴
۱۔ قتل عمد	۱۰۴

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
۲-شبہ عمد	۱۰۴	شجاج کا حکم	۱۱۲
۳-قتل خطا	۱۰۴	جائفہ	۱۱۲
قصاص واجب ہونے اور نہ ہونے کی صورتیں	۱۰۵	**دیت کا بیان**	۱۱۴
٤-قتل قائم مقام خطا	۱۰۶	دیت کی تفصیل	۱۱۴
تیسری اور چوتھی قسم کا حکم	۱۰۷	عاقلہ کی تفصیل	۱۱۵
۵-قتل بسبب	۱۰۷	دیت وصول کرنے کا طریقہ	۱۱۶
کفارۂ قتل	۱۰۷	معافی کے بعد قصاص کا مطالبہ کرنا	۱۱۶
جسم کے مختلف اعضا میں قصاص	۱۰۷	بچہ ماں کے نیچے دب کر مرگیا	۱۱۶
اعضا میں قصاص کا ضابطہ	۱۰۷	کسی کے ہاتھ سے بچہ گر کر مرگیا	۱۱۷
• ہاتھ، بازو اور ٹانگ	۱۰۷	ٹریفک حادثہ میں مرنے والے کا حکم	۱۱۷
• ناک کا نرم حصہ	۱۰۸	**دیت یا تاوان کی صورتیں**	۱۱۸
• کان	۱۰۸	• بالوں میں	۱۱۸
• آنکھ	۱۰۸	• آنکھوں میں	۱۱۹
• دانت	۱۰۹	• ناک میں	۱۱۹
• زبان	۱۱۰	• دانتوں میں	۱۱۹
• عضوِ تناسل	۱۱۰	• زبان کی دیت	۱۲۰
• ہونٹ	۱۱۰	• جبڑوں کی دیت	۱۲۰
زخم کی اقسام اور احکام	۱۱۱	• قاعدہ	۱۲۱
جراحت کا حکم	۱۱۱	• ہاتھ پیر کی دیت	۱۲۱
سر کے زخم (شجاج)	۱۱۱	• پستان کی دیت	۱۲۲

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
• آلاتِ تناسل کی دیت	۱۲۲	شرکت کی تعریف واقسام	۱۳۸
• پیٹ کی دیت	۱۲۳	۱- شرکۃ الملک	۱۳۸
كِتَابُ الجهاد	۱۲۴	۲- شرکۃ العقد	۱۳۹
جہاد کے احکام	۱۲۴	۱- شرکۃ الاموال	۱۳۹
جہاد کی تعریف	۱۲۴	۲- شرکۃ الاعمال	۱۳۹
قیدیوں کا معاملہ	۱۲۵	۳- شرکۃ الوجوہ	۱۳۹
غلام و باندی بنانے کا بیان	۱۲۶	مشارکہ کے بنیادی قواعد	۱۴۰
جزیہ	۱۲۷	منافع کی تقسیم	۱۴۰
كِتَابُ الارتداد	۱۲۸	نفع کی شرح	۱۴۱
(مرتد کے احکام)	۱۲۸	نقصان میں شرکت	۱۴۲
كِتَابُ اللقطة	۱۳۰	سرمایہ کی نوعیت	۱۴۲
(زمین پر پڑی ہوئی چیز کے احکام)	۱۳۰	كِتَابُ الوقف	۱۴۶
كِتَابُ الشركة	۱۳۲	(وقف کے احکام)	۱۴۶
(شرکت کے احکام)	۱۳۲	اضافہ	۱۴۷
اضافہ	۱۳۶	مسجد کب شرعی مسجد ہو جاتی ہے؟	۱۴۷
باپ اور بیٹوں کی مشترک کمائی	۱۳۶	مسجد یا مدرسہ سے قرآن منتقل کرنا	۱۴۷
بھائیوں کی مشترک کمائی	۱۳۶	قبرستان کے درختوں کا پھل	۱۴۷
شریک کو ملازم رکھنا	۱۳۷	قبرستان کے درخت کاٹنا	۱۴۷
مشترک زمین میں ایک شریک کا درخت لگانا	۱۳۷	مسجد کے لیے وصیت کی رقم مدرسہ پر خرچ کرنا	۱۴۸
مشارکہ کا تصور	۱۳۸	وارثوں کے ضرورت مند ہوتے ہوئے وقف کرنا	۱۴۸

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
وقف کی زمین بدلنا	۱۴۸	۲- خیارِ رؤیت (دیکھے بغیر چیز خریدنا)	۱۶۹
مسجد کے نیچے دکانیں بنانا	۱۴۸	۳- خیارِ عیب (سودے میں عیب نکل آنا)	۱۷۰
ایک مسجد کا سامان دوسری میں منتقل کرنا	۱۴۸	**بیع باطل اور فاسد**	۱۷۲
مسجد میں آتے جاتے سلام کرنا	۱۴۹	**اضافہ**	۱۷۵
مسجد میں مانگنا	۱۴۹	آزاد عورت کی خرید وفروخت	۱۷۵
مسجد میں کھانا پینا اور سونا	۱۵۰	بیعانہ کی رقم ضبط کرنا	۱۷۵
مسجد کی جگہ کی تبدیلی	۱۵۰	قسطوں پر خرید وفروخت	۱۷۵
مسجد کی رقم مدرسہ یا غریبوں پر خرچ کرنا	۱۵۰	انعامی بانڈز خریدنا	۱۷۶
پرانے قبرستان پر مسجد بنانا	۱۵۱	پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ اور سود کا حکم	۱۷۶
کِتَابُ الْبُیُوْع	۱۵۲	فرضی بیع	۱۷۶
(خرید وفروخت کے احکام)	۱۵۲	جائیداد کسی اور کے نام کرنا	۱۷۷
رزقِ حلال کی جستجو	۱۵۲	وقتِ مقررہ سے پہلے ادائیگی کی شرط پر قرض میں کمی کرنا	۱۷۷
خرید وفروخت کے چند بنیادی قواعد	۱۵۸	تصویر اور مجسمے کی تجارت	۱۷۷
عقدِ بیع کا بیان	۱۶۲	**بَابُ الْمُرَابَحَۃِ وَالتَّوْلِیَۃِ**	۱۷۸
قیمت کا بیان	۱۶۳	(قیمتِ خرید بتا کر نفع کے ساتھ یا اسی قیمت پر بیچنا)	۱۷۸
سودا معلوم ہونے کا بیان	۱۶۵	**مرابحہ کا بیان**	۱۷۸
بیع مؤجل	۱۶۶	مرابحہ کے احکام کا خلاصہ	۱۷۹
(ادھار ادائیگی کی بنیاد پر بیع)	۱۶۶	**بَابُ الرِّبَا**	۱۸۲
خیار کی تین اقسام	۱۶۸	**(سود اور سودی لین دین)**	۱۸۲
۱- خیارِ شرط (واپسی کی شرط لگانا)	۱۶۸	سونا چاندی اور ان کی بنی ہوئی چیزیں	۱۸۳

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
کاغذی کرنسی کے بدلے سونے چاندی کی خرید وفروخت	۱۸۵	فراہمی کا وقت	۱۹۶
تول کر یا پیمانے سے ناپ کر بکنے والی چیزیں	۱۸۵	**بابُ القرض**	۱۹۸
گز سے ناپ کر یا گن کر بکنے والی چیزیں	۱۸۷	(قرض کا لین دین)	۱۹۸
آخری چار اقسام کا خلاصہ	۱۸۷	بلاضرورت قرض کی مذمت	۱۹۹
بابُ السَّلَم	۱۸۸	قرض کی ادائیگی کی دعا	۲۰۰
(پیشگی قیمت لے کر کوئی چیز بیچنا)	۱۸۸	**کتابُ کفالۃ**	۲۰۱
سَلَم کا معنی	۱۸۸	(کسی کے قرض کی ذمہ داری لینا)	۲۰۱
سَلَم کی شرائط	۱۸۹	**کتابُ الحوالۃ**	۲۰۳
بیع سَلَم درست ہونے کے لیے چند ضروری باتیں	۱۹۲	(اپنا قرضہ دوسرے کے ذمے منتقل کرنا)	۲۰۳
مبیع کی تعیین	۱۹۲	**کتابُ القضاء**	۲۰۵
قیمت کی تعیین	۱۹۲	(عہدۂ قضا قبول کرنے کے احکام)	۲۰۵
مکمل قیمت کی ادائیگی	۱۹۳	قاضی کے لیے ضروری شرائط	۲۰۵
مدت کی تعیین	۱۹۳	مجلس قضا کے اصول وآداب	۲۰۶
جگہ کی تعیین	۱۹۳	قضا کے پانچ مراحل	۲۰۸
مبیع کی دستیابی	۱۹۳	۱-سماعتِ دعویٰ	۲۰۸
چند مسائل	۱۹۴	۲-مدعیٰ علیہ کا اقرار	۲۰۸
بابُ الاستصناع	۱۹۵	۳-مدعیٰ کی طرف سے ثبوت	۲۰۹
(آرڈر پر کوئی چیز بنوانا)	۱۹۵	۴-مدعیٰ علیہ کی طرف سے قسم	۲۰۹
استصناع اور سَلَم میں فرق	۱۹۵	۵-مدعیٰ علیہ کی طرف سے انکار	۲۰۹
استصناع اور اجارہ میں فرق	۱۹۶	فیصلہ پر نظر ثانی	۲۱۰

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
ناحق دعویٰ کرنے والے سے مقدمے کے اخراجات کی وصولی	۲۱۰	منافع کی تقسیم	۲۲۲
کِتَابُ الشَّھَادَۃ	۲۱۱	مضاربہ کو ختم کرنا	۲۲۳
(گواہی دینا)	۲۱۱	کِتَابُ الوَدِیعَۃ	۲۲۵
گواہی کی تعریف	۲۱۱	(امانت رکھنا)	۲۲۵
گواہی کا حکم	۲۱۱	کِتَابُ الرَّھن	۲۲۹
گواہی کا نصاب	۲۱۱	(گروی رکھنا)	۲۲۹
جن لوگوں کی گواہی قبول نہیں	۲۱۲	کِتَابُ العَارِیَۃ	۲۳۰
عادل ہونے کی شرط	۲۱۲	(کوئی چیز استعمال کے لیے لینا)	۲۳۰
بغیر دعویٰ کے گواہی دینا	۲۱۲	کِتَابُ الھِبَۃ	۲۳۲
گواہوں کا تزکیہ (کردار کی تحقیق اور اطمینان)	۲۱۳	(تحفہ دینا)	۲۳۲
گواہ کا قسم اٹھانا	۲۱۳	بچوں کو ہبہ کرنا	۲۳۴
کِتَابُ الصُّلح	۲۱۴	ہبہ دے کر واپس لینا	۲۳۵
(صلح کرنا)	۲۱۴	صدقہ اور خیرات	۲۳۶
کِتَابُ الوَکَالَۃ	۲۱۶	اضافہ	۲۳۷
(کسی کو وکیل بنانا)	۲۱۶	بلا عذر ہدیہ قبول نہ کرنا	۲۳۷
وکیل کو برطرف کرنا	۲۱۸	اولاد کو کم زیادہ دینا	۲۳۷
کِتَابُ المُضَارَبَۃ	۲۱۹	ہبہ میں قبضہ کی تفصیل	۲۳۷
(کاروبار کے لیے رقم دینا)	۲۱۹	کِتَابُ الاِجَارَۃ	۲۳۸
مضاربہ پر ایک نظر	۲۲۱	(کرایہ کے احکام)	۲۳۸
مضاربہ کا کاروبار	۲۲۲	اجارہ (لیزنگ) کے بنیادی قواعد	۲۳۹

عنوانات	صفحہ
کرائے کا تعین	۲۴۱
اجارے کے چند مسائل	۲۴۲
اجیر سے تاوان لینا	۲۴۲
اجارہ فاسدہ	۲۴۳
اجارہ ختم کردینا	۲۴۴
كِتَابُ الغصب	۲۴۶
(کوئی چیز زبردستی چھین لینا)	۲۴۶
كِتَابُ الشفعة	۲۴۸
(شفعہ کا بیان)	۲۴۸
فیصلہ میں تاخیر سے حق شفعہ باطل نہیں ہوتا	۲۴۸
اضافہ	۲۴۹
حق شفعہ میں ترتیب کی تفصیل	۲۴۹
شفعہ سے بچنے کے لیے قیمت زیادہ لکھوانا	۲۴۹
كِتَابُ القِسمة	۲۵۰
(مشترک چیز تقسیم کرنا)	۲۵۰
كِتَابُ المزارعة	۲۵۱
(کھیت بٹائی پر دینا)	۲۵۱
كِتَابُ المساقاة	۲۵۴
(باغ بٹائی پر دینا)	۲۵۴
كِتَابُ الذبائح	۲۵۵

عنوانات	صفحہ
(ذبح کے مسائل)	۲۵۵
ذبح کرنے کا طریقہ	۲۵۵
حلال وحرام جانور	۲۵۶
اضافہ	۲۵۷
پانی میں دوا ڈالنے یا پانی خشک ہونے سے مچھلی مرگئی	۲۵۷
حلال جانور میں سات چیزیں حرام ہیں	۲۵۷
ذبح کے وقت قبلہ رُخ ہونا	۲۵۷
عُقدہ کے اوپر سے ذبح کرنا	۲۵۷
بندوق اور غلیل کا شکار	۲۵۸
مشینی ذبیحہ	۲۵۸
ذبیحہ کے حلال ہونے کی شرط	۲۵۸
كِتَابُ الأُضحِية	۲۵۹
(قربانی کے احکام)	۲۵۹
قربانی کی فضیلت	۲۵۹
قربانی کی نیت اور دعا	۲۵۹
قربانی کس پر واجب ہے؟	۲۶۰
قربانی کا وقت	۲۶۰
قربانی خود ذبح کرنا بہتر ہے	۲۶۱
کسی کی طرف سے بلا اجازت قربانی کرنا	۲۶۱
قربانی کے جانور	۲۶۲

عنوانات	صفحہ
ایک جانور میں شرکت	۲۶۲
قربانی کا جانور گم ہوگیا	۲۶۲
قربانی کے جانور کی عمر	۲۶۳
عیب دار جانوروں کا حکم	۱۶۳
خصی جانور کی قربانی	۲۶۴
جانور خریدنے کے بعد عیب دار ہوگیا	۲۶۴
گابھن جانور کی قربانی	۲۶۵
گوشت کی تقسیم	۲۶۵
کھال وغیرہ کا حکم	۲۶۵
فقیر نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا	۲۶۶
قربانی کے دنوں میں قربانی نہ کرسکا	۲۶۶
قربانی کی مَنّت ماننا	۲۶۶
ایصالِ ثواب کے لیے قربانی	۲۶۶
قربانی کی وصیت کرنا	۲۶۶
غیر مالک سے جانور خریدنا	۲۶۶
اضافہ	۲۶۷
قربانی کے جانور کے دودھ، گوبر اور اون کا حکم	۲۶۷
خراب تھن والے جانور کی قربانی	۲۶۷
قربانی میں حرام آمدن والے کی شرکت	۲۶۷
حرام مال میں قربانی کا حکم	۲۶۷

عنوانات	صفحہ
مقروض پر قربانی کا وجوب	۲۶۷
گھسے ہوئے دانتوں والے جانور کی قربانی	۲۶۸
دُنبے کی دُم کا اعتبار نہیں	۲۶۸
بابُ العقیقۃ	۲۶۹
(عقیقہ کرنا)	۲۶۹
عقیقہ کا وقت اور مقصد	۲۶۹
عقیقہ کا جانور	۲۶۹
ایک من گھڑت رسم	۲۶۹
عقیقہ کے جانور کی شرائط	۲۷۰
عقیقہ کا گوشت	۲۷۰
اضافہ	۲۷۰
عقیقہ کی ہڈیاں توڑنا	۲۷۰
کتابُ الحظر والإباحۃ	۲۷۱
(جائز اور ناجائز چیزوں کا بیان)	۲۷۱
کھانے پینے کی چیزیں	۲۷۱
حرام مال سے خریدا ہوا کھانا	۲۷۱
ناپاک پانی سے سینچی ہوئی سبزی	۲۷۱
ناپاک پانی پینے والے جانور کا دودھ	۲۷۱
سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا	۲۷۱
حرام ایندھن سے پکا ہوا کھانا	۲۷۲

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
حلال وحرام آمدن	۲۷۲	لباس اور زیور	۲۷۸
بینک اور بیمہ کمپنی میں ملازمت	۲۷۲	اضافہ	۲۷۹
سینما کی ملازمت	۲۷۲	مسنون لباس کی تفصیل	۲۷۹
حکومت کا ضبط کردہ مال خریدنا	۲۷۲	مردوں کے لیے دنداسہ کا حکم	۲۷۹
غیر تعلیم یافتہ شخص کا معالج بننا	۲۷۳	بالوں کے احکام	۲۸۰
خریداری کے وکیل کا زیادہ قیمت وصول کرنا	۲۷۳	اضافہ	۲۸۲
وکیل کا دکاندار سے کمیشن لینا	۲۷۳	ڈاڑھی منڈانا یا کٹانا	۲۸۲
پردے کے احکام	۲۷۴	عورتوں کا جوڑا باندھنا	۲۸۲
عورت کا تمام بدن ستر ہے	۲۷۴	مصنوعی بال لگانا	۲۸۳
عورت کا عورت سے پردہ	۲۷۴	عورت کا چہرے کے بال صاف کرنا	۲۸۳
کافر عورتوں سے پردہ	۲۷۵	زیر ناف صفائی کی حدود	۲۸۳
عورت کا نامحرم مرد کو دیکھنا	۲۷۵	سلام کے احکام	۲۸۴
اضافہ	۲۷۶	کافر کو سلام کرنا یا جواب دینا	۲۸۴
نابالغ محرم کے ساتھ سفر	۲۷۶	کن کو سلام کرنا مکروہ ہے؟	۲۸۴
محرم والی عورت کے ساتھ سفر	۲۷۶	خط کے سلام کا جواب	۲۸۴
پردہ فرض ہونے کی عمر	۲۷۶	ہاتھ کے اشارہ سے سلام کرنا	۲۸۵
اجنبی عورت سے بات کرنا	۲۷۷	سلام کا جواب سنانا	۲۸۵
غیر محرم کو سلام کرنا	۲۷۷	تصویر کے احکام	۲۸۵
عورت کا بازار سے سامان لانا	۲۷۷	نصف دھڑ کی تصویر	۲۸۵
لباس اور زیب وزینت	۲۷۸	بزرگوں کی تصویر رکھنا	۲۸۵

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
کافروں کے ساتھ معاملات	۲۸۶	بدل کر آئے ہوئے سامان کا حکم	۲۹۱
کفار کی مذہبی دعوتوں میں شرکت	۲۸۶	کھانے کے آداب	۲۹۱
کفار سے دوستی اور میل جول	۲۸۶	پینے کے آداب	۲۹۳
کافر کی عیادت وتعزیت	۲۸۶	گالی کے بدلے گالی دینا جائز نہیں	۲۹۳
پانی اور چراگاہ کے احکام	۲۸۷	ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا	۲۹۳
چشمہ میں سب لوگ شریک ہیں	۲۸۷	رخصت ہوتے وقت مصافحہ کرنا	۲۹۳
پائپ لائن میں پانی آنے سے ملکیت ثابت ہونا	۲۸۷	متعین جگہ دفن کی وصیت	۲۹۳
چراگاہ میں سب کا حق ہے	۲۸۷	**علاج معالجہ کے احکام**	۲۹۴
متفرق مسائل	۲۸۸	اجزائے ترکیبی کی چار اقسام	۲۹۴
مکان اور دکان وغیرہ میں قرآنی آیات لٹکانا	۲۸۸	داخلی اور خارجی استعمال	۲۹۴
اخبار اور سرکاری خطوط میں قرآنی آیات لکھنا	۲۸۸	کسی چیز کی ممانعت کی وجوہات	۲۹۵
قرآنی آیات والے کاغذوں میں پڑیاں باندھنا	۲۸۸	جمادات کا بیان	۲۹۵
اخبار میں لکھی ہوئی آیات کو بے وضو چھونا	۲۸۹	سیال نشہ آور چیزیں	۲۹۷
خاندانی منصوبہ بندی اور اسقاطِ حمل	۲۸۹	الکحل کا داخلی یا خارجی استعمال	۲۹۸
فاسق بیٹے سے قطع تعلق	۲۸۹	نباتات کا بیان	۲۹۹
قرآن مجید گر جائے تو اس کو بوسہ دینا	۲۹۰	حیوانات کا بیان	۲۹۹
پھٹے پرانے قرآن مجید اور کتبِ حدیث کو جلانا	۲۹۰	مختلف جانوروں کے انڈے	۳۰۲
ناجائز کاموں پر مشتمل دعوت میں جانا	۲۹۰	حیوانی فضلات کا بیان	۳۰۳
دھوبی سے کپڑا ضائع ہونا	۲۹۰	چند متفرق چیزیں	۳۰۴
زخمی کے علاج کا خرچ وصول کرنا	۲۹۰	تبدیل ماہیت کا بیان	۳۰۵

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
علاج کے وقت ستر چھپانے کے مسائل	۳۰۸	کتاب الوصیۃ والمیراث	۳۱۸
حقوق کا بیان	۳۰۹	(وصیت اور میراث کے احکام)	۳۱۸
والدین کے حقوق	۳۰۹	اضافہ	۳۲۲
والدین کے انتقال کے بعد ان کے حقوق	۳۰۹	نکاح کے بعد رخصتی سے پہلے انتقال	۳۲۲
سوتیلی ماں	۳۰۹	بہن کا بھائیوں سے میراث نہ لینا	۳۲۲
بڑا بھائی	۳۰۹	پراویڈنٹ فنڈ میں وراثت	۳۲۲
رشتہ داروں کے حقوق	۳۰۹	پنشن کی رقم کا حکم	۳۲۳
سسرالی رشتہ دار	۳۱۰	زندگی میں وراثت کی تقسیم	۳۲۳
عام مسلمانوں کے حقوق	۳۱۰	بہنوں کو جہیز دینے سے ان کا حصہ ختم نہیں ہوتا	۳۲۳
ہمسایہ کے حقوق	۳۱۱	جہیز اور مہر میں وراثت	۳۲۴
محتاج اور معذور کے حقوق	۳۱۲	نکاحِ ثانی سے بیوہ میراث سے محروم نہ ہوگی	۳۲۴
عام انسان کے حقوق	۳۱۲	وارث کو عاق کرنا	۳۲۴
حیوانات کے حقوق	۳۱۲	متفرق مسائل	۳۲۵
ایک اہم بات	۳۱۲		
حقوقِ والدین	۳۱۳		

کِتَابُ النِّکَاح

نکاح کی فضیلت:

☆ حدیث شریف میں ہے: ''دنیا ایک استعمال کی چیز ہے اور دنیا کی چیزوں میں سب سے اچھی چیز نیک عورت ہے۔''

یعنی دنیا میں اگر نیک عورت میسر آجائے تو بہت بڑی غنیمت اور حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت ہے کہ خاوند کی راحت اور اس کی دین ودنیا میں کامیابی کا سبب ہے، ایسی عورت سے دنیا میں بھی راحت میسر ہوتی ہے اور آخرت کے کاموں میں بھی مدد ملتی ہے۔

☆ حدیث شریف میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نکاح میرا طریقہ اور میری سنت (مؤکدہ) ہے۔'' ایک اور روایت میں ہے: ''جو میری سنت پر عمل نہ کرے وہ مجھ سے نہیں۔''

☆ حدیث شریف میں ہے: ''نکاح کرو، اس لیے کہ میں (قیامت میں) تمہاری وجہ سے دیگر امتوں پر فخر کروں گا۔''

یعنی رسول اللہ ﷺ کو یہ بات بہت پسند ہے کہ آپ کی امت کثرت سے ہو اور دوسری امتوں سے زیادہ ہو، تاکہ ان کے اعمال زیادہ ہونے کی وجہ سے آپ کو بھی زیادہ سے زیادہ ثواب اور قربِ الٰہی نصیب ہو، اس لیے کہ آپ کی امت میں جو کوئی جو کچھ بھی عمل کرتا ہے وہ آپ ہی کی تعلیم کی بنا پر کرتا ہے، پس عمل کرنے والے جتنے زیادہ ہوں گے، آپ کو اتنا زیادہ ثواب ہوگا۔

☆ حدیث شریف میں ہے: ''قیامت کے دن کل ایک سو بیس صفیں ہوں گی جن میں چالیس صفیں دوسری امتوں کی ہوں گی اور اسّی صفیں رسول اللہ ﷺ کی امت کی ہوں گی۔''

☆ حدیث شریف میں ہے: ''جس شخص کی استطاعت ہو (یعنی عورت کے حقوق ادا کرسکے) تو اسے چاہیے کہ نکاح کرے اور جس کے پاس اتنی استطاعت نہ ہو کہ عورت کے حقوق ادا کرسکے تو اس کو چاہیے کہ روزہ رکھے، بیشک روزہ اس کی شہوت کو توڑ دے گا۔''

نکاح کا حکم:

اگر مرد کو عورت کی خواہش بہت زیادہ نہ ہو بلکہ معتدل اور درمیانی درجہ کی ہو اور عورت کے ضروری اخراجات برداشت

کرسکتا ہو تو ایسے شخص کے لیے نکاح سنتِ مؤکدہ ہے اور جس کو بہت زیادہ خواہش ہو تو ایسے شخص کے لیے نکاح واجب اور ضروری ہے، اس لیے کہ ایسی صورت میں خطرہ ہے کہ زِنا میں مبتلا ہو جائے گا اور اگر شہوت کے سخت تقاضے کے باوجود اتنی استطاعت نہیں کہ عورت کے ضروری حقوق ادا کر سکے تو یہ شخص کثرت سے روزے رکھے، پھر جب اتنی گنجائش ہو جائے کہ عورت کے حقوق ادا کر سکے تب نکاح کرے۔

اولاد کے فائدے:

☆ حدیث شریف میں ہے: ''اولاد جنت کا پھول ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ جنت کے پھولوں سے جس طرح سرور اور راحت حاصل ہوگی ویسی ہی راحت اور سرور اولاد کو دیکھ کر حاصل ہوتا ہے اور اولاد نکاح کے ذریعہ سے میسر آتی ہے۔

☆ حدیث شریف میں ہے: ''آدمی کا درجہ جنت میں بلند کیا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہ رتبہ مجھے کیسے ملا؟ میں نے تو ایسا کوئی عمل نہیں کیا جس کا یہ ثواب ہو؟ اس پر اس آدمی سے کہا جاتا ہے کہ تیری اولاد نے تیرے لیے استغفار کیا، جس کی وجہ سے تجھے یہ مرتبہ حاصل ہوا۔''

☆ حدیث شریف میں ہے: ''جو حمل گر جاتا ہے (یعنی جو بچہ ناتمام پیدا ہوتا ہے) اگر اس کے ماں باپ جہنم میں داخل ہوں گے تو وہ اللہ تعالیٰ سے جھگڑے گا (یعنی اللہ تعالیٰ سے سفارش کرے گا کہ میرے والدین کو دوزخ سے نکال دیجیے) اس سے کہا جائے گا: ''اے اپنے رب سے جھگڑنے والے ناتمام بچے! اپنے والدین کو جنت میں داخل کردے۔'' اس پر بچہ ان دونوں کو اپنے نال سے کھینچ لے گا، یہاں تک کہ ان دونوں کو جنت میں داخل کردے گا۔''

نکاح کی برکتیں:

☆ حدیث شریف میں ہے: ''بے شک جس وقت شوہر اپنی بیوی کی طرف دیکھتا ہے اور بیوی شوہر کی طرف دیکھتی ہے تو اللہ تعالیٰ دونوں کی طرف رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے۔''

☆ حدیث شریف میں ہے: ''اس شخص کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ پر حق ہے (یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اپنے ذمہ یہ بات مقرر فرمائی ہے) جو اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچنے کے لیے نکاح کرنا چاہے۔''

یعنی جو زِنا سے محفوظ رہنے کے لیے شادی کرے اور نیت اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری کی ہو تو نکاح کے اخراجات

وغیرہ میں اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرمائیں گے۔

☆ حدیث شریف میں ہے: ’’عیالدار شخص کی دو رکعت نماز غیر شادی شدہ شخص کی بیاسی رکعتوں سے بہتر ہیں۔‘‘ دوسری حدیث میں بیاسی کے بجائے ستر کا عدد آیا ہے، مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ ستر اس شخص کے حق میں ہے جو اہل و عیال کا ضروری حق ادا کرے اور بیاسی اس کے حق میں ہیں جو ضروری حقوق سے زیادہ ان کی خدمت کرے۔

گھر کے اخراجات کی ذمہ داری:

☆ حدیث شریف میں ہے: ’’بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدمی کا سب سے بڑا گناہ ان لوگوں (کے حقوق) ضائع کرنا ہے جن کا خرچ اس کے ذمہ ہے۔‘‘

بیوی سے بے جا لاڈ نہ کرے:

☆ حدیث شریف میں ہے: ’’میں نے اپنے پیچھے مردوں کے لیے کوئی فتنہ ایسا نہیں چھوڑا جو عورتوں سے زیادہ نقصان پہنچانے والا ہو۔‘‘

یعنی مردوں کے حق میں عورت کے فتنہ سے بڑھ کر کوئی فتنہ نقصان پہنچانے والا نہیں، اس لیے کہ مرد ان کی محبت میں حد سے بڑھ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کی پروا بھی نہیں کرتے، لہٰذا عورتوں سے ایسی محبت نہیں کرنی چاہیے جس کے نتیجے میں شریعت کے خلاف کام کرنے پڑیں۔

کیسی عورت کا انتخاب کیا جائے؟

☆ حدیث شریف میں ہے: ’’عورت سے یا تو اس کے دین کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے یا اس کے مال کی وجہ سے اور یا اس کے حسن کی وجہ سے، لہٰذا تم دین والی کو حاصل کرو، تیرے ہاتھ خاک میں ملیں۔‘‘ [یہ آخری جملہ ایک عربی محاورہ ہے، جو مختلف مواقع پر استعمال ہوتا ہے، یہاں پر اس سے دیندار عورت کے ساتھ نکاح کی ترغیب مراد ہے]

☆ حدیث شریف میں ہے: ’’سب سے بہتر بیوی وہ ہے جس کا مہر بہت آسان ہو۔‘‘ (یعنی مرد آسانی سے اس کو ادا کرسکے)

☆ حدیث شریف میں ہے: ’’اپنے نطفوں کے لیے عمدہ جگہ پسند کرو، اس لیے کہ عورتیں اپنے بھائیوں اور بہنوں کی مانند بچے جنتی ہیں۔‘‘

یعنی شریف خاندان کی عورت سے نکاح کرو، اس لیے کہ اولاد میں ننھیال کی مشابہت ہوتی ہے، اگرچہ باپ کا اثر بھی ہوتا ہے، مگر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں کا اثر زیادہ ہوتا ہے، تو اگر ماں ایسے لوگوں میں سے ہوگی جو بداخلاق ہیں، دیندار اور شریف نہیں تو اولاد بھی ان ہی لوگوں کی طرح ہوگی اور اگر عورت اچھے خاندان کی ہے تو اولاد اچھی اور دیندار ہوگی۔

سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟

حدیث شریف میں ہے: ''عورت پر لوگوں میں سے سب سے زیادہ حق خاوند کا ہے اور مرد پر سب سے زیادہ حق اس کی ماں کا ہے۔'' یعنی اللہ و رسول اللہ ﷺ کے حقوق کے بعد عورت کے ذمہ سب سے بڑا حق خاوند کا ہے، حتیٰ کہ اس کے ماں باپ سے بھی خاوند کا حق زیادہ ہے، اور مرد کے ذمہ سب سے زیادہ حق اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے حق کے بعد ماں کا حق ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرد کے ذمہ ماں کا حق باپ سے بڑھ کر ہے۔

اولاد کو شیطانی اثرات سے محفوظ رکھنے کا طریقہ:

حدیث شریف میں ہے: ''جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے ہمبستری کا ارادہ کرے تو یہ دعا پڑھے:

''بِسْمِ اللّٰهِ ! اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ ، وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا.''

تو اگر اس ملاپ سے ان کی تقدیر میں کوئی بچہ لکھا ہوگا تو شیطان اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

ولیمہ کیسا ہونا چاہیے؟

حدیث شریف میں ہے: ''رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: '' أولم ولو بشاة.'' یعنی ولیمہ کرو، اگرچہ ایک ہی بکری ہو۔

مطلب یہ ہے کہ اگرچہ تھوڑی سی چیز کا ہو مگر کرنا چاہیے، بہتر یہ ہے کہ عورت سے ہمبستری کرنے کے بعد ولیمہ کیا جائے اگرچہ بہت سے علماء نے صرف نکاح کے بعد بھی جائز فرمایا ہے۔ ولیمہ مستحب ہے۔

نکاح اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ دین اور دنیا دونوں کے کام اس سے درست ہوجاتے ہیں اور اس میں بہت فائدے اور کئی مصلحتیں ہیں۔ آدمی گناہ سے بچتا ہے، دل ٹھکانے ہوجاتا ہے، نیت خراب نہیں ہونے پاتی، اور بڑی بات یہ ہے کہ فائدہ کا فائدہ اور ثواب کا ثواب، کیونکہ میاں بیوی کا ایک دوسرے کے پاس بیٹھ کر پیار و محبت کی باتیں کرنا، ہنسی دل لگی کرنا نفل نمازوں سے بھی بہتر ہے۔

شوہر کے حقوق:

اللہ تعالیٰ نے شوہر کا بڑا حق بتایا ہے اور شوہر کو بہت عظمت دی ہے۔ شوہر کو راضی اور خوش رکھنا عبادت ہے اور اس کو پریشان اور ناراض کرنا بہت گناہ ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو عورت پانچوں وقت کی نماز پڑھتی رہے اور رمضان کے مہینے کے روزے رکھے اور اپنی عزت کی حفاظت کرے (یعنی پاکدامن رہے) اور اپنے شوہر کی تابعداری اور فرمانبرداری کرتی رہے تو (قیامت کے دن) اس کو اختیار ہوگا جس دروازے سے چاہے جنت میں چلی جائے۔''

● ...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس عورت کی موت ایسی حالت میں آئے کہ اسکا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنتی ہے۔''

● ...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو ضرور حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کیا کرے (پھر بطورِ مبالغہ اور اہمیت سمجھانے کے لیے فرمایا) اگر مرد اپنی عورت کو حکم دے کہ اس پہاڑ کے پتھر اٹھا کر اس پہاڑ تک لے جا اور اس پہاڑ کے پتھر اٹھا کر تیسرے پہاڑ تک لے جا تو اس کو یہی کرنا چاہیے۔''

● ...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنے مطلب کے لیے بلائے تو ضرور اس کے پاس آئے، اگرچہ چولھے پر بیٹھی ہو تب بھی چلی آئے۔''

● ...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کسی شوہر نے اپنی بیوی کو اپنے پاس لیٹنے کے لیے بلایا اور وہ نہ آئی، پھر وہ اسی طرح غصہ میں لیٹا رہا تو صبح تک سارے فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔''

● ...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دنیا میں جب کوئی عورت اپنے شوہر کو ستاتی ہے تو جو حور جنت میں اس کی بیوی بنے گی، وہ یوں کہتی ہے: ''اللہ تعالیٰ تیرا ناس کرے، تو اس کو مت ستا، یہ تو تیرے پاس مہمان ہے، تھوڑے ہی دنوں میں تجھ کو چھوڑ کر ہمارے پاس چلا آئے گا۔''

● ...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین طرح کے آدمی ایسے ہیں کہ جن کی نہ تو نماز قبول ہوتی ہے، نہ کوئی اور نیکی قبول ہوتی ہے: ایک تو وہ لونڈی، غلام جو اپنے مالک سے بھاگ جائے۔ دوسرے وہ عورت جس کا شوہر اس سے ناخوش ہو۔ تیسرے وہ شخص جو نشے میں مست ہو۔''

● ...... کسی نے آپ ﷺ سے پوچھا: ''یا رسول اللہ! سب سے اچھی عورت کون سی ہے؟'' تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''وہ عورت جس کا شوہر اس کی طرف دیکھے تو وہ اس کو خوش کر دے، اور جب کچھ کہے تو کہا مانے اور اپنی جان و مال میں کوئی ایسی بات نہ کرے جو اس کو ناگوار ہو۔''

شوہر کا ایک حق یہ ہے کہ بیوی اس کے گھر میں ہوتے ہوئے اس کی اجازت کے بغیر نفل روزے نہ رکھا کرے اور اس کی اجازت کے بغیر نفل نماز نہ پڑھے۔ ایک حق اس کا یہ ہے کہ اپنی صورت بگاڑ کر اور میلی کچیلی نہ رہا کرے، بلکہ مناسب بناؤ سنگار سے رہا کرے۔ یہاں تک کہ اگر مرد کے کہنے پر بھی عورت سنگار نہ کرے تو مرد کو ہلکی سزا دینے کا اختیار ہے۔ ایک حق یہ ہے کہ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر کہیں نہ جائے، نہ عزیز اور رشتہ دار کے گھر نہ کسی غیر کے گھر۔

بیوی کے حقوق:

قال اللہ تبارك و تعالیٰ: ﴿ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾(۱)

''عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آؤ۔''

مرد کے فرائض میں یہ بات بھی شامل ہے کہ عورتوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئے، ان کی کم فہمی کے پیش نظر عفو و درگزر سے کام لے اور ان کی طرف سے ان کی کم عقلی و کم علمی کی وجہ سے جو تکلیف پہنچے اس پر صبر کرے۔

● ...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'' لَا يَفْرَكُ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً ، إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ عَنْهَا اٰخَرَ.''(۲)

یعنی کسی مومن مرد (شوہر) کو کسی مومن عورت (بیوی) سے کینہ، بغض اور ناپسندیدگی نہیں رکھنا چاہیے، کیونکہ اگر اس کی ایک عادت ناپسند ہو تو ہوسکتا ہے کہ کوئی دوسری عادت و خصلت اسے پسند ہو۔

● ...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''سب سے کامل ایمان والا شخص وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے لیے اچھے ہوں۔''(۳)

● ...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عورتوں کے ساتھ اچھے سلوک کی تاکید کرتا ہوں اسے مان لو، کیونکہ عورتیں پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور پسلی میں سب سے زیادہ ٹیڑھا حصہ اوپر والا حصہ

۱- سورۃ النساء:۱۹

۲- مشکوٰۃ:۱/۲۸

۳- رواہ الترمذی ، مشکوٰۃ : ۲۸۲

ہوتا ہے، اگر تم اس کو سیدھا کرنا چاہو گے تو اس کو توڑ بیٹھو گے اور اگر اس کو چھوڑ دو گے تو ٹیڑھا ہی رہے گا، پس عورتوں کے بارے میں بھلائی کی تاکید قبول کرو۔"(۱)

● ...... حضرت ایاس بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کی بندیوں (اپنی بیویوں) کو نہ مارا کرو۔" اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ عورتیں اپنے شوہروں پر جری ہو گئی ہیں، آپ ﷺ نے عورتوں کو مارنے کی اجازت دی تو آپ ﷺ کے اہل بیت کے پاس بہت سی عورتیں اپنے شوہروں کی شکایتیں کرنے لگیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "آل محمد کے پاس بہت ساری عورتیں اپنے شوہروں کی شکایتیں لے کر آئی ہیں، یہ (شوہر جو عورتوں کو مارتے ہیں) تم میں سے اچھے لوگ نہیں ہیں۔"(۲)

● ...... حکیم بن معاویہ قشیری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: "ہماری بیویوں کا ہم پر کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا: جب تم کھانا کھاؤ تو اس کو بھی کھلاؤ اور جب تم کپڑے پہنو تو اس کو بھی پہناؤ، اس کے چہرے پر نہ مارو اور اس کو برا بھلا مت کہو اور گالی گلوچ نہ کرو اور اس سے بالکل علیحدگی اختیار نہ کرو (یعنی اسے گھر سے نہ نکالو اگر یہ ناگزیر ہی ہو جائے تو) گھر میں رہتے ہوئے (کچھ وقت کے لیے) علیحدہ کر سکتے ہو۔"(۳)

● ...... حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ ﷺ کے پاس گڑیوں سے کھیلتی تھی اور میرے ساتھ میری سہیلیاں بھی کھیلا کرتی تھیں۔ جب رسول اللہ ﷺ گھر میں داخل ہوتے تو وہ چھپ جاتی تھیں تو آپ ﷺ ان کو میرے پاس بھیج دیتے اور وہ پھر میرے ساتھ کھیلتی تھیں۔(٤)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ اپنی بیویوں کا کتنا خیال رکھتے تھے۔

● ...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایک وہ دینار ہے جسے تم نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا، ایک وہ دینار ہے جسے تم نے کسی غلام کے آزاد کرنے میں خرچ کیا، ایک وہ دینار ہے جسے تم نے کسی مسکین پر صدقہ کر دیا اور ایک وہ دینار ہے جسے تم نے اپنے اہل خانہ پر خرچ کر دیا۔ ان میں سے سب سے زیادہ اجر والا وہ

۱- متفق علیہ، مشکوٰۃ: ۲۸۰

۲- مشکوٰۃ: ۲۸۲

۳- رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجہ، مشکوٰۃ: ۲۸۱

٤- متفق علیہ، مشکوٰۃ: ۲۸۰

دینار ہے جسے تم نے اپنے اہل خانہ پر خرچ کر ڈالا۔‘‘ (۱)

نکاح کیسے منعقد ہوتا ہے؟

مسئلہ (۱): نکاح ایجاب وقبول کے دو لفظوں سے ہو جاتا ہے، جیسے: کسی نے گواہوں کے سامنے کہا: ’’میں نے اپنی لڑکی کا نکاح تمہارے ساتھ کیا۔‘‘ اس نے کہا: ’’میں نے قبول کیا۔‘‘ بس نکاح ہو گیا، البتہ اگر اس کی کئی لڑکیاں ہوں تو صرف اتنا کہنے سے نکاح نہیں ہوگا، بلکہ نام لے کر مثلاً: یوں کہے کہ میں نے اپنی لڑکی قدسیہ کا نکاح تمہارے ساتھ کیا، وہ کہے کہ میں نے قبول کیا۔

مسئلہ (۲): کسی نے کہا: ’’اپنی فلاں لڑکی کا نکاح میرے ساتھ کر دو۔‘‘ اس نے کہا: ’’میں نے اس کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیا‘‘ تو نکاح ہو گیا، چاہے پھر وہ یوں کہے کہ میں نے قبول کیا یا نہ کہے، نکاح ہو گیا۔

مسئلہ (۳): اگر خود عورت وہاں موجود ہو اور اس کا ولی اس کی طرف اشارہ کر کے یوں کہہ دے کہ میں نے اس کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیا، مرد کہے: ’’میں نے قبول کیا‘‘ تب بھی نکاح ہو گیا، نام لینے کی ضرورت نہیں اور اگر لڑکی موجود نہ ہو تو اس کا بھی نام لے اور اس کے باپ کا نام بھی اتنی بلند آواز سے لے کہ گواہ سن لیں اور اگر باپ کو بھی لوگ نہ جانتے ہوں اور صرف باپ کے نام لینے سے معلوم نہ ہو کہ کس کا نکاح ہو رہا ہے تو دادا کا نام بھی لینا ضروری ہے۔ غرض یہ ہے کہ اتنا تعارف ہونا چاہیے کہ سننے والے سمجھ لیں کہ فلاں کا نکاح ہو رہا ہے۔

نکاح کے گواہ ضروری ہیں:

مسئلہ (۴): نکاح درست ہونے کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ کم سے کم دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے کیا جائے اور وہ لوگ اپنے کانوں سے نکاح کے دونوں لفظ سنیں تب نکاح ہوگا۔ اگر تنہائی میں ایک نے کہا: ’’میں نے اپنی بیٹی کا نکاح تمہارے ساتھ کیا۔‘‘ دوسرے نے کہا: ’’میں نے قبول کیا‘‘ تو نکاح نہیں ہوا۔ اسی طرح اگر صرف ایک آدمی کے سامنے نکاح کیا تب بھی نہیں ہوا۔

مسئلہ (۵): اگر کوئی مرد نہیں تھا، صرف عورتیں تھیں، تب بھی نکاح درست نہیں، چاہے دس بارہ کیوں نہ ہوں۔ کم سے کم ایک مرد کا ہونا ضروری ہے۔

مسئلہ (۶): اگر دو مرد تو ہیں لیکن مسلمان نہیں ہیں تو بھی نکاح نہیں ہوا۔ اسی طرح اگر مسلمان تو ہیں لیکن دونوں یا ان

۱۔ رواہ مسلم، مشکوۃ: ۱۷۰

میں سے ایک نابالغ ہے تب بھی نکاح درست نہیں۔ اسی طرح اگر ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے نکاح ہوا، لیکن وہ عورتیں ابھی بالغ نہیں ہوئیں یا ان میں سے ایک ابھی بالغ نہیں ہوئی ہے تو نکاح صحیح نہیں ہے۔

مسئلہ ۷: بہتر یہ ہے کہ کسی بڑے مجمع میں نکاح کیا جائے، جیسے نمازِ جمعہ کے بعد جامع مسجد میں یا کسی اور مجمع میں تا کہ نکاح کی خوب تشہیر ہو جائے۔ چھپ چھپا کر نکاح نہ کریں، لیکن اگر کوئی ایسی صورت ہو گئی کہ زیادہ لوگ نہ جان سکے تو کم سے کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ضرور موجود ہوں، جو اپنے کانوں سے نکاح ہوتے سنیں۔

مسئلہ ۸: اگر مرد بھی بالغ ہے اور عورت بھی بالغ ہے اور دو گواہوں کے سامنے ایک کہہ دے: ''میں نے اپنا نکاح تیرے ساتھ کیا۔'' دوسرا کہے: ''میں نے قبول کیا'' تو نکاح ہو گیا۔

مسئلہ ۹: اگر کسی نے اپنا نکاح خود نہیں کیا بلکہ کسی سے کہہ دیا کہ تم میرا نکاح کسی سے کر دو یا یوں کہا: ''میرا نکاح فلاں سے کر دو'' اور اس نے دو گواہوں کے سامنے نکاح کر دیا تب بھی نکاح ہو گیا۔

وہ عورتیں جن سے نکاح حرام ہے

نکاح حرام ہونے کے اسباب:

اگر درجِ ذیل آٹھ وجوہات میں سے کوئی وجہ پائی جائے تو شرعاً نکاح نہیں ہو سکتا ہے:

۱۔ قرابت (نسبی رشتہ داری)	۲۔ مصاہرت (سسرالی رشتہ داری)
۳۔ رضاعت (دودھ پلانا)	۴۔ محرم عورتوں سے اکٹھے نکاح کرنا
۵۔ عورت کا کسی کے نکاح میں ہونا	۶۔ عورت کا عدت میں ہونا
۷۔ بیک وقت چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنا	۸۔ کسی آسمانی دین کا قائل نہ ہونا

ان آٹھ وجوہات میں تفصیل یہ ہے:

۱۔ قرابت (نسبی رشتہ داری):

مسئلہ ۱: اپنی اولاد یعنی بیٹی، پوتی پڑپوتی اور نواسی وغیرہ کے ساتھ نکاح درست نہیں اور ماں، دادی، پردادی، نانی، پرنانی وغیرہ کے ساتھ بھی درست نہیں۔

مسئلہ ۲: بہن، خالہ، پھوپھی، بھتیجی، بھانجی کے ساتھ بھی نکاح درست نہیں۔ شریعت میں بہن وہ ہے جو ایک ماں

باپ سے ہو۔ یا دونوں کا باپ ایک ہو یا دونوں کی ماں ایک ہو۔ یہ سب بہنیں ہیں اور جس کا باپ بھی الگ ہو اور ماں بھی الگ ہو وہ بہن نہیں، اس سے نکاح درست ہے۔

۲-مصاہرت (سسرالی رشتہ داری):

مسئلہ ۳: ساس کے ساتھ بھی نکاح درست نہیں، چاہے لڑکی کی رخصتی ہو چکی ہو اور دونوں میاں بیوی ایک ساتھ رہ چکے ہوں یا ابھی رخصتی نہ ہوئی ہو، بہر حال نکاح حرام ہے۔

مسئلہ ۴: کسی عورت سے نکاح کیا، اگر اس کے ساتھ ہم بستری بھی کی تو اس عورت کی بیٹی کے ساتھ نکاح درست نہیں، اگر اس کے ساتھ ہم بستری نہیں کی تھی تو اس کی بیٹی کے ساتھ نکاح جائز ہے۔

مسئلہ ۵: باپ کی بیوی سے نکاح جائز نہیں، چاہے باپ نے اس کے ساتھ ہمبستری کی ہو یا نہیں۔

مسئلہ ۶: بیٹے یا پوتے وغیرہ کی بیوی سے نکاح جائز نہیں۔

مسئلہ ۷: کسی مرد نے کسی عورت سے زنا کیا تو اب اس عورت کی ماں اور اس کی اولاد کا اس مرد سے نکاح کرنا درست نہیں۔

مسئلہ ۸: کسی عورت نے شہوت کے ساتھ کسی مرد کو ہاتھ لگایا تو اب اس عورت کی ماں اور اولاد کا اس مرد سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح اگر مرد نے کسی عورت پر شہوت سے ہاتھ ڈالا، تو وہ مرد اس کی ماں اور اولاد پر حرام ہو گیا۔

مسئلہ ۹: رات کو اپنی بیوی کے پاس جانے کے لیے اٹھا مگر غلطی سے بیٹی پر یا ساس پر ہاتھ پڑ گیا اور بیوی سمجھ کر شہوت کے ساتھ اس کو ہاتھ لگایا تو اب وہ مرد اپنی بیوی پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو گیا، اب کوئی صورت جائز ہونے کی نہیں اور مرد پر لازم ہے کہ اس عورت کو طلاق دے دے۔ اس لیے ایسے معاملات میں بہت احتیاط کرنی چاہیے۔

مسئلہ ۱۰: کسی لڑکے نے اپنی سوتیلی ماں پر شہوت کے ساتھ ہاتھ ڈال دیا تو اب وہ عورت اپنے شوہر پر بالکل حرام ہوگئی، اب کسی صورت میں حلال نہیں ہو سکتی اور اگر اس سوتیلی ماں نے سوتیلے لڑکے کے ساتھ ایسا کیا تب بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ ۱۱: جس عورت کا شوہر نہ ہو اور اس کو بدکاری سے حمل ہو اس کا نکاح کسی سے کروایا جا سکتا ہے، لیکن بچہ پیدا ہونے سے پہلے صحبت کرنا درست نہیں، البتہ جس نے زنا کیا تھا اگر اسی سے نکاح ہوا ہو تو صحبت بھی درست ہے۔

۳-رضاعت (دودھ پلانا):

مسئلہ ۱۲: جتنے رشتے نسب کے اعتبار سے حرام ہیں وہ رشتے دودھ پینے کی وجہ سے بھی حرام ہیں، یعنی دودھ پینے

والی بچی کا دودھ پلانے والی کے شوہر سے نکاح درست نہیں، کیونکہ وہ اس کا باپ ہوا۔ اسی طرح دودھ شریک بہن بھائی کا نکاح بھی آپس میں درست نہیں۔ جس بچے کو عورت نے دودھ پلایا ہے اس سے اور اس کی اولاد سے اس عورت کا نکاح درست نہیں کیونکہ وہ اس کی اولاد ہوئی۔ رضاعی خالہ، بھانجی، پھوپھی، بھتیجی سب سے نکاح حرام ہے۔

مسئلہ (۱۳): دو دودھ شریک بہنیں ایک ساتھ ایک مرد کے نکاح میں نہیں رہ سکتیں، غرض یہ کہ نسب میں جتنے رشتوں میں نکاح حرام ہے، دودھ کے رشتوں میں بھی وہی حکم ہے۔

۴- محرم عورتوں سے اکٹھے نکاح کرنا:

مسئلہ (۱۴): جب تک ایک بہن نکاح میں رہے تب تک دوسری سے نکاح درست نہیں، البتہ اگر ایک مر گئی یا اس کو چھوڑ دیا اور عدت پوری ہوگئی تو اب دوسری بہن سے نکاح درست ہے، لیکن عدت پوری ہونے سے پہلے نکاح درست نہیں۔

مسئلہ (۱۵): اگر کسی نے خدانخواستہ دو بہنوں سے نکاح کرلیا تو جس کا نکاح پہلے ہوا وہ صحیح ہے اور جس کا بعد میں کیا گیا وہ نہیں ہوا۔

مسئلہ (۱۶): کسی مرد کا نکاح ایک عورت سے ہوا تو اب جب تک وہ عورت اس کے نکاح میں رہے گی اس کی پھوپھی، خالہ، بھانجی اور بھتیجی کا نکاح اس مرد سے نہیں ہوسکتا۔

مسئلہ (۱۷): جن دو عورتوں میں ایسا قریبی رشتہ ہو کہ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک مرد ہوتی تو آپس میں دونوں کا نکاح جائز نہ ہوتا، ایسی دو عورتیں ایک ساتھ ایک مرد کے نکاح میں نہیں رہ سکتیں۔ جب ایک مر جائے یا طلاق ہو جائے اور عدت گزر جائے تب دوسری عورت کا نکاح اس مرد سے جائز ہے۔

مسئلہ (۱۸): عورت اور اس کی سوتیلی بیٹی دونوں کا ایک ساتھ کسی مرد سے نکاح درست ہے۔[1]

۵- عورت کا کسی کے نکاح میں ہونا:

مسئلہ (۱۹): جس عورت کا نکاح کسی مرد سے ہو چکا ہو تو اب طلاق لیے بغیر اور عدت پوری کیے بغیر دوسرے سے نکاح درست نہیں۔

۱- مثلاً ایک عورت نے کسی شادی شدہ مرد سے نکاح کیا جس کی ایک لڑکی پہلے سے تھی، یہ مرد فوت ہوگیا۔ اب کوئی شخص اس بیوہ عورت اور اس کے پہلے شوہر کی لڑکی دونوں سے نکاح کرنا چاہے تو کرسکتا ہے، اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ کوئی مرد اس بیوہ خاتون سے نکاح کرے اور اپنے لڑکے یا بھتیجے کا نکاح اس کی لڑکی سے کروادے۔

۶- عورت کا عدت میں ہونا:

مسئلہ (۲۰): کسی عورت کے شوہر نے طلاق دے دی یا فوت ہو گیا تو جب تک طلاق یا وفات کی عدت پوری نہ ہو تب تک دوسرے مرد سے نکاح درست نہیں۔

۷- بیک وقت چار سے زائد عورتوں سے نکاح کرنا:

مسئلہ (۲۱): جس مرد کے نکاح میں چار عورتیں ہوں تو پانچویں عورت سے اس کا نکاح درست نہیں اور ان چار میں سے اگر اس نے ایک کو طلاق دے دی تو جب تک طلاق کی عدت پوری نہ ہو کسی اور عورت سے اس کا نکاح نہیں ہو سکتا۔

۸- کسی آسمانی دین کا قائل نہ ہونا:

مسئلہ (۲۲): مسلمان عورت کا نکاح مسلمان کے سوا کسی اور مذہب والے مرد سے درست نہیں۔ مسئلہ: لیکن مسلمان مرد کا نکاح کسی آسمانی دین کی قائل عورت سے درست ہے؟

مسئلہ (۲۳): مسلمان مرد کا نکاح اہل کتاب (یہودی وعیسائی) عورتوں سے جائز ہے[1]، کسی اور غیر مسلم سے جائز نہیں۔

مسئلہ (۲۴): سنی مسلمان کا نکاح شیعہ کے ساتھ بہت سے علماء کے فتویٰ کے مطابق درست نہیں، اور قادیانی کے ساتھ بھی نکاح درست نہیں، کیونکہ قادیانی علمائے اسلام کے فتویٰ کے مطابق کافر ہیں۔

منہ بولی رشتہ داری کا حکم:

مسئلہ (۲۵): منہ بولی بیٹی یا بہن بنا لینے سے حقیقتاً وہ بیٹی یا بہن نہیں بنتی، اس لیے منہ بولی بیٹی یا بہن سے نکاح درست ہے۔

مسئلہ (۲۶): کوئی عورت حقیقی خالہ نہیں، بلکہ کسی رشتہ سے خالہ لگتی ہے تو اس سے نکاح درست ہے، اسی طرح اگر کسی دور کے رشتہ سے پھوپھی، بھانجی یا بھتیجی ہوتی ہو اس سے بھی نکاح درست ہے، ایسے ہی اگر حقیقی بہن بھائی نہیں بلکہ چچا زاد، ماموں زاد، خالہ زاد یا پھوپھی زاد بہن بھائی ہوں تو ان کا نکاح آپس میں درست ہے۔

مسئلہ (۲۷): اسی طرح دو بہنیں اگر سگی نہ ہوں، ماموں زاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد، چچا زاد ہوں تو وہ دونوں ایک ساتھ ایک ہی مرد کے نکاح میں آ سکتی ہیں۔ یہی حال پھوپھی اور خالہ وغیرہ کا ہے کہ اگر کوئی دور کا رشتہ نکلتا ہو تو پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کا ایک ساتھ ہی ایک مرد سے نکاح درست ہے۔

۱- اس بارے میں کچھ تفصیل آگے "اضافہ" میں آ رہی ہے۔

ولی کا بیان

جس کو نابالغ لڑکی اور لڑکے کا نکاح کرانے کا اختیار ہوتا ہے اس کو ''ولی'' کہتے ہیں۔

مسئلہ(۱): لڑکی اور لڑکے کا ولی سب سے پہلے اس کا باپ ہے۔ اگر باپ نہ ہو تو دادا، وہ نہ ہو تو پردادا، اگر یہ لوگ نہ ہوں تو سگا بھائی، سگا بھائی نہ ہو تو سوتیلا بھائی، یعنی باپ شریک بھائی، پھر بھتیجا، پھر بھتیجے کا لڑکا، پھر بھتیجے کا پوتا، یہ لوگ نہ ہوں تو سگا چچا، پھر سوتیلا چچا، یعنی باپ کا سوتیلا بھائی، پھر سگے چچا کا لڑکا پھر اس کا پوتا، پھر سوتیلے چچا کا لڑکا پھر اس کا پوتا۔ یہ نہ ہوں تو باپ کا چچا ولی ہے، پھر اس کی اولاد۔ اگر باپ کا چچا اور اس کے لڑکے، پوتے، پڑپوتے کوئی نہ ہوں تو دادا کا چچا، پھر اس کے لڑکے، پوتے پھر پڑپوتے وغیرہ۔ ان میں سے کوئی نہ ہو تو ماں ولی ہے، پھر دادی پھر نانی پھر نانا پھر حقیقی بہن پھر سوتیلی بہن، جو باپ شریک ہو پھر جو بھائی بہن ماں شریک ہوں، پھر پھوپھی پھر ماموں، پھر خالہ وغیرہ۔

مسئلہ(۲): نابالغ کسی کا ولی نہیں ہوسکتا، اور کافر کسی مسلمان کا ولی نہیں ہوسکتا، اور پاگل بھی کسی کا ولی نہیں ہوسکتا۔

مسئلہ(۳): بالغ عورت خود مختار ہے، چاہے نکاح کرے چاہے نہ کرے اور جس کے ساتھ چاہے کرے، کوئی شخص اس پر زبردستی نہیں کرسکتا۔ اگر وہ خود اپنا نکاح کسی سے کرلے تو (اگرچہ یہ حیا اور مروّت کے خلاف ہے اور مسلمان عورت کو ایسا نہیں کرنا چاہیے لیکن) نکاح ہوجائے گا، چاہے ولی کو علم ہو یا نہ ہوا اور ولی چاہے راضی ہو یا نہ ہو، البتہ اگر لڑکی نے اپنے جوڑ سے نکاح نہیں کیا، اپنے سے کم ذات والے سے نکاح کرلیا اور ولی راضی نہیں ہے تو فتویٰ اس پر ہے کہ نکاح درست نہیں ہوگا، اور اگر نکاح تو اپنے جوڑ ہی سے کیا، لیکن جتنا مہر اس کے ددھیالی خاندان میں مقرر کیا جاتا ہے جس کو شریعت میں ''مہرِ مثل'' کہتے ہیں، اس سے بہت کم پر نکاح کرلیا تو اس صورت میں نکاح تو ہوگیا لیکن اس کا ولی اس نکاح کو تڑوا سکتا ہے۔ مسلمان حاکم کے پاس جا کر درخواست کرے کہ وہ نکاح فسخ کردے، لیکن فسخ کروانے کا حق اس ولی کو ہے جس کا ذکر ماں سے پہلے آیا ہے یعنی باپ سے لے کر دادا کے چچا کے بیٹوں، پوتوں تک۔

مسئلہ(۴): کسی ولی نے بالغ لڑکی کا نکاح اس سے پوچھے اور اجازت لیے بغیر کردیا تو وہ نکاح اس کی اجازت پر موقوف ہے۔ اگر لڑکی اجازت دے تو نکاح ہوجائے گا اور اگر وہ راضی نہ ہوا اور اجازت نہ دے تو نہیں ہوگا۔ اجازت کا طریقہ آگے آرہا ہے۔

مسئلہ ۵: بالغ کنواری لڑکی سے ولی نے آکر کہا کہ میں تمہارا نکاح فلاں کے ساتھ کرتا ہوں یا میں نے کر دیا ہے، اس پر وہ خاموش رہی یا مسکرادی یا رونے لگی تو بس یہی اجازت ہے۔ اب وہ ولی نکاح کر دے تو صحیح ہو جائے گا یا کر چکا تھا تو صحیح ہو گیا۔ یہ ضروری نہیں کہ زبان سے ہی اجازت دے۔ جو لوگ زبردستی کر کے زبان سے قبول کراتے ہیں، برا کرتے ہیں۔

مسئلہ ۶: ولی نے اجازت لیتے وقت شوہر کا نام نہیں لیا، نہ لڑکی کو پہلے سے معلوم ہے تو ایسے وقت چپ رہنے سے رضامندی ثابت نہیں ہوگی، بلکہ نام و پتا اور اتنا تعارف ضروری ہے جس سے لڑکی اتنا سمجھ جائے کہ یہ فلاں شخص ہے۔ اسی طرح اگر مہر نہیں بتایا اور مہر مثل سے بہت کم پر نکاح کر دیا تو عورت کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوگا، اس کے لیے دوبارہ باقاعدہ اجازت لینی چاہیے۔

مسئلہ ۷: اگر وہ لڑکی کنواری نہیں، بلکہ ایک نکاح پہلے ہو چکا ہے، یہ دوسرا نکاح ہے، اس سے اس کے ولی نے اجازت لی اور پوچھا تو صرف خاموش رہنے سے اجازت نہیں ہوگی، بلکہ زبان سے کہنا چاہیے، اگر اس نے زبان سے نہیں کہا اور خاموش رہنے پر ولی نے نکاح کر دیا تو نکاح موقوف ہوگا، بعد میں اگر وہ زبان سے منظور کر لے تو نکاح ہو جائے گا اور اگر منظور نہ کرے تو نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۸: باپ کے ہوتے ہوئے چچا بھائی وغیرہ کسی اور ولی نے کنواری لڑکی سے اجازت مانگی تو صرف چپ رہنے سے اجازت نہیں ہوگی بلکہ زبان سے اجازت دے تب اجازت ہوگی، البتہ اگر باپ ہی نے ان کو اجازت لینے کے لیے بھیجا ہو تو صرف چپ رہنے سے بھی اجازت ہو جائے گی۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو ولی سب سے مقدم ہو اور شرعاً اسی کو پوچھنے کا حق ہو، جب وہ خود یا اس کا بھیجا ہوا آدمی اجازت لے تب تو چپ رہنے سے اجازت ہوگی، اور اگر حق تھا دادا کا اور پوچھا بھائی نے یا حق تو تھا بھائی کا اور پوچھا چچا نے تو ایسے وقت چپ رہنے سے اجازت نہیں ہوگی۔

مسئلہ ۹: ولی نے پوچھے بغیر اور اجازت لیے بغیر نکاح کر دیا، پھر نکاح کے بعد خود ولی نے یا اس کے بھیجے ہوئے کسی آدمی نے آکر لڑکی کو اطلاع دی کہ تمہارا نکاح فلاں کے ساتھ کر دیا گیا ہے، تو اس صورت میں بھی چپ رہنے سے اجازت ہو جائے گی اور نکاح صحیح ہو جائے گا، اور اگر کسی اور نے اطلاع دی تو اگر وہ اطلاع دینے والا نیک اور معتبر آدمی ہے یا اطلاع دینے والے دو شخص ہیں تب بھی چپ رہنے سے نکاح صحیح ہو جائے گا، اور اگر اطلاع دینے والا ایک شخص ہے اور غیر معتبر ہے تو چپ رہنے سے نکاح صحیح نہیں ہوگا بلکہ موقوف رہے گا۔ جب زبان سے اجازت دیدے یا کوئی اور ایسی بات پائی

جائے جس سے اجازت سمجھی جاتی ہے تب صحیح ہوگا۔

مسئلہ (۱۰): یہی حکم لڑکے کا ہے کہ اگر بالغ ہو تو اس پر زبردستی نہیں کرسکتے اور ولی اس کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کرسکتا، اگر پوچھے بغیر نکاح کرے گا تو اجازت پر موقوف رہے گا، اگر اجازت دے دی تو ہوگیا نہیں دی تو نہیں ہوا، البتہ اتنا فرق ہے کہ لڑکے کے خاموش رہنے سے اجازت نہیں ہوتی، زبان سے کہنا اور بولنا چاہیے۔

مسئلہ (۱۱): اگر لڑکی یا لڑکا نابالغ ہو تو وہ خود مختار نہیں، بغیر ولی کے اس کا نکاح نہیں ہوتا۔ اگر اس نے ولی کے بغیر اپنا نکاح کرلیا یا کسی اور نے کردیا تو ولی کی اجازت پر موقوف ہے، اگر ولی اجازت دے گا تو نکاح ہوگا ورنہ نہیں، اور ولی کو اس کا نکاح کروانے کا پورا اختیار ہے، جس سے چاہے کردے۔ نابالغ لڑکیاں اور لڑکے اس نکاح کو اس وقت رد نہیں کرسکتے، چاہے وہ نابالغ لڑکی کنواری ہو یا پہلے کوئی اور نکاح ہو چکا ہو اور رخصتی بھی ہو چکی ہو، دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

خیارِ بلوغ:

مسئلہ (۱۲): نابالغ لڑکی یا لڑکے کا نکاح اگر باپ یا دادا نے کیا ہے تو وہ جوان ہونے کے بعد بھی اس نکاح کو رد نہیں کرسکتے، چاہے اپنے جوڑ کے ساتھ کیا ہو یا بے جوڑ کم ذات والے سے کردیا ہو اور چاہے مہرِ مثل پر نکاح کیا ہو، یا اس سے بہت کم یا زیادہ پر نکاح کیا ہو، بہر صورت نکاح صحیح ہے اور بالغ ہونے کے بعد بھی وہ فسخ نہیں کرسکتے۔

مسئلہ (۱۳): اور اگر باپ دادا کے سوا کسی اور ولی نے نکاح کیا ہے اور جس کے ساتھ نکاح کیا ہے وہ لڑکا ذات میں برابر درجہ کا بھی ہے اور مہر بھی مہرِ مثل مقرر کیا ہے، اس صورت میں اس وقت تو نکاح صحیح ہو جائے گا، لیکن بالغ ہونے کے بعد ان کو اختیار ہے، چاہے اس نکاح کو باقی رکھیں، چاہے مسلمان حاکم کے پاس مقدمہ کرکے ختم کرلیں اور اگر اس ولی نے لڑکی کا نکاح کم ذات والے مرد سے کردیا یا مہرِ مثل سے بہت کم پر نکاح کردیا ہے یا لڑکے کا نکاح جس عورت سے کیا ہے اس کا مہر اس کے مہرِ مثل سے بہت زیادہ مقرر کردیا تو وہ نکاح نہیں ہوا۔

مسئلہ (۱۴): جس ولی کو نابالغہ کا نکاح کروانے کا حق ہے، وہ اگر موجود نہیں اور اتنا دور ہے کہ اگر اس کا انتظار کریں اور اس سے مشورہ لیں تو یہ موقع ہاتھ سے جائے گا، اور پیغام دینے والا اتنا انتظار نہیں کرے گا، اور پھر ایسی جگہ مشکل سے ملے گی، تو ایسی صورت میں اس کے بعد والا ولی بھی نکاح کروا سکتا ہے، لہٰذا اگر اس نے اس غیر موجود ولی سے پوچھے بغیر نکاح کروادیا تو نکاح ہوگیا، اور اگر اتنا دور نہ ہو تو بغیر اس کی رائے لیے دوسرے ولی کو نکاح نہیں کرنا چاہیے۔ اگر کرے گا تو اسی ولی

کی اجازت پر موقوف رہے گا، جب وہ اجازت دے گا تب صحیح ہوگا۔

مسئلہ (۱۵): اسی طرح جس ولی کا حق ہے اس کے ہوتے ہوئے دوسرے ولی نے نابالغ کا نکاح کر دیا، جیسے: حق تو تھا باپ کا، اور نکاح کر دیا دادا نے اور باپ سے بالکل رائے نہیں لی تو وہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف رہے گا، یا حق تو تھا بھائی کا اور نکاح کر دیا چچا نے، تو بھائی کی اجازت پر موقوف ہے۔

مسئلہ (۱۶): کوئی عورت پاگل ہوگئی اور اس کا بالغ لڑکا بھی موجود ہے اور باپ بھی ہے، اس کا نکاح کرنا ہو تو اس کا ولی لڑکا ہے، کیونکہ ولی ہونے میں لڑکا باپ سے بھی مقدم ہے۔

مسئلہ (۱۷): جس صورت میں نکاح کی اطلاع ہونے پر زبان سے اجازت دینا ضروری ہو اور عورت نے ہاں زبان سے نہیں کہا، لیکن شوہر اس کے پاس آیا تو اس نے صحبت سے انکار بھی نہیں کیا تب بھی نکاح درست ہوگیا۔

مسئلہ (۱۸): باپ اور دادا کے سوا کسی اور نے نکاح کر دیا تھا اور لڑکی کو نکاح کی خبر تھی، پھر بالغ ہوگئی اور اب تک شوہر نے اس سے صحبت نہیں کی تو جس وقت بالغ ہوئی ہے، فوراً اسی وقت اپنی ناپسندیدگی ظاہر کر دے کہ میں راضی نہیں ہوں یا یوں کہے: ”میں اس نکاح کو باقی رکھنا نہیں چاہتی“، چاہے وہاں کوئی اور ہو یا نہ ہو، بلکہ بالکل تنہا بیٹھی ہو، ہر حال میں کہنا چاہیے، لیکن صرف ایسا کہنے سے نکاح نہیں ٹوٹے گا، بلکہ شرعی حاکم کے پاس جائے، وہ نکاح توڑ دے تب نکاح ٹوٹے گا۔ بالغ ہونے کے بعد اگر ایک لمحہ بھی چپ رہے گی تو نکاح ختم کرانے کا اختیار نہیں رہے گا، اور اگر اس کو اپنے نکاح کی اطلاع نہیں تھی، بالغ ہونے کے بعد اطلاع پہنچی تو جس وقت اطلاع ملی فوراً اسی وقت نکاح سے انکار کر دے، ایک لمحہ بھی چپ رہے گی تو نکاح تڑوانے کا اختیار نہیں رہے گا۔

مسئلہ (۱۹): اور اگر شوہر صحبت کر چکا تھا تب بالغ ہوئی تو بالغ ہوتے ہی فوراً انکار کرنا ضروری نہیں، بلکہ جب تک اس کی رضا کا علم نہیں ہوگا تب تک قبول کرنے نہ کرنے کا اختیار باقی ہے، چاہے جتنا زمانہ گزر جائے، البتہ جب اس نے صاف زبان سے کہہ دیا کہ میں منظور کرتی ہوں یا کوئی اور ایسی بات پائی گئی جس سے رضامندی ثابت ہوئی جیسے: اپنے شوہر کے ساتھ تنہائی میں میاں بیوی کی طرح رہی تو اب اختیار ختم ہوگیا اور نکاح لازم ہوگیا۔

کفاءت (برابری) کا بیان

مسئلہ ۱: شریعت میں اس کا بہت زیادہ خیال رکھا گیا ہے کہ بے جوڑ نکاح نہ کیا جائے، یعنی لڑکی کا نکاح کسی ایسے مرد سے نہ کیا جائے جو اس کے برابر کا نہ ہو۔

مسئلہ ۲: برابری کا اعتبار پانچ چیزوں میں ہوتا ہے:

۱- نسب ۲- مسلمان ہونا

۳- دینداری ۴- مال

۵- پیشہ

نسب میں برابری:

مسئلہ ۳: نسب میں برابری تو یہ ہے کہ مثلاً: شیخ، سید، انصاری اور علوی یہ سب ایک دوسرے کے برابر ہیں یعنی سیدوں کا رتبہ اگر چہ دوسروں سے بڑھ کر ہے، لیکن اگر سید کی لڑکی شیخ کے یہاں بیاہی گئی تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ اپنے جوڑ والے سے نکاح نہیں ہوا، بلکہ یہ بھی جوڑ ہی ہے۔

مسئلہ ۴: نسب میں اعتبار باپ کا ہے، ماں کا اعتبار نہیں، اگر باپ سید ہے تو لڑکا بھی سید ہے اور اگر باپ شیخ ہے تو لڑکا بھی شیخ ہے، ماں چاہے جیسی ہو، اگر کسی سید نے کسی غیر سید خاندان کی عورت سے نکاح کر لیا تو اس کی اولاد سید شمار ہوگی اور درجہ میں سیدوں کے برابر ہوگی، البتہ یہ اور بات ہے کہ جس کے ماں باپ دونوں سید خاندان سے ہوں اس کی عزت زیادہ ہے، لیکن نکاح کے معاملے میں سب ایک ہی جوڑ کے کہلائیں گے۔

مسئلہ ۵: مغل، پٹھان سب ایک درجے کے ہیں اور ان کا درجہ شیخوں، سیدوں سے کم ہے۔ اگر شیخ یا سید کی لڑکی ان کے یہاں بیاہی گئی تو کہا جائے گا کہ جوڑ کے بغیر نکاح ہوا۔

مسلمان ہونے میں برابری:

مسئلہ ۶: مسلمان ہونے میں برابری کا اعتبار صرف مغل، پٹھان وغیرہ دیگر قوموں میں ہے۔ شیخوں، سیدوں، علویوں اور انصاریوں میں اس کا اعتبار نہیں ہے، تو جو شخص خود مسلمان ہو گیا اور اس کا باپ کافر تھا، وہ شخص اس عورت کے برابر کا

نہیں جو خود بھی مسلمان ہے اور اس کا باپ بھی مسلمان تھا، اور جو شخص خود مسلمان ہے اور اس کا باپ بھی مسلمان ہے، لیکن اس کا دادا مسلمان نہیں، وہ اس عورت کے برابر کا نہیں جس کا دادا بھی مسلمان ہے۔

مسئلہ (۷): جس کے باپ دادا دونوں مسلمان ہوں لیکن پر دادا مسلمان نہ ہو تو وہ شخص اس عورت کے برابر سمجھا جائے گا جس کی کئی پشتیں مسلمان ہوں۔ خلاصہ یہ ہے کہ دادا تک مسلمان ہونے میں برابری کا اعتبار ہے، اس کے بعد پر دادا اور نگڑ دادا میں برابری ضروری نہیں۔

دینداری میں برابری:

مسئلہ (۸): دینداری میں برابری کا یہ مطلب ہے کہ ایسا شخص جو دین کا پابند نہیں، مثلاً: لُچا، شہدا، شرابی، بدکار آدمی، وہ دیندار عورت کے برابر نہیں سمجھا جائے گا۔

مال میں برابری:

مسئلہ (۹): مال میں برابری کے یہ معنی ہیں کہ بالکل مفلس محتاج شخص مالدار عورت کے برابر کا نہیں ہے، اور اگر وہ بالکل مفلس نہیں بلکہ جتنا مہر نکاح کے وقت دینے کا رواج ہے اتنا مہر اور نفقہ دے سکتا ہے تو وہ عورت کے برابر کا ہے، اگرچہ سارا مہر نہ دے سکے؟ اور یہ ضروری نہیں کہ جتنے مالدار لڑکی والے ہیں لڑکا بھی اتنا ہی مالدار ہو یا اس کے قریب قریب مالدار ہو۔

پیشہ میں برابری:

مسئلہ (۱۰): پیشہ میں برابری یہ ہے کہ جولاہے درزیوں کے میل اور جوڑ کے نہیں، اسی طرح نائی، دھوبی وغیرہ بھی درزی کے برابر نہیں۔

مسئلہ (۱۱): دیوانہ، پاگل آدمی ہوشیار، سمجھدار عورت کا جوڑ نہیں۔

مہر کا بیان

مسئلہ ①: نکاح میں مہر کا ذکر کرے یا نہ کرے، ہر حال میں نکاح ہو جائے گا، لیکن مہر دینا پڑے گا، بلکہ اگر کوئی یہ کہے کہ ہم مہر نہیں دیں گے، مہر کے بغیر نکاح کرتے ہیں تب بھی مہر دینا پڑے گا۔

مہر کی مقدار:

مسئلہ ②: مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم چاندی (۳۴،۰۲ گرام*) یا اس کی قیمت ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں، جتنا چاہے مقرر کر لے لیکن مہر کا بہت زیادہ مقرر کرنا اچھا نہیں۔ اگر کسی نے دس درہم (یعنی تقریباً ۳۵ گرام چاندی) سے کم مہر مقرر کر کے نکاح کیا تب بھی پورے دس درہم دینے پڑیں گے، شریعت میں اس سے کم مہر نہیں ہو سکتا؛ اور اگر رخصتی سے پہلے ہی طلاق دیدے تو اس کا آدھا دینا پڑے گا۔

مہرِ فاطمی:

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مہر کے بارے میں دو روایتیں ہیں، راجح روایت کے مطابق اس کی مقدار ۴۸۰ درہم=۱،۶۳۲۹۶ کلو* گرام چاندی ہے۔

مہر مقرر کرنے میں آج کل عام برادریوں میں بڑی افراط وتفریط پائی جاتی ہے۔ بعض لوگ اتنی بڑی بڑی رقمیں مقرر کر دیتے ہیں جن کی ادائیگی کا تصور بھی شوہر نہیں کر سکتا۔ احادیثِ صحیحہ میں اس کی ممانعت آئی ہے، اس سے بچنا چاہیے۔ اس کے مقابلہ میں بعض لوگ مہرِ فاطمی کو ضروری قرار دیتے ہیں اور اس پر اصرار کرتے ہیں اور اسی کو مہرِ شرعی سمجھتے ہیں، حالانکہ شریعت نے مہر کا کوئی آخری درجہ مقرر نہیں کیا ہے۔ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مہرِ فاطمی سے زیادہ مہر مقرر کرنا ثابت ہے، اس لیے یہاں اس بات کو خوب یاد رکھنا چاہیے کہ جس طرح بہت زیادہ مہر مقرر کرنا برا ہے، اسی طرح لڑکی کا مہر اس کے مہرِ مثل یعنی خاندان کی لڑکیوں سے کم کرنا بھی لڑکی پر ظلم اور اس کی حق تلفی ہے، جس کا اختیار لڑکی کے اولیا کو نہیں ہے۔ البتہ لڑکی اور اولیا سب مہرِ فاطمی مقرر کرنے اور اپنا حق کم کرنے پر دل سے راضی ہو جائیں تو مضایقہ نہیں، لیکن اس معاملہ

(*) آسانی کے لیے پورے ۳۵ گرام بھی کہہ سکتے ہیں۔

(*) آسانی کے لیے ایک کلو 632 گرام یا 1632 گرام کہہ سکتے ہیں۔

میں لڑکی کا حیا وشرم کی وجہ سے خاموش ہونا رضامندی کے لیے کافی نہیں، اس کی دلی منشا کو کسی طرح معلوم کرنا ضروری ہے، مثلاً: اس کی بے تکلف سہیلیوں یا اور کوئی جس سے وہ بے تکلف اپنے دل کی بات کا اظہار کردے، اس کے ذریعہ معلوم کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ (۳): اگر نکاح کے وقت مہر کا بالکل ہی ذکر نہیں کیا گیا کہ کتنا ہے یا اس شرط پر نکاح کیا کہ بغیر مہر کے نکاح کرتا ہوں، پھر شوہر نے صحبت کی یا دونوں میں سے کوئی مرگیا یا تنہائی میں میاں بیوی اکٹھے ہوگئے اور وہاں صحبت سے کوئی رکاوٹ بھی نہیں تھی تب بھی مہر دلایا جائے گا اور اس صورت میں ''مہرِ مثل'' دینا ہوگا اور اگر اس صورت میں صحبت یا تنہائی سے پہلے مرد نے طلاق دے دی تو عورت مہر کی مستحق نہیں البتہ اس کو صرف ایک جوڑا کپڑا ملے گا اور یہ جوڑا دینا مرد پر واجب ہے، نہیں دے گا تو گنہگار ہوگا۔

مسئلہ (۴): جوڑے میں صرف چار کپڑے مرد پر واجب ہیں: ایک قمیص، ایک شلوار یا ساڑھی جس چیز کا رواج ہو، ایک دوپٹہ اور ایک بڑی چادر جس میں سر سے پیر تک لپٹ سکے، اس کے سوا اور کوئی کپڑا واجب نہیں۔

مسئلہ (۵): مرد کی جیسی حیثیت ہو ویسے کپڑے دینا چاہیے، اگر غریب آدمی ہو تو معمولی کپڑے اور اگر متوسط درجے کا ہو تو درمیانہ جوڑا اور اگر بہت مالدار ہو تو عمدہ ریشمی کپڑے دینا چاہیے، لیکن ہر حال میں یہ خیال رہے کہ اس جوڑے کی قیمت مہرِ مثل کے آدھے سے نہ بڑھے، یعنی بہت قیمتی کپڑے جن کی قیمت مہرِ مثل کے آدھے سے بڑھ جائے مرد پر واجب نہیں۔

مسئلہ (۶): نکاح کے وقت تو کچھ مہر مقرر نہیں کیا گیا لیکن نکاح کے بعد میاں بیوی نے اپنی خوشی سے کچھ مقرر کرلیا تو اب مہرِ مثل نہیں دلایا جائے گا بلکہ دونوں نے اپنی خوشی سے جتنا مقرر کرلیا ہے وہی دلایا جائے گا، البتہ اگر صحبت یا تنہائی سے پہلے ہی طلاق ہوگئی تو اس صورت میں عورت مہر کی مستحق نہیں بلکہ صرف وہی جوڑا ملے گا جس کا بیان اوپر ہو چکا ہے۔

مسئلہ (۷): ہزار روپے اپنی حیثیت کے مطابق مہر مقرر کیا، پھر شوہر نے اپنی خوشی سے کچھ مہر اور بڑھا دیا اور کہا کہ ہم ہزار روپے کی جگہ ڈیڑھ ہزار دے دیں گے تو جتنے روپے زیادہ دینے کے لیے کہا وہ بھی واجب ہوگئے، نہیں دے گا تو گنہگار ہوگا؛ اور اگر صحبت اور تنہائی سے پہلے طلاق ہوگئی تو جس قدر اصل مہر تھا اسی کا آدھا دیا جائے گا، جتنا بعد میں بڑھایا تھا اس کو شمار نہیں کریں گے۔ اسی طرح عورت نے اپنی خوشی اور رضامندی سے اگر کچھ مہر معاف کردیا تو جتنا معاف کیا ہے وہ معاف ہوگیا اور اگر پورا معاف کردیا تو پورا مہر معاف ہوگیا، اب اس کا مطالبہ نہیں کرسکتی۔

مسئلہ ۸: اگر شوہر نے ڈرا دھمکا کر مہر معاف کرالیا تو معاف نہیں ہوگا، شوہر کے ذمہ واجب رہے گا۔

مسئلہ ۹: مہر میں روپیہ، پیسہ، سونا، چاندی مقرر نہیں کیا بلکہ کوئی باغ یا کچھ زمین مقرر ہوئی تو یہ بھی درست ہے، جو باغ وغیرہ مقرر کیا ہے وہی دینا پڑے گا۔

مسئلہ ۱۰: مہر میں کوئی گھوڑا، گائے یا اور کوئی جانور مقرر کیا، لیکن یہ مقرر نہیں کیا کہ فلاں گھوڑا دوں گا، یہ بھی درست ہے۔ اس صورت میں ایک درمیانہ گھوڑا جو نہ بہت اعلیٰ ہو، نہ بہت گھٹیا ہو، دینا چاہیے یا اس کی قیمت دیدے، البتہ اگر صرف اتنا ہی کہا کہ ایک جانور دے دوں گا، اور یہ نہیں بتایا کہ کون سا جانور دے گا تو اس طرح مہر مقرر کرنا صحیح نہیں ہوا، مہرِ مثل دینا پڑے گا۔

مسئلہ ۱۱: جہاں پہلی ہی رات کو پورا مہر دینے کا رواج ہو وہاں عورت کو پہلی ہی رات سارا مہر لینے کا اختیار ہے، اگر پہلی رات نہیں مانگا تو جب مانگے مرد پر دینا واجب ہے۔

مسئلہ ۱۲: جن علاقوں میں یہ رواج ہے کہ مہر کا لین دین طلاق کے بعد یا مر جانے کے بعد ہوتا ہے کہ جب طلاق ہو جاتی ہے تب مہر کا دعویٰ کیا جاتا ہے یا مرد مر گیا اور کچھ مال چھوڑ گیا تو اس مال میں سے لے لیتے ہیں، اور اگر عورت مر گئی تو اس کے وارث مہر کے دعویدار ہوتے ہیں، اور جب تک میاں بیوی ساتھ رہتے ہیں تب تک نہ یہ دیتا ہے، نہ وہ مانگتی ہے تو ایسی جگہ (اس عرف کی وجہ سے) طلاق سے پہلے مہر کا دعویٰ نہیں کرسکتی، البتہ پہلی رات کو جتنے مہر کے پیشگی دینے کا عرف ہے، اتنا مہر پہلے دینا واجب ہے، لیکن اگر کسی جگہ یہ عرف نہ ہو تو پہلے دینا ضروری نہ ہوگا۔

مسئلہ ۱۳: مہر کی نیت سے شوہر نے کچھ دیا تو جتنا دیا اتنا مہر ادا ہو گیا۔ دیتے وقت عورت کو یہ بتانا ضروری نہیں کہ میں مہر دے رہا ہوں۔

مسئلہ ۱۴: مرد نے کچھ دیا لیکن عورت کہتی ہے کہ یہ چیز تم نے مجھے ہبہ کر دی، مہر میں نہیں دی اور مرد کہتا ہے کہ یہ میں نے مہر میں دیا ہے ہبہ میں نہیں، تو مرد ہی کی بات کا اعتبار کیا جائے گا، البتہ اگر کھانے پینے کی کوئی چیز تھی تو اس کو مہر میں سے شمار نہیں کریں گے اور مرد کی اس بات کا اعتبار نہیں۔

مسئلہ ۱۵: نکاح میں مہر مقرر کیا اور بیوی سے صحبت کی یا صحبت تو نہیں کی، لیکن تنہائی میں میاں بیوی کسی ایسی جگہ رہے جہاں صحبت کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی (ایسی تنہائی کو "خلوتِ صحیحہ" کہتے ہیں) تو پورا مہر جتنا مقرر کیا ہے، ادا کرنا واجب ہے، اور اگر ایسی تنہائی بھی نہیں ہوئی تھی کہ دونوں میں سے کوئی مر گیا تب بھی پورا مہر دینا واجب ہے، اور اگر مرد نے

طلاق دے دی تو آدھا مہر دینا واجب ہے۔

مسئلہ (۱۶): اگر دونوں میں سے کوئی بیمار تھا یا رمضان کا روزہ رکھے ہوئے تھا یا حج کا احرام باندھے ہوئے تھا یا عورت کو حیض تھا یا وہاں کوئی شخص موجود تھا، ایسی حالت میں دونوں کی تنہائی ہوئی تو ایسی تنہائی کا اعتبار نہیں۔ (اس کو ''خلوتِ فاسدہ یا غیر صحیحہ'' کہتے ہیں) اس سے پورا مہر واجب نہیں ہوا، اگر طلاق مل جائے تو عورت آدھے مہر کی مستحق ہے، البتہ اگر رمضان کا روزہ نہ تھا، بلکہ قضا یا نفل یا نذر کا روزہ تھا، ایسی حالت میں تنہائی ہوئی تو پورے مہر کی مستحق ہے۔

مسئلہ (۱۷): شوہر نامرد ہے لیکن دونوں میاں بیوی میں خلوتِ صحیحہ (کسی رکاوٹ کے بغیر تنہائی) ہو چکی ہے، تب بھی پورا مہر واجب ہوگا۔ اسی طرح ہیجڑے (تیسری صنف) نے نکاح کر لیا، پھر خلوتِ صحیحہ کے بعد طلاق دے دی تب بھی اس کی بیوی کو پورا مہر ملے گا۔

مسئلہ (۱۸): میاں بیوی تنہائی میں رہے، لیکن لڑکی اتنی چھوٹی ہے کہ صحبت کے قابل نہیں، یا لڑکا بہت چھوٹا ہے کہ صحبت نہیں کر سکتا، تو اس تنہائی سے پورا مہر واجب نہیں ہوا۔

مسئلہ (۱۹): کسی نے نکاحِ فاسد کر لیا تھا، اس لیے میاں بیوی میں جدائی کرا دی گئی، مثلاً: کسی نے دو گواہوں کے سامنے نکاح نہیں کیا یا دو گواہ تو تھے لیکن بہرے تھے، انہوں نے وہ لفظ نہیں سنے جن سے نکاح ہو جاتا ہے، یا کسی کے شوہر نے طلاق دے دی تھی یا مر گیا تھا اور ابھی عدت پوری نہیں ہونے پائی کہ عورت نے دوسرا نکاح کر لیا، یا کوئی اور ایسی بات ہوئی، اس لیے دونوں میں جدائی کرا دی گئی لیکن ابھی مرد نے صحبت نہیں کی ہے تو کچھ مہر نہیں ملے گا، بلکہ اگر مکمل تنہائی بھی ہو چکی ہو تب بھی مہر نہیں ملے گا، البتہ اگر شوہر صحبت کر چکا ہو تو مہرِ مثل دلایا جائے گا، لیکن اگر نکاح کے وقت مہر مقرر کیا گیا تھا اور مہرِ مثل اس سے زیادہ ہے تو وہی مقرر شدہ مہر ملے گا مہرِ مثل نہیں ملے گا۔

مسئلہ (۲۰): کسی نے اپنی بیوی سمجھ کر غلطی سے کسی دوسری عورت سے صحبت کر لی[1] تو اس کو بھی مہرِ مثل دینا پڑے گا، اور اس صحبت کو زِنا نہیں کہا جائے گا، نہ کچھ گناہ ہوگا، بلکہ اگر حمل ہو گیا تو اس بچے کا نسب بھی ٹھیک ہے، اس کے نسب میں کوئی عیب نہیں اور جب معلوم ہو گیا کہ یہ میری بیوی نہیں تو اب اس عورت سے الگ رہے، اب صحبت کرنا درست نہیں اور اس عورت کے لیے بھی عدت گزارنا واجب ہے، بغیر عدت پوری کیے اپنے شوہر کے پاس رہنا اور شوہر کا اس سے صحبت کرنا درست نہیں۔

۱- مثلاً دو شادیاں اکٹھی ہوئیں اور دلہن غلطی سے دلہا کے پاس بھجوادی گئی۔

مسئلہ (۲۱): جتنا مہر پہلے دینے کا عرف ہے اگر اتنا مہر پہلے نہیں دیا تو عورت کو اختیار ہے کہ جب تک اتنا وصول نہ کرے تب تک مرد کو ہمبستر نہ ہونے دے، اور اگر ایک دفعہ صحبت کر چکا ہے تب بھی اختیار ہے کہ اب دوسری دفعہ یا تیسری دفعہ عرف کے بقدر مہر وصول کیے بغیر صحبت نہ کرنے دے، اور اگر شوہر اسے سفر میں لے جانا چاہتا ہے تو اسے اختیار ہے کہ اتنا مہر لیے بغیر پردیس میں جانے سے انکار کر دے۔ اسی طرح اگر عورت اس حالت میں اپنے کسی محرم عزیز کے ساتھ سفر میں چلی جائے یا مرد کے گھر سے اپنے میکے چلی جائے، تو مرد اس کو روک نہیں سکتا، اور جب اتنا مہر دیدیا تو اب شوہر کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کر سکتی، اور شوہر کا جہاں جی چاہے اسے لے جائے، اس کے ساتھ جانے سے انکار کرنا درست نہیں۔

مہرِ مثل:

مسئلہ (۲۲): ''مہرِ مثل'' کا مطلب یہ ہے کہ عورت کے باپ کے گھرانے میں سے جو عورت اس کے مثل ہو، یعنی اگر یہ کم عمر ہے تو وہ بھی نکاح کے وقت کم عمر ہو، اگر یہ خوبصورت ہے تو وہ بھی خوبصورت ہو، نکاح کے وقت یہ کنواری ہے تو وہ بھی کنواری ہو، نکاح کے وقت جتنی مالدار یہ ہے اتنی ہی وہ بھی تھی، جس علاقے کی یہ رہنے والی ہے اسی علاقے کی وہ بھی ہو، اگر یہ دیندار، ہوشیار، باسلیقہ، پڑھی لکھی ہے تو وہ بھی ایسی ہی ہو، غرض والد کے خاندان میں جو عورتیں ان باتوں میں اس کی طرح تھیں، ان کا جو مہر مقرر ہوا تھا وہی اس کا ''مہرِ مثل'' ہے۔

مسئلہ (۲۳): باپ کے گھرانے کی عورتوں سے مراد اس کی بہنیں، پھوپھی، چچازاد بہنیں وغیرہ ہیں یعنی اس کی ددھیالی لڑکیاں۔ مہرِ مثل میں ماں کا مہر نہیں دیکھا جاتا، البتہ اگر ماں بھی باپ ہی کے گھرانے میں سے ہو، جیسے: باپ نے اپنی چچا زاد سے نکاح کر لیا تھا تو اس کے مہر کو بھی ''مہرِ مثل'' کہا جائے گا۔

کافروں کے نکاح کا بیان

مسئلہ (۱): کافر اپنے اپنے مذہب کے اعتبار سے جس طریقہ سے نکاح کرتے ہوں، شریعت اس کو بھی معتبر مانتی ہے، اور اگر وہ دونوں ساتھ مسلمان ہو جائیں تو نئے سرے سے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں، وہی نکاح اب بھی باقی ہے۔

مسئلہ (۲): اگر دونوں میں سے ایک مسلمان ہو گیا تو دوسرے کو اسلام کی دعوت دی جائے گی، اگر دوسرا مسلمان نہیں ہوا تو نکاح ٹوٹ گیا، اب میاں بیوی کی طرح رہنا درست نہیں۔

مسئلہ ۳: اگر عورت مسلمان ہوگئی اور مرد مسلمان نہیں ہوا تو جب تک پورے تین حیض نہ آئیں تب تک دوسرے مرد سے نکاح درست نہیں۔

بیویوں میں برابری کرنے کا بیان

مسئلہ ۱: جس کی کئی بیویاں ہوں اس پر واجب ہے کہ سب کو برابر رکھے، جتنا خرچہ وغیرہ ایک عورت کو دیا ہے دوسری بھی اتنے کی مستحق ہے، چاہے دونوں کنواری ہوں یا دونوں کنواری نہ ہوں یا ایک کنواری ہو اور دوسری کنواری نہ ہو، سب کا ایک ہی حکم ہے۔ اگر ایک کے پاس ایک رات رہا تو دوسری کے پاس بھی ایک رات رہے۔ ایک کے پاس دو یا تین راتیں رہا تو دوسری کے پاس بھی دو یا تین راتیں رہے۔ جتنا مال، زیور، کپڑے وغیرہ ایک کو دیے، اتنے ہی کی دوسری عورت بھی مستحق ہے۔

مسئلہ ۲: جس کا نیا نکاح ہوا اور جو پہلے سے نکاح میں تھی دونوں کا حق برابر ہے، کوئی فرق نہیں۔

مسئلہ ۳: برابری صرف رات کے رہنے میں ہے، دن کے رہنے میں برابری ضروری نہیں۔ اگر دن میں ایک کے پاس زیادہ رہا اور دوسری کے پاس کم رہا تو کوئی حرج نہیں، مگر رات میں برابری واجب ہے، البتہ جو شخص رات کو ملازمت کرتا ہو اور دن کو گھر میں رہتا ہو، جیسے: چوکیدار وغیرہ تو اس کے لیے دن کو برابری کا حکم ہے۔

مسئلہ ۴: مرد چاہے بیمار ہو چاہے تندرست، بہرحال رہنے میں برابری کرے۔

مسئلہ ۵: ایک عورت سے زیادہ محبت ہے اور دوسری سے کم تو اس میں کوئی گناہ نہیں، کیونکہ دل اپنے اختیار میں نہیں ہوتا۔

مسئلہ ۶: سفر میں جاتے وقت برابری واجب نہیں، جس کو چاہے ساتھ لے جائے، مگر بہتر یہ ہے کہ ناموں کا قرعہ ڈالے، جس کا نام نکلے اس کو لے جائے۔

☆☆☆

اضافہ

منگنی کے وقت ایجاب وقبول:

منگنی کے وقت لڑکے اور لڑکی کے اولیا کا ایجاب وقبول نکاح کا صرف وعدہ ہے، نکاح نہیں، البتہ اگر مجلس نکاح کے لیے منعقد کی گئی ہو اور گواہوں کے سامنے نکاح کی نیت سے ایجاب وقبول ہو تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔[1]

منگنی کے بعد بغیر کسی شرعی عذر کے انکار کرنا:

منگنی کے بعد بغیر کسی شرعی عذر کے رشتہ سے انکار کرنا گناہ ہے، اس لیے کہ منگنی ایک وعدہ ہے اور بلا عذرِ شرعی وعدہ خلافی کرنا جائز نہیں، البتہ اگر کوئی شرعی عذر پیش آجائے، مثلاً: لڑکی انکار کر دے یا لڑکے کی کوئی ایسی عادت معلوم ہو جائے جس کی وجہ سے عام طور پر لوگ نکاح کو پسند نہ کرتے ہوں تو ایسی صورت میں انکار کرنا جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔[2]

تین مرتبہ ایجاب وقبول ضروری نہیں:

ایک مرتبہ ایجاب وقبول کر لینا کافی ہے، دو یا تین مرتبہ کی کوئی ضرورت نہیں۔[3]

برادری میں نکاح کرنے کی پابندی:

اگر غیر قوم میں شادی نہ کرنے کی وجہ صرف فخر وتکبر ہو تو یہ پابندی جائز نہیں۔[4]

عیسائی اور یہودی عورت سے نکاح:

آج کل کے اکثر عیسائی اور یہودی دہریہ اور لا مذہب ہیں اور دہریہ عورت سے مسلمان مرد کا نکاح نہیں ہو سکتا، البتہ اگر کسی عیسائی یا یہودی عورت کے بارے میں تحقیق سے معلوم ہو جائے کہ یہ دہریہ نہیں، اپنے مذہب پر قائم ہے تو اس سے نکاح ہو جائے گا، مگر کچھ خطرات کی بنا پر اس سے بچنا واجب ہے، مثلاً: اولاد کے کافر ہونے کا سخت خطرہ ہے، بلکہ خود شوہر کا دین بھی خطرہ سے خالی نہیں، علاوہ ازیں ایسی عورتیں جاسوسی کا کام کرتی ہیں لہٰذا یہ ملک کی سالمیت کے لیے بہت خطرناک ہیں۔[5]

۱- إمداد المفتين: ۵۲

۲- إمداد المفتين: ۴۸۷

۳- إمداد الفتاوى: ۲/۲۳۶

۴- أحسن الفتاوى: ۵/۱۸

۵- خير الفتاوى: ۴/۳۳۶، أحسن الفتاوى: ۵/۸۹، إمداد الفتاوى: ۲/۲۱۳

سیدہ کا نکاح غیر سید کے ساتھ:

بالغہ سیدہ کا نکاح اس کی اور اس کے ولی کی اجازت سے ہر قوم کے مسلمانوں میں ہو سکتا ہے، البتہ قریش کے علاوہ دوسرے لوگ چونکہ سیدہ کے کفو نہیں، اس لیے ولی کی اجازت کے بغیر سیدہ کا نکاح قریش کے علاوہ کسی دوسرے خاندان میں درست نہیں۔[1]

نکاح پڑھانے کی اجرت:

نکاح پڑھانے کی اجرت درج ذیل شرائط کے ساتھ جائز ہے:

۱- اجرت جانبین کی رضامندی سے طے شدہ اور معلوم ہو۔

۲- اجرت اسی سے لی جائے جس نے نکاح پڑھانے کے لیے بلایا ہے، اگر لڑکی والوں نے بلایا ہے تو اجرت بھی لڑکی والوں سے لی جائے، لڑکے والوں سے لینا جائز نہیں، اور اگر لڑکے والوں نے بلایا ہے تو اجرت بھی انہی سے لی جائے، اس صورت میں لڑکی والوں سے لینا جائز نہیں۔

۳- اجرت وہی شخص لے جس نے نکاح پڑھایا ہے، لہٰذا بعض علاقوں میں جو یہ رواج ہے کہ نکاح پڑھانے والے کو تھوڑی سی اجرت دے کر باقی رقم شہر کے عہدیدار کو اس کے حق کے طور پر دی جاتی ہے، یہ جائز نہیں بلکہ رشوت اور ناجائز ہے، اس لیے کہ جب اس عہدیدار نے کام نہیں کیا تو اجرت میں اس کا کوئی حق نہیں۔[2]

۱-إمداد المفتین: ٤٥٩

۲-إمداد الفتاوی: ۳۶۹/۲، إمداد الأحکام: ۵۱۱/۳

کِتَابُ الرَّضَاع

دودھ پینے اور پلانے کا بیان

مسئلہ ①: جب بچہ پیدا ہو تو ماں پر اسے دودھ پلانا واجب ہے، البتہ اگر باپ مالدار ہو اور کوئی دودھ پلانے والی مہیا کر سکے تو دودھ نہ پلانے میں کوئی گناہ بھی نہیں۔

مسئلہ ②: کسی اور کے بچے کو شوہر کی اجازت کے بغیر دودھ پلانا درست نہیں، البتہ اگر کوئی بچہ بھوک کے مارے تڑپ رہا ہو اور اس کے مرجانے کا ڈر ہو تو ایسے وقت میں اجازت کے بغیر بھی دودھ پلا سکتی ہے۔

مسئلہ ③: دودھ پلانے کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے، دو سال کے بعد دودھ پلانا حرام ہے۔

مسئلہ ④: اگر بچہ کچھ کھانے پینے لگا اور اس وجہ سے دو سال سے پہلے ہی دودھ چھڑا دیا تب بھی کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ ⑤: جب بچہ نے کسی اور عورت کا دودھ پیا تو وہ عورت اس کی ماں بن گئی، اور اس کا شوہر اس بچہ کا رضاعی باپ ہو گیا، اور اس کی اولاد اس کی دودھ شریک بھائی بہن ہو گئے اور ان کا آپس میں نکاح حرام ہو گیا۔ جو رشتے نسب کے اعتبار سے حرام ہیں وہ رشتے دودھ کے اعتبار سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔ یہ حکم تب ہے کہ بچہ نے دو برس کے اندر ہی دودھ پیا ہو، اگر بچہ دو سال کے بعد کسی عورت کا دودھ پیے تو اس کا اعتبار نہیں، نہ وہ پلانے والی ماں بنے گی اور نہ اس کی اولاد اس بچے کے بھائی بہن ہوں گے، اس لیے اگر آپس میں نکاح کریں تو جائز ہے۔

مسئلہ ⑥: جب بچے کے حلق میں دودھ چلا گیا تو سب رشتے جو ہم نے اوپر لکھے ہیں، حرام ہو گئے، چاہے دودھ تھوڑا ہو یا زیادہ۔

مسئلہ ⑦: اگر بچے نے چھاتی سے دودھ نہیں پیا، بلکہ عورت نے اپنا دودھ نکال کر اس کے حلق میں ڈال دیا تو اس سے بھی وہ سب رشتے حرام ہو گئے۔ اسی طرح اگر بچے کی ناک میں دودھ ڈال دیا اور وہ حلق تک پہنچ گیا تب بھی سب رشتے حرام ہو گئے، اور اگر کان میں ڈالا تو اس سے کچھ بھی نہ ہوگا۔

مسئلہ ۸: اگر عورت کا دودھ پانی میں یا کسی دوا میں ملا کر بچہ کو پلا دیا تو دیکھا جائے کہ دودھ زیادہ ہے یا پانی یا دونوں برابر ہیں۔ اگر دودھ زیادہ ہو یا دونوں برابر ہوں تو جس عورت کا دودھ ہے وہ پینے والے بچے کی ماں ہو گئی اور سب رشتے حرام ہو گئے، اور اگر پانی یا دوا زیادہ ہے تو اس دودھ کا اعتبار نہیں، وہ عورت ماں نہیں بنی۔

مسئلہ ۹: عورت کا دودھ بکری یا گائے کے دودھ میں مل گیا اور بچے نے پی لیا تو دیکھا جائے کون سا دودھ زیادہ ہے؟ اگر عورت کا دودھ زیادہ یا دونوں برابر ہوں تو سب رشتے حرام ہو گئے، اور جس عورت کا دودھ ہے پینے والا بچہ اس کی اولاد بن گیا، اور اگر بکری یا گائے کا دودھ زیادہ ہے تو حرمت ثابت نہیں ہوئی۔

مسئلہ ۱۰: اگر کسی کنواری لڑکی کا دودھ کسی بچہ نے پی لیا تو اس سے بھی سب رشتے حرام ہو گئے۔

مسئلہ ۱۱: مردہ عورت کا دودھ نکال کر کسی بچہ کو پلا دیا تو اس سے بھی سب رشتے حرام ہو گئے۔

مسئلہ ۱۲: دو بچوں نے ایک بکری یا ایک گائے کا دودھ پیا تو اس سے کچھ نہیں ہوتا، وہ بھائی بہن نہیں بنتے۔

مسئلہ ۱۳: مرد نے اپنی بیوی کا دودھ پیا تو وہ حرام نہیں ہوئی، البتہ بہت گناہ ہوا، کیونکہ دو سال کی عمر ہو جانے کے بعد دودھ پینا حرام ہے۔

مسئلہ ۱۴: ایک لڑکے اور ایک لڑکی نے ایک ہی عورت کا دودھ پیا، ان کا آپس میں نکاح نہیں ہو سکتا، چاہے ایک ہی وقت میں پیا ہو یا ایک نے پہلے دوسرے نے کئی سال کے بعد، دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

مسئلہ ۱۵: ایک لڑکی نے حامد کی بیوی کا دودھ پیا تو اس لڑکی کا نکاح نہ حامد سے ہو سکتا ہے، نہ اس کے باپ دادا کے ساتھ، نہ حامد کی اولاد کے ساتھ، بلکہ حامد کی جو اولاد دوسری بیوی سے ہے، اس سے بھی اس لڑکی کا نکاح درست نہیں۔

مسئلہ ۱۶: حامد نے خدیجہ کا دودھ پیا اور خدیجہ کے شوہر محمود کی ایک دوسری بیوی زینب تھی جس کو طلاق ہو چکی تھی تو زینب کا حامد سے نکاح نہیں ہو سکتا، کیونکہ حامد زینب کے شوہر کی اولاد ہے اور زینب حامد کے رضاعی باپ کی بیوی ہے، شوہر کی اولاد اور باپ کی بیوی سے نکاح درست نہیں۔ اسی طرح اگر حامد اپنی عورت کو طلاق دے تو وہ عورت محمود کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتی، کیونکہ وہ اس کا سسر ہوا، اسی طرح محمود کی بہن اور حامد کا نکاح نہیں ہو سکتا، کیونکہ یہ دونوں رضاعی پھوپھی بھتیجے ہوئے، چاہے وہ محمود کی سگی بہن ہو یا دودھ شریک بہن ہو، دونوں کا ایک حکم ہے، البتہ حامد کی بہن سے محمود نکاح کر سکتا ہے۔

مسئلہ ۱۷: زاہد کی ایک بہن ساجدہ ہے، ساجدہ نے ایک عورت کا دودھ پیا لیکن زاہد نے نہیں پیا تو اس دودھ

پلانے والی عورت کا نکاح زاہد سے ہوسکتا ہے۔

مسئلہ (۱۸): حامد کے لڑکے نے رقیہ کا دودھ پیا تو رقیہ کا نکاح حامد کے ساتھ ہوسکتا ہے۔

مسئلہ (۱۹): صابر اور ذاکر دو بھائی ہیں اور ذاکر کی ایک دودھ شریک بہن ہے تو صابر کے ساتھ اس کا نکاح ہوسکتا ہے، البتہ ذاکر کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔

مسئلہ (۲۰): کسی مرد کا کسی عورت سے رشتہ ہونے لگا، اتنے میں ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ میں نے تو ان دونوں کو دودھ پلایا ہے، لیکن اس عورت کے علاوہ کوئی اور اسے بیان نہیں کرتا تو صرف اس عورت کے کہنے سے دودھ کا رشتہ ثابت نہیں ہوگا، ان دونوں کا نکاح درست ہے، البتہ جب دو معتبر اور دیندار مرد یا ایک دیندار مرد اور دو دیندار عورتیں دودھ پینے کی گواہی دیں تب اس رشتہ کا ثبوت ہوگا اور نکاح حرام ہوگا۔ ایسی گواہی کے بغیر ثبوت نہیں ہوگا، لیکن اگر صرف ایک مرد یا ایک عورت کے کہنے سے یا دو تین عورتوں کے کہنے سے دل گواہی دینے لگے کہ یہ سچ کہتی ہوں گی، ضرور ایسا ہوا ہوگا تو ایسے وقت نکاح نہیں کرنا چاہیے، خواہ مخواہ شک میں پڑنے سے کیا فائدہ؟ لیکن اگر کسی نے کرلیا تب بھی صحیح ہوگیا۔

مسئلہ (۲۱): عورت کا دودھ کسی دوا میں ڈالنا جائز نہیں، اور اگر ڈال دیا تو اس کا کھانا اور لگانا (داخلی اور خارجی استعمال) ناجائز اور حرام ہے۔ اسی طرح دوا کے لیے آنکھ یا کان میں ڈالنا بھی جائز نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ عورت کے دودھ کو استعمال میں لانا کسی طرح درست نہیں۔

کتاب الطلاق

طلاق کی مذمت:

حدیث شریف میں ہے: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ طلاق ضرورت کے تحت جائز رکھی گئی ہے، بغیر ضرورت طلاق دینا بہت بری بات ہے، اس لیے کہ نکاح تو آپس میں الفت ومحبت اور میاں بیوی کی راحت کے لیے ہوتا ہے اور طلاق سے ان نیک مقاصد کا راستہ بند ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری ہوتی ہے، دونوں کو پریشانی ہوتی ہے، آپس میں دشمنی ہوتی ہے، نیز اس کی وجہ سے بیوی کے دیگر رشتہ داروں سے بھی دشمنی پیدا ہو جاتی ہے، جہاں تک ہو سکے ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ میاں بیوی کو ایک دوسرے کو برداشت کرنا چاہیے اور پیار محبت سے رہنا چاہیے، البتہ اگر آپس میں ایسی نفرت ہوگئی کہ ایک دوسرے کے حقوق ضائع کرنے کا اندیشہ پیدا ہو گیا اور نباہ کی کوئی صورت ممکن نہ رہی تو ایسی حالت میں طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں۔

حدیث شریف میں ہے: ''عورتوں کو طلاق نہ دی جائے مگر بدچلنی کی وجہ سے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا بہت مزہ چکھنے والے مردوں اور بہت مزہ چکھنے والی عورتوں کو۔'' (اس سے معلوم ہوا کہ اگر عورت کی پاکدامنی میں کوئی خلل پیدا ہو جائے تو اس کی وجہ سے طلاق دیدینا درست ہے، اسی طرح اور بھی کوئی ایسا سبب ہو تو حرج نہیں)

حدیث شریف میں ہے: ''نکاح کرو اور طلاق نہ دو، اس لیے کہ طلاق دینے سے عرش ہلتا ہے۔''

حدیث شریف میں ہے: ''شیطان اپنے تخت کو پانی پر بچھاتا ہے، پھر لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے۔ ان لشکر والوں میں سے رتبہ کے اعتبار سے شیطان کے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوتا ہے جو ان میں سب سے زیادہ فتنہ باز ہو، یعنی سب سے زیادہ پسندیدہ وہ چیلہ ہوتا ہے جو سب سے بڑا فتنہ برپا کرے۔ ان میں سے ایک آکر کہتا ہے میں نے یہ فتنہ برپا کیا اور یہ فتنہ برپا کیا، شیطان کہتا ہے تو نے کچھ نہیں کیا یعنی تو نے کوئی بڑا کام نہیں کیا۔ ایک آکر کہتا ہے میں نے فلاں شخص کو اس وقت تک نہیں چھوڑا یہاں تک کہ میں نے اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی کر دی تو شیطان اس کو اپنے قریب کر لیتا ہے اور اپنے گلے لگا لیتا ہے اور کہتا ہے: ''ہاں تو نے بہت بڑا کام کیا۔''

یعنی شیطان کی بہت زیادہ خوشی اس میں ہے کہ میاں بیوی میں جدائی کرادی جائے، لہٰذا جہاں تک ہو سکے مسلمان شیطان کو خوش نہ کرے۔

حدیث شریف میں ہے: ''جو عورت سخت مجبوری کے بغیر خود طلاق طلب کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔''
یعنی اسے سخت گناہ ہوگا، اگرچہ اسلام پر خاتمہ ہونے کی صورت میں اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر آخر کار جنت میں داخل ہو جائے گی۔

حدیث شریف میں ہے: ''اپنے آپ کو شوہر سے چھڑانے والی اور بغیر ضرورت خلع مانگنے والی عورتیں منافق ہیں۔''
یعنی وہ عورتیں جو شرارت کر کے اپنے آپ کو مرد کے قبضہ سے نکالیں یعنی ایسی حرکتیں کریں جن سے مرد ناراض ہو کر طلاق دیدے اور وہ عورتیں جو بغیر کسی مجبوری کے شوہروں سے خلع طلب کریں ان میں نفاق پایا جاتا ہے۔ یہ عادت منافقوں کی ہے کہ ظاہر کچھ اور باطن کچھ، ظاہراً تو نکاح ہمیشہ کے لیے ہوتا ہے اور یہ اس میں جدائی طلب کرتی ہیں، اس لیے گناہ گار ہوں گی، اگرچہ کافر نہ ہوں گی۔

طلاق دینے کا طریقہ:

اگر کسی ضرورت سے طلاق دینی پڑے تو اس کے تین طریقے ہیں: ایک بہت اچھا، دوسرا اچھا، تیسرا بدعت اور حرام۔

۱- سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ مرد بیوی کو ایسے وقت جس میں حیض وغیرہ سے عورت پاک ہو ایک طلاق دے، مگر یہ بھی شرط ہے کہ پاکی کے اس تمام زمانہ میں صحبت نہ کی ہو اور عدت گزرنے تک پھر مزید طلاق نہ دے۔ عدت گزرنے سے خود ہی نکاح ختم ہو جائے گا، ایک سے زیادہ طلاق دینے کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ طلاق سخت مجبوری میں جائز رکھی گئی ہے لہٰذا بقدرِ ضرورت ہی کافی ہے، کئی طلاقوں کی ضرورت نہیں۔

۲- اچھا طریقہ یہ ہے کہ اس کو پاکی کے تین زمانوں میں تین طلاقیں دے اور اس دوران پاکی کے باوجود صحبت نہ کرے۔

۳- بدعت اور حرام طریقہ وہ ہے کہ جو ان دونوں صورتوں کے خلاف ہو، مثلاً: تین طلاق ایک ساتھ دیدے یا حیض کی حالت میں طلاق دے یا جس پاکی میں صحبت کی تھی اس میں طلاق دے۔ ان سب صورتوں میں اگرچہ طلاق واقع ہو جائے گی مگر گناہ ہوگا۔

یہ سب تفصیل اس صورت میں ہے کہ عورت سے صحبت یا خلوتِ صحیحہ ہوئی ہو اور جس سے صحبت یا خلوت نہ ہوئی ہو اس کا حکم

یہ ہے کہ ایسی عورت کو چاہے حیض کے زمانہ میں طلاق دے یا پاکی کے زمانہ میں، ہر طرح درست ہے، مگر ایک ہی طلاق دے۔

کس کی طلاق واقع ہوگی، کس کی نہیں؟

مسئلہ (۱): نابالغ اور پاگل کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

مسئلہ (۲): سوئے ہوئے آدمی کے منہ سے نکلا کہ تجھ کو طلاق ہے یا یوں کہہ دیا: ''میری بیوی کو طلاق'' تو اس سے طلاق نہیں ہوتی۔

مسئلہ (۳): کسی نے زبردستی کسی سے زبانی طلاق دلوا دی، جیسے: مارا، ڈرایا، دھمکایا کہ طلاق دے دو ورنہ تجھے مار ڈالوں گا، اس مجبوری سے اس نے زبان سے طلاق کے الفاظ کہہ دیے تو بھی طلاق ہو جائے گی۔ اگر صرف تحریر کیا اور زبان سے نہ کہا تو طلاق نہ ہوگی۔

مسئلہ (۴): کسی نے شراب وغیرہ کے نشہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو بھی طلاق ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر غصے میں طلاق دی تو بھی طلاق ہو جائے گی۔

مسئلہ (۵): شوہر کے سوا کسی اور کو طلاق دینے کا اختیار نہیں، البتہ اگر شوہر نے کسی کو اختیار دیا کہ میری بیوی کو طلاق دے دے تو وہ بھی دے سکتا ہے۔[اگر بیوی کو اختیار دیا اور اس نے اپنے اوپر طلاق واقع کر لی تو بھی ہو جائے گی۔]

مسئلہ (۶): طلاق دینے کا اختیار صرف مرد کو ہے، جب مرد نے طلاق دے دی تو طلاق ہو گئی، عورت کو اس میں کوئی اختیار نہیں، وہ چاہے یا نہ چاہے، ہر صورت میں طلاق ہو گئی۔ عورت اپنے شوہر کو طلاق نہیں دے سکتی۔

مسئلہ (۷): مرد کو صرف تین طلاقیں دینے کا اختیار ہے، اس سے زیادہ کا اختیار نہیں، اگر چار پانچ طلاقیں دے دیں تب بھی تین ہی ہوئیں۔

مسئلہ (۸): جب مرد نے زبان سے کہہ دیا: میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور اتنے زور سے کہا کہ خود ان الفاظ کو سن لیا تو بس اتنا کہتے ہی طلاق ہو جائے گی، چاہے کسی کے سامنے کہے، یا تنہائی میں اور چاہے بیوی سنے یا نہ سنے، ہر حال میں طلاق ہو جائے گی۔

طلاق کی اقسام

پہلی تقسیم باعتبارِ حکم:

حکم کے اعتبار سے طلاق کی تین قسمیں ہیں:

۱-طلاقِ رجعی:

وہ طلاق جس میں نکاح نہیں ٹوٹتا، صاف لفظوں میں ایک یا دو طلاق دینے کے بعد اگر مرد پشیمان ہوا تو نئے سرے سے نکاح کرنا ضروری نہیں، نکاح کیے بغیر بھی میاں بیوی کی طرح رہنا تو درست ہے، البتہ اگر مرد طلاق دے کر اسی پر قائم رہا اور اس سے رجوع نہیں کیا تو جب طلاق کی عدت گزر جائے گی تب نکاح ٹوٹ جائے گا اور عورت جدا ہو جائے گی۔ جب تک عدت نہ گزرے تب تک رکھنے نہ رکھنے دونوں باتوں کا شوہر کو اختیار ہے۔

۲-طلاقِ بائن:

ایسی طلاق ہے جس میں نکاح بالکل ٹوٹ جاتا ہے اور نیا نکاح کیے بغیر اس مرد کے پاس رہنا جائز نہیں ہوتا اگر آئندہ میاں بیوی آپس میں رہنا چاہیں اور دونوں اس پر راضی بھی ہوں تو نئے سرے سے نکاح کرنا پڑے گا۔

۳-طلاقِ مغلّظ:

وہ طلاق جس میں نکاح ایسا ٹوٹتا ہے کہ دوبارہ نکاح کرنا بھی چاہیں تو حلالہ کے بغیر نہیں کر سکتے۔ حلالہ یہ ہے کہ طلاق یافتہ عورت کا عدت گزار کر کسی دوسرے مرد سے نکاح ہو جائے اور صحبت بھی ہو جائے، پھر وہ مرد اپنی مرضی سے اس کو طلاق دے یا مر جائے اور عدت گزر جائے تو پہلے شوہر کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے۔[۱]

دوسری تقسیم باعتبارِ الفاظ:

الفاظ کے اعتبار سے طلاق کی دو قسمیں ہیں: (۱) صریح (۲) کنایہ

۱-حلالہ کی شرط کے ساتھ نکاح کرنے پر حدیث میں لعنت آئی ہے، اس لیے طلاق دینے کی شرط کے ساتھ نکاح کرنا سخت گناہ ہے، البتہ اگر کسی کو میاں بیوی کی حالت پر رحم آئے اور وہ ان پر احسان کی نیت سے بغیر کسی شرط کے اس عورت سے نکاح کر لے اور پھر صحبت کے بعد طلاق دیدے تو کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ وہ اپنی اس نیت کا کسی کے سامنے اظہار نہ کرے۔

صریح: صاف صاف لفظوں میں کہہ دیا: ''میں نے تجھ کو طلاق دے دی'' یا یوں کہا: ''میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی،'' غرض یہ کہ ایسے صاف الفاظ کہہ دیے جس میں طلاق دینے کے سوا کوئی اور معنی نہیں نکل سکتے تو ایسی طلاق کو ''طلاق صریح'' کہتے ہیں۔

کنایہ: صاف صاف الفاظ نہیں کہے، بلکہ ایسے الفاظ کہے جن سے طلاق بھی مراد لی جا سکتی ہے اور طلاق کے سوا دوسرے معنی بھی نکل سکتے ہیں، جیسے کوئی کہے: ''میں نے تجھ کو دور کر دیا'' اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ میں نے تجھ کو طلاق دے دی۔ دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ طلاق تو نہیں دی لیکن اب تجھ کو اپنے پاس نہیں رکھوں گا، ہمیشہ اپنے میکے میں رہ، تیری خبر نہیں رکھوں گا، یا یوں کہے: ''مجھے تجھ سے کوئی واسطہ نہیں'' ''مجھے تجھ سے کچھ مطلب نہیں'' ''تو مجھ سے جدا ہوگئی'' ''میں نے تجھ کو الگ کر دیا'' ''جدا کر دیا'' ''میرے گھر سے چلی جا'' ''نکل جا'' ''ہٹ دور ہو'' ''اپنے ماں باپ کے ہاں جا کے بیٹھ'' ''اپنے گھر جا'' اسی طرح کے دوسرے الفاظ جن میں دونوں مطلب نکل سکتے ہیں اس کو ''کنایہ'' کہتے ہیں۔

مسئلہ ۹: اگر صاف صاف لفظوں میں طلاق دی تو زبان سے نکلتے ہی طلاق پڑ جائے گی، چاہے طلاق دینے کی نیت ہو یا نہ ہو، بلکہ ہنسی دل لگی میں کہا ہو، بہر صورت طلاق ہوگئی اور صاف لفظوں میں طلاق دینے سے طلاقِ رجعی پڑتی ہے اور ایک مرتبہ کہنے سے ایک ہی طلاق پڑے گی، البتہ اگر تین دفعہ کہے یا یوں کہے: ''تجھ کو تین طلاقیں دیں'' تو تین طلاقیں پڑیں۔

مسئلہ ۱۰: کسی نے ایک طلاق دی تو جب تک عورت عدت میں رہے تب تک دوسری طلاق اور تیسری طلاق دینے کا اختیار رہتا ہے، اگر دے گا تو پڑ جائے گی۔

مسئلہ ۱۱: کسی نے یوں کہا: ''تجھ کو طلاق دے دوں گا'' تو اس سے طلاق نہیں ہوئی۔ اسی طرح اگر کسی بات پر یوں کہا: ''اگر فلاں کام کرے گی تو طلاق دے دوں گا'' تب بھی طلاق نہیں ہوئی، چاہے وہ کام کرے، چاہے نہ کرے، البتہ اگر یوں کہہ دے کہ اگر فلاں کام کرے گی تو طلاق ہے تو وہ کام کرنے سے طلاق ہو جائے گی۔

مسئلہ ۱۲: کسی نے طلاق دے کر اس کے ساتھ ہی ان شاء اللہ بھی کہہ دیا تو طلاق نہیں پڑی۔ اسی طرح اگر یوں کہا: ''اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تجھ کو طلاق''، اس سے بھی کسی قسم کی طلاق نہیں پڑتی، البتہ اگر طلاق دے کر ذرا ٹھہر گیا پھر ان شاء اللہ کہا تو طلاق ہوگئی۔

مسئلہ ۱۳: کسی نے اپنی بیوی کو طلاقن کہہ کر پکارا تب بھی طلاق پڑ گئی، اگرچہ مذاق میں کہا ہو۔

مسئلہ ۱۴: کسی نے کہا: ''جب تو فلاں شہر جائے تو تجھ کو طلاق ہے'' تو جب تک وہاں نہیں جائے گی طلاق نہیں پڑے گی۔

مسئلہ ۱۵: اگر صاف صاف طلاق نہیں دی، بلکہ گول مول الفاظ کہے اور اشارہ کنایہ سے طلاق دی تو یہ مبہم الفاظ کہتے وقت اگر طلاق دینے کی نیت تھی تو طلاقِ بائن ہوگئی، نکاح کیے بغیر عورت کو نہیں رکھ سکتا اور اگر طلاق کی نیت نہیں تھی، بلکہ دوسرے معنی کے اعتبار سے کہا تھا تو طلاق نہیں ہوئی، البتہ اگر قرینے سے معلوم ہو جائے کہ طلاق دینے کی ہی نیت تھی، اب وہ جھوٹ بول رہا ہے تو عورت اس کے پاس نہ رہے اور یہی سمجھے کہ طلاق ہوگئی ہے، جیسے بیوی نے غصہ میں آکر کہا: ''میرا تیرا نباہ نہیں ہوگا، مجھ کو طلاق دے دے''، اس نے کہا: ''اچھا میں نے چھوڑ دیا'' تو یہاں عورت یہی سمجھے کہ شوہر نے طلاق دے دی۔

مسئلہ ۱۶: کسی نے تین دفعہ کہا: ''تجھ کو طلاق، طلاق، طلاق'' تو تینوں پڑ گئیں یا گول مول الفاظ میں تین مرتبہ کہا تب بھی تین طلاقیں ہوگئیں، لیکن اگر نیت ایک ہی طلاق کی ہے، صرف اور صرف تاکید کے لیے تین دفعہ کہا تھا کہ بات خوب پکی ہو جائے تو ایک ہی طلاق ہوئی لیکن عورت کو اس کے دل کا حال چونکہ معلوم نہیں، اس لیے وہ یہی سمجھے کہ تین طلاقیں ہوگئیں۔

رخصتی سے پہلے طلاق:

مسئلہ ۱۷: عورت شوہر کے پاس نہ جانے پائی تھی کہ اس نے طلاق دے دی یا رخصتی تو ہوگئی لیکن میاں بیوی کی آپس میں بغیر کسی شرعی یا طبعی رکاوٹ کے تنہائی نہیں ہونے پائی تھی کہ شوہر نے طلاق دے دی تو طلاقِ بائن ہوگئی، چاہے صاف لفظوں سے دی ہو یا گول مول لفظوں میں۔ ایسی عورت کو جب طلاق دی جائے تو دوسری ہی قسم یعنی بائن طلاق ہوتی ہے اور ایسی عورت کے لیے طلاق کی عدت بھی کوئی نہیں، طلاق کے بعد فوراً دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے اور ایسی عورت کو ایک طلاق دینے کے بعد دوسری تیسری طلاق دینے کا اختیار نہیں، اگر دے گا تو نہیں پڑے گی، البتہ اگر پہلی ہی دفعہ یوں کہہ دے: ''تجھ کو دو طلاق یا تین طلاق'' تو جتنی دی ہیں سب پڑ گئیں اور اگر یوں کہا: ''تجھ کو طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے''، تب بھی ایسی عورت کو ایک ہی طلاق پڑے گی۔

رخصتی کے بعد طلاق:

مسئلہ ۱۸: رخصتی اور میاں بیوی کی تنہائی کے ساتھ اگر صحبت بھی ہوگئی، اس کے بعد اگر ایک یا دو طلاقیں صاف

لفظوں میں دے دیں تو طلاقِ رجعی ہوگی اور گول مول لفظوں میں دی تو طلاقِ بائن ہوگی۔ رجعی میں رجوع کا حق ہوگا اور بائن میں رجوع کا حق نہیں ہوگا، البتہ اگر تین طلاقیں نہیں دیں تو اسی شوہر سے نیا نکاح (جبکہ میاں بیوی دونوں راضی ہوں) عدت کے اندر بھی ہوسکتا ہے اور عدت کے بعد بھی، اور دوسرے شخص سے عدت کے بعد ہی نکاح ہوسکتا ہے اور عدت ہر صورت میں لازم ہوگی اور جب تک عدت ختم نہ ہو دوسری اور تیسری طلاق بھی دی جاسکتی ہے؛ اور اگر تنہائی تو ایسی ہوگئی کہ صحبت کرنے سے کوئی مانع شرعی یا طبعی موجود نہیں تھا، مگر صحبت نہیں ہوئی تو اس صورت میں اگر صاف لفظوں میں طلاق دی جائے یا گول مول لفظوں میں، دونوں صورتوں میں طلاقِ بائن ہی پڑے گی اور عدت بھی واجب ہوگی اور رجوع کا حق نہیں ہوگا اور عدت پوری کیے بغیر کسی دوسرے سے نکاح بھی نہیں کرسکتی، البتہ اس شخص سے جس نے طلاق دی ہے عدت کے اندر اور عدت ختم ہونے کے بعد ہر حال میں دوبارہ نکاح کرسکتی ہے، شرط یہ ہے کہ تین طلاقیں نہ دی ہوں۔

تین طلاقوں کا حکم:

مسئلہ (۱۹): اگر کسی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو وہ عورت اس مرد کے لیے حرام ہوگئی[1]، اب اگر دوبارہ نکاح کرے تب بھی عورت کے لیے اس مرد کے پاس رہنا حرام ہے اور نکاح نہیں ہوتا، چاہے صاف لفظوں میں تین طلاقیں دی ہوں یا گول مول لفظوں میں، سب کا ایک ہی حکم ہے۔

مسئلہ (۲۰): تین طلاقیں ایک ساتھ دے دیں، جیسے یوں کہہ دیا: ''تجھ کو تین طلاق'' یا یوں کہا: ''تجھ کو طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے'' یا الگ کر کے تین طلاقیں دیں، جیسے: ایک آج دی، ایک کل پرسوں یا ایک اس مہینے میں، ایک دوسرے مہینے میں، ایک تیسرے مہینے میں یعنی عدت کے اندر اندر تینوں طلاقیں دے دیں، سب کا ایک ہی حکم ہے اور صاف لفظوں میں طلاق دے کر پھر رجوع کرنے کا اختیار اس وقت ہوتا ہے جب تین طلاقیں نہ دے، ایک یا دو دے۔ جب تین طلاقیں دے دیں تو اب کچھ نہیں ہوسکتا۔

مسئلہ (۲۱): کسی نے اپنی بیوی کو ایک طلاقِ رجعی دی پھر رجوع کیا پھر دو چار سال میں کسی بات پر غصہ آیا تو ایک طلاقِ رجعی اور دے دی، پھر جب غصہ اترا تو رجوع کیا، یہ دو طلاقیں ہوگئیں، اب اس کے بعد اگر کبھی ایک طلاق اور دے گا تو تین پوری ہوجائیں گی اور اس کا حکم یہ ہوگا کہ عدت کے بعد کسی اور سے نکاح اور اس کی موت یا طلاق کی صورت میں

۱- چاہے اکٹھی دی ہوں یا الگ الگ، صحیح احادیث سے یہی ثابت ہے اور امتِ مسلمہ کا اسی پر اجماع ہے۔

عدت گزارے بغیر اس مرد سے نکاح نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح اگر کسی نے طلاقِ بائن دی جس میں رجوع کرنے کا اختیار نہیں ہوتا، پھر پشیمان ہوا اور میاں بیوی نے راضی ہو کر دوبارہ نکاح کرلیا، کچھ زمانہ کے بعد پھر غصہ آیا اور ایک طلاقِ بائن دے دی اور غصہ اترنے کے بعد پھر نکاح کرلیا، یہ دو طلاقیں ہوئیں۔ اب تیسری دفعہ اگر طلاق دے گا تو پھر وہی حکم ہے کہ دوسرا خاوند کیے بغیر اس سے نکاح نہیں کرسکتی۔

حلالہ کی شرط پر نکاح:

مسئلہ (۲۲): اگر دوسرے مرد سے اس شرط پر نکاح ہوا کہ صحبت کر کے عورت کو چھوڑ دے گا تو اس اقرار لینے کا اعتبار نہیں، اس کو اختیار ہے، چاہے چھوڑے یا نہ چھوڑے اور جب جی چاہے چھوڑے اور اس طرح طے کر کے نکاح کرنا بہت بڑا گناہ اور حرام ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے لوگوں پر لعنت ہوتی ہے، لیکن نکاح ہو جاتا ہے، لہٰذا اگر اس نکاح کے بعد دوسرے خاوند نے صحبت کر کے چھوڑ دیا یا مر گیا تو عورت پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی۔

کسی شرط پر طلاق دینا:

مسئلہ (۲۳): نکاح کرنے سے پہلے کسی عورت کو کہا: ”اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق ہے،“ تو جب اس عورت سے نکاح کرے گا تو نکاح کرتے ہی طلاقِ بائن پڑ جائے گی اور اگر یوں کہا: ”اگر تجھ سے نکاح کروں تو تجھے دو طلاق“، تو دو بائن طلاقیں ہوگئیں اور اگر تین طلاقوں کا کہا تھا تو تینوں ہوگئیں اور عورت مغلّظہ ہوگئی۔[1]

مسئلہ (۲۴): نکاح ہوتے ہی جب اس پر طلاق پڑ گئی تو اس نے اسی عورت سے پھر نکاح کرلیا تو اب یہ دوسرا نکاح کرنے سے طلاق نہیں پڑے گی، البتہ اگر یوں کہا ہو: ”جب بھی تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق ہے“ تو جب بھی نکاح کرے گا ہر دفعہ طلاق پڑ جایا کرے گی، اب اس عورت کو رکھنے کی کوئی صورت نہیں، اگر دوسرا خاوند کر کے اس مرد سے نکاح کرے گی تو بھی طلاق پڑ جائے گی۔

مسئلہ (۲۵): کسی نے کہا: ”جس عورت سے نکاح کروں اس کو طلاق“ تو جس سے نکاح کرے گا اس پر طلاق پڑ جائے گی، البتہ طلاق پڑنے کے بعد اگر پھر اُسی عورت سے نکاح کرلیا تو طلاق نہیں پڑے گی۔

مسئلہ (۲۶): جس عورت سے ابھی نکاح نہیں کیا اس کو اس طرح کہا: ”اگر تو فلاں کام کرے تو تجھے طلاق“ تو اس کا اعتبار

۱- مغلّظہ اس عورت کو کہتے ہیں جسے تین طلاقیں ہو جائیں۔ ایسی عورت مرد پر حرام ہو جاتی ہے اور حلالہ کے بغیر اس سے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔

نہیں، اگر اس سے نکاح کرلیا اور نکاح کے بعد اس نے وہی کام کیا تب بھی طلاق نہیں پڑی، کیونکہ غیر منکوحہ کو طلاق دینے کی یہی صورت ہے کہ یوں کہے: "اگر تجھ سے نکاح کروں تو طلاق"، اس کے علاوہ کسی اور طریقہ سے اجنبی عورت پر طلاق نہیں پڑسکتی۔

مسئلہ (۲۷): اگر اپنی بیوی سے کہا: "اگر تو فلاں کام کرے تو تجھے طلاق"، "اگر میرے پاس سے جائے تو تجھے طلاق"، "اگر تو اس گھر میں جائے تو تجھے طلاق" یا اور کسی کام پر طلاق معلق کردی تو جب وہ کام کرے گی تب طلاق پڑ جائے گی، اگر نہیں کرے گی تو نہیں پڑے گی اور طلاقِ رجعی پڑے گی، البتہ اگر کوئی کنائی لفظ کہے کہ اگر تو فلاں کام کرے تو مجھے تجھ سے کوئی واسطہ نہیں تو جب وہ کام کرے گی تب طلاقِ بائن پڑے گی، بشرطیکہ مرد نے یہ الفاظ کہتے وقت طلاق کی نیت کی ہو۔

مسئلہ (۲۸): اگر یوں کہا: "اگر فلاں کام کرے تو تجھے دو طلاق یا تین طلاق" تو جتنی طلاقوں کا کہا اتنی پڑیں گی۔

مسئلہ (۲۹): اپنی بیوی سے کہا: "اگر تو اس گھر میں جائے تو تجھے طلاق" اور وہ چلی گئی اور طلاق پڑ گئی پھر عدت کے اندر اندر اس نے رجوع کرلیا یا دوبارہ نکاح کرلیا تو اب دوبارہ گھر میں جانے سے طلاق نہیں پڑے گی، البتہ اگر یوں کہا ہو: "جتنی مرتبہ اس گھر میں جائے ہر مرتبہ تجھ کو طلاق" یا یوں کہا ہو: "جب کبھی تو گھر میں جائے ہر مرتبہ تجھے طلاق" تو اس صورت میں عدت کے اندر یا پھر نکاح کر لینے کے بعد دوسری مرتبہ گھر میں جانے سے دوسری طلاق ہوگئی، پھر عدت کے اندر یا تیسرے نکاح کے بعد اگر تیسری دفعہ گھر میں جائے گی تو تیسری طلاق ہو جائے گی، اب تین طلاقوں کے بعد اس سے نکاح درست نہیں، البتہ اگر دوسرے مرد سے نکاح ہو جانے کے بعد جدائی ہو جائے پھر اس مرد سے نکاح کرے تو اب اس گھر میں جانے سے طلاق نہیں ہوگی۔

مسئلہ (۳۰): کسی نے اپنی بیوی سے کہا: "اگر تو فلاں کام کرے تو تجھ کو طلاق۔" ابھی اس نے وہ کام نہیں کیا تھا کہ اس نے ایک فوری طلاق دے دی اور کچھ مدت بعد پھر اس عورت سے نکاح کیا اور اس نکاح کے بعد اب اس نے وہی کام کیا تو طلاق واقع ہوگئی اور اگر طلاق پانے کے بعد عدت کے اندر اس نے وہی کام کیا تب بھی دوسری طلاق ہوگئی، البتہ اگر طلاق پانے اور عدت گزر جانے کے بعد اس نکاح سے پہلے اس نے وہی کام کرلیا اور پھر دونوں کا نکاح ہوگیا تو اس نکاح کے بعد اب وہ کام کرنے سے طلاق نہیں ہوگی۔

مسئلہ (۳۱): کسی نے اپنی بیوی سے کہا: "اگر تجھے حیض آئے تو تجھے طلاق۔" اس کے بعد اس نے خون دیکھا تو ابھی سے طلاق واقع نہ ہوگی بلکہ جب پورے تین دن تین رات خون آتا رہے تو اس کے بعد یہ حکم لگایا جائے گا کہ جس وقت سے

خون آیا تھا اسی وقت طلاق ہوگئی تھی اور اگر یوں کہا: ''جب تجھے ایک حیض آئے یا پورا حیض تو تجھے طلاق'' تو حیض کے ختم ہونے پر طلاق واقع ہوگی۔

مسئلہ (۳۲): اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا: ''اگر تو روزہ رکھے تو تجھے طلاق'' تو روزہ رکھتے ہی فوراً طلاق ہوجائے گی، البتہ اگر یوں کہا: ''اگر تو ایک روزہ رکھے یا پورا دن روزہ رکھے تو تجھے طلاق'' تو روزہ کے مکمل ہونے پر طلاق واقع ہوگی، اگر روزہ توڑ دے تو طلاق نہ ہوگی۔

مسئلہ (۳۳): عورت نے گھر سے باہر جانے کا ارادہ کیا، مرد نے کہا: ''ابھی مت جاؤ'' عورت نہ مانی، اس پر مرد نے کہا: ''اگر تو باہر جائے تو تجھے طلاق'' تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر فوراً باہر جائے گی تو طلاق ہوجائے گی اور اگر فوراً نہ گئی، کچھ دیر بعد گئی تو طلاق نہیں ہوگی، کیونکہ اس کا مطلب یہی تھا کہ ابھی مت جاؤ، بعد میں جانا، یہ مطلب نہیں تھا کہ عمر بھر کبھی نہیں جانا۔

مسئلہ (۳۴): کسی نے یوں کہا: ''جس دن تجھ سے نکاح کروں، تجھ کو طلاق'' پھر رات کے وقت نکاح کیا تب بھی طلاق پڑ گئی، کیونکہ بول چال میں اس کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت تجھ سے نکاح کروں تجھے طلاق ہے۔

بیمار کی طلاق:

مسئلہ (۳۵): بیماری کی حالت میں کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، پھر عورت کی عدت ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ اسی بیماری میں مرگیا تو شوہر کے مال میں سے بیوی کا جتنا حصہ ہوتا ہے اتنا اس عورت کو بھی ملے گا، چاہے ایک طلاق دی ہو یا دو تین اور چاہے طلاقِ رجعی دی ہو یا بائن، سب کا ایک ہی حکم ہے۔ اگر عدت ختم ہونے کے بعد مرا تو عورت میراث میں حصہ دار نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر مرد اسی بیماری میں نہیں مرا، بلکہ تندرست ہوگیا، پھر بیمار ہوگیا تب بھی عورت حصہ نہیں پائے گی، چاہے عدت ختم ہوچکی ہو یا نہ ختم ہوئی ہو۔

مسئلہ (۳۶): عورت نے طلاق مانگی تھی، اس لیے مرد نے طلاق دے دی، تب بھی عورت میراث کی مستحق نہیں، چاہے شوہر عدت کے اندر انتقال کرے یا عدت کے بعد، دونوں کا ایک ہی حکم ہے، البتہ اگر طلاقِ رجعی دی ہو اور عدت کے اندر انتقال کر جائے تو میراث پائے گی۔

مسئلہ (۳۷): بیماری کی حالت میں عورت سے کہا: ''اگر تو گھر سے باہر جائے تو تجھے بائن طلاق ہے'' پھر عورت باہر گئی اور طلاقِ بائن پڑ گئی تو اس صورت میں حصہ نہیں پائے گی، کیونکہ اس نے خود ایسا کام کیا جس سے طلاق پڑی اور اگر یوں

کہا: ''اگر تو کھانا کھائے تو تجھ کو طلاقِ بائن ہے'' یا یوں کہا: ''اگر تو نماز پڑھے تو تجھے طلاقِ بائن ہے،'' ایسی صورت میں اگر وہ عدت کے اندر مر جائے گا تو عورت کو حصہ ملے گا، کیونکہ عورت کے اختیار سے طلاق نہیں پڑی، کھانا کھانا اور نماز پڑھنا تو ضروری ہے، اس کو چھوڑ نہیں سکتی تھی اور اگر طلاقِ رجعی دی ہو تو پہلی صورت میں بھی (یعنی جب غیر ضروری کام کیا) عدت کے اندر اندر مرنے سے حصہ پائے گی۔ غرض یہ کہ طلاقِ رجعی میں بہر حال حصہ ملتا ہے، بشرطیکہ عدت کے اندر فوت ہوا ہو۔

مسئلہ (۳۸): کسی تندرست آدمی نے اپنی بیوی سے کہا: ''جب تو گھر سے باہر نکلے تو تجھے طلاقِ بائن ہے''، پھر جس وقت وہ گھر سے باہر نکلی، اس وقت وہ بیمار تھا اور اسی بیماری میں عدت کے اندر مر گیا تب بھی عورت حصہ نہیں پائے گی، [کیونکہ عورت کے ایسے فعل سے طلاق پڑی جو ضروری نہ تھا اس لیے کہ یہاں وہ صورت مراد ہے جس میں عورت گھر سے نکلنے پر مجبور نہیں تھی گویا عورت نے خود طلاق کو اختیار کیا۔]

مسئلہ (۳۹): تندرستی کے زمانہ میں کہا: ''جب تیرا باپ آئے تو تجھے بائن طلاق،'' جب وہ آیا تو اس وقت وہ مرد بیمار تھا اور اسی بیماری میں مر گیا تو حصہ نہیں پائے گی اور اگر بیماری کی حالت میں یہ کہا ہو اور اسی بیماری میں عدت کے اندر مر گیا ہو تو حصہ پائے گی، [کیونکہ پہلی صورت میں شوہر کی طرف سے بیوی کو میراث سے محروم کرنے کا قصد نہیں پایا گیا، اس لیے کہ حالتِ صحت میں شوہر کے مال میں بیوی کا حق متعلق نہیں ہوتا، دوسری صورت میں بیوی کا حق متعلق ہو گیا تھا، شوہر نے اس کو محروم کرنے کی کوشش کی لہٰذا عورت محروم نہیں ہو گی۔]

طلاقِ رجعی کے بعد رجوع:

مسئلہ (۴۰): جب کسی نے ایک یا دو رجعی طلاقیں دیں تو عدت ختم ہونے سے پہلے پہلے مرد کو اختیار ہے کہ اس سے رجوع کرے، اس صورت میں دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت نہیں، عورت چاہے راضی ہو یا راضی نہ ہو، اس کو اختیار نہیں اور اگر تین طلاقیں دے دیں تو اس کا حکم پہلے بیان ہو چکا ہے، اس میں رجوع کا اختیار نہیں۔

مسئلہ (۴۱): رجوع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ یا تو صاف صاف زبان سے کہہ دے کہ میں تجھ سے رجوع کرتا ہوں یا عورت سے نہیں کہا کسی اور سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی سے رجوع کر لیا، بس اتنا کہہ دینے سے وہ دوبارہ اس کی بیوی ہو گئی۔

مسئلہ (۴۲): رجوع کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ زبان سے تو کچھ نہیں کہا، لیکن عورت سے صحبت کر لی یا اس کا بوسہ لیا، پیار کیا یا شہوت کے ساتھ اس کو ہاتھ لگایا تو ان سب صورتوں میں پھر وہ اس کی بیوی بن گئی، دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ (۴۳): جب طلاق سے رجوع کرنے کا ارادہ ہو تو بہتر ہے کہ دو چار لوگوں کو گواہ بنا لے، کیونکہ شاید کبھی کوئی اختلاف یا تنازع پیش آئے تو کوئی انکار نہ کر سکے۔ اگر کسی کو گواہ نہ بنایا، تب بھی رجوع صحیح ہے۔

مسئلہ (۴۴): اگر عورت کی عدت گزر گئی تو اس کے بعد رجوع نہیں کر سکتا، اب اگر عورت راضی ہو تو دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا، نکاح کیے بغیر عورت کو نہیں رکھ سکتا۔ اگر شوہر رکھے بھی تو عورت کے لیے اس کے پاس رہنا درست نہیں۔

مسئلہ (۴۵): جس عورت کو حیض آتا ہو اس کے لیے طلاق کی عدت تین حیض ہیں۔ جب تین حیض پورے ہو جائیں تو عدت گزر جائے گی، پھر اگر تیسرا حیض پورے دس دن آیا ہے تب تو جس وقت خون بند ہوا اور دس دن پورے ہوئے اس وقت عدت ختم ہو گئی اور رجوع کرنے کا جو اختیار مرد کو تھا وہ ختم ہو گیا، چاہے عورت نہا چکی ہو یا ابھی تک نہ نہائی ہو اور اگر تیسرا حیض دس دن سے کم آیا اور خون بند ہو گیا، لیکن ابھی عورت نے غسل نہیں کیا اور نہ کوئی نماز اس کے اوپر واجب ہوئی تو اب بھی مرد کا اختیار باقی ہے، البتہ اگر خون بند ہونے پر اس نے غسل کر لیا یا غسل تو نہیں کیا، لیکن ایک نماز کا وقت گزر گیا، یعنی ایک نماز کی قضا اس کے ذمے واجب ہو گئی، ان دونوں صورتوں میں مرد کا اختیار ختم ہو گیا۔ اب نکاح کیے بغیر عورت کو نہیں رکھ سکتا۔

مسئلہ (۴۶): جس عورت سے ابھی صحبت نہ کی ہو، اگرچہ تنہائی ہو چکی ہو، اس کو ایک طلاق دینے سے رجوع کا اختیار نہیں رہتا کیونکہ اس کو جو طلاق دی جائے گی وہ طلاقِ بائن ہو گی، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا۔

مسئلہ (۴۷): اگر دونوں ایک جگہ تنہائی میں تو رہے، لیکن مرد کہتا ہے کہ میں نے صحبت نہیں کی، پھر اس اقرار کے بعد طلاق دے دی تو رجوع کا اختیار نہیں رہا۔

مسئلہ (۴۸): جس عورت کو ایک یا دو رجعی طلاق ملی ہوں، جس میں مرد کو طلاق سے رجوع کا اختیار ہوتا ہے، ایسی عورت کے لیے مناسب ہے کہ خوب بناؤ سنگار کر کے رہا کرے، شاید مرد کا دل اس کی طرف راغب ہو اور رجوع کر لے۔ اگر مرد کا ارادہ رجوع کرنے کا نہ ہو تو اس کے لیے مناسب ہے کہ جب گھر میں آئے تو کھانس کھنکار کر آئے تاکہ وہ اپنا بدن اگر کچھ کھلا ہو تو چھپا لے اور کسی بے موقع جگہ نگاہ نہ پڑے اور جب عدت پوری ہو جائے تو عورت کہیں اور جا کر رہے۔

مسئلہ (۴۹): جس عورت کو ایک یا دو بائن طلاقیں دے دیں تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی اور مرد سے نکاح کرنا چاہے تو عدت کے بعد نکاح کرے، عدت کے اندر نکاح درست نہیں اور خود اسی شوہر سے نکاح کرنا ہو تو عدت کے اندر بھی ہو سکتا ہے۔

اِیلا

(بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھانا)

مسئلہ ①: جس نے قسم کھالی اور بیوی سے کہا: ''اللہ کی قسم! اب صحبت نہیں کروں گا'' یا بیوی سے کہا: ''اللہ کی قسم! تجھ سے کبھی صحبت نہیں کروں گا''، ''قسم کھاتا ہوں کہ تجھ سے صحبت نہیں کروں گا'' تو اس طرح کے الفاظ کا حکم یہ ہے کہ اگر اس نے صحبت نہیں کی تو چار مہینے گزرنے پر عورت کو طلاقِ بائن ہو جائے گی اور اگر چار مہینے کے اندر ہی اندر اس نے اپنی قسم توڑ ڈالی اور صحبت کر لی تو طلاق نہیں ہوگی، البتہ قسم توڑنے کا کفارہ دینا پڑے گا، ایسی قسم کھانے کو شریعت میں ''ایلا'' کہتے ہیں۔

مسئلہ ②: ہمیشہ کے لیے صحبت نہ کرنے کی قسم نہیں کھائی بلکہ صرف چار مہینے کے لیے قسم کھائی اور یوں کہا: ''اللہ کی قسم! چار مہینے تک تجھ سے صحبت نہیں کروں گا'' تو اس سے ایلا ہو گیا، اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر چار مہینے تک صحبت نہیں کرے گا تو طلاقِ بائن پڑ جائے گی اور اگر چار مہینے سے پہلے صحبت کر لی تو قسم کا کفارہ دیدے۔

مسئلہ ③: اگر چار مہینے سے کم کے لیے قسم کھائی تو اس کا اعتبار نہیں، اس سے ایلا نہیں ہوگا۔ چار مہینے سے ایک دن بھی کم کر کے قسم کھائے تب بھی ایلا نہیں ہوگا، البتہ جتنے دنوں کی قسم کھائی ہے اتنے دنوں سے پہلے پہلے صحبت کرے گا تو قسم توڑنے کا کفارہ دینا پڑے گا اور اگر صحبت نہیں کی تو عورت کو طلاق نہیں ہوگی اور قسم بھی پوری ہو جائے گی۔

مسئلہ ④: کسی نے صرف چار مہینے کے لیے قسم کھائی اور پھر اپنی قسم نہیں توڑی تو چار مہینے کے بعد طلاق ہو جائے گی اور طلاق کے بعد اگر پھر اسی مرد سے نکاح ہو گیا تو اب اس نکاح کے بعد اگر چار مہینے تک صحبت نہ کرے تو کوئی حرج نہیں، اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی اور اگر ہمیشہ کے لیے قسم کھالی اور یوں کہا: ''قسم کھاتا ہوں کہ اب تجھ سے صحبت نہیں کروں گا'' یا یوں کہا: ''اللہ کی قسم! تجھ سے کبھی صحبت نہیں کروں گا''، پھر اپنی قسم نہیں توڑی اور چار مہینے کے بعد طلاق ہو گئی، اس کے بعد پھر اسی سے نکاح کر لیا اور نکاح کے بعد پھر چار مہینے تک صحبت نہیں کی تو اب پھر دوسری طلاق ہو جائے گی اور اب دوسرے شوہر سے نکاح کیے بغیر اس سے نکاح بھی نہیں ہو سکتا، اگر دوسرے یا تیسرے نکاح کے بعد صحبت کر لیتا تو قسم ٹوٹ جاتی اور طلاق نہ ہوتی، البتہ قسم توڑنے کا کفارہ دینا پڑتا۔

مسئلہ ⑤: اگر اسی طرح یکے بعد دیگرے تینوں نکاحوں میں تین طلاقیں ہو گئیں، اس کے بعد عورت نے دوسرے

شوہر سے نکاح کرلیا، جب اس نے چھوڑ دیا تو عدت پوری کر کے پھر اسی مرد سے نکاح کرلیا اور اس نے پھر صحبت نہیں کی تو اب طلاق نہیں ہوگی، چاہے جب تک صحبت نہ کرے، لیکن جب کبھی صحبت کرے گا تو قسم کا کفارہ دینا پڑے گا، کیونکہ قسم تو یہ کھائی تھی کہ کبھی صحبت نہیں کروں گا، وہ ٹوٹ گئی۔

مسئلہ ۶: اگر عورت کو طلاقِ بائن دے دی، پھر اس سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھالی تو ایلا نہیں ہوا، دوبارہ نکاح کرنے کے بعد اگر صحبت نہ کرے تو طلاق نہیں ہوگی، لیکن جب صحبت کرے گا تو قسم توڑنے کا کفارہ دینا پڑے گا اور اگر طلاقِ رجعی دینے کے بعد عدت کے اندر ایسی قسم کھائی تو ایلا ہوگیا، اب اگر رجوع کرلے اور صحبت نہ کرے تو چار مہینے کے بعد طلاق ہوجائے گی اور اگر صحبت کرلی تو قسم کا کفارہ دے۔

مسئلہ ۷: اللہ کی قسم نہیں کھائی بلکہ یوں کہا: ''اگر تجھ سے صحبت کروں تو تجھ کو طلاق ہے''، تب بھی ایلا ہوگیا، صحبت کرے گا تو رجعی طلاق ہوجائے گی اور قسم کا کفارہ اس صورت میں نہیں دینا پڑے گا اور اگر صحبت نہیں کی تو چار مہینے کے بعد طلاقِ بائن ہوجائے گی اور اگر یوں کہا: ''اگر تجھ سے صحبت کروں تو میرے ذمہ ایک حج ہے یا ایک روزہ ہے یا اتنے روپیہ کی خیرات ہے یا ایک قربانی ہے'' تو ان سب صورتوں میں ایلا ہوگیا، اگر صحبت کرے گا تو جو بات کہی ہے وہ کرنا پڑے گی اور کفارہ نہیں دینا پڑے گا اور اگر صحبت نہیں کی تو چار مہینے کے بعد طلاق ہوجائے گی۔

خلع

مسئلہ ١: اگر میاں بیوی میں کسی طرح نباہ نہ ہو سکے اور مرد طلاق بھی نہ دیتا ہو تو عورت کے لیے جائز ہے کہ کچھ مال دے کر یا اپنا مہر دے کر مرد سے کہے: ''اتنا روپیہ لے کر میری جان چھوڑ دو'' یا یوں کہے: ''جو میرا مہر تیرے ذمہ ہے اس کے عوض میری جان چھوڑ دو'' اس کے جواب میں مرد کہے: ''میں نے چھوڑ دیا'' تو اس سے عورت پر ایک طلاقِ بائن پڑ گئی۔ مرد کو اس میں رجوع کا اختیار نہیں، البتہ اگر مرد نے اسی جگہ بیٹھے بیٹھے جواب نہیں دیا بلکہ اس جگہ سے اٹھ گیا یا مرد تو نہیں اٹھا، عورت اٹھ گئی، پھر مرد نے کہا میں نے چھوڑ دیا تو اس سے کچھ نہیں ہوا، جواب اور سوال دونوں ایک ہی جگہ ہونے چاہییں، اس طرح نکاح ختم کر کے جان چھڑانے کو ''خلع'' کہتے ہیں۔

مسئلہ ٢: مرد نے کہا: ''میں نے تجھ سے خلع کیا'' عورت نے کہا: ''میں نے قبول کیا'' تو خلع ہو گیا، البتہ اگر عورت نے اسی جگہ جواب نہ دیا اور وہاں سے اٹھ گئی یا عورت نے قبول ہی نہ کیا تو خلع نہیں ہوا، لیکن عورت اگر اپنی جگہ بیٹھی رہی اور مرد یہ کہہ کر اٹھ گیا اور عورت نے اس کے اٹھنے کے بعد قبول کیا تو خلع ہو گیا۔

مسئلہ ٣: مرد نے صرف اتنا کہا کہ میں نے تجھ سے خلع کیا اور عورت نے قبول کر لیا، روپے پیسے کا ذکر نہ مرد نے کیا نہ عورت نے، تب بھی جو حق مرد کا عورت پر ہے اور جو حق عورت کا مرد پر ہے، سب معاف ہو گیا، اگر مرد کے ذمے مہر باقی ہو تو وہ بھی معاف ہو گیا اور اگر عورت مہر حاصل کر چکی ہے تو اس کا واپس کرنا واجب نہیں، البتہ عدت کے ختم ہونے تک روٹی، کپڑا اور رہنے کا گھر دینا پڑے گا، لیکن اگر عورت نے کہہ دیا کہ عدت کا روٹی، کپڑا اور رہنے کا گھر بھی تجھ سے نہیں لوں گی تو وہ بھی معاف ہو گیا۔

مسئلہ ٤: اگر اس کے ساتھ کچھ مال کا ذکر بھی کر دیا، جیسے یوں کہا: ''سو روپے کے عوض میں نے تجھ سے خلع کیا''، پھر عورت نے قبول کر لیا تو خلع ہو گیا، اب عورت کے ذمے سو روپے دینے واجب ہو گئے۔ اپنا مہر لے چکی ہو تب بھی سو روپے دینے پڑیں گے اور اگر مہر ابھی تک نہ لیا ہو تب بھی دینے پڑیں گے اور مہر بھی نہیں ملے گا کیونکہ وہ خلع کی وجہ سے معاف ہو گیا۔

مسئلہ ٥: خلع میں اگر مرد کا قصور ہو تو مرد کے لیے روپیہ اور مال لینا یا جو مہر مرد کے ذمے ہے اس کے عوض میں خلع کرنا بڑا گناہ اور حرام ہے، اگر کچھ مال لے لیا تو اس کو اپنے خرچ میں لانا بھی حرام ہے اور اگر عورت ہی کا قصور ہو تو جتنا مہر دیا ہے اس سے

زیادہ مال نہیں لینا چاہیے، مہر ہی کے عوض میں خلع کرلے۔ اگر مہر سے زیادہ لے لیا تو بھی نامناسب تو ہوا لیکن گناہ نہیں۔

مسئلہ ٦: عورت خلع کرنے پر راضی نہیں تھی، مرد نے اس پر زبردستی کی اور خلع کرنے پر مجبور کیا یعنی مار پیٹ کر، دھمکا کر خلع کیا تو طلاق ہوگئی، لیکن مال عورت پر واجب نہیں ہوا اور اگر مرد کے ذمے مہر باقی ہو تو وہ بھی معاف نہیں ہوا۔

مسئلہ ٧: یہ سب باتیں اس وقت ہیں جب خلع کا لفظ کہا ہو یا یوں کہا: ''سو روپے پر یا ہزار روپے کے عوض میں میری جان چھوڑ دے'' یا یوں کہا: ''میرے مہر کے عوض میں مجھے چھوڑ دے'' اور اگر اس طرح نہیں کہا بلکہ طلاق کا لفظ کہا، جیسے یوں کہے: سو روپے کے عوض میں مجھے طلاق دے دے تو اس کو خلع نہیں کہیں گے۔ اگر مرد نے اس مال کے عوض طلاق دے دی تو ایک طلاقِ بائن پڑ گئی اور اس میں کوئی حق معاف نہیں ہوا، نہ وہ حق معاف ہوئے جو مرد کے اوپر ہیں اور نہ وہ جو عورت کے اوپر ہیں۔ مرد نے اگر مہر نہ دیا ہو تو وہ بھی معاف نہیں ہوا، عورت اس کی دعویدار ہوسکتی ہے اور مرد یہ سو روپے عورت سے لے لے گا۔

مسئلہ ٨: مرد نے کہا میں نے سو روپے کے بدلے طلاق دی تو عورت کے قبول کرنے پر موقوف ہے، اگر قبول نہ کرے تو نہیں پڑے گی اور اگر قبول کرلے تو ایک طلاقِ بائن پڑے گی لیکن جس جگہ مرد کی یہ پیش کش سنی تھی اگر وہ جگہ بدل جانے کے بعد قبول کیا تو طلاق نہیں پڑی۔

مسئلہ ٩: عورت نے کہا مجھے طلاق دیدو، مرد نے کہا تو اپنا مہر وغیرہ، اپنے سب حق معاف کردے تو طلاق دے دوں گا۔ اس پر عورت نے کہا: ''اچھا میں نے معاف کیا''، اس کے بعد مرد نے طلاق نہیں دی تو کچھ معاف نہیں ہوا اور اگر اسی مجلس میں طلاق دے دی تو معاف ہوگیا۔

مسئلہ ١٠: عورت نے کہا: ''تین سو روپے کے بدلے مجھے تین طلاقیں دے دو''، اس پر مرد نے ایک ہی طلاق دی تو صرف ایک سو روپے مرد کو ملیں گے اور اگر دو طلاقیں دیں تو دو سو روپے اور اگر تینوں دے دیں تو پورے تین سو روپے عورت سے دلائے جائیں گے اور سب صورتوں میں طلاقِ بائن ہوجائے گی، کیونکہ طلاق مال کے بدلے میں ہے۔

مسئلہ ١١: نابالغ لڑکا اور پاگل آدمی اپنی بیوی سے خلع نہیں کرسکتا۔

ظہار

(بیوی کو ماں کے ساتھ تشبیہ دینا)

مسئلہ ۱: کسی نے اپنی بیوی سے کہا: ''تو میری ماں کے برابر ہے'' یا یوں کہا: ''تو میرے لیے ماں کے برابر ہے، تو میرے نزدیک ماں کے برابر ہے، اب تو میرے نزدیک ماں جیسی ہے، ماں کی طرح ہے''، تو دیکھو اس کا کیا مطلب ہے؟

اگر یہ مطلب لیا کہ عزت واحترام میں ماں کے برابر ہے یا یہ مطلب لیا کہ تو بالکل بڑھیا ہے، عمر میں میری ماں کے برابر ہے، تب تو اس طرح کہنے سے کچھ نہیں ہوا۔ اسی طرح اگر یہ الفاظ کہتے وقت کوئی نیت نہیں کی اور کوئی مطلب نہیں لیا، یوں ہی کہہ دیا تب بھی کچھ نہیں ہوا اور اگر اس طرح کہنے سے طلاق دینے اور چھوڑنے کی نیت کی ہے تو اس کو ایک طلاقِ بائن ہو گئی اور اگر طلاق دینے کی بھی نیت نہیں تھی اور عورت کا چھوڑنا بھی مقصود نہیں تھا، بلکہ مطلب صرف اتنا ہے کہ اگرچہ تو میری بیوی ہے، اپنے نکاح سے تجھ کو الگ نہیں کرتا لیکن اب تجھ سے کبھی صحبت نہیں کروں گا، تجھ سے صحبت کرنے کو اپنے اوپر حرام کر لیا۔ غرض یہ کہ اس کے چھوڑنے کی نیت نہیں کی، صرف صحبت کو اپنے اوپر حرام کر لیا، اس کو شریعت میں ''ظہار'' کہتے ہیں۔ اس کا حکم یہ ہے کہ وہ عورت رہے گی تو اسی کے نکاح میں، لیکن مرد جب تک اس کا کفارہ نہ ادا کرے تب تک صحبت کرنا یا شہوت کے ساتھ ہاتھ لگانا، چومنا، پیار کرنا حرام ہے، جب تک کفارہ نہیں دے گا وہ عورت اس پر حرام رہے گی، چاہے جتنے سال بھی گزر جائیں۔ جب کفارہ دے دے تو دونوں میاں بیوی کی طرح رہ سکیں گے، دوبارہ سے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں اور اس کا کفارہ اسی طرح دیا جاتا ہے جس طرح روزہ توڑنے کا کفارہ دیا جاتا ہے۔

مسئلہ ۲: اگر کفارہ دینے سے پہلے ہی صحبت کر لی تو بڑا گناہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے توبہ استغفار کرے اور اب سے پکا ارادہ کرے کہ بغیر کفارہ دیے پھر کبھی صحبت نہیں کروں گا اور عورت کو چاہیے کہ جب تک مرد کفارہ نہ دے تب تک اس کو اپنے پاس نہ آنے دے۔

مسئلہ ۳: اگر بہن کے برابر یا بیٹی یا پھوپھی یا اور کسی ایسی عورت کے برابر کہا جس کے ساتھ نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہوتا ہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ ۴: کسی نے کہا: ''تو میرے لیے خنزیر کے برابر ہے'' تو اگر طلاق دینے اور چھوڑنے کی نیت تھی تو طلاق ہو

گئی اور اگر ظہار کی نیت کی یعنی یہ مطلب لیا کہ طلاق تو نہیں دیتا، لیکن صحبت کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں تو کچھ نہیں ہوا، اسی طرح اگر کچھ نیت نہیں کی تب بھی کچھ نہیں ہوا۔

مسئلہ ⑤: اگر ظہار میں چار مہینے یا اس سے زیادہ مدت تک صحبت نہیں کی اور کفارہ نہیں دیا تو طلاق نہیں ہوگی، اس سے ایلا نہیں ہوتا۔

مسئلہ ⑥: جب تک کفارہ نہ دے تب تک دیکھنا، بات چیت کرنا حرام نہیں، البتہ شرم گاہ کو دیکھنا درست نہیں۔

مسئلہ ⑦: اگر ہمیشہ کے لیے ظہار نہیں کیا بلکہ کچھ مدت مقرر کردی، مثلاً یوں کہا: ''سال بھر کے لیے یا چار مہینے کے لیے تو میرے لیے ماں کے برابر ہے'' تو جتنی مدت مقرر کی ہے اتنی مدت تک ظہار رہے گا، اگر اس مدت کے اندر صحبت کرنا چاہے تو کفارہ دے اور اگر اس مدت کے بعد صحبت کرے تو کچھ نہیں دینا پڑے گا، عورت حلال ہوجائے گی۔

مسئلہ ⑧: ظہار میں بھی اگر فوراً ان شاء اللہ کہہ دیا تو کچھ نہیں ہوا۔

مسئلہ ⑨: نابالغ لڑکا اور پاگل آدمی ظہار نہیں کرسکتا، اگر کرے گا تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، اسی طرح اگر کوئی کسی اجنبی عورت سے ظہار کرے جس سے ابھی نکاح نہیں کیا ہے تو بھی کچھ نہیں ہوتا، اس سے نکاح کرنا درست ہے۔

مسئلہ ⑩: ظہار کا لفظ اگر کئی دفعہ کہے تو جتنی دفعہ کہا اتنی ہی دفعہ کفارہ دینا پڑے گا، البتہ اگر دوسری اور تیسری مرتبہ کہنے سے پہلی کی تاکید کی نیت کی ہو، نئے سرے سے ظہار مقصود نہ ہو تو ایک ہی کفارہ دے۔

مسئلہ ⑪: اگر کئی بیویوں سے ایسا کہا تو جتنی بیویاں ہوں گی اتنے ہی کفارے دینے ہوں گے۔

مسئلہ ⑫: اگر برابر کا لفظ نہیں کہا، نہ مثل اور طرح کا لفظ کہا، بلکہ یوں کہا: ''تو میری ماں ہے'' یا یوں کہا: ''تو میری بہن ہے'' تو اس سے کچھ نہیں ہوا، عورت حرام نہیں ہوئی، لیکن ایسا کہنا برا اور گناہ ہے، اسی طرح پکارتے وقت بیوی کو یوں کہنا: ''میری بہن فلاں کام کردو!'' یہ بھی برا ہے، مگر اس سے بھی کچھ نہیں ہوتا۔

مسئلہ ⑬: کسی نے یوں کہا: ''اگر تجھ کو رکھوں تو ماں کو رکھوں'' یا یوں کہا: ''اگر تجھ سے صحبت کروں تو گویا ماں سے کروں''، اس سے بھی کچھ نہیں ہوا۔

مسئلہ ⑭: اگر یوں کہا: ''تو میرے لیے ماں کی طرح حرام ہے'' تو اگر طلاق دینے کی نیت کی ہو تو طلاق ہوجائے گی اور اگر ظہار کی نیت کی ہو یا کوئی نیت نہ کی ہو تو ظہار ہوجائے گا، کفارہ دے کر صحبت کرنا درست ہے۔

ظہار کا کفارہ:

مسئلہ ۱: ظہار کا کفارہ وہی ہے جو روزہ کا کفارہ ہے، دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

مسئلہ ۲: اگر طاقت ہو تو مرد ساٹھ روزے لگاتار رکھے، درمیان میں کوئی روزہ چھوٹنے نہ پائے اور جب تک روزے پورے نہ ہو جائیں اس وقت تک عورت سے صحبت نہ کرے، اگر روزے مکمل ہونے سے پہلے اسی عورت سے صحبت کر لی تو تمام روزے نئے سرے سے رکھے، چاہے دن کو اس عورت سے صحبت کی ہو یا رات کو اور چاہے قصداً کی ہو یا بھول کر، سب کا ایک ہی حکم ہے۔

مسئلہ ۳: اگر پہلی تاریخ سے روزے رکھنا شروع کیے تو چاند کے حساب سے پورے دو مہینے روزے رکھ لے، چاہے پورے ساٹھ دن ہوں اور تیس تیس دن کا مہینہ ہو یا اس سے کم دن ہوں، دونوں طرح کفارہ ادا ہو جائے گا اور اگر پہلی تاریخ سے روزے رکھنا شروع نہیں کیے بلکہ مہینے کے درمیان سے رکھنا شروع کیے تو پورے ساٹھ دن روزے رکھے۔

مسئلہ ۴: اگر روزے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ فقیروں کو دو وقت کا کھانا کھلائے یا کچا اناج دیدے، اگر سب فقیروں کو ابھی نہیں کھلایا تھا کہ درمیان میں صحبت کر لی تو گناہ تو ہوا مگر اس صورت میں کفارہ دوبارہ نہیں دینا پڑے گا۔

مسئلہ ۵: کسی کے ذمے ظہار کے دو کفارے تھے، اس نے ساٹھ مسکینوں کو چار چار سیر گیہوں دے دیے اور یہ سمجھا کہ ہر کفارے سے دو دو سیر دیتا ہوں، تب بھی ایک ہی کفارہ ادا ہوا، دوسرا کفارہ پھر ادا کرے اور اگر ایک کفارہ روزہ توڑنے کا تھا، دوسرا ظہار کا تو دونوں ادا ہو گئے۔

لعان

(بیوی پر تہمت لگانے کا حکم)

مسئلہ ۱: جب کوئی اپنی بیوی پر زِنا کی تہمت لگائے یا جو بچہ پیدا ہوا اس کے بارے میں کہے کہ یہ میرا بچہ نہیں، نہ معلوم کس کا ہے؟ تو اس کا حکم یہ ہے کہ عورت قاضی اور شرعی حاکم کے پاس جائے، حاکم دونوں سے باری باری قسم لے لے۔ پہلے شوہر سے اس طرح کہلائے کہ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں: جو تہمت میں نے اس پر لگائی ہے اس میں میں سچا ہوں۔ چار دفعہ اسی طرح کہے، پھر پانچویں دفعہ کہے: ''اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔'' جب مرد پانچوں دفعہ کہہ

دے تو عورت چار مرتبہ اس طرح کہے: ''میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ اس نے جو تہمت مجھ پر لگائی ہے اس تہمت میں یہ جھوٹا ہے'' اور پانچویں دفعہ کہے: ''اگر اس تہمت میں یہ سچا ہو تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو۔'' جب دونوں قسم کھالیں تو حاکم دونوں میں جدائی کرا دے گا اور ایک طلاقِ بائن ہو جائے گی اور اب یہ بچہ باپ کا نہیں کہلائے گا، ماں کے حوالے کر دیا جائے گا، اس کو شریعت میں ''لعان'' کہتے ہیں۔

عدت کا بیان

مسئلہ ①: جب کسی عورت کا شوہر طلاق دیدے یا خلع اور ایلا وغیرہ سے نکاح ختم ہو جائے یا شوہر مر جائے تو ان سب صورتوں میں کچھ مدت تک عورت کو ایک ہی گھر میں رہنا پڑتا ہے، جب تک یہ مدت ختم نہ ہو جائے اس وقت تک کہیں اور نہیں جاسکتی اور نہ ہی کسی اور مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔ جب وہ مدت پوری ہو جائے تو جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ اس طرح یہ مدت گزارنے کو ''عدت'' کہتے ہیں۔

مسئلہ ②: اگر شوہر نے طلاق دے دی تو تین حیض آنے تک شوہر ہی کے گھر جس میں طلاق دی ہے، بیٹھی رہے۔ اس گھر سے باہر نہ نکلے، نہ دن کو نہ رات کو، نہ کسی دوسرے سے نکاح کرے۔ جب پورے تین حیض ختم ہو گئے تو عدت پوری ہو گئی اور گھر سے نکلنے اور نکاح کرنے کی پابندی ختم ہو گئی۔ مرد نے چاہے ایک طلاق دی ہو یا دو تین طلاقیں دی ہوں اور طلاقِ بائن دی ہو یا رجعی، سب کا ایک ہی حکم ہے۔

مسئلہ ③: اگر چھوٹی لڑکی کو طلاق ہو گئی جس کو ابھی حیض نہیں آتا یا اتنی بڑھیا ہے کہ اب حیض آنا بند ہو گیا ہے، ان دونوں کی عدت تین مہینے ہے۔

مسئلہ ④: کسی لڑکی کو طلاق ہو گئی اور اس نے مہینوں کے حساب سے عدت شروع کی، پھر عدت کے اندر ہی ایک یا دو مہینہ کے بعد حیض آ گیا تو اب پورے تین حیض آنے تک عدت گزارے، جب تک تین حیض پورے نہ ہوں عدت ختم نہیں ہوگی۔

مسئلہ ⑤: اگر کسی کو حمل ہے اور اسی زمانہ میں طلاق ہو گئی تو بچہ پیدا ہونے تک بیٹھی رہے، یہی اس کی عدت ہے۔ جب بچہ پیدا ہوگا تو عدت ختم ہوگی۔ طلاق کے بعد تھوڑی ہی دیر میں اگر بچہ پیدا ہو گیا تب بھی عدت ختم ہو گئی۔

مسئلہ ٦: اگر کسی نے حیض کے زمانہ میں طلاق دے دی تو جس حیض میں طلاق دی ہے وہ شمار نہیں ہوگا اس کے علاوہ تین حیض پورے کرے۔

مسئلہ ٧: طلاق کی عدت اسی عورت پر ہے جس کو صحبت کے بعد طلاق ہوئی ہو یا صحبت تو ابھی نہیں ہوئی مگر میاں بیوی میں تنہائی ہو چکی ہے تب طلاق ہوئی، چاہے ایسی تنہائی ہوئی ہو جس سے پورا مہر دلایا جاتا ہے یا ایسی تنہائی ہو جس سے پورا مہر واجب نہیں ہوتا،[1] بہر حال عدت گزارنا واجب ہے اور اگر ابھی بالکل کسی قسم کی تنہائی نہیں ہونے پائی تھی کہ طلاق ہوگئی تو ایسی عورت پر عدت نہیں۔

مسئلہ ٨: کسی عورت کو اپنی بیوی سمجھ کر غلطی سے صحبت کر لی،[2] پھر معلوم ہوا کہ وہ اس کی بیوی نہیں تھی تو اس عورت پر بھی عدت لازم ہوگی، جب تک عدت ختم نہ ہو اس وقت تک اپنے شوہر کو بھی صحبت نہ کرنے دے، ورنہ دونوں پر گناہ ہوگا۔ اس کی عدت بھی وہی ہے جو ابھی بیان ہوئی، اگر اسی دن حمل ہو گیا تو بچہ ہونے تک انتظار کرے اور عدت گزارے، یہ بچہ ناجائز نہیں، اس کا نسب ٹھیک ہے، جس نے غلطی سے صحبت کی ہے اسی کا بچہ ہے۔

مسئلہ ٩: کسی نے نکاح فاسد کیا مثلاً: کسی عورت سے نکاح کیا، پھر معلوم ہوا کہ اس کا شوہر ابھی زندہ ہے اور اس نے طلاق نہیں دی یا معلوم ہوا کہ اس مرد و عورت نے بچپن میں ایک عورت کا دودھ پیا ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر مرد نے اس سے صحبت کر لی، پھر صورتِ حال معلوم ہونے کے بعد جدائی ہوگئی تو بھی عدت گزارنا ہوگی۔ جس وقت مرد نے توبہ کر کے جدائی اختیار کی اسی وقت سے عدت شروع ہوگئی اور اگر ابھی صحبت نہیں ہوئی تھی تو عدت واجب نہیں بلکہ ایسی عورت سے اگر تنہائی بھی ہو چکی ہو تب بھی عدت واجب نہیں، عدت اسی وقت واجب ہوتی ہے جب صحبت ہو چکی ہو۔

مسئلہ ١٠: عدت کے اندر کھانا پینا، کپڑا اسی مرد کے ذمہ واجب ہے جس نے طلاق دی۔

مسئلہ ١١: کسی نے اپنی بیوی کو طلاقِ بائن دی یا تین طلاقیں دے دیں، پھر عدت کے اندر غلطی سے اس سے صحبت کر لی تو اس صحبت کی وجہ سے ایک اور عدت واجب ہوگئی، اب تین حیض اور پورے کرے، جب تین حیض گزر جائیں گے تو دونوں عدتیں ختم ہو جائیں گی۔

١- اس کا بیان مہر کی بحث میں گزر چکا ہے۔

٢- جیسے کوئی عورت اس کے بستر پر سو رہی تھی، اس نے جگائے بغیر اس کے ساتھ صحبت کی۔

مسئلہ (١٢): مرد نے طلاقِ بائن دی ہے اور جس گھر میں عورت عدت گزار رہی ہے مرد بھی اسی میں رہتا ہے تو خوب اچھی طرح پردے کا اہتمام کرے۔

موت کی عدت:

مسئلہ (١٣): کسی کا شوہر مر گیا تو وہ چار مہینے اور دس دن تک عدت گزارے، شوہر کے مرتے وقت جس گھر میں رہتی تھی اسی گھر میں رہنا چاہیے، باہر نکلنا درست نہیں، البتہ اگر کوئی غریب عورت ہے جس کے پاس گزارے کے جتنا بھی خرچ نہیں اس نے کھانا پکانے وغیرہ کی نوکری کر لی تو اس کے لیے گھر سے باہر نکلنا درست ہے، لیکن رات کو اپنے گھر ہی میں رہا کرے، چاہے صحبت ہو چکی ہو یا نہ ہوئی ہو اور چاہے کسی قسم کی تنہائی ہوئی ہو یا نہ اور چاہے حیض آتا ہو یا نہ، سب کا ایک ہی حکم ہے کہ چار مہینے دس دن عدت گزارنا چاہیے، البتہ اگر وہ عورت حاملہ تھی، اس حالت میں شوہر کی وفات ہوئی تو بچہ پیدا ہونے تک عدت گزارے، اب مہینوں کا اعتبار نہیں، اگر شوہر کے مرنے سے کچھ ہی دیر بعد بچہ پیدا ہو گیا تو بھی عدت ختم ہو گئی۔

مسئلہ (١٤): پورے گھر میں جہاں جی چاہے رہے۔ یہ جو رواج ہے کہ ایک خاص جگہ مقرر کر کے رہتی ہیں کہ غمزدہ کی چارپائی اور خود غمزدہ وہاں سے ہلنے نہیں پاتی، یہ بالکل مہمل اور فضول بات ہے، اس کو چھوڑ دینا چاہیے۔

مسئلہ (١٥): اگر کسی کا شوہر چاند کی پہلی تاریخ کو فوت ہوا اور عورت کو حمل نہیں تو چاند کے حساب سے چار مہینے دس دن پورے کرے اور اگر پہلی تاریخ کو فوت نہیں ہوا تو ہر مہینہ تیس تیس دن کا شمار کر کے چار مہینے دس دن پورے کرنے چاہئیں اور طلاق کی عدت کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر حیض نہیں آتا، نہ حمل ہے اور چاند کی پہلی تاریخ کو طلاق ہو گئی تو چاند کے حساب سے تین مہینے پورے کر لے، چاہے انتیس کا چاند ہو یا تیس کا اور اگر پہلی تاریخ کو طلاق نہیں ہوئی تو ہر مہینہ تیس تیس دن کا لگا کر تین مہینے پورے کرے۔

مسئلہ (١٦): کسی نے نکاحِ فاسد کیا تھا، مثلاً: بغیر گواہوں کے نکاح کر لیا، یا بیوی نکاح میں تھی اور اس کی بہن سے نکاح کر لیا، پھر وہ شوہر مر گیا تو ایسی عورت جس کا نکاح صحیح نہیں ہوا، مرد کے مرنے پر چار مہینے دس دن عدت نہ گزارے، بلکہ تین حیض تک عدت گزارے، حیض نہ آتا ہو تو تین مہینے گزارے اور حمل سے ہو تو بچہ پیدا ہونے تک عدت گزارے۔

مسئلہ (١٧): کسی نے اپنی بیماری میں طلاقِ بائن دے دی اور طلاق کی عدت ابھی پوری نہیں ہونے پائی تھی کہ وہ مر گیا تو دیکھا جائے کہ طلاق کی عدت گزارنے میں زیادہ دن لگیں گے یا موت کی عدت پوری کرنے میں؟ جس عدت میں

زیادہ دن لگیں گے وہ عدت پوری کرے اور اگر بیماری میں طلاقِ رجعی دی ہے اور ابھی طلاق کی عدت نہیں گزری تھی کہ شوہر مر گیا تو اس عورت پر وفات کی عدت لازم ہے۔

مسئلہ ۱۸: کسی کا شوہر مر گیا مگر اس کو خبر نہیں ملی، چار مہینے دس دن گزر جانے کے بعد خبر آئی تو اس کی عدت پوری ہو چکی، جب سے خبر ملی ہے تب سے عدت گزارنا ضروری نہیں، اسی طرح اگر شوہر نے طلاق دے دی، مگر عورت کو پتہ نہیں چلا، کچھ دنوں کے بعد خبر ملی اور جتنی عدت اس کے ذمہ تھی وہ خبر ملنے سے پہلے ہی گزر چکی تھی تو اس کی بھی عدت پوری ہو گئی، خبر ملنے کے بعد عدت گزارنا واجب نہیں۔

مسئلہ ۱۹: کسی کام کے لیے گھر سے باہر گئی تھی کہ اچانک اس کا شوہر مر گیا تو فوراً وہاں سے چلی آئے اور جس گھر میں رہتی تھی وہیں رہے۔

مسئلہ ۲۰: وفات کی عدت میں عورت کو روٹی، کپڑا نہیں دلایا جائے گا۔ اپنے پاس سے خرچ کرے۔

مسئلہ ۲۱: بعض جگہ دستور ہے کہ شوہر کے مرنے کے بعد سال بھر تک عدت کے طور پر بیٹھی رہتی ہے، یہ بالکل حرام ہے۔

عدت کے دوران سوگ:

مسئلہ ۲۲: جس عورت کو طلاقِ رجعی ملی ہے اس کی عدت تو صرف یہی ہے کہ اتنی مدت تک گھر سے باہر نہ نکلے اور نہ کسی اور مرد سے نکاح کرے۔ اس کے لیے بناؤ سنگار وغیرہ درست ہے اور جس کو تین طلاقیں مل گئیں یا ایک طلاقِ بائن ملی یا اور کسی طرح سے نکاح ٹوٹ گیا یا شوہر فوت ہو گیا، ان سب صورتوں کا حکم یہ ہے کہ جب تک عدت میں رہے تب تک نہ تو گھر سے باہر نکلے، نہ دوسرا نکاح کرے، نہ بناؤ سنگار کرے، یہ سب باتیں اس پر حرام ہیں۔ اس سنگار نہ کرنے کو "سوگ" (عدت گذارنا) کہتے ہیں۔

مسئلہ ۲۳: جب تک عدت ختم نہ ہو تب تک خوشبو لگانا، زیور پہننا، پھول پہننا، سرمہ لگانا، پان کھا کر منہ لال کرنا، منجن لگانا، سر میں تیل ڈالنا، کنگھی کرنا، مہندی لگانا، اچھے کپڑے پہننا، ریشمی اور رنگے ہوئے بھڑکیلے کپڑے پہننا، یہ سب باتیں اس پر حرام ہیں، البتہ اگر بھڑکیلے نہ ہوں تو درست ہے، چاہے جیسا رنگ ہو، مطلب یہ ہے کہ زیب و زینت کا کپڑا نہ ہو۔

مسئلہ ۲۴: سر میں درد ہونے کی وجہ سے تیل ڈالنے کی ضرورت پڑے تو جس تیل میں خوشبو نہ ہو وہ ڈالنا درست ہے۔ اسی طرح ضرورت کے وقت بطورِ دوا کے سرمہ لگانا بھی درست ہے، لیکن رات کو لگا کر دن کو صاف کر لے۔ سر دھونا اور

نہانا بھی درست ہے، ضرورت کے وقت کنگھی کرنا بھی درست ہے، لیکن باریک کنگھی سے کنگھی نہ کرے جس میں بال چکنے ہو جاتے ہیں بلکہ موٹے دندانے والی کنگھی کرے تاکہ خوبصورتی نہ آنے پائے۔

مسئلہ (٢٥): سوگ کرنا اس عورت پر واجب ہے جو بالغ ہو، نابالغ لڑکی پر واجب نہیں، اس کے لیے یہ سب باتیں درست ہیں، البتہ گھر سے نکلنا اور دوسرا نکاح کرنا اس کے لیے بھی درست نہیں۔

مسئلہ (٢٦): جس کا نکاح صحیح نہیں ہوا تھا وہ توڑ دیا گیا یا مرد مر گیا تو ایسی عورت پر بھی سوگ کرنا واجب نہیں۔

مسئلہ (٢٧): شوہر کے علاوہ کسی اور کے مرنے پر سوگ کرنا درست نہیں، البتہ اگر شوہر منع نہ کرے تو اپنے عزیز اور رشتہ دار کے مرنے پر بھی تین دن تک بناؤ سنگار چھوڑ دینا درست ہے، اس سے زیادہ بالکل حرام ہے اور اگر شوہر منع کرے تو تین دن بھی نہ چھوڑے۔

ثبوتِ نسب

مسئلہ (١): جب کسی شوہر والی عورت کے اولاد ہوگی تو وہ اسی کے شوہر کی کہلائے گی۔ کسی شبہ کی بنا پر یہ کہنا کہ یہ بچہ اس کے شوہر کا نہیں ہے، بلکہ فلاں کا ہے، درست نہیں اور اس بچے کو ناجائز کہنا بھی درست نہیں۔

مسئلہ (٢): حمل کی مدت کم سے کم چھ مہینے ہے اور زیادہ سے زیادہ دو سال، یعنی کم سے کم چھ مہینے بچہ پیٹ میں رہتا ہے، پھر پیدا ہوتا ہے، چھ مہینے سے پہلے پیدا نہیں ہوتا اور زیادہ سے زیادہ دو سال پیٹ میں رہ سکتا ہے، اس سے زیادہ پیٹ میں نہیں رہ سکتا۔

مسئلہ (٣): شریعت کا قاعدہ ہے کہ جب تک کسی نہ کسی صورت میں صحیح نسب ثابت ہونے کا امکان ہو تب تک بچہ کو ناجائز نہیں کہا جائے گا۔ جب بالکل مجبوری ہو جائے اور کسی صورت میں نسب ثابت کرنا ممکن نہ ہو تب ناجائز ہونے کا حکم لگایا جائے گا اور عورت کو گنہگار ٹھہرایا جائے گا۔

مسئلہ (٤): کسی نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دے دی، پھر دو سال سے کم میں اس کا کوئی بچہ پیدا ہوا تو یہ اسی شوہر کا ہے۔ اس کو ناجائز کہنا درست نہیں۔ شریعت کی رو سے اس کا نسب ٹھیک ہے۔ اگر دو سال سے ایک دن بھی کم ہو تب بھی یہی حکم ہے، ایسا سمجھیں گے کہ طلاق سے پہلے کا حمل ہے اور دو سال تک بچہ پیٹ میں رہا اور اب بچہ پیدا ہونے کے بعد اس کی

عدت ختم ہوئی، البتہ اگر وہ عورت بچہ جننے سے پہلے خود ہی اقرار کر چکی ہو کہ میری عدت ختم ہوگئی تو یہ بچہ ثابت النسب نہیں۔ اگر دو سال کے بعد بچہ ہوا اور ابھی تک عورت نے اپنی عدت ختم ہونے کا اقرار نہیں کیا ہے تب بھی وہ بچہ اسی شوہر ہی کا ہے، چاہے جتنے برس میں ہوا ہو اور ایسا سمجھیں گے کہ طلاق دیدینے کے بعد عدت میں صحبت کی تھی اور طلاق سے رجوع کر لیا تھا اس لیے وہ عورت اب بچہ پیدا ہونے کے بعد اسی کی بیوی ہے اور دونوں کا نکاح نہیں ٹوٹا۔ اگر بچہ مرد کا نہ ہو تو وہ کہہ دے کہ میرا نہیں ہے اور جب انکار کرے گا تو ''لعان'' کا حکم ہوگا۔ اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

مسئلہ ⑤: اگر طلاقِ بائن دیدی تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر دو سال کے اندر اندر بچہ پیدا ہو جائے تب تو اسی مرد کا ہوگا اور اگر دو سال کے بعد ہو تو اس کا نہیں، البتہ اگر دو سال کے بعد پیدا ہونے پر بھی مرد دعویٰ کرے کہ یہ بچہ میرا ہے تو اس کا ہوگا اور ایسا سمجھیں گے کہ عدت کے اندر شبہہ کی وجہ سے صحبت کر لی ہوگی، اس سے حمل ہو گیا۔

مسئلہ ⑥: اگر ایسی لڑکی کو طلاق مل گئی جو ابھی بالغ تو نہیں ہوئی لیکن بلوغ کے قریب قریب ہو گئی ہے، پھر طلاق کے بعد پورے نو مہینے میں بچہ پیدا ہوا تو وہ شوہر کا نہیں اور اگر نو مہینے سے کم میں پیدا ہوا تو شوہر کا ہے، البتہ وہ لڑکی عدت کے اندر ہی یعنی تین مہینے سے پہلے اقرار کر لے کہ مجھے حمل ہے تو بھی بچہ شوہر کا ہوگا۔ دو سال کے اندر اندر پیدا ہونے سے باپ کا کہلائے گا۔

مسئلہ ⑦: شوہر کی موت کے وقت سے اگر دو برس کے اندر بچہ پیدا ہوا تو وہ شوہر کا بچہ ہے، البتہ اگر وہ عورت اپنی عدت ختم ہو جانے کا اقرار کر چکی ہو تو وہ بچہ شوہر کا نہیں ہوگا اور اگر دو برس کے بعد پیدا ہو تب بھی شوہر کا نہیں۔

تنبیہ: ان مسائل سے معلوم ہوا کہ جاہل لوگوں کی جو عادت ہے کہ کسی کے مرنے کے بعد نو مہینہ سے ایک دو مہینہ بھی زیادہ گزر کر بچہ پیدا ہوا تو اس عورت کو بدکار سمجھتے ہیں، یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

مسئلہ ⑧: نکاح کے بعد چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو وہ شوہر کا نہیں اور اگر پورے چھ مہینے یا اس سے زیادہ مدت میں ہوا ہو تو وہ شوہر کا ہے، اس میں بھی شک کرنا گناہ ہے، البتہ اگر شوہر انکار کرے اور کہے کہ یہ میرا نہیں ہے تو لعان کا حکم ہوگا۔

مسئلہ ⑨: نکاح ہو گیا لیکن ابھی رواج کے مطابق رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ بچہ پیدا ہو گیا اور شوہر اس سے انکار نہیں کرتا کہ یہ اس کا بچہ ہے تو وہ بچہ شوہر ہی کا سمجھا جائے گا۔ اگر شوہر کا نہ ہو تو وہ انکار کرے اور انکار کرنے پر لعان کا حکم ہوگا۔

مسئلہ ⑩: اگر شوہر کئی سالوں سے گھر میں نہیں اور یہاں بچہ پیدا ہو گیا (اور شوہر اس کو اپنا ہی بتاتا ہے) تب بھی وہ شرعاً ناجائز نہیں، اسی شوہر کا ہے، البتہ اگر شوہر ولادت کی خبر سن کر بچے کو اپنا ماننے سے انکار کرے گا تو لعان کا حکم ہوگا۔

پرورش کا حق

مسئلہ ۱: میاں بیوی میں جدائی ہوگئی اور عورت کی گود میں بچہ ہے تو اس کی پرورش کا حق ماں کو ہے، باپ اس کو نہیں چھین سکتا، لیکن بچہ کا سارا خرچ باپ ہی کو دینا پڑے گا۔ اگر ماں خود پرورش نہ کرے، باپ کے حوالے کر دے تو باپ کو لینا پڑے گا، عورت کو زبردستی نہیں دے سکتا۔

مسئلہ ۲: اگر ماں نہ ہو یا ہو لیکن اس نے بچہ کو لینے سے انکار کر دیا تو پرورش کا حق نانی اور پرنانی کو ہے، ان کے بعد دادی اور پردادی۔ یہ بھی نہ ہوں تو سگی بہنوں کا حق ہے کہ وہ اپنے بھائی کی پرورش کریں، سگی بہنیں نہ ہوں تو سوتیلی بہنیں۔ ماں شریک بہنوں کا حق باپ شریک بہنوں سے پہلے ہے، پھر خالہ، پھر پھوپھی کا۔

مسئلہ ۳: اگر ماں نے کسی ایسے مرد سے نکاح کر لیا جو بچہ کا محرم رشتہ دار نہیں تو اب اس کو بچہ کی پرورش کا حق نہیں رہا، البتہ اگر بچہ کے محرم رشتہ دار سے نکاح کیا، جیسے: اس کے چچا سے نکاح کر لیا یا ایسا ہی کوئی اور رشتہ ہو تو ماں کا حق باقی ہے، ماں کے سوا کوئی اور عورت جیسے بہن، خالہ وغیرہ کسی غیر محرم مرد سے نکاح کر لے تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اب اس کو بچہ کی پرورش کا حق نہیں رہا۔

مسئلہ ۴: عورت کا حق بچہ کے غیر محرم سے نکاح کر لینے کی وجہ سے ختم ہو گیا تھا لیکن پھر اس مرد نے طلاق دی یا انتقال کر گیا تو اب پھر اس کا حق لوٹ آئے گا اور بچہ اس کے حوالہ کر دیا جائے گا۔

مسئلہ ۵: بچہ کے رشتہ داروں میں سے اگر کوئی عورت بچہ کی پرورش کے لیے نہ ملے تو پھر باپ زیادہ مستحق ہے، پھر دادا وغیرہ، اسی ترتیب سے جو ہم نکاح ولی کے بیان میں ذکر کر چکے ہیں، لیکن اگر نامحرم رشتہ دار ہو اور بچہ اسے دینے میں آئندہ چل کر کسی خرابی کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں ایسے شخص کے سپرد کریں گے جس پر ہر طرح سے اطمینان ہو۔

پرورش کی مدت:

مسئلہ ۶: لڑکا جب تک سات سال کا نہ ہو تب تک اس کی پرورش کا حق رہتا ہے، جب سات سال کا ہو گیا تو اب باپ اس کو زبردستی لے سکتا ہے اور لڑکی کی پرورش کا حق نو سال تک رہتا ہے۔ جب نو سال کی ہو گئی تو باپ لے سکتا ہے۔ اب اس کو روکنے کا حق نہیں۔

نفقہ کا بیان

(خوراک، پوشاک، رہائش)

مسئلہ (۱): بیوی کا نان نفقہ (روٹی، کپڑا) شوہر کے ذمہ واجب ہے، عورت چاہے کتنی مالدار ہو مگر خرچ مرد ہی کے ذمہ ہے اور رہنے کے لیے گھر دینا بھی مرد کے ذمہ ہے۔

مسئلہ (۲): نکاح ہو گیا، لیکن رخصتی نہیں ہوئی، تب بھی عورت نفقہ کی حقدار ہے، البتہ اگر مرد نے رخصتی کرانا چاہا، پھر بھی رخصتی نہیں ہوئی تو نفقہ کی حقدار نہیں۔

مسئلہ (۳): جتنا مہر (رخصتی سے) پہلے دینے کا رواج ہے وہ مرد نے نہیں دیا، اس لیے وہ مرد کے گھر نہیں جاتی تو اس کو نان نفقہ دلایا جائے گا اور اگر بلاوجہ مرد کے گھر نہ جاتی ہو تو نفقہ کی حقدار نہیں، جس وقت جائے گی تب سے دلایا جائے گا۔

مسئلہ (۴): جتنی مدت تک شوہر کی اجازت سے اپنے ماں باپ کے گھر رہے اتنی مدت کا نفقہ بھی مرد سے لے سکتی ہے۔

مسئلہ (۵): عورت بیمار ہو گئی تو بیماری کے زمانہ کے نفقہ کی حقدار ہے، چاہے مرد کے گھر میں بیمار ہو یا اپنے میکے میں، لیکن اگر بیماری کی حالت میں مرد نے بلایا، پھر بھی نہیں آئی تو اب نفقہ کی حقدار نہیں رہی اور بیماری کی حالت میں صرف نفقہ کا خرچ ملے گا۔ دوا اور علاج کا خرچہ مرد کے ذمہ واجب نہیں۔ (۱) اگر دیدے تو اس کا حسن اخلاق ہے۔

مسئلہ (۶): عورت حج کرنے گئی تو اتنے زمانہ کا نان نفقہ مرد کے ذمہ نہیں، البتہ اگر شوہر بھی ساتھ ہو تو اس زمانہ کا خرچ بھی ملے گا، لیکن روٹی کپڑے کا جتنا خرچ گھر میں ملتا تھا اتنے ہی کی مستحق ہے۔ جو کچھ زیادہ لگے وہ اپنے پاس سے خرچ کرے اور ریل، جہاز وغیرہ کا کرایہ بھی مرد کے ذمہ نہیں۔

مسئلہ (۷): روٹی کپڑے میں دونوں کی رعایت کی جائے گی۔ اگر دونوں مالدار ہوں تو مالداروں والا ملے گا اور اگر دونوں غریب ہوں تو غریبوں کی طرح اور مرد غریب ہو اور عورت مالدار یا عورت غریب ہو، مرد مالدار تو ایسا خرچہ دے کہ مالداروں سے کم ہو اور غریبوں سے زیادہ ہو۔

---

۱ - یعنی وہ ادا نہ کرے یا نہ کر سکے تو مطالبہ کر کے وصول نہیں کیا جا سکتا۔

مسئلہ ⑧: عورت اگر بیمار ہے اور گھریلو کام نہیں کرسکتی یا ایسے بڑے گھرانے کی ہے کہ اپنے ہاتھ سے پینے، کوٹنے، کھانا پکانے کا کام نہیں کرتی بلکہ اس کو عیب سمجھتی ہے تو پکا پکایا کھانا دیا جائے گا اور اگر دونوں باتوں میں سے کوئی بات نہ ہو تو گھر کا سب کام کاج اپنے ہاتھ سے کرنا واجب ہے۔ یہ سب کام خود کرے، مرد کے ذمہ صرف اتنا ہے کہ کھانے پینے کا تمام ضروری سامان اور برتن وغیرہ لا دے، وہ اپنے ہاتھ سے پکائے اور کھائے۔

مسئلہ ⑨: دائی، نرس یا لیڈی ڈاکٹر کی اجرت اس پر ہے جس نے اسے بلایا، مرد نے بلایا ہو تو مرد پر اور عورت نے بلایا ہو تو اس پر اور اگر بن بلائے آگئی تو مرد پر۔

مسئلہ ⑩: روٹی کپڑے کا خرچ ایک سال کا یا اس سے کچھ کم زیادہ پیشگی دے دیا تو اب اس میں سے کچھ لوٹایا نہیں جا سکتا۔

مسئلہ ⑪: بیوی اتنی کم عمر ہے کہ صحبت کے قابل نہیں، تو اگر مرد نے کام کاج کے لیے یا دل بہلانے کے لیے اس کو اپنے گھر میں رکھ لیا تو اس کا روٹی کپڑا مرد کے ذمہ واجب ہے اور اگر اپنے پاس نہیں رکھا بلکہ میکے بھیج دیا تو واجب نہیں اور اگر شوہر نابالغ ہو، لیکن عورت بڑی ہے تو اسے نان نفقہ ملے گا۔

بیوی کی رہائش

مسئلہ ①: مرد کے ذمہ یہ بھی واجب ہے کہ بیوی کے رہنے کے لیے کوئی ایسی جگہ دے جس میں شوہر کا کوئی رشتہ دار نہ رہتا ہو، بلکہ خالی ہو تاکہ میاں بیوی بالکل بے تکلفی سے رہ سکیں، البتہ اگر عورت خود سب کے ساتھ رہنا گوارا کرے تو دوسروں کے ساتھ ایک گھر میں بھی رہنا درست ہے۔

مسئلہ ②: گھر میں سے ایک کمرہ عورت کے لیے الگ کر دے تاکہ وہ اپنا گھریلو سامان اس میں حفاظت سے رکھے اور خود اس میں رہے اور اس کا تالا چابی اپنے پاس رکھے، کسی اور کا اس میں دخل نہ ہو، صرف عورت ہی کے قبضے میں رہے تو بس حق ادا ہو گیا، عورت کو اس سے زیادہ کا حق نہیں، یہ نہیں کہہ سکتی کہ پورا گھر میرے لیے الگ کر دو۔

مسئلہ ③: جس طرح عورت کو اختیار ہے کہ اپنے لیے کوئی الگ گھر مانگے جس میں مرد کا کوئی رشتہ دار نہ رہے صرف عورت ہی کے قبضے میں رہے، اسی طرح مرد کو اختیار ہے کہ جس گھر میں عورت رہتی ہے وہاں اس کے رشتہ داروں کو نہ

آنے دے، نہ ماں کو، نہ باپ کو، نہ بھائی کو، نہ کسی اور رشتہ دار کو۔

مسئلہ ۴: عورت اپنے ماں باپ کو دیکھنے کے لیے ہفتے میں ایک دفعہ جاسکتی ہے اور ماں باپ کے سوا دوسرے رشتہ داروں کے لیے سال بھر میں ایک دفعہ سے زیادہ کا اختیار نہیں۔ اسی طرح اس کے ماں باپ بھی ہفتہ میں صرف ایک مرتبہ اس کے پاس آسکتے ہیں۔ مرد کو اختیار ہے کہ اس سے زیادہ جلدی جلدی نہ آنے دے اور ماں باپ کے سوا دیگر رشتہ دار سال بھر میں صرف ایک دفعہ آسکتے ہیں، اس سے زیادہ آنے کا اختیار نہیں، لیکن مرد کو اختیار ہے کہ زیادہ دیر نہ ٹھہرنے دے، نہ ماں باپ کو نہ کسی اور کو۔ ہاں! وہ اجازت دے اور راضی ہو تو کوئی حد مقرر نہیں۔ جب چاہیں آجاسکتے ہیں۔ جاننا چاہیے کہ رشتہ داروں سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جن سے نکاح ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہے اور جو ایسے نہ ہوں وہ اجنبی ہیں۔

مسئلہ ۵: اگر باپ بہت زیادہ بیمار ہے اور اس کی کوئی خبر لینے والا نہیں تو ضرورت کے مطابق وہاں روز جایا کرے۔ اگر باپ بے دین یا کافر ہو تب بھی یہی حکم ہے بلکہ اگر شوہر منع بھی کرے تب بھی جانا چاہیے، لیکن شوہر کے منع کرنے پر جانے سے نان نفقہ کا حق نہیں رہے گا۔

مسئلہ ۶: غیر لوگوں کے گھر نہیں جانا چاہیے، اگر شادی بیاہ وغیرہ کی کوئی مروّجہ محفل ہو (جس میں گناہ کے کام ہوتے ہیں) اور شوہر اجازت بھی دے دے تو بھی جانا درست نہیں۔ شوہر اجازت دے گا تو وہ بھی گنہگار ہوگا بلکہ (غیر شرعی امور پر مشتمل) تقریبات کے دوران اپنے محرم رشتہ دار کے یہاں جانا بھی درست نہیں۔

مسئلہ ۷: جس عورت کو طلاق مل گئی وہ بھی عدت پوری ہونے تک روٹی کپڑے اور رہنے کے گھر کی مستحق ہے، البتہ جس کا خاوند مرگیا اس کو روٹی کپڑا اور گھر ملنے کا حق نہیں، مگر اس کو میراث سے حصہ ملے گا۔

مسئلہ ۸: اگر نکاح عورت ہی کی وجہ سے ٹوٹا، جیسے: خدانخواستہ مرتد ہوکر اسلام سے پھر گئی، اس لیے نکاح ٹوٹ گیا تو ان سب صورتوں میں عدت کے اندر اس کو روٹی کپڑا نہیں ملے گا، البتہ رہنے کا گھر ملے گا، اگر وہ خود ہی چلی جائے تو اور بات ہے، پھر نہیں دیا جائے گا۔

اضافہ

مفقود

(لاپتہ شخص کی بیوی کا حکم)

مسئلہ ۱: جس عورت کا شوہر لاپتہ ہو جائے اور یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کہاں ہے، زندہ ہے یا مردہ اور عورت اس کے لیے انتظار بھی نہیں کرسکتی تو اس شوہر سے علیحدگی کی صورت یہ ہے کہ عورت شرعی قاضی کی عدالت میں اپنا مقدمہ پیش کرے اور شرعی شہادت کے ذریعے یہ ثابت کرے کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوا تھا، اس کے بعد گواہوں سے اس کا لاپتہ ہونا ثابت کر دے، اس کے بعد قاضی خود بھی اس شخص کی تحقیق وتلاش کروائے اور جب کسی بھی ذریعہ سے اس کی کوئی خبر یا پتہ ملنے سے مایوسی ہو جائے تو قاضی عورت کو چار سال تک انتظار کرنے کا حکم دے، پھر اگر ان چار سالوں میں بھی کسی طرح اس شخص کا حال معلوم نہیں ہوا تو چار سال ختم ہونے پر اس شخص کو مردہ تصور کیا جائے گا۔ چار سال پورے ہونے پر عورت دوبارہ قاضی کے پاس جائے اور قاضی اس شخص کی موت کا حکم لگا کر عورت کو چار مہینہ دس دن عدت گزارنے کا حکم دے گا اور عدت کے اختتام پر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار ہوگا۔

جہاں شرعی قاضی نہ ہو وہاں مستند علماء کی مجلس کا فیصلہ قاضی کے فیصلے کے برابر سمجھا جائے گا۔[1]

فسخ نکاح کی درخواست کے بعد چار سال انتظار کرنے کا حکم اس وقت ہے جب کہ عورت کے لیے نفقہ اور گزارہ کا بھی کچھ انتظام ہو اور وہ عصمت وعفت کے ساتھ یہ مدت گزارنے پر قادر بھی ہو اور اگر اس کے گزارنے کا کوئی انتظام نہ ہو، نہ شوہر کے مال سے نہ عزیز واقارب یا حکومت کی کفالت سے اور عورت خود بھی پردہ وعفت کے ساتھ محنت مزدوری نہیں کرسکتی تو جب تک صبر کرسکے شوہر کا انتظار کرے، جس کی مدت ایک ماہ سے کم نہ ہو، اس کے بعد قاضی یا کسی مسلمان حاکم کی عدالت میں فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کرے اور اگر نفقہ کا انتظام ہے مگر بغیر شوہر کے انتظار میں رہنے میں اس کی عفت وعصمت کو خطرات درپیش ہوں تو ایک سال انتظار کرنے کے بعد قاضی کی عدالت میں دعویٰ دائر کردے اور دونوں صورتوں میں گواہوں کے ذریعہ ثابت کرے

۱- ماخوذ از حیلۂ ناجزہ: ٦٠-٦١

کہ اس کا شوہر اتنی مدت سے غائب ہے اور اس نے اس کے لیے کوئی نان نفقہ نہیں چھوڑا، نہ کسی کو نفقہ کا ضامن بنایا اور دوسری صورت میں حلفیہ بیان دے کہ وہ بغیر شوہر کے اپنی عصمت کی حفاظت نہیں کر سکتی، اس ثبوت کے بعد قاضی اس کے نکاح کو فسخ کر سکتا ہے۔[1]

تحریری طلاق:

طلاق لکھ کر دینے سے بھی ہو جاتی ہے، اسی طرح طلاق نامہ پر دستخط کر دینے اور انگوٹھا لگانے سے بھی واقع ہو جاتی ہے۔[2]

غصہ میں طلاق:

غصہ کے تین درجات ہیں:

۱- ابتدائی درجہ یہ ہے کہ اس میں عقل کے اندر کوئی تغیر اور فتور نہیں آتا، جو کچھ کہتا ہے اپنے ارادہ سے کہتا ہے اور اس کو سمجھتا ہے، اس صورت میں اس کی باتیں عام لوگوں کی باتوں کی طرح شرعاً معتبر ہیں اور اس کی طلاق واقع اور نافذ ہوگی۔

۲- اعلیٰ اور انتہائی درجہ یہ ہے کہ غصہ اس حد تک پہنچ جائے کہ اسے اپنے اقوال وافعال کی کوئی خبر نہ رہے۔ یہ صورت بے ہوشی اور جنون کی طرح ہے۔ ایسے شخص کے اقوال وافعال معتبر نہیں اور اس کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

۳- درمیانی درجہ یہ ہے کہ مجنون کی طرح تو نہیں ہوا، مگر پہلے درجہ سے بڑھ گیا اور حالت یہ ہوگئی کہ بغیر ارادہ منہ سے الٹی سیدھی باتیں نکلتی ہیں، لیکن جو کچھ بولتا ہے اس کا اسے علم وشعور ہوتا ہے۔ اس صورت میں اس کے اقوال وافعال پہلی صورت کی طرح نافذ ومعتبر ہیں اور اس کی طلاق بھی واقع اور نافذ ہے۔[3]

جبراً طلاق لکھوانا:

جبراً طلاق لکھوانے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، اسی طرح جبراً طلاق نامہ پر دستخط کروانے یا انگوٹھا لگوانے سے بھی طلاق واقع نہیں ہوتی۔[4]

۱- ماخوذ از احسن الفتاوی: ۵/۴۲۱،۴۲۲

۲- إمداد المفتین: ۵۲۲، أحسن الفتاوی: ۵/۱۴۸

۳- إمداد الفتاوی: ۲/۳۰۵، خیر الفتاوی: ۵/۱۵۱

۴- إمداد المفتین: ۵۲۳، أحسن الفتاوی: ۵/۱۶۵

سفر میں عدت شروع ہو جانا:

اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے ساتھ شوہر کے آبائی شہر کے علاوہ کسی دوسری جگہ مقیم ہو اور شوہر کا وہیں انتقال ہو جائے تو اگر شوہر کا آبائی شہر جائے اقامت سے مسافتِ سفر سے کم ہو تو بیوی وہاں آکر عدت گزارے اور اگر مسافتِ سفر سے زیادہ ہو تو جائے اقامت ہی میں عدت پوری کرے۔[1]

عدت کے دوران سفر کرنا:

شوہر کی وفات کے وقت عورت جس گھر میں رہائش پذیر ہو، شدید مجبوری کے بغیر اس گھر سے نکلنا جائز نہیں، البتہ اپنے معاشی انتظام کے لیے عورت دن میں یا رات کے کچھ حصہ میں اپنے گھر سے نکل سکتی ہے، مگر اس کے لیے سفر شرعی کی مقدار (۷۸ کلومیٹر) تک دور جانا جائز نہیں۔[2]

عدت میں سفرِ حج:

عدت کے اندر سفر کرنا جائز نہیں، چاہے حج کا سفر ہو یا کسی اور مقصد کے لیے۔[3]

عدت میں علاج کے لیے نکلنا:

علاج معالجہ کے لیے نکلنا جائز ہے، کیونکہ یہ ضرورت میں داخل ہے۔[4]

۱- أحسن الفتاوىٰ: ٥/ ٤٣١

۲- أحسن الفتاوىٰ: ٥/ ٥٣٩

۳- إمداد الفتاوىٰ: ٢/ ٤٨٦

٤- إمداد الفتاوىٰ: ٢/ ٤٨٧

کِتَابُ الأَیمَانِ

(قسم کھانا)

حتی الامکان قسم سے بچنا چاہیے:

مسئلہ ①: بلا ضرورت بات بات میں قسم کھانا بری بات ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کے نام کی بے ادبی ہوتی ہے۔ جہاں تک ہو سکے سچی بات پر بھی قسم نہیں کھانی چاہیے۔

قسم کے الفاظ:

مسئلہ ②: جس نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی اور یوں کہا: ''اللہ کی قسم، خدا کی قسم، اللہ تعالیٰ کی عزت وجلال کی قسم، اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور بڑائی کی قسم'' تو قسم ہوگئی، اب اس کی خلاف ورزی جائز نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا، صرف اتنا کہہ دیا: ''میں قسم کھاتا ہوں کہ فلاں کام نہیں کروں گا'' تو بھی قسم ہوگئی۔

مسئلہ ③: اگر یوں کہا: ''اللہ تعالیٰ گواہ ہے، اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں، اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر جان کر کہتا ہوں'' تب بھی قسم ہوگئی۔

مسئلہ ④: قرآن کی قسم، کلام اللہ کی قسم، کلام مجید کی قسم کھا کر کوئی بات کہی تو قسم ہوگئی اور اگر کلام مجید کو ہاتھ میں لے کر یا اُس پر ہاتھ رکھ کر کوئی بات کہی لیکن اس کی قسم نہیں کھائی تو قسم نہیں ہوئی۔

مسئلہ ⑤: یوں کہا: ''اگر فلاں کام کروں تو بے ایمان ہو کر مروں، مرتے وقت ایمان نصیب نہ ہو، بے ایمان ہو جاؤں'' یا اس طرح کہا: ''اگر فلاں کام کروں تو میں مسلمان نہیں'' تو قسم ہوگئی، اس کی مخالفت کرنے سے کفارہ دینا پڑے گا، لیکن اس سے ایمان نہیں جائے گا۔

مسئلہ ⑥: کسی نے کہا: ''تیرے گھر کا کھانا مجھ پر حرام ہے'' یا یوں کہا: ''فلاں چیز میں نے اپنے اوپر حرام کر لی'' تو

ایسا کہنے سے وہ چیز حرام نہیں ہوئی لیکن یہ قسم ہوگئی، اب اگر کھائے گا تو کفارہ دینا پڑے گا۔

جن الفاظ سے قسم نہیں ہوتی:

مسئلہ ۷: اگر فلاں کام کروں تو میرے ہاتھ ٹوٹ جائیں، آنکھیں پھوٹ جائیں، کوڑھ کی بیماری ہو جائے، اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو، آسمان پھٹ پڑے، دانے دانے کا محتاج ہو جاؤں، اللہ تعالیٰ کی مار پڑے، اللہ تعالیٰ کی پھٹکار پڑے، اگر فلاں کام کروں تو خنزیر کھاؤں، مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہو،(۱) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے رسوا ہوں؛ ان باتوں سے قسم نہیں ہوتی، اس کی خلاف ورزی پر کفارہ نہیں دینا پڑے گا۔(۲)

مسئلہ ۸: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھانے سے قسم نہیں ہوتی، جیسے: رسول اللہ ﷺ کی قسم، کعبہ کی قسم، اپنی آنکھوں کی قسم، اپنی جوانی کی قسم، اپنے ہاتھ پاؤں کی قسم، اپنے باپ کی قسم، اپنے بچے کی قسم، اپنے پیاروں کی قسم، تمہارے سر کی قسم، تمہاری جان کی قسم، تمہاری قسم، اپنی قسم؛ اس طرح قسم کھا کر اس کی خلاف ورزی سے کفارہ نہیں دینا پڑے گا، لیکن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کسی قسم کھانا بہت بڑا گناہ ہے۔ حدیث شریف میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی قسم کھانے سے بچنا چاہیے۔

مسئلہ ۹: کسی دوسرے کے قسم دلانے سے قسم نہیں ہوتی، جیسے کسی نے تم سے کہا: ''تمہیں اللہ کی قسم! یہ کام ضرور کرو'' تو یہ قسم نہیں ہوئی، اس کو توڑنا درست ہے۔

مسئلہ ۱۰: قسم کھا کر اس کے ساتھ ہی ان شاء اللہ کا لفظ کہہ دیا جیسے کوئی اس طرح کہے: ''اللہ کی قسم! فلاں کام ان شاء اللہ نہیں کروں گا'' تو قسم نہیں ہوئی۔

گذشتہ کام پر قسم:

مسئلہ ۱۱: جو بات ہو چکی ہے اس پر جھوٹی قسم کھانا بڑا گناہ ہے، جیسے: کسی نے نماز نہیں پڑھی اور جب کسی نے پوچھا تو کہہ دیا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نماز پڑھ چکا ہوں''؛ یا کسی سے گلاس ٹوٹ گیا اور جب پوچھا گیا تو کہہ دیا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم!

۱- اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مرنا تو ایمان کے ساتھ ہو مگر مرتے وقت زبان سے کلمہ نہ نکلے، حالانکہ مرتے وقت کلمہ پڑھنا ایک اچھی بات ہے اور اگر کہیں یہ رواج ہو کہ اس عبارت سے یہ مراد لیتے ہوں کہ مرتے وقت ایمان ختم ہو جائے تو اس کا حکم وہی ہوگا جو اس سے پہلے مسئلہ میں مذکور ہے یعنی قسم ہوگئی اور پوری نہ کرنے سے کفارہ دینا لازم ہے۔

۲- اس لیے کہ ان تمام صورتوں میں قسم کی حقیقت نہیں پائی جاتی اور ان الفاظ سے قسم کھانے کا عرف بھی نہیں۔ (فتح القدير : ٤/٤٦٣ ، شامیه : ٣/ ٧٢١)

میں نے نہیں توڑا،'' جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھالی تو یہ بہت بڑا گناہ ہے اتنا بڑا کہ اس کا کوئی کفارہ نہیں، بس اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کر کے اپنا گناہ معاف کروائے، سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا اور اگر غلطی سے جھوٹی قسم کھالی، جیسے کسی نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! ابھی فلاں آدمی نہیں آیا'' اور اپنے دل میں یقین کے ساتھ یہی سمجھتا ہے کہ سچی قسم کھا رہا ہوں، پھر معلوم ہوا کہ وہ اس وقت آ گیا تھا تو اس میں گناہ نہیں ہوگا اور کوئی کفارہ بھی نہیں۔

آئندہ ہونے والے کام پر قسم:

مسئلہ (۱۲): اگر ایسی بات پر قسم کھائی جو ابھی نہیں ہوئی، بلکہ آئندہ ہوگی جیسے کوئی کہے: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! آج بارش برسے گی، اللہ تعالیٰ کی قسم! آج میرا بھائی آئے گا،'' پھر وہ نہیں آیا اور بارش نہیں برسی تو کفارہ دینا پڑے گا۔

مسئلہ (۱۳): کسی نے قسم کھائی: ''اللہ کی قسم! آج قرآن ضرور پڑھوں گا'' تو قرآن پڑھنا واجب ہو گیا، نہیں پڑھے گا تو گناہ ہوگا اور کفارہ دینا پڑے گا اور کسی نے قسم کھائی کہ اللہ کی قسم! آج فلاں کام نہیں کروں گا تو وہ کام کرنا درست نہیں، اگر کرے گا تو قسم توڑنے کا کفارہ دینا پڑے گا۔

گناہ کرنے کی قسم:

مسئلہ (۱۴): کسی نے گناہ کرنے کی قسم کھائی کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! آج فلاں کی چیز چراؤں گا، اللہ تعالیٰ کی قسم! آج نماز نہیں پڑھوں گا، اللہ تعالیٰ کی قسم! اپنے ماں باپ سے کبھی نہیں بولوں گا تو ایسی قسم کا توڑ دینا واجب ہے۔ توڑ کر کفارہ دے دے، ورنہ گناہ ہوگا۔

غصہ میں قسم:

مسئلہ (۱۵): غصہ میں قسم کھائی کہ تجھ کو ایک پائی نہیں دوں گا، پھر ایک پائی یا زیادہ دے دیا تب بھی قسم ٹوٹ گئی، کفارہ دے۔

قسم کا کفارہ:

مسئلہ (۱۶): اگر کسی نے قسم توڑ دی تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ:

(۱) دس مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلا دے یا (ہر ایک کو صدقۃ الفطر کے جتنی) اناج کی متعین مقدار دے دے۔ ہر فقیر کو پونے دو کلو گندم (یا اس کی قیمت) دینا چاہیے، بلکہ احتیاطاً پورے دو کلو دے دے اور اگر جو دے تو اس کا دوگنا دے۔

فقیر کو کھانا کھلانے کا طریقہ وہی ہے جو روزے کے کفارے میں بیان ہو چکا ہے۔

(۲) یا دس فقیروں کو کپڑا پہنا دے۔ ہر فقیر کو اتنا کپڑا دے جس سے بدن کا زیادہ حصہ ڈھک جائے، جیسے: چادر یا بڑا لمبا کرتا دیدیا تو کفارہ ادا ہو گیا، لیکن وہ کپڑا بہت پرانا نہیں ہونا چاہیے۔ اگر ہر فقیر کو صرف ایک ایک لنگی یا صرف ایک ایک پاجامہ دیدیا تو کفارہ ادا نہیں ہوا اور اگر لنگی کے ساتھ کرتہ بھی ہو تو ادا ہو گیا۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ مرد کو کپڑا دے اور اگر کسی غریب عورت کو کپڑا دیا تو اتنا کپڑا ہونا چاہیے کہ سارا بدن ڈھک جائے اور اس سے نماز پڑھ سکے، اس سے کم ہو گا تو کفارہ ادا نہیں ہو گا۔

(۳) اگر کوئی ایسا غریب ہے کہ نہ تو کھانا کھلا سکتا ہے اور نہ کپڑا دے سکتا ہے تو مسلسل تین روزے رکھے، اگر الگ الگ کر کے تین روزے پورے کر لیے تو کفارہ ادا نہیں ہوا، تینوں مسلسل رکھنے چاہئیں۔ اگر دو روزے رکھنے کے بعد درمیان میں کسی عذر کی وجہ سے ایک روزہ چھوٹ گیا تو اب دوبارہ تین روزے رکھے۔

مسئلہ (۱۷): قسم توڑنے سے پہلے ہی کفارہ ادا کر دیا، اس کے بعد قسم توڑی تو کفارہ صحیح نہیں ہوا۔ اب قسم توڑنے کے بعد دوبارہ کفارہ دینا چاہیے اور جو کچھ غریبوں کو دے چکا ہے اس کو واپس لینا درست نہیں۔

مسئلہ (۱۸): کسی نے کئی دفعہ قسم کھائی مثلاً ایک دفعہ کہا: ''اللہ کی قسم! فلاں کام نہیں کروں گا'' اس کے بعد پھر کہا: ''اللہ کی قسم! فلاں کام نہیں کروں گا''، اسی دن یا اس کے دوسرے تیسرے دن اسی طرح کئی مرتبہ یوں کہا: ''خدا کی قسم، اللہ کی قسم، کلام اللہ کی قسم فلاں کام ضرور کروں گا''، پھر وہ قسم توڑ دی تو ان سب قسموں کا ایک ہی کفارہ دے دے۔

مسئلہ (۱۹): کسی کے ذمہ قسموں کے بہت سے کفارے جمع ہو گئے تو راجح قول کے مطابق ہر ایک کا الگ الگ کفارہ دینا چاہیے۔ زندگی میں نہ دے سکے تو مرنے سے پہلے پہلے وصیت کرنا واجب ہے۔

مسئلہ (۲۰): کفارہ میں کپڑا یا کھانا دینا انہی مساکین کو درست ہے جن کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔

بھول کر یا زبردستی قسم توڑنا:

مسئلہ (۲۱): کسی نے قسم کھائی کہ آج میں فلاں چیز نہیں کھاؤں گا، پھر بھول کر کھا لی یا کسی نے زبردستی منہ کھول کر کھلا دی تب بھی کفارہ دے۔

گھر میں جانے کی قسم:

مسئلہ (۲۲): کسی نے قسم کھائی کہ کبھی تیرے گھر نہیں جاؤں گا، پھر اس کے دروازہ کی دہلیز پر کھڑا ہو گیا یا دروازے

کے چھجے کے نیچے کھڑا ہو گیا، اندر نہیں گیا تو قسم نہیں ٹوٹی اور اگر دروازے کے اندر چلا گیا تو قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ (۲۳): کسی نے قسم کھائی کہ اس گھر میں نہیں جاؤں گا، پھر جب وہ گھر گر کر بالکل کھنڈر بن گیا تب اس میں گیا تو بھی قسم ٹوٹ گئی اور اگر بالکل میدان ہو گیا، زمین برابر ہو گئی اور گھر کا نام ونشان بالکل مٹ گیا یا اس جگہ کھیت بن گیا یا مسجد بن گئی یا باغ بنالیا گیا، تب اس میں گیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ (۲۴): قسم کھائی کہ اس گھر میں نہیں جاؤں گا پھر جب وہ گھر گر گیا اور دوبارہ تعمیر کیا گیا تب اس میں گیا تو بھی قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ (۲۵): کسی نے قسم کھائی کہ تیرے گھر نہیں جاؤں گا، پھر کسی درخت وغیرہ سے چھلانگ لگا کر چھت پر چڑھ گیا تو قسم ٹوٹ گئی، اگرچہ نیچے نہ اترے۔

مسئلہ (۲۶): کسی نے گھر میں بیٹھے ہوئے قسم کھائی کہ اب یہاں کبھی نہیں آؤں گا، اس کے بعد بھی وہاں بیٹھا رہا تو قسم نہیں ٹوٹی، چاہے جتنے دن وہیں بیٹھا رہے، جب باہر جا کر پھر آئے گا تب قسم ٹوٹ جائے گی اور اگر قسم کھائی کہ یہ کپڑا نہیں پہنوں گا، یہ کہہ کر فوراً اتار دیا تو قسم نہیں ٹوٹی اور اگر فوراً نہیں اتارا، کچھ دیر پہنے رہا تو قسم ٹوٹ گئی۔[1]

مسئلہ (۲۷): قسم کھائی کہ اس گھر میں نہیں رہوں گا، اس کے بعد فوراً اس گھر سے سامان اٹھا کر لے جانے کا بندوبست شروع کر دیا تو قسم نہیں ٹوٹی اور اگر فوراً نہیں شروع کیا، کچھ دیر ٹھہر گیا تو قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ (۲۸): قسم کھائی کہ اب تیرے گھر میں قدم نہیں رکھوں گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نہیں آؤں گا، اگر سوار ہو کر آیا اور گھر میں اسی سواری پر بیٹھا رہا، قدم زمین پر نہیں رکھے تب بھی قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ (۲۹): کسی نے قسم کھا کر کہا: ''تیرے گھر کبھی نہ کبھی ضرور آؤں گا''، پھر آنے کا اتفاق نہیں ہوا تو جب تک زندہ ہے قسم نہیں ٹوٹے گی، مرتے وقت قسم ٹوٹ جائے گی، اس کو چاہیے کہ مرنے سے پہلے قسم کا کفارہ ادا کرنے کی وصیت کر دے۔

۱- پہلے مسئلہ میں قسم کے بعد وہیں بیٹھے رہنے کی صورت میں اس لیے قسم نہیں ٹوٹے گی کہ یہاں ''کبھی آنا'' اسی وقت ثابت ہوگا جب یہ شخص پہلے یہاں سے نکل جائے اور پھر دوبارہ اس گھر میں داخل ہو، جبکہ یہ ابھی تک نکلا ہی نہیں اور دوسرے مسئلہ میں اگر کپڑا فوراً اتار دیا تو قسم نہیں ٹوٹے گی کیونکہ قسم کھانے میں اصل یہ ہے کہ اس کو پورا کیا جائے، توڑا نہ جائے اور قسم کھانے والا اسی وقت قسم پوری کر سکتا ہے جب اس کو اتنا وقت ملے جس میں وہ کام کر سکے، اگر اس کو قسم پورا کرنے کے بقدر بھی وقت نہیں دیا جائے گا تو گویا یہ لازم آئے گا کہ شریعت اس کو ایک ایسے کام کا حکم دے رہی ہے جو اس کے بس میں نہیں جبکہ شریعت کبھی بھی ایسا حکم نہیں دیتی، اس لیے اتنی مقدار شریعت میں مستثنیٰ اور معاف ہے، البتہ اگر قسم پوری ہو سکنے کی مدت سے زیادہ پہنے رکھے گا تو قسم ٹوٹ جائے گی کیونکہ اب کوئی عذر باقی نہیں رہا۔ (فتح القدير : ٤/ ٣٨٤)

مسئلہ (۳۰): قسم کھائی کہ فلاں کے گھر نہیں جاؤں گا تو جس گھر میں وہ رہتا ہو وہاں نہیں جانا چاہیے۔ چاہے اس کا اپنا گھر ہو یا کرایہ پر رہتا ہو یا عاریۃً لیا ہوا ہو۔

مسئلہ (۳۱): قسم کھائی کہ تیرے پاس کبھی نہیں آؤں گا، پھر کسی سے کہا کہ آپ مجھے اٹھا کر وہاں پہنچادیں اور اس نے اٹھا کر پہنچادیا تب بھی قسم ٹوٹ گئی، البتہ اگر اس کے کہے بغیر کسی نے اس کو اٹھا کر وہاں پہنچادیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اسی طرح اگر قسم کھائی کہ اس گھر سے کبھی نہیں نکلوں گا، پھر کسی سے کہا کہ مجھے اٹھا کر گھر سے باہر نکال دو اور اس نے اٹھا کر نکال دیا تو قسم ٹوٹ گئی اور اگر اس کے کہے بغیر کسی نے نکال دیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔

کھانے پینے کی قسم:

مسئلہ (۳۲): قسم کھائی کہ یہ دودھ نہیں پیوں گا، پھر وہی دودھ جما کر دہی بنالیا تو اس کے کھانے سے قسم نہیں ٹوٹے گی۔

مسئلہ (۳۳): بکری کے بچے کے متعلق قسم کھائی کہ اس کا گوشت نہیں کھاؤں گا، پھر جب وہ بڑا ہو کر بکرا بن گیا تب اس کا گوشت کھایا تو بھی قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ (۳۴): قسم کھائی کہ گوشت نہیں کھاؤں گا، پھر مچھلی یا کلیجی یا اوجھڑی کھائی تو قسم نہیں ٹوٹی۔[1]

مسئلہ (۳۵): قسم کھائی کہ یہ گندم نہیں کھاؤں گا، پھر ان کو پسوا کر اس کی روٹی کھائی یا اُس کے ستو کھائے تو قسم نہیں ٹوٹی اور اگر خود اُبال کر کھالی یا بھنوا کر چبائی تو قسم ٹوٹ گئی، البتہ اگر یہ مطلب لیا ہو کہ گندم کے آٹے کی کوئی چیز بھی نہیں کھاؤں گا تو ان تمام چیزوں کے کھانے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔

مسئلہ (۳۶): اگر قسم کھائی کہ یہ آٹا نہیں کھاؤں گا تو اس کی روٹی کھانے سے قسم ٹوٹ جائے گی اور اگر اس کا حلوا یا کچھ اور پکا کر کھایا تب بھی قسم ٹوٹ گئی اور اگر ویسا ہی کچا آٹا پھانک لیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ (۳۷): قسم کھائی کہ روٹی نہیں کھاؤں گا تو اس علاقے میں جن چیزوں کی روٹی کھائی جاتی ہے ان چیزوں کی روٹی کھانے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔

مسئلہ (۳۸): قسم کھائی کہ سری نہیں کھاؤں گا تو چڑیا، بٹیر، مرغ وغیرہ کا سر کھانے سے قسم نہیں ٹوٹے گی۔ اگر بکری یا گائے کی سری کھائی تو قسم ٹوٹ گئی۔

۱- کیونکہ ان چیزوں کو عرفِ عام میں گوشت نہیں کہتے اور قسم کا تعلق عرف میں مراد لیے جانے والے معنی کے ساتھ ہوتا ہے۔

مسئلہ (۳۹): قسم کھائی کہ میوہ نہیں کھاؤں گا تو انار، سیب، انگور، چھوارا، بادام، اخروٹ، کشمش، منقّٰی یا کھجور کھانے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔ اگر خربوزہ، تربوز، ککڑی یا کھیرا کھائے تو قسم نہیں ٹوٹی۔

نہ بولنے کی قسم:

مسئلہ (۴۰): قسم کھائی کہ فلاں آدمی سے نہیں بولوں گا، پھر سوتے میں اس سے کچھ کہا اور اس کی آواز سے وہ جاگ گیا تو قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ (۴۱): قسم کھائی کہ والد کی اجازت کے بغیر فلاں سے نہیں بولوں گا، پھر والد نے اجازت دے دی، لیکن اجازت کی خبر ابھی اس کو نہیں ملی تھی کہ اس سے بات کر لی اور بات کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ والد نے اجازت دے دی تھی تب بھی قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ (۴۲): قسم کھائی کہ اس لڑکے سے کبھی بات نہیں کروں گا، پھر جب وہ جوان ہوگیا یا بوڑھا ہوگیا تب اس سے بات کی تو بھی قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ (۴۳): قسم کھائی کہ کبھی تیرا منہ نہیں دیکھوں گا، تیری صورت نہیں دیکھوں گا، تو مطلب یہ ہے کہ تجھ سے ملاقات نہیں کروں گا، میل جول نہیں رکھوں گا۔ اگر کہیں دور سے صورت دیکھ لی تو قسم نہیں ٹوٹی۔

بیچنے اور خریدنے کی قسم:

مسئلہ (۴۴): قسم کھائی کہ فلاں چیز نہیں خریدوں گا، پھر کسی سے کہہ دیا کہ تم مجھے خرید کر دو، اس نے خرید کر دے دی تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اسی طرح اگر یہ قسم کھائی کہ اپنی فلاں چیز نہیں بیچوں گا، پھر خود نہیں بیچی بلکہ دوسرے سے کہا کہ تم بیچ دو اور اس نے بیچ دی تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اسی طرح کرایہ پر لینے کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر قسم کھائی کہ میں یہ مکان کرایہ پر نہیں لوں گا، پھر کسی دوسرے کے ذریعہ سے کرایہ پر لے لیا تو قسم نہیں ٹوٹی[۱]، البتہ اگر قسم کھانے کا یہی مطلب تھا کہ نہ تو خود یہ کام کروں گا نہ کسی دوسرے سے کرواؤں گا تو دوسرے آدمی کے کرنے سے بھی قسم ٹوٹ جائے گی۔ غرض یہ کہ جو مطلب ہوگا اسی کے مطابق حکم لگایا جائے گا۔ اگر قسم کھانے والی پردہ نشین عورت یا ایسا آدمی ہے جو خود خرید وفروخت وغیرہ نہیں کرتا تو اس صورت میں اگر یہ کام دوسرے سے کہہ کر کرالیے تب بھی قسم ٹوٹ جائے گی[۲]۔

۱- کیونکہ جو شخص خریدنے، بیچنے اور کرایہ پر لینے کا معاملہ کرتا ہے اسی کو خریدنے بیچنے والا کہا جاتا ہے۔ یہاں قسم اٹھانے والے نے خود خریدا بیچا نہیں اس لیے قسم نہ ٹوٹی۔

۲- اس لیے کہ جب یہ خود خریدتا بیچتا نہیں تو اس کی قسم کا مطلب یہ ہے کہ کسی اور سے یہ کام نہیں کرائے گا۔

مسئلہ ۲۵: قسم کھائی کہ میں اپنے اس لڑکے کو نہیں ماروں گا، پھر کسی اور سے کہہ کر پٹوا دیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔

نماز روزہ کی قسم:

مسئلہ ۲۶: کسی نے قسم کھائی کہ میں روزہ نہیں رکھوں گا پھر روزہ کی نیت کر لی تو تھوڑی ہی دیر گزرنے سے بھی قسم ٹوٹ جائے گی، پورا دن گزرنے کا انتظار نہیں کیا جائے گا، اگر تھوڑی دیر بعد روزہ توڑ دیا تب بھی قسم کا کفارہ دینا پڑے گا اور اگر یوں کہا: ''ایک روزہ بھی نہیں رکھوں گا'' تو جب تک پورا دن نہ گزرے اور روزہ کھولنے کا وقت نہ آئے اس وقت تک قسم نہیں ٹوٹے گی۔ اگر وقت آنے سے پہلے ہی روزہ توڑ دیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔[۱]

مسئلہ ۲۷: قسم کھائی کہ میں نماز نہیں پڑھوں گا، پھر پشیمان ہوا اور نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا تو جب پہلی رکعت کا سجدہ کیا اُسی وقت قسم ٹوٹ گئی، سجدہ کرنے سے پہلے قسم نہیں ٹوٹی، اگر ایک رکعت پڑھ کر نماز توڑ دے تب بھی قسم ٹوٹ گئی لیکن ایسی قسمیں کھانا بہت بڑا گناہ ہے، اگر کسی سے ایسی غلطی ہو گئی تو اس کو فوراً توڑ دے اور کفارہ دے۔

متفرقات

مسئلہ ۱: قسم کھائی کہ اس قالین پر نہیں لیٹوں گا، پھر قالین کے اوپر چادر بچھا کر لیٹ گیا تو قسم ٹوٹ گئی اور اگر اس قالین کے اوپر ایک اور قالین یا کوئی دری بچھائی اور اس کے اوپر لیٹ گیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ ۲: قسم کھائی کہ زمین پر نہیں بیٹھوں گا، پھر زمین پر کپڑا، چٹائی یا ٹاٹ وغیرہ بچھا کر بیٹھ گیا تو قسم نہیں ٹوٹی اور اگر عورت اپنے اوڑھے ہوئے دوپٹے کا آنچل بچھا کر بیٹھ گئی تو قسم ٹوٹ گئی، البتہ اگر دوپٹہ اتار کر بچھالیا اور بیٹھ گئی تو قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ ۳: قسم کھائی کہ اس چارپائی یا اس تخت پر نہیں بیٹھوں گا، پھر اس پر دری یا قالین وغیرہ بچھا کر بیٹھ گیا تو قسم ٹوٹ گئی۔ اگر اس چارپائی کے اوپر ایک اور چارپائی رکھی یا تخت کے اوپر ایک اور تخت رکھ لیا، پھر اوپر والی چارپائی یا تخت پر بیٹھ گیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔[۲]

مسئلہ ۴: قسم کھائی کہ فلاں کو کبھی نہیں نہلاؤں گا، پھر اس کے مرنے کے بعد نہلایا تو قسم ٹوٹ گئی۔

۱- ایک روزہ تو اس وقت ہوتا ہے جب پورا دن روزہ رکھے، جبکہ صرف ''روزہ'' کہنے سے ایک لمحے کا روزہ بھی مراد ہوتا ہے۔

۲- قسم میں عرف کا اعتبار ہوتا ہے۔ جس صورت کو عرف میں چارپائی، قالین اور زمین پر بیٹھنا کہا جاتا ہے وہاں قسم ٹوٹے گی اور جہاں عرف میں یہ نہیں سمجھا جاتا وہاں نہیں ٹوٹے گی۔

مسئلہ ⑤: شوہر نے قسم کھائی کہ تجھ کو کبھی نہیں ماروں گا، پھر غصہ میں بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا یا گلا گھونٹ دیا یا زور سے دانتوں سے کاٹا تو قسم ٹوٹ گئی اور اگر دل لگی اور پیار میں کاٹا تو قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ ⑥: قسم کھائی کہ فلاں کو ضرور ماروں گا اور وہ ایسا کہنے سے پہلی ہی مر چکا ہو تو اگر اس کا مرنا معلوم نہیں تھا، اس وجہ سے قسم کھائی تو قسم نہیں ٹوٹے گی اور اگر جان بوجھ کر قسم کھائی تو کھاتے ہی قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ ⑦: اگر کسی نے کوئی کام کرنے کی قسم کھائی مثلاً یوں کہا: ''خدا کی قسم! انار ضرور کھاؤں گا'' تو عمر بھر میں ایک دفعہ کھا لینا کافی ہے اور اگر کسی کام کے نہ کرنے کی قسم کھائی جیسے یوں کہا: ''خدا کی قسم! انار نہیں کھاؤں گا'' تو ہمیشہ کے لیے چھوڑنا پڑے گا، جب بھی کھائے گا تو قسم ٹوٹ جائے گی،(۱) البتہ اگر ایسا ہوا کہ گھر میں انار، انگور وغیرہ آئے اور خاص ان اناروں کے بارے میں کہا: ''یہ نہیں کھاؤں گا'' تو وہ نہ کھائے، ان کے علاوہ اور منگا کر کھائے تو کوئی حرج نہیں۔

نذر (منت) ماننا

نذر پوری کرنا:

مسئلہ ①: کسی کام پر کسی عبادت کی منت (نذر) مانی پھر وہ کام پورا ہو گیا جس کے لیے منت مانی تھی تو اب منت کا پورا کرنا واجب ہے، اگر منت پوری نہیں کرے گا تو بہت گناہ ہوگا، لیکن اگر کسی ناجائز کام کی منت ہو تو اس کا پورا کرنا واجب نہیں [بلکہ جائز ہی نہیں] جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے۔

روزہ کی نذر:

مسئلہ ②: کسی نے کہا: ''یا اللہ! اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو میں پانچ روزے رکھوں گا'' تو جب کام ہو جائے گا تو پانچ روزے رکھنا واجب ہے اور اگر کام نہیں ہوا تو روزے واجب نہیں۔ اگر صرف اتنا ہی کہا کہ پانچ روزے رکھوں گا تو اختیار ہے چاہے تو پانچوں روزے لگاتار رکھے یا ایک ایک دو دو کر کے پانچ روزے پورے کر لے، دونوں صورتیں درست ہیں اور اگر نذر ماننے وقت یہ کہہ دیا کہ پانچوں روزے لگاتار رکھوں گا یا دل میں یہ نیت تھی تو مسلسل رکھنے پڑیں گے۔ اگر درمیان میں ایک آدھ چھوٹ جائے تو دوبارہ نئے سرے سے رکھے۔

۱- کیونکہ ''کرنا'' ایک دفعہ سے بھی ثابت ہو جاتا ہے اور ''نہ کرنا'' اس وقت کہا جاتا ہے جب وہ کام کبھی بھی نہ کیا جائے ورنہ وہ کرنا شمار ہوگا۔ (شامیۃ: ۳/۸٤۳)

مسئلہ ۳: اگر یہ کہا کہ جمعہ کا روزہ رکھوں گا یا فلاں مہینے کی پہلی تاریخ سے دسویں تاریخ تک روزے رکھوں گا تو خاص جمعہ ہی کو اور اس مہینے کی خاص انہی تاریخوں میں روزہ رکھنا واجب نہیں، جب چاہے دس روزے رکھ لے، لیکن یہ دس روزے لگاتار رکھنے پڑیں گے، چاہے اس مہینے میں رکھے، چاہے کسی اور مہینے میں، سب جائز ہے۔ اسی طرح اگر یہ کہا: ''اگر آج میرا یہ کام ہو جائے تو کل ہی روزہ رکھوں گا'' تب بھی اختیار ہے کہ جب چاہے رکھے۔[1]

مسئلہ ۴: کسی نے نذر مانتے وقت یوں کہا: ''شعبان کے مہینے کے روزے رکھوں گا'' تو شعبان کے پورے مہینے کے روزے لگاتار رکھنے پڑیں گے۔ اگر درمیان میں کسی وجہ سے پانچ دس روزے چھوٹ جائیں تو ان کے بدلے اتنے روزے اور رکھ لے، سارے روزے دوبارہ نہ رکھے اور یہ بھی اختیار ہے کہ شعبان کے مہینے میں نہ رکھے، کسی دوسرے مہینے میں رکھے لیکن سب لگاتار رکھے۔

نماز کی نذر:

مسئلہ ۵: کسی نے منت مانی کہ میری گم شدہ چیز مل جائے تو میں آٹھ رکعت نماز پڑھوں گا تو اس کے مل جانے پر آٹھ رکعت نماز پڑھنا پڑے گی، چاہے ایک ساتھ آٹھ رکعتیں پڑھے یا چار چار یا دو دو اور اگر چار رکعت کی منت مانی تو چاروں ایک ہی سلام سے پڑھنی ہوں گی، الگ الگ دو دو پڑھنے سے نذر ادا نہیں ہو گی۔

مسئلہ ۶: کسی نے ایک رکعت پڑھنے کی منت مانی تو پوری دو رکعتیں پڑھنی پڑیں گی، اگر تین کی منت مانی تو پوری چار، اگر پانچ کی منت مانی تو پوری چھ رکعتیں پڑھے۔ ان سے زیادہ کا بھی یہی حکم ہے۔

رقم کی نذر:

مسئلہ ۷: یوں منت مانی کہ دس روپے خیرات کروں گا یا ایک روپیہ خیرات کروں گا تو جتنا کہا ہے اتنا خیرات کرے۔ اگر یوں کہا: ''پچاس روپے خیرات کروں گا'' اور اس کے پاس اس وقت صرف دس ہی روپے ہیں تو دس روپے ہی دینے پڑیں گے،[2] البتہ اگر دس روپے کے علاوہ کچھ سامان بھی ہے تو اس کی قیمت بھی لگائی جائے گی، مثال کے طور پر کسی کے

۱- اس لیے کہ منت میں کسی زمانے (دن یا مہینہ) یا جگہ یا فقیر کی تعیین کرنے سے تعیین لازم نہیں ہوتی، کسی دوسرے وقت یا دوسری جگہ یا دوسرے فقیر کو دینے سے بھی منت پوری ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر منت میں کوئی چیز متعین کر دی کہ فلاں چیز دوں گا تو بعینہ وہی چیز دینا لازم نہیں بلکہ اس کی قیمت کے برابر نقدی یا کوئی دوسری چیز بھی دے سکتا ہے۔ یہ اصول اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے، آگے آنے والے بہت سے مسائل میں اسی اصول کی بنا پر تعیین لازم نہ ہونے کا حکم بتایا گیا ہے۔

۲- اس لیے کہ اس سے زائد کا وہ مالک نہیں اور جس چیز کا منت مانتے وقت مالک نہ ہو اس کا صدقہ ضروری نہیں ہوتا۔

پاس دس روپے نقد ہیں اور پندرہ روپے کا سامان ہے، یہ سب پچیس روپے ہوئے تو صرف پچیس روپے خیرات کرنا واجب ہے، اس سے زیادہ واجب نہیں۔

مسئلہ ۸: کسی نے کہا: "دس روپے اس طرح خیرات کروں گا کہ ہر فقیر کو ایک ایک روپیہ دوں گا" پھر پورے دس روپے ایک ہی فقیر کو دے دیے تو بھی جائز ہے، ہر فقیر کو ایک ایک روپیہ دینا واجب نہیں۔ اگر دس روپے بیس فقیروں کو دے دیے تو بھی جائز ہے اور اگر کہا: "دس روپے دس فقیروں پر خیرات کروں گا" تو بھی اختیار ہے، چاہے دس کو دے، چاہے کم یا زیادہ کو۔

کھانا کھلانے کی نذر:

مسئلہ ۹: اگر یوں منت مانی کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلاؤں گا تو اگر دل میں یہ خیال ہے کہ ایک وقت یا دو وقت کھلاؤں گا تب تو اسی طرح کھلائے اور اگر دل میں کوئی خیال نہیں تو دو وقت دس مسکینوں کو کھانا کھلائے اور اگر کچا اناج دے تو اس میں بھی یہی بات ہے کہ اگر دل میں کوئی خیال تھا کہ اتنا اتنا ہر ایک کو دوں گا تو اتنا ہی دے اور اگر کوئی خیال نہیں تھا تو ہر ایک کو اتنا دے جتنا صدقۂ فطر کے بیان میں گزرا۔

مسئلہ ۱۰: اگر یوں کہا: "اتنے روپے کی روٹی فقیروں میں بانٹوں گا" تو اختیار ہے چاہے اتنے روپے کی روٹی دے، چاہے اتنے روپے کی کوئی اور چیز یا اتنے روپے نقد دے دے۔

مسئلہ ۱۱: اگر کہا: "دس نمازیوں یا دس حافظوں کو کھانا کھلاؤں گا" تو دس فقیروں کو کھلائے چاہے وہ نمازی اور حافظ ہوں یا نہ ہوں۔(۱)

نذر میں جگہ، وقت یا فقیر وغیرہ کی تعیین:

مسئلہ ۱۲: کسی نے کہا: "دس روپے مکہ مکرمہ میں خیرات کروں گا" تو مکہ میں خیرات کرنا واجب نہیں، جہاں چاہے خیرات کرے یا یوں کہا: "جمعہ کے دن خیرات کروں گا یا فلاں فقیر کو دوں گا" تو جمعہ کے دن خیرات کرنا اور اسی فقیر کو دینا ضروری نہیں، اسی طرح اگر روپے مقرر کر کے کہا کہ یہی روپے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دوں گا تو وہی روپے دینا واجب نہیں، چاہے وہی دے یا دوسرے دیدے۔

مسئلہ ۱۳: اسی طرح اگر منت مانی کہ جامع مسجد میں نماز پڑھوں گا یا مکہ مکرمہ میں نماز پڑھوں گا تو بھی اختیار ہے

۱- کیونکہ نذر کسی خاص وقت، جگہ اور کسی خاص فقیر کے ساتھ لازماً مختص نہیں ہوتی۔ لہٰذا وقت، جگہ اور فقیر کی تعیین کے باوجود بھی ان چیزوں کی پابندی ضروری نہیں۔ (حاشیہ بہشتی زیور)

جہاں چاہے پڑھے۔

جانور ذبح کرنے کی نذر:

مسئلہ (۱۴): کسی نے کہا: ''اگر میرا بھائی صحت یاب ہو جائے تو ایک بکری ذبح کروں گا'' یا یوں کہا: ''ایک بکری کا گوشت خیرات کروں گا'' تو منت ہوگئی۔ اگر یوں کہا: ''قربانی کروں گا'' تو قربانی کے دنوں میں ذبح کرنا چاہیے[1] اور دونوں صورتوں میں اس کا گوشت فقیروں کے سوا اور کسی کو دینا یا خود کھانا درست نہیں۔ جتنا خود کھایا یا مالداروں کو دے دیا اتنا دوبارہ خیرات کرنا پڑے گا۔

مسئلہ (۱۵): ایک گائے قربانی کرنے کی منت مانی، پھر گائے نہیں ملی تو سات بکریاں ذبح کر دے۔

مسئلہ (۱۶): منت مانی تھی کہ جب میرا بھائی آئے تو سو روپے خیرات کروں گا، پھر آنے کی خبر سن کر اس نے آنے سے پہلے ہی روپے خیرات کر دیے تو منت پوری نہیں ہوئی، آنے کے بعد پھر خیرات کرے۔

غیر شرعی کام کی نذر:

مسئلہ (۱۷): اگر یوں کہا کہ میرا بھائی تندرست ہو جائے تو ناچ کرواؤں گا یا باجا بجواؤں گا تو یہ منت گناہ ہے، تندرست ہونے کے بعد ایسا کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ (۱۸): یہ منت مانی کہ اگر فلاں کام ہو جائے تو میلاد کرواؤں گا تو منت نہیں ہوئی یا یہ منت کی کہ فلاں بات ہو جائے تو فلاں مزار پر چادر چڑھاؤں گا، یہ منت بھی نہیں ہوئی، اس کا پورا کرنا واجب نہیں۔ [بلکہ جائز ہی نہیں]

غیر اللہ کے لیے نذر:

مسئلہ (۱۹): اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لیے منت ماننا مثلاً یوں کہنا: ''اے بڑے پیر! اگر میرا کام ہو جائے تو میں تمہاری خاطر فلاں کام کروں گا'' حرام اور شرک ہے، بلکہ اس منت کی چیز کا کھانا بھی حرام ہے۔ اسی طرح قبروں اور مزاروں پر جانا اور درخواست کرنا حرام اور شرک ہے۔

۱- الا یہ کہ قربانی کے لفظ سے کسی بھی وقت ذبح کرنے کی نیت کی ہو تو پھر قربانی کے دنوں میں ہی ذبح کرنا ضروری نہیں ہوگا۔

متفرقات

مسئلہ (۲۰): اگر ایسے کام کے ہونے پر منت مانی جس کے ہونے کی خواہش ہے کہ یہ کام ہو جائے مثلاً کہے: ''اگر میں تندرست ہو گیا تو ایسا کروں گا، اگر میرا بھائی خیریت سے آجائے تو ایسا کروں گا، اگر میرا باپ مقدمہ سے بری ہو جائے تو ایسا کروں گا'' تو جب وہ کام ہو جائے تو منت پوری کرے اور اگر اس طرح کہا: ''اگر میں نے تجھ سے بات کی تو دو روزے رکھوں گا'' یا یہ کہا: ''اگر آج میں نے نماز نہیں پڑھی تو اتنے روپے خیرات کروں گا'' پھر اس نے بات کر لی یا نماز نہیں پڑھی تو اختیار ہے چاہے قسم کا کفارہ دے دے اور چاہے تو دو روزے رکھے اور اتنے روپے خیرات کرے۔

مسئلہ (۲۱): یہ منت مانی کہ ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھوں گا یا ہزار مرتبہ کلمہ پڑھوں گا تو منت ہو گئی اور پڑھنا واجب ہو گیا اور اگر کہا کہ ہزار دفعہ سبحان اللہ پڑھوں گا یا ہزار دفعہ لاحول پڑھوں گا تو منت نہیں ہوئی اور پڑھنا واجب نہیں۔[۱]

مسئلہ (۲۲): منت مانی کہ دس مرتبہ قرآن مجید ختم کروں گا یا ایک پارہ پڑھوں گا تو منت ہو گئی۔

مسئلہ (۲۳): یہ منت مانی کہ فلاں خستہ حال مسجد بنواؤں گا یا فلاں پل بنواؤں گا تو یہ منت بھی منعقد نہیں، اس کے ذمہ کچھ واجب نہیں۔[۲]

۱- اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ شریعت میں نذر کے لازم ہونے کے لیے دو شرطیں ہیں:
(۱) جس کام کی نذر مانی جائے وہ عبادتِ مقصودہ ہو۔ (۲) اس کی جنس سے کوئی فرد فرض یا واجب ہو۔ (یعنی اس کام کی کوئی صورت فرض یا واجب ہو) دونوں میں سے اگر کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے گی تو نذر لازم نہیں ہوگی۔ اب اس قاعدہ کی روشنی میں سمجھ لیں کہ ''سبحان اللہ'' اور ''لاحول'' پڑھنے کی نذر لازم نہیں ہوگی اس لیے کہ یہ کبھی بھی فرض یا واجب نہیں ہوتے اور درود شریف پڑھنے کی نذر صحیح اور لازم ہے اس لیے کہ اس کی ایک قسم فرض ہے۔ وہ اس طرح کہ ہر شخص پر عمر بھر میں ایک بار درود شریف پڑھنا فرض ہے۔ (أحسن الفتاوی: ٥/٤٨١)

۲- اس لیے کہ مسجد بنانا بذاتِ خود اصل عبادتِ مقصودہ نہیں، اصل مقصود تو اس میں نماز پڑھنا اور عبادت کرنا ہے اور پل بنوانا نہ عبادتِ مقصودہ ہے اور نہ کوئی صورت ایسی ہے جس میں پل بنانا فرض یا واجب ہو، جبکہ نذر منعقد ہونے کے لیے مذکورہ دونوں شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ (أحسن الفتاوی: ٥/٤٧٧) البتہ از خود ثواب سمجھ کر یہ کام کر دے تو بلاشبہ باعث اجر ہے۔

اضافہ

نذرِ ذبح میں قیمت صدقہ کرنا:

اگر کسی نے نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو اس بکرے کو جو گھر پر پلا ہوا ہے ذبح کر کے اس کا گوشت فقراء میں تقسیم کروں گا تو کام ہو جانے پر اسی بکرے کو ذبح کرنا ضروری نہیں، اس لیے کہ جانور ذبح کرنے کی نذر ماننے سے اصل مقصود گوشت تقسیم کرنے کی نذر ہوتا ہے۔ لہٰذا اختیار ہے چاہے وہی بکرا ذبح کر کے صدقہ کرے یا بکرا زندہ صدقہ کر دے یا اس کی قیمت صدقہ کرے یا قیمت کے برابر کوئی دوسری چیز صدقہ کرے۔[1]

☆......☆......☆

۱- أحسن الفتاوی: ۵/ ۴۸۲، إمداد الأحکام: ۳۵/۳

کِتَابُ الحُدُود

حدود "حد" کی جمع ہے، "حد" شریعت کی طرف سے مقدار متعین کی گئی سزا کو کہتے ہیں[1] اور حدود یہ ہیں:

(۱)	حدِ زِنا	(۲)	حدِ سرقہ
(۳)	حدِ رہزنی	(۴)	حدِ شُربِ خمر (شراب پینے کی سزا)
(۵)	حدِ قذف (تہمت لگانے کی سزا)		
(۶)	حدِ ارتداد		

حدِ زِنا
(زِنا کی سزا)

حدِ زِنا کا سبب:

دارالاسلام میں کسی مکلّف یعنی عاقل و بالغ اور قوتِ گویائی رکھنے والے کا اپنے اختیار سے حشفہ[2] کے بقدر اپنے آلہ تناسل کو کسی قابل شہوت (چاہے فی الحال ہو یا کبھی رہی ہو اور اب بوڑھی ہو چکی ہو) عورت جو اس کی ملک نکاح و غلامی اور اس کے شبہ سے خالی ہو اس کی آگے کی راہ میں داخل کرنا یا مرد کا مذکورہ عورت کو ایسا کرنے کی قدرت دینا یا عورت کا اپنے اختیار سے مرد کو ایسا فعل کرنے کی قدرت دینا۔

حدِ زِنا کی تفصیل:

"محصن" مرد و عورت کے لیے رجم یعنی سنگساری ہے جبکہ "غیر محصن" کے لیے سو کوڑے ہیں۔

محصن وہ شخص ہوتا ہے جو آزاد، عاقل، بالغ، مسلمان ہو اور جس نے صحیح نکاح کے بعد جماع کیا ہو اور جماع کے وقت بیوی میں بھی یہ مذکورہ تمام صفات پائی جاتی ہوں۔

۱- شریعت میں سزائیں دو طرح کی ہیں:
(۱) وہ سزا جس کی مقدار شریعت نے خود متعین کر دی ہو۔ اس کو "حد" کہتے ہیں۔ یہ مذکورہ بالا چھ جرائم پر جاری ہوتی ہے۔
(۲) وہ سزا جس کی مقدار شریعت نے متعین نہیں کی، قاضی کی صوابدید پر چھوڑ دیا ہے کہ وہ جرم کی نوعیت اور مجرم کی حالت دیکھ کر اس سزا کی نوعیت اور مقدار کا فیصلہ کرے۔ اس کو "تعزیر" کہتے ہیں۔

۲- عضوِ تناسل کے اگلے حصے کو عربی میں "حشفہ" اور اردو میں "سپاری" کہتے ہیں۔

ثبوتِ زِنا کے دو طریقے

۱- گواہی:

چار مرد گواہ لفظِ زِنا کے ساتھ زبان سے گواہی دیں۔ جب وہ چاروں گواہی دے دیں تو اس کے بعد قاضی ان سے زِنا کی کیفیت، پھر زِنا کے وقت، پھر زنا کی جانے والی عورت، پھر زِنا کی جگہ کے بارے میں دریافت کرے گا۔ اگر قاضی کی نظر میں وہ گواہ عادل ہوں تو اب قاضی مجرم سے اس کے احصان کے بارے میں پوچھے گا۔ اگر مجرم نے احصان کا اقرار کیا یا اس کے انکار پر گواہوں نے اس کے محصن ہونے کی گواہی دی تو اس کو رجم کیا جائے گا اور اگر مجرم نے کہا کہ میں محصن نہیں ہوں اور گواہوں نے بھی اس کے احصان کی گواہی نہ دی تو قاضی مجرم سے احصان کی مذکورہ بالا صفات کے بارے میں باری باری پوچھے گا۔ اگر اس نے ٹھیک ٹھیک بیان کر دیا تو مجرم کو کوڑے لگائے جائیں گے۔

۲-اقرار:

اقرار کنندہ عاقل، بالغ اپنے بارے میں چار مرتبہ چار الگ مجلسوں میں زِنا کا اقرار کرے۔ چار مختلف مجلسوں میں اقرار شرط ہے جس کی صورت یہ ہے کہ اس کے ہر مرتبہ کے اقرار کے بعد قاضی اس کو واپس لوٹا دے اور وہ واپس پلٹ جائے یہاں تک کہ حاکم یا قاضی کی نظر سے غائب ہو جائے اور پھر آئے اور آ کر اقرار کرے۔ قاضی کو چاہیے کہ وہ اقرار کنندہ کی حوصلہ شکنی کی کوشش کرے اور نا گواری کا اظہار کرے۔ جب چار مرتبہ اقرار ہو جائے تو قاضی اس کی حالت پر غور کرے۔ جب معلوم ہو کہ وہ صحیح العقل ہے تو اس سے دریافت کرے کہ زِنا کیا ہوتا ہے اور کیونکر ہوتا ہے اور کس کے ساتھ کیا ہے اور کہاں کیا ہے اور کب کیا ہے؟ جب معلوم ہو جائے، اس نے واقعی زِنا کیا ہے تو اب اس سے دریافت کرے کہ آیا وہ محصن ہے اور احصان کیا ہوتا ہے؟ ٹھیک ٹھیک بیان کرنے پر اس پر حد قائم کرے گا۔ اگر اقرار کنندہ حد قائم کیے جانے سے پہلے یا حد قائم کیے جانے کے دوران اپنے اقرار سے پھر جائے تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا، چاہے یہ مرد کی طرف سے ہو یا عورت کی طرف سے ہو۔ اسی طرح اگر حد لگائے جانے کے دوران وہ بھاگ جائے تو اس کو کچھ نہیں کہا جائے گا۔

حد لگانے کا طریقہ:

مسئلہ ۱: رَجم کی صورت میں عورت کے لیے سینہ تک گڑھا کھودنا بہتر ہے۔ مرد کے لیے گڑھا نہ کھودا جائے گا۔

کوڑوں کی مار کے لیے مرد کی قمیص اتار لی جائے گی۔ عورت کی قمیص نہیں اتاری جائے گی، البتہ زائد کپڑے مثلاً: کوٹ وغیرہ اتار لیے جائیں گے اور عورت کو بٹھا کر حد لگائی جائے گی۔

کوڑے جسم کے مختلف حصوں پر لگائیں گے، البتہ سر، چہرے، شرمگاہ، سینہ اور پیٹ پر کوڑے نہیں ماریں گے۔

یہ بھی جائز ہے کہ ایک دن پچاس کوڑے لگائے جائیں اور بقیہ پچاس دوسرے دن لگائے جائیں۔

مسئلہ (۲): اگر زانیہ کو حمل ٹھہر چکا ہو تو چاہے اس کی حد کچھ بھی ہو، رجم ہو یا کوڑے ہوں، وضع حمل سے پہلے اس پر حد نہیں لگائی جائے گی تاکہ بچہ ہلاک نہ ہو جو بے قصور ہے۔ پھر اگر حد رجم ہے اور کوئی بچے کی پرورش کرنے والا ہے تو وضع حمل کے فوراً بعد رجم کیا جائے گا اور اگر پرورش کرنے والا نہ ہو تو حد کا نفاذ اس وقت تک ملتوی رکھا جائے گا جب تک بچہ خود کھانے پینے نہ لگے اور اگر حد کوڑے ہوں تو وہ نفاس سے فراغت کے بعد لگائے جائیں گے۔

مسئلہ (۳): اپنی بیوی کے ساتھ پیچھے کی راہ میں جماع کرنا بھی حرام ہے۔ اگر کوئی اپنی بیوی کے ساتھ ایسا فعل کرے اور دوبارہ پھر کرے، باز نہ آئے تو حاکم اس کو تعزیراً میں قتل کر سکتا ہے۔

اگر اپنی بیوی کے علاوہ کسی اجنبی کے ساتھ کرے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زنا کی حد تو جاری نہیں ہوگی (اس لیے کہ یہ فعل بہر حال زنا نہیں ہے) البتہ حاکم اس پر تعزیر جاری کر سکے گا حتیٰ کہ تعزیراً قتل بھی کر سکتا ہے جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس پر زنا والی حد جاری ہوگی لہٰذا اگر وہ محصن نہیں ہے تو اس کو سو کوڑے لگیں گے اور اگر وہ محصن ہے تو اس کو رجم کیا جائے گا۔

مسئلہ (۴): کوئی اگر کسی چوپایہ کے ساتھ بدفعلی کرے تو مجرم کو تعزیر لگائی جائے گی اور جانور کو ذبح کر کے جلا دینا بہتر ہے۔ اگر جانور بدفعلی کرنے والے کا نہ ہو تو مجرم جانور کے مالک سے پہلے اس کو خرید ے، پھر ذبح کر کے جلا دے۔ کوئی عورت اگر کسی جانور سے بدفعلی کرائے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

کوڑوں کی سزا کا قانون:

۱۔ جس کوڑے سے حد لگائی جائے اس میں گرہیں نہ ہوں اور وہ ایسا ہو کہ اس کے مارنے سے تکلیف تو ہوتی ہو، لیکن زخم نہ آتا ہو۔

۲۔ کوڑے مارنے والا کوڑے کو اپنے سر سے اونچا نہ کرے اور نہ ہی جسم پر کوڑا لگانے کے بعد جسم پر کوڑے کو کھینچے۔

۳- اگر مجرم بہت کمزور ہو کہ کوڑے لگانے سے اس کے مرجانے کا اندیشہ ہو تو کوڑا آہستگی سے مارا جائے تاکہ وہ اس کو برداشت کرسکے۔

جن صورتوں میں حد نہیں لگتی:

مندرجہ ذیل صورتوں میں شبہہ کی وجہ سے حد نہیں لگائی جاتی:

۱- تین طلاق دی ہوئی بیوی سے عدت کے دوران جماع کیا۔

۲- کنائی طلاق کی عدت میں بیوی سے جماع کیا۔

۳- گواہوں کے بغیر کسی عورت سے نکاح کیا یا ولی کے بغیر عورت سے نکاح کیا۔

۴- اپنی کسی محرم سے نکاح کیا اور پھر جماع بھی کرلیا۔

تنبیہ: جن صورتوں میں شبہہ کی وجہ سے حد نہیں لگتی ان میں اگر مرد کی سرکشی واضح ہو تو اس کو تعزیر دی جائے گی۔

حدِ سرقہ

(چوری کی سزا)

جس چوری پر حد لگتی ہے اس کی تعریف یہ ہے کہ دارالاسلام میں عاقل، بالغ، بینا اور بولنے پر قدرت رکھنے والا آدمی حفاظت میں رکھے ہوئے مال جو سرقہ کے نصاب یعنی دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی یا اتنی مالیت کی کسی چیز کو چوری کے ارادے سے خفیہ طریقے سے لے لے، جبکہ اس مال میں غیر کی ملکیت ہونے میں کسی قسم کا شبہہ نہ ہو۔ اگر چوری دن میں ہو تو خفیہ ہونے کا اعتبار فعل کے شروع و آخر دونوں میں کیا جائے گا اور اگر رات میں ہو تو صرف شروع میں کیا جائے گا۔ مثلاً: چور چپکے سے گھر میں داخل ہوا لیکن مال سمیٹنے کے دوران مالک جاگ گیا اور چور کو روکنے لگا تو چور نے ہتھیار سے مالک کا مقابلہ کیا اور اس کو قتل کیے بغیر مال لے کر چلا گیا، اس صورت میں چوری کی واردات کی ابتدا تو خفیہ ہے، انتہا خفیہ نہیں، لہٰذا اگر واردات دن کے وقت ہوئی تو ہاتھ نہیں کٹے گا، بلکہ تعزیر ہوگی اور رات کے وقت ہوئی تو ہاتھ کٹے گا۔

سرقہ کا نصاب:

دس درہم دو تولہ ساڑھے سات ماشہ = (۳۴،۲ گرام)[۱] چاندی یا اتنی مالیت کی کوئی چیز۔

۱- آسانی کے لیے 35 گرام چاندی کہہ دیا جاتا ہے۔

جن چیزوں کی چوری پر ہاتھ نہیں کٹتا:

- جو چیزیں جلد خراب ہو جاتی ہیں جیسے: دودھ، گوشت اور پھل۔
- قحط سالی کے زمانے میں چرائی ہوئی کھانے کی چیز، چاہے جلدی خراب ہوتی ہو یا نہیں۔
- مرغی، بطخ، کبوتر
- کسی گناہ میں استعمال ہونے والے آلات، مثلاً گانے بجانے کے آلات
- قرآن مجید، اگر چہ اس پر سونا چاندی جڑے ہوئے ہوں
- کتابیں
- سونے چاندی کی صلیب یا بُت
- دفن کیے ہوئے مردے کا کفن

کسی نے باپ دادا وغیرہ یا بیٹے پوتے وغیرہ یا ذی رحم محرم جیسے: بھائی، بہن یا چچا، ماموں، پھوپھی، خالہ کے گھر سے مال چرایا تو اس پر ہاتھ نہیں کاٹا جاتا۔ میاں بیوی میں سے ایک نے دوسرے کا مال چرایا یا مہمان نے میزبان کے گھر سے مال چرایا تو اس میں ہاتھ نہیں کٹتا۔ اسی طرح مسجد کا سامان چرانے پر بھی ہاتھ نہیں کٹتا۔

تنبیہ: جن صورتوں میں ہاتھ نہیں کٹتا ان میں ''تعزیر'' ہوگی۔ یعنی اتنی سزا جسے قاضی جرم کی نوعیت اور مجرم کی حالت پیشِ نظر رکھ کر مناسب سمجھے۔

حدِ سرقہ کی کیفیت:

- پہلی دفعہ چوری کرنے میں کلائی کے جوڑ سے دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا، جبکہ دوسری مرتبہ چوری کرنے سے ٹخنے سے بایاں پاؤں کاٹا جائے گا۔
- ہاتھ کاٹنے کے بعد خون روکنے کی کوشش کرنا واجب ہے اور اس کا خرچہ چور کے ذمہ ہوگا، کیونکہ وہی اس کا سبب بنا ہے۔
- دایاں ہاتھ اس وقت بھی کاٹا جائے گا جبکہ وہ شل ہو یا اس کی انگلیاں کٹی ہوئی ہوں یا اس کا انگوٹھا کٹا ہوا ہو۔
- اگر چور تیسری مرتبہ چوری میں ملوث ہو کر گرفتار ہوا اور پہلی چوریوں کے سبب سے اس کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹا جا چکا ہو تو اس مرتبہ اس کا کوئی اور ہاتھ پاؤں نہیں کاٹیں گے، بلکہ اس کو قید اور ضرب کی سزا دیں گے۔ یہاں تک کہ

وہ توبہ کرے اور توبہ کے آثار ظاہر ہونے لگیں۔

چوری ثابت ہونے کے طریقے:

چوری ثابت ہونے کے مندرجہ ذیل طریقے ہیں:

۱- دو مرد ایک شخص کے چوری کرنے کے بارے میں گواہی دیں جن سے قاضی دریافت کرے کہ چوری کیسے ہوئی؟ کہاں ہوئی؟ کس مال کی ہو؟ کتنے مال کی ہوئی؟ کب ہوئی؟ اور کس کا مال چرایا؟ ٹھیک ٹھیک جواب پر جب ان گواہوں کی عدالت ثابت ہو جائے تو چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

۲- کوئی شخص خود حاکم یا قاضی کے پاس ایک دفعہ چوری کا اقرار کرے، قاضی اس سے بھی مذکورہ بالا سوال کرے گا، اگر اقرار کے بعد وہ شخص اپنے اقرار سے پھر جائے یا فوراً بھاگ جائے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، البتہ اس کو چرائے ہوئے مال کا تاوان دینا پڑے گا۔

چوری کے مال کا حکم:

وہ مال اگر موجود ہو، اگرچہ چور نے وہ کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا ہو یا کسی کو ہدیہ کر دیا ہو تو وہ مال مالک کو واپس دلوایا جائے گا اور اگر وہ مال ہلاک اور ختم ہو چکا ہو تو صرف ہاتھ کاٹنے پر اکتفا کیا جائے گا، مال کا تاوان چور سے نہیں لیا جائے گا۔

ڈاکہ ڈالنے کی سزا

ڈاکہ ڈالنے کی سزا کے لیے مندرجہ ذیل شرائط ضروری ہیں:

۱- ڈاکوؤں کو ایسی قوت اور غلبہ حاصل ہو کہ راہ گیران کا مقابلہ نہ کر سکیں۔

۲- رہزنوں کے پاس ہتھیار ہوں۔

۳- یہ واردات دارالاسلام میں ہوئی ہو۔

۴- کوئی بھی رہزن کسی راہ گیر کا محرم رشتہ دار نہ ہو۔

۵- ڈاکو توبہ کرنے اور مال مالکوں کو واپس کرنے سے پہلے گرفتار ہو گئے ہوں۔

ڈاکے کی سزا کی کیفیت:

حد کی مندرجہ ذیل پانچ صورتیں ہیں:

۱- اگر لوٹ مار اور کسی کو قتل کرنے سے پہلے ہی راہزن اور ڈاکو گرفتار کر لیے گئے تو خوف و ہراس پھیلانے کی بنا پر مناسب تعزیر کے بعد ان کو قید کر دیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ توبہ کر لیں اور توبہ کے آثار ان میں ظاہر ہونے لگیں ورنہ موت تک قید میں رہیں گے۔

۲- اگر کسی مسلمان یا ذمی کا مال لوٹا اور وہ اتنا ہے کہ ان ڈاکوؤں پر برابر برابر تقسیم ہو تو ہر ایک کے حصے میں دس درہم = ۳۴،۰۲ گرام چاندی کی مالیت آتی ہے تو اگر ان کے ہاتھ پاؤں سلامت ہیں تو ان میں سے ہر ایک کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹا جائے گا۔

۳- اگر انہوں نے کسی مسلمان یا ذمی کو قتل کیا لیکن مال نہ لوٹ سکے تو ان سب کو بطورِ حد کے قتل کیا جائے گا، چاہے ان میں سے کسی نے فقط قتل میں مدد ہی کی ہو اور چاہے قتل تلوار اور بندوق سے کیا ہو یا پتھر اور لاٹھی سے۔ مقتول کے وارث ان کو معاف کرنے کا اختیار بھی نہیں رکھتے، کیونکہ یہ قصاص کی طرح ان کا نہیں بلکہ شریعت کا حق ہے۔

۴- اگر مال لوٹا اور زخمی کیا تو ان کے مخالف جانب کے ایک ہاتھ پاؤں یعنی دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹے جائیں گے۔

۵- اگر مال بھی لوٹا ہو اور قتل بھی کیا ہو تو حاکم وقاضی کو اختیار حاصل ہے کہ:

۱- چاہے تو پہلے ان کے ایک ایک ہاتھ پاؤں کاٹے، پھر ان کو قتل کر دے۔

۲- چاہے تو پہلے ان کے ایک ایک ہاتھ پاؤں کاٹے پھر ان کو سولی دے۔

۳- چاہے تو تینوں ہی سزائیں دے یعنی ہاتھ پاؤں کاٹنا، قتل کرنا اور سولی دینا۔

۴- چاہے تو پہلے قتل کرے پھر سولی دے۔

۵- چاہے تو فقط قتل کرے۔

۶- چاہے تو فقط سولی دے۔

مذکورہ بالا احکام ڈاکوؤں کے پورے گروہ پر نافذ ہوں گے، اگرچہ ان میں سے بعض نے صرف مال لوٹا ہو اور بعض نے صرف قتل کیا ہو اور بعض نے صرف خوفزدہ کیا ہو۔

تین دن عبرت کے لیے سولی پر لٹکا ہوا چھوڑنے کے بعد مجرم کے لواحقین کو اس کو دفن کرنے کی اجازت دی جائے، لیکن اس پر نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے۔

حدِّ شرب

(شراب نوشی کی سزا)

شراب نوشی کی سزا اسّی کوڑے ہیں، جو شراب کی مندرجہ ذیل چار قسموں میں سے کسی ایک کے پینے پر دی جاتی ہے۔ ان چار اقسام کا ایک قطرہ پینا بھی حرام ہے، اگر چہ نشہ نہ آئے:

۱۔ انگور کی کچی شراب ۲۔ انگور کی پکائی ہوئی شراب

۳۔ منقّی کی شراب ۴۔ کھجور کی شراب

ان چار کے علاوہ دیگر شرابوں مثلاً: سونف، جو اور گندم وغیرہ سے حاصل شدہ الکحل یا اور کوئی نشہ آور سیال شے مثلاً: نبیذ (پانی میں چھوہارے یا کشمش ڈال کر تیار کیا جانے والا ایک مشروب) کی اتنی مقدار استعمال کرنا جس سے نشہ آجائے اس پر بھی حد لگتی ہے۔ حد لگنے کی شرط یہ ہے کہ کوئی عاقل، بالغ، مسلمان (یا شراب کو حرام سمجھنے والا غیر مسلم) جو قوتِ گویائی رکھتا ہو، اپنی رغبت سے یہ چیزیں استعمال کرے اور وہ اس حال میں پکڑا جائے کہ شراب کی بو اس کے منہ سے آرہی ہو یا نشہ میں اس کو پکڑ کر لایا جائے اور گواہ اس پر شراب پینے کی گواہی دیں۔

اگر گواہوں نے نشہ آور شراب کی بو زائل ہو جانے کے بعد گواہی دی تو حد نہیں لگے گی، الا یہ کہ متعلقہ حاکم دور ہو اور وہاں پہنچنے تک بو زائل ہو جائے تو حد ساقط نہیں ہوگی۔ کسی کے منہ سے شراب کی بو آنے پر حد نہیں لگے گی یہاں تک کہ گواہ اس کے شراب پینے کی گواہی دیں یا وہ خود اس کا اقرار کرے۔

مذکورہ چار قسموں کے علاوہ دیگر مائع و سیال نشہ آور اشیاء میں نشہ کی وہ مقدار جس پر شراب پینے کی حد جاری ہوتی ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ ہے کہ نشے میں مبتلا شخص مختلف چیزوں کے درمیان مثلاً: عورت، مرد اور آسمان وزمین میں تمیز نہ کر سکے، جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک یہ ہے کہ اس شخص کی اکثر باتیں خلط ملط (بہکی بہکی) ہو جائیں۔ یہی راجح قول ہے۔

اجوائن، بھنگ اور افیون وغیرہ کی اتنی مقدار کا استعمال جس سے نشہ پیدا ہو جائے، اس پر تعزیر واجب ہوتی ہے اور ایک قول کے مطابق اس پر بھی حد لگے گی۔

حدِ قذف

(زِنا کی تہمت لگانے کی سزا)

تعریف:

وہ تہمت جس پر حد لگتی ہے یہ ہے کہ آزاد، عاقل، بالغ اور زِنا سے پاک مسلمان کو عار دلانے اور برا بھلا کہنے کی خاطر زِنا کی تہمت لگائے۔

سزا:

جس پر تہمت لگائی گئی وہ اگر مقدمہ کر کے حد کا مطالبہ کرے تو جرم ثابت ہونے پر تہمت لگانے والے کو اسّی کوڑے لگائے جائیں گے۔

مسئلہ ①: کسی شخص کی ماں کے فوت ہونے کے بعد کسی نے اس کو کہا کہ تو فلاں کا بیٹا نہیں ہے، جبکہ وہ فلاں اس شخص کا باپ ہو اور اس شخص کی ماں نیک اور پاکدامن تھی تو وہ شخص مقدمہ کر کے حد کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

مسئلہ ②: قذف لگانے والا توبہ بھی کر لے تب بھی آئندہ کے لیے وہ گواہی دینے کے لائق نہیں رہتا۔

حدِ ارتداد

(مرتد ہونے کی سزا)

تعریف:

مسلمان ہونے کے بعد اسلام چھوڑ دینے کو ارتداد اور چھوڑ دینے والے کو مرتد کہتے ہیں۔ ارتداد کی دو صورتیں ہیں:

۱۔ کوئی صاف طور پر مذہب تبدیل کر کے اسلام سے پھر جائے جیسے: اسلام کو چھوڑ کر عیسائی، یہودی یا ہندو مذہب اختیار کر لے یا اللہ تعالیٰ کے وجود یا توحید کا منکر ہو جائے یا نبی اکرم ﷺ کی رسالت کا انکار کر دے۔

۲۔ صاف طور پر مذہب تبدیل نہ کرے اور توحید و رسالت کا بھی انکار نہ کرے، لیکن کچھ اعمال یا اقوال ایسے اختیار کر لے جو انکارِ قرآن یا انکارِ رسالت کے مترادف ہوں مثلاً:

۱۔ اسلام کے کسی ایسے ضروری وقطعی حکم کا انکار کرے جس کا ثبوت قرآن مجید کی نص صریح سے ہو یا نبی کریم ﷺ سے بطریق تواتر ہو مثلاً نمازوں کے پانچ ہونے کا انکار کرے یا یہ اعتقاد رکھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے وحی پہنچانے میں غلطی کی یا حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی اور شخص کو کسی بھی اعتبار سے نبی ماننے یا نبوت کا دعویٰ کرنے والے کو بزرگ اور ہدایت یافتہ ماننے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی براءت یعنی پاکدامنی کا انکار کرے، حالانکہ ان کی براءت کی تصریح قرآن پاک میں ہے وغیرہ۔

۲۔ کسی بھی نبی اور کسی بھی فرشتے کی شان میں توہین کرنا۔

مسئلہ (۱): حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں گستاخی بہت بڑی گمراہی تو ہے لیکن کفر نہیں ہے، البتہ اگر کوئی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابیت کا انکار کردے تو وہ کافر ہوگا۔

ارتداد ثابت ہونے کی شرائط:

۱۔ ارتداد کا مرتکب عاقل ہو، لہٰذا سمجھدار بچے کا ارتداد تو ثابت ہوگا لیکن دیوانے اور ناسمجھ بچے کا ارتداد معتبر نہ ہوگا۔ اسی طرح جو شخص نشہ میں ایسا چور ہو کہ اس کی عقل جاتی رہی ہو اس کا ارتداد بھی معتبر نہیں۔

۲۔ ارتداد پر رضامندی ورغبت ہو۔ لہٰذا جس شخص کو ارتداد پر مجبور کیا گیا ہو اس کا ارتداد صحیح نہیں۔

مرتد کا حکم:

جب کوئی مسلمان مرد مرتد ہو جائے ...... العیاذ باللہ...... تو اس کو اسلام کی دعوت دی جائے گی اور اگر اس کو کوئی شبہ یا اشکال ہو جس کو اس نے ذکر کیا ہو تو اس کا جواب سمجھایا جائے گا، لیکن یہ مستحب ہے، واجب نہیں اور تین روز تک اس کو قید میں رکھا جائے گا۔ اگر تین دن میں توبہ کر کے اسلام قبول کر لے تو ٹھیک ہے، ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ یہ بھی اس وقت ہے جب اس نے کچھ مہلت مانگی ہو اور اگر اس نے مہلت طلب نہ کی تو اسی وقت قتل کر دیا جائے گا۔ اگر اس نے مہلت طلب نہ کی لیکن اس کے توبہ کر لینے کی امید ہو تو اس کو تین دن کی مہلت دینا مستحب ہے۔

مسئلہ (۱): اس کے دوبارہ مسلمان ہونے کی یہ صورت ہے کہ کلمہ شہادت پڑھے اور اسلام کے علاوہ باقی تمام دینوں سے بیزاری کا اعلان کرے۔ اگر صرف اسی دین سے اظہارِ بیزاری کرے جس کو اس نے ارتداد کی صورت میں اختیار

کیا تھا تو اتنا بھی کافی ہے۔

مسئلہ ۲: اگر مرتد کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیے جانے سے قبل کوئی اس کو قتل کر دے تو اگرچہ ایسا کرنا مکروہِ تنزیہی ہے اور حاکم کی اجازت کے بغیر کیا ہے تو اس کو تادیب کی جائے گی، لیکن قاتل پر کچھ تاوان واجب نہ ہوگا۔

مسئلہ ۳: اگر بچہ سمجھدار ہے اور خدانخواستہ مرتد ہو جاتا ہے تو اسے اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا مگر اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔

مسئلہ ۴: مرتد عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کو قید خانہ میں محبوس رکھا جائے گا اور ہر تین روز میں ایک بار اس کو مار پڑے گی تا کہ دوبارہ اسلام قبول کر لے۔ اگر اسے بھی کسی نے قتل کر دیا تو قاتل پر کوئی تاوان نہ ہوگا۔

مسئلہ ۵: اگر مرتد دارالحرب بھاگ جائے اور مسلمانوں کی حکومت اس کے دارالحرب منتقل ہونے کا حکم جاری کر دے یا مرتد کو موت آ جائے یا کوئی اور اس کو قتل کر دے تو اس کا وہ مال جو اس نے حالتِ اسلام میں کمایا تھا اس کے مسلمان وارثوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

اہم تنبیہ:

اگر کسی مسلمان ملک کا غیر مسلم باشندہ رسول اللہ ﷺ یا کسی بھی نبی علیہ السلام کی شانِ اقدس میں توہین یا گستاخی کرے تو اگر اس نے خفیہ طور پر کی اور اس کا علم ہو گیا اور ایسا ایک ہی مرتبہ کیا ہے تو اس کو قتل سے کم کوئی سزا دی جائے گی لیکن اگر وہ خفیہ طور پر بار بار کرے یا اعلانیہ کرے، چاہے ایک ہی مرتبہ ہو تو اس کو قتل کی سزا دی جائے گی۔

عوام کو حدود جاری کرنے کا اختیار نہیں:

حدود جاری کرنے کا اختیار صرف حاکمِ وقت یا اس کے نائب کو ہے، عام لوگوں کو اس کا اختیار نہیں۔ اگر عوام یہ کام کریں گے تو زمین پر امن کی بجائے فساد برپا ہو جائے گا اور کسی کی جان، مال اور عزت محفوظ نہیں رہے گی۔[1]

۱- أحسن الفتاوی: ۸/ ۵۵۰

تعزیر

استاذ طلبہ کو کس حد تک مار سکتا ہے؟

ضرورت کے وقت بقدرِ ضرورت طلبہ کو سزا دینا جائز ہے۔ سزا کی کوئی حد مقرر نہیں۔ مختلف افراد اور ان کی قوتِ برداشت کے اختلاف سے حکم بھی مختلف ہوگا، البتہ اصولی طور پر چند امور کی پابندی ضروری ہے:

۱۔ چہرہ پر نہ مارا جائے۔

۲۔ اتنا نہ مارا جائے کہ جسم پر نشان پڑ جائیں، زخمی ہو جائے یا ہڈی ٹوٹ جائے۔

۳۔ قوتِ برداشت سے زیادہ نہ مارا جائے۔[۱]

اگر کوئی معلم مذکورہ بالا باتوں کی رعایت نہیں رکھتا تو وہ خود سزا کا مستحق ہوگا۔[۲]

مالی تعزیر:

کسی جرم کی سزا کے طور پر مالی جرمانہ لینا قرآن وحدیث کی رُو سے جائز نہیں، بلکہ شرعی اصولوں کے خلاف ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔[۳]

۱- أحسن الفتاوی: ۸/۲۲٦

۲- إمداد الأحکام: ٤/٤۲۹

۳- أحسن الفتاوی: ۵/٥٤١، إمداد الأحکام: ٤/۱۲۸

قصاص ودِیت کے احکام

قتل کی اقسام:

قتل کی پانچ قسمیں ہیں:

۱۔قتلِ عمد:

جس میں مقتول کو قصداً وعمداً ایسے آلہ سے ضرب لگائی گئی ہو جو اعضا کو کاٹتا ہو، جیسے: ہتھیار اور کوئی دھاردار لکڑی، پتھر یا شیشہ وغیرہ۔ جسم کی نازک جگہوں پر سُوا گھونپنا، آگ سے جلانا اسی میں شامل ہے۔ ترازو کے باٹ یا کوٹنے، پیسنے کے بٹے سے مارنا جبکہ اس سے زخم بھی ہوا ہو، کھولتے ہوئی پانی میں ڈالنا اور گرم تندور وغیرہ میں پھینکنا بھی قتل عمد ہے۔ مذکورہ آلات سے ضرب لگانا یا دیگر مذکورہ طریقوں کو اختیار کرنا قاتل کے قتل کرنے کے قصد پر دلیل ہے، لہٰذا اس دلیل کے ہوتے ہوئے قاتل کی طرف سے عمد وقصد کا انکار معتبر نہیں ہوگا۔

حکم:

قاتل کو سخت گناہ ہوتا ہے اور مقتول کے وارث قاتل کو قصاص میں عدالتی فیصلہ پر قتل کراسکتے ہیں لیکن مقتول کے وارث چاہیں تو قاتل کو معاف بھی کرسکتے ہیں۔ یہ بھی جائز ہے کہ باہمی رضامندی سے دِیت مقرر کرلی جائے۔

۲۔شِبہِ عمد:

ضرب تو عمداً لگائی لیکن ایسے آلہ کے ساتھ جو اعضا کو نہیں کاٹتا جیسا کہ پتھر اور لکڑی جو دھاردار نہ ہو۔

حکم:

۱۔　قاتل کو گناہ ہوتا ہے اور کفارہ کے ساتھ ساتھ اس کے ذمہ میں دِیتِ مغلظہ بھی آتی ہے۔

۲۔　اگر قاتل کی جانب سے ایسے قتل کا اقدام بار بار پایا جائے تو اسے مصلحتاً قتل بھی کیا جاسکتا ہے۔

۳۔قتلِ خطا:

۱۔　شکاری نے شکار سمجھ کر ہتھیار استعمال کیا، لیکن دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وہ کوئی انسان تھا؛ یا نشانہ خطا ہوا کہ ایک نشانہ پر مارا لیکن وہ خطا ہوکر کسی آدمی کو لگ گیا یا نشانہ پر لگ کر پھر کسی آدمی کو لگا جس سے وہ مرگیا۔

۲- ہاتھ سے لکڑی کا تختہ یا اینٹ چھوٹ کر نیچے کھڑے شخص پر پڑی اور اس سے وہ مر گیا۔

۳- ڈرائیور کی غلطی سے ہونے والے حادثہ میں کوئی جاں بحق ہو گیا۔

قصاص واجب ہونے اور نہ ہونے کی صورتیں:

مسئلہ ۱: بچے اور پاگل پر قصاص نہیں آتا۔

مسئلہ ۲: قاتل کے خلاف قصاص میں قتل کیے جانے کا فیصلہ دے دیا گیا لیکن اس غرض سے وہ ابھی مقتول کے وارثوں کے سپرد نہیں کیا گیا تھا کہ وہ پاگل ہو گیا تو اب اس کو قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس پر دِیت آئے گی۔ اسی طرح قتل عمد کرنے والے قاتل فیصلہ سنائے جانے سے پہلے پاگل ہو گیا تو اس کو بھی قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

مسئلہ ۳: مقتول کے وارثوں کے حوالے کیے جانے کے بعد اگر قاتل پاگل ہو گیا تو اسے قصاص میں قتل کیا جا سکتا ہے۔

مسئلہ ۴: جس شخص کو جنون بھی ہوتا ہو اور افاقہ بھی ہوتا ہو تو اگر اس نے افاقہ کی حالت میں قتل کیا تو اس کو قصاص میں قتل کیا جائے گا اور اگر افاقہ کی حالت میں قتل کا ارتکاب کرنے کے بعد قصاص کا فیصلہ دیے جانے یا مقتول کے وارثوں کے سپرد کیے جانے سے پہلے مستقل جنون لاحق ہو گیا تو قصاص ساقط ہو جائے گا۔

مسئلہ ۵: کسی عاقل نے پاگل شخص کو عمداً قتل کر دیا تو قاتل کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔

اسی طرح اگر سالم اعضا والے شخص نے نابینا یا دائمی مریض یا لنگڑے لولے شخص کو قتل کیا تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا بلکہ یہاں تک کہ اگر مقتول ایسا ہو کہ اس کے دونوں ہاتھ پاؤں اور دونوں کان کٹے ہوئے ہوں اور اسی طرح اس کے آلاتِ تناسل بھی کٹے ہوئے ہوں اور وہ دونوں آنکھوں سے نابینا بھی ہو تب بھی سالم اعضاء والے قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔

مسئلہ ۶: کسی شخص کو زہر پلایا جس سے وہ مر گیا تو اگر زہر اس کو دیا تھا اور اس نے یہ جانے بغیر کہ وہ کیا چیز ہے کھا پی لیا اور مر گیا یا مجرم نے کسی شربت وغیرہ میں زہر ملا کر دیا اور اس نے وہ لے کر پی لیا جس سے وہ مر گیا تو زہر پلانے والے پر قصاص و دِیت نہیں آئے گی البتہ اس کو قید میں رکھا جائے گا اور اس کو تعزیر کے طور پر سزا دی جائے گی۔

اور اگر زہر اس کے ہونٹوں میں ٹپکایا یا اس کو زہر پینے پر مجبور کر دیا تو پلانے والے کی برادری وغیرہ پر دِیت آئے گی۔

مسئلہ ۷: ایک نے کسی کی گردن کاٹی اور گلے کا تھوڑا سا حصہ باقی رہا۔ ابھی روح باقی تھی کہ دوسرے نے اس کو قتل

کردیا تو قصاص پہلے سے لیا جائے گا، کیونکہ اس وقت وہ مردہ کے حکم میں تھا، البتہ دوسرے کو تعزیر کی جائے گی۔[1]

مسئلہ (۸): نزع کی حالت میں مبتلا شخص کو کسی نے قتل کردیا تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا، اگرچہ قاتل کو علم بھی ہو کہ مقتول زندہ بچنے والا نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مریض کبھی نزع سی ملتی جلتی حالت میں ہوجاتا ہے بلکہ کبھی ایسا بے حس و حرکت ہوجاتا ہے کہ اس کو مردہ سمجھا جانے لگتا ہے لیکن پھر طبیعت بحال ہوجاتی ہے اور ٹھیک ہوجاتا ہے۔

مسئلہ (۹): کسی نے دھاردار آلے سے ایک شخص کا پیٹ چاک کردیا اور دوسرے نے بعد میں اس کی گردن اڑادی، تو اگر پیٹ چاک کیے جانے کے بعد مقتول کے زندہ رہنے کا کچھ امکان تھا تو قصاص میں گردن اڑانے والے کو قتل کیا جائے گا اور اگر مقتول کے زندہ رہنے کا کچھ امکان نہ تھا تو پیٹ چاک کرنے والے کو قتل کیا جائے گا جبکہ گردن اڑانے والے کو تعزیر کی جائے گی۔

مسئلہ (۱۰): عمداً ایک شخص کو زخمی کیا، زخمی علاج کراتے کراتے زخم سے متاثر ہونے کی حالت میں مرگیا تو مجرم کو قصاص میں قتل کیا جائے گا، کیونکہ مقتول کی موت کا ظاہری سبب وہ زخم ہے، البتہ اگر زخم کے تسلسل میں انقطاع پایا گیا مثلاً یہ کہ زخم بھر گیا تھا یا کسی اور شخص نے اس زخمی کی گردن اڑادی تو زخم لگانے والے پر قصاص نہیں آئے گا۔

مسئلہ (۱۱): ایک شخص کو زخمی کیا اور وہ زخمی شخص مرگیا۔ مقتول کے وارثوں نے اس بات پر گواہ پیش کیے کہ وہ زخم کے سبب سے مرا ہے۔ جبکہ مجرم نے ثبوت پیش کیا کہ زخمی کے زخم بھر گئے تھے اور ایک مدت کے بعد وہ کسی اور سبب سے یا اپنی موت مرا ہے تو مقتول کے وارثوں کے گواہوں اور ثبوت کو ترجیح حاصل ہوگی۔

مسئلہ (۱۲): پاگل نے کسی شخص پر ہتھیار اٹھایا اور اس حالت میں اس شخص نے پاگل کو عمداً قتل کردیا تو قاتل پر دیت واجب ہوگی جو اس کے اپنے مال سے (نہ کہ برادری کے مال سے) ادا کی جائے گی۔

مسئلہ (۱۳): قصاص کسی ایسے ہتھیار سے لیا جائے جس میں مقتول کو کم سے کم تکلیف ہو جیسے: تلوار، خنجر وغیرہ۔ پھانسی کے ذریعہ قتل کرنے کا طریقہ غیر شرعی اور بلاضرورت اذیت کا باعث ہے۔[2]

۴- قتل قائم مقام خطا:

مثلاً سویا ہوا شخص کروٹ لیتے ہوئے کسی دوسرے پر پلٹ گیا جس سے دوسرا شخص مرگیا۔

۱- اسی طرح ایسی کوئی بھی صورت جس میں پہلا مجرم مضروب کو اس حالت میں پہنچا چکا تھا کہ وہ بچ نہ سکتا تھا کہ اتنے میں دوسرے نے آکر اس کا کام تمام کردیا، اس میں یہی حکم ہوگا۔

۲- تکملۂ فتح الملہم میں شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے گولی سے قصاص کو تلوار کی طرح قرار دیا ہے۔ (تکملہ: ۲/ ۳۴۱)

تیسری اور چوتھی قسم کا حکم:

۱- قاتل کے ذمے کفارہ ہوتا ہے اور اس پر اور اس کی برادری یا انجمن (یونین) کے ذمے دِیت آتی ہے۔

۲- بے احتیاطی کا گناہ ہوتا ہے لیکن قصد نہ ہونے کی بنا پر قتل عمد سے کم ہوتا ہے۔

۵- قتل بسبب:

کسی ایسی زمین میں جو اپنی ملکیت نہ ہو بلا اجازت کوئی کنواں یا گڑھا کھودا یا اس میں ایسی چیز رکھ دی جس کی وجہ سے کوئی شخص اس میں گر کر یا اس سے ٹکرا کر مر گیا۔

حکم:

قاتل کی برادری یا یونین پر دِیت آتی ہے اور قاتل کو قتل کا گناہ تو نہیں ہوتا، البتہ دوسرے کی ملکیت میں پتھر رکھنے یا گڑھا کھودنے اور سڑک پر چھلکے پھینکنے یا نقصان دہ چھڑکاؤ کرنے کا گناہ ہوتا ہے۔

اس پانچویں قسم کے علاوہ قتل کی باقی تمام اقسام میں قاتل اگر عاقل و بالغ ہو (اور قاتل رشتے کی بنا پر مقتول کا وارث بھی بنتا ہو) تو وہ مقتول کی میراث سے محروم ہو جاتا ہے۔

کفارۂ قتل:

قتل کا کفارہ یہ ہے کہ قاتل یا تو کسی مسلمان غلام کو آزاد کرے اور اگر اتنی حیثیت نہ ہو یا غلام نہ ملتا ہو تو دو مہینے مسلسل روزے رکھے۔

جسم کے مختلف اعضا میں قصاص

اعضا میں قصاص کا ضابطہ:

۱- اعضا میں ہتھیار اور غیر ہتھیار کے استعمال کا حکم ایک ہی ہے۔

۲- قصاص ہر اس زخم میں ہوگا جس میں مماثلت ممکن ہو اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر قصاص نہیں ہوتا بلکہ دِیت لازم ہوتی ہے۔

ہاتھ بازو اور ٹانگ:

مسئلہ ۱: اگر کاٹنے والے کا ہاتھ شل ہو لیکن کچھ نہ کچھ کام کرتا ہو یا اس کی انگلیاں کم ہوں تو مجروح کو اختیار حاصل

ہوگا کہ قصاص لے یا دِیت وصول کرے۔

مسئلہ ۲: اگر کاٹنے کے وقت کاٹنے والے کا ہاتھ صحیح تھا بعد میں شل ہوا تو مجروح کو دِیت نہ ملے گی، کیونکہ اس کا حق کاٹنے والے کے صرف ہاتھ میں ہے۔

مسئلہ ۳: ٹانگ اور بازو اگر درمیان سے کٹے ہوں تو مماثلت ممکن نہ ہونے کی بنا پر قصاص نہ ہوگا۔

مسئلہ ۴: ہاتھ، بازو، ٹانگ اور انگلیوں کو جوڑ سے کاٹنے میں قصاص ہوتا ہے۔

مسئلہ ۵: کاٹنے والے کا ہاتھ صحیح سالم تھا جبکہ مجروح کا ہاتھ شل تھا تو قصاص نہیں ہوگا۔

ناک کا نرم حصہ:

اگر مجرم کی ناک نسبتاً چھوٹی ہو یا اس کے سونگھنے کی حس ختم ہو چکی ہو یا اس کی ناک میں کچھ اور نقص ہو تو مجروح کو حق حاصل ہے کہ چاہے تو مجرم کی ناک کاٹنے کا مطالبہ کرے اور چاہے تو دِیت لے لے۔

کان:

پورے یا کچھ کان کاٹنے میں زخم کی حدود ایسی ہوں کہ مجرم میں اس کی مماثلت کی رعایت کرنا ممکن ہو تو قصاص ہوگا۔ اگر مجرم کا کان چھوٹا ہو یا پھٹا ہوا ہو یا چرا ہوا ہو یا کٹا ہوا ہو اور مجروح کا کان بڑا ہو یا سالم ہو تو مجروح کو اختیار ہوگا کہ چاہے قصاص لے اور چاہے دِیت طلب کرے اور اگر مجروح کا کان ناقص ہو تو پھر اس کو مناسب تاوان ملے گا۔

آنکھ:

مسئلہ ۱: آنکھ پر ضرب لگائی جس سے بینائی زائل ہوگئی لیکن آنکھ کا ڈھیلا اپنی جگہ باقی رہا تو دیکھیں گے:

۱۔ اگر دو ماہرین امراضِ چشم یہ فیصلہ دے دیں کہ بینائی مستقل طور پر زائل ہوگئی ہے تو قصاص لیا جائے گا۔

۲۔ اور اگر بینائی مکمل طور پر لوٹ آئی تو مجروح کو کچھ نہ ملے گا۔

۳۔ اور اگر بینائی لوٹ آئی لیکن اس میں کمی رہی پوری بحال نہیں ہوئی تو مناسب تاوان دلایا جائے گا۔

مسئلہ ۲: مجرم کی آنکھ میں سفیدی ہے جس کی بنا پر اس کی بینائی کمزور ہے تو مجروح کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو قصاص لے اور چاہے تو دِیت لے۔

مسئلہ ۳: آنکھ پر ضرب لگائی جس سے آنکھ میں سفیدی آگئی اور اس کی وجہ سے بینائی باقی نہ رہی تو قصاص نہیں آئے گا۔

مسئلہ ④: دائیں آنکھ پھوڑی جبکہ مجرم کی بائیں آنکھ بیکار تھی تو قصاص میں مجرم کی دائیں آنکھ پھوڑی جائے گی۔ اگر چہ وہ اس طرح مکمل طور پر نابینا ہو جائے گا۔

دانت:

مسئلہ ①: ضرب لگا کر کسی کا دانت اکھیڑ دیا تو اگر بلا کسی ضرر کے مجرم کا دانت اکھیڑا جا سکتا ہو تو قصاص میں اس کا دانت اکھیڑا جائے گا اور اگر مسوڑھوں یا دوسرے دانتوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو جیسا کہ اس صورت میں ہوتا ہے جب دانت آپس میں بہت ملے ہوئے ہوں اور ان کے درمیان مناسب خلا نہ ہو تو ریتی سے مسوڑھے تک اس کو گھسا جائے گا۔

مسئلہ ②: اگر مجرم کا دانت سیاہ، زرد، سبز یا سرخ ہو تو مضروب کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو قصاص لے اور چاہے تو دِیت وصول کرے اور اگر مضروب کا دانت ہی عیب دار تھا تو قصاص نہیں لے سکے گا، البتہ اس کو مناسب تاوان ملے گا۔

مسئلہ ③: قصاص لینے میں گرائے ہوئے دانت کی قسم (کہ سامنے کا ہے یا ڈاڑھ میں سے ہے وغیرہ) اور اس کے اوپر والے یا نیچے والے ہونے کا اعتبار کیا جائے گا۔

مسئلہ ④: ضرب سے دانت کا چوڑائی میں کچھ حصہ ٹوٹ گیا تو اگر باقی دانت سیاہ نہ ہوا تو قصاص آئے گا اور جتنا دانت ٹوٹا ہے اتنی مقدار میں مجرم کے دانت کو گھسا جائے گا اور اگر باقی دانت سیاہ ہو گیا تو قصاص نہیں آئے گا البتہ دِیت آئے گی۔ مضروب کو یہ حق نہیں ہوگا کہ وہ ٹوٹی ہوئی مقدار کے برابر قصاص لے۔ اور اگر دانت لمبائی میں ٹوٹا تو قصاص نہیں ہوگا بلکہ مضروب کو مناسب تاوان ملے گا۔

مسئلہ ⑤: ایک شخص کا ہاتھ منہ میں لے کر دانتوں سے کاٹا، زخمی نے زور سے اپنا ہاتھ کھینچا جس سے مجرم کا دانت اکھڑ گیا تو قصاص نہیں ہوگا۔

مسئلہ ⑥: ضرب سے دانت کا کچھ حصہ ٹوٹ گیا پھر باقی خود بخود گر گیا تو قصاص نہیں ہوگا۔

مسئلہ ⑦: اگر ضرب لگنے سے دانت ہلنے لگا تو ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔ اگر گرا نہیں تو علاج کے لیے مناسب تاوان ملے گا اور اگر گر گیا تو عمد کی صورت میں قصاص ہوگا اور خطا کی صورت میں دِیت آئے گی۔

مسئلہ ⑧: دانت ہلنے کی صورت میں مضروب سال کی مہلت کے بعد آیا اور اس کا دانت گرا ہوا تھا اور ضارب و مضروب میں اختلاف ہوا کہ دانت ضرب کی وجہ سے گرا ہے یا نہیں؟ تو اگر دانت سال کے دوران گرا ہو تو مضروب کے قول کو

ترجیح ہوگی کہ دانت ضارب کی ضرب سے گرا ہے اور اگر دانت سال کے بعد گرا ہو تو ضارب کے قول کو ترجیح ہوگی کہ دانت اس کی ضرب کی وجہ سے نہیں گرا ہے۔

مسئلہ ⑨: بچے کا دانت اکھاڑ دیا تو ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔ اگر دوسرا دانت اگ آیا تو قصاص ساقط ہو جائے گا ورنہ قصاص لیا جائے گا۔

مسئلہ ⑩: ایک شخص کی ضرب سے دانت سیاہ ہوگیا بعد میں دوسرے شخص کی ضرب کی وجہ سے وہ دانت اکھڑ گیا تو پہلے شخص کے ذمے دانت کی پوری دِیت آئے گی جبکہ دوسرے کے ذمہ مناسب تاوان آئے گا۔

مسئلہ ⑪: قصاص میں اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کہ مجرم کا دانت مضروب کے مقابلے میں بڑا ہے۔

زبان:

مسئلہ ⑫: زبان چاہے پوری کاٹی گئی ہو یا اس کا کچھ حصہ، بہر حال قصاص نہیں آتا بلکہ دِیت آتی ہے، چاہے بالغ شخص کی ہو یا بولنے والے چھوٹے بچے کی۔

مسئلہ ⑬: گونگا اور شیر خوار بچہ جس نے صرف رونے کی آواز نکالی ہو، اس کی زبان کاٹنے میں بھی قصاص نہیں ہوتا بلکہ مناسب تاوان ہوتا ہے۔

عضو تناسل:

مسئلہ ①: صرف حشفہ کاٹا ہو تو اس میں قصاص ہے۔ اس کے علاوہ عضو تناسل کو چاہے درمیان سے کاٹا ہو یا جڑ سے کاٹا ہو، قصاص نہیں ہے بلکہ دِیت ملے گی۔

مسئلہ ②: خصی یا عنین (نامرد) کے عضو تناسل کو کاٹنے کی صورت میں مناسب تاوان ملے گا۔

ہونٹ:

مسئلہ ①: پورا ہونٹ کاٹا تو قصاص ہوگا اور اگر ہونٹ کا کچھ حصہ کاٹا تو قصاص نہیں ہوگا۔

زخم کی اقسام اور احکام

سر اور چہرے کے زخم کو عربی میں "شَجَّہ" کہتے ہیں۔ جس کی جمع "شجاج" ہے۔

سر اور چہرے کے علاوہ باقی جسم پر زخم کو "جراحت" کہتے ہیں۔

سینہ اور پیٹ کے زخم "جائفہ" کہلاتے ہیں۔

جراحت کا حکم:

اس میں مناسب تاوان آتا ہے اور مناسب تاوان سے یہاں مراد زخم کے ٹھیک ہونے تک اپنا خرچہ اور علاج و معالجہ کے اخراجات ہیں۔

سر کے زخم (شجاج):

ان کی گیارہ قسمیں ہیں:

۱- حارصہ: جس میں جلد پر صرف خراش آتی ہے۔

۲- دامعہ: کھال اتنی چھل جاتی ہے کہ خون نظر آنے لگتا ہے لیکن بہتا نہیں۔

۳- دامیہ: کھال اتنی چھل جائے کہ خون نکل کر بہنے لگے۔

۴- باضعہ: کھال کٹ جائے۔

۵- متلاحمہ: زخم گوشت تک پہنچ جائے۔

۶- سِمحاق: جس میں زخم گوشت اور کھوپڑی کے درمیان باریک جھلی تک پہنچ جائے۔

۷- مُوضِحہ: جس میں کھوپڑی کی ہڈی نظر آنے لگے۔

۸- ہاشمہ: جس میں کھوپڑی کی ہڈی ٹوٹ جائے۔

۹- مُنَقِّلہ: جس میں ہڈی ٹوٹنے کے بعد اپنی جگہ سے ہل جائے۔

۱۰- آمّہ: جس میں زخم دماغ کے گرد موجود جھلی تک پہنچ جائے۔

۱۱- دامغہ: جس میں دماغ باہر نکل آئے۔

شجاج کا حکم:

مسئلہ ۱: عمداً زخم لگایا تو موضحہ اور اس سے کمتر زخموں میں قصاص آتا ہے جبکہ شجہ کی بقیہ اقسام میں قصاص نہیں آتا۔

مسئلہ ۲: خطا سے زخم لگانے کی صورت میں حارصہ سے سمحاق تک کے زخموں میں مناسب تاوان آتا ہے، جبکہ مُوضِحہ میں کل دِیت کا بیسواں حصہ، ہاشمہ میں دسواں حصہ، مُنقلہ میں ساڑھے ساتواں حصہ اور آمّہ میں تہائی حصہ ہوتا ہے۔

جائفہ:

یہ وہ زخم ہوتا ہے جو سینہ یا پیٹ کے جوف (اندرونی حصہ) تک پہنچ جائے۔

مسئلہ ۳: جائفہ میں تہائی دِیت واجب ہوتی ہے اور اگر آلہ زخم جوف میں ایک طرف سے داخل ہو کر دوسری طرف سے نکل جائے تو یہ جائفہ کے دو زخم شمار ہوں گے لہٰذا ان میں دو تہائی دِیت آئے گی۔

مسئلہ ۴: جائفہ میں بھی قصاص نہیں ہوتا۔

مسئلہ ۵: جن شجاج میں قصاص نہیں آتا ان میں عمد و خطا کا ایک ہی حکم ہے یعنی دونوں صورتوں میں دِیت آتی ہے۔

مسئلہ ۶: مختلف شجاج اور جائفہ میں دِیت اس صورت میں نہ ملے گی جب زخم مندمل ہو جائے اور اس کا کچھ اثر باقی نہ رہے، البتہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک علاج و معالجہ کے اخراجات ملزم کے ذمے واجب ہوں گے اور اگر زخم بھر جانے کے بعد کچھ اثر چاہے وہ کتنا کم ہو باقی رہا تو دِیت لازم آئے گی۔

مسئلہ ۷: سر اور چہرے کے علاوہ جسم کے دیگر حصوں پر زخموں میں جب ہڈی نظر آنے لگے یا ہڈی ٹوٹ جائے اور زخم بھر جانے کے بعد کچھ اثر باقی رہے تو مناسب تاوان ملے گا اور اگر زخم کا کچھ بھی اثر باقی نہ رہے تو مجروح کو کچھ نہ ملے گا، البتہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک علاج معالجہ کے اخراجات ملیں گے۔

مسئلہ ۸: زخم میں قصاص مجروح کے زخم کے بھر جانے کے بعد لیا جائے گا کیونکہ ایک وجہ تو یہ ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زخم میں اس وقت تک قصاص لینے سے منع فرمایا ہے جب تک زخمی کا زخم نہ بھر جائے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ زخموں میں انجام کا اعتبار کیا جاتا ہے کیونکہ ان میں احتمال ہوتا ہے کہ زخم خراب ہو کر موت کا سبب بن جائے اور موت واقع ہو جائے تو اس طرح انجام کے اعتبار سے نوعیت بدل جاتی ہے۔

مسئلہ ⑨: کوئی نوکدار چیز منہ میں چبھوئی جو دماغ تک پہنچ گئی تو مناسب تاوان ہوگا۔ آنکھ میں کوئی نوکدار چیز چبھوئی جو گدی تک چلی گئی تو ایک آنکھ میں نصف دِیت اور باقی زخم میں مناسب تاوان ہوگا اور اگر وہ چیز دماغ تک پہنچی تو آنکھ کی دِیت کے علاوہ مزید تہائی دِیت ملے گی۔

مسئلہ ⑩: کوئی باریک نوکدار سلائی ایک کان میں داخل کی اور دوسرے کان تک پہنچ گئی تو تاوان لازم ہوگا۔

مسئلہ ⑪: مُوضِحہ زخم لگایا جس سے عقل جاتی رہی یا سر کے تمام بال گر گئے اور پھر دوبارہ نہیں اُگے تو موضحہ کا اَرش (تاوان) دِیت میں داخل شمار ہوگا۔ (یعنی دِیت سے علیحدہ مُوضِحہ کا تاوان نہیں ملے گا)

تنبیہ: مُوضِحہ کا اَرش دِیت میں داخل شمار ہو، ایسا صرف ان مذکورہ دو صورتوں میں ہوتا ہے۔

مسئلہ ⑫: اور اگر بال گر گئے تو موضحہ کا اَرش واجب ہوگا جس میں بالوں کا اَرش بھی داخل شمار ہوگا۔

مذکورہ بالا حکم اس وقت ہے جب بال دوبارہ نہ اُگے ہوں اور اگر بال دوبارہ اُگ آئے اور جیسے پہلے تھے ویسے ہی ہو گئے تو کچھ نہ ملے گا۔

مسئلہ ⑬: ابرو پر موضحہ زخم لگایا جس سے ابرو کے بال گر گئے اور دوبارہ نہیں اُگے تو نصف دِیت آئے گی جس میں موضحہ کا اَرش بھی شمار ہوگا۔

مسئلہ ⑭: عمداً مُوضِحہ زخم لگایا جس سے دونوں آنکھیں ضائع ہوگئیں تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قصاص نہیں ہوگا بلکہ آنکھوں اور موضحہ میں دِیت ہوگی جبکہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک موضحہ میں قصاص اور آنکھ میں دِیت ہوگی۔

دِیت کا بیان

''دِیت'' (خون بہا) وہ مال ہوتا ہے جو جان کے بدلے میں واجب الاداہو اور اَرش وہ مال ہوتا ہے جو اعضاو جوارح پر جنایت کے بدلے میں واجب الاداہو۔ اَرش کو کبھی دِیت بھی کہہ دیتے ہیں۔

مسئلہ(۱): قتل خطا، قتل جاری مجری خطا، قتل شبہ عمد اور قتل بسبب میں اور اسی طرح بچے اور مجنوں کے قتل کرنے کی صورت میں دِیت آتی ہے جو عاقلہ کے ذمے ہوتی ہے اور تین سالانہ قسطوں میں واجب الاداہوتی ہے البتہ اگر باپ اپنے بیٹے کو عمداً قتل کردے تو خود اس کے اپنے مال میں دِیت واجب ہوگی جو تین سال میں واجب الاداہوگی۔

مسئلہ(۲): ہر وہ قتل عمد میں جس میں کسی شبہ کی بنا پر قصاص ساقط ہو جائے اس میں قاتل کے اپنے مال میں سے دِیت تین سال میں واجب الاداہوتی ہے۔

مسئلہ(۳): ہر وہ اَرش اور دِیت جو باہمی صلح کی بنا پر واجب ہو وہ فوری طور پر واجب الاداہوتی ہے۔

مسئلہ(۴): مسلمان، ذمی (مسلم ملک کا غیر مسلم قانونی شہری) اور مستامن (قانونی طور پر مسلمان ملک میں آنے والا غیر ملکی کافر) کی دِیت برابر ہے۔

مسئلہ(۵): عورت کی دِیت اور اَرش مرد کی دِیت اور اَرش کا نصف ہوتی ہے۔

مسئلہ(۶): وہ جنایت جس میں کوئی متعین اَرش نہیں ہے بلکہ مناسب تاوان ملتا ہے، اگر عورت پر ہو تو اس بارے میں فقہا کی دو رائیں ہیں: ایک یہ کہ مرد کو ملنے والے تاوان کے مساوی ملے گا اور دوسری یہ کہ اس کا نصف ملے گا۔

دِیت کی تفصیل:

قتل خطا کی صورت میں قاتل کے عاقلہ پر دِیت لازم ہوتی ہے جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

دِیت کی تین صورتیں ہیں:

۱۔ دس ہزار درہم چاندی یا اس کی قیمت (ایک درہم ۳،۰۲ ۳ گرام اور دس ہزار درہم ۳۴،۰۲ کلوگرام)

۲۔ ایک ہزار دینار سونا یا اس کی قیمت (ایک دینار ۴،۸۶ ۴ گرام۔ ایک ہزار دینار ۴،۸۶ کلوگرام)

۳۔ سو اونٹ یا ان کی قیمت، یہ اونٹ پانچ قسم کے ہوں گے:

(۱) بیس اونٹنیاں ایک سالہ۔

(۲) بیس اونٹ ایک سالہ۔

(۳) بیس اونٹنیاں دو سالہ۔

(۴) بیس اونٹنیاں تین سالہ۔

(۵) بیس اونٹنیاں چار سالہ۔

مذکورہ تعداد مرد کی دِیت کی ہے، عورت کی دِیت اس سے آدھی ہے۔

راجح قول کے مطابق قاتل کو اختیار ہے کہ مذکورہ اقسام میں سے کوئی بھی متعین کر لے، البتہ اگر قاضی نے کوئی قسم متعین کر دی تو بھی جائز اور نافذ ہے۔

عاقلہ کی تفصیل:

اگر قاتل ''اہل دیوان'' سے ہو (یعنی کسی سرکاری محکمے سے تعلق رکھتا ہو) تو اس کے عاقلہ اہل دیوان (یعنی اس شعبے سے تعلق رکھنے والے بقیہ لوگ) ہیں، یعنی وہ عاقل، بالغ مرد جن کے نام سرکاری طور پر اس لیے درج ہوں کہ وہ کسی خدمت کے عوض یا ضرورت کی بنا پر سرکاری خزانہ سے وظیفہ لے رہے ہوں۔

سب سے پہلے اہل دیوان کی وہ جماعت جس سے قاتل کا تعلق ہے اس سے دِیت لی جائے گی۔ اگر یہ جماعت کافی نہ ہو تو دِیت وصول کرنے کی آیندہ تفصیل کے مطابق اس سے اوپر کی جماعت کو شامل کیا جائے گا، پھر بھی دِیت پوری نہ ہو تو اس سے اوپر کی جماعت کو شامل کیا جائے گا۔

عاقلہ کا مدار ایک دوسرے کی مدد کرنے پر ہے، اس زمانہ میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کی کئی صورتیں ہیں، مثلاً: سیاسی جماعتیں، صنعت کاروں، تاجروں اور مزدوروں وغیرہ کی تنظیمیں، لہٰذا اگر قاتل کسی سیاسی جماعت یا کسی تنظیم کا رکن ہوگا تو اس کی عاقلہ یہ جماعت یا تنظیم ہوگی۔

مسئلہ ۱: اگر قاتل اہل دیوان سے نہ ہو اور کسی تنظیم یا سیاسی جماعت کا رکن بھی نہ ہو تو اس کے عاقلہ اس کے عصبات[1] ہوں گے اور ان پر دِیت وارث بننے کی ترتیب کے مطابق واجب ہوگی، یعنی پہلے بیٹوں پر؛ پھر باپ دادا پر؛ پھر بھائی پر پھر بھتیجے پر؛ پھر چچاؤں پر پھر چچازاد بھائیوں پر۔

۱- عصبہ اس قریبی رشتہ دار کو کہتے ہیں جو خود بھی مرد ہو اور اس کے ساتھ رشتے کی نسبت میں سب مرد ہوں۔ کسی عورت کا واسطہ بیچ میں نہ آئے۔ جیسے بیٹا، باپ، بھائی، چچا وغیرہ۔

مسئلہ ۲: قاتل سے بھی دِیت کا حصہ وصول کیا جائے گا، چاہے وہ اہل دیوان سے ہو یا نہ ہو۔ عورتوں، بچوں اور پاگلوں پر دِیت نہیں، اگر چہ وہ قاتل ہوں۔

مسئلہ ۳: اگر قاتل کے عاقلہ نہ ہوں تو بیت المال یعنی سرکاری خزانہ سے تین سالوں میں دِیت ادا کی جائے گی، بشرطیکہ قاتل مسلمان ہو اور اسکا کوئی وارث معلوم نہ ہو، مثلاً: لقیط (کہیں پڑا ہوا ملا ہو) ہو یا دارالحرب سے تعلق رکھنے والا کوئی کافر اسلام لے آیا ہو۔ اگر قاتل ذمی ہو یا اس کا کوئی وارث معلوم ہو، چاہے کتنا ہی دور کا ہو یا غلام ہونے کی وجہ سے یا کفر کی وجہ سے محروم ہی ہو تو دِیت بیت المال سے نہیں بلکہ قاتل کے اپنے مال میں ہے۔ اسی طرح بیت المال میں دِیت ہونے کی صورت میں اگر بیت المال موجود نہ ہو یا اس میں گنجائش نہ ہو تو دِیت قاتل کے مال میں ہوگی جو تین سالوں میں وصول کی جائے گی۔

دِیت وصول کرنے کا طریقہ:

دِیت تین سالوں میں وصول کی جائے گی۔ ایک شخص سے ایک سال میں ۵۳۶،۴ گرام چاندی یا اس کی قیمت سے زیادہ نہیں لیا جائے گا۔(۱)

معافی کے بعد قصاص کا مطالبہ کرنا:

قاتل کو ایک مرتبہ معاف کرنے سے قصاص کا حق ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتا ہے، لہٰذا اس کے بعد دوبارہ قصاص کا مطالبہ کرنا جائز نہیں۔(۲)

بچہ ماں کے نیچے دب کر مر گیا:

سوتے میں بچہ ماں کے نیچے دب کر مر گیا تو اس کے مندرجہ ذیل احکام ہیں:

(۱) ماں بے احتیاطی کی وجہ سے بہت سخت گناہگار ہوئی، اس لیے اس پر توبہ واستغفار واجب ہے۔

(۲) کفارہ: ایک مؤمن غلام یا باندی آزاد کرنا، اس پر قدرت نہ ہو تو دو ماہ مسلسل روزے رکھے، قمری ماہ کی پہلی تاریخ کو شروع کرے تو چاند کے حساب سے دو ماہ شمار ہوں گے اور اگر پہلی تاریخ کو شروع نہ کرے تو پھر ساٹھ روزے پورے کرے۔

(۳) ماں بچے کی میراث سے محروم ہوگی۔

۱- أحسن الفتاوی: ۸/ ۵٤٠

۲- أحسن الفتاوی: ۸/ ۵۳۰

(۴) عورت کے عاقلہ پر دیت واجب ہے۔[1]

کسی کے ہاتھ سے بچہ گر کر مرگیا:

غفلت کی وجہ سے اگر کسی کے ہاتھ سے بچہ گر کر مرگیا تو یہ قتل جاری مجرائے خطا ہے (یعنی قائم مقام خطا)، اس کے مندرجہ ذیل احکام ہیں:

(۱) اس شخص پر توبہ اور کفارہ واجب ہے۔

(۲) اس کے عاقلہ پر دیت واجب ہے۔

(۳) یہ شخص اگر بچے کا باپ ہے تو اس کی میراث سے محروم ہوگا۔[2]

ٹریفک حادثہ میں مرنے والے کا حکم:

گاڑی کی ٹکر سے یا نیچے آکر کوئی شخص مرگیا تو یہ قتل خطا ہے، اس لیے ڈرائیور پر کفارہ اور عاقلہ پر دیت واجب ہوگی۔[3]

۱- أحسن الفتاوی: ۸/۵٤٤

۲- أحسن الفتاوی: ۸/۵٤۸

۳- أحسن الفتاوی: ۸/۵٤۷

دِیت یا تاوان کی صورتیں

بالوں میں:

مسئلہ (۱): کسی کا سر ایسا کچھ ملا کر مونڈھ دیا کہ دوبارہ بال نہیں اُگے تو پوری دِیت واجب ہوگی۔ اس میں مرد، عورت، بچے، بڑے سب کا حکم یکساں ہے۔ البتہ پہلے ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔ اگر اس دوران بال نہ اُگے تب دِیت واجب الادا ہوگی۔

مسئلہ (۲): ابرو کے بال اس طرح مونڈھے یا اکھیڑے، جس سے بال دوبارہ نہ اُگے تو ایک طرف کے ابرو میں نصف دِیت اور دونوں طرف میں پوری دِیت واجب ہوگی۔

مسئلہ (۳): اسی طرح ایک پلک کے بال کاٹے یا اکھیڑے اور ان کی جڑیں برباد کردیں تو چوتھائی دِیت ہوگی۔ دو پلکوں میں نصف دِیت اور چاروں پلکوں میں پوری دِیت ہوگی۔

مسئلہ (۴): کسی کی داڑھی اس طرح مونڈھ دی کہ پھر سال بھر تک دوبارہ بال نہ اُگی تو پوری دِیت آئے گی اور اگر آدھی مونڈھی تب بھی پوری دِیت آئے گی۔

مسئلہ (۵): سر اور داڑھی کے بال مونڈھنے میں عمد اور خطا دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

مسئلہ (۶): اگر ٹھوڑی پر داڑھی کے صرف گنتی کے چند بال تھے تو ان کو مونڈھنے کی صورت میں کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر ٹھوڑی اور رخساروں پر بال تھے تو مناسب تاوان واجب ہوگا جبکہ متصل ہونے کی صورت میں پوری دِیت واجب ہوگی اور اگر داڑھی کے بال دوبارہ اتنے ہی اُگ آئے جتنے پہلے تھے تو کچھ نہ ملے گا، البتہ مجرم کو کچھ تعزیر کی جائے گی۔

مسئلہ (۷): اگر داڑھی پہلے سیاہ تھی، اب دوبارہ جو نکلی تو سفید نکلی تو اس پر مناسب تاوان آئے گا۔

مسئلہ (۸): مونچھیں مونڈھ دیں اور وہ دوبارہ نہ اُگیں تو مناسب تاوان ہوگا۔

مسئلہ (۹): خطا سے دونوں کان کاٹنے میں پوری دِیت ہوگی جبکہ ایک کان میں نصف دِیت ہوگی۔

مسئلہ (۱۰): اگر کان سوکھے ہوئے یا پست تھے تو مناسب تاوان ملے گا۔

مسئلہ (۱۱): اگر کانوں پر ضرب لگائی جس سے قوتِ سماعت ضائع ہوگئی تو پوری دِیت ہوگی۔

آنکھوں میں:

مسئلہ (۱۲): خطا سے دونوں آنکھیں پھوڑی گئیں تو کامل دِیت ہوگی جبکہ ایک آنکھ میں نصف دِیت ہوگی۔

مسئلہ (۱۳): اگر آنکھ تو نہ پھوٹی اور ڈھیلے بحال رہے، لیکن ضرب سے بصارت زائل ہوگئی تو دنوں آنکھوں میں کامل دِیت ہوگی جبکہ ایک آنکھ میں نصف دِیت ہوگی۔

مسئلہ (۱۴): کانے کی ایک آنکھ میں نصف دِیت ہوگی۔

مسئلہ (۱۵): پپوٹے، پلکوں سمیت کاٹ دے تو پوری دِیت ہوگی۔

مسئلہ (۱۶): ایک شخص نے پلکیں کاٹیں اور دوسرے نے پپوٹے کاٹے تو پلکیں کاٹنے والے پر پوری دِیت آئے گی اور پپوٹے کاٹنے والے پر مناسب تاوان ہوگا۔

ناک میں:

مسئلہ (۱۷): خطا سے ناک کاٹنے میں کامل دِیت ہوگی۔

مسئلہ (۱۸): ناک کا نرم حصہ کاٹنے میں بھی کامل دِیت ہے۔

مسئلہ (۱۹): اگر ناک کا نصف بانسہ کاٹا تو اس میں کامل دِیت ہوگی اور عمد کی صورت میں بھی قصاص نہیں ہوگا۔

مسئلہ (۲۰): ناک پر ضرب لگائی جس سے سونگھنے کی قوت ضائع ہوگئی تو کامل دِیت ہوگی۔

مسئلہ (۲۱): بچے کی ناک، کان میں بھی پوری دِیت ہوگی۔

دانتوں میں:

مسئلہ (۲۲): ایک دانت میں چاہے وہ کسی قسم کا بھی ہو کل دِیت کا بیسواں حصہ آتا ہے۔

مسئلہ (۲۳): ایسا صرف دانتوں ہی میں ہوتا ہے کہ ان کا اَرش جان کی دِیت سے بڑھ جائے۔ لہٰذا اگر اٹھائیس دانت گرائے تو چودہ ہزار درہم اَرش ہوگا یعنی چار ہزار زائد اور اگر تیس دانت گرائے تو پندرہ ہزار درہم اور بتیس دانت گرائے تو سولہ ہزار درہم اَرش ہوگا۔ یہ رقم تین سالوں میں واجب الادا ہوگی۔

مسئلہ (۲۴): ضرب لگا کے ایک شخص کا دانت نکال دیا۔ اگر اس کی جگہ دوسرا دانت اُگ آیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اَرش ساقط ہوجائے گا، جبکہ امام ابویوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک پورا اَرش ملے گا۔

مسئلہ ۲۵: اگر نکالے ہوئے دانت کی جگہ سیاہ دانت نکلا تو کامل اَرش ہوگا۔

مسئلہ ۲۶: دانت اکھیڑا، مجروح نے دانت کی جگہ سیاہ دانت کو واپس اس کی جگہ پر واپس رکھ دیا اور اس پر (مسوڑھوں کا) گوشت چڑھ آیا تب بھی اَرش میں کچھ کمی نہ آئے گی۔

مسئلہ ۲۷: دانت پر ضرب لگائی جس سے وہ ہلنے لگا تو سال کی مہلت دی جائے گی، اگر ہلنا تو بند ہو گیا لیکن دانت سبز یا سرخ ہو گیا تو دانت کا اَرش ملے گا (یعنی پانچ سو درہم) اور اگر دانت پیلا یعنی زرد ہو گیا تو کچھ نہ ملے گا اور اگر دانت سیاہ ہو گیا تو:

(الف) اس سے اگر چبا نہیں سکتا تو دانت کا اَرش ملے گا۔

(ب) اگر چبا تو سکتا ہے لیکن وہ دانت سامنے کا ہے اور بدصورت نظر آتا ہے تو خوبصورتی ختم ہونے کی بنا پر بھی کامل اَرش آئے گا۔

(ج) اگر چبا سکتا ہے اور دانت سامنے نہ ہونے کی بنا پر بدصورتی دکھائی نہیں دیتی تو مجروح کو کچھ نہ ملے گا۔

زبان کی دیت:

مسئلہ ۲۸: پوری زبان کاٹنے میں کامل دِیت ہے۔

مسئلہ ۲۹: اگر زبان کا کچھ حصہ کاٹا تو:

۱- اگر اس کے بعد بات کرنے پر سرے سے قادر نہ ہو یا اکثر حروف ادا نہ کرسکتا ہو تو مجرم کے ذمے کامل دِیت ہو گی۔

۲- اور اگر صرف چند حروف کی ادائیگی پر قادر نہ رہا تو مناسب تاوان ملے گا۔

مسئلہ ۳۰: گونگے کی زبان میں مناسب تاوان ہوگا، جبکہ صرف اتنی کٹی ہو کہ ذائقہ محسوس کرسکتا ہو۔

مسئلہ ۳۱: بچے کی زبان کاٹی تو اگر وہ باتیں کرتا تھا تو کامل دِیت ہوگی اور اگر اتنا چھوٹا تھا کہ صرف رونے کی آواز نکلتی تھی تو مناسب تاوان آئے گا بشرطیکہ وہ صرف اتنی کٹی ہو کہ ذائقہ محسوس کرسکتا ہو۔

جبڑوں کی دیت:

مسئلہ ۳۲: دو جبڑوں میں کامل دِیت ہوتی ہے جبکہ ایک جبڑے میں نصف دِیت ہوتی ہے۔

قاعدہ:

ہاتھ، پیر وغیرہ میں قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی منفعت (ہر عضو جو کام کرتا ہے اس کو اس عضو کی منفعت کہتے ہیں) یا کوئی خوبصورتی جو مقصود ہو، مکمل طور پر ختم ہو جائے تو کامل دِیت واجب ہوتی ہے۔

ہاتھ، پیر کی دِیت:

مسئلہ (۳۳): دونوں ہاتھ جب غلطی سے کاٹے جائیں تو مکمل دِیت آتی ہے، جبکہ ایک ہاتھ میں نصف دِیت آتی ہے۔ دائیں بائیں کا کوئی فرق نہیں ہے۔

مسئلہ (۳۴): خنثیٰ (تیسری جنس) کے ہاتھ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اتنی دِیت ہوتی ہے جتنی عورت کے ہاتھ میں ہوتی ہے جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس میں مرد کے ہاتھ کی نصف دِیت اور عورت کے ہاتھ کی نصف دِیت کے مجموعہ کے برابر واجب ہوتی ہے۔(۱)

مسئلہ (۳۵): ہاتھ پاؤں کی ہر انگلی میں چاہے وہ کوئی بھی ہو دِیت کا دسواں حصہ آتا ہے۔ وہ انگلی جس میں تین جوڑ ہوتے ہیں ان میں ہر جوڑ میں دِیت کا تیسواں حصہ (۳،۳۳۳ فیصد) آتا ہے اور جس انگلی میں دو جوڑ ہوتے ہیں ان میں ہر جوڑ میں دِیت کا بیسواں حصہ (۵ فیصد) ہوتا ہے۔

مسئلہ (۳۶): زائد انگلی میں مناسب تاوان آتا ہے۔

مسئلہ (۳۷): شل ہاتھ میں مناسب تاوان آتا ہے۔

مسئلہ (۳۸): انگلیوں سمیت ہتھیلی کاٹی تو اس میں مندرجہ ذیل تفصیل ہے:

۱ - پانچوں انگلیوں سمیت، ہتھیلی کاٹی تو ہتھیلی کو انگلیوں کے تابع سمجھا جائے گا اور صرف انگلیوں کا اَرش لازم ہوگا۔

۲ - اگر کٹی ہوئی ہتھیلی میں تین انگلیاں تھیں تب بھی صرف تین انگلیوں کا اَرش یعنی تین ہزار درہم واجب ہوگا۔ ہتھیلی میں کچھ نہ ملے گا۔

مسئلہ (۳۹): کسی کے ہاتھ پر ضرب لگائی جس سے وہ شل ہوگیا تو مکمل دِیت آئے گی۔

---

۱ - یعنی مرد کی دیت کا 37،5 فیصد۔ مرد کے ہاتھ کی دیت 50 فیصد، اس کا نصف 25 فیصد۔ عورت کے ہاتھ کی دیت 25 فیصد، اس کا نصف 12،5 فیصد، دونوں نصفوں کا مجموعہ 37،5 فیصد۔

مسئلہ (۴۰): اگر انگلی کا اوپر کا جوڑ کاٹ دیا اور باقی انگلی شل اور بیکار ہوگئی تو قصاص تو نہیں ہوگا، البتہ پوری انگلی میں اَرش ہوگا اور اگر باقی انگلی شل ہوئی لیکن بالکل بیکار نہ ہوئی تو کٹے ہوئے جوڑ میں اَرش اور باقی میں مناسب تاوان ہوگا۔

مسئلہ (۴۱): بازو توڑنے کی صورت میں مناسب تاوان آتا ہے۔

مسئلہ (۴۲): بازو کو درمیان سے کاٹا تو ہاتھ کی دیت اور بازو سے ہتھیلی کے درمیان تک کے حصے میں مناسب تاوان ہوگا۔

مسئلہ (۴۳): بچہ جب تک بیٹھا اور چلا نہ ہو اور نہ ہی اس نے اپنے ہاتھ پیر کو حرکت دی ہو تو ان میں مناسب تاوان ہوتا ہے اور جب وہ ہاتھ پیروں کو ہلانے لگا ہو تو کامل دِیت آتی ہے۔

مسئلہ (۴۴): لنگڑی ٹانگ کاٹنے میں مناسب تاوان آتا ہے۔

مسئلہ (۴۵): آدھی پنڈلی سے ٹانگ خطا سے کاٹی تو پاؤں کی وجہ سے دِیت اور بقیہ حصے کی وجہ سے مناسب تاوان آئے گا۔

مسئلہ (۴۶): بازو یا ٹانگ یا اور کسی جگہ کی ہڈی توڑ دی اور وہ جڑ گئی اور جیسے پہلے تھی ویسی ہی ہوگئی تو دِیت یا تاوان کچھ نہیں نہ ہوگا اور اگر اس میں کچھ کمی رہ گئی تو اسی حساب سے دِیت آئے گی۔

مسئلہ (۴۷): انگلی کے پوروں میں مناسب تاوان آتا ہے۔

ناخن اگر دوبارہ پہلے کی طرح اُگ آیا تو کوئی تاوان نہ ہوگا اور اگر نہ اُگا تو مناسب تاوان ہوگا اور اگر عیب دار اُگا تو اس سے کمتر تاوان ہوگا۔

پستان کی دیت:

مسئلہ (۴۸): مرد کے دونوں پستانوں میں مناسب تاوان ہوتا ہے جبکہ اس کے سرِ پستانوں میں، اس سے کم تاوان ہوتا ہے۔

مسئلہ (۵۰): عورت کے دونوں پستانوں میں کامل دِیت ہوگی، ایسے ہی دونوں سرِ پستانوں میں پوری دِیت اور ایک پستان میں نصف دِیت ہوگی۔

آلاتِ تناسل کی دِیت:

مسئلہ (۴۹): اگر کسی مرد کی پشت پر ضرب لگائی جس سے وہ جماع کرنے کے قابل نہ رہا یا وہ کبڑا ہوگیا تو پوری دِیت

آئے گی اور اگر نہ تو قوتِ جماع ختم ہوئی اور نہ ہی کبڑا پن پیدا ہوا البتہ زخم کا اثر باقی رہا تو مناسب تاوان آئے گا اور اگر ضرب کا کوئی اثر بھی باقی نہ رہا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کچھ نہ ملے گا جبکہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک زخمی ہونے والے کو علاج معالجہ کا خرچہ ملے گا۔

مسئلہ (۵۱): مرد کے آلۂ تناسل میں پوری دیت ہوگی۔ خصی کے آلۂ تناسل میں مناسب تاوان ملے گا، چاہے اس میں حرکت ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو اور چاہے وہ خصی جماع پر قادر ہو یا نہ ہو۔ یہی حکم عنین (نامرد) کے آلۂ تناسل کا ہے کہ اس میں مناسب تاوان ہوتا ہے۔ بوڑھا اگر جماع پر قادر نہ ہو، اس کے آلۂ تناسل میں بھی مناسب تاوان ہوگا۔

مسئلہ (۵۲): حشفہ (آلۂ تناسل کا سرا) کاٹنے میں بھی پوری دِیت آتی ہے۔

مسئلہ (۵۳): دونوں خصیتین میں پوری دِیت ہوتی ہے۔

مسئلہ (۵۴): صحیح سالم شخص کے آلۂ تناسل اور خصیتین کو غلطی سے کاٹ دیا تو اگر پہلے آلۂ تناسل کاٹا تو مجرم پر دو دیتیں ہوں گی اور اگر پہلے خصیتین کاٹے تو خصیتین میں پوری دِیت ہوگی اور آلۂ تناسل میں مناسب تاوان ہوگا۔

پیٹ کی دیت:

مسئلہ (۵۵): پیٹ پر ایسا زخم لگایا جس کی وجہ سے کھانا پیٹ میں نہ ٹھہرتا ہو تو پوری دِیت ہوگی۔

مسئلہ (۵۶): اگر ضرب لگانے کی وجہ سے پیشاب نہ رکتا ہو اور مسلسل پیشاب کا مرض لاحق ہو گیا ہو تو پوری دِیت ہوگی۔

مسئلہ (۵۷): عورت کی شرمگاہ کو اس طرح کاٹ دیا کہ وہ پیشاب نہ روک سکتی ہو تو پوری دِیت ملے گی۔

کِتَابُ الجِہَاد

جہاد کے احکام

جہاد کی تعریف:

جہاد نام ہے اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑائی میں اپنی پوری قوت خرچ کرنے کا، چاہے براہِ راست لڑائی میں شریک ہو کر یا مال و دولت اور رائے کے ذریعہ مجاہدین کی تعداد بڑھانے کے ساتھ یا اس کے علاوہ کسی اور کام مثلاً: زخمیوں کے علاج و معالجہ یا مجاہدین کے کھانے پینے کے لیے انتظام کے ساتھ ہو۔

رباط یعنی سرحدوں کی حفاظت کرنا بھی جہاد میں شامل ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ اسلامی سرحد کی حفاظت کرنے والے کو نماز میں پانچ سو گنا اور خرچہ میں سات سو گنا ثواب ملتا ہے اور اگر اسی دوران مر جائے تو قیامت تک اس کا عمل اور اس کا رزق جاری کر دیا جاتا ہے۔ قبر کے سوال و جواب سے محفوظ رہے گا، قیامت کے دن شہید اٹھایا جائے گا اور بڑی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا۔

مسئلہ ۱: ابتداءً جہاد کرنا (یعنی اگر چہ کافروں نے حملہ کرنے میں پہل نہ کی ہو) فرضِ کفایہ ہے، البتہ اگر اس علاقے میں مسلمان اتنے تھوڑے ہوں کہ سب کے نکلے بغیر جہاد نہ ہو سکتا ہو تو سب پر فرضِ عین ہو جاتا ہے۔

لیکن جہاد کی فرضیت کا ہر علاقے میں علیحدہ اعتبار ہوگا۔ یورپ میں جہاد سے پاکستان میں جہاد کا حکم ختم نہیں ہوگا۔ غرض حکم یہ ہے کہ جہاد ہر وقت جاری رہے، چاہے کفار پہل کریں یا نہ کریں۔

مسئلہ ۲: حاکم کے لیے جائز نہیں کہ وہ سرحدوں کو بقدرِ ضرورت فوج سے خالی رکھے۔ اگر سرحدی فوج مغلوب ہو جائے تو ان کے پیچھے والوں پر فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اسلحہ اور مال ہر طرح سے ان کی امداد کریں۔

مسئلہ ۳: اگر کسی جگہ دشمن کے حملہ کا خوف ہو تو حاکم پر یا اس علاقے والوں پر اس جگہ کی حفاظت کرنا فرض ہوتا ہے۔ اگر ان میں اس کی قدرت نہ ہو تو ان کے قریب والوں پر یہاں تک کہ مشرق و مغرب میں تمام مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے۔

مسئلہ ۴: مسلمان قیدی کو چھڑانا سب مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے یعنی جن کو بھی علم ہو جائے کہ کافر مسلمان کو پکڑ

کر لے گئے ہیں۔

مسئلہ ⑤: کافر اگر مسلمان عورتوں اور بچوں کو پکڑ کر لے جائیں تو ان کا پیچھا کیا جائے، جب تک کہ ان کو آزاد نہ کرایا جائے کوشش جاری رکھی جائے۔

مسئلہ ⑥: کسی جگہ جہاد فرضِ کفایہ ہو اور ایک شخص کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک موجود ہو اور اس کے جہاد پر جانے سے ان کو سخت مشقت پہنچتی ہو کہ وہ تنگ دست ہوں اور اس کی خدمت کے محتاج ہوں تو اس شخص کا جہاد میں نکلنا جائز نہیں، کیونکہ اس صورت میں والدین کی خدمت فرضِ عین ہے اور فرضِ کفایہ کی خاطر فرضِ عین کو چھوڑنا جائز نہیں ہے۔

اسی طرح اگر کسی کے بیوی بچوں کی ایسی حالت ہو کہ کوئی اور ان کی دیکھ بھال کرنے اور خرچہ اُٹھانے پر تیار نہ ہو اور اس کے جہاد میں جانے سے ان کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کے لیے بھی جانا جائز نہیں۔

مسئلہ ⑦: ایک شخص کا جہاد کا عزم ہے، لیکن لوگوں کے آمادہ نہ ہونے کی وجہ سے یا ان کی سستی کی وجہ سے یا حاکم کے منع کرنے کی وجہ سے نہیں نکل سکتا تو وہ گناہگار نہیں ہے۔

مسئلہ ⑧: جس کو اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد پر قدرت ہو، اس پر جہاد لازم ہے (بشرطیکہ کوئی شرعی عذر اور روکاٹ موجود نہ ہو)

اگر کوئی جہاد پر جانے سے عاجز ہو لیکن اس کے پاس مال ہو تو وہ اپنے مال سے کسی دوسرے کو بھیج دے۔

اگر حکومت کی جانب سے بقدرِ ضرورت وظیفہ مل جائے تو جہاد کے لیے جانے پر کسی دوسرے سے وظیفہ وغیرہ نہیں لے سکتا۔

مسئلہ ⑨: جب مسلمان کفار کا محاصرہ کر لیں تو اگر ان کو اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو تو ان کو پہلے اسلام کی دعوت دینا واجب ہے اور اگر پہنچ چکی ہو تو مستحب ہے۔ اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو بہت اچھا، ورنہ ان کو جزیہ کی ادائیگی کر کے مسلمانوں کی ماتحتی قبول کرنے کی دعوت دیں۔ اگر وہ اس کو قبول کر لیں تو ان کو مسلمانوں کے مساوی حقوق حاصل ہوں گے۔ اگر کافر اس کو بھی قبول نہ کریں تو پھر مسلمان ان سے جنگ کریں۔

قیدیوں کا معاملہ:

مسئلہ ⑩: امام المسلمین کو قیدیوں میں تین طرح کا اختیار ہوتا ہے:

۱۔ اگر وہ قیدی مسلمان نہ ہوئے ہوں تو ان میں سے جو لڑائی کے قابل ہوں ان کو قتل کر دے۔

۲- سب کو غلام بنالے۔

۳- ان کو ''ذِمی'' بنا کر رکھے اور ان سے جزیہ لے۔

مسئلہ (۱۱): امام المسلمین کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ ان کو ایسے ہی مفت چھوڑ دے اور وہ اپنے ملک میں واپس چلے جائیں۔ضرورت ہو تو زرِ فدیہ لے کر ان کو چھوڑ سکتا ہے لیکن ضرورت نہ ہو تو یہ بھی جائز نہیں۔

مسئلہ (۱۲): مسلمان قیدیوں کے بدلے میں کافر قیدیوں کو چھوڑ سکتا ہے۔

مسئلہ (۱۳): جو عورتیں اور بچے قیدی ہوں، ان کا زرِ فدیہ لے کر ان کو چھوڑنا جائز نہیں، البتہ مسلمان قیدیوں کے تبادلے میں چھوڑ سکتے ہیں۔

مسئلہ (۱۴): جو کافر قیدی مسلمان ہو گیا ہو اس کا کسی مسلمان قیدی سے تبادلہ جائز نہیں، البتہ اگر مسلمان ہونے والا خود اس پر راضی ہو اور اس کے اسلام پر امن واطمینان ہو کہ دارالحرب میں دوبارہ جا کر کافر نہیں ہو جائے گا تو کوئی حرج نہیں۔

غلام و باندی بنانے کی ضرورت:

اس کو سمجھنے کے لیے دو باتیں پیش نظر رکھیں تو بات جلدی واضح ہو جائے گی۔پہلی یہ کہ موجودہ ترقی یافتہ مشینی دور سے پہلے بڑی بڑی فوجیں ایک جگہ پر مقابلہ اور لڑائی کرتی تھیں اور ایک کی شکست کی صورت میں ہزاروں کی تعداد میں فوجی گرفتار ہوتے تھے۔دوسری یہ کہ مثلاً: مسلمانوں کی ترقی کے دور میں علاقوں کے علاقے فتح ہو رہے تھے۔شکست کھانے والا ملک یا تو مکمل طور پر فتح ہو جاتا تھا یا اس کے اصحابِ اقتدار پسپا ہوتے اور پیچھے ہٹتے جاتے تھے اور ان کے لیے یہ ممکن نہیں ہوتا تھا کہ ان حالات میں زرِ فدیہ کا ایک بہت بڑا بوجھ برداشت کر کے اپنے قیدی چھڑا سکیں۔

ان حالات میں جب سینکڑوں اور ہزاروں آدمی مسلمانوں کی قید میں ہوں، ایک صورت تو یہ ہے کہ ان سب کو مفت رہا کر دیا جائے اور ان کو اپنے ملک میں واپس جانے دیا جائے، اس کا خلافِ عقل ہونا ظاہر ہے کہ دشمن کی ہزاروں کی تعداد کو پھر اپنے مقابلے کے لیے آزاد چھوڑ دیا۔دوسری صورت یہ ہے کہ سب کو فوراً قتل کر دیا جائے۔اگر اسلام میں صرف قتل ہی کی صورت متعین ہوتی تو مخالفین جتنا شور وغل مسئلہ غلامی پر کرتے ہیں، اس سے کہیں زیادہ اس وقت کرتے کہ دیکھئے کیسا سخت حکم ہے کہ قیدیوں کو فوراً قتل کر دیا جاتا ہے۔تیسری صورت یہ ہے کہ سب کو کسی جیل خانہ میں بند کر دیا جائے اور وہاں رکھ کر ان کو روٹی کپڑا دیا جائے، اس میں یہ خرابی ہے کہ اس میں بڑا خرچ حکومت کے سر پڑتا ہے اور ان کو کتنی ہی راحت پہنچائیں اس کی ان کو کوئی قدر نہیں ہوتی

اور آزادی سلب ہونے کی وجہ سے ان کی دشمنی میں کچھ کمی نہیں آتی، پھر سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ سب کے سب علمی وتمدنی ترقی سے بالکل محروم رہتے ہیں۔ اسلام نے اس کی بجائے یہ حکم دیا کہ جتنے قیدی گرفتار ہوں سب لشکر والوں میں تقسیم کردو۔ ایک گھر میں ایک غلام کا خرچ معلوم بھی نہ ہوگا اور حکومت بہت بڑے بوجھ سے بچ جائے گی۔ پھر چونکہ ہر شخص کو اپنے قیدی سے خدمت لینے کا حق بھی ہے، اس لیے وہ اس کو روٹی، کپڑا جو کچھ دے گا اس پر گراں نہ ہوگا، پھر چونکہ غلام کو چلنے پھرنے سیر وتفریح کرنے کی آزادی ہوتی ہے، قید خانہ میں بند نہیں ہوتا ہے، اس حالت میں اگر آقا نے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو اس کا احسان غلام کے دل میں گھر کر لیتا ہے اور وہ اس کے گھر کو اپنا گھر اور اس کے گھر والوں کو اپنا عزیز سمجھنے لگتا ہے۔ یہ سب باتیں ہی نہیں بلکہ واقعات ہیں۔ پھر اس صورت میں غلام علمی وتمدنی ترقی بھی کر سکتا ہے کیونکہ جب آقا غلام میں اتحاد ہو جاتا ہے تو آقا خود چاہتا ہے کہ میرا غلام مہذب وشائستہ ہو، وہ اس کو تعلیم بھی دلاتا ہے، صنعت وحرفت بھی سکھلاتا ہے، چنانچہ اسلام میں سینکڑوں غلاموں نے علم وعمل اور عبادت میں بلند مقام پایا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے غلاموں کی رعایت فرماتے ہوئے یہاں تک فرمایا: ''جو خود کھاؤ وہی غلاموں کو کھلاؤ، جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ اور جب وہ کھانا پکا کر لائے تو اس کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھلاؤ۔'' زندگی کے آخری لمحات میں آپ ﷺ کی آخری وصیت یہ تھی کہ نماز کا خیال رکھو اور ان غلاموں کا بھی جو جائز طریقے سے تمہاری ملکیت میں ہیں۔

قیدی عورتوں کو بھی اسی طرح مجاہدین میں تقسیم کر دیا جائے گا، کیونکہ ان کو مستقل قید میں رکھنے میں یا دارالاسلام میں آزاد چھوڑنے میں اخلاقی خرابیاں اور فساد پیدا ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔ پھر اگر یہ اہل کتاب ہوں یا مسلمان ہو جائیں تو مالک ان کا کہیں نکاح کر سکتا ہے اور اگر چاہے تو کسی اور سے اس کا نکاح نہ کرے بلکہ خود بغیر نکاح کے ان سے اپنی خواہش پوری کرے۔

جزیہ:

مسئلہ (۱۵): اگر فتح صلح سے ہوئی ہو تو صلح میں جزیہ کی جو مقدار طے ہوئی ہو بس اتنی ہی وصول کی جائے گی۔ امام المسلمین کو اس میں اضافہ کرنے کا حق نہ ہوگا۔

مسئلہ (۱۶): اگر فتح جنگ کے نتیجے میں حاصل ہوئی ہو تو کم حیثیت والے لوگوں سے ایک درہم(۱) ماہانہ، متوسط حیثیت والوں سے دو درہم ماہانہ اور زیادہ حیثیت والے لوگوں سے چار درہم ماہانہ جزیہ وصول کیا جائے گا۔

مسئلہ (۱۷): عورتوں، بچوں، اپاہجوں، اندھوں، الگ تھلگ رہنے والے راہبوں اور ایسے فقیروں سے جو کماتے نہ ہوں، جزیہ وصول نہیں کیا جاتا۔

۱- درہم = 3٫402 گرام چاندی۔

کتاب الارتداد

(مرتد کے احکام)

مسئلہ ۱: اگر خدانخواستہ کوئی اپنے ایمان اور دین سے پھر گیا تو اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی اور جو شکوک و شبہات پیدا ہوئے ہوں ان کا جواب دیا جائے گا۔ اگر اس مدت میں مسلمان ہوگیا تو ٹھیک، ورنہ اگر مرد ہے تو تین دن کے بعد اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اگر عورت ہے تو قید میں ڈال دی جائے گی۔ جب توبہ کرے گی تب چھوڑ دی جائے گی، اس کے بغیر نہیں۔

مسئلہ ۲: جب کسی نے کلمۂ کفر زبان سے نکالا تو ایمان جاتا رہا اور جتنی نیکیاں اور عبادات اس نے کی تھیں سب ضائع ہوگئیں، نکاح ٹوٹ گیا، اگر فرض حج کر چکا ہے تو وہ بھی ختم ہوگیا۔ اگر توبہ کر کے پھر مسلمان ہوگیا تو نکاح دوبارہ کرے اور حج بھی دوبارہ ادا کرے۔

مسئلہ ۳: اگر کسی کا شوہر خدانخواستہ مرتد ہو جائے تو جب تک وہ توبہ کر کے دوبارہ نکاح نہ کرے، عورت اس سے کوئی تعلق نہ رکھے۔ اگر کوئی معاملہ میاں بیوی کا سا ہوا تو عورت بھی گنہگار ہوگی اور اگر وہ زبردستی کرے تو عورت اس معاملے کو سب کے سامنے ظاہر کر دے، شرمائے نہیں۔

مسئلہ ۴: جب کفر کا کلمہ زبان سے نکالا تو ایمان جاتا رہا۔ اگر ہنسی دل لگی میں کفر کی بات کہے اور دل میں نہ ہو تب بھی یہی حکم ہے، جیسے کسی نے کہا: ''کیا خدا کو اتنی قدرت نہیں جو فلاں کام کر دے؟'' اس کا جواب دیا: ''ہاں! نہیں ہے''، تو ایسا کہنے سے کافر ہوگیا۔

مسئلہ ۵: کسی نے کہا: ''اٹھو نماز پڑھو''، جواب دیا: ''کون اٹھک بیٹھک کرے'' یا کسی نے روزہ رکھنے کے لیے کہا تو جواب دیا: ''کون بھوکا مرے'' یا کہا: ''روزہ وہ رکھے جس کے گھر کھانا نہ ہو''، یہ سب کفر ہے۔

مسئلہ ۶: کسی کو کوئی گناہ کرتے دیکھ کر کسی نے کہا: ''تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا نہیں؟'' جواب دیا: ''ہاں! نہیں ڈرتا''

تو کافر ہوگیا۔

مسئلہ ۷: کسی کو برا کام کرتے دیکھ کر کہا: ''کیا تو مسلمان نہیں جو ایسا کام کرتے ہو؟'' اس نے جواب دیا: ''ہاں! نہیں ہوں'' تو کافر ہوگیا، اگر مذاق میں ایسا کہا ہو تب بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ ۸: کسی نے بے نمازی پن سے توبہ کر کے نماز پڑھنا شروع کی، اتفاق سے اس پر کوئی مصیبت آ گئی، اس پر اس نے کہا: ''یہ سب نماز ہی کی نحوست ہے'' تو کافر ہوگیا۔

مسئلہ ۹: کسی کافر کی کوئی بات اچھی معلوم ہوئی، اس لیے تمنا کر کے کہا: ''ہم کافر ہوتے تو اچھا تھا کہ ہم بھی ایسا ہی کرتے'' تو کافر ہوگیا۔

مسئلہ ۱۰: کسی کا لڑکا مر گیا اُس نے یوں کہا: ''یا اللہ! یہ ظلم مجھ پر کیوں کیا؟ مجھے کیوں ستایا؟'' تو ایسا کہنے سے وہ کافر ہوگیا۔

مسئلہ ۱۱: کسی نے یوں کہا: ''اگر خدا بھی مجھ سے کہے تو یہ کام نہیں کروں گا'' یا یوں کہا: ''جبرئیل بھی اتر آئیں تو ان کا کہنا نہ مانوں'' تو کافر ہوگیا۔

مسئلہ ۱۲: کسی نے کہا: ''میں ایسا کام کرتا ہوں کہ خدا بھی نہیں جانتا'' تو کافر ہوگیا۔

مسئلہ ۱۳: اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول ﷺ کی گستاخی کرنا یا شریعت کی بات کو برا جاننا، اس میں عیب نکالنا، کفر کی بات پسند کرنا، ان سب باتوں سے ایمان جاتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی خطرناک باتوں سے ہر صاحبِ ایمان کو محفوظ رکھے۔ (آمین)

کِتَابُ اللقطہ

(زمین پر پڑی ہوئی چیز کے احکام)

مسئلہ ۱: کہیں راستہ، گلی یا محفل وغیرہ میں کوئی چیز پڑی ہوئی ملے تو اس کو اپنے لیے اٹھانا درست نہیں، اگر اٹھائے تو اس نیت سے اٹھائے کہ اس کے مالک کو تلاش کر کے پہنچا دوں گا۔

مسئلہ ۲: اگر کوئی چیز پڑی ہوئی ملی اور اس کو نہیں اٹھایا تو کوئی گناہ نہیں، لیکن اگر یہ خطرہ ہو کہ اگر میں نہیں اٹھاؤں گا تو کوئی اور لے لے گا اور جس کی چیز ہے اس کو نہیں ملے گی تو اس کا اٹھانا اور مالک کو پہنچانا واجب ہے۔

مسئلہ ۳: جب کسی نے پڑی ہوئی چیز اٹھالی تو اب مالک کو تلاش کر کے اسے دیدینا اس کے ذمے لازم ہو گیا، اب اگر پھر وہیں ڈالے گا یا اٹھا کر اپنے گھر لائے گا اور مالک کو تلاش نہیں کرے گا تو گنہگار ہو گا، چاہے ایسی جگہ پڑی ہو کہ ضائع ہو جانے کا خطرہ نہیں یا ایسی جگہ ہو کہ ضائع ہونے کا خطرہ ہے، دونوں کا یہی حکم ہے کہ اٹھا لینے کے بعد مالک کو تلاش کر کے پہنچانا واجب ہو جاتا ہے، پھر وہیں ڈال دینا یا خود رکھ لینا جائز نہیں۔

مسئلہ ۴: مجلسوں اور لوگوں کے مجمع میں ملی ہوئی چیز کی خوب تشہیر کرے اور بار بار اعلان کرے کہ مجھے ایک چیز ملی ہے جس کی ہے وہ آ کر وصول کر لے، البتہ اعلان میں چیز کی علامات نہ بتائے بلکہ یوں کہے کہ زیور ملا ہے، کپڑا ملا ہے، یا رقم ملی ہے جس کی ہے وہ نشانی بتا کر لے لے، اگر کوئی صحیح نشانی بتا دے تو اس کو دے دینا چاہیے۔

مسئلہ ۵: بہت تلاش کرنے اور اعلان کرنے کے بعد جب بالکل مایوسی ہو جائے کہ اب اس کا کوئی مالک نہیں ملے گا تو اس چیز کو صدقہ کر دے، اپنے پاس نہ رکھے، البتہ اگر وہ خود غریب، ضرورت مند ہو تو خود بھی اپنے استعمال میں لا سکتا ہے، لیکن صدقہ کرنے کے بعد اگر اس کا مالک آ گیا تو وہ اس سے اس کی قیمت لے سکتا ہے اور اگر مالک نے صدقہ کرنا منظور کر لیا تو اس کو اس صدقہ کا ثواب مل جائے گا۔

مسئلہ ۶: پالتو کبوتر، طوطا، مینا یا اور کوئی پالتو پرندہ کسی کے گھر میں آ گیا اور اس نے اس کو پکڑ لیا تو مالک کو تلاش کر کے پہنچانا واجب ہے، خود لے لینا حرام ہے۔

مسئلہ ⑦: باغ میں آم یا امرود وغیرہ پڑے ہیں تو ان کو بلا اجازت اٹھانا اور کھانا حرام ہے، البتہ اگر کوئی ایسی کم قیمت چیز ہے کہ اس کو کوئی تلاش نہیں کرتا اور نہ اس کے لینے، کھانے سے کوئی برا مانتا ہے تو اس کو استعمال کرنا درست ہے، مثلاً: راستے میں بیر کا دانہ پڑا ہوا ملا یا ایک مٹھی بھر چنے ملے۔

مسئلہ ⑧: کسی مکان یا جنگل میں خزانہ نکل آیا تو اس کا بھی وہی حکم ہے جو پڑی ہوئی چیز کا حکم ہے، خود لے لینا جائز نہیں، تلاش وکوشش کرنے کے بعد اگر مالک کا پتہ نہ چلے تو اس کو صدقہ کر دے اور غریب ہو تو خود بھی لے سکتا ہے، مگر خود لے لینے یا دوسرے کو صدقہ کرنے کے بعد اگر مالک آ گیا اس صدقہ کرنے پر یا اس کے رکھ لینے پر راضی نہ ہو تو اس کو اپنے پاس سے وہ چیز دینی پڑے گی۔

☆☆☆☆☆☆☆

کِتَابُ الشَّرِکَۃ

(شرکت کے احکام)

شرکت کی دو قسمیں ہیں:

۱- شرکتِ ملک:

یعنی کسی چیز میں مشترکہ ملکیت، جیسے: ایک شخص مرگیا اور اس کے ترکہ میں چند وارث شریک ہیں یا روپیہ ملا کر دو آدمیوں نے ایک چیز خرید لی یا ایک شخص نے دو آدمیوں کو کوئی چیز ہبہ کردی۔ اس کا حکم یہ ہے کہ شرکا میں سے کسی کے لیے دوسرے شریک کی اجازت کے بغیر اس مشترک چیز میں تصرف جائز نہیں۔

۲- شرکتِ عقد:

یعنی وہ شرکت جو کسی معاہدے کے تحت وجود میں آئے، جیسے: دو آدمیوں نے آپس میں معاہدہ کیا کہ ہم مشترک طور پر تجارت کریں گے۔ اس شرکت کی تین اقسام ہیں: (۱) شرکتِ اموال (۲) شرکتِ اعمال (۳) شرکتِ وجوہ۔

ان کی تعریف اور احکام یہ ہیں:

☆ **شرکتِ اموال:**

یعنی دو آدمیوں نے اپنی اپنی رقم جمع کر کے یہ طے کیا کہ اس کا کپڑا یا غلہ یا اور کچھ خرید کر تجارت کریں گے۔ اس میں یہ شرط ہے کہ دونوں کا سرمایہ نقد ہو۔ اگر دونوں کچھ سامان جمع کر کے مشترک طور پر تجارت کرنا چاہیں یا ایک کا سرمایہ نقد ہو اور دوسرے کا غیر نقد تو یہ شرکت صحیح نہیں ہوگی۔[۱]

مسئلہ ۱: شرکتِ اموال میں یہ جائز ہے کہ ایک کا مال زیادہ ہو اور دوسرے کا کم اور نفع کی شرکت باہمی رضامندی پر ہو، یعنی اگر یہ شرط طے ہوجائے کہ کسی کا مال کم اور کسی کا زیادہ ہوگا مگر نفع برابر تقسیم ہوگا: یا مال برابر ہوگا مگر نفع مثلاً تہائی اور دو تہائی کے تناسب سے ہوگا تو بھی جائز ہے۔

۱- اس کے بارے میں کچھ تفصیل اور اس مشکل کا حل آگے "سرمایہ کی نوعیت" کے تحت آرہا ہے۔

مسئلہ ۲: شرکتِ اموال میں ہر شریک کے لیے مال شرکت میں تجارت سے متعلق ہر قسم کا تصرف کرنا جائز ہے، بشرطیکہ معاہدہ کے خلاف نہ ہو، لیکن ایک شریک کے قرض کا مطالبہ دوسرے سے نہیں کیا جائے گا۔

مسئلہ ۳: شرکت کا معاملہ طے ہونے کے بعد مال شرکت سے کوئی چیز خریدنے سے پہلے سارا مال یا کسی ایک شریک کا مال ضائع ہوجائے تو شرکت باطل ہوجائے گی اور اگر کوئی ایک بھی کچھ خرید چکا ہے اور پھر دوسرے کا مال ضائع ہوگیا تو شرکت باطل نہیں ہوگی، خریدا ہوا مال دونوں کا ہوگا اور اصل سرمایہ میں جس قدر دوسرے شریک کا حصہ ہے اس حصے کے مطابق دوسرے شریک سے قیمت وصول کرلی جائے گی۔ مثلاً: ایک شخص کے دس ہزار روپے تھے اور دوسرے کے پاس پانچ ہزار، دس ہزار والے نے مال خرید لیا تھا اور پانچ ہزار روپے والے کی رقم ضائع ہوگئی تو پانچ ہزار روپے والا اس مال میں ایک تہائی کے تناسب سے شریک ہے، اس لیے دس ہزار روپے والا اس سے دس ہزار روپے کی ایک تہائی نقد وصول کرلے گا اور آئندہ یہ مال شرکت پر فروخت ہوگا۔

اس شرکت میں شرکا کے لیے مال کو ملانا ضروری نہیں، صرف زبانی ایجاب وقبول سے یہ شرکت منعقد ہوجاتی ہے۔

مسئلہ ۴: نفع ''فیصدی تناسب'' کے اعتبار سے مقرر ہونا چاہیے یعنی آدھا آدھا یا تہائی دو تہائی وغیرہ، لہٰذا اگر اس کے برخلاف ''عدد'' مقرر ہوا مثلاً: یہ طے ہوا کہ ایک شخص کو دس ہزار روپے ملیں گے باقی دوسرے کا ہوگا، تو یہ جائز نہیں۔

☆ شرکتِ اعمال:

اس کو ''شرکت صنائع'' اور ''شرکت تقبل'' بھی کہتے ہیں، جیسے: دو درزی یا دو پنکچر لگانے والے آپس میں معاہدہ کرلیں کہ جس کے پاس جو کام آئے وہ اس کو قبول کرلے اور جو مزدوری ملے گی وہ آپس میں آدھی آدھی یا تہائی دو تہائی وغیرہ کے حساب سے تقسیم کرلیں گے تو یہ جائز ہے۔

مسئلہ ۱: جو کام ایک نے لے لیا وہ دونوں پر لازم ہوگیا، مثلاً: ایک شریک نے ایک کپڑا سینے کے لیے لیا تو کپڑے والا جس طرح اس سے کام کا مطالبہ کرسکتا ہے اسی طرح دوسرے شریک سے بھی کرسکتا ہے۔ اسی طرح جیسے کپڑا سینے والا اجرت کا مطالبہ کرسکتا ہے دوسرا بھی اجرت لے سکتا ہے اور جس طرح اصل کو اجرت دینے سے مالک سبکدوش ہوجاتا ہے اسی طرح اگر دوسرے شریک کو دے دی تو بھی بری الذمہ ہوجائے گا۔

☆ شرکتِ وجوہ:

یعنی شرکا کے پاس نہ مال ہے اور نہ کوئی پیشہ ہے، صرف آپس میں باہمی اتفاق سے یہ طے کیا کہ دکانداروں سے ادھار مال لے کر بیچا کریں گے۔ اس شرکت میں بھی ہر شریک دوسرے کا وکیل ہوگا اور جس تناسب سے شرکت ہوگی اسی تناسب سے نفع تقسیم ہوگا، یعنی اگر خریدی ہوئی چیزوں کو آدھے آدھے کے تناسب سے مشترک قرار دیا گیا تو نفع بھی آدھا آدھا تقسیم ہوگا اور اگر مال کو تہائی دو تہائی کے تناسب سے مشترک قرار دیا گیا تو نفع بھی اسی کے تناسب سے تقسیم ہوگا۔

چند مسائل:

مسئلہ ①: ایک آدمی مر گیا اور اس نے کچھ مال چھوڑا تو اس کا سارا مال تمام حقداروں میں مشترک ہے، جب تک سب سے اجازت نہ لے لے تب تک اس کو کوئی اپنے استعمال میں نہیں لا سکتا، اگر لائے گا اور نفع اٹھائے گا تو گناہ گار ہوگا۔

مسئلہ ②: دو آدمیوں نے مل کر کوئی چیز خریدی تو وہ چیز دونوں کے درمیان مشترک ہے، کسی ایک کے لیے دوسرے کی اجازت کے بغیر اس چیز کو استعمال کرنا یا بیچنا درست نہیں۔

مسئلہ ③: دو آدمیوں نے اپنے اپنے پیسے ملا کر مشترک طور پر امرود، نارنگی، بیر، آم، جامن، ککڑی، کھیرے، خربوزے وغیرہ کوئی چیز منگوائی۔ جب وہ چیز بازار سے آئی تو اس وقت ان میں سے ایک موجود ہے اور ایک کہیں گیا ہوا ہے تو اس صورت میں ایسا نہیں کرنا چاہیے کہ جو موجود ہے وہ آدھا حصہ لے لے اور آدھا اس کے لیے رکھ دے کہ جب آئے گا تو اپنا حصہ لے لے گا، بلکہ جب تک دونوں موجود نہ ہوں حصہ تقسیم کرنا درست نہیں۔ اگر جو موجود نہیں اس کے واپس آنے سے پہلے ہی دوسرا اپنا حصہ الگ کر کے کھا گیا تو گناہ ہوا، البتہ اگر گیہوں یا اور کوئی چیز مشترک طور پر منگوائی اور اپنا حصہ تقسیم کر کے رکھ لیا اور دوسرے کا اس کے واپس آنے کے وقت اس کو دے دیا تو یہ درست ہے، لیکن اس صورت میں اگر دوسرے کے حصہ کا اس کو دینے سے پہلے اس میں سے کچھ چوری وغیرہ ہوگئی تو وہ نقصان دونوں کا سمجھا جائے گا، یہ دوسرا پہلے والے کے حصہ میں شریک ہو جائے گا۔

مسئلہ ④: لاکھ لاکھ روپے ملا کر دو آدمیوں نے کوئی تجارت کی اور طے کیا کہ جو کچھ نفع ہوگا وہ دونوں کے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہوگا تو یہ صحیح ہے اور اگر یہ کہا کہ دو حصے ہمارے اور ایک حصہ تمہارا تو بھی صحیح ہے، چاہے روپیہ دونوں کا برابر لگا ہو یا کم زیادہ لگا ہو، سب درست ہے۔

مسئلہ ⑤: شرکت کی ساری رقم کوئی مال وغیرہ خریدنے سے پہلے چوری ہوگئی یا دونوں کا روپیہ ابھی الگ الگ رکھا

تھا کہ کسی ایک کا مال چوری ہو گیا تو شرکت ختم ہو گئی، اب دوبارہ شرکت کا معاملہ کریں گے تو مشترک کاروبار کر سکیں گے۔

مسئلہ ⑥: دو آدمیوں نے شرکت کی اور کہا کہ سو روپیہ ہمارا اور سو روپیہ اپنا ملا کر تم کپڑے کی تجارت کرو اور نفع آدھا آدھا تقسیم کر لیں گے، پھر دونوں میں سے ایک نے کچھ کپڑا خرید لیا اور دوسرے کے پورے سو روپے چوری ہو گئے تو جتنا مال خریدا ہے وہ دونوں کے درمیان مشترک ہے، اس لیے آدھی قیمت اس سے لے سکتا ہے۔

مسئلہ ⑦: شرکت کے معاملہ میں یہ شرط لگائی کہ نفع میں سے دس روپے یا پندرہ روپے ہمارے ہیں، باقی جو کچھ نفع ہو وہ سب تمہارا ہے تو یہ درست نہیں۔

مسئلہ ⑧: شرکت کے مال میں سے کچھ چوری ہو گیا تو دونوں کا نقصان ہوا، ایسا نہیں ہو گا کہ جو نقصان ہو وہ سارے کا سارا ایک ہی کے ذمہ ڈال دیا جائے۔ اگر کسی ایک شریک نے یہ طے بھی کر لیا کہ اگر نقصان ہوا تو وہ سب میرے ذمہ ہو گا اور جو نفع ہوا وہ آدھا آدھا تقسیم کر لیں گے تو یہ بھی درست نہیں۔

مسئلہ ⑨: جب کسی وجہ سے شرکت ناجائز ہو گئی تو اب نفع تقسیم کرنے میں اس قول وقرار کا کوئی اعتبار نہیں جو شروع میں ہوا تھا، بلکہ اب نفع مال کے تناسب سے تقسیم ہو گا۔ اگر دونوں کا مال برابر ہے تو نفع بھی برابر ملے گا اور اگر برابر نہ ہو تو جس کا مال زیادہ ہے اس کو نفع بھی اس حساب سے ملے گا، چاہے شروع میں جو کچھ بھی طے کیا ہو۔ طے شدہ نفع کا اس وقت اعتبار ہوتا ہے جب شرکت صحیح ہو، ناجائز نہ ہو۔

مسئلہ ⑩: دو آدمیوں نے آپس میں اس طرح شرکت کی کہ جو کچھ سینے پرونے کا کام آئے گا ہم دونوں مل کر کیا کریں گے اور سلائی وغیرہ کی جو اجرت ملے گی وہ آدھی آدھی تقسیم کر لیا کریں گے تو یہ شرکت درست ہے۔ اگر یہ طے کیا کہ دونوں مل کر سیا کریں گے اور نفع کے دو حصے ایک کے اور ایک حصہ دوسرے کا ہو گا تو بھی درست ہے اور اگر یہ طے کیا کہ سو یا دو سو ہمارے اور باقی سب تمہارا تو یہ درست نہیں۔

مسئلہ ⑪: ان دونوں میں سے ایک آدمی نے کوئی کپڑا سینے کے لیے لے لیا تو دوسرا یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ کپڑا تم نے کیوں لیا، تم نے لیا ہے لہٰذا تم ہی سیو، بلکہ دونوں کے ذمہ اس کا سینا واجب ہو گیا، یہ نہ سی سکے تو وہ سی دے یا دونوں مل کر سییں، غرض یہ کہ سینے سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

مسئلہ ⑫: جس کا کپڑا تھا وہ مانگنے کے لیے آیا اور جس شریک نے لیا تھا وہ اس وقت نہیں ہے، بلکہ دوسرا شریک

ہے تو اس دوسرے شریک سے بھی مطالبہ کرنا درست ہے۔ وہ شریک یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرا اس سے کیا تعلق ہے، جس کو دیا ہے اسی سے مانگو۔

مسئلہ (۱۳): اسی طرح ہر آدمی اس کپڑے کی مزدوری اور سلائی مانگ سکتا ہے، جس نے کپڑا دیا تھا وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تمھیں سلائی نہیں دوں گا، بلکہ جس کو کپڑا دیا تھا اسی کو دوں گا، جب دونوں شرکت کے طور پر کام کرتے ہیں تو ہر ایک سلائی کا مطالبہ کرسکتا ہے، گاہک ان دونوں میں سے کسی ایک کو سلائی دے دے تو بھی بری الذمہ ہو جائے گا۔

مسئلہ (۱۴): دو آدمیوں نے اس طرح شرکت کا معاملہ کیا کہ دونوں مل کر جنگل سے لکڑیاں چن کر لائیں گے اور پھر آپس میں آدھی آدھی تقسیم کریں گے تو یہ شرکت صحیح نہیں، جو چیز جس کے ہاتھ میں آئے گی وہی اس کا مالک ہے، اس میں دوسرا شریک نہیں ہوگا۔

مسئلہ (۱۵): ایک نے دوسرے سے کہا: ''یہ انڈے لے کر اپنی مرغی کے نیچے رکھ دو، جو بچے نکلیں گے ہم دونوں آدھے آدھے تقسیم کرلیں گے'' تو یہ درست نہیں۔[1]

اضافہ

باپ اور بیٹوں کی مشترک کمائی:

باپ اور بیٹوں کے مشترک کاروبار کی صورت میں ساری کمائی باپ کی ملکیت شمار ہوتی ہے، لہٰذا باپ اپنی زندگی میں جو چاہے کرسکتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد سارا مال شرعی ورثہ کے درمیان ان کے حصوں کے مطابق تقسیم ہوگا۔[2]

بھائیوں کی مشترک کمائی:

اگر کئی بھائی مشترک کاروبار کرتے ہوں اور ان کی ساری آمدنی مخلوط ہو تو ایسی صورت میں حاصل ہونے والی آمدنی میں سب

۱- اس لیے کہ اس نے دوسرے کی مرغی سے نفع حاصل کیا اور ایک جانب سے مال اور دوسری جانب سے مال کے بجائے محض نفع ہو تو ایسا عقد درست نہیں؛

لأن المنفعة كالعروض لا تصح فيها الشركة. (شامية: ٣٣٦/٤)

اسی طرح بعض علاقوں میں یہ دستور ہے کہ ایک شخص اپنا جانور دوسرے کو پالنے کے لیے دے دیتا ہے۔ وہ اس کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ جب جانور بڑا ہو جائے یا بچے دے تو دونوں آدھا آدھا تقسیم کر لیتے ہیں۔ شرعی اصول کی رُو سے یہ معاملہ بھی درست نہیں۔ اس کے جواز کی صورت یہ ہے کہ جانور کا مالک جانور پالنے والے کو آدھا جانور سستے داموں بیچ دے یا ہبہ کردے، اب پالنے والے کی محنت سے جو بھی اضافہ ہوگا دونوں برابر تقسیم کرسکتے ہیں۔

۲- إمداد المفتين: ٨٢١، أحسن الفتاوى: ٢٩٣/٦

بھائی برابر کے شریک ہوں گے۔ اگرچہ بظاہر بعض بھائی زیادہ ہوشیار اور تجربہ کار ہونے کی وجہ سے نسبتاً زیادہ کماتے ہوں۔[۱]

شریک کو ملازم رکھنا:

کاروبار میں شریک شخص کو ملازم رکھنا جائز ہے۔[۲]

مشترکہ زمین میں ایک شریک کا درخت لگانا:

مشترک زمین میں ایک شریک نے درخت لگا دیے تو درختوں کا مالک صرف لگانے والا ہے، باقی شرکاء مالک نہیں، البتہ شرکاء کو یہ حق حاصل ہے کہ زمین کو تقسیم کر کے درخت لگانے والے سے مطالبہ کریں کہ ہمارے حصے کی زمین سے درخت اکھاڑ دے، نیز درخت لگانے سے اگر زمین کو کوئی نقصان پہنچا ہو تو شرکاء اس زمین کے نقصان کی تلافی بھی اس سے لے سکتے ہیں۔[۳]

۱- إمداد الأحكام: ۳/ ۱۵۰، أحسن الفتاوى: ۶/ ۱۹۳

۲- أحسن الفتاوى: ۷/ ۳۲۱

۳- إمداد الأحكام: ۳/ ۳۸۹، أحسن الفتاوى: ۶/ ۳۹۹

مشارکہ کا تصور*

''مشارکہ'' ایک ایسی اصطلاح ہے جس کا اسلامی طریقہ ہائے تمویل (Modes of Financing) کے سیاق وسباق میں بکثرت حوالہ آتا رہتا ہے۔ اس اصطلاح کا مروّجہ مفہوم ''شرکت'' کی اصطلاح سے ذرا محدود ہے جو عام طور پر اسلامی فقہ کی کتابوں میں استعمال ہوتی ہے، ان دونوں کے بنیادی تصور کو ظاہر کرنے کے لیے شروع ہی میں یہ مناسب ہے کہ دونوں اصطلاحوں کی اس انداز سے تشریح کردی جائے کہ یہ ایک دوسرے سے ممتاز ہوسکیں۔

شرکت کی تعریف واقسام

اسلامی فقہ میں ''شرکۃ'' کا معنی ہے ''حصہ دار بننا''۔ فقہ میں اس کی دو قسمیں کی جاتی ہیں:

(۱) شركة الملك:

اس کا معنی ہے کہ دو یا زیادہ آدمیوں کی ایک ہی چیز میں مشترکہ ملکیت ہو۔ ''شرکۃ'' کی یہ قسم دو مختلف طریقوں سے وجود میں آتی ہے۔ کبھی تو یہ شرکت متعلقہ فریقوں (شرکاء) کے اپنے اختیار سے عمل میں آتی ہے۔ مثال کے طور پر دو شخص مل کر کوئی سامان خریدتے ہیں۔ یہ سامان مشترکہ طور پر دونوں کی ملکیت میں ہوگا اور اس مشترک چیز کے حوالے سے ان دونوں کے درمیان جو تعلق قائم ہوا ہے یہ ''شرکۃ الملک'' کہلاتا ہے۔ یہاں پر ان دونوں کے درمیان یہ تعلق دونوں کی اپنی مرضی سے وجود میں آیا ہے، اس لیے کہ ان دونوں نے خود اسے مشترکہ طور پر خریدنے کی راہ منتخب کی ہے۔

لیکن بعض صورتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن میں شرکا کے کسی عمل کے بغیر ہی شرکت خود بخود عمل میں آجاتی ہے، مثلاً: کسی شخص کے مرنے کے بعد اس کی ساری کی ساری مملوکہ چیزیں اس کی موت کے نتیجے میں خود بخود اس کے وارثوں کی مشترکہ ملکیت میں آجاتی ہیں۔

* -شرکت کے عنوان کے تحت ''اضافہ'' سے پہلے کے مسائل بہشتی زیور کے ہیں، اضافے کے چند مسائل دیگر کتب فتاویٰ سے لیے گئے ہیں، جبکہ ذیل میں آنے والے مسائل مولانا مفتی محمد تقی عثمانی کی کتاب ''اسلامی بینکاری کی بنیادیں'' سے لیے گئے ہیں۔ یہ مسائل بھی شرکت ہی کے ہیں لیکن ان میں ایک نئی اصطلاح ''مشارکہ'' بھی شامل ہے اور شرکت کے مسائل کی تشریح دورِ حاضر کے مسائل کی روشنی میں کی گئی ہے۔ افادۂ عام کی خاطر یہ اضافہ شاملِ اشاعت کیا گیا۔ شرکت کے علاوہ مرابحہ، مضاربہ، اجارہ، سَلَم اور استصناع میں بھی مذکورہ کتاب کے اقتباسات شامل کیے گئے ہیں اور متعلقہ مقامات پر اس کی وضاحت کردی گئی ہے۔

(۲) شرکۃ العقد :

یہ شرکت کی دوسری قسم ہے، اس سے مراد ہے وہ شراکت ہے جو باہمی معاہدہ سے عمل میں آئے۔ اختصار کی خاطر ہم اس کا ترجمہ Joint Commercial Enterprise (مشترکہ کاروباری ادارہ) کر سکتے ہیں۔

شرکۃ العقد کی آگے پھر تین قسمیں ہیں:

۱- شرکۃ الاموال:

جس میں شرکا مشترکہ کاروبار میں اپنا اپنا کچھ سرمایہ لگاتے ہیں۔

۲- شرکۃ الاعمال :

جس میں شرکا مشترکہ طور پر گاہکوں کو چند خدمات مہیا کرنے کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں اور ان سے وصول ہونے والی فیس (اجرت) آپس میں پہلے سے طے شدہ تناسب سے تقسیم ہو جاتی ہے۔ مثلاً: دو آدمی اس بات پر اتفاق کر لیتے ہیں کہ وہ اپنے گاہکوں کو خیاطی کی خدمات فراہم کریں گے اور یہ شرط بھی طے کر لیتے ہیں کہ اس طرح حاصل ہونے والی اجرتیں ایک مشترکہ کھاتے میں جمع ہوتی رہیں گی اور دونوں کے درمیان تقسیم کی جائیں گی، قطع نظر اس سے کہ دونوں شرکاء کا کیا ہوا کام حقیقتاً کتنا ہے؟ یہ شرکۃ الاعمال کہلائے گی، اسے شرکۃ التقبل، شرکۃ الصنائع اور شرکۃ الابدان بھی کہہ دیا جاتا ہے۔

(۳) شرکۃ الوجوہ :

شرکت کی تیسری قسم شرکۃ الوجوہ ہے۔ اس شرکت میں شرکاء کسی قسم کی بھی سرمایہ کاری نہیں کرتے، وہ بس اتنا ہی کرتے ہیں کہ اشیائے تجارت ادھار قیمت پر خرید کر نقد قیمت پر بیچ دیتے ہیں۔ جو نفع حاصل ہوتا ہے وہ پہلے سے طے شدہ تناسب سے تقسیم کر لیا جاتا ہے۔

شراکت کی ان تینوں صورتوں کو اسلامی فقہ کی اصطلاح میں ''شرکۃ'' کہا جاتا ہے جبکہ ''مشارکہ'' کی اصطلاح فقہ کی کتابوں میں نہیں ملتی۔ یہ اصطلاح ان حضرات نے آج کل متعارف کرائی ہے جنہوں نے اسلامی طریقہ ہائے تمویل پر لکھا ہے اور یہ اصطلاح عموماً ''شرکۃ'' کی اس خاص قسم تک محدود ہوتی ہے جسے شرکۃ الاموال کہا جاتا ہے۔ جہاں دو یا زیادہ افراد کسی مشترکہ کاروباری مہم میں اپنا اپنا سرمایہ لگاتے ہیں۔ تاہم بعض اوقات یہ اصطلاح (مشارکہ) شرکۃ الاعمال کو بھی شامل ہوتی ہے جبکہ شراکت، خدمات (Services) کے کاروبار میں وجود میں آئے۔

مذکورہ گفتگو سے یہ بات واضح ہوگئی "شرکۃ" کی اصطلاح "مشارکہ" کے اس مفہوم سے وسیع معنی رکھتی ہے جس کے لیے یہ لفظ (مشارکہ) آج کل استعمال ہو رہا ہے۔ مشارکہ کا مفہوم شرکۃ الاموال تک ہی محدود ہے، جبکہ شرکۃ کا لفظ مشترک ملکیت اور شراکت داری کی ساری صورتوں کو شامل ہے۔

چونکہ مشارکہ ہمارے موضوع بحث سے زیادہ متعلق ہے اور مشارکہ تقریباً شرکۃ الاموال ہی کا مترادف ہے اس لیے اب ہم اپنی گفتگو اسی پر مرکوز کرتے ہوئے شرکت کی اس قسم کے روایتی تصور کی تشریح کریں گے۔

مشارکہ کے بنیادی قواعد

۱۔ مشارکہ یا شرکۃ الاموال ایک ایسا تعلق ہے جو متعلقہ فریقوں کے باہمی معاہدے سے قائم ہوتا ہے، اس لیے یہ بات بتانے کی ضرورت نہیں کہ کسی عقد کے صحیح ہونے کے لیے جو لوازم ہوتے ہیں ان کا یہاں پایا جانا بھی ضروری ہے۔ مثال کے طور پر دونوں پارٹیوں میں عقد کرنے کی اہلیت بھی ہو (ان میں سے کوئی مجنون وغیرہ نہ ہو) یہ عقد کسی دباؤ، دھوکہ دہی اور غلط بیانی کے بغیر فریقین کی آزادانہ مرضی سے مکمل ہونا چاہیے، وغیرہ وغیرہ۔ البتہ کچھ ایسے لوازم بھی ہیں جو "مشارکہ" کے معاہدے کے ساتھ ہی خاص ہیں، ان پر یہاں مختصراً روشنی ڈالی جاتی ہے۔

منافع کی تقسیم:

۲۔ شرکاء میں تقسیم ہونے والے منافع کی شرح معاہدے کے نافذ العمل ہونے کے وقت طے ہو جانی چاہیے، اگر اس طرح شرح منافع طے نہ کی گئی تو عقد شرعاً درست نہیں ہوگا۔

۳۔ ہر شریک کے نفع کی شرح کاروبار میں حقیقتاً ہونے والے نفع کی نسبت سے طے ہونی چاہیے، اس کی طرف سے کی جانے والی سرمایہ کاری کی نسبت سے نہیں۔ یہ جائز نہیں ہے کہ کسی شریک کے لیے کوئی لگی بندھی مقدار مقرر کر لی جائے یا نفع کی ایک شرح طے کر لی جائے جو اس کی طرف سے لگائے گئے سرمائے سے منسلک ہو (یعنی کسی شریک کے بارے میں یہ طے کرنے کی بجائے کہ حقیقی منافع کا اتنا فیصد لے گا، یہ طے کر لینا کہ وہ اپنی لگائی ہوئی رقم کا اتنا فیصد لے گا، جائز نہیں ہے)

لہٰذا اگر "الف اور "ب" ایک شراکت کرتے ہیں اور یہ طے کر لیا جاتا ہے کہ "الف" ماہانہ دس ہزار روپیہ نفع میں سے اپنے

حصہ کے طور پر لے گا اور باقی ماندہ سارا نفع ''ب'' کا ہوگا تو یہ شرکت شرعاً صحیح نہیں ہوگی، اسی طرح اگر اس بات پر اتفاق کر لیا جاتا ہے کہ ''الف'' اپنی سرمایہ کاری کا پندرہ فیصد بطورِ منافع وصول کرے گا تو بھی یہ عقد صحیح نہیں ہوگا۔ نفع تقسیم کرنے کی صحیح بنیاد یہ ہے کہ کاروبار کو حاصل ہونے والے حقیقی نفع کا فیصد طے کیا جائے۔

اگر کسی شرکت کے لیے کوئی لگی بندھی رقم یا اس کی سرمایہ کاری کا متعین فیصدی حصہ طے کیا جاتا ہے تو معاہدے میں اس بات کی بھی اچھی طرح تصریح ہونی چاہیے کہ یہ مدت کے اختتام پر ہونے والے آخری حساب کتاب کے تابع ہوگا، اس طرح سے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ کوئی بھی حصہ دار اپنی جتنی رقم نکلوائے گا اس کے ساتھ جزوی اور ضمنی ادائیگی Payment on Account والا معاملہ کیا جائے گا اور اسے اس حقیقی نفع میں ایڈجسٹ کر لیا جائے گا جس کا وہ مدت کے اختتام پر مستحق ہوگا، اگر کاروبار میں کوئی نفع ہوا ہی نہیں یا توقع اور اندازے سے کم ہوا ہے تو اس شریک نے جو رقم نکلوائی ہے وہ واپس کرنا ہوگی۔

نفع کی شرح:

۴- کیا یہ ضروری ہے کہ ہر شریک کے لیے طے کیا جانے والے نفع کا تناسب اس کی طرف سے لگائے گئے سرمایہ کے تناسب کے مطابق ہو؟ اس سوال کے بارے میں مسلم فقہاء کے مختلف نکتہ ہائے نظر ہیں۔

امام مالک اور امام شافعی کے مذہب کے مطابق ''مشارکہ'' کے صحیح ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہر شریک اپنی سرمایہ کاری کے تناسب کے بالکل مطابق ہی نفع حاصل کرے، لہٰذا اگر ''الف'' کی طرف سے لگایا گیا سرمایہ کل سرمایہ کا چالیس فیصد ہے تو وہ کل نفع کا بھی چالیس فیصد ہی لے گا، ہر ایسا معاہدہ جس کی رُو سے وہ چالیس فیصد سے کم یا اس سے زیادہ نفع کا مستحق بنتا ہے مشارکہ کو شرعاً غیر صحیح بنا دے گا۔

اس کے برعکس امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ نفع کا تناسب سرمایہ کاری کے تناسب سے مختلف ہو سکتا ہے، اگر یہ بات حصہ داروں کے درمیان آزاد مرضی سے طے پا جائے، لہٰذا یہ جائز ہے کہ جس کی سرمایہ کاری چالیس فیصد ہے وہ ساٹھ یا ستر فیصد نفع لے لے جبکہ ساٹھ فیصد سرمایہ کاری والا نفع کا تیس یا چالیس فیصد لے۔

تیسرا نقطہ نظر وہ ہے جو امام ابوحنیفہ کی طرف سے پیش کیا گیا ہے جسے پہلے ذکر کردہ دو نقطہ ہائے نظر کے درمیان ایک متوسط راہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ عام حالات میں تو نفع کا تناسب سرمایہ کاری کے تناسب سے مختلف ہو سکتا ہے لیکن اگر کوئی شریک معاہدے میں یہ صریح شرط لگا دیتا ہے کہ وہ ''مشارکہ'' کے لیے کوئی کام نہیں کرے گا اور مشارکہ

کی پوری مدت کے دوران وہ غیر عامل حصہ دار (Sleeping Partner) رہے گا تو نفع میں اس کے حصے کا تناسب اس کی سرمایہ کاری کے تناسب سے زیادہ نہیں ہوسکتا۔

نقصان میں شرکت:

لیکن نقصان کی صورت میں تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ ہر شریک اپنی سرمایہ کاری کی نسبت ہی سے نقصان برداشت کرے گا، لہٰذا اگر ایک حصہ دار نے چالیس فیصد سرمایہ لگایا ہے تو اسے لازماً خسارے کا بھی چالیس فیصد ہی برداشت کرنا ہوگا، اس سے کم یا زیادہ نہیں، اس کے خلاف معاہدے میں جو شرط بھی لگائی جائے گی اس سے معاہدہ غیر صحیح ہو جائے گا۔ اس اصول پر (کہ نقصان سرمایہ کاری کی نسبت سے برداشت کرنا ہوگا) فقہاء کا اجماع ہے۔

لہٰذا امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ہر شریک کا نفع یا نقصان دونوں میں حصہ اس کی سرمایہ کاری کے تناسب کے مطابق ہونا ضروری ہے لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک نفع کی نسبت تو شرکاء کے درمیان طے شدہ معاہدے کے مطابق سرمایہ کاری کے تناسب سے مختلف ہوسکتی ہے لیکن نقصان حصہ داروں میں سے ہر ایک کی سرمایہ کاری کے تناسب سے تقسیم ہونا چاہیے۔ یہ اصول ایک مشہور فقہی مقولہ (Maxim) میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

" الربح علی ما اصطلحا علیه و الوضیعة علی قدر المال ."

''نفع فریقین میں طے پانے والی نسبت پر مبنی ہوگا اور خسارہ رأس المال کے مطابق۔''

سرمایہ کی نوعیت

اکثر فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ ہر حصہ دار کی طرف سے لگایا جانے والا سرمایہ سیال (Liquid) شکل میں ہونا چاہیے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ مشارکہ کا معاہدہ زر (Money) میں ہونا چاہیے، تاہم اس مسئلے میں فقہاء کے مختلف نکتہ ہائے نظر موجود ہیں:

۱- امام مالک کے نزدیک سرمایہ کا نقد شکل میں ہونا مشارکہ کے صحیح ہونے کے لیے شرط نہیں ہے۔ اس لیے یہ جائز ہے کہ کوئی شریک مشارکہ میں اپنا حصہ اشیاء کی شکل میں ڈالے، لیکن اس صورت میں شریک کے حصے کا تعین تاریخ معاہدہ کے مارکیٹ ریٹ کے مطابق قیمت لگا کر کیا جائے گا۔ بعض حنبلی فقہاء نے بھی اسی نقطہ نظر کو اختیار کیا ہے۔

۲- امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک غیر نقد اشیاء کی شکل میں کوئی حصہ قابل قبول نہیں ہے، ان کا یہ مذہب دو

دلیلوں پر مبنی ہے۔

ان کی پہلی دلیل یہ ہے کہ ہر شریک کی اشیاء دوسرے کی اشیاء سے ہمیشہ ممتاز اور الگ ہوتی ہیں، مثال کے طور پر ''الف'' نے ایک موٹر کار کاروبار میں شریک کی ہے اور ''ب'' بھی ایک اور موٹر کار کاروبار میں شریک کرنے کے لیے لے آتا ہے، ان میں سے ہر ایک کی کار اس کی انفرادی اور ذاتی ملکیت ہے، اب اگر ''الف'' کی کار (کاروبار میں شامل ہونے کے بعد) بیچ دی جاتی ہے تو بیچ کے تمام حقوق ''الف'' ہی کی طرف لوٹیں گے۔ ''ب'' کو اس کی قیمت میں سے کسی حصے کے مطالبہ کا حق نہیں ہے، لہٰذا چونکہ ہر شریک کی ملکیت دوسرے سے الگ ہے اس لیے کوئی شرکت وجود میں نہیں آئے گی، اس کے برعکس اگر ہر ایک کی طرف سے لگایا گیا سرمایہ نقود کی شکل میں ہے تو ہر حصہ دار کا حصہ دوسرے سے الگ نہیں ہوگا، اس لیے کہ زر کی اکائیاں قابلِ تعیین نہیں ہوتیں، اس لیے نقود کے بارے میں یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ ایک مشترکہ حوض (Common Pool) تشکیل دے جس سے شراکت وجود میں آسکے۔

یہ حضرات دوسری دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مشارکہ کے معاہدہ میں بعض ایسے حالات بھی پیدا ہو جاتے ہیں جبکہ لگا ہوا سرمایہ تمام حصہ داروں میں دوبارہ تقسیم کرنا پڑ جاتا ہے، اگر لگایا ہوا سرمایہ غیر نقد اشیاء کی شکل میں ہوگا تو دوبارہ تقسیم ممکن نہ ہوگی اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ ان اشیاء کو اس وقت بیچا جا چکا ہو۔ اب اگر سرمایہ ان اشیاء کی قیمت کی بنیاد پر واپس کیا جاتا ہے تو ہوسکتا ہے کہ (بعض اشیاء کی قیمتیں) بڑھ چکی ہوں، تو یہ امکان موجود ہے کہ ایک شریک کاروبار کا پورا نفع لے جائے اور دوسرے شریک کے لیے کچھ بھی نہ بچے، اس لیے کہ قیمت انہی اشیاء کی بڑھی ہے جو اس نے شریک کی تھیں، اس کے برعکس اگر ان اشیاء کی قیمتیں گر جاتی ہیں تو یہ امکان موجود ہے کہ ایک شریک اپنی سرمایہ کاری واپس لینے کے علاوہ دوسرے شریک کی اصل قیمت کا کچھ حاصل کرلے۔[1]

۱- مثلاً زید اور بکر کی کار کی قیمت ایک ایک لاکھ روپے تھی، نفع پچاس ہزار ہوا، اب کل مال ڈھائی لاکھ روپے ہے، اسے دونوں میں تقسیم کرنے کے لیے ان کے راس المال کو بنیاد بنایا جائے گا، جو ان اشیاء کی موجودہ قیمت ہی ہوسکتا ہے، راس المال کو تقسیم کرنے کے بعد جو نفع بچے گا وہ دونوں کو دیا جائے گا، اب مثلاً زید کی کار کی قیمت پچاس ہزار بڑھ گئی تو اس کا راس المال ڈیڑھ لاکھ اور دوسرے کا ایک لاکھ تصور کیا جائے گا، گویا کہ ان کے سرمایہ میں ایک اور ڈیڑھ کی نسبت ہے لہٰذا کل مال اسی تناسب سے تقسیم ہوگا۔ زید ڈیڑھ لاکھ لے لے گا اور بکر ایک لاکھ، اس کے لیے نفع میں سے کچھ نہیں بچے گا اور اگر اس صورت میں زید کی کار کی قیمت مثلاً پچاس ہزار گر جائے تو کل ڈھائی لاکھ میں سے زید کا راس المال پچاس ہزار اور بکر کا ایک لاکھ ہے اور نفع ایک لاکھ ہے، دونوں کے راس المال کا تناسب دو اور ایک کا ہے، لہٰذا کل رقم اسی تناسب سے تقسیم ہوگی اور اس کے تین حصے کر کے زید کو ایک تہائی یعنی 83,333 روپے اور بکر کو 1,66,666 روپے ملیں گے، اس صورت میں بکر زید کے اصل راس المال سے 16,667 روپے لے گیا، پس معلوم ہوا کہ اشیاء کو راس المال بنا کر شرکت کرنے سے بعض صورتوں میں ظلم لازم آنے کا امکان ہے۔

۳- امام شافعی رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا دونوں آرا کے درمیان میں ایک متوسط نکتہ نظر اختیار کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اشیاء دو قسم کی ہوتی ہیں:

ا ذوات الامثال: یعنی وہ اشیاء جو اگر ضائع ہو جائیں تو ان کا تاوان ایسی چیز کے ساتھ دیا جا سکے جو معیار اور مقدار میں ہلاک ہونے والی جیسی ہے، جیسے: گندم، چاول وغیرہ۔ اگر سو کلو گندم ضائع ہو جائے تو آسانی سے اسی معیار کی سو کلو گندم دی جا سکتی ہے۔

ب۔ ذوات القیمۃ: یعنی وہ اشیاء جن کے ضائع ہونے کی صورت میں اسی جیسی اشیاء کے ساتھ تاوان ادا نہ کیا جا سکے، جیسے: حیوانات، مثال کے طور پر بکریوں کا ہر فرد اپنی الگ خصوصیات رکھتا ہے جو دوسرے میں نہیں پائی جاتیں، اس لیے اگر کوئی شخص کسی کی بکریاں ہلاک کر دیتا ہے تو اسی جیسی بکریاں دے کر تاوان ادا نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کی جگہ ان بکریوں کی قیمت ادا کرنا ہوگی۔

اب امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پہلی قسم کی اشیاء (یعنی ذوات الامثال) کو مشارکہ میں کسی حصہ کے طور پر شامل کیا جا سکتا ہے جبکہ دوسری قسم کی اشیاء (یعنی ذوات القیم) شیئر کیپٹل کا حصہ نہیں بن سکتیں۔

ذوات الامثال اور ذوات القیم میں اس فرق کے ذریعے امام شافعی رحمہ اللہ نے غیر نقد اشیاء کے ذریعے شراکت پر دوسرے اعتراض کا حل پیش کر دیا ہے جو امام احمد کی طرف سے اٹھایا گیا تھا، اس لیے کہ ذوات الامثال کی صورت میں سرمایہ کی دوبارہ تقسیم اس طرح کی جا سکتی ہے کہ ہر شریک کو اسی طرح کی اشیاء لوٹا دی جائیں جو اس نے کاروبار میں لگائی تھیں۔ تاہم پہلے اعتراض کا ابھی تک امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف سے کوئی جواب نہیں دیا گیا۔

اس اشکال کو حل کرنے کے لیے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ اشیاء جو ذوات الامثال میں داخل ہیں وہ مشترکہ سرمایہ کا حصہ اس صورت میں بن سکتی ہیں جبکہ ہر حصہ دار کی طرف سے لگائی گئی اشیاء کو آپس میں اس طرح ملا لیا جائے کہ ہر شریک کی اشیاء دوسرے سے ممتاز نہ ہو سکیں۔

حاصل یہ کہ اگر کوئی شریک کسی مشارکہ میں غیر نقد اشیاء کو شامل کر کے حصہ لینا چاہتا ہے تو امام مالک رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق وہ بغیر کسی رکاوٹ کے ایسا کر سکتا ہے اور مشارکہ میں اس کے حصہ کی تعیین مشارکہ وجود میں آنے کی تاریخ کو ان اشیاء کی مروّجہ بازاری قیمت کی بنیاد پر کی جائے گی۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ایسا صرف اس صورت میں کیا جا سکتا ہے

جبکہ وہ غیر نقد چیز ذوات الامثال میں سے ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق اگر وہ چیز ذوات الامثال میں سے ہے تو ایسا صرف اس صورت میں کیا جا سکتا ہے جبکہ تمام شرکاء کی اشیاء آپس میں خلط ملط کر لی جائیں اور اگر وہ غیر نقد اشیاء ذوات القیم میں سے ہوں تو وہ شراکت میں شامل سرمایہ کا حصہ نہیں بن سکتیں۔

بظاہر امام مالک رحمہ اللہ کا نکتۂ نظر زیادہ سہل اور معقول معلوم ہوتا ہے اور یہ جدید کاروبار کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے اس لیے اس پر عمل کیا جا سکتا ہے۔

مذکورہ بالا بحث سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ مشارکہ میں لگایا جانے والا سرمایہ نقد شکل میں بھی ہو سکتا ہے اور غیر نقد اشیاء کی شکل میں بھی، دوسری صورت میں راس المال میں اس شریک کے حصہ کا تعین غیر نقد اشیاء کی بازاری قیمت کے ذریعے کیا جائے گا۔

کتاب الوقف

(وقف کے احکام)

مسئلہ ۱: اپنی کوئی جائیداد جیسے مکان، باغ، گاؤں وغیرہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں فقیروں، مسکینوں، غریبوں کے لیے وقف کر دی کہ اس گاؤں کی ساری آمدنی فقیروں محتاجوں پر خرچ کر دی جائے یا باغ کا سارا پھل غریبوں کو دیدیا جائے یا اس مکان میں مسکین لوگ رہا کریں تو اس کا بڑا ثواب ہے۔ نیک کام مرنے کے بعد ختم ہو جاتے ہیں، لیکن یہ ایسا نیک کام ہے کہ جب تک وہ جائیداد باقی رہے گی اور مستحقین کو سہولت اور فائدہ ملتا رہے گا، مسلسل قیامت تک اس کا ثواب ملتا رہے گا۔

مسئلہ ۲: اگر اپنی کوئی چیز وقف کرنا ہو تو کسی اچھے دیانت دار آدمی کو متولی بنا کر اس کے سپرد کر دے کہ وہ اس کی دیکھ بھال کرے تاکہ جس کام کے لیے وقف کیا ہے اسی میں خرچ ہوا کرے، کہیں بے جا خرچ نہ ہونے پائے۔

مسئلہ ۳: جس چیز کو وقف کر دیا اب وہ چیز اس کی نہیں رہی، اللہ تعالیٰ کی ہو گئی، اب اسے کسی کو بیچنا درست نہیں۔ اب اس میں کوئی شخص اپنا دخل نہیں دے سکتا، جس کام کے لیے وقف ہے وہی کام اس سے لیا جائے گا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

مسئلہ ۴: مسجد کی کوئی چیز جیسے: اینٹ، گارا، چونا، لکڑی، پتھر وغیرہ اپنے استعمال میں لانا درست نہیں، چاہے کتنی ہی ناکارہ ہو گئی ہو، بلکہ اس کو بیچ کر مسجد ہی میں لگا دینا چاہیے۔[1]

مسئلہ ۵: وقف میں یہ شرط لگانا بھی درست ہے کہ جب تک میں زندہ ہوں اس وقف کی آمدنی کا کل یا بعض حصہ اپنے خرچ میں لایا کروں گا، پھر میرے بعد فلاں کارِ خیر میں خرچ ہوا کرے، اگر یوں کہہ دیا تو اتنی آمدنی لینا اس کے لیے جائز اور حلال ہے اور یہ بڑا آسان طریقہ ہے کہ اس میں اپنے آپ کو بھی کسی طرح کی تکلیف اور تنگی ہونے کا اندیشہ نہیں اور جائیداد بھی وقف ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر یہ شرط رکھے کہ پہلے اس کی آمدنی میں سے میری اولاد کو اتنا دے دیا جایا کرے، پھر جو بچے وہ اس نیک کام میں خرچ ہو جائے، یہ بھی درست ہے اور اولاد کو اتنا دیا جائے گا جتنا اس نے مقرر کیا۔

۱- اس کی کچھ تفصیل دو صفحے بعد آ رہی ہے۔

اضافہ

مسجد کب شرعی مسجد ہو جاتی ہے؟

حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مسجد کا وقف صحیح ہونے کے لیے صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے: "جعلته مسجداً" یعنی میں نے اس کو مسجد بنا دیا۔ فتویٰ اسی قول پر ہے۔[۱]

مسجد یا مدرسہ سے قرآن منتقل کرنا:

اگر واقف نے خاص مسجد یا خاص مدرسہ کے لیے قرآن یا کتاب کو وقف کیا ہے تو دوسری جگہ منتقل کرنا جائز نہیں۔[۲]

قبرستان کے درختوں کا پھل:

اگر واقف نے صرف زمین وقف کی ہو، درخت وقف نہ کیے ہوں تو وہ درخت اسی کی ملک ہیں، اس کی اجازت کے بغیر ان کی کوئی چیز استعمال کرنا جائز نہیں، مگر اس کو مجبور کیا جائے گا کہ ان درختوں کو اکھاڑ کر قبرستان کی زمین فارغ کر دے۔

اگر واقف نے زمین کے ساتھ درخت بھی وقف کیے ہیں تو جو وقف کا مصرف ہے وہی ان درختوں اور ان کے پھلوں کا بھی ہے۔[۳]

قبرستان کے درخت کاٹنا:

جن درختوں کے متعلق لوگوں کا شرکیہ عقیدہ ہو کہ یہ فلاں بزرگ یا فلاں پیر صاحب کے درخت ہیں، جو انہیں ہاتھ لگائے گا اس پر آفت آ جائے گی، ان کا کاٹنا عقیدۂ شرکیہ کے خاتمے کے لیے ضروری ہے، مگر انہیں فروخت کر کے ان کی قیمت اسی قبرستان پر خرچ کی جائے، اگر اس قبرستان میں کوئی مصرف نہ ہو تو دوسرے کسی قریب تر قبرستان پر لگائی جائے۔

یہ حکم اس وقت ہے کہ درخت خودرو ہوں، اگر کسی شخص نے لگائے ہوں تو وہ اسی کی ملک ہوں گے۔[٤]

۱- ردالمحتار: ٦/٥٤٧ بیروت، أحسن الفتاویٰ: ٦/١٩٣

۲- أحسن الفتاویٰ: ٦/٤٠٧

۳- أحسن الفتاویٰ: ٦/٤١٨

٤- أحسن الفتاویٰ: ٦/٤١٨

مسجد کے لیے وصیت کی رقم مدرسہ پر خرچ کرنا:

اگر کسی نے وصیت کی کہ مثلاً میرا مکان میرے مرنے کے بعد مسجد میں دے دینا تو وصیت کے مطابق مسجد ہی کو دینا ضروری ہے، مدرسہ میں دینا جائز نہیں۔[1]

وارثوں کے ضرورت مند ہوتے ہوئے وقف کرنا:

اگر کسی کے ورثہ محتاج ہوں اور وہ انہیں محروم کر کے اپنی جائیداد وغیرہ وقف کر دے تو وقف کرنے والا گناہ گار ہوگا، البتہ وقف بہرحال نافذ ہے۔[2]

وقف کی زمین بدلنا:

وقف زمین کو فروخت کرنا جائز نہیں، اگرچہ اس غرض سے ہو کہ اس کے بدلہ اس سے عمدہ اور زیادہ جائیداد وقف کر دی جائے۔[3]

مسجد کے نیچے دکانیں بنانا:

زمین کے جتنے حصے کو ایک بار شرعی مسجد بنا دیا گیا ہو اس کے اندر اور اوپر نیچے دکانیں وغیرہ بنانا جائز نہیں، البتہ اگر مسجد شرعی قرار دینے سے پہلے مسجد کے نیچے دکانیں یا مسجد کے لیے کوئی اور چیز بنانا طے کر لیا گیا ہو اور اس کی عام اطلاع بھی کر دی گئی ہو یا تحریر لکھ لی گئی ہو تو جائز ہے بشرطیکہ یہ دکانیں مسجد کے مصارف کے لیے وقف ہوں۔[4]

ایک مسجد کا سامان دوسری میں منتقل کرنا:

مسجد کا سامان دو قسم کا ہوتا ہے:

۱۔ ایک وہ سامان جس کا تعلق مسجد کی تعمیر کے ساتھ ہو، جیسے: اینٹیں، گارڈر، دروازے وغیرہ اسے ''انقاض المسجد'' کہا جاتا ہے۔ ایسے سامان کا حکم یہ ہے کہ اگر مسجد آباد ہے اور اس میں نماز پڑھی جاتی ہے تو اس مسجد کا سامان دوسری مسجد کی طرف منتقل کرنا جائز نہیں، ان کو بیچ کر ان کی قیمت اس مسجد میں صرف کی جائے، البتہ اگر مسجد غیر آباد ہو جائے کہ کوئی بھی اس

۱- أحسن الفتاوی: ٦/ ٤٢١

۲- از أحسن الفتاوی: ٦/ ٤٢٢

۳- عزیز الفتاوی: ٥٩٣، أحسن الفتاوی: ٦/ ٤٢٠

٤- إمداد الفتاوی: ٢/ ٦٨١، إمداد المفتین: ٦٧٤، إمداد الأحکام: ٣/ ٢٣٢، أحسن الفتاوی: ٦/ ٤٤٤

میں نماز نہیں پڑھتا، مثلاً: مسجد کے گردونواح کے لوگ وہ علاقہ چھوڑ کر کسی دوسری جگہ جا بسے ہوں جس کی وجہ سے مسجد بالکل ویران ہوگئی ہو تو ایسی حالت میں اس مسجد کی اینٹیں، گارڈر اور دروازے وغیرہ جماعۃ المسلمین کے متفقہ فیصلہ سے دوسری مسجد کی طرف منتقل کیے جاسکتے ہیں۔

۲- مسجد کا دوسری قسم کا سامان وہ ہے جس کا مسجد کی تعمیر میں کوئی دخل نہیں، جیسے: چٹائی اور فانوس وغیرہ اسے "آلاتِ مسجد" کہا جاتا ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس مسجد میں ضرورت نہیں تو اسے دوسری مسجد کو دینا جائز ہے، بشرطیکہ واقف بھی اجازت دے، اس لیے کہ ایسی صورت میں اس قسم کا سامان واقف کی ملکیت میں واپس آجاتا ہے، لہٰذا واقف کی اجازت ضروری ہے۔(۱)

مسجد میں آتے جاتے سلام کرنا:

مسجد میں آنے والے لوگ عموماً ذکر و تسبیح یا نماز میں مشغول ہوتے ہیں، اس لیے ان کو سلام کہنا جائز نہیں اور ایسے سلام کا جواب بھی واجب نہیں۔(۲)

البتہ اگر مسجد میں کوئی موجود نہ ہو تو ان الفاظ سے سلام کہنا مستحب ہے:

" السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين ."(۳)

مسجد میں مانگنا:

جس شخص کے پاس ایک وقت کا کھانا ہو یا کمانے پر قدرت ہو اس کے لیے سوال کرنا اور اسے دینا حرام ہے، مسجد میں سوال کرنا یا سائل کو دینا دہرا گناہ ہے، لہٰذا مسجد میں سوال کرنے والے کو روکنا فرض ہے، باز نہ آئے تو مسجد سے نکال دیا جائے، مگر یہ حکم مسجد کے منتظمین یا ان لوگوں کے لیے ہے جو اس پر قادر ہوں، یہ بھی ضروری ہے کہ تمام نمازیوں کے سامنے یہ مسئلہ کھول کر بیان کیا جائے۔(٤)

۱- أحسن الفتاوی: ٦/٤٢٦ - ٤٢٧

۲- أحسن الفتاوی: ٦/٤٥٤

۳- إمداد الفتاوی: ٦/٧٢٩

٤- إمداد الفتاوی: ٢/٧١٠، أحسن الفتاوی: ٦/٤٦٠

مسجد میں کھانا پینا اور سونا:

مسجد میں کھانا، پینا اور سونا مکروہ ہے، البتہ مسافر اور معتکف کے لیے مسجد میں کھانے، پینے اور سونے کی گنجائش ہے واضح ہو کہ مسجد کی بناء ذکر وعبادت کے لیے ہے، اس طرح کے کاموں کے لیے نہیں، اس لیے عام حالات میں تو وہی حکم ہے جو اوپر مذکور ہے البتہ بامر مجبوری کسی کو مسجد میں سونا پڑتا ہے تو مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ اس کی گنجائش ہوگی:

(۱) مسجد کے علاوہ کوئی عارضی یا مستقل قیامگاہ موجود نہ ہو، اور نہ مسجد کا متولی یا مدرسہ کا منتظم اس کا انتظام کر سکتے ہوں۔

(۲) مسجد کے آداب کا پورا لحاظ رکھیں کہ شور وغوغا، ہنسی مذاق اور لایعنی گفتگو سے پرہیز کریں، صفائی کا پورا اہتمام رکھیں اور اعتکاف کی نیت کر لیں۔

(۳) نمازیوں کو ان سے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے، اذان ہوتے ہی اٹھ جائیں اور بعد میں بھی نمازیوں کے سنن ونوافل یا ذکر وتلاوت وغیرہ میں مشغول رہنے تک ان کی عبادت میں خلل نہ ڈالیں۔

(۴) اگر طلبہ ہوں تو ضروری ہے کہ بالغ یا کم از کم آدابِ مسجد سے واقف اور باشعور ہوں، کم سن بے شعور بچوں کو مسجد میں سلانا جائز نہیں۔[1]

مسجد کی جگہ کی تبدیلی:

جو جگہ مسجد بن گئی اب قیامت تک وہ مسجد ہی رہے گی، اس جگہ کو کسی دوسرے کام میں لگانا ہرگز جائز نہیں، البتہ اگر کوئی مسجد بالکل ویران ہو جائے اور اس کے آس پاس کوئی آبادی نہ رہے اور اس کا سامان چوری ہو جانے کا خطرہ ہو تو اس سامان کو کسی آباد مسجد میں لگا دینا جائز ہے، لیکن اس حالت میں بھی اس مسجد کی زمین کو کسی دوسرے کام زراعت وغیرہ کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں، بلکہ وہ جگہ بدستور مسجد ہی رہے گی اور دوسری مساجد کی طرح اس کا احترام بھی لازم ہے۔[2]

مسجد کی رقم مدرسہ یا غریبوں پر خرچ کرنا:

مسجد کی آمدنی مسجد میں ضرورت نہ ہونے کے باوجود مسجد کے علاوہ کسی اور مصرف میں خرچ کرنا جائز نہیں، البتہ اگر کسی مسجد کی آمدنی اس کی ضرورت سے زیادہ ہے اور اس کو جمع رکھنے میں ضائع ہونے کا احتمال ہے تو اس زائد آمدنی کو قریبی مسجد پر خرچ کرنا

۱- ردالمحتار: ۱/ ٦٦١، إمداد الفتاوىٰ: ۲/ ۷۱۱، أحسن الفتاوىٰ: ٦/ ٤٤٧

۲- إمداد الفتاوىٰ: ۲/ ۷۰۷، إمداد المفتين: ۷٦۷

جائز ہے، اگر اس میں بھی ضرورت نہ ہو تو اس کے بعد جو مسجد قریب تر ہو پہلے اس پر خرچ کیا جائے، پھر اسی ترتیب سے دوسری مساجد پر خرچ کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ واقف یعنی چندہ دینے والوں کی طرف سے اس کی اجازت ہو اور اگر واقف معلوم نہ ہو تو بلا اجازت بھی اس کے حصہ کا چندہ دوسری مسجد پر خرچ کرنا جائز ہے۔[۱]

پرانے قبرستان پر مسجد بنانا:

اگر وقف قبرستان میں لوگوں نے مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دیا ہو اور سابقہ قبروں کے نشانات مٹ گئے ہوں تو وہاں مسجد بنانا جائز ہے، اسی طرح اگر قبرستان کسی کی ملکیت ہو اور اس میں قبریں مٹ چکی ہوں تو مالک کی اجازت سے وہاں مسجد بنانا جائز ہے۔[۲]

۱- إمداد المفتين: ٦٤١، إمداد الفتاوىٰ: ٥٩٢/٢

۲- إمداد المفتين: ٧٨٢، أحسن الفتاوىٰ: ٤٠٩/٦

کتاب البیوع

(خرید و فروخت کے احکام)

رزقِ حلال کی جستجو:

☆ حدیث میں ہے: ''حلال (مال) تلاش کرنا فرض ہے دیگر فرائض کے بعد۔''

مطلب یہ ہے کہ دیگر فرائض یعنی نماز، زکوٰۃ، روزہ وغیرہ ارکانِ اسلام کے بعد حلال روزی تلاش کرنا فرض ہے اور یہ فرض اس شخص کے ذمہ ہے جسے لازمی اخراجات کے لیے مال کی ضرورت ہو، چاہے اپنے لیے یا اپنے اہل وعیال کے لیے اور جس شخص کے پاس بقدرِ ضرورت مال موجود ہے، مثلاً: وہ صاحبِ جائیداد ہے یا اور کسی طریقہ سے اس کو مال مل گیا تو اس کے ذمہ یہ فرض نہیں رہتا، اس لیے کہ مال حق تعالیٰ نے ضروریات پوری کرنے کے لیے پیدا کیا ہے تاکہ بندہ ضروری حاجتیں پوری کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو، کیونکہ کھانے، پینے اور پہننے کے بغیر عبادت نہیں ہوسکتی، پس مال خود مقصود نہیں بلکہ مقصد حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، لہٰذا جب بقدرِ ضرورت حاصل ہو گیا تو خواہ مخواہ حرص کی وجہ سے اور زیادہ طلب کرنا اور بڑھانا نہیں چاہیے۔ جس کے پاس بقدرِ ضرورت موجود ہو اس پر بڑھانا فرض نہیں، بلکہ یہ بات اچھی طرح سمجھ لی جائے کہ مال کی حرص اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والی اور مال کی کثرت گناہوں میں مبتلا کرنے والی ہے۔

اس بات کا ہمیشہ اہتمام رہے کہ حلال مال حاصل ہو، حرام کی طرف مسلمانوں کو بالکل توجہ نہیں دینی چاہیے، اس لیے کہ حرام مال بے برکت ہوتا ہے اور حرام کھانے والا دین و دنیا میں ذلت اور اللہ تعالیٰ کی پھٹکار میں مبتلا رہتا ہے۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ آج کل حلال مال کمانا ممکن نہیں اور حلال مال نہیں ملتا، یہ سراسر غلط اور شیطان کا دھوکہ ہے۔ اچھی طرح یاد رکھیے کہ شریعت پر عمل کرنے والے کی غیب سے مدد ہوتی ہے، جس کی نیت حلال کھانے اور حرام سے بچنے کی ہوتی ہے حق تعالیٰ اس کو ایسا ہی مال عطا فرماتے ہیں اور یہ بات مشاہدہ سے ثابت ہے اور قرآن وحدیث میں تو جا بجا یہ وعدہ آیا ہے۔ اس نازک زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے جن بندوں نے حرام اور شبہہ کے مال سے اپنے آپ کو روک لیا ہے ان کو حق تعالیٰ عمدہ حلال مال عطا فرماتے

ہیں اور وہ لوگ حرام خوروں سے زیادہ راحت وعزت سے رہتے ہیں۔ جو شخص اپنے ساتھ اور دوسروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ معاملہ دیکھتا ہے اور جا بجا قرآن وحدیث میں یہ مضمون پاتا ہے وہ ایسے جاہلوں کی باتوں کی کوئی پروا نہیں کر سکتا۔ لوگ مال کے بارے میں بہت کم احتیاط کرتے ہیں، ناجائز نوکریاں کرتے ہیں، ملاوٹ کرتے اور دھوکہ دیتے ہیں، دوسروں کی حق تلفی کرتے ہیں، یہ سب حرام ہے اور خوب یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کسی چیز کی کمی نہیں، جتنا تقدیر میں لکھا ہے وہ ضرور مل کر رہے گا، پھر بدنیتی کرنا اور دوزخ میں جانے کی تیاری کرنا کونسی عقل کی بات ہے۔ چونکہ حلال مال کی طرف لوگوں کی توجہ بہت کم ہے اس لیے بار بار تاکید سے یہ بات کہی جا رہی ہے۔ دنیا میں اصل مقصود انسان اور جنات کی پیدائش سے یہ ہے کہ انسان اور جنات اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، لہٰذا اس بات کا ہر معاملہ میں خیال رکھو اور کھانا پینا اس لیے ہے کہ قوت پیدا ہو جس سے اللہ تعالیٰ کا نام لے سکے، یہ مطلب نہیں کہ شب و روز لذتوں میں مشغول رہے اور اللہ تعالیٰ کو بھول جائے اور اس کی نافرمانی کرے۔ بعض جاہلوں کا یہ خیال ہے کہ دنیا میں صرف کھانے پینے اور مزے اڑانے کے لیے آئے ہیں، یہ سخت بددینی کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ جہالت جیسی بری بلا سے حفاظت فرمائے۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اپنے ہاتھوں کی کمائی سے کھاتا ہے اس سے بہتر کھانا کسی نے کبھی نہیں کھایا اور بیشک اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ہاتھوں کی کمائی سے کھاتے تھے۔“ مطلب یہ ہے کہ اپنے ہاتھ کی کمائی بہت عمدہ چیز ہے مثلاً: کوئی کام یا ہنر اختیار کرنا یا تجارت کرنا وغیرہ، خواہ مخواہ کسی پر بوجھ نہیں ڈالنا چاہیے اور پیشہ و ہنر کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے، جب اس قسم کے کام حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے کیے ہیں تو اور کون ایسا شخص ہے جس کی عزت ان حضرات سے بڑھ کر ہے، بلکہ کسی کی عزت ان حضرات کے برابر بھی نہیں، ایک حدیث میں آیا ہے: ”کوئی نبی ایسے نہیں گزرے جنھوں نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔“

بعض لوگ ایسے ہیں کہ اگر ان کے پاس مال حلال ہو مگر اپنے ہاتھ کا کمایا ہوا نہ ہو بلکہ میراث میں ملا ہو یا اور کسی حلال ذریعہ سے حاصل ہوا ہو تو خواہ مخواہ کمانے کی فکر کرتے ہیں اور اس کو عبادت میں مشغول ہونے سے بہتر سمجھتے ہیں۔ یہ سخت غلطی ہے۔ ایسے شخص کے لیے عبادت اور دین کے کام میں مشغول ہونا بہتر ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اطمینان دیا اور رزق کی تلاش سے بالکل بے فکر کر دیا تو پھر بڑی ناشکری ہے کہ اس کا نام اچھی طرح نہ لے اور مال ہی کو بڑھاتا رہے۔

حدیث کا مطلب تو یہ ہے کہ لوگ اپنا بوجھ کسی پر نہ ڈالیں اور لوگوں سے نہ مانگیں، جب تک کوئی خاص ایسی مجبوری نہ ہو

جس کو شریعت نے مجبوری قرار دیا ہو۔ یہ بات مبالغہ کے طور پر اس لیے کی گئی ہے تا کہ لوگ اپنے ہاتھ سے کمانے کو برا نہ سمجھیں، بلکہ کما کر خود بھی کھائیں اور صدقہ وخیرات کریں، حدیث کی یہ غرض نہیں کہ سوائے اپنے ہاتھ کی کمائی کے اور کسی طرح سے جو حلال مال ملا ہو وہ حلال نہیں یا ہاتھ کی کمائی کے برابر نہیں بلکہ بعض مرتبہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے بڑھ کر ہوتا ہے۔

☆ حدیث میں ہے: ''اللہ تعالیٰ تمام عیبوں سے پاک ہے اور صرف پاک وحلال مال قبول فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اسی چیز کا حکم فرمایا ہے جس کا پیغمبروں کو حکم فرمایا اور فرمایا: ''اے پیغمبرو! پاک یعنی حلال چیزیں کھاؤ اور اچھے عمل کرو'' اور فرمایا: ''اے ایمان والو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ جو ہم نے تمہیں دی ہیں'' پھر آپ ﷺ نے اس آدمی کا تذکرہ فرمایا جو (حج اور طلبِ علم وغیرہ کے لیے) لمبا سفر کرتا ہے اور اس دوران وہ پراگندہ حال اور گرد آلود ہوتا ہے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے: اے میرے پروردگار، اے میرے پروردگار! حالانکہ اس کا کھانا حرام ہے اور اس کا پینا حرام ہے اور اسکا لباس حرام ہے اور مال حرام سے پالا گیا ہے (اس نے بالغ ہونے کے بعد مالِ حرام سے ضرورتیں پوری کر کے پرورش پائی ہے) پس اس کی یہ دعا کیسے قبول کی جائے؟'' (رواہ مسلم)

مطلب یہ ہے کہ اس قدر مشقتیں برداشت کرنے کے باوجود مال حرام استعمال کرنے کی وجہ سے ہرگز دعا قبول نہیں ہوگی۔ اگر کبھی کوئی مقصد پورا ہو بھی گیا تو وہ دعا قبول ہونے کی وجہ سے نہیں ہوگا، بلکہ تقدیر الٰہی کی وجہ سے ہوگا، جیسے: کافروں کے مقصود پورے ہو جاتے ہیں، اس لیے کہ دعا قبول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ پر نظرِ رحمت فرمائیں اور رحمت کی وجہ سے اس کا مقصود حاصل ہو اور اس طلب پر اس کو ثواب بھی ملے، جبکہ حرام خور جیسے نافرمان پر توبہ واستغفار کے بغیر اللہ تعالیٰ کی رحمت نہیں ہوتی۔ حقیقت یہ ہے کہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ سے سچی محبت اور آخرت کی فکر ہوتی ہے وہ مشتبہ مال سے بھی بچتا ہے، چہ جائیکہ اس کا کھانا پینا وغیرہ خالص حرام سے ہو، چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک جلیل القدر شاگرد عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''مشتبہ مال کا ایک درہم واپس کر دینا (جو ہدیہ وغیرہ میں ملا ہو) مجھے چھ لاکھ درہم صدقہ کرنے سے زیادہ پسند ہے۔''

☆ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''حلال واضح ہے اور حرام واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں۔ پس جس شخص نے مشتبہ چیزوں سے پرہیز کیا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچا لیا اور جو شخص شبہہ کی چیزوں میں پڑا وہ حرام میں پڑے گا، اس چرواہے کی طرح جو اس چراگاہ کے اردگرد جانور چراتا ہے جسے بادشاہ نے اپنے جانور

چرانے کے لیے مخصوص کرلیا ہے، خطرہ ہوتا ہے کہ یہ اس چراگاہ کے اندر چرانے لگے۔ جان لو کہ ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ کی چراگاہ وہ چیزیں ہیں جن کو اس نے حرام فرمادیا ہے۔ خوب سمجھ لو کہ انسان کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوگا تو سارا بدن درست رہے گا اور جب وہ خراب ہوگا تو سارا بدن خراب ہوگا، جان لو کہ وہ دل ہے۔''

☆ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کرے، ان پر (گائے اور بکری کی) چربی حرام کی گئی، پس انہوں نے اس چربی کو پگھلایا، پھر اسے بیچ دیا۔''

مطلب یہ ہے کہ انہوں نے یہ حیلہ کیا کہ خود چربی نہیں کھائی بلکہ اسے بیچ کر اس کی قیمت کھائی، حالانکہ حکم یہ تھا کہ کسی طرح بھی اس چربی سے فائدہ نہ اٹھائیں یعنی نہ چربی سے اور نہ اس کی قیمت وغیرہ سے۔

☆ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ کوئی بندہ حرام مال کمائے پھر اس میں سے کچھ صدقہ کرے تو اس سے وہ صدقہ قبول کیا جائے اور نہ ایسا ہوتا ہے کہ اس میں سے کچھ خرچ کرے تو اس کے لیے اس مال میں برکت دی جائے اور نہ یہ کہ اگر وہ اسے اپنے پیچھے چھوڑ جائے تو وہ اس کے لیے فائدہ پہنچانے والا ہو، بلکہ وہ اسے دوزخ کی طرف پہنچانے والا ہوگا۔ بیشک اللہ تعالیٰ برائی کو برائی کے ذریعہ دور نہیں فرماتے، لیکن برائی کو بھلائی کی ذریعہ دور فرمادیتے ہیں۔ بیشک خبیث یعنی حرام مال خبیث یعنی گناہ کو دور نہیں کرتا۔''

☆ حدیث میں ہے: ''وہ گوشت جنت میں داخل نہیں ہوگا جو حرام مال سے پلا بڑھا ہو اور ہر ایسا گوشت جو حرام مال سے پلا بڑھا ہے اس کے لائق دوزخ ہی ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ حرام خور سزا بھگتے بغیر جنت میں داخل نہیں ہوگا، البتہ اگر وہ مرنے سے پہلے حرام کھانے سے توبہ کرلے اور جس کا حق اس کے اوپر ہو وہ ادا کردے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا یہ گناہ معاف فرمادیں گے۔

☆ حدیث میں ہے: ''کوئی بندہ مکمل طور پر پرہیزگاروں میں شمار نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ وہ اس چیز کو بھی جس میں کوئی ممانعت نہیں، اس چیز کی وجہ سے چھوڑ دے جس میں (گناہ کا) اندیشہ ہو۔''

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مال حلال ہے یا کوئی کام جائز اور مباح ہے مگر اس حلال مال کو کھانے یا اس جائز کام کے کرنے سے اندیشہ ہے کہ کوئی ناجائز اور گناہ کا کام ہوجائے گا تو اس حلال مال اور جائز کام کو بھی چھوڑ دے، اس لیے کہ اگرچہ یہ حلال مال کھانا اور یہ جائز کام کرنا گناہ نہیں مگر اس کے ذریعہ سے گناہ ہوجانے کا ڈر ہے اور برے کام کا ذریعہ بھی برا ہوتا ہے۔

☆ حدیث میں ہے: ''جس نے دس درہم کا کوئی کپڑا خریدا اور اس میں ایک درہم حرام کا تھا تو جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہے گا اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں فرمائیں گے۔''

مطلب یہ ہے کہ نماز کا پورا ثواب نہیں ملے گا، اگرچہ فرض ادا ہو جائے گا۔

☆ حدیث میں ہے: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو چیزیں تمہیں جنت سے قریب کر سکتی ہیں وہ سب میں نے تمہیں بتا دی ہیں اور جو چیز تمہیں جہنم کے قریب لے جا سکتی ہیں وہ سب بھی میں نے تمہیں بتا دی ہیں اور روح الامین یعنی جبرئیل علیہ السلام نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی ہے کہ بیشک ہرگز کوئی نہیں مرے گا یہاں تک کہ وہ اپنا رزق پورا پورا لے لے اگرچہ وہ اسے دیر سے ملے۔''

☆ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دس حصوں میں سے نو حصے رزق، تجارت میں ہے۔'' (یعنی تجارت بہت بڑی آمدنی کا ذریعہ ہے اس کو اختیار کرو)

☆ حدیث میں ہے: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق تعالیٰ اس مومن کو جو محنتی اور پیشہ ور (ہنر مند) ہو اور جو پروا نہیں کرتا کہ کیا پہنتا ہے (یعنی اسے اتنی فرصت نہیں کہ عمدہ لباس پہن سکے) پسند کرتا ہے۔''

☆ حدیث میں ہے: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری طرف یہ وحی نہیں کی گئی کہ میں مال جمع کروں اور میں تجارت کرنے والوں میں سے ہو جاؤں، لیکن یہ وحی کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کروں اس کی حمد کے ساتھ اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جاؤں اور اپنے پروردگار کی عبادت کروں یہاں تک کہ موت آ جائے۔''

یعنی ضرورت سے زیادہ دنیا میں مشغول نہ ہو، کیونکہ بقدرِ ضرورت اخراجات کا انتظام کرنا سب پر واجب ہے۔ ہاں جس میں توکل کی قوت ہو اور توکل کی تمام شرائط اس میں جمع ہوں ایسا شخص البتہ سب کام چھوڑ کر محض عبادت اور دین کے کام میں مشغول ہو سکتا ہے۔

☆ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم کرے جو کوئی چیز فروخت کرتے وقت یا کچھ خریدتے وقت یا قرض طلب کرتے وقت نرمی کرتا ہے۔''

☆ حدیث میں ہے: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خرید و فروخت میں زیادہ قسمیں کھانے سے بچو۔'' (یعنی اس خیال سے کہ ہمارا مال خوب بکے بہت قسمیں نہ کھاؤ، کیونکہ زیادہ قسم کھانے میں کوئی نہ کوئی قسم ضرور جھوٹی نکلے گی اور پھر اس سے بے

برکتی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے نام کی بے ادبی بھی، ہاں کبھی کبھار اگر ایسا کرو تو مضایقہ نہیں)

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سچا اور امانت دار تاجر (قیامت میں) انبیا، صدیقین اور شہدا کے ساتھ ہوگا۔''

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے تاجروں کی جماعت! بیشک خرید و فروخت ایسی چیز ہے جس میں اکثر لغو باتیں ہو جاتی ہیں اور قسم کھائی جاتی ہے، پس اس میں صدقہ ملا لیا کرو۔'' (یعنی لغو باتیں اور قسمیں کھانا بہت بری بات ہے اور اس کی تلافی کے لیے صدقہ کرنا چاہیے تاکہ ان لغویات وغیرہ کا جو بغیر ارادے کے ہوگئی ہیں کفارہ ہو جائے)

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تجارت کرنے والے قیامت کے روز فاجر اور گناہ گار اٹھائے جائیں گے مگر وہ شخص جو بچتا رہا اور نیکی کی اور سچ بولا۔'' (یعنی خرید و فروخت میں کوئی گناہ نہ کیا تو وہ اس وبال سے بچ جائے گا)

خرید وفروخت کے چند بنیادی قواعد*

شریعت میں بیع کی تعریف یہ ہے: ''قیمت رکھنے والی چیز کا قیمت والی چیز ہی کے بدلے میں باہمی رضا مندی سے تبادلہ''۔ مسلم فقہا نے عقدِ بیع کے بارے میں بہت سے قواعد ذکر کیے ہیں اور ان کی تفصیل بیان کرنے کے لیے متعدد جلدوں میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ یہاں مقصود صرف ان قواعد پر مختصر گفتگو کرنا ہے۔

قاعدہ نمبر ۱:

بیچی جانے والے چیز بیع کے وقت موجود ہونی چاہیے۔ لہٰذا جو چیز ابھی تک وجود میں نہیں آئی اسے بیچا بھی نہیں جا سکتا۔ اگر کسی غیر موجود چیز کی بیع کی گئی اگرچہ باہمی رضامندی سے ہی ہو، یہ بیع شرعاً باطل ہوگی۔

مثال: ''الف'' اپنی گائے کا بچہ جو کہ ابھی تک پیدا نہیں ہوا ''ب'' کو بیچتا ہے، یہ بیع باطل ہے۔

قاعدہ نمبر ۲:

فروخت کی جانے والی چیز بیع کے وقت بائع کی ملکیت میں ہو۔ لہٰذا جو چیز فروخت کرنے والے کی ملکیت میں نہیں اسے بیچا بھی نہیں جا سکتا، اگر اس کی ملکیت حاصل کرنے سے پہلے اسے بیچتا ہے تو بیع باطل ہوگی۔

مثال: ''الف'' ''ب'' کو ایک کار بیچتا ہے جو فی الحال ''ج'' کی ملکیت میں ہے، لیکن اسے امید ہے کہ وہ کار ''ج'' سے خرید لے گا اور بعد میں ''ب'' کے حوالے کر دے گا، یہ بیع باطل ہے، اس لیے کہ کار بیع کے وقت ''الف'' کی ملکیت میں نہیں تھی۔

قاعدہ نمبر ۳:

بیع کے وقت بیچی جانے والی چیز بیچنے والے کے حسی یا معنوی قبضے میں ہو۔ ''معنوی'' قبضے سے مراد ایسی صورت حال ہے جس میں قبضہ کرنے والے نے وہ چیز ظاہری طور پر اپنی تحویل میں نہیں لی لیکن اس کے کنٹرول میں آگئی ہے اور اس کے تمام حقوق اور ذمہ داریاں اس کی طرف منتقل ہوگئی ہیں، جن میں اس چیز کے ضیاع کا خطرہ اور رسک بھی شامل ہے، یعنی یہ چیز اگر ضائع ہوگئی تو یہ سمجھا جائے گا کہ یہ خریدار کی ضائع ہوئی۔

مثال ۱: ''الف'' نے ''ب'' سے ایک کار خریدی، ''ب'' نے ابھی تک یہ کار ''الف'' یا اس کے وکیل کے حوالے نہیں کی

---

* ۔ ماخوذ از ''اسلامی بینکاری کی بنیادیں''، ص ۹۹، مؤلفہ حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم۔

......''الف'' یہ کار''ج'' کو فروخت نہیں کرسکتا۔ اگر وہ اس پر قبضہ کرنے سے پہلے بیچ دیتا ہے تو بیع صحیح نہیں ہوگی۔

مثال ۲: ''الف'' نے''ب'' سے ایک کار خریدی''ب'' اس کار کی تعیین اور نشاندہی کرنے کے بعد اسے ایک ایسے گیراج میں کھڑا کردیتا ہے جہاں''الف'' کی آزادانہ رسائی ہے اور''ب'' اسے اجازت دے دیتا ہے کہ وہ گاڑی کو وہاں سے جہاں چاہے لے جاسکتا ہے۔ گاڑی کا رسک''الف'' کی طرف منتقل ہوگیا ہے۔ اب گاڑی اس کے معنوی قبضے میں ہے۔ اگر ''الف'' اس پر ظاہری اور حسی قبضہ کیے بغیر''ج'' کو بیچ دیتا ہے تو بیع صحیح ہوگی۔

وضاحت نمبر ۱:

قاعدہ نمبر ۱ تا ۳ کا لب لباب یہ ہے کہ کوئی شخص ایسی چیز نہیں بیچ سکتا جو:

۱- جو ابھی وجود میں نہ آئی ہو۔

۲- بیچنے والے کی ملکیت میں نہ ہو۔

۳- بیچنے والے کے حسی یا معنوی قبضے میں نہ ہو۔

وضاحت نمبر ۲:

عملی بیع اور صرف بیع کا وعدہ کر لینے میں بڑا فرق ہے۔ عملی بیع اس وقت تک مؤثر نہیں ہوتی جب تک کہ مذکورہ تین شرطیں پوری نہ کر لی جائیں، البتہ کوئی شخص ایسی چیز کے بیچنے کا وعدہ کرسکتا ہے جو کہ اس کی ملکیت یا قبضے میں نہیں ہے۔ بنیادی طور پر وعدۂ بیع سے وعدہ کرنے والے پر صرف ایک اخلاقی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنا وعدہ پورا کرے، اس میں عموماً عدالتی چارہ جوئی نہیں کی جاسکتی، تاہم بعض مخصوص صورتوں میں خصوصاً جبکہ وعدہ کی وجہ سے دوسرے فریق پر ذمہ داری کا کوئی بوجھ پڑ گیا ہو تو اس وعدے پر بذریعہ عدالت بھی عمل کرایا جاسکتا ہے۔ ایسی صورت میں عدالت وعدہ کنندہ کو اپنے وعدہ کی تکمیل پر یعنی عملاً بیع کرنے پر مجبور کرے گی۔ اگر وہ ایسا نہ کرسکے تو عدالت اسے حکم دے گی کہ دوسرے فریق کو وعدہ خلافی کی وجہ سے جو حقیقی نقصان ہوا ہے، وہ اسے ادا کرے۔

لیکن عملاً بیع اس وقت نافذ اور مؤثر ہوگی جبکہ وہ سامان بائع کے قبضے میں آجائے۔ اس صورت میں نئے ایجاب وقبول کی ضرورت ہوگی اور جب تک اس طرح سے بیع نہ ہوجائے اس کے قانونی نتائج مرتب نہیں ہوں گے۔

استثناء:

قاعدہ نمبر ۱ تا ۳ میں ذکر کردہ اصول میں دو قسم کی بیع میں چھوٹ دی گئی ہے:

۱۔ بیع سلم ۲۔ استصناع

ان دونوں قسم کی بیع پر آگے چل کر مستقل باب میں بحث کی جائے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

قاعدہ نمبر ۴:

بیع غیر مشروط اور فوری طور پر نافذ العمل ہونی چاہیے، لہٰذا جو بیع مستقبل کی کسی تاریخ کی طرف منسوب ہو یا مستقبل میں پیش آنے والے کسی واقعہ پر موقوف ہو وہ باطل ہوگی۔ اگر فریقین بیع کو صحیح کرنا چاہتے ہیں تو انہیں اس وقت از سر نو بیع کرنا ہوگی جبکہ مستقبل کی وہ تاریخ آجائے یا وہ شرط پائی جائے جس پر بیع موقوف تھی۔

مثالیں:

۱۔ ''الف'' یکم جنوری کو ''ب'' سے کہتا ہے کہ میں تمہیں اپنی کار یکم فروری کو بیچتا ہوں۔ یہ بیع باطل ہوگی، اس لیے کہ اسے مستقبل کی ایک تاریخ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

۲۔ ''الف'' ''ب'' سے کہتا ہے کہ اگر فلاں پارٹی الیکشن جیت گئی تو میری کار تمہارے ہاتھ بکی ہوئی تصور ہوگی۔ یہ بیع بھی باطل ہے، اس لیے کہ اسے مستقبل کے ایک واقعے پر موقوف کیا گیا ہے۔

قاعدہ نمبر ۵:

بیچی جانے والی چیز ایسی ہو جس کی کوئی قیمت ہو، لہٰذا کاروباری عرف میں جس چیز کی کوئی قیمت نہ ہو اس کی بیع نہیں ہوسکتی۔

قاعدہ نمبر ۶:

بیچی جانے والی چیز ایسی نہ ہو جس کا حرام مقصد کے علاوہ کوئی اور استعمال ہی نہ ہو، جیسے: خنزیر اور شراب وغیرہ۔

قاعدہ نمبر ۷:

جس چیز کی بیع ہو رہی ہو وہ واضح طور پر معلوم ہونی چاہیے اور خریدار کو اس کی شناخت کرائی جانی چاہیے۔

وضاحت:

بیچی جانے والی چیز کی تعیین اشارہ کر کے بھی ہوسکتی ہے اور ایسی تفصیلی وضاحت سے بھی ہوسکتی ہے جس سے وہ چیز ان

اشیاء سے ممتاز ہو جائے جن کی بیع مقصود نہیں ہے۔

مثال: ایک بلڈنگ ہے جس میں ایک انداز کے بنے ہوئے کئی اپارٹمنٹ ہیں۔ ''الف'' جو کہ بلڈنگ کا مالک ہے ''ب'' سے کہتا ہے کہ ''میں تمہیں ان اپارٹمنٹس میں سے ایک بیچتا ہوں۔'' ''ب'' قبول بھی کر لیتا ہے، تو بیع صحیح نہیں ہوگی، جب تک کہ زبانی وضاحت کے ساتھ یا اشارہ کر کے ایک اپارٹمنٹ کی تعیین نہ کر دی جائے۔

قاعدہ نمبر ۸:

بیچی جانے والی چیز پر خریدار کا قبضہ کرایا جانا یقینی ہو۔ یہ قبضہ محض اتفاق پر مبنی یا کسی شرط کے پائے جانے پر موقوف نہیں ہونا چاہیے۔

مثال: ''الف'' اپنی ایسی کار بیچتا ہے جو کسی نامعلوم شخص نے چرا لی ہے اور دوسرا شخص اس امید پر خرید لیتا ہے کہ ''الف'' یہ کار دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا، یہ بیع صحیح نہیں ہوگی۔

قاعدہ نمبر ۹:

قیمت کی تعیین بھی بیع کے صحیح ہونے کے لیے ضروری شرط ہے۔ اگر قیمت متعین نہیں ہے تو بیع صحیح نہیں ہوگی۔

مثال: ''الف'' ''ب'' سے کہتا ہے کہ اگر ادائیگی ایک ماہ کے اندر کرو گے تو قیمت پچاس روپے ہوگی اور اگر دو ماہ میں کرو گے تو پچپن روپے ہوگی۔ ''ب'' بھی اس سے متفق ہو جاتا ہے تو چونکہ قیمت غیر متعین ہے، اس لیے بیع صحیح نہیں ہوگی، الا یہ کہ دو متبادل قیمتوں میں سے ایک کی تعیین بیع کے وقت ہی کر لی جائے۔

قاعدہ نمبر ۱۰:

بیع میں کوئی شرط نہیں ہونی چاہیے، جس بیع میں کوئی شرط لگائی جائے وہ فاسد ہوگی، الا یہ کہ وہ شرط کاروباری عرف میں مروّج ہو اور اس کا عام چلن ہو۔

مثالیں:

۱۔ ''الف'' ''ب'' سے ایک کار اس شرط پر خریدتا ہے کہ وہ اس کے بیٹے کو اپنی فرم میں ملازم رکھے گا۔ بیع چونکہ مشروط ہے اس لیے فاسد ہوگی۔

۲۔ ''الف'' ''ب'' سے ایک ریفریجریٹر اس شرط پر خریدتا ہے کہ ''ب'' دو سال تک اس کی مفت سروس کا ذمہ دار ہو

گا۔ یہ شرط چونکہ اس طرح کے معاملے کے حصے کے طور پر متعارف ہے اس لیے صحیح ہے اور بیع بھی درست ہے۔

عقدِ بیع کا بیان:

مسئلہ ۱: جب ایک شخص نے کہا: ''میں نے یہ چیز اتنی قیمت پر بیچ دی'' اور دوسرے نے کہا: ''میں نے لے لی'' تو وہ چیز فروخت ہوگئی اور جس نے خرید لی ہے وہی اس کا مالک بن گیا۔ اب اگر بائع (بیچنے والا) چاہے کہ میں نہ بیچوں یا مشتری (خریدنے والا) چاہے کہ میں نہ خریدوں تو دوسرے فریق کی مرضی کے بغیر ایسا نہیں ہوسکتا۔ بائع کو دینا پڑے گا اور مشتری کو لینا پڑے گا۔ اس بک جانے کو ''بیع'' کہتے ہیں۔

مسئلہ ۲: ایک نے کہا: ''میں نے یہ چیز سو روپے میں آپ کو بیچ دی''، دوسرے نے کہا: ''مجھے منظور ہے'' یا یوں کہا: ''میں اس قیمت پر راضی ہوں'' یا ''میں نے لے لیا'' تو ان سب صورتوں میں وہ چیز بک گئی۔ اب نہ بیچنے والے کو یہ اختیار ہے کہ نہ دے اور نہ لینے والے کو یہ اختیار ہے کہ نہ خریدے، لیکن یہ حکم اس وقت ہے کہ دونوں طرف سے یہ بات چیت ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے ہوئی ہو۔ اگر ایک نے کہا: ''میں نے یہ چیز سو روپے میں تمہارے ہاتھ بیچی'' اور دوسرے نے سو روپے کا نام سن کر کچھ نہیں کہا بلکہ اٹھ کھڑا ہوا یا کسی اور سے مشورہ کرنے کے لیے گیا یا اور کسی کام کے لیے چلا گیا اور جگہ بدل گئی، پھر بعد میں اس نے کہا: ''اچھا میں نے سو روپے کی خرید لی'' تو ابھی وہ چیز نہیں بکی، البتہ اگر اس کے بعد وہ بیچنے والا کہہ دے کہ میں نے دے دی یا یوں کہے: ''ٹھیک ہے لے لو'' تو بک جائے گی۔ اسی طرح اگر بیچنے والا اٹھ کھڑا ہوا یا کسی کام سے چلا گیا، اس کے بعد دوسرے نے کہا: ''میں نے لے لیا'' تب بھی وہ چیز نہیں بکی۔ خلاصہ یہ ہوا کہ جب ایک ہی جگہ دونوں طرف سے بات چیت ہوگی تب خرید و فروخت مکمل ہوگی۔

مسئلہ ۳: کسی نے کہا: ''یہ چیز سو روپے میں دے دو''، دوسرے نے کہا: ''میں نے دے دی''، اس سے بیع مکمل نہیں ہوئی، البتہ اس کے بعد اگر خریدنے والے نے پھر کہہ دیا کہ میں نے لے لیا تو بیع مکمل ہوگئی۔

مسئلہ ۴: کسی نے کہا: ''میں نے یہ چیز سو روپے میں لے لی''، دوسرے نے کہا: ''لے لو'' تو بیع ہوگئی۔

مسئلہ ۵: کسی نے کسی چیز کی قیمت معلوم کر کے وہ قیمت بیچنے والے کو دے دی اور وہ چیز اٹھالی اور اس نے خوشی سے قیمت لے لی، نہ بیچنے والے نے زبان سے کہا: ''میں نے یہ چیز اتنی قیمت پر بیچی''، نہ خریدنے والے نے کہا کہ میں نے خریدی تو اس طرح لین دین سے بھی چیز بک جاتی ہے اور یہ بیع درست ہے۔

مسئلہ ⑥: کسی نے موتیوں کی ایک لڑی کے بارے میں کہا: ''میں نے یہ لڑی دس روپے میں تمہارے ہاتھ بیچی''، اس پر خریدنے والے نے کہا: ''اس میں سے پانچ موتی میں نے لے لیے'' یا یوں کہا: ''آدھے موتی میں نے خرید لیے'' تو جب تک وہ بیچنے والا اس پر راضی نہیں ہوگا بیع نہیں ہوگی، کیونکہ اس نے تو پوری لڑی کی قیمت لگائی ہے تو جب تک وہ راضی نہ ہو لینے والے کو یہ اختیار نہیں کہ اس میں سے کچھ لے لے اور کچھ نہ لے، اگر لیتا ہے تو پوری لڑی لینی پڑے گی، البتہ اگر اس نے ایک ایک موتی کی قیمت بتائی ہو اور یوں کہہ دیا ہو کہ ہر موتی ایک ایک روپے کا ہے، اس پر خریدنے والے نے کہا کہ اس میں سے پانچ موتی میں نے خریدے تو پانچ موتی بک گئے۔

مسئلہ ⑦: کسی کے پاس متعدد چیزیں ہیں، مثلاً: قلم، دوات، کاپی، پنسل، اس نے کہا: ''یہ سب چیزیں میں نے پچاس روپے میں بیچیں'' تو لینے والے کو یہ اختیار نہیں کہ اس کی رضامندی کے بغیر کچھ چیزیں لے لے اور کچھ نہ لے، کیونکہ وہ سب کو ساتھ ملا کر بیچنا چاہتا ہے، البتہ اگر ہر چیز کی قیمت الگ الگ بتا دے تو اس میں سے ایک چیز بھی خرید سکتا ہے۔

مسئلہ ⑧: خرید وفروخت میں یہ بھی ضروری ہے کہ جو سودا خریدے ہر طرح سے اس کو متعین کرلے، کوئی بات ایسی مبہم اور گول مول نہ رکھے جس سے جھگڑا پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔ اسی طرح قیمت بھی صاف صاف مقرر اور طے ہو جانی چاہیے، اگر دونوں میں سے ایک چیز بھی اچھی طرح معلوم اور طے نہیں ہوگی تو بیع صحیح نہیں ہوگی۔

مسئلہ ⑨: کسی نے کوئی چیز خریدی، اب بیچنے والا کہہ رہا ہے کہ پہلے تم قیمت دو تب میں چیز دوں گا اور خریدنے والا کہہ رہا ہے کہ پہلے تم چیز دے دو تب میں قیمت دوں گا، تو پہلے خریدنے والے سے قیمت دلوائی جائے گی، جب یہ قیمت دیدے تب بیچنے والے سے وہ چیز دلائی جائے گی۔ قیمت وصول ہونے تک بائع کو چیز نہ دینے کا اختیار ہے اور اگر دونوں طرف ایک جیسی چیز ہے، مثلاً: دونوں طرف رقم ہے یا دونوں طرف سامان ہے، جیسے: کوئی سو روپے کا کھلا لینے کے لیے گیا یا کپڑے کے بدلے کپڑا لینے کے لیے گیا اور دونوں میں اسی طرح اختلاف ہو گیا تو دونوں سے کہا جائے گا کہ تم اس کے ہاتھ پر رکھو اور وہ تمہارے ہاتھ پر رکھے۔

قیمت کا بیان:

مسئلہ ⑩: کسی نے مٹھی بند کر کے کہا: ''جتنی رقم میرے ہاتھ میں ہے اتنے میں فلاں چیز دیدو'' اور معلوم نہیں کہ اس کے ہاتھ میں کیا ہے، رقم ہے یا کچھ اور، اگر ہے تو کتنی ہے؟ تو ایسی بیع درست نہیں۔

مسئلہ (۱۱): کسی کے ہاتھ میں کچھ رقم ہے اور اس نے مٹھی کھول کر دکھا دی کہ اتنے پیسوں کی یہ چیز دیدو اور اس نے پیسے ہاتھ میں دیکھ لیے اور چیز دے دی، لیکن یہ نہیں معلوم ہوا کہ کتنے پیسے ہاتھ میں ہیں، تب بھی بیع درست ہے۔ اسی طرح اگر نوٹوں کا بنڈل سامنے رکھا ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر بیچنے والا اس کے بدلے کوئی چیز بیچ دے اور یہ نہ جانے کہ اس میں کتنے روپے ہیں تو بیع درست ہے۔ غرض یہ کہ جب اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ اتنے پیسے ہیں تو اس وقت اس کی مقدار بتانا ضروری نہیں اور اگر اس نے آنکھوں سے نہیں دیکھا تو ایسی صورت میں مقدار بتانا ضروری ہے، جیسے: یوں کہے کہ میں نے یہ چیز دس روپے میں لی۔ اگر اس صورت میں اس کی مقدار مقرر اور طے نہیں کی تو بیع فاسد ہوگئی۔

مسئلہ (۱۲): کسی نے یوں کہا: ''آپ یہ چیز لے لیں، قیمت طے کرنے کی کیا ضرورت ہے، جو قیمت ہوگی آپ سے وہی لی جائے گی'' یا یہ کہا: ''آپ یہ چیز لے لیں، میں پوچھ کر جو کچھ قیمت ہوگی پھر بتادوں گا'' یا یوں کہا: ''اسی طرح کی چیز فلاں نے لی ہے جو قیمت اس نے دی ہے وہی قیمت آپ بھی دے دیں'' یا اس طرح کہا: ''جو آپ کا جی چاہے دے دیں، میں ہرگز انکار نہیں کروں گا، جو کچھ آپ دے دیں لے لوں گا'' یا اس طرح کہا: ''بازار سے معلوم کرلو، جو اس کی قیمت ہو وہ دے دینا'' یا یوں کہا: ''فلاں کو دکھا دو، جو قیمت وہ بتادے تم وہی دے دینا''، تو ان سب صورتوں میں بیع فاسد ہے، البتہ اگر اسی جگہ قیمت صاف صاف معلوم ہوگئی تو بیع درست ہو جائے گی اور اگر جگہ بدل جانے کے بعد معاملہ صاف ہوا تو پہلی بیع فاسد رہی، البتہ اب دوبارہ نئے سرے سے بیع کی جاسکتی ہے۔

مسئلہ (۱۳): کسی نے روزمرہ ضرورت کی اشیا خریدنے کے لیے کوئی دکاندار مقرر کیا ہے کہ جس چیز کی ضرورت پڑتی ہے اس کی دکان سے منگوالی جاتی ہے اور قیمت معلوم نہیں کی جاتی، بلکہ مہینہ کے آخر میں حساب کر کے رقم ادا کر دی جاتی ہے، یہ صورت جائز ہے۔

مسئلہ (۱۴): کسی کے ہاتھ میں ایک نوٹ ہے، اس نے کہا: ''میں نے اس نوٹ کے بدلے یہ چیز خرید لی'' تو اس کو اختیار ہے چاہے وہی نوٹ دے یا اس کے بدلے کوئی اور نوٹ دیدے۔

مسئلہ (۱۵): کسی نے سو روپے کی کوئی چیز خریدی تو اسے اختیار ہے، چاہے سو روپے کا نوٹ دے یا پچاس پچاس روپے کے دو نوٹ دے یا دس دس روپے کے دس نوٹ دے۔ بیچنے والا اس کے لینے سے انکار نہیں کر سکتا، البتہ اگر سو روپے کے سکے دے تو بیچنے والے کو اختیار ہے، چاہے لے لے چاہے نہ لے، اگر وہ سکے لینے پر راضی نہ ہو تو نوٹ ہی دینا پڑے گا۔

سودا معلوم ہونے کا بیان:

مسئلہ (۱۶): اناج غلہ وغیرہ سب چیزوں میں اختیار ہے، چاہے وزن کے حساب سے لے اور یوں کہہ دے کہ سو روپے کے دس کلو گیہوں میں نے خریدے اور چاہے وزن کا حساب کیے بغیر لے لے اور یوں کہہ دے کہ گیہوں کی یہ ڈھیری میں نے سو روپے میں خریدی، پھر اس ڈھیری میں چاہے جتنے گیہوں ہوں سب اسی کے ہیں۔

مسئلہ (۱۷): کیلے اور نارنگی وغیرہ میں بھی اختیار ہے کہ گنتی کے حساب سے لے یا ویسے ہی ڈھیری کی قیمت لگا کر لے، اگر کیلے کی پیٹی خریدی اور یہ معلوم نہیں کہ اس میں کتنے درجن کیلے ہیں تو بیع درست ہے اور سب کیلے اسی کے ہیں، چاہے کم ہوں یا زیادہ۔

مسئلہ (۱۸): کوئی شخص امرود وغیرہ کوئی پھل بیچنے کے لیے آیا اور کسی نے اس سے کہا کہ دس روپے کے بدلے اس پتھر کے برابر وزن کر کے دیدو اور وہ اس پر راضی ہوا تو یہ بیع درست ہے، اگر چہ پتھر کا وزن کسی کو معلوم نہ ہو۔

مسئلہ (۱۹): کسی نے مالٹے وغیرہ کی پوری پیٹی اس شرط پر دوسو روپے میں خریدی کہ اس میں دس درجن مالٹے ہیں، پھر جب گنے گئے تو اس میں آٹھ درجن نکلے تو لینے والے کو اختیار ہے، چاہے لے یا نہ لے۔ اگر لینا چاہے تو پورے دو سو روپے نہیں دینے پڑیں گے بلکہ دو درجن کی قیمت کم کر کے ایک سو ساٹھ روپے دے کر لے لے؛ اور اگر پیٹی میں دس درجن سے زیادہ ہوں تو وہ بائع (بیچنے والے) کے ہوں گے، مشتری (خریدنے والے) کو دس درجن سے زیادہ لینے کا حق حاصل نہیں، البتہ اگر پوری پیٹی خریدی اور یہ متعین نہیں کیا کہ اس میں کتنے مالٹے ہیں تو جتنے بھی ہوں سب لینے والے کا حق ہے، چاہے کم ہوں یا زیادہ۔

مسئلہ (۲۰): دوپٹہ یا بستر کی چادر وغیرہ کوئی ایسا کپڑا خریدا کہ اگر اس میں سے کچھ پھاڑ لیں تو باقی خراب ہو جائے گا اور خریدتے وقت یہ شرط لگائی تھی کہ یہ دوپٹہ وغیرہ مثلاً تین گز کا ہے پھر جب ناپا تو اس سے کم نکلا تو جتنا کم نکلا ہے اس کے بدلے میں قیمت کم نہیں ہوگی بلکہ جو قیمت طے ہوئی تھی وہ پوری دینی پڑے گی، البتہ کم نکلنے کی وجہ سے بیع مکمل ہو جانے کے بعد بھی اس کو اختیار ہے چاہے لے لے یا چھوڑ دے، اور اگر کچھ زیادہ نکلا تو وہ اسی کا ہے اور اس کے بدلے میں قیمت میں اضافہ نہیں ہوگا۔

مسئلہ (۲۱): کسی نے دو انگوٹھیاں اس شرط پر خریدیں کہ دونوں کا نگ فیروزہ کا ہے، پھر معلوم ہوا کہ ایک میں فیروزہ

نہیں، کچھ اور ہے تو دونوں کی بیع ناجائز ہے۔ اب اگر ان میں سے ایک یا دونوں لینا چاہتا ہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ نئے سرے سے بات چیت کر کے خریدے۔

بیع موَجل

(ادھار ادائیگی کی بنیاد پر بیع)

١- ایسی بیع جس میں فریقین اس بات پر اتفاق کرلیں کہ قیمت کی ادائیگی بعد میں کی جائے گی "بیع موَجل" کہلاتی ہے۔

٢- بیع موَجل بھی جائز ہے بشرطیکہ ادائیگی کی تاریخ غیر مبہم طور پر طے کر لی گئی ہو۔

٣- ادائیگی کا وقت متعین تاریخ کے حوالے سے بھی طے کیا جا سکتا ہے (مثلاً یکم جنوری کو ادائیگی ہوگی) اور متعین مدت کے حوالے سے بھی، مثلاً: تین ماہ بعد ادائیگی ہوگی، لیکن ادائیگی کا وقت مستقبل کے کسی ایسے واقعے کے حوالے سے متعین نہیں کیا جا سکتا جس کی حتمی تاریخ غیر معلوم یا غیر یقینی ہو۔ اگر ادائیگی کا وقت غیر متعین یا غیر یقینی ہے تو بیع صحیح نہیں ہوگی۔

٤- اگر ادائیگی کے لیے ایک خاص مدت متعین کی گئی ہے، مثلاً ایک ماہ تو اس کا آغاز قبضے کے وقت سے ہوگا، الا یہ کہ فریقین کسی اور بات پر متفق ہو جائیں۔

٥- ادھار کی صورت میں قیمت نقد سے زائد بھی ہو سکتی ہے، لیکن عقد کے وقت ہی اس کی تعیین ہو جانا ضروری ہے۔

٦- ایک دفعہ جو قیمت متعین ہوگئی اس میں وقت سے پہلے ادائیگی کی وجہ سے کمی کرنا یا ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے اضافہ کرنا درست نہیں۔

٧- قسطوں کی بروقت ادائیگی کے لیے خریدار پر دباؤ ڈالنے کی خاطر اسے یہ وعدہ کرنے کے لیے کہا جا سکتا ہے کہ نادہندگی کی صورت میں وہ متعین مقدار میں رقم کسی خیراتی مقصد کے لیے دے گا، اس صورت میں بائع وہ رقم خریدار سے وصول کر سکتا ہے لیکن اپنی آمدن کا حصہ بنانے کے لیے ہرگز نہیں، بلکہ خریدار کی طرف سے خیراتی کاموں میں خرچ کرنے کے لیے۔

٨- اگر سامان کی بیع قسطوں پر ہوئی ہے تو بائع یہ شرط بھی عائد کر سکتا ہے کہ اگر خریدار کسی بھی قسط کی بروقت ادائیگی میں ناکام رہا تو باقی ماندہ تمام اقساط فوری طور پر واجب الادا ہو جائیں گی۔

٩- قیمت کی ادائیگی یقینی بنانے کے لیے بائع خریدار سے یہ مطالبہ کر سکتا ہے کہ وہ اسے کوئی سیکورٹی فراہم کرے چاہے وہ رہن کی شکل میں ہو یا اس کے موجودہ اثاثوں میں کسی اثاثے کے ذریعے اپنی رقم کی وصولی کے حق کی صورت میں ہو۔

۱۰- خریدار سے پرامیسری نوٹ یا ہنڈی پر دستخط کا مطالبہ بھی کیا جا سکتا ہے، لیکن اس پرامیسری نوٹ یا ہنڈی کو کسی تیسرے فریق کے ہاتھ اس پر لکھی ہوئی قیمت سے کم یا زیادہ پر بیچا نہیں جا سکتا۔

مسئلہ (۱): کسی نے اگر کوئی سودا ادھار پر خریدا تو یہ بھی درست ہے، لیکن اس میں یہ بات ضروری ہے کہ کوئی مدت مقرر کر کے کہہ دے کہ پندرہ دن میں یا مہینے میں یا چار مہینے میں تمہاری رقم دے دوں گا۔ اگر کوئی مدت مقرر نہیں کی، صرف اتنا کہہ دیا کہ ابھی پیسے نہیں پھر دے دوں گا، پس اگر یوں کہا: ''میں اس شرط سے خریدتا ہوں کہ قیمت بعد میں دوں گا'' تو بیع فاسد ہوگئی اور اگر خریدتے وقت یہ شرط نہیں لگائی، خریدنے کے بعد کہہ دیا کہ قیمت بعد میں دوں گا تو کوئی حرج نہیں اور اگر نہ خریدتے وقت کچھ کہا اور نہ خریدنے کے بعد کچھ کہا تب بھی بیع درست ہوگئی اور ان دونوں صورتوں میں اس چیز کی قیمت ابھی دینی پڑے گی، البتہ اگر بیچنے والا کچھ دن کی مہلت دے دے تو اور بات ہے، لیکن اگر وہ مہلت نہ دے اور ابھی قیمت مانگے تو دینی پڑے گی۔

مسئلہ (۲): کسی نے خریدتے وقت یوں کہا: ''فلاں چیز مجھے دے دو، جب ہمارے پاس پیسے آ جائیں گے تو قیمت لے لینا'' یا یوں کہا: ''جب میرا بھائی آئے گا تب دے دوں گا'' یا یوں کہا: ''جب کھیتی کٹے گی تب دے دوں گا'' یا بائع نے کہا: ''تم لے لو جب جی چاہے قیمت دے دینا''، یہ بیع فاسد ہوگئی۔ کوئی مدت مقرر کر کے لینا چاہیے اور اگر خریدنے کے بعد یہ کہا تو بیع ہو گئی اور بیچنے والے کو اختیار ہے کہ ابھی قیمت مانگ لے، لیکن صرف کھیتی کٹنے کے مسئلہ میں کھیتی کٹنے سے پہلے نہیں مانگ سکتا۔

مسئلہ (۳): نقد قیمت پر سو روپے میں دس کلو گندم بکتی ہے مگر کسی کو ادھار پر لینے کی وجہ سے دکاندار نے سو روپے کے آٹھ کلو گندم دے دی تو یہ بیع درست ہے، البتہ اسی وقت معلوم ہو جانا چاہیے کہ ادھار پر خریدے گا یا نقد پر۔ اگر اسی مجلس میں یہ طے ہو گیا کہ ادھار پر لے گا یا نقد پر تو جائز ہے اور اگر کچھ طے نہیں ہوا اور بات یوں ہی گول مول رہ گئی تو جائز نہیں۔

مسئلہ (۴): ایک مہینے کے وعدے پر کوئی چیز خریدی، پھر ایک مہینہ پورا ہونے کے بعد بیچنے والے سے کہا کہ پندرہ دن کی مہلت اور دے دیجئے اور وہ بیچنے والا بھی اس پر راضی ہو گیا تو پندرہ دن کی مہلت اور مل گئی اور اگر وہ راضی نہیں ہوا تو کسی وقت مطالبہ کر سکتا ہے۔

مسئلہ (۵): جب کسی کے پاس رقم موجود ہو تو ناحق کسی کو ٹالنا کہ آج نہیں کل آنا، اِس وقت نہیں اُس وقت آنا، ابھی کھلے نہیں، جب کھلے ہو جائیں گے تو دے دیں گے، یہ سب باتیں حرام ہیں۔ جب وہ مانگے اسی وقت کھلے کروا کر قیمت ادا کر دینا چاہیے، البتہ اگر ادھار خریدا ہے تو جتنے دن کے وعدے پر خریدا ہے اتنے دن کے بعد دینا واجب ہوگا، وعدہ کا وقت پورا

ہونے کے بعد ٹالنا جائز نہیں، لیکن اگر واقعتاً کسی کے پاس نہیں، نہ کہیں سے انتظام کر سکتا ہے تو مجبوری ہے، جب مل جائے اس وقت ٹال مٹول نہ کرے۔

خیار کی تین اقسام

۱- خیارِ شرط (واپسی کی شرط لگانا):

مسئلہ ①: خریدتے وقت یہ کہا کہ ایک دن یا دو دن یا تین دن تک مجھے لینے نہ لینے کا اختیار ہے، دل چاہے گا لے لوں گا ورنہ واپس کر دوں گا تو یہ درست ہے۔ جتنے دن کا کہا ہے اتنے دن تک واپس کرنے کا اختیار ہے، چاہے لے لے، چاہے واپس کر دے۔

مسئلہ ②: کسی نے کہا: ''تین دن تک مجھے لینے نہ لینے کا اختیار ہے''، پھر تین دن گزر گئے اور اس نے کوئی جواب نہیں دیا، نہ وہ چیز واپس کی تو اب وہ چیز لینی پڑے گی، بیچنے والے کی رضامندی کے بغیر واپس کرنے کا اختیار نہیں رہا، البتہ اگر وہ خوشی سے واپس لے لے تو درست ہے۔

مسئلہ ③: تین دن سے زیادہ کی شرط رکھنا درست نہیں۔ اگر کسی نے چار پانچ دن کی شرط رکھی تو اگر تین دن کے اندر اس نے واپس کر دیا تو بیع فسخ ہوگئی اور اگر کہہ دیا کہ میں نے لے لیا تو بیع درست ہوگئی اور اگر تین دن گزر گئے اور کچھ معلوم نہیں ہوا کہ لے گا یا نہیں تو بیع فاسد ہوگئی۔

مسئلہ ④: اسی طرح بیچنے والا بھی کہہ سکتا ہے کہ تین دن تک مجھے اختیار ہے، اگر چاہوں گا تو تین دن کے اندر واپس لے لوں گا تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ ⑤: خریدتے وقت کہہ دیا تھا کہ تین دن تک مجھے واپس کرنے کا اختیار ہے، پھر دوسرے دن آیا اور کہا کہ میں نے وہ چیز لے لی، اب واپس نہیں کروں گا تو اختیار ختم ہو گیا، اب واپس نہیں کر سکتا، بلکہ اگر دوسرے فریق کی غیر موجودگی میں مثلاً اپنے گھر ہی میں آ کر کہہ دیا کہ میں نے یہ چیز لے لی ہے اب واپس نہیں کروں گا تب بھی اختیار ختم ہو گیا اور جب بیع کو فسخ کرنا چاہتا ہو تو بیچنے والے کے سامنے فسخ کرنا چاہیے، اس کی غیر موجودگی میں ختم کرنا درست نہیں۔

مسئلہ ⑥: کسی نے کہا: ''تین دن تک میرے والد صاحب یا بھائی کو اختیار ہے، اگر وہ کہیں گے تو لے لوں گا، ورنہ واپس کر دوں گا'' تو یہ بھی درست ہے، اب تین دن کے اندر وہ خود یا اس کا والد یا بھائی واپس کر سکتے ہیں اور اگر خود وہ یا

اس کا والد کہہ دے کہ میں نے لے لی، اب واپس نہیں کروں گا تو اب واپس کرنے کا اختیار نہیں رہا۔

مسئلہ ⑦: کسی نے تین دن تک واپس کرنے کی شرط لگائی تھی پھر وہ چیز اپنے گھر میں استعمال کرنا شروع کر دی تو اب واپس کرنے کا اختیار نہیں رہا۔ البتہ اگر صرف دیکھنے کے لیے استعمال کیا ہے تو واپس کرنے کا حق ہے، مثلاً: سلا ہوا کرتہ یا چادر یا دری خریدی تو یہ دیکھنے کے لیے ایک مرتبہ پہن کر دیکھا کہ یہ کرتہ ٹھیک آتا ہے یا نہیں اور پھر فوراً اتار دیا یا چادر اوڑھ کر اس کی لمبائی دیکھی یا دری بچھا کر اس کی لمبائی اور چوڑائی دیکھی تو اب بھی واپس کرنے کا حق حاصل ہے۔

۲- خیار رؤیت (دیکھے بغیر چیز خریدنا):

مسئلہ ①: کسی نے بغیر دیکھے کوئی چیز خرید لی تو یہ بیع درست ہے، لیکن دیکھنے کے بعد اس کو اختیار ہے، پسند ہو تو رکھے ورنہ واپس کر دے، اگرچہ اس میں کوئی عیب نہ ہو، جس طرح کی چیز کا کہا تھا ویسی ہی ہو تب بھی رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہے۔

مسئلہ ②: کسی نے دیکھے بغیر اپنی چیز بیچ دی تو اس بیچنے والے کو دیکھنے کے بعد واپس لینے کا اختیار نہیں، دیکھنے کے بعد اختیار صرف لینے والے کو ہوتا ہے۔

مسئلہ ③: کوئی شخص مٹر کی پھلیاں یا ایسی کوئی چیز بیچنے کے لیے لایا جو سب ایک جیسی ہوتی ہیں، اس میں اوپر اوپر تو اچھی اچھی تھیں، ان کو دیکھ کر پورا ٹوکرا لے لیا لیکن نیچے خراب نکلیں تو اب بھی اس کو واپس کرنے کا اختیار ہے، البتہ اگر سب پھلیاں ایک جیسی ہوں تو تھوڑی سی پھلیاں دیکھ لینا کافی ہے، پھر چاہے سب پھلیاں دیکھے چاہے نہ دیکھے، واپس کرنے کا اختیار نہیں رہے گا۔

مسئلہ ④: امرود، انار یا نارنگی وغیرہ کوئی ایسی چیز خریدی کہ سب ایک جیسی نہیں ہوا کرتیں تو جب تک سب نہ دیکھے تب تک اختیار رہتا ہے، تھوڑا سا دیکھ لینے سے اختیار ختم نہیں ہوتا۔

مسئلہ ⑤: اگر کھانے پینے کی کوئی چیز خریدی تو اس میں صرف دیکھ لینے سے اختیار ختم نہیں ہوگا، بلکہ چکھنا بھی چاہیے، اگر چکھنے کے بعد پسند نہ آئے تو واپس کرنے کا اختیار ہے۔

مسئلہ ⑥: خریدنے سے کافی عرصہ پہلے کوئی چیز دیکھی تھی، بعد میں اس کو خرید لیا لیکن ابھی دیکھا نہیں، پھر جب گھر لا کر دیکھا تو جیسے دیکھا تھا بالکل ویسے ہی اس کو پایا تو اب دیکھنے کے بعد واپس کرنے کا اختیار نہیں، البتہ اگر کوئی فرق ہو گیا ہو تو دیکھنے کے بعد اس کے لینے نہ لینے کا اختیار ہوگا۔

۳- خیارِ عیب (سودے میں عیب نکل آنا):

مسئلہ ①: جب کوئی چیز بیچے تو اس میں جو خرابی ہو وہ ظاہر کر دینی چاہیے، عیب چھپانا اور دھوکہ دے کر بیچ دینا حرام ہے۔

مسئلہ ②: کوئی چیز خریدنے کے بعد اس میں کوئی عیب نظر آیا، جیسے: کپڑے کو چوہوں نے کتر ڈالا ہے یا کوئی اور عیب نکل آیا تو اب اس خریدنے والے کو اختیار ہے چاہے تو رکھ لے اور چاہے تو واپس کر دے، لیکن اگر رکھنا چاہے تو پوری قیمت دینی پڑے گی، اس عیب کے بدلے قیمت کا کچھ حصہ کاٹ لینا درست نہیں، البتہ اگر قیمت کم کرنے پر بیچنے والا بھی راضی ہو جائے تو کمی درست ہے۔

مسئلہ ③: کوئی چیز خریدنے کے بعد اس میں کوئی عیب پیدا ہوا مثلاً: کسی نے کوئی کپڑا خرید کر رکھا تھا کہ کسی لڑکے نے اس کا ایک کونا پھاڑ ڈالا یا قینچی سے کتر ڈالا۔ اس کے بعد دیکھا کہ وہ اندر سے خراب ہے، جا بجا چوہے کتر گئے ہیں تو اب اس کو بیچنے والے کی رضامندی کے بغیر واپس نہیں کر سکتا، کیونکہ اس میں اس کے پاس آنے کے بعد ایک اور عیب پیدا ہو گیا ہے، البتہ بیچنے والے کے پاس جو عیب تھا، اس کے بدلے قیمت کم کر دی جائے گی۔ اس کے معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو دکھایا جائے جو اس کی قیمت سے واقف ہوں اور جتنا وہ بتائیں اتنی قیمت کم کر دینی چاہیے۔

مسئلہ ④: اسی طرح اگر کپڑا خریدا اور کاٹنے کے بعد عیب کا پتہ چلا تب بھی واپس نہیں کر سکتا، البتہ عیب کی وجہ سے قیمت کم کر دی جائے گی، لیکن اگر بیچنے والا کہے کہ میرا کٹا ہوا کپڑا دیدو اور اپنی پوری قیمت واپس لے لو، میں قیمت کم نہیں کر سکتا تو اس کو یہ اختیار حاصل ہے، خریدنے والا انکار نہیں کر سکتا۔ اگر کپڑا کاٹ کر سی بھی لیا تھا، پھر عیب معلوم ہوا تو عیب کے بدلے قیمت کم کر دی جائے گی اور بیچنے والا اس صورت میں اپنا کپڑا نہیں لے سکتا، اسی طرح اگر اس خریدنے والے نے وہ کپڑا بیچ دیا یا اپنے نابالغ بچے کے پہنانے کی نیت سے کاٹ دیا بشرطیکہ اس کی ملکیت میں دینے کی نیت کی ہو اور پھر اس میں عیب نکلا تو اب قیمت کم نہیں کی جائے گی اور اگر بالغ اولاد کی نیت سے کاٹا تھا اور سی بھی دیا تھا تو اب قیمت کم کی جائے گی۔

مسئلہ ⑤: کسی نے کچھ انڈے خریدے، جب توڑے تو سب خراب نکلے تو سب کی قیمت واپس لے سکتا ہے اور یوں سمجھیں گے گویا اس نے بالکل خریدے ہی نہیں اور اگر کچھ گندے نکلے اور کچھ صحیح تو خراب انڈوں کی قیمت واپس لے سکتا ہے اور اگر کسی نے یکمشت بہت سارے انڈے یہ کہہ کر خریدے کہ یہ سب انڈے میں نے مثلاً سو روپے میں خرید لیے تو دیکھا

جائے کہ کتنے خراب نکلے؟ اگر سو میں پانچ چھ خراب نکلے، تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑا اور اگر زیادہ خراب نکلے تو خراب انڈوں کی قیمت کا حساب کر کے رقم واپس لے سکتا ہے۔

مسئلہ ⑥: کھیرا، ککڑی، خربوزہ، تربوز، لوکی، بادام، اخروٹ، وغیرہ کچھ خریدا۔ جب توڑے تو اندر سے بالکل خراب نکلے تو دیکھو کہ استعمال کے قابل ہیں یا بالکل خراب اور پھینک دینے کے قابل ہیں؟ اگر بالکل خراب ہوں تو یہ بیع بالکل صحیح نہیں ہوئی، اپنی ساری قیمت واپس لے لے اور اگر کسی کام میں آسکتے ہوں تو بازار میں اس مقصد کے لیے ان کی جتنی قیمت ہو وہ دی جائے گی۔ پوری قیمت نہیں دی جائے گی۔

مسئلہ ⑦: اگر سو بادام میں چار پانچ خراب نکلے تو اس سے بیع پر کوئی فرق نہیں پڑا اور اگر زیادہ خراب نکلے تو جتنے خراب ہیں ان کی قیمت کاٹ لینے کا اختیار ہے۔

مسئلہ ⑧: کسی نے ایک من گندم خریدی یا دو کلو گھی خرید لیا یا اور کوئی تُل کر بکنے والی چیز خریدی، اس میں سے کچھ صحیح نکلا اور کچھ خراب، تو یہ جائز نہیں کہ صحیح لے کر خراب واپس کر دے، بلکہ اگر لینا ہے تو سب لے لے اور واپس کرنا ہے تو سب واپس کرے، البتہ اگر بیچنے والا راضی ہو کہ صحیح صحیح لے لو اور خراب واپس کر دو تو ایسا کرنا درست ہے۔

مسئلہ ⑨: کسی چیز میں عیب نکل آنے کے بعد اس کو واپس کرنے کا اختیار اسی وقت ہے جب عیب دار چیز لینے پر کسی طرح رضامندی ثابت نہ ہوئی ہو اور اگر اس کے لینے پر راضی ہو جائے تو پھر اس کو واپس کرنا جائز نہیں، البتہ بیچنے والا خوشی سے واپس لے لے تو واپس کرنا درست ہے، جیسے: کسی نے ایک بکری یا گائے وغیرہ کوئی چیز خریدی اور گھر لانے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ بیمار ہے یا اس کے بدن میں کہیں زخم ہے، پس اگر دیکھنے کے بعد اپنی رضامندی ظاہر کرے کہ میں نے عیب دار ہی لے لی تو اب واپس کرنے کا اختیار نہیں رہا اور اگر زبان سے نہیں کہا لیکن کوئی ایسا کام کیا جس سے رضامندی معلوم ہوتی ہے جیسے اس کا علاج کرنے لگا تب بھی واپس کرنے کا اختیار نہیں رہا۔

مسئلہ ⑩: بکری کا گوشت خریدا، پھر معلوم ہوا کہ بھیڑ کا گوشت ہے تو واپس کر سکتا ہے۔

مسئلہ ⑪: موتیوں کا ہار یا اور کوئی زیور خریدا اور کچھ وقت اس کو پہن لیا یا جوتا خریدا اور پہن کر چلنے پھرنے لگا تو اب کسی عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار نہیں رہا، البتہ اگر اس غرض سے پہنا کہ دیکھوں پاؤں میں آتا ہے یا نہیں اور پیر کو چلنے میں کوئی تکلیف تو نہیں ہوتی؟ تو یہ معلوم کرنے کے لیے کچھ دیر پہننے میں حرج نہیں، اس کے بعد بھی واپس کر سکتا ہے۔ اسی طرح

اگر کوئی چارپائی یا تخت خریدا اور کسی ضرورت سے اس کو بچھا کر بیٹھ گیا یا تخت پر نماز پڑھی اور استعمال کرنے لگا تو اب واپس کرنے کا اختیار نہیں رہا، اسی طرح دیگر چیزوں کے بارہ میں سمجھ لو کہ اگر کوئی چیز استعمال کر لی تو پھر واپس کرنے کا اختیار نہیں رہے گا۔

مسئلہ (۱۲): بیچتے وقت کسی نے کہہ دیا کہ خوب دیکھ بھال کر لے لو، اگر بعد میں کوئی عیب نکلے یا خراب ہو تو میں ذمہ دار نہیں ہوں گا، اس طرح کہنے کے بعد بھی اس نے لے لیا تو اب چاہے جتنے عیب اس میں نکلیں اس کو واپس کرنے کا اختیار نہیں اور اس طرح بیچنا بھی درست ہے۔ اتنی وضاحت کر دینے کے بعد عیب بتانا بھی واجب نہیں۔

بیع باطل اور فاسد

مسئلہ (۱): جو بیع شریعت میں بالکل ہی غیر معتبر اور لغو ہو اور ایسا سمجھا جائے کہ اُس نے بالکل خریدا ہی نہیں اور اس نے بیچا ہی نہیں اس کو ''بیعِ باطل'' کہتے ہیں۔ اس کا حکم یہ ہے کہ خریدنے والا اس چیز کا مالک نہیں ہوا، وہ چیز اب تک اسی بیچنے والے کی ملکیت میں ہے، اس لیے خریدنے والے کے لیے نہ تو اس کا کھانا جائز ہے اور نہ کسی کو دینا بلکہ کسی طرح سے بھی اپنے کام میں لانا درست نہیں اور جو بیع ہو گئی لیکن اس میں کوئی خرابی آ گئی، اس کو ''بیع فاسد'' کہتے ہیں۔ اس کا حکم یہ ہے کہ جب تک خریدی ہوئی چیز خریدنے والے کے قبضہ میں نہ آ جائے اس وقت تک وہ چیز اس کی ملکیت میں نہیں آتی اور جب قبضہ کر لیا تو ملکیت میں آ گئی لیکن حلال طیب نہیں۔ اس لیے اس کو کھانا پینا یا کسی اور طرح سے اپنے استعمال میں لانا درست نہیں بلکہ ایسی بیع کو ختم کر دینا واجب ہے۔ لینا ہو تو دوبارہ نئے سرے سے بیع کریں۔ اگر یہ بیع نہیں توڑی بلکہ وہ چیز کسی اور کے ہاتھ بیچ دی تو گناہ ہوا اور اس دوسرے خریدنے والے کے لیے اس کا کھانا پینا اور استعمال کرنا جائز ہے اور یہ دوسری بیع درست ہو گئی، اگر نفع لے کر بیچا ہو تو نفع کو صدقہ کرنا واجب ہے، اپنے استعمال میں لانا درست نہیں۔

مسئلہ (۲): کسی کی زمین میں خود بخود گھاس اگی، نہ اس نے خود گھاس لگائی اور نہ اس کو پانی دے کر سینچا تو یہ گھاس بھی کسی کی ملکیت نہیں، جس کا دل چاہے کاٹ کر لے جائے، نہ اس کو بیچنا درست ہے اور نہ کاٹنے سے کسی کو منع کرنا درست ہے، البتہ اگر پانی دے کر سینچا اور خدمت کی ہو تو اس کی ملکیت ہو جائے گی، اب بیچنا بھی جائز ہے اور لوگوں کو منع کرنا بھی درست ہے۔

مسئلہ (۳): جانور کے پیٹ میں جو بچہ ہے، پیدا ہونے سے پہلے اس کو بیچنا باطل ہے اور اگر پورا جانور بیچ دیا تو

درست ہے لیکن اگر یوں کہہ دیا کہ میں یہ بکری تو بیچتا ہوں لیکن اس کے پیٹ کا بچہ نہیں بیچتا، جب پیدا ہوگا تو وہ میرا ہوگا تو یہ بیع فاسد ہے۔

مسئلہ (۴): جانور کے تھن میں جو دودھ ہے، دوہنے سے پہلے اس کو بیچنا باطل ہے۔ اسی طرح بھیڑ، دنبہ وغیرہ کے بال جب تک کاٹ نہ لے تب تک ان کو بیچنا ناجائز اور باطل ہے۔

مسئلہ (۵): جو شہتیر یا لکڑی چھت میں لگی ہوئی ہے، نکالنے سے پہلے اس کو بیچنا درست نہیں۔

مسئلہ (۶): آدمی کے بال اور ہڈی وغیرہ کسی چیز کو بیچنا ناجائز اور باطل ہے اور ان چیزوں کو اپنے کام میں لانا اور استعمال کرنا بھی درست نہیں۔

مسئلہ (۷): خنزیر کے سوا دوسرے مردار کی ہڈی، بال اور سینگ وغیرہ پاک ہیں، ان کو استعمال کرنا اور بیچنا جائز ہے۔

مسئلہ (۸): کسی نے کوئی چیز کسی سے مثلاً سو روپے میں خریدی اور اس پر قبضہ کرلیا لیکن ابھی تک قیمت ادا نہیں کی، پھر اتفاق سے بعد میں بھی اس کی قیمت ادا نہیں کرسکا یا اب اس کو رکھنا نہیں چاہتا، اس لیے اس نے بیچنے والے سے کہا کہ یہی چیز مجھ سے نوے روپے میں لے لیں، دس روپے میں آپ کو دے دوں گا تو اس طرح بیچنا اور لینا جائز نہیں۔ جب تک بائع کو قیمت ادا نہ کی ہو اس وقت تک اس چیز کو کم قیمت پر اس کے ہاتھ واپس بیچنا درست نہیں۔

مسئلہ (۹): کسی نے اس شرط پر اپنا مکان بیچا کہ ایک مہینے تک ہم حوالہ نہیں کریں گے بلکہ خود اس میں رہیں گے یا یہ شرط لگائی کہ اتنے روپے آپ ہمیں قرض دے دیں؛ یا کپڑا اس شرط پر خریدا کہ بائع ہی کاٹ کر اور سی کر دے گا یا یہ شرط لگائی کہ ہمارے گھر تک پہنچا دینا یا شریعت کے خلاف کوئی اور شرط لگا دی تو ان سب صورتوں میں بیع فاسد ہے۔

مسئلہ (۱۰): یہ شرط لگا کر ایک گائے خریدی کہ یہ چار سیر دودھ دیتی ہے تو بیع فاسد ہے، البتہ اگر کوئی مقدار مقرر نہیں کی، صرف یہ کہا کہ یہ گائے بہت دودھ دیتی ہے تو بیع جائز ہے۔

مسئلہ (۱۱): مٹی یا چینی کے کھلونے یعنی تصویریں بچوں کے لیے خریدیں تو یہ بیع باطل ہے، شریعت میں ان کی کوئی قیمت نہیں، لہٰذا ان کی کوئی قیمت ادا نہیں کی جائے گی۔ اگر کوئی توڑ دے تو اس کو کوئی تاوان بھی نہیں دینا پڑے گا۔

مسئلہ (۱۲): زمین اور مکان وغیرہ کے سوا اور جتنی چیزیں ہیں ان کے خریدنے کے بعد جب تک قبضہ نہ کرلے تب تک ان کو آگے بیچنا درست نہیں۔

مسئلہ (۱۳): ایک بکری یا اور کوئی چیز خریدی، کچھ دن بعد ایک اور شخص نے آکر کہا کہ یہ بکری تو میری ہے، کسی نے ویسے ہی پکڑ کر بیچ دی ہے، اس کی نہیں تھی تو اگر وہ اپنا دعویٰ مسلمان قاضی کے یہاں دو گواہوں سے ثابت کر دے تو قاضی کے فیصلہ کے بعد بکری اسی دعویٰ کرنے والے کو دینی پڑے گی اور بکری کی قیمت اس سے نہیں لے سکتے بلکہ جب وہ بیچنے والا ملے تو اس سے قیمت وصول کر لے، اس آدمی سے کچھ نہیں لے سکتے۔

مسئلہ (۱۴): کوئی بکری یا گائے وغیرہ مرگئی تو اس کو بیچنا حرام و باطل ہے اور اس کی کھال اتار کر درست کر لینے اور بنا لینے کے بعد بیچنا اور اپنے استعمال میں لانا درست ہے۔

مسئلہ (۱۵): جب ایک شخص نے بھاؤ تاؤ کر کے قیمت مقرر کر لی اور وہ بیچنے والا اس قیمت پر رضامند بھی ہے تو اس وقت کسی دوسرے کے لیے جائز نہیں کہ قیمت بڑھا کر وہ چیز خود لے لے۔ اسی طرح یوں کہنا بھی درست نہیں کہ تم اس سے نہ لو، ایسی چیز میں آپ کو اس سے کم قیمت پر دے دوں گا۔

مسئلہ (۱۶): کسی نے آپ کو پانچ روپے کے چار امرود دیے، پھر کسی اور نے اس سے پانچ روپے کے پانچ لے لیے تو اب تمہیں اس سے ایک اور امرود لینے کا حق نہیں، زبردستی کر کے لینا ظلم اور حرام ہے۔ جس سے جو کچھ طے ہو بس اتنا ہی لینے کا اختیار ہے۔

مسئلہ (۱۷): کوئی شخص کچھ بیچنا چاہتا ہے لیکن تمہارے ہاتھ بیچنے پر راضی نہیں ہوتا تو اس سے زبردستی لے کر قیمت دے دینا جائز نہیں، کیونکہ وہ اپنی چیز کا مالک ہے، چاہے بیچے یا نہ بیچے اور جس کے ہاتھ چاہے بیچے۔

مسئلہ (۱۸): دس روپے کے ایک کلو آلو لیے، اس کے بعد تین چار آلو زبردستی اور لے لیے تو یہ درست نہیں، البتہ اگر وہ خود اپنی خوشی سے کچھ اور دیدے تو اس کا لینا جائز ہے۔ اسی طرح جو دام طے کر لیے ہیں، چیز لے لینے کے بعد اب اس سے کم دام دینا درست نہیں، البتہ اگر وہ اپنی خوشی سے کچھ کم کر دے تو کم دے سکتا ہے۔

مسئلہ (۱۹): جس کے گھر میں شہد کا چھتا لگا ہے وہی اس کا مالک ہے، کسی اور کے لیے اس کو توڑنا درست نہیں اور اگر اس کے گھر میں کسی پرندے نے بچے دیے تو وہ گھر والے کی ملکیت نہیں بلکہ جو پکڑے اسی کے ہیں لیکن بچوں کو پکڑنا اور ستانا درست نہیں، کیونکہ شہد زمین کی پیداوار کی طرح ہے جبکہ پرندے زمین کی پیداوار نہیں ہیں البتہ اگر کسی نے اپنی زمین میں پرندے پکڑنے کا انتظام کیا مثلاً جال وغیرہ ڈالے تو پرندے اسی کے ہوں گے۔

اضافہ

آزادعورت کی خرید وفروخت:

بعض علاقوں میں رواج ہے کہ عورت کا باپ یا دوسرے رشتہ دار کچھ رقم کے عوض عورت کو دوسروں کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں، پھر خریدنے والا جہاں چاہتا ہے اس کا نکاح کراتا ہے یا خود اس سے نکاح کرتا ہے، یہ عمل ناجائز اور حرام ہے۔ آزادعورت کے عوض میں ملنے والا مال بھی حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں قیامت کے دن تین آدمیوں کے خلاف فریق بنوں گا، ایک وہ جس نے کسی کو میرے نام کا وعدہ دیا اور پھر وعدہ خلافی کی، دوسرا وہ جس نے کسی آزاد شخص کو فروخت کیا اور اس کی قیمت لے کر کھالی، تیسرا وہ جس نے کسی کو مزدوری پر رکھا اور اس سے پورا پورا کام لیا اور اس کی اجرت نہیں دی۔'' (۱)

بیعانہ کی رقم ضبط کرنا:

سودا طے ہو جانے کے بعد اگر خریدنے والا چیز کو نہ لینا چاہے تو بائع کو سودا ختم کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا، اس کو پورا حق ہے کہ وہ مشتری سے پوری قیمت وصول کر کے چیز اس کے حوالے کر دے لیکن اگر اس نے چیز واپس لے لی تو پوری قیمت زرِ بیعانہ سمیت واپس کرنا ضروری ہے، بیعانہ ضبط کرنا جائز نہیں۔ (۲)

قسطوں پر خرید وفروخت:

قسطوں پر خرید وفروخت جائز ہے اور ادھار کی وجہ سے نقد قیمت سے زیادہ پر بیچنا بھی صحیح ہے لیکن دو باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

۱- نقد اور ادھار میں سے کوئی ایک متعین کر کے سودا کریں، معاملے کو لٹکا کر نہ رکھیں کہ اگر فلاں وقت تک ادائیگی کی تو یہ قیمت، ورنہ وہ قیمت۔

۲- بروقت ادا نہ کرنے کی صورت میں بطورِ جرمانہ قیمت میں اضافے یا چیز کی مفت ضبطی وغیرہ کوئی فاسد شرط نہ رکھیں۔

۱- بخاری شریف: ۱/ ۲۹۷، أحسن الفتاوىٰ: ۶/ ۲۷۹

۲- إمداد الأحكام: ۳/ ۳۷۸، أحسن الفتاوىٰ: ۶/ ۵۰۰

ان دو باتوں کا خیال نہ رکھا گیا تو معاملہ ناجائز ہو جائے گا۔[1]

انعامی بانڈز خریدنا:

انعامی بانڈز کی حقیقت یہ ہے کہ حکومت عوام سے قرض لیتی ہے اور بانڈز کے نام سے قرض کی رسید جاری کرتی ہے، قرض دینے پر لوگوں کو آمادہ کرنے کے لیے حکومت نے یہ اسکیم بنائی ہے کہ پرائز بانڈ خریدنے والوں کو ان کی اصل رقم کی واپسی کے ساتھ کچھ اضافی رقم بھی بنام انعام دی جاتی ہے لیکن تمام قرض دہندگان کو نہیں، بلکہ وہ رقم بذریعہ قرعہ اندازی بعض خریداروں کو دی جاتی ہے، اس میں جو رقم ملتی ہے وہ یقینی سود ہے، اس لیے ایسا معاملہ کرنا حرام اور ناجائز ہے۔[2]

پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ اور سود کا حکم:

پراویڈنٹ فنڈ کے حکم کی تفصیل درجِ ذیل ہے:

۱- وصول ہونے سے پہلے پراویڈنٹ فنڈ کی رقم پر زکوٰۃ فرض نہیں، وصول ہونے کے بعد بھی گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ فرض نہیں، آئندہ کے لیے یہ تفصیل ہے: اگر یہ شخص پہلے سے صاحبِ نصاب ہے تو اس نصاب پر سال پورا ہونے سے اس کے ساتھ پراویڈنٹ فنڈ والی رقم کی زکوٰۃ بھی فرض ہو جائے گی۔

اور اگر پہلے سے صاحبِ نصاب نہیں تھا، پراویڈنٹ فنڈ کی رقم ملنے سے صاحبِ نصاب ہو گیا تو قمری مہینے کی جس تاریخ میں یہ رقم ملی ہے اس کے بعد ایک سال گزرنے پر زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔

۲- پراویڈنٹ فنڈ میں ملازم کی جمع شدہ تنخواہ سے زائد ملنے والی رقم حلال ہے۔ جو ماہانہ کٹوتی میں جمع کی جاتی ہے وہ بھی اور جو مجموعہ پر سود کے نام سے جمع ہوتی ہے وہ بھی، شرعاً یہ سود نہیں۔

۳- اگر پراویڈنٹ فنڈ کی رقم کسی بیمہ کمپنی کے حوالہ کر دی گئی تو اس پر زکوٰۃ فرض ہو جائے گی اس تفصیل کے مطابق جو اوپر فنڈ وصول ہونے کے بعد سے متعلق لکھی گئی۔ باقی اس صورت میں بیمہ کمپنی سے ملنے والا سود حرام ہے۔[3]

فرضی بیع:

کسی مصلحت سے جائیداد وغیرہ کی فرضی بیع کی تو اگر فریقین اس بیع کے فرضی ہونے پر متفق ہوں تو ملکیت منتقل نہیں ہوگی

۱- بحوث ۱/۷، أحسن الفتاوی: ۵۱۹/۶

۲- بحوث ۲/۲۳۴، أحسن الفتاوی: ۲۶/۷

۳- أحسن الفتاوی: ۳۷/۷

اور چیز بدستور بائع کی رہے گی اور اگر دونوں میں سے کوئی بھی اس بیع کے حقیقی ہونے کا دعویٰ کرے گا تو یہ بیع نافذ ہو جائے گی اور فروخت شدہ چیز مشتری کی شمار ہوگی۔[1]

جائیداد کسی اور کے نام کرنا:

جائیداد کی دستاویز میں مالک کے علاوہ کسی اور کا نام درج کر دیا گیا تو اس سے جائیداد اس شخص کی ملکیت نہیں ہو جاتی۔ جب تک کوئی ایسا عقد درمیان میں نہ ہو جس سے ملکیت منتقل ہوتی ہے مثلاً بیع، ہبہ وغیرہ اس وقت تک شرعاً ملکیت منتقل نہیں ہوتی۔ لہٰذا صرف دستاویز میں کسی کا نام لکھنے سے جائیداد اس شخص کی نہیں ہوگی۔[2]

وقتِ مقررہ سے پہلے ادائیگی کی شرط پر قرض میں کمی کرنا:

ایک شخص کا دوسرے پر کسی مقررہ مدت میں واجب الادا قرضہ تھا، قرض دار نے اس شرط پر وقتِ مقررہ سے پہلے ادائیگی کی پیشکش کی کہ اس کے بدلے قرضہ میں سے کچھ حصہ کم کر دیا جائے، قرض خواہ نے یہ قبول کر لیا یا قرض خواہ نے ہی اس شرط پر کمی کی پیشکش کی اور قرض دار نے قبول کر لی تو یہ ناجائز ہوگا اور قرض دار کے لیے اس شرط کی وجہ سے ملنے والی چھوٹ حلال نہ ہوگی۔[3]

تصویر اور مجسمے کی تجارت:

مجسموں اور تصاویر کی خرید و فروخت ناجائز ہے، ایسے کاروبار سے حاصل ہونی والی آمدنی حرام ہے۔[4]

کسی جاندار کی شکل والے ایسے کھلونے جن کی آنکھیں، ناک وغیرہ بنی ہوئی ہوں، ان کا حکم بھی یہی ہے۔[5]

۱- إمداد الفتاوی: ۲۹/۳

۲- إمداد الفتاوی: ۳۱/۳

۳- أحسن الفتاوی: ۱۸۰/۷، إمداد الأحکام: ۴۸۲/۳

۴- إمداد الأحکام: ۳۸۳/۳

۵- فتاوی محمودیه: ۷۵/۶، ۷۶

باب المرابحۃ والتولیۃ

(قیمتِ خرید بتا کر نفع کے ساتھ یا اسی قیمت پر بیچنا)

مرابحہ کا بیان

مرابحہ اسلامی فقہ کی ایک اصطلاح ہے اور اس سے مراد ایک خاص قسم کی بیع ہوتی ہے جس میں گاہک کو اصل لاگت بتا کر اس پر نفع کی شرح متعین کر لی جاتی ہے، مثلاً اگر کوئی بائع اپنے خریدار کے ساتھ اس پر اتفاق کر لیتا ہے کہ وہ اسے ایک متعین سامان متعین نفع پر دے گا جسے اس سامان کی لاگت پر زائد کیا جائے گا تو اسے ''مرابحہ'' کہا جاتا ہے۔ مرابحہ کا بنیادی عنصر یہ ہے کہ بیچنے والا اس لاگت کو ظاہر کرتا ہے جو اس نے اس سامان کے حصول پر برداشت کی ہے اور اس پر کچھ نفع شامل کر لیتا ہے، یہ نفع ایک متعین رقم کی شکل میں بھی ہوسکتا ہے اور فیصدی شرح پر مبنی بھی۔

مرابحہ کی صورت میں ادائیگی بروقت بھی ہوسکتی ہے اور بعد میں آنے والی کسی تاریخ پر بھی جس پر فریقین متفق ہوں۔ اس لیے مرابحہ لازمی طور پر مؤجل ادائیگی پر دلالت نہیں کرتا جیسا کہ عموماً وہ لوگ خیال کرتے ہیں جو کہ اسلامی فقہ سے زیادہ شناسائی نہیں رکھتے اور انہوں نے بینکنگ کے معاملات کے حوالے ہی سے مرابحہ کا نام سنا ہوتا ہے۔

مرابحہ اپنی اصل شکل میں ایک سادہ بیع ہے۔ وہ واحد خصوصیت جو اسے باقی اقسام کی بیوع سے ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ مرابحہ میں بائع صراحتاً خریدار کو یہ بتاتا ہے کہ اسے کتنی لاگت آئی ہے اور لاگت پر وہ کتنا نفع لینا چاہتا ہے۔ اگر کوئی شخص کوئی چیز ایک متعین قیمت پر فروخت کرتا ہے جس میں لاگت کا کوئی حوالہ نہیں ہے تو یہ مرابحہ نہیں ہے، اگرچہ وہ اپنی لاگت پر نفع بھی کمائے، اس لیے کہ یہ بیع لاگت پر کچھ زائد شامل کرنے کے تصور پر مبنی نہیں ہے۔ اس صورت میں یہ بیع ''مساومہ'' کہلاتی ہے۔

یہ ہے مرابحہ کی اصطلاح کا حقیقی مفہوم جو کہ ایک خالص اور سادہ بیع ہے۔ اس کے احکام کا خلاصہ یہ ہے:

مرابحہ کے احکام کا خلاصہ

۱- مرابحہ بیع کی ایک خاص قسم ہے جس میں بیچنے والا شخص بیچی جانے والی چیز کی لاگت صراحتاً بیان کرتا اور اس پر کچھ منافع شامل کر کے دوسرے شخص کو بیچتا ہے۔

۲- مرابحہ میں نفع کا تعین باہمی رضامندی سے دو طریقوں میں سے کسی طریقے سے کیا جا سکتا ہے: یا تو لگی بندھی مقدار طے کر لی جائے (مثلاً اصل لاگت پر اتنے روپے زائد) یا اصل لاگت پر خاص تناسب طے کر لیا جائے (یعنی اصل لاگت پر اتنے فیصد زائد)

۳- بیچی جانے والی اشیاء حاصل کرنے کے لیے بائع کو جتنا خرچ کرنا پڑا ہے مثلاً: مال برداری کا کرایہ اور کسٹم ڈیوٹی وغیرہ، وہ سب لاگت میں شامل ہوگا اور نفع اس مجموعی لاگت پر لاگو کیا جائے گا، لیکن کاروبار کے وہ خرچے جو ایک ہی مرتبہ چیز حاصل کرنے پر نہیں ہوتے بلکہ بار بار ہوتے رہتے ہیں جیسا ملازمین کی تنخواہیں، عمارت کا کرایہ وغیرہ، انہیں انفرادی معاملے میں لاگت میں شامل نہیں کیا جا سکتا، البتہ اصل لاگت پر جو نفع متعین کیا جائے گا اس میں خرچوں کا بھی لحاظ رکھا جا سکتا ہے۔

۴- مرابحہ اسی صورت میں صحیح ہوگا جبکہ چیز کی پوری لاگت متعین کی جا سکتی ہو، اگر چیز کی پوری لاگت متعین نہ کی جا سکتی ہو تو اسے مرابحہ کے طور پر نہیں بیچا جا سکتا۔ اس صورت میں وہ چیز ''مساومہ'' کی بنیاد پر بھی بیچی جا سکتی ہے، یعنی لاگت اور اس پر طے شدہ نفع کے حوالے کے بغیر۔ اس صورت میں قیمت باہمی رضامندی سے ایک متعین مقدار میں طے کی جائے گی۔

مثال:

۱- ''الف'' نے جوتوں کا ایک جوڑا سو روپے میں خریدا، وہ اسے دس فیصد مارک اپ پر بطورِ مرابحہ بیچنا چاہتا ہے۔ اصل لاگت چونکہ پورے طور پر معلوم ہے اس لیے بیع مرابحہ درست ہے۔

۲- ''الف'' نے ایک ہی عقد میں ایک ریڈی میڈ سوٹ اور جوتوں کا ایک جوڑا پانچ سو روپے میں خریدا۔ اب وہ سوٹ اور جوتے دونوں ملا کر بطورِ مرابحہ بیچ سکتا ہے، لیکن وہ صرف جوتے بطورِ مرابحہ نہیں بیچ سکتا، اس لیے کہ صرف جوتوں کی لاگت متعین نہیں کی جا سکتی، اگر وہ صرف جوتے ہی بیچنا چاہتا ہے تو انہیں لاگت اور اس پر نفع کے حوالے کے بغیر ایک لگی بندھی قیمت پر بیچنا ہوگا۔

۳- مرابحہ میں قیمت نقد بھی رکھی جا سکتی ہے اور ادھار بھی، ادھار کی صورت میں اسے ''مرابحۂ مؤجلہ'' کہیں گے۔ اس کے جائز ہونے کی شرط یہ ہے کہ قیمت کے بروقت ادا نہ کرنے کی صورت میں کوئی شرط فاسد نہ لگائی جائے، مثلاً یہ شرط نہ ہو کہ ادا شدہ قسطیں ضبط کر لی جائیں گی یا جرمانہ ادا کرنا پڑے گا وغیرہ۔

چند مسائل[1]:

مسئلہ ۱: کسی نے کوئی چیز سو روپے میں خریدی تھی اور آگے بیچتے وقت گاہک کو وہی قیمتِ خرید نہیں بتا رہا تو اب اس کو اختیار ہے، چاہے وہ چیز سو روپے میں ہی بیچے یا دو تین سو روپے میں بیچے، اس میں کوئی گناہ نہیں، اس کو ''بیع مساومۃ'' کہتے ہیں اور عام طور پر یہی بیع ہوا کرتی ہے۔

لیکن اگر اگلے خریدار کو اطمینان دلانے کے لیے اسے اپنی قیمتِ خرید بتلا دی اور معاملہ اس طرح طے ہوا کہ مثلاً بیس فیصد منافع لے کر ہمارے ہاتھ بیچ دو، اس نے کہا: ''ٹھیک ہے میں بیس فیصد نفع پر بیچتا ہوں'' تو اب بیس فیصد سے زیادہ نفع لینا جائز نہیں۔ اس کو ''بیع مرابحہ'' کہتے ہیں۔

اور اگر کسی نے کہا: ''یہ چیز میں آپ کو اتنی قیمت پر دیتا ہوں جتنی پر میں نے خریدی ہے، نفع نہیں لیتا'' تو اب نفع لینا درست نہیں، قیمتِ خرید ہی صحیح صحیح بتا دینا واجب ہے۔ اس کو ''بیع تولیہ'' کہتے ہیں۔

مسئلہ ۲: سودا اس طرح طے کیا کہ مثلاً: دس فیصد نفع پر مجھے بیچ دو، اس نے کہا: ''میں نے اتنے ہی نفع پر بیچا'' یا یہ کہا: ''جتنے کا لیا ہے اتنے ہی پر بیچ دو''، اس نے کہا: ''تم وہی دیدو، نفع نہ دو''، لیکن اس نے ابھی یہ نہیں بتایا کہ یہ چیز کتنے کی خریدی ہے؟ تو دیکھو اگر اسی جگہ الگ ہونے سے پہلے وہ خرید کر دام بتا دے تب تو یہ بیع صحیح ہے اور اگر اسی جگہ نہ بتائے، بلکہ یوں کہے: ''آپ لے جائیں، حساب دیکھ کر بتایا جائے گا'' تو یہ بیع فاسد ہے۔

مسئلہ ۳: اصل قیمت اور نفع کی مقدار بتا کر بیچا پھر لینے کے بعد اگر معلوم ہوا کہ اس نے قیمتِ خرید غلط بتائی ہے اور نفع وعدہ سے زیادہ لیا ہے تو خریدنے والے کو قیمت کم دینے کا اختیار نہیں بلکہ اگر خریدنا چاہے تو وہی قیمت دینی پڑے گی جس پر اس نے بیچا ہے، البتہ یہ اختیار ہے کہ اگر لینا نہ چاہے تو واپس کر دے؛ اور اگر قیمتِ خرید پر بیچنے کا اقرار تھا اور یہ وعدہ تھا کہ میں نفع نہیں لوں گا، پھر اس نے قیمتِ خرید غلط اور زیادہ بتائی تو جتنا زیادہ بتایا ہے، اس کے لینے کا حق نہیں، لینے والے کو

۱- یہاں تک کے مسائل حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب کی کتاب ''اسلامی بینکاری کی بنیادیں'' سے لیے گئے تھے۔ اب یہاں سے بہشتی زیور کے مسائل شروع ہو رہے ہیں۔ ان میں سے کچھ باتیں مکرر معلوم ہوں گی مگر یہ تکرار مفید بھی تھا اور ناگزیر بھی۔

اختیار ہے کہ صرف قیمتِ خرید دے اور جو زیادہ بتایا ہے وہ نہ دے۔

مسئلہ ۴: کسی نے کوئی چیز ادھار خریدی تو جب تک دوسرے خریدنے والے کو یہ نہ بتائے کہ میں نے یہ چیز ادھار لی ہے، اس وقت تک اس کو نفع پر بیچنا یا قیمتِ خرید پر بیچنا جائز نہیں،[1] بلکہ بتادے کہ یہ چیز میں نے ادھار خریدی تھی، پھر اس طرح نفع لے کر یا قیمتِ خرید پر بیچنا درست ہے، کیونکہ نقد خریدنے پر چیز کی قیمت نسبتاً کم ہوتی ہے اور ادھار میں زیادہ۔ اگر ادھار خریدی اور یہ نہیں بتایا کہ اس نے ادھار خریدی ہے تو اگلے خریدار کو دھوکہ ہوگا کہ شاید اس نے نقد اس قیمت پر لی ہے، البتہ اگر قیمتِ خرید کا کوئی ذکر نہ کرے تو جتنی قیمت پر چاہے بیچے، درست ہے۔

مسئلہ ۵: کسی نے ایک کپڑا تین سو روپے کا خریدا، پھر پچاس روپے دے کر اس کو رنگوایا یا اس کو دھلوایا یا سلوایا تو اب ایسا سمجھیں گے کہ ساڑھے تین سو روپے کا اس نے خریدا ہے، لہٰذا اب ساڑھے تین سو روپے اس کی اصلی قیمت ظاہر کر کے نفع لینا درست ہے مگر یوں نہ کہے کہ ساڑھے تین سو روپے کا میں نے لیا ہے بلکہ یوں کہے: "ساڑھے تین سو روپے میں یہ چیز مجھے پڑی ہے"، تاکہ جھوٹ نہ ہو۔

مسئلہ ۶: ایک بکری چار ہزار روپے میں خریدی، پھر ایک مہینہ تک اس کے پاس رہی اور پانچ سو روپے اس کی خوراک میں لگ گئے تو اس کی قیمت چار ہزار پانچ سو روپے ظاہر کر کے نفع لینا درست ہے، البتہ اگر وہ دودھ دیتی ہو تو جتنا دودھ دیا ہے اتنا گھٹانا پڑے گا۔ مثلاً: اگر مہینے بھر میں تین سو روپے کا دودھ دیا ہے تو اب اصلی قیمت چار ہزار دو سو روپے ظاہر کرے اور یوں کہے کہ چار ہزار دو سو میں مجھے پڑی ہے۔

۱۔ یعنی مرابحہ یا تولیہ کے طور پر بیچنا جائز نہیں کہ دھوکے کا احتمال ہے۔ اگر "مساومہ" کے طور پر بیچے اور قیمتِ خرید گاہک کو بالکل نہ بتائے تو درست ہے۔

بابُ الرِّبٰا

(سود اور سودی لین دین)

تعریف:[۱]

سود کبھی تو قرض میں ہوتا ہے اور کبھی چیزوں کے لین دین میں:

☆ قرض لینے دینے میں جو سود ہوتا ہے اس کی تعریف یہ ہے: ''قرض پر مشروط اضافہ'' یعنی قرض دیتے وقت شرط لگا کر اضافی رقم لینا۔ اگر شرط نہ لگائی لیکن عام عرف اور رواج یہی ہے کہ اضافہ کے ساتھ ہی قرض واپس ہوتا ہے ویسے نہیں، تو یہ بھی شرط کی طرح ہے اور حرام ہے۔

البتہ اگر اضافہ صراحۃً مشروط یا عرفاً مروّج نہ ہو بلکہ مقروض بغیر کسی سابقہ معاہدے، شرط یا عرف ورواج کے ویسے ہی کوئی چیز قرض دینے والے کو ہدیہ میں دے تو یہ سود نہیں۔

☆ چیزوں کے لین دین میں سود کی تعریف یوں ہوگی: ''ہم جنس چیزوں کے ناپ یا تول کے ساتھ تبادلہ میں اضافہ یا ادھار'' یعنی جب ایسی ہم جنس[۲] چیزوں کا لین دین کیا جا رہا ہے جو وزن سے تول کر یا پیمانے سے (نہ کہ گز سے) ناپ کر بکتی ہیں تو اس میں نہ کسی ایک طرف اضافہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ادھار کی گنجائش ہے۔ بلکہ یکساں مقدار کے ساتھ ہاتھ در ہاتھ لینا دینا ضروری ہوگا اگر چہ ایک چیز اچھی اور عمدہ اور دوسری ناقص اور کم درجے کی ہو۔ اگر اضافہ کیا گیا تو اسے ''ربا حقیقی'' کہتے ہیں اور ادھار کیا گیا تو اسے ''ربا حکمی'' کہتے ہیں۔[۳] ربا کی یہ دونوں قسمیں حرام اور ناجائز ہیں۔

۱- ربا، وکالت، کفالت، حوالہ وغیرہ کی تعریفات مرتبین کی طرف سے اضافہ کی گئی ہیں۔

۲- ہم جنس چیزوں کا مطلب واضح ہے کہ دونوں طرف ایک ہی چیز ہو، جیسے گیہوں کے بدلے گیہوں اور چنے کے بدلے چنے کا لین دین کرنا۔

۳- ادھار کو ''حکمی ربا'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ دو چیزیں اگر چہ برابر برابر ہوں لیکن جو چیز فی الحال دی جاتی ہے اس کی حیثیت اور مانگ اس چیز کی بنسبت زیادہ ہوتی ہے جو بعد میں دی جائے۔ اس طرح ایک فریق گھاٹے میں رہتا ہے۔ یہ فرق حقیقی ربا تو نہیں لیکن حکمی ربا ضرور ہے۔

حکم:

سودی لین دین کا بہت سخت گناہ ہے۔قرآن مجید اور حدیث شریف میں اس پر بڑی سخت وعیدیں اور اس سے بچنے کی بڑی تاکید آئی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے سود دینے والے، لینے والے،سودی دستاویز لکھنے والے اور سودی معاملہ پر گواہ بننے والے پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں،اس لیے اس سے بہت زیادہ بچنا چاہیے۔سود کے مسائل بہت نازک ہیں۔بعض دفعہ ذرا ذرا سی بات میں سود کا گناہ ہو جاتا ہے اور بے علمی میں لوگوں کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ یہ گناہ ہو گیا۔ہم ضروری ضروری مسائل یہاں بیان کرتے ہیں۔لین دین کے وقت ہمیشہ ان کا خیال رکھا جائے۔

چیزیں پانچ قسم کی ہیں:

(۱) ایک تو سونا چاندی یا ان سے بنی ہوئی چیز۔

(۲) وہ چیزیں جو تل کر بکتی ہیں، جیسے:لوہا،تانبہ،روئی،ترکاری وغیرہ۔

(۳) وہ چیزیں جو پیمانے سے ناپ کر بکتی ہیں،جیسے:اناج،غلہ[۱] وغیرہ۔

(٤) چوتھی وہ چیزیں جو گز سے ناپ کر بکتی ہیں،جیسے: کپڑا وغیرہ۔

(۵) پانچویں وہ جو گنتی کے حساب سے بکتی ہیں جیسے:انڈے،اخروٹ،نارنگی،بکری،گائے،گھوڑا وغیرہ۔

آخری چار قسموں میں سے چونکہ دوسری اور تیسری کا حکم ایک جیسا اور چوتھی پانچویں کا حکم بھی ایک جیسا ہے،اس لیے ان دو دو قسموں کو اکٹھے بیان کیا جائے گا۔

(۱) سونا چاندی اور ان کی بنی ہوئی چیزیں:[۲]

مسئلہ ۱: سونا چاندی خریدنے کی کئی صورتیں ہیں:ایک تو یہ ہے کہ چاندی کو چاندی سے اور سونے کو سونے سے خریدا جائے،یعنی دونوں طرف ایک ہی قسم کی چیز ہے تو اس صورت میں دو باتیں واجب ہیں:ایک تو یہ کہ دونوں طرف کی چاندی یا دونوں طرف کا سونا برابر ہو۔دوسرے یہ کہ جدا ہونے سے پہلے پہلے ہی دونوں طرف سے پورا پورا لین دین ہو جائے،کوئی ادھار باقی نہ رہے۔اگر ان دونوں باتوں میں سے کسی بات کے خلاف کیا تو سود ہو گیا،مثلاً:ایک تولہ چاندی لی تو

۱- اناج،غلہ کا لین دین پہلے زمانے میں زیادہ تر ناپ سے ہوتا تھا۔آج کل وزن کا رواج زیادہ ہو گیا ہے۔

۲- بہشتی زیور میں زیورات کے متعلق مسائل اس زمانے کے احکام پر مشتمل ہیں جب چاندی کے روپے اور اشرفیوں کا رواج تھا،آج کل چونکہ وہ صورتیں رائج نہیں اس لیے زیورات سے متعلق آج کل کے بہت سارے مسائل بہشتی زیور کی بجائے دیگر کتب فقہ وفتویٰ سے لے کر یہاں درج کیے گئے ہیں۔

اس کے بدلے میں ایک تولہ چاندی ہی دینا واجب ہے، اس سے کم زیادہ کرنا سود ہے۔ اسی طرح اگر ایک نے چاندی دی، دوسرے نے اس مجلس میں نہیں دی، بعد میں دینے کا وعدہ کیا تو یہ بھی جائز نہیں۔

مسئلہ ۲: دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں طرف ایک قسم کی چیز نہیں، بلکہ ایک طرف چاندی اور دوسری طرف سونا ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ وزن کا برابر ہونا ضروری نہیں، ایک تولہ چاندی کے بدلے میں جتنا چاہے سونا لے، جائز ہے۔ اسی طرح ایک تولہ سونے کے بدلے جتنی چاہے چاندی لے، جائز ہے لیکن جدا ہونے سے پہلے پہلے لین دین پورا ہو، ادھار نہ ہو۔

مسئلہ ۳: دو تولے سونا اور ایک تولہ چاندی کو ایک تولہ سونا اور پچاس تولے چاندی کے عوض فروخت کرنا صحیح ہے اور یوں سمجھیں گے کہ دو تولے سونا پچاس تولے چاندی کے عوض میں اور ایک تولہ چاندی ایک تولہ سونے کے عوض میں ہے۔ ایسا ہم اس وقت سمجھیں گے جب خرید وفروخت کرنے والوں نے اپنی زبان سے کچھ اور نہ کہا ہو اور اگر انہوں نے یہ کہا کہ دو تولہ سونا ایک تولے سونے کے عوض میں اور ایک تولہ چاندی پچاس تولے چاندی کے عوض میں ہے تو اب ان کی بات کا اعتبار ہو گا اور معاملہ سودی ہو جائے گا۔

مسئلہ ۴: سونے کے زیور یا برتن کو سونے یا چاندی کے عوض فروخت کیا اور قیمت کا مثلاً نصف حصہ آپس میں جدا ہونے سے پہلے ادا کر دیا تو آدھے زیور و برتن میں بیع صحیح ہو جائے گی اور باقی آدھے میں صحیح نہ ہوگی، لہٰذا یہ زیور یا برتن بائع و مشتری کے درمیان مشترک ہو جائے گا اور مذکورہ مثال میں نصف بائع کا ہوگا اور نصف مشتری کا ہوگا۔

مسئلہ ۵: زیور میں دو تولے سونا ہو اور تین تولے وزن کے نگینے ہوں تو اس زیور کو پانچ تولے خالص سونے کے عوض فروخت کرنا جائز ہے، لیکن قیمت کے پانچ تولہ سونے میں سے دو تولہ سونا اسی وقت دینا ضروری ہے، باقی تین تولہ سونے میں ادھار ہو سکتا ہے۔

مسئلہ ۶: ایک شخص کے ذمہ مثلاً پچاس تولہ چاندی کا قرض ہے۔ مقروض نے قرض خواہ کے ہاتھ اس چاندی کے عوض ایک تولہ سونا فروخت کیا تو صحیح ہے اور اگر قرض کی چاندی کا ذکر نہیں کیا بلکہ پچاس تولہ چاندی کو مطلق ذکر کیا یعنی فقط یوں کہا کہ ایک تولہ سونا تمہارے ہاتھ پچاس تولہ چاندی کے عوض فروخت کیا، اس سے قرض خواہ کے ذمے بھی پچاس تولہ چاندی ثابت ہوئی پھر مقروض اور قرض خواہ نے آپس میں حساب برابر کر لیا تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ ۷: کھوٹی اور خراب چاندی دے کر اچھی چاندی خریدنا ہے اور اچھی چاندی وزن میں کھوٹی کے برابر نہیں

مل سکتی تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ پہلے خراب چاندی روپوں میں بیچ دی جائے اور جو رقم ملے اس پر قبضہ کرنے کے بعد اس سے اچھی چاندی خریدی جائے۔

کاغذی کرنسی کے بدلے سونے چاندی کی خرید وفروخت:

مسئلہ ۸: موجودہ رائج الوقت کاغذی نوٹوں سے سونا چاندی نقد یا ادھار خریدنا جائز ہے۔[1]

اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ دو روپے اور اس سے زائد کے نوٹ تو رسید ہوتے ہیں کیونکہ ان پر لکھا ہوتا ہے: "بینک دولت پاکستان مطالبہ پر اتنے روپے ادا کرے گا" تو اس کا ایک آسان جواب یہ ہے کہ اب ان کے پیچھے کوئی چیز نہیں، نہ سونا چاندی نہ کچھ اور، عرصہ ہوا ان کے رسید ہونے کا تصور معدوم ہو چکا ہے اور عرفاً وعملاً ان ہی کو آلۂ تبادلہ اور ثمن سمجھا جاتا ہے۔

مسئلہ ۹: جن مسائل میں اسی وقت لین دین ہونا شرط ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کے علیحدہ ہونے سے پہلے ہی لین دین ہو جائے۔ اگر ان میں سے ایک دوسرے سے الگ ہو گیا، اس کے بعد لین دین ہوا تو یہ بھی سود میں داخل ہے۔[2]

(۲،۳) تول کر یا پیمانے سے ناپ کر بکنے والی چیزیں:

مسئلہ ۱۰: جو چیزیں وزن سے تُل کر یا پیمانے سے ناپ کر بکتی ہیں[3] جیسے: اناج، گوشت، ترکاری، نمک، لوہا، تانبا وغیرہ، اس قسم کی چیزوں میں سے اگر ایک چیز کو اسی قسم کی چیز سے بیچنا اور بدلنا ہو، مثلاً: گیہوں دیکر گیہوں لے لی یا چاول دے کر چاول لیے یا آٹے کے عوض آٹا یا اسی طرح کوئی اور چیز، یعنی دونوں طرف ایک ہی قسم کی چیز ہے تو اس میں بھی ان دونوں باتوں کا خیال رکھنا واجب ہے۔ ایک تو یہ کہ دونوں طرف وزن بالکل برابر ہو، ذرا بھی کسی طرف کمی بیشی نہیں ہونی چاہیے، ورنہ سود ہو جائے گا۔ دوسری یہ کہ اسی وقت دونوں طرف سے لین دین اور قبضہ ہو جائے، اگر قبضہ نہ ہو تو کم سے کم اتنا ضرور ہو کہ دونوں گیہوں الگ کر کے رکھ دیے جائیں۔ ہر ایک اپنے گیہوں تول کر الگ رکھ دے کہ دیکھو یہ رکھے ہیں، جب تمہارا دل چاہے لے جانا۔ اسی طرح دوسرا بھی اپنے گیہوں تول کر الگ کر دے اور کہہ دے کہ یہ تمہارے گیہوں الگ رکھے ہیں، جب چاہو لے جانا۔ اگر یہ بھی نہیں کیا اور ایک دوسرے سے الگ ہو گئے تو سود کا گناہ ہوا۔

مسئلہ ۱۱: خراب گیہوں دے کر اچھے گیہوں لینے ہوں یا خراب آٹا دے کر اچھا آٹا لینا ہو اور اس کے برابر کوئی

۱- نقد ہر صورت میں جائز ہے، ادھار اس وقت جائز ہے کہ دونوں عوضوں (رقم اور سونا چاندی) میں سے ایک پر اسی مجلس میں قبضہ ہو۔
۲- اس لیے اگر سودا مکمل ہونے سے پہلے الگ ہونا پڑے تو معاملہ باطل ہو گیا۔ جب دوبارہ اکٹھے ہوں اور عقد کا ارادہ ہو تو نئے سرے سے عقد کریں۔
۳- پیمانے سے ناپ کر اس لیے کہا کہ جو چیزیں گز سے ناپ کر بکتی ہیں ان کا حکم الگ ہے اور آگے آرہا ہے۔

نہیں دیتا تو سود سے بچنے کی ترکیب یہ ہے کہ اس گیہوں یا آٹے وغیرہ کو روپے سے بیچ دو، پھر روپے کے عوض اس سے وہ اچھے گیہوں یا آٹا خرید لو، یہ جائز ہے۔

مسئلہ (۱۲): اگر ایسی چیزوں میں جو تل کر بکتی ہیں ایک طرح کی چیز نہ ہو، مثلاً: گیہوں دے کر چاول لیے یا جو، چنا، جوار، نمک، گوشت، ترکاری وغیرہ کوئی اور چیز لی، غرض یہ کہ ایک طرف ایک چیز ہے اور دوسری طرف دوسری چیز، دونوں طرف ایک چیز نہیں تو اس صورت میں دونوں کا وزن برابر ہونا واجب نہیں۔ ایک سیر گیہوں دے کر چاہے دس سیر چاول وغیرہ لے لو تو بھی جائز ہے، البتہ وہ دوسری بات یہاں بھی واجب ہے کہ سامنے رہتے رہتے دونوں طرف سے لین دین ہو جائے یا کم سے کم اتنا ہو کہ دونوں کی چیزیں الگ کر کے رکھ دی جائیں۔ اگر ایسا نہ کیا تو سود کا گناہ ہوگا۔

مسئلہ (۱۳): اگر اس قسم کی چیز جو تل کر بکتی ہے روپے سے خریدی یا کپڑے وغیرہ کسی ایسی چیز سے بدل دی جو تل کر نہیں بکتی بلکہ گز سے ناپ کر بکتی ہے یا گنتی سے بکتی ہے مثلاً: ایک تھان کپڑا دے کر گیہوں وغیرہ لیے یا گیہوں، چنے دے کر انڈے وغیرہ ایسی چیزیں لیں جو گن کر بکتی ہیں، غرض یہ کہ ایک طرف ایسی چیز ہے جو تل کر بکتی ہے اور دوسری طرف گنتی سے یا گز سے ناپ کر بکنے والی چیز ہے تو اس صورت میں ان دونوں باتوں میں سے کوئی بھی واجب نہیں۔ ایک روپے کے چاہے جتنے گیہوں آٹا ترکاری خریدے، اسی طرح کپڑا دے کر جتنا چاہے اناج لے، گیہوں چنے وغیرہ دے کر چاہے جتنے انڈے لے اور چاہے اسی وقت اس جگہ رہتے رہتے لین دین ہو جائے اور چاہے الگ ہونے کے بعد، ہر طرح یہ معاملہ درست ہے۔

مسئلہ (۱۴): سرسوں دے کر سرسوں کا تیل لیا یا تل دے کر تل کا تیل لیا تو دیکھو: اگر تیار تیل اس تیل سے یقیناً زیادہ ہے جو اس سرسوں اور تل میں سے نکلے گا تو یہ معاملہ اسی وقت قبضہ ہونے کی صورت میں صحیح ہے اور اگر اس کے برابر یا کم ہو یا شک ہو کہ شاید اس سے زیادہ نہ ہو تو بہر حال درست نہیں، بلکہ سود ہے۔

مسئلہ (۱۵): گائے کا گوشت دے کر بکری کا گوشت لیا تو دونوں کا برابر ہونا واجب نہیں، کمی بیشی جائز ہے مگر اسی وقت قبضہ ہو۔

مسئلہ (۱۶): یہ جتنے مسائل بیان ہوئے سب میں اسی وقت آمنے سامنے لین دین ہو جانا یا کم از کم اسی وقت سامنے دونوں چیزیں الگ کر کے رکھ دینا شرط ہے، اگر ایسا نہیں کیا تو سودی معاملہ ہوا۔

(۵،٤) گز سے ناپ کر یا گن کر بکنے والی چیزیں:

مسئلہ (۱۷): جو چیزیں گز سے ناپ کر یا گن کر بکتی ہیں ان کا حکم یہ ہے کہ اگر ایک ہی قسم کی چیز دے کر اسی قسم کی چیز لو جیسے: کپڑا دے کر دوسرا کپڑا لیا، انڈے دے کر دوسرے انڈے لیے یا نارنگی دے کر نارنگی لی تو برابر ہونا شرط نہیں، کمی بیشی جائز ہے، لیکن اسی وقت لین دین ہو جانا واجب ہے اور اگر ایک طرف ایک چیز ہے اور دوسری طرف دوسری چیز، مثلاً: انڈے دے کر نارنگی لی یا گیہوں دے کر امرود لیے یا لٹھا دے کر کھدر لیا تو بہر حال جائز ہے، نہ تو دونوں کا برابر ہونا واجب ہے اور نہ اسی وقت لین دین نمٹا دینا واجب ہے۔

آخری چار اقسام کا خلاصہ:

سب کا خلاصہ یہ ہوا کہ سونے چاندی کے علاوہ دوسری چیزوں میں اگر دونوں طرف ایک ہی چیز ہو اور وہ چیز وزن کے حساب سے تل کر یا پیمانے سے ناپ کر بکتی ہو جیسے: گیہوں کے عوض گیہوں، چنے کے عوض چنا وغیرہ، تب تو وزن میں برابر ہونا بھی واجب ہے اور اسی وقت آمنے سامنے لین دین ہو جانا بھی واجب ہے اور اگر دونوں طرف ایک ہی چیز ہے لیکن تل کر یا پیمانے سے ناپ کر نہیں بکتی بلکہ گز سے ناپ کر یا گن کر بکتی ہے جیسے: کپڑا دے کر ویسا ہی کپڑا لیا، انڈے دیکر انڈے لیے، نارنگی دے کر نارنگی لی یا ایک طرف سے ایک چیز اور دوسری طرف سے کوئی اور چیز ہے لیکن دونوں تل کر بکتی ہیں جیسے: گیہوں کے بدلے چنا، چنے کے بدلے جوار، ان دونوں صورتوں میں وزن میں برابر ہونا واجب نہیں، کمی بیشی جائز ہے، البتہ اسی وقت لین دین ہونا واجب ہے اور جہاں دونوں باتیں نہ ہوں یعنی دونوں طرف ایک چیز نہیں بلکہ ایک طرف ایک چیز ہے اور دوسری طرف دوسری چیز اور وہ دونوں وزن کے حساب سے یا پیمانے سے تل کر بھی نہیں بکتیں، وہاں کمی بیشی جائز ہے اور اسی وقت لین دین کرنا بھی واجب نہیں جیسے: کیلے دے کر نارنگی لیا۔ ان مسائل کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔

مسئلہ (۱۸): کسی نے ایک کلو آٹے سے پکائی ہوئی روٹیاں ایک کلو یا اس سے زیادہ آٹے کے بدلے میں بیچ دیں تو یہ جائز ہے، چاہے دونوں چیزوں پر اسی مجلس میں قبضہ ہو جائے یا ایک پر اسی وقت اور دوسری پر بعد میں ہو۔

بابُ السَّلَم (*)

(پیشگی قیمت لے کر کوئی چیز بیچنا)

اگر کسی چیز کی قیمت پہلے وصول کر لی جائے اور وہ چیز بعد کی کسی متعین تاریخ میں سپرد کی جائے تو اسے ''بیع سَلَم'' کہتے ہیں۔

شرعاً کسی بیع کے صحیح ہونے کے لیے بنیادی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ جس چیز کی بیع کا ارادہ ہے وہ بیچنے والے کے حسی یا معنوی قبضے میں ہو۔ اس شرط میں تین باتیں پائی جاتی ہیں:

۱۔ وہ چیز موجود ہو، لہٰذا ایسی چیز جو ابھی وجود میں نہیں آئی وہ بیچی نہیں جا سکتی۔

۲۔ بیچی جانے والی چیز پر بائع کی ملکیت آ چکی ہو، لہٰذا وہ چیز موجود تو ہے لیکن بائع اس کا مالک نہیں ہے تو وہ اس کی بیع نہیں کر سکتا۔

۳۔ صرف ملکیت ہی کافی نہیں ہے بلکہ یہ بائع کے قبضے میں ہونی چاہیے، چاہے یہ قبضہ حسی ہو یا معنوی، اگر بائع اس چیز کا مالک تو ہے لیکن وہ خود یا اپنے کسی وکیل کے ذریعے اسے قبضے میں نہیں لایا تو وہ اسے بیچ نہیں سکتا۔

شریعت کے اس عمومی اصول سے صرف دو صورتیں مستثنیٰ ہیں: ایک سلم اور دوسری استصناع۔ دونوں مخصوص نوعیت کی بیع ہیں، اس باب میں یہ بتایا جائے گا کہ ان کا تصور کیا ہے اور انہیں کس حد تک استعمال کیا جا سکتا ہے؟

سَلَم کا معنی:

''سَلَم'' ایک ایسی بیع ہے جس کے ذریعے بائع یہ ذمہ داری قبول کرتا ہے کہ وہ مستقبل کی کسی تاریخ میں متعین چیز خریدار کو فراہم کرے گا اور اس کے بدلے میں مکمل قیمت بیع کے وقت ہی پیشگی لے لیتا ہے۔

یہاں قیمت نقد ہے لیکن مبیع (بیچی جانے والی چیز) کی ادائیگی مؤجل اور مؤخر ہے۔ خریدار کو ''رب السلم'' اور بائع کو ''مسلم الیہ'' اور خریدی ہوئی چیز کو ''مسلم فیہ'' کہا جاتا ہے۔

---

*۔ سَلَم اور استصناع کا استعمال چونکہ اسلامی بینکوں میں سود کے جائز متبادل کے طور پر ہوتا ہے لہٰذا یہاں مشہور ماہر اقتصادیات حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی کتاب ''اسلامی بینکاری کی بنیادیں'' سے ان دونوں کے بارے میں کچھ تفصیل نقل کی جا رہی ہے۔ اس میں بعض باتیں مکرر معلوم ہوں گی لیکن اولاً تو اس سے بات کھلے گی، ثانیاً یہ تکرار بوجوہ ناگزیر تھا اس لیے اسے باقی رہنے دیا گیا۔

سَلَم کی حضور اقدس ﷺ نے مخصوص شرائط کے ساتھ اجازت دی تھی۔ اس بیع کا بنیادی مقصد چھوٹے کاشتکاروں کی ضرورت کو پورا کرنا تھا، جنہیں اپنی فصل اُگانے کے لیے اور فصل کی کٹائی تک اپنی بیوی بچوں کے اخراجات پورے کرنے کے لیے رقم کی ضرورت ہوتی تھی۔ ربا کی حرمت کے بعد وہ سودی قرضہ نہیں لے سکتے تھے، اس لیے انہیں اجازت دی گئی کہ وہ اپنی زرعی پیداوار پیشگی قیمت پر فروخت کر دیں۔

اسی طرح عرب تاجر دوسرے علاقوں کی طرف کچھ اشیاء برآمد کرتے تھے اور وہاں سے اپنے علاقے میں کچھ چیزیں درآمد کرتے تھے، اس مقصد کے لیے انہیں رقم کی ضرورت ہوتی تھی، ربا کی حرمت کے بعد یہ لوگ سودی قرضہ نہیں لے سکتے تھے، اس لیے انہیں اجازت دی گئی کہ وہ پیشگی قیمت پر یہ اشیاء فروخت کر دیں، نقد قیمت وصول کر کے یہ لوگ اپنا مذکورہ بالا کاروبار بآسانی جاری رکھ سکتے تھے۔

سَلَم سے بائع کو بھی فائدہ پہنچتا تھا، اس لیے کہ قیمت پیشگی مل جاتی تھی اور خریدار کو بھی فائدہ پہنچتا تھا اس لیے کہ سَلَم میں قیمت عموماً نقد سودے کی نسبت کم ہوتی تھی۔

سَلَم کی اجازت اس عام قاعدے سے ایک استثناء ہے جس کے مطابق مستقبل کی طرف منسوب بیع جائز نہیں ہے، سَلَم کی یہ اجازت چند کڑی شرائط کے ساتھ مشروط ہے، ان شرائط کو ذیل میں مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔

سَلَم کی شرائط:

۱۔ سَلَم کے جائز ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ خریدار پوری کی پوری قیمت عقد کے وقت ادا کر دے۔ یہ اس لیے ضروری ہے کہ اگر عقد کے وقت خریدار قیمت کی مکمل ادائیگی نہ کرے تو یہ دَین (ادھار) کے بدلے میں دَین (ادھار) کی بیع کے مترادف ہوگا، جس سے رسول اللہ ﷺ نے صراحتاً منع فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں سَلَم کے جواز کی بنیادی حکمت بائع کی فوری ضرورت کو پورا کرنا ہے، اگر قیمت اسے مکمل طور پر ادا نہیں کی جاتی تو عقد کا بنیادی مقصد فوت ہو جائے گا۔

اس لیے تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ سَلَم میں قیمت کی مکمل ادائیگی ضروری ہے، البتہ امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ بائع خریدار کو دو یا تین دن کی رعایت دے سکتا ہے، یہ رعایت عقد کا باقاعدہ حصہ نہیں ہونی چاہیے۔

۲۔ سَلَم صرف انہی اشیاء میں ہو سکتی ہے جن کی کوالٹی اور مقدار کا پیشگی پورے طور پر تعین ہو سکتا ہو، ایسی اشیاء جن کی کوالٹی یا مقدار کا تعین نہ کیا جا سکتا ہو انہیں "سلم" کے ذریعے نہیں بیچا جا سکتا۔ مثال کے طور پر قیمتی پتھروں کی سَلَم کی بنیاد پر بیع

نہیں ہوسکتی، اس لیے کہ ان کا ہر ٹکڑا اور دانہ عموماً دوسرے سے معیار، سائز یا وزن میں مختلف ہوتا ہے اور ان کی بیان کے ذریعے تعیین عموماً ممکن نہیں ہوتی۔

۳۔ کسی متعین چیز یا متعین کھیت یا فارم کی پیداوار کی بیع سَلَم نہیں ہوسکتی، مثلاً: اگر بائع یہ ذمہ داری قبول کرتا ہے کہ وہ متعین کھیت کی گندم یا متعین درخت کا پھل مہیا کرے گا تو سَلَم صحیح نہیں ہوگی، اس لیے کہ اس بات کا امکان موجود ہے کہ ادائیگی سے پہلے ہی اس کھیت کی پیداوار یا اس درخت کا پھل تباہ ہو جائے، اس امکان کی وجہ سے بیچی ہوئی چیز کی ادائیگی غیر یقینی رہے گی، یہ قاعدہ ہر اس چیز پر لاگو ہوگا جس کی فراہمی یقینی نہ ہو۔

۴۔ یہ بھی ضروری ہے کہ جس چیز کی سَلَم کرنا مقصود ہو اس کی نوعیت اور معیار واضح طور پر متعین کرلیا جائے، جس میں کوئی ایسا ابہام باقی نہ رہے جو بعد میں تنازع کا باعث بن سکتا ہو، اس سلسلے میں تمام ممکنہ تفصیلات واضح طور پر ذکر کر لینی چاہئیں۔

۵۔ یہ بھی ضروری ہے کہ بیچی جانے والی چیز کی مقدار بغیر کسی ابہام کے متعین کر لی جائے، اگر چیز کی مقدار تاجروں کے عرف میں وزن کے ذریعے متعین کی جاتی ہے (یعنی وہ چیز تُل کر بکتی ہے) تو اس کا وزن متعین ہونا ضروری ہے اور اگر اس کی مقدار کا تعین پیمائش کے ذریعے ہوتا ہے تو اس کی متعین پیمائش معلوم ہونی چاہیے۔ جو چیز عموماً تولی جاتی ہے اس کی مقدار کا تعین (سلم کی صورت میں) پیمائش کے ذریعے سے نہیں ہونا چاہیے، اسی طرح پیمائش کی جانے والی چیز کی مقدار وزن میں متعین نہیں ہونی چاہیے۔

۶۔ بیچی گئی چیز کی سپردگی کی تاریخ اور جگہ کا تعین بھی عقد کے اندر ہونا چاہیے۔

۷۔ بیع سَلَم ایسی اشیاء کی نہیں ہوسکتی جن کی فوری ادائیگی ضروری ہوتی ہے، مثال کے طور پر اگر سونے کی بیع چاندی کے بدلے میں ہورہی ہے تو شرعاً ضروری ہے کہ دونوں چیزوں کی ادائیگی ایک ہی وقت میں ہو، اس لیے یہاں بیع سَلَم کارگر نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح اگر گندم کی بیع جو کے بدلے میں ہورہی ہو تو بیع کے صحیح ہونے کے لیے دونوں چیز پر ایک ہی وقت میں قبضہ ہونا ضروری ہے، اس لیے اس صورت میں سَلَم کا معاہدہ جائز نہیں ہے۔

تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ سَلَم اس وقت تک صحیح نہیں ہوتی جب تک ان شرائط کو مکمل طور پر پورا نہیں کرلیا جاتا، اس لیے کہ یہ شرائط ایک صریح حدیث پر مبنی ہیں۔ اس سلسلے میں ایک معروف حدیث یہ ہے:

"مَنْ أَسْلَفَ فِي شَيْءٍ، فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ، وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ."

"جو شخص سَلَم کرنا چاہتا ہے اسے سَلَم کرنی چاہیے متعین پیمائش اور متعین وزن میں ایک طے شدہ مدت تک۔"

البتہ ان شرائط کے علاوہ کچھ اور شرطیں بھی ہیں جن کے بارے میں مختلف فقہی مکاتب فِکر کے مختلف نقطہ ہائے نظر ہیں، ان شرائط پر ذیل میں بحث کی جارہی ہے:

۱۔ فقہ حنفی کے مطابق یہ ضروری ہے کہ جس چیز کی بیع سَلَم ہو رہی ہے وہ معاہدہ طے پانے کے دن سے قبضہ کے دن تک مارکیٹ میں دستیاب ہو، لہٰذا اگر عقدِ سَلَم کے وقت وہ چیز بازار میں دستیاب نہیں ہے تو اس کی بیع سَلَم نہیں ہوسکتی، اگر چہ اس بات کی توقع ہو کہ قبضے کے وقت وہ چیز بازار میں دستیاب ہوگی۔

لیکن فقہ شافعی، مالکی اور حنبلی کا نکتہ نظر یہ ہے کہ معاہدے کے وقت اس چیز کا دستیاب ہونا سَلَم کے صحیح ہونے کے لیے شرط نہیں ہے۔ ان کے ہاں جو چیز ضروری ہے وہ یہ ہے کہ وہ چیز قبضے کے وقت دستیاب ہو۔ موجودہ حالات میں اس نکتہ نظر پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

۲۔ فقہ حنفی اور فقہ حنبلی کی رُو سے یہ ضروری ہے کہ قبضے کی مدت عقد کے وقت سے کم از کم ایک ماہ ہو، اگر قبضے کا وقت ایک مہینے سے پہلے کا مقرر کرلیا گیا تو سَلَم صحیح نہیں ہوگی۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ سَلَم کی اجازت چھوٹے کاشتکاروں اور تاجروں کی ضرورت کے لیے دی گئی ہے لہٰذا انہیں وہ چیز مہیا کرنے کے لیے مناسب وقت ملنا چاہیے۔ ایک مہینے سے پہلے وہ یہ سامان مہیا کرنے کے قابل نہیں ہوں گے، علاوہ ازیں سَلَم میں قیمت نقد سودے کی نسبت کم ہوتی ہے، قیمت میں یہ رعایت تب ہی قرین انصاف ہوگی جبکہ یہ سامان ایسی مدت کے بعد سپرد کیا جائے جس کا قیمتوں پر معقول اثر پڑسکتا ہو۔ ایک مہینے سے کم نہیں ہونا چاہیے۔

امام مالک اس بات سے تو اتفاق کرتے ہیں کہ سَلَم کے معاہدے کے لیے کم سے کم مدت ہونی چاہیے، لیکن ان کا موقف یہ ہے کہ یہ مدت پندرہ دن سے کم نہیں ہونی چاہیے، اس لیے کہ مارکیٹ کے ریٹ دو ہفتوں کے اندر اندر تبدیل ہوسکتے ہیں۔

اس نکتہ نظر سے (کہ کم از کم مدت شرعاً متعین ہے) دوسرے فقہاء مثلاً: امام شافعی اور بعض حنفی فقہاء نے اتفاق نہیں کیا، ان کا کہنا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے سَلَم کے صحیح ہونے کے لیے کم از کم مدت کا تعین نہیں فرمایا، حدیث کے مطابق شرط صرف یہ ہے کہ قبضے کا وقت واضح طور پر متعین ہونا چاہیے، لہٰذا کوئی کم از کم مدت بیان نہیں کی جاسکتی، فریقین باہمی رضامندی سے

قبضے کی کوئی بھی تاریخ متعین کر سکتے ہیں۔

موجودہ حالات میں یہ نکتہ نظر قابل ترجیح معلوم ہوتا ہے، اس لیے کہ حضور اقدس ﷺ نے کوئی کم از کم مدت متعین نہیں کی، فقہاء نے مختلف مدتیں ذکر کی ہیں جو ایک دن سے لے کر ایک مہینے تک ہیں۔ ظاہر ہے کہ فقہاء نے یہ مدتیں غریب بائع کے مفاد کو مدِنظر رکھتے ہوئے تقاضائے مصلحت سمجھ کر مقرر کی ہیں، لیکن مصلحت، وقت اور جگہ کے بدلنے سے بدل سکتی ہے، بعض اوقات زیادہ قریب کی تاریخ مقرر کرنا بائع کے زیادہ مفاد میں ہوسکتا ہے، جہاں تک قیمت کا تعلق ہے تو یہ سَلَم کا لازمی عنصر نہیں ہے کہ سَلَم میں قیمت ہمیشہ اس دن کی بازاری قیمت سے کم ہی ہو، بائع اپنے مفاد کا خود بہتر فیصلہ کر سکتا ہے۔ اگر وہ اپنی آزادانہ مرضی سے پہلے کی کوئی تاریخ قبضہ کرانے کے لیے مقرر کر لیتا ہے تو اس کی کوئی وجہ نہیں کہ اسے ایسا کرنے سے روکا جائے۔ بعض معاصر فقہاء نے اس نکتہ نظر کو اختیار کیا ہے، اس لیے کہ یہ جدید معاہدوں کے لیے زیادہ موزوں ہے۔

بیع سَلَم درست ہونے کے لیے چند ضروری باتیں:[1]

مبیع کی تعیین:

۱۔ پہلی شرط یہ ہے کہ جو چیز خریدی جارہی ہے اس کی کیفیت خوب صاف صاف اس طرح بتا دے کہ لیتے وقت دونوں میں جھگڑا نہ ہو، مثلاً: کہہ دے کہ فلاں قسم کی گندم دینا، بہت باریک نہ ہو، عمدہ ہو خراب نہ ہو، اس میں کوئی اور چیز چنا، مٹر وغیرہ نہ ملی ہو، اچھی طرح خشک ہو گیلی نہ ہو، غرض یہ کہ جس قسم کی چیز لینی ہو بتا دینا چاہیے تاکہ لیتے وقت اختلاف نہ ہو۔ اگر اس وقت صرف اتنا کہہ دیا کہ ہزار روپے کی گندم دے دینا تو یہ ناجائز ہوا۔ یا یوں کہا کہ ہزار روپے کے چنے دے دینا یا چاول دیدینا، اس کی کوئی قسم نہیں بتائی تو یہ سب ناجائز ہے۔

قیمت کی تعیین:

۲۔ دوسری شرط یہ ہے کہ نرخ بھی اسی وقت طے کر لے کہ دس یا بارہ روپے کلو کے حساب سے لیں گے۔ اگر یوں کہا کہ اس وقت جو بازار کا بھاؤ ہو اس کے حساب سے دینا یا اس سے دو روپے یا دو فیصد زیادہ پر دینا تو یہ جائز نہیں۔ بازار کے بھاؤ کا کوئی اعتبار نہیں۔ اسی وقت نرخ مقرر کر لو اور وقت آنے پر اسی مقرر کیے ہوئے بھاؤ سے لے لو۔

۳۔ تیسری شرط یہ ہے کہ جتنے روپے کی گندم وغیرہ لینی ہو اسی وقت بتا دو کہ ہم ہزار روپے یا دو ہزار روپے کی گندم لیں

۱- یہاں سے آگے کی عبارت بہشتی زیور کی ہے، اس سے پہلے کے مسائل ''اسلامی بینکاری کی بنیادیں'' مصنفہ حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب سے لیے گئے ہیں۔

گے۔ اگر یہ نہیں بتایا اور یوں ہی گول مول کہہ دیا کہ کچھ رقم کے ہم بھی لیں گے تو یہ صحیح نہیں۔

مکمل قیمت کی ادائیگی:

۴- چوتھی شرط یہ ہے کہ اسی وقت اسی جگہ سب روپے دیدے۔ اگر معاملہ کرنے کے بعد الگ ہو کر پھر روپے دیے تو وہ معاملہ باطل ہو گیا، اب دوبارہ نئے سرے سے بیع کرنا چاہیے۔ اسی طرح اگر کچھ روپے تو اسی وقت دے دیے اور باقی دوسرے وقت دیے تو جتنے روپے دیے اس میں بیع سَلَم باقی رہی اور جتنے نہیں دیے اس میں باطل ہو گئی۔

مدت کی تعیین:

۵- پانچویں شرط یہ ہے کہ چیز لینے کی مدت کم سے کم ایک مہینہ مقرر کرے کہ ایک مہینے کے بعد فلاں تاریخ کو ہم گندم لیں گے، مہینے سے کم مدت مقرر کرنا صحیح نہیں اور زیادہ چاہے جتنی مقرر کرے، جائز ہے، لیکن دن، تاریخ، مہینہ سب مقرر کر دے تا کہ جھگڑا نہ ہو کہ وہ کہے میں ابھی نہیں دوں گا، تم کہو نہیں، آج ہی دو، اس لیے پہلے ہی سب کچھ طے کر لیا جائے۔ اگر دن، تاریخ، مہینہ مقرر نہیں کیا بلکہ یوں کہا کہ جب فصل کٹے گی تب دے دینا تو یہ صحیح نہیں۔

جگہ کی تعیین:

۶- چھٹی شرط یہ ہے کہ یہ بھی مقرر کر دے کہ فلاں جگہ وہ گندم دینا یعنی اس شہر میں یا کسی دوسرے شہر میں، جہاں لینا ہو وہاں پہنچانے کے لیے کہہ دے یا یوں کہہ دے کہ ہمارے گھر یا دکان گودام پر پہنچا دینا۔ غرض یہ کہ جس جگہ لین دین چاہتے ہوں، صاف صاف بتا دیں۔ اگر یہ نہیں بتایا تو بیع سَلَم صحیح نہیں ہوئی، البتہ اگر کوئی ہلکی پھلکی چیز ہو، جس کے لانے اور لیجانے میں کوئی مزدوری نہیں لگتی، مثلاً: مشک خریدا یا موتی ہیرا وغیرہ اور کوئی ایسی چیز تو لینے کی جگہ بتانا ضروری نہیں، جہاں یہ ملے اس کو دیدے۔ اگر ان شرائط کے مطابق کیا تو بیع سَلَم درست ہے، ورنہ نہیں۔

مبیع کی دستیابی:

۷- سَلَم کے صحیح ہونے کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ جس وقت معاملہ کیا ہے اس وقت سے لے کر وصول پانے تک وہ چیز بازار میں ملتی رہے، نایاب نہ ہو۔ اگر اس درمیان میں وہ چیز بالکل نایاب ہو جائے کہ اس ملک کے بازاروں میں نہ مل سکے، اگر چہ دوسری جگہ سے بہت زیادہ مشکلات برداشت کر کے منگوا سکے تو وہ بیع سَلَم باطل ہو گئی۔[1]

۱- اس پر کچھ بحث سَلَم کی شرائط کے آخر میں گذر چکی ہے۔

چند مسائل:

مسئلہ ①: فصل کٹنے سے پہلے یا کٹنے کے بعد کسی کو ہزار روپے دیے اور کہا کہ دو یا تین مہینے کے بعد فلاں مہینے کی فلاں تاریخ میں ہم آپ سے اس ہزار روپے کی گندم لیں گے اور نرخ اسی وقت طے کر لیا کہ مثلاً: دس یا بارہ روپے کلو کے حساب سے لیں گے تو یہ بیع درست ہے، جس مہینے کا وعدہ ہوا ہے اس مہینے میں اس کو اسی قیمت پر گندم دینا پڑے گی، چاہے بازار میں اس سے مہنگی ہو یا سستی، بازار کے بھاؤ کا کوئی اعتبار نہیں۔

مسئلہ ②: گندم وغیرہ غلہ کے علاوہ اور جو چیزیں ایسی ہوں کہ ان کی کیفیت بیان کر کے مقرر کر دی جائے کہ لیتے وقت جھگڑا ہونے کا ڈر نہ رہے تو ان کی بیع سَلَم بھی درست ہے، جیسے: انڈے، اینٹیں، کپڑا وغیرہ، مگر سب باتیں طے کر لے کہ اتنی بڑی اینٹ ہو، اتنی لمبی ہو، اتنی چوڑی ہو؛ کپڑا سوتی ہو، اتنا باریک ہو، اتنا موٹا ہو، غرض یہ کہ سب باتیں بتا دینی چاہئیں، کوئی اشتباہ باقی نہ رہے۔

مسئلہ ③: سو روپے کی پانچ گٹھڑی کے حساب سے بھوسا بطورِ بیع سَلَم کے لیا تو یہ درست نہیں کیونکہ گٹھڑی کی مقدار میں بہت فرق ہوتا ہے، البتہ اگر کسی طرح سے سب کچھ مقرر اور طے کر لے یا وزن کے حساب سے بیع کرے تو درست ہے۔

مسئلہ ④: معاملہ کرتے وقت یہ شرط لگا دی کہ فصل کٹنے پر فلاں مہینے میں ہم نئی فصل کے گیہوں لیں گے یا فلاں کھیت کے گیہوں لیں گے تو یہ معاملہ جائز نہیں، اس لیے یہ شرط نہیں لگانی چاہیے۔ پھر وقتِ مقررہ پر اس کو اختیار ہے، چاہے نئے دے یا پرانے، البتہ اگر نئے گیہوں کٹ چکے ہوں تو نئے کی شرط لگانا بھی درست ہے۔

مسئلہ ⑤: کسی نے ہزار روپے کی گندم لینے کا معاملہ کیا تھا، وہ مدت گزر گئی مگر اس نے اب تک گندم نہیں دی، نہ دینے کی امید ہے تو اب اس سے ایک متعین مدت تک گندم کے بدلے کوئی اور چیز مثلاً: چنے وغیرہ لینا جائز نہیں یا تو وہ اس کو کچھ مہلت دے اور اس مہلت کے بعد گندم لے یا اپنا روپیہ واپس لے لے۔ اسی طرح اگر بیع سَلَم کو دونوں نے توڑ دیا کہ گندم نہیں لیں گے، روپیہ واپس دیدو یا انہوں نے نہیں توڑا بلکہ وہ معاملہ خود ہی ٹوٹ گیا، جیسے: وہ چیز نایاب ہو گئی، کہیں نہیں ملتی تو اس صورت میں اس کو صرف رقم لینے کا اختیار ہے، اس رقم کے بدلے اس سے کوئی اور چیز لینا درست نہیں۔ پہلے رقم واپس لے لے اور اس کے بعد اس سے جو چیز چاہے، خرید لے۔

☆☆☆

باب الاستصناع

(آرڈر پر کوئی چیز بنوانا)

استصناع اس بیع کی دوسری قسم ہے[1] جس میں چیز کے وجود میں آنے سے پہلے ہی سودا ہوجاتا ہے۔ استصناع کا معنی ہے: کسی تیار کنندہ (مینوفیکچرز) کو یہ آرڈر دینا کہ وہ خریدار کے لیے متعین چیز بنادے۔ اگر تیار کنندہ اپنے پاس سے خام مال لگا کر خریدار کے لیے چیز تیار کرنے کی ذمہ داری قبول کرلیتا ہے تو استصناع کا عقد وجود میں آجائے گا، لیکن استصناع کے صحیح ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ قیمت فریقین کی رضامندی سے طے کرلی جائے اور مطلوبہ چیز (جس کی تیار مقصود ہے) کے ضروری اوصاف بھی متعین کرلیے جائیں۔

استصناع کے معاہدے کی وجہ سے تیار کنندہ پر یہ اخلاقی ذمہ داری عائد ہوجاتی ہے کہ وہ اس چیز کو تیار کرے، لیکن تیار کنندہ کے اپنا کام شروع کرنے سے پہلے فریقین میں سے کوئی بھی دوسرے کو نوٹس دے کر معاہدہ منسوخ کرسکتا ہے، البتہ تیار کنندہ کے کام شروع کردینے کے بعد معاہدہ یک طرفہ طور پر ختم نہیں کیا جاسکتا ہے۔

استصناع اور سَلَم میں فرق:

استصناع کی یہ نوعیت مدنظر رکھتے ہوئے استصناع اور سَلَم میں کئی فرق ہیں جو یہاں مختصراً بیان کیے جارہے ہیں:

۱- استصناع ہمیشہ ایسی چیز پر ہوتا ہے جسے تیار کرنے کی ضرورت ہو، جبکہ سَلَم ہر چیز کی ہوسکتی ہے چاہے اسے تیار کرنے کی ضرورت ہو یا نہ ہو۔

۲- سَلَم میں یہ ضروری ہے کہ قیمت مکمل طور پر پیشگی ادا کی جائے جبکہ استصناع میں یہ ضروری نہیں ہے۔

۳- سَلَم کا عقد جب ایک مرتبہ ہوجائے تو اسے یک طرفہ طور پر منسوخ نہیں کیا جاسکتا۔ جبکہ عقد استصناع کو سامان کی تیاری شروع ہونے سے پہلے منسوخ کیا جاسکتا ہے۔

۴- سپردگی کا وقت سَلَم میں بیع کا ضروری حصہ ہے جبکہ استصناع میں سپردگی کا وقت مقرر کرنا ضروری نہیں ہے۔

۱- پہلی قسم ”سلم“ ہے۔

استصناع اور اجارہ میں فرق:

یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ استصناع میں تیار کنندہ خود اپنے خام مال سے چیز تیار کرنے کی ذمہ داری قبول کرتا ہے، لہٰذا یہ معاہدہ اس بات کو بھی شامل ہوتا ہے کہ اگر خام مواد تیار کنندہ کے پاس موجود نہیں ہے تو وہ اسے مہیا کرے اور اس بات کو بھی کہ مطلوبہ چیز کی تیاری کے لیے کام کرے۔ اگر خام مواد گاہک کی طرف سے مہیا کیا گیا ہے اور تیار کنندہ سے صرف اس کی محنت اور مہارت مطلوب ہے تو یہ معاہدہ استصناع نہیں ہوگا، اس صورت میں یہ اجارے کا عقد ہوگا جس کے ذریعے کسی شخص کی خدمات ایک متعین معاوضے کے بدلے میں حاصل کی جاتی ہیں۔

جب مطلوبہ چیز کو بائع تیار کر لے تو اسے خریدار کے سامنے پیش کرے، فقہاء کے اس بارے میں مختلف نقطۂ ہائے نظر ہیں کہ اس مرحلے پر خریدار یہ چیز مسترد کر سکتا ہے یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ خریدار وہ چیز دیکھنے پر اپنا خیار رؤیت استعمال کر سکتا ہے۔ اس لیے کہ استصناع ایک بیع ہے اور جب کوئی شخص کوئی ایسی چیز خریدتا ہے جو اس نے دیکھی نہیں ہے تو دیکھنے کے بعد اسے سودا منسوخ کرنے کا اختیار ہوتا ہے، استصناع پر بھی یہی اصول لاگو ہوگا۔

لیکن امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اگر فراہم کردہ چیز فریقین کے درمیان عقد کے وقت طے شدہ اوصاف کے مطابق ہے تو خریدار اسے قبول کرنے کا پابند ہوگا اور وہ خیار رؤیت استعمال نہیں کر سکے گا۔ خلافتِ عثمانیہ میں فقہاء نے اسی نکتہ نظر کو ترجیح دی تھی اور حنفی قانون اسی کے مطابق مدون کیا گیا تھا۔ اس لیے کہ جدید صنعت وتجارت میں یہ بڑی نقصان کی بات ہوگی کہ تیار کنندہ نے اپنے تمام وسائل مطلوبہ چیز کی تیاری پر لگا دے۔ اس کے بعد خریدار کوئی وجہ بتائے بغیر سودا منسوخ کر دے، اگرچہ فراہم کردہ چیز مطلوبہ اوصاف کے مکمل طور پر مطابق ہو۔

فراہمی کا وقت:

جیسا کہ پہلے اشارہ کیا گیا ہے استصناع میں یہ ضروری نہیں ہے کہ سامان کی فراہمی کا وقت متعین کیا جائے، تاہم خریدار سامان کی فراہمی کے لیے زیادہ سے زیادہ مدت مقرر کر سکتا ہے، جس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر تیار کنندہ فراہمی میں متعین وقت سے تاخیر کر دے تو خریدار اسے قبول کرنے اور قیمت ادا کرنے کا پابند نہیں ہوگا۔

یہ بات یقینی بنانے کے لیے کہ سامان مطلوبہ مدت میں فراہم کر دیا جائے گا اس طرح کے بعض جدید معاہدے ایک تعزیری شق پر مشتمل ہوتے ہیں جس کے نتیجے میں اگر تیار کنندہ فراہمی میں متعین وقت سے تاخیر کر دے تو اس پر جرمانہ عائد ہو

گا جس کا حساب یومیہ بنیاد پر کیا جائے گا، کیا شرعاً بھی اس طرح کی کوئی تعزیری شق شامل کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اگر چہ فقہاء استصناع پر بحث کے دوران اس سوال پر خاموش نظر آتے ہیں لیکن انہوں نے اس طرح کی شرط کو اجارے میں جائز قرار دیا ہے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے کپڑوں کی سلائی کے لیے کسی درزی کی خدمات حاصل کرتا ہے تو فراہمی کے حساب سے اجرت مختلف ہوسکتی ہے، مستاجر (جو کپڑے سلوانا چاہتا ہے) یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر درزی ایک دن میں یہ کپڑے تیار کر دے تو وہ سو روپے اجرت دے گا اور اگر وہ دو دن میں تیار کرتا ہے تو وہ اسّی روپے دے گا۔

اسی طرح سے استصناع میں قیمت کو فراہمی کے وقت کے ساتھ منسلک کیا جاسکتا ہے، اگر فریقین اس بات پر متفق ہو جائیں کہ فراہمی میں تاخیر کی صورت میں فی یوم متعین مقدار میں قیمت کم ہو جائے گی تو یہ شرعاً جائز ہوگا۔

باب القرض

(قرض کالین دین)

مسئلہ ۱: جو چیز ایسی ہو کہ اس کے بدلے میں اس جیسی چیز دی جا سکتی ہو، (اسے ''مثلی'' یا ''ذوات الامثال'' کہتے ہیں) اس کا قرض لینا درست ہے، جیسے: اناج، انڈے، گوشت، وغیرہ؛ اور جو چیز ایسی ہو کہ اسی طرح کی چیز دینا مشکل ہے (اسے ''قیمی'' یا ''ذوات القیم'' کہتے ہیں) تو اس کا قرض لینا درست نہیں، جیسے: امرود، نارنگی، بکری، مرغی وغیرہ۔

مسئلہ ۲: جس زمانے میں سو روپے کی دس کلو گندم ملتی تھی اس وقت تم نے پانچ کلو گندم قرض لی، پھر گندم سستی ہوگئی اور سو روپے کی بیس کلو ملنے لگی تو تمہیں وہی پانچ کلو دینا پڑے گی۔ اسی طرح اگر مہنگی ہوگئی تب بھی اتنی ہی دینا پڑے گی۔

مسئلہ ۳: جیسی گندم تم نے دی تھی مقروض نے اس سے اچھی گندم ادا کی تو اس کا لینا جائز ہے، یہ سود نہیں، مگر قرض لیتے وقت یہ کہنا درست نہیں کہ ہم اس سے اچھی لیں گے، البتہ وزن میں زیادہ نہیں ہونی چاہیے۔ اگر تم نے دی ہوئی گندم سے زیادہ لی تو یہ ناجائز ہوگیا۔ خوب ٹھیک تول کر لینا دینا چاہیے، لیکن اگر تھوڑا جھکتا تول دیا تو کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ ۴: کسی سے کچھ روپیہ یا غلہ اس وعدہ پر قرض لیا کہ ایک مہینہ یا پندرہ دن کے بعد ہم ادا کر دیں گے اور اس نے قبول کر لیا تب بھی وہ مدت لازم نہیں۔ اگر اس کو اس مدت سے پہلے ضرورت پڑے اور تم سے مانگے یا ضرورت کے بغیر مانگے تو تم کو اسی وقت دینا پڑے گا۔

مسئلہ ۵: تم نے دو کلو گندم یا آٹا وغیرہ کچھ قرض لیا، جب اس نے مانگا تو تم نے کہا: ''اس وقت گندم تو نہیں ہے، اس کے بدلے تم بیس روپے لے لو''، اس نے کہا: ''ٹھیک ہے''، تو یہ روپے اسی وقت سامنے رہتے رہتے دے دینے چاہئیں۔ اگر روپے نکالنے کے لیے گھر کے اندر چلا گیا اور اس سے الگ ہوگیا تو وہ پچھلا معاملہ باطل ہوگیا، اب دوبارہ کہنا چاہیے کہ تم اس ادھار گندم کے بدلے بیس روپے لے لو۔

مسئلہ ۶: گھروں میں دستور ہے کہ ضرورت کے وقت دوسرے گھر سے پانچ دس روٹیاں قرض منگوالیں، پھر

جب اپنے گھر میں پک گئیں گن کر بھیج دیں، یہ درست ہے۔

بلاضرورت قرض کی مذمت:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْكُفْرِ وَالدَّيْنِ" (ترجمہ) ''میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کفر اور قرض سے۔'' ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ قرض کو کفر کے برابر سمجھتے ہیں اور اس کے ساتھ ذکر کرتے ہیں؟ فرمایا: ''ہاں۔''

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قرض اللہ تعالیٰ کا جھنڈا ہے زمین میں، جب وہ کسی بندے کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں اس کی گردن پر قرض کا بوجھ رکھ دیتے ہیں۔''

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ایک شخص کو اس طرح وصیت فرمارہے تھے: ''گناہ کم کیا کرو، تم پر موت آسان ہوجائے گی اور قرض کم لیا کرو، آزاد ہو کر جیو گے۔''

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص لوگوں کا مال ادا کرنے کی نیت سے لے (قرض لے) اللہ تعالیٰ اس کا قرض ادا کردیتے ہیں اور جو شخص لوگوں کا مال ضائع کرنے کی نیت سے لے اللہ تعالیٰ اس کو تباہ کردیتے ہیں۔''

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں سے جس شخص پر قرض کا بوجھ آجائے، پھر اس کے ادا کرنے میں پوری کوشش کرے، لیکن ادا کرنے سے پہلے مرجائے تو میں اس کا مددگار رہوں گا۔''

میمون کُردی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی عورت سے کم یا زیادہ مقدارِ مہر پر نکاح کیا اور اس کے دل میں عورت کا مہر ادا کرنے کی نیت نہیں تھی، پھر ادا کیے بغیر مرگیا تو وہ قیامت کے دن زناکار بن کر اللہ تعالیٰ کے سامنے جائے گا اور جس شخص نے کسی سے قرض لیا اور اس کے دل میں قرض ادا کرنے کی نیت نہیں تھی، بلکہ محض دھوکہ سے اس کا مال لے لیا پھر ادا کیے بغیر مرگیا تو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے چور بن کر جائے گا۔''

عمر بن شرید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''استطاعت (مالی حیثیت) والے کا ٹالنا اس کی آبرو اور مال کو حلال کردیتا ہے۔''

یعنی جو شخص قرض ادا کرنے کی استطاعت رکھتا ہو اور پھر بھی ادا نہ کرے تو قرض خواہ اس کی بے عزتی کر سکتا ہے اور برا بھلا کہہ سکتا ہے اور لوگوں میں اس کی بد معاملگی کو مشہور کر سکتا ہے اور جس طریقہ سے ممکن ہو ظاہراً یا چھپ کر اپنا حق اس سے وصول کر سکتا ہے۔

ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے بہت نفرت کرتے ہیں، ایک بڈھا زناکار، دوسرے مفلس تکبر کرنے والا، تیسرے مالدار ظالم۔'' (جو قرضخواہوں یا واجب الاداء رقم کے ادا کرنے میں پرٹال مٹول کر کے ظلم کرتا ہے)

قرض کی ادائیگی کی دعا:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک مکاتب (معاوضہ پر آزاد ہونے والا غلام) آیا اور کہنے لگا کہ میں آزادی کی رقم ادا کرنے سے عاجز ہو گیا ہوں، میری امداد کیجیے۔ فرمایا میں تجھ کو چند کلمات کی دعا نہ بتادوں جو مجھے رسول اللہ ﷺ نے بتائی ہے، اگر تیرے اوپر ثبیر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا تو اللہ تعالیٰ ادا کر دیں گے، یوں کہا کر:

" اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ ، وَ اَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ . "

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: ''میں تم کو ایسی دعا نہ بتادوں کہ اگر تمہارے اوپر پہاڑ کے برابر قرض ہو تو اس کو بھی اللہ تعالیٰ ادا کر دیں گے۔ یوں کہا کرو:

" اَللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ، وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ، بِيَدِكَ الْخَيْرُ ، إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ . رَحْمَانَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَرَحِيْمَهُمَا ، تُعْطِيْهِمَا مَنْ تَشَآءُ وَتَمْنَعُ مِنْهُمَا مَنْ تَشَآءُ ، اِرْحَمْنِيْ رَحْمَةً تُغْنِيْنِيْ بِهَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ . "

☆☆☆☆☆☆☆

کتابُ کفالۃ

(کسی کے قرض کی ذمہ داری لینا)

کسی شخص پر قرض یا مالی واجبات ہوں اس کی ذمہ داری کوئی شخص اپنے اوپر لے لے تو اس کو ''کفالت'' کہتے ہیں اور جس شخص نے یہ ذمہ داری قبول کی وہ ''کفیل'' کہلاتا ہے، جس شخص پر قرض یا مالی ادائیگی تھی اسے ''اصیل'' اور جس کی رقم تھی اسے ''مکفول لہٗ'' کہا جاتا ہے۔ کفالت میں ''اصیل'' (مقروض) رقم کی ادائیگی سے بری الذمہ نہیں ہوتا البتہ ''حوالہ'' میں اصل مقروض بری الذمہ ہوجاتا ہے۔ کفالت کے مسائل یہ ہیں:

مسئلہ (۱): حامد کے ذمہ کسی کے کچھ روپے تھے، تم نے اس کی ذمہ داری لے لی کہ اگر یہ نہیں دے گا تو ہم سے لے لینا یا یوں کہا: ''ہم اس کے ذمہ دار ہیں'' یا اور کوئی ایسا لفظ کہا جس سے ذمہ داری معلوم ہوئی اور اس حقدار نے تمہاری ذمہ داری منظور بھی کرلی تو اب تم اس کے کفیل ہوگئے اور اس پر واجب الادا رقم کی ادائیگی تمہارے ذمہ واجب ہوگئی۔ اگر حامد نہیں دے گا تو تمہیں دینے پڑیں گے اور اس حقدار کو اختیار ہے جس سے چاہے مطالبہ کرے، چاہے تم سے کرے یا حامد سے۔ اب جب تک حامد اپنا قرض ادا نہ کردے یا معاف نہ کرالے تب تک تم برابر ذمہ دار ہوگے، البتہ اگر وہ حقدار تمہاری ذمہ داری معاف کردے اور کہہ دے کہ اب تم سے مطالبہ نہیں کریں گے تو اب تمہاری ذمہ داری نہیں رہی اور اگر تمہاری ذمہ داری کے وقت ہی اس حقدار نے منظور نہیں کیا اور کہا تمہاری ذمہ داری کا ہمیں اعتبار نہیں یا اور کچھ کہا تو تم ذمہ دار نہیں ہوئے۔

مسئلہ (۲): تم نے کسی کی ذمہ داری لی تھی اور اس کے پاس روپے ابھی نہیں تھے، اس لیے تمہیں دینا پڑے تو اگر تم نے اس قرض دار کے کہنے سے ذمہ داری لی تھی تو دیکھو: تمہاری ذمہ داری کو پہلے کس نے منظور کیا ہے، اس قرض دار نے یا حق دار نے؟ اگر پہلے قرض دار نے منظور کیا تب تو یہی سمجھیں گے کہ تم نے اس کے کہنے سے ذمہ داری لی، لہٰذا اپنا روپیہ اس سے لے سکتے ہو اور اگر پہلے حق دار نے منظور کرلیا تو جو کچھ تم نے دیا ہے وہ قرض دار سے لینے کا حق نہیں بلکہ اس کے ساتھ تمہاری طرف سے احسان سمجھا جائے گا کہ ویسے ہی اس کا قرض تم نے ادا کردیا۔ اب وہ خود دے دے تو اور بات ہے۔

مسئلہ ۳: اگر حقدار نے قرض دار کو مہینہ یا پندرہ دن وغیرہ کی مہلت دے دی تو اب اتنے دن اس کفیل (ذمہ داری لینے والے) سے بھی مطالبہ نہیں کر سکتا۔

مسئلہ ۴: اگر تم نے اپنے پاس سے دینے کی ذمہ داری نہیں لی تھی بلکہ اس قرض دار کا روپیہ تمہارے پاس امانت رکھا تھا، اس لیے تم نے کہا تھا کہ ہمارے پاس اس شخص کی امانت رکھی ہے، ہم اس میں سے دے دیں گے، پھر وہ روپیہ چوری ہو گیا یا اور کسی طرح ضائع ہو گیا تو اب تمہاری ذمہ داری نہیں رہی۔ نہ اب تم پر اس کا دینا واجب ہے اور نہ وہ حقدار تم سے مطالبہ کر سکتا ہے۔

مسئلہ ۵: کہیں جانے کے لیے تم نے کوئی سواری کرائے پر لی اور اس سواری والے کی کسی نے ذمہ داری لی کہ اگر یہ لے کر نہیں گیا تو میں اپنی سواری دے دوں گا تو یہ ذمہ داری درست ہے۔ اگر وہ نہ دے تو اس ذمہ دار کو سواری دینی پڑے گی۔

مسئلہ ۶: تم نے اپنی چیز کسی کو دی کہ جاؤ، اس کو بیچ دو، اس نے بیچ دی، لیکن اس کی قیمت نہیں لایا اور کہا کہ رقم کہیں نہیں جا سکتی، رقم کا میں ذمہ دار ہوں، اس سے نہ ملی تو مجھ سے لے لینا تو یہ ذمہ داری صحیح نہیں، کیونکہ قیمت وصول کر کے تمہیں دینا پہلے سے اس کے ذمے ہے۔[1]

مسئلہ ۷: نابالغ لڑکا یا لڑکی اگر کسی کی ذمہ داری لیں تو وہ ذمہ داری صحیح نہیں۔

۱- جبکہ کفیل وہ شخص بن سکتا ہے جس کے ذمے اس رقم کی ادائیگی پہلے سے نہ ہو۔ کفالت کی وجہ سے ذمہ دار بنے۔

کِتَابُ الحوالۃ

(اپنا قرضہ دوسرے کے ذمے منتقل کرنا)

کسی شخص پر قرض یا کوئی مالی ذمہ داری ہو اس پر واجب الا دا رقم کی ادائیگی کسی اور شخص پر منتقل کر دی جائے تو اسے ''حوالہ'' کہتے ہیں۔ اس میں اصل مقروض شخص رقم کی ادائیگی سے بری ہو جاتا ہے۔ مقروض کو ''محیل'' قرض خواہ کو ''محتال لہ'' اور جس نے قرضہ اپنے اوپر لیا اسے ''محتال علیہ'' کہتے ہیں۔ حوالہ کے احکام مختصراً یہ ہیں:

مسئلہ ①: حامد کا تمہارے ذمہ کچھ قرض ہے اور محمود تمہارا قرض دار ہے۔ حامد نے تم سے مطالبہ کیا، تم نے کہا کہ محمود ہمارا قرض دار ہے، تم اپنا قرضہ اس سے لے لو۔ اگر اسی وقت حامد یہ بات مان لے اور محمود بھی اس پر راضی ہو جائے تو حامد کا قرضہ تمہارے ذمہ سے اتر گیا۔ اب حامد تم سے بالکل مطالبہ نہیں کر سکتا بلکہ محمود ہی سے مانگے، چاہے جب ملے اور جتنا قرضہ تم نے حامد کو دلایا ہے اتنا اب تم محمود سے نہیں لے سکتے، البتہ اگر محمود اس سے زیادہ کا قرض دار ہے تو جو کچھ زیادہ ہے وہ لے سکتے ہو۔ پھر اگر محمود نے حامد کو دے دیا تو ٹھیک ہے اور اگر نہیں دیا اور مر گیا تو جو کچھ مال و اسباب چھوڑا ہے وہ بیچ کر حامد کو دلائیں گے اور اگر اس نے کوئی مال نہیں چھوڑا جس سے قرضہ دلائیں یا اپنی زندگی ہی میں مکر گیا اور قسم کھالی کہ تمہارے قرضہ سے میرا کوئی تعلق نہیں اور گواہ بھی نہیں ہیں تو اب اس صورت میں پھر حامد تم سے مطالبہ کر سکتا ہے اور اپنا قرضہ تم سے لے سکتا ہے۔

اگر تمہارے کہنے پر حامد محمود سے لینا منظور نہ کرے یا محمود اس کو دینے پر راضی نہ ہو تو قرضہ تم سے نہیں اترا۔

مسئلہ ②: محمود تمہارا قرض دار نہیں تھا، تم نے اس سے مدد چاہتے ہوئے اپنا قرضہ اس پر منتقل کر دیا اور محمود نے مان لیا اور حامد نے بھی منظور کر لیا تب بھی تمہارے ذمہ سے حامد کا قرضہ اتر کر محمود کے ذمہ ہو گیا، اس لیے اس کا بھی وہی حکم ہے جو ابھی بیان ہوا اور جتنا روپیہ محمود کو دینا پڑے گا وہ دینے کے بعد تم سے لے لے اور دینے سے پہلے اس کو لینے کا حق نہیں۔

مسئلہ ③: اگر محمود کے پاس تمہارے روپے امانت رکھے ہوئے تھے، اس لیے تم نے اپنا قرضہ محمود پر منتقل کر دیا، پھر وہ روپے کسی طرح ضائع ہو گئے تو اب محمود ذمہ دار نہیں رہا بلکہ اب حامد تم سے ہی مطالبہ کرے گا اور تم ہی سے لے گا۔ اب

محمود سے مانگنے اور لینے کا حق نہیں رہا۔

مسئلہ ۴: محمود پر قرضہ اتار دینے کے بعد اگر تم ہی وہ قرضہ ادا کر دو اور حامد کو دے دو تو یہ بھی صحیح ہے، حامد یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تم سے نہیں لوں گا بلکہ محمود سے لوں گا۔

کِتَابُ القَضَاء

قضاء اجتماعی اسلامی احکام میں سے نہایت اہم حکم ہے۔ یہی وہ ذریعہ ہے جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے درمیان اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق فیصلے ہوتے ہیں۔ معاشرے میں شرعی احکام کا نفاذ اسلامی طریق قضاء کے بغیر ممکن نہیں۔ افسوس کہ خلافتِ اسلامیہ کے سقوط کے بعد مسلم ممالک کی عدالتوں میں بھی شرعی احکام کے مطابق فیصلے نہیں ہوتے۔ یہ مسلمانوں کی بہت بڑی کوتاہی اور بدنصیبی ہے۔ اسلامی خلافت کا احیاء اور عدالتوں میں شرعی احکام کا اجراء مسلمانوں کی اہم ترین اجتماعی ذمہ داری ہے۔ جس سے غفلت برتنے پر پورا عالم اسلام وبال میں مبتلا ہے۔ ذیل میں قضاء کے آداب واحکام ذکر کیے جاتے ہیں:

عہدۂ قضا قبول کرنے کے احکام:

قضاء کا عہدہ قبول کرنے کے مختلف حالتوں میں پانچ مختلف احکام ہیں:

۱۔ واجب: اس شخص کے لیے جو اس کام کی اہلیت رکھتا ہو اور اس کے علاوہ کوئی اور شخص اس کا اہل موجود نہ ہو۔

۲۔ مستحب: اس شخص کے لیے لوگ جس کے علاوہ اس کام کی اہلیت رکھنے والے لوگ موجود ہیں، لیکن یہ ان سے بہتر ہو۔

۳۔ اختیاری: اس شخص کے لیے جس کے علاوہ اور لوگ بھی اس کام کی صلاحیت اس کے برابر رکھتے ہوں۔

۴۔ مکروہ: اس شخص کے لیے جس میں اس کام کی صلاحیت تو ہو لیکن دوسرا اس سے بہتر اور زیادہ لائق موجود ہو۔

۵۔ حرام: اس شخص کے لیے جو اپنی باطنی حالت سے واقف ہے کہ وہ ہوس پرستی اور ظلم کرنے سے نہ بچ سکے گا۔

قاضی کے لیے ضروری شرائط:

۱۔ مسلمان ہو، لہٰذا کافر شخص قاضی و جج نہیں بن سکتا۔

۲۔ مکلف ہو، یعنی عاقل بالغ ہو، لہٰذا بچہ اور پاگل قاضی نہیں بن سکتا۔

۳۔ آزاد ہو، لہٰذا غلام قاضی نہیں بن سکتا۔

۴۔ بینا ہو، اندھا نہ ہو۔

۵- گونگا، بہرا اور اونچا سننے والا نہ ہو۔

٦- اس کو کبھی کسی پر تہمت لگانے کی وجہ سے حدِ قذف نہ لگی ہو۔

مسئلہ ①: حدود وقصاص کے علاوہ دیگر معاملات میں اگر عورت کو قاضی بنا دیا جائے اور وہ فیصلہ کرے تو اس کا فیصلہ نافذ ہوگا، لیکن عورت کو قاضی بنانا سخت گناہ ہے۔ حدود وقصاص میں عورت کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا۔

مسئلہ ②: فاسق کو بھی قاضی مقرر کر دیا جائے تو وہ قاضی ہو جاتا ہے اگر چہ اس کو قاضی مقرر کرنا، نامناسب اور گناہ ہے جبکہ ایسے لوگ موجود ہوں جو عادل وعالم ہوں۔

مسئلہ ③: قاضی کے لیے فقیہ ہونا بہتر ہے، ضروری شرط نہیں، کیونکہ قاضی کا اصل کام یہ ہے کہ وہ حقدار کو اس کا حق دلوا دے، لہٰذا اگر وہ خود ماہر فقیہ نہ ہو تو دوسرے ماہرینِ فقہ سے فتویٰ لے کر فیصلہ دے گا، البتہ حاکم کے لیے جائز نہیں کہ ماہرین کے ہوتے ہوئے غیر ماہر کو عہدۂ قضا پر مقرر کرے۔ ایسا کرنا سخت گناہ ہے۔

مسئلہ ④: جس حکومت سے عہدۂ قضا حاصل کرے اس کے سربراہ کا مسلمان ہونا شرط نہیں، بلکہ کافر حکومت سے بھی عہدۂ قضاء لے سکتا ہے جبکہ حکومت انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے سے نہ روکتی ہو۔

مسئلہ ⑤: قاضی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے ماں باپ، اولاد یا اپنی بیوی یا اپنے شریک یا اپنے ملازم (یعنی اجیر خاص) کا دعویٰ سنے اور اس کے حق میں فیصلہ دے۔ یہ لوگ اپنا مقدمہ کسی دوسرے قاضی کی عدالت میں لے جائیں۔

مجلس قضا کے اصول وآداب:

۱- قضا کی مجلس (عدالت) شہر کے وسط میں مسجد یا دار القضاء میں ہو، تاکہ لوگوں کی وہاں تک رسائی آسان ہو۔

۲- قریبی محرم مثلاً بھائی بہن کے علاوہ قاضی کسی سے ہدیہ قبول نہ کرے۔ اگر کسی سے پہلے سے ہدیہ لینے دینے کا معمول ہو تو معمول سے زیادہ ہدیہ نہ لے۔

۳- جن سے ہدیہ لینا منع ہے، ان سے قرض لینا یا عاریت پر کوئی چیز مانگ کر لینا بھی منع ہے۔

۴- رشوت لینا تو حرام ہے ہی، رشوت لینے کا کوئی حیلہ بھی جائز نہیں، مثلاً: اتنی کم قیمت پر کوئی چیز خریدنا کہ اس قیمت میں وہ چیز عام طور پر فروخت نہیں ہوتی۔

۵- مقدمہ کے فریقین میں سے کوئی قاضی کو اپنے ہاں دعوت میں بلائے، چاہے وہ دعوتِ عام ہو، جیسے ولیمہ وغیرہ یا

خاص قاضی ہی کے اعزاز میں کی گئی ہو، بہرحال قاضی کو اس میں شریک ہونے کی اجازت نہیں۔

اگر فریقین کے علاوہ کوئی اور شخص دعوت کرے تو دعوتِ عام میں تو شرکت کرسکتا ہے لیکن دعوتِ خاص میں (یعنی جو صرف قاضی کے اعزاز میں کی گئی ہو اس میں) شرکت نہیں کرسکتا۔

۶– فریقین کے علاوہ کسی کا جنازہ ہو تو اس میں شرکت کرسکتا ہے۔ اسی طرح فریقین کے علاوہ اگر کوئی بیمار ہو تو اس کی عیادت کے لیے جاسکتا ہے، لیکن وہاں زیادہ دیر نہ ٹھہرے۔

۷– قاضی کے لیے ہر ایسی حالت اور حرکت سے اجتناب ضروری ہے جس سے تہمت یا بدگمانی کا خدشہ ہو، مثلاً:

(ا) کسی ایک فریق کا استقبال کرنا یا اس کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا، چاہے عدالت میں ہو یا عدالت سے باہر یا اپنے گھر میں ہو۔

(ب) کسی ایک کی طرف ہاتھ سے یا سر سے یا آنکھ سے اشارہ کرنا یا کسی ایک کی طرف دیکھ کر مسکرانا۔

(ج) کسی ایک سے سرگوشی کرنا۔

(د) کسی ایک سے ایسی زبان میں بات کرنا جو دوسرا فریق نہیں سمجھتا۔

(ہ) کسی ایک فریق کو دلیل کی تلقین کرنا یا اس کے گواہ کو گواہی کی تلقین کرنا، مثلاً یوں کہنا کہ کیا تم فلاں فلاں بات کا دعویٰ کرتے ہو یا تم فلاں فلاں بات کی گواہی دیتے ہو؟ (کیونکہ اس سے یہ بدگمانی اور تہمت پیدا ہوتی ہے کہ قاضی اس شخص کو اس کے فائدے کے نکات سمجھا رہا ہے) البتہ اگر عدالت کے رعب و ہیبت کی وجہ سے کوئی فریق یا گواہ بولنے سے عاجز ہو جائے تو قاضی اس صورت میں اس کو تلقین کرسکتا ہے۔

۸– قاضی عدالت میں جائز ہنسی مزاح بھی نہ کرے اور نہ کسی چیز کی خرید و فروخت کی بات چیت کرے۔

۹– فریقین کو بٹھانے میں، ان کی طرف دیکھنے میں اور توجہ کرنے میں برابری کرے اگرچہ ان میں سے ایک فریق بڑے مرتبہ والا ہو اور دوسرا عام آدمی ہو۔

۱۰– جب غم، غصہ، بھوک یا نیند کے غلبہ کی وجہ سے قاضی کا ذہن تشویش میں ہو اور وہ صحیح غور و فکر نہ کرسکتا ہو، اس وقت مقدمے کی سماعت نہ کرے نہ وہ فیصلہ سنائے۔

قضا کے پانچ مراحل:

جب فریقین قاضی کے پاس فیصلہ کروانے آئیں، تو وہ بالترتیب درجِ ذیل مراحل پر عمل کرے:

۱-سماعتِ دعویٰ:

قاضی مدعی کو حکم دے گا کہ وہ یا اس کا وکیل زبانی دعویٰ پیش کرے اور اگر پہلے سے تحریری دعویٰ جمع کرایا جاچکا ہے تو اس کو پڑھے۔

دعویٰ کی سماعت کے بعد تین میں سے ایک صورت سامنے آئے گی:

(الف) دعویٰ سرے سے باطل ہو۔ باطل دعویٰ یہ ہے کہ جس سے فریق مخالف پر کچھ لازم نہیں آتا، مثلاً: ایک شخص دعویٰ کرے کہ زید نے مجھے اپنی سائیکل ہبہ کی اور ابھی میں اس پر قبضہ نہیں کرپایا تھا کہ زید ہبہ سے پھر گیا، لہٰذا زید سے مجھے سائیکل دلوائی جائے۔ چونکہ قبضہ کے بغیر ہبہ پورا نہیں ہوتا لہٰذا یہ دعویٰ باطل ہے۔ دعویٰ کے باطل ہونے کی صورت میں قاضی دعویٰ کو خارج اور رد کردے گا۔

(ب) دعویٰ بالکل صحیح ہو۔

(ج) دعویٰ میں کچھ نقص اور کمی ہو جو دور کی جاسکتی ہو، مثلاً: کوئی قید یا شرط ذکر نہ کی گئی ہو۔ اس صورت میں قاضی اس کے بارے میں پوچھے گا۔ اگر مدعی اپنے بیان سے اس نقص کو دور کردے تو دعویٰ مزید کارروائی کے لیے منظور کرلیا جائے گا اور اگر مدعی اس نقص کو دور نہ کرسکے تو مزید کارروائی نہ ہوگی، مثلاً: کسی زمین کے بارے میں دعویٰ ہو اور اس کی حدود ذکر نہ کی گئی ہوں پھر قاضی کے پوچھنے پر مدعی نے حدود ذکر کردیں تو دعویٰ صحیح ہوگیا اور اگر یہ دعویٰ ہو کہ زید نے مجھ سے روپے قرض لیے تھے اور سوال پر بھی مدعی یہ نہ بتائے کہ وہ روپے کتنے تھے تو مزید کارروائی نہ ہوگی۔

جب دعویٰ صحیح ہو یا بعد میں قاضی کے استفسار کرنے سے صحیح ہوجائے تو قاضی مدعا علیہ سے جواب طلبی کرے گا کہ مدعی تم پر اس طرح کا دعویٰ کرتا ہے، تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟

۲-مدعیٰ علیہ کا اقرار:

اگر مدعا علیہ دعویٰ کی درستی کا اقرار کرلے تو قاضی اس پر اس کے اقرار کی وجہ سے مدعی کے حق کی ادائیگی لازم کردے گا۔

لیکن اگر مدعا علیہ دعویٰ کو ماننے سے انکار کردے تو قاضی مدعی سے اس کے دعویٰ کے بارے میں ثبوت طلب کرے گا۔

ثبوت کے طور پر مدعی گواہ یا دیگر دلائل مثلاً معاملہ سے متعلق اصل مستند دستاویزات پیش کرے۔

۳- مدعی کی طرف سے ثبوت:

مدعی کی طرف سے گواہ یا دستاویز پیش کیے جائیں تو ان گواہوں کے تزکیہ اور دستاویزات کی چھان بین اور معتبر ہونے کی تحقیق کے بعد قاضی مدعی کے حق میں فیصلہ دے گا۔

۴- مدعیٰ علیہ کی طرف سے قسم:

اگر مدعی کوئی ثبوت پیش نہ کر سکے اور مدعا علیہ اپنے انکار پر قائم ہو تو مدعی کے طلب کرنے پر قاضی مدعا علیہ سے قسم لے گا۔ اگر مدعیٰ علیہ قسم اٹھالے تو قاضی اس کو بری قرار دے کر مدعی کو اس کا پیچھا کرنے سے منع کر دے گا۔

۵- مدعیٰ علیہ کی طرف سے انکار:

اگر مدعیٰ علیہ قسم اٹھانے سے انکار کر دے تو حاکم اس کے قسم سے انکار پر مدعی کے حق میں فیصلہ دے دے۔

مسئلہ ①: قسم صرف مدعا علیہ پر آتی ہے۔ اگر یہ سمجھوتہ ہو جائے کہ اگر مدعی قسم کھالے تو مدعا علیہ اس کا حق تسلیم کر لے گا تو یہ باطل ہے کیونکہ یہ شرعی اصول کے خلاف ہے۔

مسئلہ ②: اگر مدعا علیہ زبان بند کر کے خاموش ہو جائے اور مکرر پوچھنے پر بھی چپ سادھی رہے، نہ اقرار کرے اور نہ انکار، تو اس کی خاموشی کو انکار سمجھا جائے گا۔ اسی طرح اگر یہ کہے کہ میں نہ اقرار کرتا ہوں نہ انکار کرتا ہوں تو یہ اس کی طرف سے انکار شمار ہوگا۔

مسئلہ ③: فریقین آپس میں رشتے دار ہوں یا ان میں مصالحت کی طرف میلان نظر آتا ہے تو قاضی ان کو ایک دو مرتبہ صلح کرنے کی ترغیب دے، لیکن جب قاضی کو معلوم ہو جائے کہ کون حق پر ہے اور کون ظلم کر رہا ہے تو پھر ایسا نہ کرے۔

مسئلہ ④: قاضی کے فیصلہ کے وقت فریقین کی موجودگی ضروری ہے، لیکن مدعی کے دعویٰ کے بعد مدعا علیہ دعویٰ کا اقرار کر لے پھر قاضی کے فیصلہ دینے سے پہلے عدالت سے چلا جائے تو قاضی اس کی عدم موجودگی میں اس کے اقرار کی بنا پر فیصلہ دے سکتا ہے۔ اسی طرح مدعا علیہ نے دعویٰ کا انکار کیا اور مدعی نے گواہ پیش کر دیے، پھر مدعا علیہ گواہوں کے تزکیہ اور قاضی کے فیصلہ دینے سے پہلے غائب ہو جائے تو قاضی گواہوں کا تزکیہ کرا کے اس کی عدم موجودگی میں مدعا علیہ کے خلاف فیصلہ دے سکتا ہے۔

مسئلہ ۵: جب مدعا علیہ نہ خود عدالت میں حاضر ہو اور نہ ہی اپنے وکیل کو بھیجے اور اس کو حاضر کرانا بھی ممکن نہ ہو تو اس کو تین مرتبہ طلب کیا جائے گا جس کی صورت یہ ہے کہ قاضی اس کو مختلف ایام میں تین مرتبہ دعویٰ کی نقل بھیجے اور اس کو عدالت میں طلب کرے اور یہ بھی لکھ دے کہ اگر وہ نہ آیا تو اس کے لیے قاضی خود ایک وکیل مقرر کر دے گا جو دعویٰ اور گواہی سن لے گا۔ اگر مدعا علیہ اس پر بھی نہ خود حاضر ہو اور نہ اپنا وکیل بھیجے تو قاضی اس کے لیے وکیل مقرر کر دے گا جو مدعا علیہ کے حقوق کی رعایت کرے گا۔ اس وکیل کی موجودگی میں قاضی دعویٰ اور گواہی کو سنے اور تحقیق سے صحیح ثابت ہو تو اس کے مطابق فیصلہ جاری کر دے۔[1]

فیصلہ پر نظرِ ثانی:

مسئلہ ۶: جس کے خلاف فیصلہ ہوا ہو وہ اگر یہ دعویٰ کرے کہ فیصلہ اصولِ شرعیہ کے خلاف ہوا ہے اور خلاف ورزی کی وجہ بیان بھی کر دے اور نئے سرے سے فیصلہ طلب کرے تو فیصلہ پر نظرِ ثانی کی جائے گی۔ اگر اصولِ شرعیہ کے مطابق پایا گیا تو برقرار رکھا جائے گا ورنہ شریعت کے مطابق دوسرا فیصلہ دیا جائے گا۔[2]

ناحق دعویٰ کرنے والے سے مقدمے کے اخراجات کی وصولی:

ناحق دعویٰ کرنے والے مدعی سے مدعا علیہ (جس پر دعویٰ کیا گیا) مقدمہ کی پیروی کے ضروری اخراجات لے سکتا ہے، البتہ وہ مصارف جو اس نے صرف اپنی سہولت و راحت کے لیے جج وغیرہ عدالت کے کارندوں کی خوشامد کے طور پر کیے وہ لینا جائز نہیں۔[3]

۱- درمختار و شامیة: ۵/ ٤١٥

۲- شامیة: ۵/ ۵۱۸

۳- إمداد الأحکام: ۳/ ٦٣٢

کِتَابُ الشَّھَادَۃ

(گواہی دینا)

گواہی کی تعریف:

کسی کے حق کو دوسرے کے ذمے ثابت کرنے کے لیے قاضی کی عدالت میں اس کے روبرو اور فریقین مقدمہ یا ان کے وکیلوں کی موجودگی میں جو خبر ان الفاظ کے ساتھ دی جاتی ہو کہ ''میں شہادت (یا گواہی) دیتا ہوں'' اس کو شہادت کہتے ہیں۔

گواہی کا حکم:

۱- حق کسی انسان کا ہو اور دوسرے کوئی گواہ نہ ہوں تو مدعی کی طلب پر شہادت کی ادائیگی واجب ہے۔ اسی طرح گواہی کی ادائیگی اس وقت بھی واجب ہے جب مدعی کی حق تلفی کا خوف ہو اور مدعی کو گواہوں کا علم نہ ہو۔

۲- حقوق اللہ ہوں تو بلا طلب بھی گواہی دینا واجب ہے، جیسے: طلاق کا واقعہ ہو۔

۳- حدود اللہ ہوں تو ان پر پردہ پوشی اچھی ہے، جبکہ مجرم برائی پر اصرار اور اسے کھلم کھلا نہ کرتا ہو۔ لہٰذا چوری میں یوں کہے کہ اس شخص نے مال لیا ہے یا اٹھایا ہے، یوں نہ کہے کہ اس نے چرایا ہے۔

گواہی کا نصاب:

گواہی کے نصاب کے چار درجات ہیں:

۱- زِنا میں چار مرد گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔

۲- دیگر حدود وقصاص میں دو مرد گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔

۳- وہ امور جن پر عام طور سے صرف عورتیں ہی آگاہ ہوتی ہیں جیسے: ولادت، بکارت اور عورتوں کے عیوب تو ان میں صرف ایک عورت کی گواہی کافی ہے۔

۴- دیگر معاملات چاہے وہ مالی ہوں یا غیر مالی ہوں (جیسے: نکاح، طلاق، وکالت، وصیت، ہبہ اقرار وغیرہ) ان میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کا بطورِ گواہ ہونا ضروری ہے۔

مسئلہ ①: ایسی جگہ جہاں صرف عورتیں ہوں اور وہاں قتل کا کوئی واقعہ ہو جائے تو دِیت کے ثبوت کے لیے صرف عورتوں کی گواہی بھی معتبر ہوگی۔

جن لوگوں کی گواہی قبول نہیں:

۱- نابینا

۲- گونگا

۳- بچہ

۴- جس کو کبھی حدِ قذف لگی ہو، اگرچہ اس نے توبہ بھی کر لی ہو۔

۵- زوجین کی ایک دوسرے کے حق میں

۶- آدمی کی اپنے اصول (ماں باپ) وفروع (اولاد) کے حق میں

۷- گواہوں کی ان لوگوں کے خلاف جن کے ساتھ گواہوں کی دنیوی عداوت یا جھگڑا ہو۔

۸- جس گواہ کا خرچہ وہ آدمی اٹھاتا ہو جس کے حق میں گواہی دے رہا ہے مثلاً: خاص شاگرد یا ذاتی ملازم

۹- کافر کی مسلمان کے خلاف

عادل ہونے کی شرط:

گواہ کے لیے شرط ہے کہ وہ عادل ہو، فاسق نہ ہو (اور عادل وہ مسلمان ہوتا ہے جو کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو اور صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرتا ہو) مگر باتفاق فقہاء اس کا مطلب یہ ہے کہ فاسق کی شہادت کو قبول کرنا اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا قاضی پر واجب نہیں، لیکن اگر قاضی کو قرائن سے معلوم ہو جائے کہ یہ جھوٹ نہیں بولتا، اس بنا پر وہ فاسق کی شہادت پر کوئی فیصلہ کر دے تو یہ فیصلہ صحیح اور نافذ ہے۔ اس زمانے میں جب کہ فسق کی بہت سی صورتیں مثلاً داڑھی مونڈنا وغیرہ ایسی عام ہوگئی ہیں کہ اگر ان کی وجہ سے شہادت کو مطلقاً رد کر دیا جائے تو بہت سے معاملات کا ثبوت کسی طرح نہ ہو سکے گا، فاسق کے بارے میں اس قول کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔

بغیر دعویٰ کے گواہی دینا:

طلاق، وقف، رمضان کے چاند، خلع، ایلا اور ظہار کے بارے میں اور قذف و چوری اور دیگر حدود کے بارے میں بغیر

دعویٰ کے دائر ہوئے بھی گواہی دے سکتے ہیں۔

گواہوں کا تزکیہ (کردار کی تحقیق اور اطمینان):

۱- جب گواہ گواہی دے دیں تو قاضی دوسرے فریق سے پوچھے گا کہ تم ان کی گواہی کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ یہ اپنی گواہی میں سچے ہیں یا نہیں؟

اگر وہ کہے کہ یہ دونوں عادل ہیں یا دونوں اپنی گواہی میں سچے ہیں تو یہ اس کی جانب سے دعویٰ کا اعتراف ہوا۔

لیکن اگر وہ یہ کہے کہ یہ جھوٹے گواہ ہیں یا کہے کہ اگر چہ یہ عادل ہیں لیکن انہوں نے اس گواہی میں غلطی کی ہے یا یہ دونوں اصل بات بھول گئے ہیں یا کہا کہ یہ دونوں عادل ہیں لیکن مجھے دعویٰ تسلیم نہیں ہے تو قاضی ابھی فیصلہ نہیں دے گا، بلکہ پہلے گواہوں کا تزکیہ کرائے گا۔ یہاں بعض صورتوں میں مدعا علیہ نے گواہوں کو عادل مانا ہے لیکن پھر بھی گواہوں کا تزکیہ ضروری ہے کیونکہ مدعا علیہ مدعی اور گواہوں کی نظر میں دعویٰ کا انکار کرنے کی وجہ سے جھوٹا بنا اور جھوٹے کا تزکیہ معتبر نہیں ہوتا۔

گواہوں کا جن لوگوں کے ساتھ تعلق ہو ان ہی میں سے کسی عادل شخص سے تزکیہ کرایا جائے گا مثلاً: طالب علم ہو تو اس کے تعلیمی ادارے کے مدرس سے، اگر تاجر ہو تو مارکیٹ کے معتبر تاجروں سے اور کسی محکمہ سے تعلق ہو تو اس محکمہ کے کسی قابل اعتماد فرد سے۔

تزکیہ پوشیدہ بھی ہوتا ہے اور اعلانیہ بھی۔ اعلانیہ کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جس سے پوشیدہ تزکیہ کرایا ہے وہ عدالت میں آ کر اعلانیہ اپنی رائے دے۔ لیکن آج کل فقط پوشیدہ تزکیہ پر عمل کیا جائے، کیونکہ اعلانیہ کی صورت میں مجرم تزکیہ کرنے والوں کا دشمن بن جاتا ہے اور ان کو نقصان پہنچانے کے درپے ہو جاتا ہے۔

۲- حدود و قصاص میں ہر حال میں گواہوں کا تزکیہ کرانا ضروری ہے۔

گواہ کا قسم اٹھانا:

جس کے خلاف گواہی دی گئی ہو وہ اگر اصرار کرے کہ قاضی گواہوں سے اس بات پر حلف لے کہ وہ اپنی گواہی میں جھوٹے نہیں تھے تو قاضی ان سے حلف لے سکتا ہے، نیز وہ گواہوں سے یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ اگر تم نے حلف اٹھایا تو میں تمہاری گواہی قبول کروں گا، ورنہ قبول نہیں کروں گا۔ بعض حضرات نے یہ بھی لکھا ہے کہ فسق کی کثرت کی وجہ سے ہمارے زمانے میں تزکیہ دشوار ہو گیا ہے تو قاضی گواہوں سے قسم لے سکتے ہیں تاکہ ان کے سچے ہونے کا غالب گمان حاصل ہو سکے۔ (۱)

۱- ردالمحتار: ۵/۴۲۲

کِتَابُ الصُّلح

(صلح کرنا)

صلح ایسے معاملہ کو کہتے ہیں جو مدعی اور مدعا علیہ کے درمیان جھگڑے اور تنازعہ کو دور کرتا ہے۔ صلح کی تین قسمیں ہیں:

(۱) مدعا علیہ دعویٰ کا اعتراف کر کے مدعی سے صلح کرے۔ اس کی دو صورتیں ہیں:

۱- دعویٰ مال کا ہو اور صلح بھی مال پر ہو مثلاً: زید نے بکر پر دعویٰ کیا کہ یہ مکان میرا ہے۔ بکر نے اعتراف کیا کہ ہاں یہ مکان تمہارا ہی ہے لیکن تم اب یہ مکان چھوڑ دو اور مجھ سے پانچ لاکھ روپے لے لو۔ زید اس پر راضی ہو جائے۔ اس قسم کی صلح کو بیع سمجھا جائے گا اور اس میں بیع کے حقوق یعنی حق شفعہ، عیب کی بنا پر رد کرنے اور خیار رویت اور خیار شرط وغیرہ حاصل ہوتے ہیں۔

۲- دعویٰ مال کا ہو اور صلح منفعت پر ہو جائے مثلاً: زید نے بکر پر کچھ رقم کا دعویٰ کیا۔ بکر نے کہا: ''مجھے تمہارا دعویٰ تسلیم ہے لیکن اس رقم کے بجائے تم میرے فلاں مکان میں ایک سال رہ لو۔''

(۲) مدعا علیہ دعویٰ کا انکار کرے، پھر مدعی سے کسی رقم یا منفعت پر صلح کر لے۔

(۳) مدعا علیہ دعویٰ کا نہ اقرار کرے اور نہ انکار کرے، بلکہ اس کے بارے میں خاموشی اختیار کرے، لیکن مدعی سے رقم یا منفعت پر صلح کر لے۔

ان دونوں قسموں میں اگرچہ مدعی کے حق میں وہ رقم جو اس نے لی ہے معاوضہ سمجھا جائے گا لیکن مدعا علیہ کے حق میں اس کا دی ہوئی رقم اس کی قسم کا فدیہ سمجھا جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جب مدعی دعویٰ کرے لیکن اس کے پاس گواہ نہ ہوں اور مدعا علیہ دعویٰ کو تسلیم نہ کرے تو اس کے ذمہ لازم آتا ہے کہ وہ عدالت میں قسم کھائے اس بات پر کہ مدعی اس پر جس حق اور مال کا دعویٰ کر رہا ہے وہ اس پر نہیں آتا۔ لیکن بعض لوگ سچے ہونے کے باوجود قسم کو بہت بڑی چیز سمجھتے ہوئے قسم نہیں کھاتے اور دعویٰ کی رقم محض قسم سے بچنے کے لیے دے دیتے ہیں۔ اس کو کہا جاتا ہے کہ انہوں نے قسم کا فدیہ دیا ہے۔

چونکہ یہ مدعا علیہ کے حق میں قسم کا فدیہ سمجھا جائے گا، اس لیے اگر دعویٰ غیر منقولہ جائیداد کا ہو تو اس پر اس کے پڑوسی کو حق شفعہ حاصل نہ ہوگا۔

مسئلہ (۱): دعویٰ مال کا ہو یا منافع کا ہو یا جنایت (مثلاً قتل عمد) کا ہو، صلح ہر صورت میں جائز ہے، البتہ حد پر صلح نہیں ہوسکتی۔

مسئلہ (۲): ایک مرد کی طرف سے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ ہو۔ عورت کچھ رقم دے کر اس کو دعویٰ سے دستبرداری پر آمادہ کرلے تو اگر عورت دعویٰ قبول کرتی ہو تب تو خلع ہونا واضح ہے اور اگر عورت دعویٰ کا انکار کرتی ہو یا سکوت کرتی ہو تو پھر صرف اس مرد کے حق میں خلع شمار ہوگا۔

مسئلہ (۳): مدعا علیہ نے مدعی سے کہا کہ میں تیری رقم کا اقرار اس وقت تک نہیں کروں گا جب تک تو مجھے مہلت نہ دے دے یا اس میں سے کچھ کم نہ کردے۔ مدعی نے اس کی بات کو منظور کرلیا تو یہ جائز ہے۔

مسئلہ (۴): کسی شخص کے سو روپے دوسرے شخص کے ذمہ واجب ہوں اور وہ کہے کہ تم ستر ہی دے دو تو یہ جائز ہے۔

مسئلہ (۵): اور اگر سو روپے مقررہ وقت پر واجب الادا ہوں مثلاً: تم نے کوئی چیز سو روپے میں خریدی تھی اور قیمت کی ادائیگی کے لیے ایک مہینہ کی مہلت ٹھہرائی تھی۔ اب بائع چاہتا ہے کہ تم اس کو قبل از میعاد ادا کردو اور پچیس روپیہ مثلاً کم دے دو تو یہ درست نہیں۔

مسئلہ (۶): ایک شخص فوت ہوگیا اور اس نے ترکہ میں نقدی اور سامان چھوڑا۔ اس کے وارثوں میں سے ایک شخص نے دوسرے وارثوں سے کہا کہ میں اپنا حصہ تقسیم کرکے نہیں لینا چاہتا، مجھے صرف دس ہزار روپے دے دو اور میں تمام ترکہ سے دستبردار ہوتا ہوں، یہ جائز ہے مگر اس میں یہ شرط ہے کہ ترکہ میں اگر نقد روپیہ بھی ہے تو اس میں دیکھا جائے کہ شرعاً اس کا حصہ کتنا ہے؟ اگر دس ہزار سے کم بنتا ہے تب تو یہ صلح جائز ہے، مثلاً: اگر نقدی میں اس کا شرعی حصہ آٹھ ہزار بنتا ہے تو یہ شخص جو دس ہزار لے رہا ہے ان میں سے آٹھ ہزار تو ان آٹھ ہزار کے مقابلہ میں ہوگئے اور باقی دو ہزار سامان کے بدلہ میں ہوگئے اور اگر اس کا حصہ دس ہزار یا اس سے زائد ہے تو یہ صلح جائز نہیں، مثلاً: اگر نقدی میں اس کا شرعی حصہ دس ہزار ہے تو یہ دس ہزار دس ہزار کے مقابلہ میں ہوگئے۔ دوسروں کو اس کے حصے کا جو سامان ملا وہ بغیر عوض کے ہوا اور سود ہوا، لہٰذا جائز نہیں۔

اگر وارثوں میں کوئی نابالغ بھی ہے تو اس کے حق میں یہ صلح اگر نقصان دہ نہ ہو تو جائز ہوگی، ورنہ اس کے حصہ کی حد تک جائز اور نافذ نہ ہوگی۔

کتاب الوکالۃ

(کسی کو وکیل بنانا)

کسی کام کے لیے اپنی جگہ دوسرے کو مقرر کر دیا جائے تو اسے وکالت کہتے ہیں جس نے دوسرے کو نائب مقرر کیا اسے ''مؤکل'' اور جسے مقرر کیا گیا اسے ''وکیل'' کہتے ہیں۔ وکالت کے احکام یہ ہیں:

مسئلہ ①: جو کام آدمی خود کر سکتا ہے اس میں یہ بھی اختیار ہے کہ کسی اور سے کہہ دے کہ تم ہمارا یہ کام کر دو، جیسے: بیچنا ،خریدنا، کرایہ پر لینا دینا، نکاح کرنا وغیرہ، مثلاً: ملازم کو بازار سودا لینے بھیجا یا ملازم کے ذریعہ کوئی چیز فروخت کرائی یا سواری وغیرہ کرائے پر منگوائی۔

مسئلہ ②: تم نے ملازم سے گوشت منگوایا، وہ ادھار پر لے آیا تو گوشت والا تم سے رقم کا مطالبہ نہیں کر سکتا، اس ملازم سے مطالبہ کرے گا اور وہ ملازم تم سے مطالبہ کرے گا۔ اسی طرح اگر کوئی چیز تم نے ملازم سے فروخت کرائی تو خریدنے والے سے تم کو مطالبہ کرنے اور قیمت وصول کرنے کا حق نہیں۔ اس نے جس سے چیز خریدی ہے قیمت بھی اسی کو دے گا اور اگر وہ خود تمہیں قیمت دیدے تو بھی جائز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر وہ تمہیں نہ دے تو تم زبردستی نہیں لے سکتے۔

مسئلہ ③: تم نے کسی سے کوئی چیز منگوائی، وہ لے آیا تو اس کو اختیار ہے کہ جب تک تم سے قیمت نہ لے تب تک وہ چیز تمہیں نہ دے، چاہے اس نے اپنے پاس سے رقم دے دی ہو یا ابھی تک نہ دی ہو، دونوں کا ایک ہی حکم ہے، البتہ اگر وہ پانچ دس دن کے وعدے پر ادھار لایا ہو تو جتنے دن کا وعدہ لے کر آیا ہے اس سے پہلے تم سے قیمت نہیں مانگ سکتا۔

مسئلہ ④: تم نے ایک کلو گوشت منگوایا تھا، وہ ڈیڑھ کلو لے آیا تو پورا ڈیڑھ کلو لینا واجب نہیں۔ اگر تم نہ لو تو آدھا کلو اس کو لینا پڑے گا۔

مسئلہ ⑤: تم نے کسی سے کہا کہ فلاں بکری جو فلاں کے پاس ہے، اس کو جا کر چار ہزار روپے میں لے آؤ تو اب وہ وکیل وہی بکری خود اپنے لیے نہیں خرید سکتا۔ غرض یہ کہ جو مخصوص چیز تم اپنے لیے بتا دو، اس کو اپنے لیے خریدنا درست نہیں، البتہ

جو قیمت تم نے بتائی ہے اس سے زیادہ میں اس نے لے لی تو اپنے لیے خریدنا درست ہے اور اگر تم نے کوئی قیمت نہ بتائی ہو تو بہرصورت اپنے لیے نہیں خرید سکتا۔

مسئلہ ۶: اگر آپ نے کوئی خاص بکری نہیں بتائی، بس اتنا کہا کہ ایک بکری کی ضرورت ہے، میرے لیے خرید کر لے آئیں تو ہر بکری میں اس کو اختیار ہے کہ وہ اپنے لیے خریدے یا آپ کے لیے۔ اگر خود لینے کی نیت سے خریدے گا تو اس کی ہوگی اور اگر آپ کی نیت سے خریدے گا تو آپ کی ہوگی اور اگر آپ کی دی ہوئی رقم سے خریدی تو بھی آپ کی ہوئی، چاہے جس نیت سے بھی خریدے۔

مسئلہ ۷: آپ کے لیے وکیل نے ایک بکری خریدی مگر آپ کو دینے سے پہلے مرگئی یا چوری ہوگئی تو اس بکری کی قیمت آپ کو دینی پڑے گی۔ اگر آپ کہیں کہ تم نے اپنے لیے خریدی تھی، میرے لیے نہیں خریدی تھی تو اگر آپ پہلے اس کو قیمت دے چکے ہیں تو آپ کی رقم ضائع ہوگئی اور اگر آپ نے ابھی تک رقم نہیں دی اور وہ اب رقم مانگتا ہے تو اگر آپ نے قسم کھالی کہ تم نے اپنے لیے خریدی تھی تو اس کی بکری ضائع ہوگئی اور اگر تم قسم نہ کھا سکو تو اس کی بات کا اعتبار ہوگا اور تمہیں بکری کی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔

مسئلہ ۸: نوکر کوئی چیز مہنگی خرید کر لایا تو اگر تھوڑا ہی فرق ہو تو آپ کو لینی پڑے گی اور قیمت دینی پڑے گی اور اگر بہت زیادہ مہنگی لے کر آیا کہ اتنے کا کوئی نہیں لیتا تو اس کا لینا لازم نہیں، اگر آپ نہیں لو تو اس کو لینا پڑے گا۔

مسئلہ ۹: آپ نے کسی کو کوئی چیز بیچنے کے لیے دی تو اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ خود لے لے اور قیمت آپ کو دے دے۔ اسی طرح اگر آپ نے کچھ منگوایا کہ فلاں چیز خرید کر لاؤ تو وہ اپنی چیز آپ کو نہیں دے سکتا۔ اگر اپنی چیز دینے یا خود لینے کا ارادہ ہو تو صاف صاف کہہ دے کہ یہ چیز میں لیتا ہوں، مجھے دے دیں یا یوں کہہ دے کہ یہ میری چیز آپ لے لیں اور قیمت دے دیں، بغیر بتائے ایسا کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ ۱۰: آپ نے ملازم سے بکری کا گوشت منگوایا، وہ گائے کا لے آیا تو آپ کو اختیار ہے چاہے لے لیں، چاہے نہ لیں۔ اسی طرح آپ نے آلو منگوائے وہ بھنڈی یا کچھ اور لے آیا تو اس کا لینا ضروری نہیں۔ اگر آپ انکار کردیں تو وہ چیز اس کی ہوگی۔

مسئلہ ۱۱: تم نے ایک روپے کی چیز منگوائی، وہ دو روپے کی لے آیا تو تمہیں اختیار ہے کہ ایک روپے کی جتنی آتی

ہے وہ لے لو اور ایک روپے کی جو زائد لایا وہ اسی کے ذمہ ڈال دو۔

مسئلہ (۱۲): تم نے دو شخصوں کو بھیجا کہ جاؤ فلاں چیز خرید کر لے آؤ تو خریدتے وقت دونوں کو موجود رہنا چاہیے، صرف ایک آدمی کا خریدنا درست نہیں، اگر ایک ہی آدمی خریدے تو وہ بیع موقوف ہے، جب تم قبول کرو گے تب صحیح ہو جائے گی۔

مسئلہ (۱۳): تم نے کسی سے کہا کہ ہمارے لیے ایک گائے یا بکری وغیرہ کوئی چیز خرید کر لے آؤ، اس نے خود نہیں خریدی بلکہ کسی اور سے کہہ دیا، اس نے خرید لی تو تمہارے ذمہ اس کو لینا واجب نہیں، چاہے لو چاہے نہ لو، البتہ اگر وہ خود تمہارے لیے خریدے تو تمہیں لینا پڑے گا۔

وکیل کو برطرف کرنا:

وکیل کو برطرف کرنے کا تمہیں ہر وقت اختیار ہے، مثلاً: تم نے کسی سے کہا تھا کہ ہمیں ایک بکری کی ضرورت ہے، کہیں مل جائے تو لے لینا، پھر لینے سے منع کر دیا، اب اس کو لینے کا اختیار نہیں، اگر اب لے گا تو وہ اسی کی ہوگی۔

مسئلہ (۱۴): اگر خود اس کو نہیں منع کیا بلکہ خط لکھ کر بھیجا یا آدمی بھیج کر اطلاع کر دی کہ اب نہیں لینا تب بھی وہ معزول ہو گیا اور اگر تم نے اطلاع نہیں دی، کسی اور آدمی نے اپنی طرف سے اس سے کہہ دیا کہ تمہیں فلاں نے برطرف کر دیا ہے، اب نہیں خریدنا، تو اگر دو آدمیوں نے اطلاع دی ہو یا ایک ہی نے اطلاع دی مگر وہ معتبر اور دین دار ہے تو وہ وکیل معزول ہو گیا اور اگر ایسا نہ ہو تو برطرف نہیں ہوا۔ اگر وہ خرید لے تو تمہیں لینا پڑے گا۔

کِتَابُ المُضَارِبَۃ

(کاروبار کے لیے رقم دینا)

مسئلہ ۱: تم نے تجارت کے لیے کسی کو کچھ رقم دی کہ اس سے تجارت کرو، جو کچھ نفع ہوگا وہ ہم آپس میں تقسیم کر لیں گے، یہ جائز ہے۔ اس کو ''مضاربت'' کہتے ہیں لیکن اس کی کئی شرطیں ہیں۔ اگر یہ معاملہ ان شرطوں کے مطابق ہو تو صحیح ہے، ورنہ ناجائز اور فاسد ہے۔

ایک شرط یہ ہے کہ جتنی رقم دینی ہو وہ بتا دو اور اس کو تجارت کے لیے دے بھی دو، اپنے پاس نہ رکھو۔ اگر رقم اس کے حوالہ نہ کی، اپنے ہی پاس رکھی تو یہ معاملہ فاسد ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ نفع تقسیم کرنے کی صورت طے کر لو اور بتا دو کہ تمہیں کتنا ملے گا اور اس کو کتنا۔ اگر یہ بات طے نہیں ہوئی، بس اتنا ہی کہا کہ نفع ہم دونوں آپس میں تقسیم کر لیں گے تو یہ فاسد ہے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ نفع کی تقسیم کو اس طرح نہ طے کرو کہ جتنا نفع ہوگا اس میں سے دس روپے ہمارے اور باقی تمہارے یا دس روپے تمہارے اور باقی ہمارے۔ غرض یہ کہ کوئی خاص رقم مقرر نہ کرو کہ اتنی ہماری یا اتنی تمہاری بلکہ یوں طے کرو کہ آدھا ہمارا آدھا تمہارا یا ایک تہائی اس کا دو تہائی اس کے یا ایک چوتھائی ایک کا باقی تین چوتھائی دوسرے کے۔ غرض یہ کہ نفع کی تقسیم فیصدی حصوں کے اعتبار سے کرنا چاہیے، متعین رقم کی صورت میں نہ ہو، ورنہ معاملہ فاسد ہو جائے گا۔ اگر کچھ نفع ہوگا تو وہ کام کرنے والا اس میں سے اپنا حصہ حاصل کرے گا اور اگر کچھ نفع نہ ہوا تو کچھ نہیں پائے گا۔ اگر یہ شرط لگا لی کہ اگر نفع نہ ہوا تب بھی ہم تمہیں اصل مال میں سے اتنا دے دیں گے تو یہ معاملہ فاسد ہے۔ اسی طرح اگر یہ شرط لگائی کہ اگر نقصان ہوگا تو اس کام کرنے والے کے ذمہ ہوگا یا دونوں کے ذمہ ہوگا تو یہ بھی فاسد ہے، بلکہ حکم یہ ہے کہ جو کچھ نقصان ہوگا وہ مالک کے ذمہ ہے، اسی کا روپیہ گیا۔

مسئلہ ۲: جب تک کام کرنے والے کے پاس رقم موجود ہو اور اس نے اس سے سامان نہ خریدا ہو تب تک اس

معاملہ کو ختم کر دینے اور رقم واپس لے لینے کا اختیار ہے اور جب وہ مال خرید چکا تو اب ختم کرنے کا اختیار نہیں رہا۔

مسئلہ ۳: اگر یہ شرط لگائی کہ تمہارے ساتھ ہم کام کریں گے یا ہمارا فلاں آدمی تمہارے ساتھ کام کرے گا تو یہ معاملہ فاسد ہے، کیونکہ مضارب کو مال مکمل سپرد کرنا ضروری ہے اور اس طرح کی شرط سے مکمل سپرد کرنے میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔

مسئلہ ۴: مضاربت کا حکم یہ ہے کہ اگر معاملہ صحیح ہوا ہے یعنی اس میں شریعت کے خلاف کوئی شرط نہیں لگائی گئی تو نفع میں دونوں شریک ہیں، جس طرح طے کیا ہو اس کے مطابق تقسیم کرلیں؛ اور اگر کچھ نفع نہ ہوا یا نقصان ہوا تو اس کام کرنے والے کو کچھ نہیں ملے گا اور نقصان کا تاوان اس کو نہیں دینا پڑے گا؛ اور اگر وہ معاملہ فاسد ہو گیا تو پھر وہ کام کرنے والا نفع میں شریک نہیں ہوگا بلکہ وہ ملازم کی طرح ہے۔ یہ دیکھو کہ اگر ایسا آدمی ملازم رکھا جائے تو اس کو کتنی تنخواہ دینی پڑے گی؟ بس اتنی ہی تنخواہ اس کو ملے گی، نفع ہو تب بھی اور نہ ہو تب بھی، بہرحال وہ تنخواہ پائے گا اور نفع سارا مالک کا ہوگا، لیکن اگر تنخواہ اس طے شدہ نفع کے حصہ سے زیادہ بنتی ہے تو اس صورت میں تنخواہ نہیں دیں گے بلکہ نفع ہی تقسیم کر دیں گے۔

مضاربہ پر ایک نظر[1]

"مضاربہ" شراکت کی ایک خاص شکل ہے، جس میں ایک شریک دوسرے کو کاروبار میں لگانے کے لیے رقم فراہم کرتا ہے۔ سرمایہ کاری پہلے شخص کی طرف سے کی جاتی ہے اور اسے "رب المال" کہا جاتا ہے، جبکہ کاروبار کا انتظام وانصرام اور عمل کی ذمہ داری دوسرے فریق کے ساتھ خاص ہے جسے "مضارب" کہا جاتا ہے۔

مشارکہ اور مضاربہ میں فرق درجِ ذیل نکات میں مختصراً بیان کیا جاسکتا ہے:

۱۔ مشارکہ میں سرمایہ دونوں طرف سے فراہم کیا جاتا ہے، جبکہ مضاربہ میں سرمایہ لگانا صرف رب المال کی ذمہ داری ہے۔

۲۔ مشارکہ میں تمام شرکاء کاروبار کے لیے کام کرسکتے اور اس کے انتظام وانصرام میں حصہ لے سکتے ہیں، جبکہ مضاربہ میں رب المال مینجمنٹ میں حصہ لینے کا کوئی حق نہیں رکھتا بلکہ اس کو صرف مضارب ہی انجام دے گا۔

۳۔ مشارکہ میں تمام شرکاء اپنی سرمایہ کاری کے تناسب کی حد تک نقصان میں شریک ہوتے ہیں، جبکہ مضاربہ میں اگر کوئی خسارہ ہو تو وہ صرف رب المال کو برداشت کرنا ہوگا، اس لیے کہ مضارب تو کوئی سرمایہ ہی نہیں لگاتا، اس کا نقصان اس حقیقت تک محدود رہے گا کہ اس کی محنت رائیگاں گئی اور اسے اس کے عمل کا کوئی صلہ نہیں ملا۔

لیکن یہ اصول اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ مضارب نے اس پوری احتیاط اور ذمہ داری کے ساتھ کام کیا جو کہ عموماً اس طرح کے کاروبار کے لیے ضروری سمجھی جاتی ہے۔ اگر غفلت اور لاپرواہی کے ساتھ کام کیا یا کسی بددیانتی کا ارتکاب کیا تو وہ اس نقصان کا ذمہ دار ہوگا جو کہ لاپرواہی یا بے ضابطگی کی وجہ سے ہوا ہے۔

۴۔ مشارکہ میں عموماً حصہ داروں کی ذمہ داری غیر محدود ہوتی ہے، لہٰذا اگر کاروبار کی ذمہ داریاں اس کے اثاثہ جات سے بڑھ جاتی ہیں اور نوبت کاروبار کی لیکویڈیشن تک پہنچ جاتی ہے تو اثاثوں سے زائد ذمہ داریاں حصہ داران کو اپنے اپنے متناسب حصے کے مطابق اٹھانا ہوں گی۔ تاہم اگر تمام شرکاء نے اس بات پر اتفاق کرلیا تھا کہ کوئی شریک کاروبار کی مدت کے دوران کوئی قرض نہیں لے گا تو اس صورت میں زائد ذمہ داریاں صرف اسی شریک کو اٹھانا ہوں گی جس نے مذکورہ شرط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کاروبار پر قرض کا بوجھ ڈالا ہے۔

۱۔ مضاربہ چونکہ شرعی طریقہائے تمویل میں سب سے ایک اہم اور بنیادی طریقہ ہے اس لیے اس کے متعلق مزید معلومات نامور ماہر معیشت حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کی کتاب "اسلامی بینکاری کی بنیادیں" سے دی گئی ہیں۔

مضاربہ میں صورتِ حال اس سے مختلف ہے، یہاں رب المال کی ذمہ داریاں اس کی سرمایہ کاری تک محدود ہوں گی، الا یہ کہ وہ مضارب کو اس (رب المال) کی طرف سے قرض لینے کی اجازت دے دے۔

۵- مشارکہ میں جب بھی حصہ داران اپنا سرمایہ خلط ملط کرلیں گے تو مشارکہ کے تمام اثاثہ جات شرکاء کی سرمایہ کاری کے تناسب سے ان کی مشترکہ ملکیت بن جائیں گے (اور وہ سب مشاعاً[1] ان کے مالک بن جائیں گے) اس لیے ان میں سے ہر ایک ان اثاثوں کی قیمتوں میں اضافے سے بھی فائدہ اٹھاسکے گا۔ اگرچہ انہیں بیچ کر نفع حاصل نہ کیا گیا ہو۔

مضاربہ کی صورت اس سے مختلف ہے۔ مضاربہ میں خریدی ہوئی ساری اشیاء صرف رب المال کی ملکیت ہیں اور مضارب صرف اسی صورت میں منافع میں سے اپنا حصہ حاصل کرسکتا ہے جبکہ وہ انہیں نفع پر بیچ دے، لہٰذا وہ خود اثاثہ جات میں اپنے حصے کا دعویٰ کرنے کا حق نہیں رکھتا، اگرچہ ان کی قیمت بڑھ گئی ہو۔

مضاربہ کا کاروبار:

رب المال، مضارب کے لیے خاص کاروبار متعین بھی کرسکتا ہے، اس صورت میں مضارب رقم صرف اسی کاروبار میں لگائے گا، اس کو "المضاربة المقیدة" کہا جاتا ہے، لیکن اگر وہ مضارب کو آزاد چھوڑ دیتا ہے کہ جو کاروبار چاہے کرے تو اسے یہ اختیار ہوگا کہ جس کاروبار کو وہ مناسب سمجھے اس میں وہ رقم لگادے، اس کو "المضاربة المطلقة" کہا جاتا ہے (یعنی غیر مشروط مضاربہ)

ایک رب المال ایک ہی عقد میں ایک سے زائد افراد کے ساتھ بھی مضاربہ کا معاملہ طے کرسکتا ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ یہ رقم "الف" اور "ب" دونوں کو (مشترکہ طور پر) کاروبار کے لیے پیش کرسکتا ہے، لہٰذا ان دونوں میں سے ہر ایک اس کے لیے بطور مضارب کام کرسکتا ہے اور مضاربہ کا سرمایہ دونوں مشترکہ طور پر استعمال کریں گے اور مضارب کا حصہ ان دونوں کے درمیان طے شدہ تناسب سے تقسیم کیا جائے گا۔ اس صورت میں دونوں مضارب کاروبار ایسے چلائیں گے جیسا کہ دونوں آپس میں شریک ہوں۔

مضارب چاہے ایک ہو یا زیادہ، ہر وہ کام کرسکتے ہیں جو کہ عموماً اس طرح کے کاروبار میں کیا جاتا ہے، لیکن اگر وہ ایسا غیر معمولی کام کرنا چاہتے ہیں جو تاجروں کے عام معمول اور عادت سے ہٹ کر ہو تو وہ کام رب المال کی صریح اجازت کے بغیر نہیں کیا جاسکتا۔

منافع کی تقسیم:

مضاربہ کے صحیح ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ فریقین بالکل شروع میں حقیقی منافع کے خاص تناسب پر متفق ہوں جس

۱- شرکت مشاع کا معنی یہ ہے کہ مشترک چیز کے ہر ہر جز میں تمام شرکاء متناسب نمایندگی رکھتے ہوں۔

کے مطابق رب المال اور مضارب میں سے ہر ایک منافع کا مستحق ہوگا۔ شریعت نے منافع کی کوئی متعین نسبت بیان نہیں کی بلکہ اسے فریقین کی باہمی رضا مندی پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ وہ نفع میں برابر نسبت کے ساتھ بھی شریک ہو سکتے ہیں اور رب المال اور مضارب کے لیے الگ الگ نسبت بھی متعین کی جا سکتی ہے، تاہم وہ کسی فریق کے لیے رقم کی لگی بندھی مقدار خاص نہیں کر سکتے۔ اسی طرح وہ کسی فریق کا نفع راس المال کے کسی متناسب حصے کے ساتھ بھی متعین نہیں کر سکتے، مثال کے طور پر اگر راس المال ایک لاکھ روپے ہے تو وہ اس شرط پر اتفاق نہیں کر سکتے کہ کل منافع میں سے دس ہزار روپے مضارب کے ہوں گے اور نہ ہی وہ یہ طے کر سکتے ہیں کہ (مثلاً) راس المال کا بیس فیصد رب المال کو دیا جائے گا، البتہ وہ یہ طے کر سکتے ہیں کہ حقیقی نفع کا چالیس فیصد مضارب کو ملے گا اور ساٹھ فیصد رب المال کو یا اس کے برعکس۔

یہ بھی جائز ہے کہ مختلف حالات میں نفع کی مختلف نسبتیں طے کر لی جائیں، مثلاً: رب المال مضارب سے یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر تم گندم کا کاروبار کرو گے تو تمہیں کل نفع کا پچاس فیصد ملے گا اور اگر آٹے کا کاروبار کرو گے تو کل منافع کا تینتیس فیصد۔ اسی طرح وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر تم اپنے شہر میں کاروبار کرو گے تو تم نفع کے تیس فیصد کے مستحق ہو گے اور اگر تم کسی دوسرے شہر میں کاروبار کرو گے تو نفع میں سے تمہارا حصہ پچاس فیصد ہوگا۔

نفع کے طے شدہ متناسب حصے کے علاوہ مضارب مضاربہ کے لیے کیے گئے اپنے کام پر کسی قسم کی تنخواہ، فیس یا معاوضے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ تمام فقہی مکاتب فکر اس نکتے پر متفق ہیں، البتہ امام احمد رحمہ اللہ مضارب کو اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ وہ مضاربہ اکاؤنٹ سے صرف یومیہ خوراک کے اخراجات وصول کر لے۔ فقہائے حنفیہ کے نزدیک مضارب کو یہ حق صرف اس صورت میں حاصل ہوگا جبکہ وہ اپنے شہر سے باہر کسی کاروباری سفر پر ہو، اس صورت میں وہ ذاتی قیام وطعام وغیرہ کے اخراجات حاصل کر سکتا ہے، اپنے شہر میں ہونے کی صورت میں وہ کسی یومیہ الاؤنس کا مستحق نہیں ہوتا۔

اگر کاروبار کو بعض معاملات میں نقصان ہوا اور بعض میں نفع، تو پہلے اس نفع سے نقصان کو پورا کیا جائے گا پھر بھی اگر وہ بچ جائے تو اسے طے شدہ تناسب سے فریقین میں تقسیم کیا جائے گا۔

مضاربہ کو ختم کرنا:

مضاربہ کا عقد فریقین میں سے کوئی بھی کسی بھی وقت ختم کر سکتا ہے، شرط صرف یہی ہے کہ دوسرے فریق کو اس کی باقاعدہ اطلاع کر دی جائے۔ اگر مضاربہ کے تمام اثاثہ جات نقد شکل میں ہیں اور راس المال پر کچھ نفع بھی کمایا جا چکا ہے تو انہیں

فریقین میں نفع کے طے شدہ تناسب کے مطابق تقسیم کرلیا جائے ،لیکن اگر مضاربہ کے اثاثہ جات نقد شکل میں نہیں ہیں تو مضارب کوموقع دیا جائے گا کہ وہ ان اثاثہ جات کو بیچ کرنقد میں تبدیل کرے،تاکہ حقیقی نفع کا تعین ہوسکے۔

فقہاء کے اس سوال کے بارے میں مختلف نکتہ ہائے نظر ہیں کہ کیا مضاربہ ایک متعین مدت کے لیے موثر ہوسکتا ہے کہ اس مدت کے گزرنے پر مضاربہ خود بخود ختم ہوجائے؟ حنفی اور حنبلی مکاتبِ فکر کے مطابق مضاربہ کو ایک خاص مدت کے اندر محدود کیا جاسکتا ہے،مثلاً: ایک سال ، چھ ماہ وغیرہ جس کے بعد مضاربہ بغیر کسی نوٹس کے ختم ہوجائے گا،اس کے برعکس مالکی اور شافعی فقہاء کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ مضاربہ کو خاص مدت کے اندر محدود نہیں کیا جاسکتا۔

بہرحال اس اختلاف کا تعلق مضاربہ کی مدت کی آخری اور زیادہ سے زیادہ حد کے ساتھ ہے،کیا فریقین کی طرف سے مضاربہ کی کم سے کم مدت بھی طے کی جاسکتی ہے جس سے پہلے مضاربہ کو ختم نہ کیا جاسکے؟ اسلامی فقہ کی کتابوں میں اس سوال کا صریح جواب نہیں ملتا،لیکن ایک ضابطہ جو عموماً یہاں ذکر کیا جاتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کی کوئی مدت متعین نہیں کی جاسکتی اور ہر فریق کو جب وہ چاہے معاہدہ ختم کرنے کا اختیار ہے۔

فریقین کا مضاربہ ختم کرنے کا یہ غیر محدود اختیار موجودہ حالات میں بعض مشکلات پیدا کرسکتا ہے،اس لیے کہ آج کل اکثر کاروباری مہمیں اپنے ثمرات دکھانے کے لیے کچھ وقت کی محتاج ہوتی ہیں، انہیں پیچیدہ اور مستقل مزاجی والی کوششیں درکار ہوتی ہیں،اس لیے اگر رب المال کاروباری مہم کے بالکل شروع ہی میں مضاربہ ختم کردیتا ہے تو وہ بات اس منصوبے کے لیے بڑی مشکل کا باعث ہوگی۔ خاص طور پر مضارب کے لیے شدید دھچکا ہوگا جو کہ اپنی تمام کوششوں کے باوجود کچھ کما نہیں سکے گا۔اس لیے اگر عقدِ مضاربہ میں داخل ہوتے وقت ہی فریقین اس بات پر متفق ہوجاتے ہیں کہ کوئی فریق بھی ایک معینہ مدت کے اندر چند مخصوص حالات کے علاوہ مضاربہ کو ختم نہیں کرے گا تو یہ بات بظاہر شریعت کے کسی اصول کے خلاف معلوم نہیں ہوتی ، بالخصوص اس حدیث کی روشنی میں جس کا پہلے بھی حوالہ دیا جاچکا ہے،جس میں یہ آتا ہے کہ:

" المسلمون علی شروطھم، إلا شرطا أحل حراما أو حرم حلالاً . "

''مسلمانوں کے درمیان طے شدہ شرطوں کو برقرار رکھا جائے گا سوائے ان شرطوں کے جو کسی حرام کی اجازت دے دیں یا کسی حلال کو حرام کردیں۔''

کِتَابُ الوَدِیعَۃ

(امانت رکھنا)

تعریف:

کسی کے پاس کوئی چیز حفاظت کی غرض سے رکھنے کو ''ودیعت'' یا ''امانت'' کہتے ہیں۔

مسئلہ ①: کسی نے کوئی چیز تمہارے پاس امانت رکھی اور تم نے لے لی تو اب اس کی حفاظت کرنا تم پر واجب ہو گیا۔ اگر حفاظت میں کوتاہی کی اور وہ چیز ضائع ہوگئی تو اس کا تاوان دینا پڑے گا، البتہ اگر حفاظت میں کوتاہی نہیں ہوئی پھر بھی کسی وجہ سے وہ چیز ضائع ہوگئی، مثلاً: چوری ہوگئی یا گھر میں آگ لگ گئی اور وہ چیز جل گئی تو اس کا تاوان نہیں لے سکتا، بلکہ اگر امانت رکھتے وقت تم نے یہ اقرار کرلیا کہ اگر یہ امانت ضائع ہوگئی تو میں ذمہ دار ہوں، مجھ سے قیمت لے لینا تب بھی اس کو تاوان کے مطالبے کا اختیار نہیں، البتہ تم اپنی خوشی سے دے دو تو اور بات ہے۔

مسئلہ ②: کسی نے کہا: ''میں کسی کام سے جاتا ہوں، تم میری یہ چیز رکھ لو''، جواب میں تم نے کہا: ''اچھا رکھ دو'' یا تم نے کچھ نہیں کہا اور وہ تمہارے پاس رکھ کر چلا گیا تو یہ چیز تمہارے پاس امانت ہوگئی، البتہ اگر تم نے صاف کہہ دیا کہ میں نہیں رکھتا اور کسی کے پاس رکھ دو یا اور کچھ کہہ کر انکار کردیا پھر بھی وہ رکھ کر چلا گیا تو اب وہ چیز تمہارے پاس امانت نہیں، البتہ اگر اس کے چلے جانے کے بعد تم نے اٹھا کر رکھ لی ہو تو اب امانت ہو جائے گی۔

مسئلہ ③: کئی آدمی بیٹھے ہوئے تھے، ایک آدمی کوئی چیز ان کے سپرد کر کے چلا گیا تو سب پر اس چیز کی حفاظت واجب ہے۔ اگر وہ سب چھوڑ کر چلے گئے اور وہ چیز ضائع ہوگئی تو تاوان سب پر آئے گا اور اگر سب ایک ساتھ نہیں اٹھے بلکہ ایک ایک کر کے اٹھے تو جو سب سے آخر میں رہ گیا حفاظت کرنا اسی پر لازم ہوگا، اب وہ اگر چلا گیا اور وہ چیز ضائع ہوگئی تو اسی سے تاوان لیا جائے گا۔

مسئلہ ④: جس کے پاس کوئی امانت ہو اس کو اختیار ہے کہ چاہے خود اپنے پاس حفاظت سے رکھے یا اپنے والد،

بھائی یا بیوی وغیرہ کسی ایسے رشتہ دار کے پاس رکھوا دے جو ایک ہی گھر میں اس کے ساتھ رہتے ہوں اور ان کے پاس اپنی چیز بھی ضرورت کے وقت رکھ دیتا ہو، لیکن اگر ان میں سے کوئی دیانتدار نہ ہو تو اس کے پاس رکھنا درست نہیں۔ اگر جان بوجھ کر کسی ایسے غیر معتبر شخص کے پاس رکھ دیا تو ضائع ہو جانے پر تاوان دینا پڑے گا اور ایسے رشتہ دار کے سوا کسی اور کے پاس کسی کی امانت اس کی اجازت کے بغیر رکھنا درست نہیں، چاہے وہ بالکل غیر ہو یا اس کے ساتھ کوئی رشتہ داری بھی ہو۔ اگر اوروں کے پاس رکھ دی تو بھی ضائع ہو جانے پر تاوان دینا پڑے گا، البتہ اگر وہ ایسا شخص ہے کہ یہ اپنی چیزیں بھی اس کے پاس رکھتا ہے تو درست ہے۔

مسئلہ ⑤: کسی نے کوئی چیز تمہارے پاس رکھی اور تم بھول گئے اور اسے وہیں چھوڑ کر چلے گئے تو ضائع ہونے کی صورت میں تاوان دینا پڑے گا، اسی طرح کوٹھڑی، صندوقچہ وغیرہ کا تالا کھول کر تم چلے گئے جبکہ وہاں ہر قسم کے لوگ جمع ہیں اور وہ چیز ایسی ہے کہ عرفاً تالا لگائے بغیر اس کی حفاظت نہیں ہو سکتی تب بھی ضائع ہو جانے کی صورت میں تاوان دینا ہوگا۔

مسئلہ ⑥: خدانخواستہ گھر میں آگ لگ جائے یا کوئی اور اچانک حادثہ ہو تو ایسے وقت میں امانت کسی اور کے پاس بھی رکھنا جائز ہے، لیکن جب وہ عذر ختم ہو جائے تو فوراً واپس لے لینا چاہیے، اگر اب واپس نہیں لے گا تو نقصان کی صورت میں تاوان دینا پڑے گا، اسی طرح موت کے وقت اگر اپنے گھر کا کوئی آدمی موجود نہ ہو تو پڑوسی کے سپرد کر دینا درست ہے۔

مسئلہ ⑦: اگر کسی نے کچھ رقم امانت رکھوائی تو بعینہ اسی رقم کو حفاظت سے رکھنا واجب ہے، نہ اپنی رقم میں ملانا جائز ہے اور نہ اس کو خرچ کرنا جائز ہے، یہ نہ سمجھو کہ دونوں رقمیں برابر ہیں، اس وقت خرچ کر لیتے ہیں جب امانت رکھنے والا مانگے گا تو اپنی رقم دے دیں گے، البتہ اگر اس نے اجازت دے دی ہو تو ایسے وقت میں خرچ کرنا درست ہے، لیکن اس کا یہ حکم ہے کہ اگر وہی رقم تم الگ رہنے دو تب تو وہ امانت سمجھی جائے گی، اگر ضائع ہوگئی تو تاوان نہیں دینا پڑے گا اور اگر تم نے اجازت لے کر اسے خرچ کر دیا تو اب وہ تمہارے ذمہ قرض ہوگئی، امانت نہیں رہی، لہٰذا اب بہر حال تمہیں وہ قرض دینا پڑے گا۔

اگر خرچ کرنے کے بعد تم نے اتنی ہی رقم اس کے نام سے الگ کر کے رکھ دی تب بھی وہ امانت نہیں، وہ تمہاری ہی رقم ہے، اگر چوری ہوگئی تو تمہاری رقم کی ہوگی، اس کا قرض بہر حال ادا کرنا پڑے گا۔ غرض یہ کہ خرچ کرنے کے بعد جب تک اس کو ادا نہ کر دو گے تب تک تمہارے ذمہ رہے گا۔

مسئلہ ⑧: سو روپے کسی نے تمہارے پاس امانت رکھے، ان میں سے پچاس تم نے اجازت لے کر خرچ کر دیے تو

پچاس تمہارے ذمہ قرض ہو گئے اور پچاس امانت، اب جب تمہارے پاس اپنے روپے ہوں تو انہیں امانت کے پچاس روپے میں نہ ملاؤ، اگر اس میں ملا دو گے تو وہ بھی امانت نہیں رہیں گے اور یہ پورے سو روپے تمہارے ذمہ قرض ہو جائیں گے، اگر ضائع ہو گئے تو پورے سو روپے دینا پڑیں گے، کیونکہ امانت کا روپیہ اپنے روپوں میں ملا دینے سے امانت نہیں رہتا بلکہ قرض ہو جاتا ہے اور ہر حال میں دینا پڑتا ہے۔

مسئلہ (۹): تم نے اجازت لے کر اس کے سو روپے اپنے سو روپے میں ملا دیے تو یہ سارے روپے دونوں کے درمیان مشترک ہو گئے، اگر چوری ہو گئے تو دونوں کے ہوئے، تمہیں کچھ نہیں دینا پڑے گا اور اگر اس میں سے کچھ چوری ہو گئے اور کچھ رہ گئے تب بھی آدھا اس کا گیا آدھا تمہارا، اور اگر سو ایک کے ہوں اور دو سو دوسرے کے ہوں تو ہر ایک کے حصے کے مطابق ضائع شدہ سمجھے جائیں گے، مثلاً: اگر بارہ روپے ضائع ہو گئے تو چار روپے ایک سو روپے والے کے گئے اور آٹھ روپے دو سو والے کے۔ یہ حکم اس وقت ہے جب اجازت سے ملائے ہوں اور اگر اجازت کے بغیر اپنے روپوں میں ملا دیے تو ان کا وہی حکم ہے جو بیان ہو چکا کہ امانت کا روپیہ بلا اجازت اپنے روپوں میں ملا لینے سے قرض ہو جاتا ہے، اس لیے اب وہ روپیہ امانت نہیں رہا، جو کچھ گیا تمہارا گیا، اس کے روپے اس کو بہر حال دینے پڑیں گے۔

مسئلہ (۱۰): کسی نے بکری یا گائے وغیرہ امانت رکھی تو اس کا دودھ پینا یا کسی اور طریقہ سے اس سے فائدہ حاصل کرنا درست نہیں، البتہ اجازت سے یہ سب جائز ہو جاتا ہے، بلا اجازت جتنا دودھ لیا ہے اس کی قیمت دینی پڑے گی۔

مسئلہ (۱۱): کسی نے ایک کپڑا یا زیور یا چارپائی وغیرہ امانت رکھی تو اس کی اجازت کے بغیر اس کو استعمال کرنا درست نہیں، اگر اس نے اجازت کے بغیر کپڑا یا زیور پہنا یا چارپائی پر بیٹھا یا لیٹا اور اس کے استعمال کے دوران وہ کپڑا پھٹ گیا یا چور لے گیا یا زیور، چارپائی وغیرہ ٹوٹ گئی یا چوری ہو گئی تو تاوان دینا پڑے گا، البتہ اگر توبہ کر کے پھر اسی طرح حفاظت سے رکھ دیا، پھر کسی وجہ سے ضائع ہو گیا تو تاوان نہیں دینا پڑے گا۔

مسئلہ (۱۲): صندوق سے امانت کا کپڑا اس ارادے سے نکالا کہ شام کو یہی کپڑا پہن کر فلاں جگہ جاؤں گا، پھر پہننے سے پہلے ہی وہ ضائع ہو گیا تو بھی تاوان دینا پڑے گا۔

مسئلہ (۱۳): کسی نے امانت رکھنے کے لیے روپے دیے تم نے جیب میں رکھ لیے یا بٹوے میں ڈال لیے لیکن ڈالتے وقت وہ روپے جیب یا بٹوے میں نہیں پڑے، بلکہ نیچے گر گئے، مگر تم یہی سمجھے کہ میں نے بٹوے میں رکھ لیے تو تاوان نہیں دینا پڑے گا۔

مسئلہ (۱۴): جب کوئی اپنی امانت مانگے تو فوراً اس کو دیدینا واجب ہے، بلا عذر نہ دینا اور دیر کرنا جائز نہیں۔ اگر کسی نے اپنی امانت مانگی، تم نے کہا: ''اس وقت میں فارغ نہیں ہوں، کل لے لینا''، اس نے کہا اچھا کل ہی سہی، تب تو کوئی حرج نہیں اور اگر وہ کل لینے پر راضی نہ ہوا اور نہ دینے سے ناراض ہو کر چلا گیا تو اب وہ چیز امانت نہیں رہی، قرض ہوگئی، اس لیے اگر ضائع ہوگئی تو تمھیں تاوان دینا پڑے گا۔

مسئلہ (۱۵): امانت رکھوانے والے نے کسی آدمی کو امانت مانگنے کے لیے بھیجا تو امانت رکھنے والے کو اختیار ہے کہ اس آدمی کو نہ دے اور پیغام بھیجو کہ وہ خود ہی آ کر اپنی چیز لے جائے، ہم کسی اور کو نہیں دیں گے اور اگر اس نے اس کو سچا سمجھ کر دے دی اور پھر مالک نے کہا کہ میں نے اس کو نہیں بھیجا تھا، تم نے کیوں دے دی؟ تو اس کی دو صورتیں ہیں: اگر امانت رکھنے والے نے اس بھیجے ہوئے شخص سے یہ کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ تم فلاں کی طرف سے آئے ہو لیکن مجھے خطرہ ہے کہ وہ امانت رکھوانے والا بعد میں تمھیں بھیجنے سے انکار کر دے گا اور مجھ سے چیز کا مطالبہ کرے گا تو کیا تم اس کی واپسی کی ضمانت دیتے ہو؟ اگر اس نے منظور کر لیا تو وہ ضامن ہوگا اور اگر اس نے منظور نہ کیا اس نے پھر بھی بھروسہ کر کے دوسرے کی چیز دیدی تو وہ ضامن نہیں ہوگا البتہ اس امانت رکھنے والے پر لازم ہوگا کہ وہ مالک کو مطالبہ پر ادا کرے گا۔

کتاب الرھن

(گروی رکھنا)

مسئلہ ۱: تم نے کسی سے دس روپے قرض لیے اور اس کے اعتماد کے لیے اپنی کوئی چیز اس کے پاس رکھ دی کہ تجھے مجھ پر اعتماد نہ ہو تو میری یہ چیز اپنے پاس رکھ لے، جب میں روپے ادا کردوں گا تو اپنی چیز لے لوں گا، یہ جائز ہے، اسی کو "رہن" یعنی "گروی رکھنا" کہتے ہیں، لیکن سود دینا کسی طرح درست نہیں، جیسا کہ آج کل بعض لوگ سود لے کر گروی رکھتے ہیں، یہ ہر گز درست نہیں۔ سود لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔

مسئلہ ۲: جب تم نے کوئی چیز گروی رکھ دی تو اب قرضہ ادا کیے بغیر تمہیں اپنی چیز مانگنے اور لینے کا حق نہیں۔

مسئلہ ۳: جو چیز تمہارے پاس کسی نے گروی رکھی ہے اس چیز کو استعمال میں لانا، اس سے کسی طرح بھی نفع اٹھانا، ایسے باغ کا پھل کھانا، ایسی زمین کا غلہ یا روپیہ لے کر کھانا، ایسے گھر میں رہنا، کچھ بھی درست نہیں۔

مسئلہ ۴: اگر بکری گائے وغیرہ گروی رکھی ہو تو اس کا دودھ بچہ وغیرہ سب کچھ مالک ہی کا ہے۔ جس کے پاس گروی رکھی ہوئی ہے اس کے لیے لینا درست نہیں۔ دودھ بیچ کر قیمت بھی گروی میں شامل کر دے۔ جب وہ قرضہ ادا کر دے تو گروی رکھی ہوئی چیز اور دودھ کی قیمت سب واپس کر دی جائے، البتہ رکھنے والے نے جو چارہ کھلایا ہے اس کی قیمت کاٹ سکتا ہے۔

مسئلہ ۵: اگر تم نے اپنا کچھ قرضہ ادا کر دیا تو بھی گروی رکھی ہوئی چیز واپس نہیں لے سکتے، بلکہ جب سارا قرض ادا کر دو گے تب وہ چیز ملے گی۔

مسئلہ ۶: اگر تم نے کسی سے دس ہزار روپے قرض لیے اور دس ہزار روپے کی چیز اس کے پاس گروی رکھوا دی اور وہ چیز اس کے پاس سے ضائع ہو گئی تو اب نہ تو وہ تم سے اپنا کچھ قرض لے سکتا ہے اور نہ تم اس سے اپنی گروی رکھی ہوئی چیز لے سکتے ہو، تمہاری وہ چیز ضائع ہو گئی اور اس کا روپیہ ضائع ہو گیا اور اگر پانچ ہزار روپے کی چیز گروی رکھی تھی اور وہ ضائع ہو گئی تو پانچ ہزار روپے تمہیں دینا پڑیں گے اور پانچ ہزار روپے گروی رکھی ہوئی چیز کے بدلے میں تمہارے ذمہ سے اتر گئے۔

کتاب العاریۃ

(کوئی چیز استعمال کے لیے لینا)

مسئلہ ۱: کسی نے کوئی کپڑا، زیور، چارپائی، برتن یا گاڑی وغیرہ وغیرہ کوئی چیز کچھ دن کے لیے مانگ لی کہ ضرورت پوری ہوجانے کے بعد واپس کردی جائے گی تو اس کا حکم بھی امانت کی طرح ہے۔ اب اس کو اچھی طرح حفاظت سے رکھنا واجب ہے۔ اگر حفاظت کے باوجود ضائع ہوگئی تو جس کی چیز ہے اس کو تاوان لینے کا حق نہیں، بلکہ اگر تم نے کہہ دیا ہو کہ اگر ضائع ہوگئی تو ہم سے قیمت لے لینا تب بھی تاوان لینا درست نہیں، البتہ اگر حفاظت نہ کرنے کی وجہ سے ضائع ہوگئی تو تاوان دینا پڑے گا اور مالک کو ہر وقت اختیار ہے کہ جب چاہے اپنی چیز واپس لے لے، تمہارے لیے انکار کرنا درست نہیں۔ اگر اس کے مانگنے پر نہ دی تو پھر ضائع ہوجانے پر تاوان دینا پڑے گا۔

مسئلہ ۲: مالک نے جس طرح استعمال کی اجازت دی ہو اسی طرح استعمال کرنا جائز ہے، کسی اور طرح جائز نہیں، اگر کرے گا تو ضائع ہوجانے کی صورت میں تاوان دینا پڑے گا، جیسے: کسی نے استعمال کے لیے چارپائی دی اور اس پر اتنے زیادہ آدمی بیٹھ گئے کہ وہ ٹوٹ گئی یا شیشے کا برتن آگ پر رکھ دیا اور وہ ٹوٹ گیا یا اور کوئی ایسا کام اس کی اجازت کے خلاف کیا تو تاوان دینا پڑے گا۔ اسی طرح اگر کوئی چیز مانگ کرلے لی اور یہ بدنیتی کی کہ اب اس کو واپس نہیں دوں گا تب بھی اس چیز کے ضائع ہونے کی صورت میں تاوان دینا پڑے گا۔

مسئلہ ۳: ایک یا دو دن کے لیے کوئی چیز منگوائی تو اب ایک دو دن کے بعد واپس کرنا ضروری ہے۔ جتنے دن کے وعدے پر لایا تھا اتنے دن کے بعد اگر واپس نہیں کرے گا تو ضائع ہوجانے کی صورت میں تاوان دینا پڑے گا۔

مسئلہ ۴: جو چیز عاریۃً (استعمال کے لیے) لی ہے اس میں یہ دیکھنا چاہیے کہ اگر مالک نے زبان سے واضح طور پر کہہ دیا کہ چاہے خود استعمال کرو، چاہے دوسرے کو دو تو عاریت پر لینے والے کے لیے درست ہے کہ دوسرے کو بھی استعمال کے لیے دیدے۔ اسی طرح اگر اس نے صاف صاف تو نہیں کہا مگر اس سے تعلق ایسا ہے کہ اس کو یقین ہے کہ ہر طریقہ سے استعمال کرنے کی اس کو اجازت ہے تب بھی یہی حکم ہے اور اگر مالک نے صاف صاف منع کردیا کہ تم خود استعمال کرنا، کسی اور

کومت دینا تو اس صورت میں کسی طرح درست نہیں کہ دوسرے کو استعمال کرنے کے لیے دی جائے اور اگر عاریت پر لینے والے نے یہ کہہ کر لی کہ میں استعمال کرونگا اور مالک نے دوسرے کے استعمال کرنے سے نہ منع کیا اور نہ صاف اجازت دی تو اس چیز کو دیکھو کیسی ہے؟ اگر وہ ایسی ہے کہ سب استعمال کرنے والے اس کو ایک ہی طریقہ سے استعمال کیا کرتے ہیں، استعمال کرنے میں فرق نہیں ہوتا تب تو خود استعمال کرنا بھی درست ہے اور دوسرے کو استعمال کے لیے دینا بھی درست ہے اور اگر وہ چیز ایسی ہے کہ سب استعمال کرنے والے اس کو ایک طریقہ سے استعمال نہیں کرتے، بلکہ کوئی اچھی طرح کرتا ہے اور کوئی بری طرح، تو ایسی چیز تم دوسرے کو نہیں دے سکتے۔ اسی طرح اگر یہ کہہ کر عاریت پر لی کہ ہمارا فلاں رشتہ دار یا ملاقاتی استعمال کرے گا اور مالک نے تمہارے استعمال کرنے یا نہ کرنے کا ذکر نہیں کیا تو اس صورت میں بھی یہی حکم ہے کہ پہلی قسم کی چیز کو تم بھی استعمال کر سکتے ہو اور دوسری قسم کی چیز کو تم نہیں استعمال کر سکو گے، صرف وہی استعمال کرے گا جس کے نام پر عاریت لی ہے اور اگر تم نے یوں ہی عاریت پر لے لی، نہ اپنے استعمال کرنے کا ذکر کیا اور نہ دوسرے کا اور مالک نے بھی کچھ نہیں کہا تو اس کا حکم یہ ہے کہ پہلی قسم کی چیز کو تو تم بھی استعمال کر سکتے ہو اور دوسرے کو استعمال کرنے کے لیے دے سکتے ہو اور دوسری قسم کی چیز کا حکم یہ ہے کہ اگر تم نے استعمال کرنا شروع کر دیا تب تو دوسرے کو استعمال کرنے کے لیے نہیں دے سکتے اور اگر دوسرے سے استعمال کرا لیا تو تم استعمال نہیں کر سکتے۔

مسئلہ ۵: ماں باپ وغیرہ کا چھوٹے نابالغ بچے کی چیز کسی کو عاریت پر دینا جائز نہیں۔ اگر وہ ضائع ہوگئی تو تاوان دینا پڑے گا،[1] اسی طرح اگر نابالغ خود اپنی چیز عاریت پر دے تو اسے لینا بھی جائز نہیں۔

مسئلہ ۶: کسی سے کوئی چیز عاریت پر لی، پھر مالک فوت ہوگیا تو اب اس کے مرنے کے بعد وہ چیز عاریت کی نہیں رہی، اس لیے اس کو استعمال کرنا درست نہیں، واپس کر دی جائے۔ اسی طرح اگر وہ عاریت پر لینے والا مر گیا تو اس کے وارثوں کے لیے اسے استعمال کرنا درست نہیں۔

۱- وذکر شمس الأئمة في اول شرح الوکالة: أن للأب أن يعير ولده، وهل له ان يعير مال ولده؟ بعض المتأخرين من مشايخنا قالوا: له ذلك، وعامة المشايخ على أن ليس له ذلك، کذا في المحيط، فإن فعل وهلك كان ضامنا ۔ (عالمگیریہ : ٤/٤١٥، قدیمی)

کِتَابُ الھِبَۃ

(کسی کو تحفہ دینا)

مسئلہ ۱: تم نے کسی کو کوئی چیز دی اور اس نے قبول کر لی یا زبان سے کچھ نہیں کہا بلکہ تم نے اس کے ہاتھ پر رکھ دی اور اس نے لے لی تو اب وہ چیز اس کی ہوگئی، تمہاری نہیں رہی، وہی اس کا مالک ہے۔ اس کو شریعت میں ''ہبہ'' کہتے ہیں، البتہ زبانی طور پر کسی کو کوئی چیز دے دینے سے ہبہ مکمل نہیں ہوتا بلکہ ہبہ مکمل ہونے کے لیے یہ شرط ہے۔

ہبہ کر کے وہ چیز اس کے قبضہ میں بھی دیدے، اگر تم نے کہا: ''یہ چیز ہم نے تمہیں دے دی''، اس نے کہا: ''میں نے لے لی''، لیکن ابھی تم نے اس کے قبضہ میں نہیں دی تو یہ ہبہ مکمل نہیں ہوا اور ابھی وہ چیز تمہاری ہی ملک میں ہے، البتہ اگر اس نے اس چیز پر قبضہ کر لیا تو اب قبضہ کر لینے کے بعد وہ اس کا مالک بن گیا۔

مسئلہ ۲: تم نے وہ دی ہوئی چیز اس کے سامنے اس طرح رکھ دی کہ اگر وہ اٹھانا چاہے تو اٹھا سکے اور کہہ دیا کہ اس کو لے لو تو اس طرح پاس رکھ دینے سے بھی وہ مالک بن گیا اور یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے یہ چیز اٹھا لی اور اس پر قبضہ کر لیا۔

مسئلہ ۳: بند صندوق میں کچھ کپڑے دے دیے لیکن اس کی چابی نہیں دی تو یہ قبضہ نہیں ہوا، جب چابی دے گا تب قبضہ ہوگا اور اس وقت وہ شخص مالک بن جائے گا جس کو کپڑے دیے گئے ہیں۔

مسئلہ ۴: کسی بوتل میں تیل یا اور کچھ رکھا ہے، یا کاٹن میں کوئی چیز رکھی ہے تم نے وہ بوتل کسی کو دے دی لیکن تیل نہیں دیا یا کاٹن دیا لیکن اس میں رکھی چیز نہیں دی تو یہ ہبہ صحیح نہیں ہوا، اگر وہ قبضہ کر لے تب بھی اس کا مالک نہیں بنے گا، جب تم اپنی چیز بوتل کاٹن سے نکال کر دو گے تب وہ مالک بن جائے گا۔ اگر تیل کسی کو دیدیا مگر بوتل نہیں دی اور اس نے بوتل سمیت لے لیا کہ ہم خالی کر کے واپس کر دیں گے تو تیل اس کا ہو گیا، قبضہ کرنے کے بعد مالک بن جائے گا۔

غرض یہ کہ جب برتن ڈبہ وغیرہ کوئی ایسی چیز دو جس میں دوسری چیزیں رکھی جاتی ہیں اور تمہارا مقصد صرف برتن ڈبہ دینا ہو

تو ہبہ مکمل ہونے کے لیے خالی کر کے دینا شرط ہے، خالی کیے بغیر دینا صحیح نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی کسی کو مکان دے تو اپنا سارا سامان نکال کر مکان خالی کر کے دے اور خود بھی اس سے نکل جائے۔ تب ہبہ مکمل ہوگا ورنہ نہیں۔(۱)

مسئلہ ⑤: اگر کسی کو آدھی یا تہائی یا چوتھائی چیز دی، پوری چیز نہیں دی تو اس کا حکم یہ ہے کہ دیکھو وہ کس قسم کی چیز ہے؟ آدھی یا تہائی وغیرہ تقسیم کر کے دینے کے بعد بھی کام کی رہے گی یا نہیں؟ اگر تقسیم کر کے دینے کے بعد اس کام کی نہ رہے، جیسے کوئی مشین کہ اگر درمیان سے توڑ کر دیدو گے تو کام کی نہیں رہے گی اور جیسے: چوکی، پلنگ، پتیلی، پیالہ، صندوق، جانور وغیرہ، ایسی چیزوں کو تقسیم کیے بغیر بھی آدھی تہائی وغیرہ جتنا دینا چاہو تو جائز ہے۔ اگر وہ قبضہ کر لے تو جتنا تم نے دیا ہے اس کا وہ مالک بن گیا اور وہ چیز دونوں کے درمیان مشترک ہوگئی؛ اور اگر وہ چیز ایسی ہے کہ تقسیم کرنے کے بعد بھی کام کی رہے گی، جیسے: زمین، گھر، کپڑے کا تھان، جلانے کی لکڑی، اناج غلہ، دودھ، دہی وغیرہ تو تقسیم کیے بغیر ان کو ہبہ کرنا صحیح نہیں۔ اگر تم نے کسی سے کہا: ''میں نے اس برتن کا آدھا گھی تمہیں دے دیا''، اس نے کہا: ''میں نے لے لیا'' تو یہ ہبہ مکمل و نافذ نہیں ہوا، بلکہ اگر وہ برتن پر قبضہ بھی کر لے تب بھی اس کا مالک نہیں بنے گا، ابھی سارا گھی تمہارا ہی ہے، البتہ اس کے بعد اگر اس میں سے آدھا گھی الگ کر کے اس کے حوالے کر دو تو اب وہ اس کا مالک ہو جائے گا۔

مسئلہ ⑥: ایک تھان یا ایک مکان یا باغ وغیرہ، دو آدمیوں نے مل کر آدھا آدھا خریدا تو جب تک یہ دونوں اس کو آپس میں تقسیم نہ کر لیں اس وقت تک اپنا حصہ کسی کو دینا صحیح نہیں۔(۲)

مسئلہ ⑦: اکٹھے کچھ پیسے دو مالدار آدمیوں کو دیے کہ تم دونوں آدھے آدھے لے لو۔ یہ صحیح نہیں، بلکہ آدھے آدھے تقسیم کر کے دینا چاہیے، البتہ اگر وہ دونوں فقیر ہوں تو تقسیم کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ ⑧: بکری یا گائے وغیرہ کے پیٹ میں جو بچہ ہے پیدا ہونے سے پہلے اس کو ہبہ کرنا صحیح نہیں، بلکہ اگر اسی طرح ہبہ کر دیا تو پیدا ہونے کے بعد وہ قبضہ بھی کر لے تب بھی مالک نہیں بنے گا، اگر ہبہ کرنا ہو تو پیدا ہونے کے بعد دوبارہ ہبہ کر دے۔

مسئلہ ⑨: کسی نے بکری دے دی اور کہا کہ اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ نہیں دیتا تو یہ کہنا معتبر نہیں، بکری اور

۱- حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فیض الباری (3/372) میں اس مسئلہ پر بحث کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ عرفاً جس کو قبضہ سمجھا جاتا ہو اور فریقین میں کسی قسم کا جھگڑا نہ ہوتا ہو، وہ ہبہ کے تام ہونے کے لیے کافی ہونا چاہیے۔

۲- اس لیے کہ تقسیم سے پہلے یہ آدھا حصہ شریک کے آدھے حصے کے ساتھ خلط ملط ہے اور ہبہ کے درست ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ہبہ کی جانے والی چیز کسی دوسری چیز کے ساتھ متصل نہ ہو۔ الگ اور جدا ہو۔

بچہ دونوں اس شخص کے ہو گئے۔ پیدا ہونے کے بعد اصل مالک کو بچہ واپس لینے کا اختیار نہیں۔

مسئلہ (۱۰): تمہاری کوئی چیز کسی کے پاس امانت رکھی ہوئی تھی، تم نے اسی کو دے دی تو اس صورت میں اس کے صرف اتنا کہہ دینے سے کہ "میں نے لے لی" وہ اس کا مالک بن جائے گا، دوبارہ اس پر قبضہ کرنا شرط نہیں، کیونکہ وہ چیز تو اس کے پاس ہی ہے۔

مسئلہ (۱۱): نابالغ لڑکا یا لڑکی اپنی چیز کسی کو دیدے تو اس کا "ہبہ" صحیح نہیں اور اس کی چیز لینا بھی ناجائز ہے۔ اس مسئلہ کو خوب یاد رکھلو، بہت سارے لوگ اس میں غلطی کرتے ہیں۔

بچوں کو ہبہ کرنا:

مسئلہ (۱۲): ختنہ وغیرہ کسی تقریب میں چھوٹے بچوں کو جو کچھ دیا جاتا ہے اس سے مقصود خاص اس بچے کو دینا نہیں ہوتا، بلکہ ماں باپ کو دینا مقصود ہوتا ہے، اس لیے ایسے موقعوں پر دیا جانے والا "نیوتہ" بچے کی ملکیت نہیں، بلکہ ماں باپ اس کے مالک ہیں، جو چاہیں اس میں تصرف کریں، البتہ اگر کوئی شخص خاص بچے ہی کو کوئی چیز ہبہ کرے تو پھر وہی بچہ اس کا مالک ہے۔ اگر بچہ سمجھدار ہے تو خود اسی کا قبضہ کر لینا کافی ہے، جب قبضہ کر لیا تو مالک ہو گیا۔ اگر بچہ قبضہ نہ کرے یا قبضہ کرنے کے لائق نہ ہو تو اگر باپ ہو تو اس کے قبضہ کر لینے سے اور اگر باپ نہ ہو تو دادا کے قبضہ کر لینے سے بچہ مالک ہو جائے گا۔ اگر باپ دادا موجود نہ ہوں تو وہ بچہ جس کی پرورش میں ہے اس کو بچے کی طرف سے قبضہ میں لے لینا چاہیے اور باپ دادا کے ہوتے ہوئے ماں، نانی، دادی، وغیرہ اور کسی کا قبضہ معتبر نہیں۔

مسئلہ (۱۳): اگر باپ یا اس کے نہ ہوتے ہوئے دادا اپنے بیٹے، پوتے کو کوئی چیز دینا چاہے تو صرف اتنا کہہ دینے سے ہبہ صحیح ہو جائے گا کہ میں نے اس کو یہ چیز دے دی اور اگر باپ دادا نہ ہوں تو ماں، بھائی وغیرہ بھی اگر اس کو کچھ دینا چاہیں اور وہ بچہ ان کی پرورش میں ہو تو ان کے اس کہہ دینے سے بھی وہ بچہ مالک ہو گیا، کسی کے قبضہ کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ (۱۴): جو چیز اپنی اولاد کو دینی ہو سب کو برابر برابر دینا چاہیے، لڑکا لڑکی سب کو برابر دے۔ اگر کبھی کسی کو کچھ زیادہ دیدیا تو بھی کوئی حرج نہیں، لیکن جسے کم دیا اس کو نقصان پہنچانا مقصود نہ ہو، ورنہ کم دینا درست نہیں۔

مسئلہ (۱۵): جو چیز نابالغ کی ملکیت میں ہو اس کا حکم یہ ہے کہ اسی بچے ہی کی ضرورت میں لگانا چاہیے۔ کسی اور کو اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں۔ خود ماں باپ بھی اپنے استعمال میں نہ لائیں، نہ کسی اور بچے کو استعمال کرنے دیں۔

مسئلہ (۱۶): اگر ظاہراً بچے کو دیا مگر یقیناً معلوم ہے کہ مقصد تو ماں باپ ہی کو دینا ہے مگر اس چیز کو حقیر سمجھ کر بچے ہی کے نام سے دیدیا تو ماں باپ کی ملکیت ہے، وہ جو چاہیں کریں، پھر اس میں بھی دیکھ لیں کہ اگر ماں کے رشتہ داروں نے دیا ہے تو ماں کا ہے، اگر باپ کے رشتہ داروں نے دیا ہے تو باپ کا ہے۔

مسئلہ (۱۷): اپنے نابالغ لڑکے کے لیے کپڑے بنوائے تو وہ لڑکا مالک ہوگیا یا نابالغ لڑکی کے لیے زیور بنوایا تو وہ لڑکی اس کی مالک ہوگئی، اب وہ کپڑے یا زیور کسی اور لڑکے یا لڑکی کو دینا درست نہیں، جس کے لیے بنوائے ہیں اسی کو دے، البتہ اگر بناتے وقت صاف کہہ دیا کہ یہ میری ہی چیز ہے، عاریت کے طور پر دیتا ہوں تو بنوانے والے کی رہے گی۔

مسئلہ (۱۸): جس طرح خود بچہ اپنی چیز کسی کو دے نہیں سکتا اسی طرح ماں باپ کو بھی نابالغ اولاد کی چیز کسی کو دینے کا اختیار نہیں، اگر ماں باپ اس کی چیز کسی کو دے دیں یا ذرا دیر یا کچھ دن کے لیے عاریت پر دے دیں تو اس کے لیے لینا درست نہیں۔ البتہ اگر ماں باپ کو غربت کی وجہ سے سخت ضرورت ہو اور وہ چیز کہیں اور سے ان کو نہ مل سکے تو ایسی مجبوری کے وقت اپنی اولاد کی چیز لے لینا درست ہے۔

مسئلہ (۱۹): ماں باپ وغیرہ کے لیے بچے کا مال کسی کو قرض دینا بھی صحیح نہیں، بلکہ بغیر مجبوری کے خود قرض لینا بھی صحیح نہیں، البتہ اگر سخت مجبوری ہو تو والدین کے لیے بچے کا مال بطورِ قرض لینا صحیح ہے۔

ہبہ دے کر واپس لینا:

مسئلہ (۲۰): کسی کو کوئی چیز دینے کے بعد واپس لینا بڑا گناہ ہے، لیکن اگر کوئی واپس لے لے اور جس کو دی تھی وہ اپنی خوشی سے واپس بھی کر دے تو دینے والا پھر اس کا مالک بن جائے گا، مگر بعض صورتیں ایسی ہیں جن میں واپس لینے کا اختیار بالکل نہیں رہتا، مثلاً: تم نے کسی کو بکری دی، اس نے کھلا پلا کر اس کو خوب موٹا تازہ کر دیا تو اب واپس لینے کا اختیار نہیں یا کسی کو زمین دی، اس نے اس میں گھر بنا لیا یا باغ لگا لیا تو اب واپس لینے کا اختیار نہیں یا کپڑا دینے کے بعد اس نے کپڑے کو سی لیا یا رنگ کر لیا یا دھلوا لیا تو اب واپس لینے کا اختیار نہیں۔

مسئلہ (۲۱): کسی کو بکری دی، اس کے ایک دو بچے ہوئے تو واپس لینے کا اختیار باقی ہے، لیکن صرف بکری واپس لے سکتا ہے، بچے نہیں لے سکتا۔

مسئلہ (۲۲): دینے کے بعد اگر دینے والا یا لینے والا مر جائے تب بھی واپس لینے کا اختیار نہیں رہتا۔

مسئلہ ۲۳: بیوی نے اپنے شوہر کو یا شوہر نے اپنی بیوی کو کچھ دیا تو اس کو واپس لینے کا اختیار نہیں، اسی طرح اگر کسی نے ایسے رشتہ دار کو کچھ دیا جس سے نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہے اور رشتہ خون کا ہے، جیسے: بھائی، بہن، بھتیجا، بھانجا وغیرہ تو اس سے واپس لینے کا اختیار نہیں؛ اور اگر رشتہ داری تو ہے لیکن نکاح حرام نہیں، جیسے: چچا زاد، پھوپھی زاد بہن بھائی وغیرہ یا نکاح حرام تو ہے لیکن نسب کے اعتبار سے قرابت نہیں یعنی رشتہ خون کا نہیں، بلکہ دودھ کا رشتہ یا اور کوئی رشتہ ہے، جیسے: دودھ شریک بھائی، بہن وغیرہ یا داماد، ساس، خسر وغیرہ تو ان سب سے واپس لینے کا اختیار رہتا ہے۔

مسئلہ ۲۴: جتنی صورتوں میں واپس لینے کا اختیار ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ بھی واپس دینے پر راضی ہو جائے اس وقت واپس لینے کا اختیار ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، لیکن گناہ اس میں بھی ہے اور اگر وہ راضی نہ ہو اور واپس نہ کرے تو قاضی کے فیصلہ کے بغیر زبردستی واپس لینے کا اختیار نہیں اور اگر قاضی کے فیصلہ کے بغیر زبردستی واپس لے لے تو یہ مالک نہ ہوگا۔

صدقہ اور خیرات:

مسئلہ ۲۵: ہبہ کے جو احکام بیان ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے صدقہ وخیرات کرنے کے بھی اکثر وہی احکام ہیں، مثلاً: صدقہ کی چیز قبضہ کیے بغیر فقیر کی ملکیت میں داخل نہیں ہوتی اور جس چیز کے ہبہ کرنے کے لیے تقسیم کرنا شرط ہے اس کو صدقہ کرنے کے لیے بھی تقسیم کرنا شرط ہے، جس چیز کو خالی کرکے ہبہ کرنا ضروری ہے اس کو یہاں بھی خالی کرکے دینا ضروری ہے، البتہ دو باتوں میں فرق ہے: ایک یہ ہے کہ ہبہ دے دینے کے بعد رضامندی سے واپس لینے کا اختیار رہتا ہے اور صدقہ دے دینے کے بعد واپس لینے کا اختیار نہیں رہتا۔ دوسری یہ ہے کہ آٹھ دس روپے اگر دو فقیروں کو دیدو کہ تم دونوں تقسیم کر لینا تو یہ بھی درست ہے اور ہبہ میں اس طرح کرنا درست نہیں۔[1]

مسئلہ ۲۶: کسی فقیر کو ایک روپے دینا چاہ رہا تھا مگر غلطی سے پانچ روپے چلے گئے تو ان کو واپس لینے کا اختیار نہیں، سب کو صدقہ سمجھے۔

۱- کیونکہ ہبہ میں تقسیم کرکے دینا شرط ہے، اس لیے کہ ہبہ میں مقصد کسی کا دل خوش کرنا ہے اور لینے والے ہی کو دینا مقصود ہے، اگر لینے والے زیادہ ہوں گے تو ہبہ مشترک ہوگا جو صحیح نہیں، جبکہ صدقہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ایک ہے لہٰذا یہ صدقہ مشترک نہیں ہوا۔

اضافہ

بلا عذر ہدیہ قبول نہ کرنا:

حدیث شریف میں ہدیہ لینے دینے کی ترغیب دی گئی ہے اور اس کو آپس کی محبت کا ذریعہ بتایا گیا ہے، اس لیے اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو کوئی ہدیہ پیش کرے تو اس کو قبول کرنا چاہیے، بلا عذر شرعی اس کو قبول کرنے سے انکار کرنا خلافِ سنت ہے۔[۱]

اولاد کو کم زیادہ دینا:

اگر کوئی شخص زندگی میں اپنی جائیداد اولاد کو ہبہ کرنا چاہے تو اس کے احکام کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- بلا وجہ کچھ کو زیادہ اور کچھ کو کم نہ دے، سب کو برابر دے۔ ہبہ میں بیٹوں اور بیٹیوں میں برابر تقسیم کرنا مستحب ہے۔ اس کا حکم وراثت جیسا نہیں۔

۲- اگر کوئی وجہ مثلاً: والدین کی خدمت، دینی خدمات میں مشغولیت، تعلیمی اخراجات یا کوئی اور معقول ضرورت ہو تو بعض کو زیادہ دینے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

۳- بعض اولاد کو بلا وجہ محروم کر دینے کی نیت سے دوسروں کو زیادہ دینا مکروہِ تحریمی ہے۔[۲]

ہبہ میں قبضہ کی تفصیل:

ہبہ کے مکمل ہونے کے لیے شرط ہے کہ جس کو ہبہ کیا گیا وہ اس چیز پر قبضہ کر لے، اس کے بغیر ہبہ مکمل نہیں ہوتا۔[۳] ہبہ کی مجلس میں قبضے کے لیے اتنا کافی ہے کہ ہبہ کرنے والا چیز پر قبضہ کرنے سے منع نہ کرے، سامنے رکھ دے۔ اس صورت میں اگر ہبہ قبول کرنے والا قبضہ کر لیتا ہے تو اس کی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے اور اگر مجلس میں قبضہ نہیں ہوا تو بعد میں قبضے کے لیے مالک کی صریح اجازت شرط ہے، چاہے اجازت ہبہ کے وقت دی گئی ہو یا بعد میں قبضہ سے پہلے۔[٤]

۱- إمداد الفتاوی: ۳/٤٨۳

۲- أحسن الفتاوی: ۷/۲٥٦، إمداد الفتاوی: ۳/٤۷۰، إمداد الأحکام: ٤/٥٤

۳- صفحہ 239 پر دیکھئے فیض الباری کا ایک حوالہ جس میں اس مسئلے کے متعلق کچھ تحقیق ہے۔

٤- أحسن الفتاوی: ۷/۲٦۲

کِتَابُ الاِجَارَۃ*

(کرایہ کے احکام)

''اجارہ'' اسلامی فقہ کی ایک اصطلاح ہے، جس کا لغوی معنی ہے کوئی چیز کرائے پر دینا۔

اسلامی فقہ میں ''اجارہ'' کی اصطلاح دو مختلف صورتوں کے لیے استعمال ہوتی ہے:

پہلی صورت میں اجارے کا معنی ہے کسی شخص کی خدمات حاصل کرنا جس کے معاوضے میں اسے تنخواہ دی جاتی ہے۔ خدمات حاصل کرنے والے کو ''مستاجر'' اور اس ملازم کو ''اجیر'' کہا جاتا ہے، لہٰذا اگر ''الف'' ''ب'' کو اپنے دفتر میں ماہانہ تنخواہ کی بنیاد پر منیجر یا کلرک رکھتا ہے تو ''الف'' مستاجر ہے اور ''ب'' اجیر ہے۔ اسی طرح اگر ''الف'' کسی قلی (پورٹر) کی خدمات حاصل کرتا ہے تاکہ وہ اس کا سامان ائیر پورٹ تک پہنچائے تو ''الف'' مستاجر ہے جبکہ وہ پورٹر اجیر ہے اور دونوں صورتوں میں فریقین کے درمیان طے پانے والا معاملہ ''اجارہ'' کہلائے گا۔ اجارے کی اس قسم میں تمام وہ معاملات شامل ہیں جن میں کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی خدمات حاصل کرتا ہے۔ جس کی خدمات حاصل کی گئی ہیں وہ کوئی ڈاکٹر، قانون دان، معلم، مزدور یا کوئی ایسا شخص ہوسکتا ہے جو ایسی خدمات مہیا کرسکتا ہو جن کی کوئی قیمت لگائی جاسکتی ہو۔ اسلامی فقہ کی اصطلاح کے مطابق ان میں سے ہر شخص کو ''اجیر'' کہا جاسکتا ہے اور جو شخص ان کی خدمات حاصل کرتا ہے اسے مستاجر کہا جائے گا۔ جبکہ اجیر کو دی جانے والی تنخواہ ''اجرت'' کہلائے گی۔

''اجارہ'' کی دوسری قسم کا تعلق انسانی خدمات کے ساتھ نہیں بلکہ اثاثہ جات اور جائیداد کے منافع (حق استعمال) کے ساتھ ہے، اس مفہوم میں ''اجارہ'' کا معنی ہے ''کسی متعین مملوکہ چیز کے منافع (Usufructs) کسی دوسرے شخص کو ایسے کرائے کے بدلے میں منتقل کردینا جس کا اس سے مطالبہ کیا جائے۔'' اس صورت میں ''اجارہ'' کی اصطلاح انگریزی اصطلاح (Leasing) کے ہم معنی ہوگی، کرایے پر دینے والا ''موجر'' (Lessor) کہلاتا ہے اور کرایے پر لینے والے کو

---

*اجارہ سے متعلق جدید اسلوب میں لکھے گئے یہ مسائل شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کی کتاب ''اسلامی بینکاری کی بنیادیں'' سے لیے گئے ہیں۔ آگے چل کر جہاں سے بہشتی زیور کی عبارت شروع ہوتی ہے وہاں حاشیے میں نشان دہی کردی گئی ہے۔

''مستاجر'' (Lessee) کہا جاتا ہے اور موجر کو جو کرایہ دیا جاتا ہے اسے ''اجرت'' کہتے ہیں۔

اجارے کی دونوں قسموں پر اسلامی فقہی لٹریچر میں تفصیلی بحث کی گئی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے اپنے قواعد وضوابط ہیں۔ اجارے کی دوسری قسم کے قواعد بیع کے قواعد کے کافی مشابہ ہیں، اس لیے کہ دونوں صورتوں میں کوئی چیز دوسرے شخص کو معاوضے کے بدلے میں منتقل کی جاتی ہے۔ بیع اور اجارہ میں فرق صرف یہ ہے کہ بیع میں جائیداد بذاتِ خود خریدار کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور اجارے کی صورت میں جائیداد خود منتقل کرنے والے کی ملکیت میں رہتی ہے، صرف اسے استعمال کرنے کا حق مستاجر کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

اگرچہ ''اجارہ'' کے اصول اتنے زیادہ ہیں کہ ان کے لیے ایک مستقل جلد درکار ہے، ہم اس باب میں صرف ان بنیادی اصولوں کو مختصراً بیان کرنے کی کوشش کریں گے جن کا جاننا اس عقد کی نوعیت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے اور جن کی عموماً جدید معاشی سرگرمیوں میں ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ یہ اصول یہاں مختصر نوٹس کی شکل میں بیان کیے جا رہے ہیں تاکہ قارئین انہیں مختصر حوالے کے لیے استعمال کر سکیں۔

اجارہ (لیزنگ) کے بنیادی قواعد:

۱۔ لیزنگ ایک ایسا عقد ہے جس کے ذریعے کسی چیز کا مالک طے شدہ مدت کے لیے طے شدہ معاوضے کے بدلے میں اس چیز کے استعمال کا حق کسی اور شخص کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔

۲۔ لیز ایسی چیز کا ہو سکتا ہے جس کا کوئی ایسا استعمال ہو جس کی کوئی قدر و قیمت ہو، لہٰذا جس چیز کا کوئی استعمال نہ ہو وہ لیز پر نہیں دی جا سکتی۔

۳۔ لیز کے صحیح ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ لیز پر دی گئی چیز کی ملکیت مؤجر ہی کے پاس رہے اور مستاجر کو صرف حق استعمال منتقل ہو، لہٰذا ہر ایسی چیز جسے صرف کیے بغیر (یعنی ختم کیے بغیر یا اپنے پاس سے نکالے بغیر) استعمال نہیں کیا جا سکتا ان کی لیز بھی نہیں ہو سکتی، اس لیے نقد رقم کھانے پینے کی اشیاء، ایندھن اور گولہ بارود وغیرہ کی لیز ممکن نہیں ہے۔ اس لیے کہ انہیں خرچ کیے بغیر ان کا استعمال ممکن نہیں ہے۔ اگر اس نوعیت کی کوئی چیز لیز پر دے دی گئی ہے تو اسے ایک قرض سمجھا جائے گا اور قرض کے سارے احکام اس پر لاگو ہوں گے۔ اس غیر صحیح لیز پر جو بھی کرایہ لیا جائے گا وہ قرض پر لیا جانے والا سود ہوگا۔

۴۔ لیز پر دی گئی جائیداد بذاتِ خود چونکہ مؤجر کی ملکیت میں ہے اس لیے ملکیت کی وجہ سے پیدا ہونے والی ذمہ

داریوں کو بھی وہ خود ہی اٹھائے گا، لیکن اس کے استعمال کے متعلق ذمہ داریوں کو مستاجر برداشت کرے گا۔

مثال:

''الف'' نے اپنا گھر ''ب'' کو کرایہ پر دیا، اس جائیداد کی طرف منسوب ٹیکس ''الف'' کے ذمے ہوں گے، جبکہ پانی کا ٹیکس، بجلی کے بل اور مکان کے استعمال کے حوالے سے دیگر اخراجات ''ب'' یعنی مستاجر پر ہوں گے۔

۵۔ لیز کی مدت کا تعین واضح طور پر ہو جانا چاہیے۔

۶۔ لیز کے معاہدے میں لیز کا جو مقصد متعین ہوا ہے مستاجر اس اثاثے کو اس کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے استعمال نہیں کر سکے گا۔ اگر معاہدے میں کوئی مقصد طے نہیں ہوا تو مستاجر اسے ان مقاصد کے لیے استعمال کر سکتا ہے جن کے لیے عام حالات میں اسے استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر وہ اسے غیر معمولی مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہتا ہے (جس کے لیے عموماً وہ چیز استعمال نہیں ہوتی) تو وہ موجر (مالک) کی صریح اجازت کے بغیر ایسا نہیں کر سکتا۔

۷۔ مستاجر کی طرف سے اس چیز کے غلط استعمال یا غفلت وکوتاہی کی وجہ سے جو نقصان ہو وہ اس کا معاوضہ دینے کا ذمہ دار ہے۔

۸۔ لیز پر دی گئی چیز لیز کی مدت کے دوران موجر کے ضمان (Risk) میں رہے گی، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی سبب سے نقصان ہو جائے جو مستاجر کے اختیار سے باہر ہو تو یہ نقصان موجر (مالک) برداشت کرے گا۔

۹۔ جو جائیداد دو یا زیادہ شخصوں کی مشترکہ ملکیت میں ہو وہ بھی لیز پر دی جا سکتی ہے اور کرایہ، مالکان کے درمیان ملکیت میں ان کے حصے کے تناسب سے تقسیم ہوگا۔

۱۰۔ جو شخص کسی جائیداد کی ملکیت میں شریک ہو اور اس کا مشترک حصہ الگ نہ ہو سکے تو وہ اپنا متناسب حصہ اپنے شریک ہی کو کرائے پر دے سکتا ہے کسی اور شخص کو نہیں۔[۱]

۱۱۔ لیز کے صحیح ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ لیز پر دی جانے والی چیز فریقین کے لیے اچھی طرح متعین ہونی چاہیے۔

۱۔ اس لیے کہ دوسرا شخص جو بقیہ حصہ کے استعمال کا حق نہیں رکھتا، اس غیر متمیز جائیداد سے اپنا حق انتفاع وصول نہیں کر سکے گا۔

مثال:

''الف''''ب'' سے کہتا ہے کہ میں تمہیں اپنی دو دکانوں میں سے ایک کرایہ پر دیتا ہوں۔''ب'' بھی اس سے اتفاق کر لیتا ہے تو یہ اجارہ باطل ہوگا الا یہ کہ دونوں دکانوں میں سے ایک کی تعیین اور شناخت ہو جائے۔

کرائے کا تعین:

۱۲-لیز کی پوری مدت کے لیے کرائے کا تعین عقد کے وقت ہی ہو جانا چاہیے۔

یہ بھی جائز ہے کہ لیز کی مدت کے مختلف مراحل کے لیے کرایہ کی مختلف مقداریں طے کر لی جائیں، لیکن شرط یہ ہے کہ ہر مرحلے کے کرائے کی مقدار کا پوری طرح تعین لیز کے روبہ عمل آتے ہی ہو جانا چاہیے۔اگر بعد میں آنے والے کسی مرحلے کا کرایہ طے نہیں کیا گیا یا اسے مؤجر کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا تو یہ اجارہ صحیح نہیں ہوگا۔

مثال:

۱- ''الف'' اپنا گھر پانچ سال کی مدت کے لیے''ب'' کو کرائے پر دیتا ہے، پہلے سال کا کرایہ دو ہزار ماہانہ مقرر کیا گیا ہے اور یہ بھی طے پا گیا ہے کہ ہر اگلے سال کا کرایہ پچھلے سال سے دس فیصد زیادہ ہوگا، تو یہ اجارہ صحیح ہے۔

۲- مذکورہ مثال میں''الف'' معاہدے میں شرط لگاتا ہے کہ دو ہزار ماہانہ کرایہ صرف ایک سال کے لیے مقرر کیا گیا ہے، اگلے سالوں کا کرایہ بعد میں موجر کی مرضی سے طے ہوگا، تو یہ اجارہ باطل ہے اس لیے کہ کرایہ غیر متعین ہے۔

کرائے کا تعین اس مجموعی لاگت کی بنیاد پر کرنا جو موجر کو اس چیز کی خریداری پر پڑی ہے، جیسا کہ عموماً اسلامی بینکوں کے تمویلی اجارہ (فائنانشل لیز) میں ہوتا ہے، یہ بھی شریعت کے اصولوں کے خلاف نہیں ہے، بشرطیکہ اجارہ صحیحہ کی دوسری شرعی شرائط پر مکمل طور پر عمل کیا جائے۔

۱۳- موجر یکطرفہ طور پر کرائے میں اضافہ نہیں کر سکتا اور اس طرح کی شرط رکھنے والا معاہدہ بھی صحیح نہیں ہوگا۔

۱۴- مستاجر کو کرائے پر دیا گیا اثاثہ سپرد کرنے سے پہلے کرایہ یا اس کا کچھ حصہ پیشگی بھی قابل ادا قرار دیا جا سکتا ہے لیکن موجر اس طرح سے جو رقم حاصل کرے گا وہ علی الحساب ادائیگی (On Account) کی بنیاد پر ہوگی اور کرائے کے واجب الاداء ہونے کے بعد اسے اس میں ایڈجسٹ کر لیا جائے گا۔

۱۵- اجارے کی مدت اس تاریخ سے شروع ہوگی جبکہ اجارے پر دیا گیا اثاثہ مستاجر کے سپرد کر دیا جائے، چاہے وہ

اسے استعمال کرنا شروع کرے یا نہ کرے۔

۱۶- اگر اجارے پر دی گئی چیز اپنا متعلقہ کام کھو بیٹھتی ہے جس کے لیے وہ چیز کرائے پر دی گئی تھی اور اس کی مرمت بھی ممکن نہیں ہے تو اجارہ اس تاریخ سے فسخ ہو جائے گا جس تاریخ کو اس طرح کا نقصان ہوا ہے۔ تاہم اگر یہ نقصان متاجر کے غلط استعمال یا اس کی غفلت کی وجہ سے ہوا ہے تو وہ موجر کو قیمت میں واقع ہونے والی کمی کی ادائیگی کا ذمہ دار ہوگا، یعنی یہ دیکھا جائے گا کہ نقصان سے ذرا پہلے اس کی قیمت کیا تھی اور اب نقصان کے بعد کیا ہے؟

اجارے کے چند مسائل:[1]

مسئلہ (۱): جب تم نے پورے مہینہ کے لیے گھر کرایہ پر لیا اور اپنے قبضہ میں لے لیا تو مہینے کے بعد کرایہ دینا پڑے گا۔ چاہے اس میں رہنے کا اتفاق ہوا ہو یا خالی پڑا رہا ہو، کرایہ بہرحال واجب ہے۔

مسئلہ (۲): درزی کپڑا سی کر یا رنگریز رنگ کر یا دھوبی کپڑا دھو کر لایا تو اس کو اختیار ہے کہ جب تک تم سے اس کی اجرت نہ لے لے تب تک تمہیں کپڑا نہ دے۔ اجرت دیے بغیر اس سے زبردستی کپڑا لینا درست نہیں؛ البتہ اگر کسی مزدور سے غلے کی ایک بوری کچھ رقم کے وعدہ پر اٹھوائی تو وہ اپنی مزدوری مانگنے کے لیے تمہارا غلہ نہیں روک سکتا، کیونکہ وہاں سے لانے کی وجہ سے غلہ میں کوئی نئی بات نہیں پیدا ہوئی اور پہلی صورتوں میں کپڑے میں ایک نئی بات پیدا ہوگئی تھی۔

مسئلہ (۳): اگر کسی نے یہ شرط لگالی کہ یہ کام تم ہی کرنا، شاگرد وغیرہ دوسرے سے مت کروانا، مثلاً: میرا کپڑا تم ہی سینا یا تم ہی رنگنا یا تم ہی دھونا تو اس کو دوسرے سے کام کروانا درست نہیں اور اگر یہ شرط نہیں لگائی تو کسی اور سے بھی وہ کام کرا سکتا ہے۔

اجیر سے تاوان لینا:

مسئلہ (۴): رنگریز، دھوبی، درزی وغیرہ کسی کاریگر سے کوئی کام کرایا تو جو چیز اس کو دی ہے وہ اس کے پاس امانت ہے، اگر چوری ہو جائے یا اور کسی طرح اس کی لاپرواہی اور بے ضابطگی کے بغیر ضائع ہو جائے تو ان سے تاوان لینا درست نہیں۔ اگر دھوبی نے اس طرح کوٹ کوٹ کر کپڑا دھویا کہ وہ پھٹ گیا یا عمدہ ریشمی کپڑا بھٹی پر چڑھا دیا اور وہ خراب ہوگیا تو اس کا تاوان لینا جائز ہے۔ اسی طرح جو کپڑا اس نے تبدیل کر دیا اس کا تاوان لینا بھی درست ہے۔ اگر کپڑا گم ہوگیا اور وہ کہتا ہے کہ معلوم نہیں کیسے گم ہوا تو اس کا تاوان لینا بھی درست ہے اور اگر وہ کہے کہ میرے یہاں چوری ہوگئی اس میں وہ کپڑا بھی

۱- یہاں سے بہشتی زیور کے مسائل شروع ہو رہے ہیں۔

چوری ہو گیا تو اس صورت میں تاوان لینا درست نہیں۔

مسئلہ ⑤: کسی مزدور کو گھی، تیل وغیرہ گھر پہنچانے کو کہا، اس سے راستہ میں گر گیا تو اس کا تاوان لینا جائز ہے۔

مسئلہ ⑥: جو شخص ہر کسی کا کام نہیں کر رہا بلکہ صرف تمہارے ہی کام کے لیے ہے، مثلاً: گھریلو ملازم یا وہ مزدور جس کو تم نے دو چار دن یا مہینے کے لیے رکھا ہے، اس کے ہاتھ سے جو چیز ضائع ہو جائے اس کا تاوان لینا جائز نہیں، البتہ اگر وہ خود جان بوجھ کر نقصان کر دے تو تاوان لینا درست ہے۔

مسئلہ ⑦: بچے کو کھلانے پلانے کے لیے کسی کو اجرت پر رکھا گیا ہے، اس کی غفلت سے اگر بچے کا زیور وغیرہ یا اور کوئی چیز ضائع ہو گئی تو اسکا تاوان لینا درست ہے۔

اجارۂ فاسدہ:

مسئلہ ①: اگر مکان کرایہ پر لیتے وقت کوئی مدت بیان نہیں کی کہ کتنے دن کے لیے کرایہ پر لیا ہے یا کرایہ مقرر نہیں کیا یوں ہی لے لیا یا یہ شرط لگائی کہ جو کچھ اس میں ٹوٹ پھوٹ جائے گا وہ بھی کرایہ دار کو اپنے پاس سے ٹھیک کروانا ہوگا[1] یا کسی کو گھر اس وعدہ پر دیا کہ اس کی مرمت کرادیا کرے اور اس کا یہی کرایہ ہے، یہ سب فاسد اجارہ ہے اور اگر یوں کہہ دے کہ تم اس گھر میں رہو اور مرمت کرادیا کرو، کرایہ کچھ نہیں تو یہ عاریت ہے اور جائز ہے۔

مسئلہ ②: کسی نے یہ کہہ کر مکان کرایہ پر لیا کہ چار ہزار روپے ماہوار کرایہ دیا کریں گے، یہ نہ بتایا کہ کل کتنی مدت رہیں گے، تو ایک ہی مہینے کے لیے اجارہ صحیح ہوا۔ مہینے کے بعد مالک چاہے تو اس کو مکان سے نکال سکتا ہے، پھر جب کرایہ دار دوسرے مہینے میں رہ گیا تو اب ایک اور مہینے کا اجارہ صحیح ہو گیا، اسی طرح ہر مہینے میں نیا اجارہ ہوتا رہے گا، البتہ اگر کل مدت بتا دی کہ چار مہینے یا چھ مہینے رہونگا تو جتنی مدت بیان کی ہے اتنی مدت تک اجارہ صحیح ہوا، اس مدت کے پورا ہونے سے پہلے مالک اسے نہیں نکال سکتا۔

مسئلہ ③: پیسنے کے لیے کسی کو غلے دیے اور کہا کہ اسی میں سے ایک پاؤ آٹا اجرت کے طور پر لے لینا، یا کھیت کٹوایا اور کہا کہ اسی میں سے اتنا غلہ مزدوری کے طور پر لے لینا یہ سب اجارۂ فاسدہ ہے۔

۱۔ آج کل کے عرف کے مطابق کچھ معمولی چیزوں کی مرمت کرایہ دار کے ذمہ ہوتی ہے باقی مالکِ مکان کے۔ چونکہ یہ عرف عام کے تحت آتی ہے اس لیے اس سے اجارہ فاسد نہ ہوگا۔

مسئلہ ۴: اجارۂ فاسد کا حکم یہ ہے کہ جو کچھ طے ہوا ہے وہ نہ دیا جائے بلکہ اتنے کام کے لیے عموماً جتنی اجرت کا رواج ہو یا ایسے گھر کے لیے جتنے کرایہ کا رواج ہو (اسے ''اجرِ مثل'' کہتے ہیں) وہ دلایا جائے گا لیکن اگر عام کرایہ زیادہ ہے اور طے کم ہوا تھا تو پھر عام کرایہ کے مطابق نہیں دیا جائے گا بلکہ اس کو وہی ملے گا جو طے ہوا ہے۔ غرض یہ کہ دونوں میں سے جو کم ہو اس کو لینے کا حقدار ہے۔

مسئلہ ۵: گانا بجانا، ناچنا، بندر نچانا وغیرہ جتنی بیہودگیاں ہیں ان کا اجارہ صحیح نہیں، بالکل باطل ہے، اس لیے کچھ نہیں دیا جائے گا۔

مسئلہ ۶: کسی حافظِ قرآن کو کسی میت کے لیے قرآن پڑھ کر بخشنے کے لیے اجرت پر لیا تو یہ اجارہ صحیح نہیں، باطل ہے۔ نہ پڑھنے والے کو ثواب ملے گا اور نہ مردے کو اور پڑھنے والا اجرت کا مستحق نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۷: بکری، گائے، بھینس کے گابھن کرنے میں جس کا بکرا، بیل، بھینسا ہوتا ہے اس کے لیے گابھن کرانے کی اجرت لینا حرام ہے۔

مسئلہ ۸: دودھ پینے کے لیے بکری، گائے یا بھینس کرایہ پر لینا درست نہیں، کیونکہ یہاں دراصل دودھ کی خریداری ہے اور اس کی مقدار معلوم نہیں۔

مسئلہ ۹: جانور کو بٹائی پر دینا درست نہیں یعنی یوں کہنا کہ یہ مرغیاں یا بکریاں لے جاؤ اور پرورش کر کے اچھی طرح رکھو، جتنے بچہ ہوں گے وہ آدھے تمہارے آدھے ہمارے ہوں گے تو یہ درست نہیں۔[1]

مسئلہ ۱۰: کسی کی کوئی چیز گم ہوگئی، اس نے کہا: ''جو کوئی ہماری چیز بتا دے کہ کہاں ہے اس کو دس روپے دیں گے'' تو اگر کوئی بتا دے تب بھی روپے لینے کا حقدار نہیں، کیونکہ یہ اجارہ صحیح نہیں ہوا اور اگر کسی متعین آدمی سے کہا ہو کہ اگر تو بتا دے تو میں تمہیں دس روپے دوں گا تو اگر اس نے اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے یا کھڑے کھڑے بتا دیا تو کچھ نہیں پائے گا[2] اور اگر کچھ چل کر بتایا تو جو کچھ روپے وغیرہ طے ہوا تھا اس کا حقدار ہوگا۔

اجارہ ختم کر دینا:

مسئلہ ۱: کوئی گھر کرایہ پر لیا اور اس کی چھت بہت ٹپکتی ہے یا اس کا کوئی حصہ گر گیا، اور کوئی ایسا عیب نکل آیا جس

۱- یہ اجارہ فاسد ہے، اس لیے کہ اس میں اجرت اور مدت دونوں مجہول ہیں۔ (احسن الفتاویٰ: 7/309)

۲- کیونکہ اجارہ کے لیے ضروری ہے کہ اس کام میں کچھ نہ کچھ محنت کرنی پڑے، صرف زبان سے بتانے میں کوئی محنت نہیں۔ (المعاییر: 2/280)

کی وجہ سے اس میں رہنا مشکل ہے تو اجارہ ختم کر دینا درست ہے اور اگر بالکل ہی گر گیا تو اجارہ خود بخود ختم ہو گیا، تمہارے ختم کرنے اور مالک کے راضی ہونے کی ضرورت نہیں رہی۔

مسئلہ ۲: جب کرایہ پر لینے والے اور دینے والے میں سے کوئی مر جائے تو اجارہ ختم ہو جاتا ہے۔

مسئلہ ۳: اگر کوئی ایسا عذر پیدا ہو جائے کہ اجارہ ختم کرنا پڑے تو مجبوری کے وقت ختم کر دینا صحیح ہے، مثلاً: کہیں جانے کے لیے کوئی گاڑی وغیرہ کرایہ پر لی پھر رائے بدل گئی اور اب جانے کا ارادہ نہیں رہا تو اجارہ ختم کر دینا صحیح ہے۔

مسئلہ ۴: یہ جو دستور ہے کہ کرایہ طے کر کے اس کو کچھ بیعانہ دیدیتے ہیں، اگر جانا ہوا تو پھر اس کو پورا کرایہ دیتے ہیں اور وہ بیعانہ اس کرایہ میں ادا ہو جاتا ہے اور اگر جانا نہ ہوا تو وہ بیعانہ ضبط کر لیتا ہے، واپس نہیں دیتا، یہ ضبطی درست نہیں، بلکہ اس کو واپس دینا چاہیے۔

کِتَابُ الْغَصْب

(کوئی چیز زبردستی چھین لینا)

مسئلہ ۱: کسی کی چیز زبردستی لے لینا یا اس کی غیر موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر لے لینا بڑا گناہ ہے۔ جو چیز اجازت کے بغیر لے لی ہو اگر وہ چیز ابھی تک موجود ہو تو بعینہ وہی واپس کرنا لازم ہے اور اگر خرچ یا ضائع ہوگئی ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر ایسی چیز تھی کہ اس جیسی چیز بازار میں مل سکتی ہے[1] جیسے: غلہ، گھی، تیل، روپیہ، پیسہ، تو جیسی چیز لی ہے ویسی ہی چیز دینا واجب ہے اور اگر کوئی ایسی چیز لے کر ضائع کردی کہ اس جیسی ملنا مشکل ہے[2] تو اس کی قیمت دینی پڑے گی جیسے: مرغی، بکری، وغیرہ۔

مسئلہ ۲: چارپائی کا ایک آدھا پایہ ٹوٹ گیا یا پٹی یا چول ٹوٹ گئی یا اور کوئی چیز لے لی تھی وہ خراب ہوگئی تو خراب ہونے سے جتنا اس کا نقصان ہوا اتنا دینا پڑے گا۔

مسئلہ ۳: کسی کی رقم سے اس کی اجازت کے بغیر تجارت کی تو اس سے حاصل ہونے والا نفع لینا درست نہیں بلکہ اصل رقم مالک کو واپس کردے اور جو نفع ہوا ہے مساکین پر صدقہ کردے۔

مسئلہ ۴: کسی کا کپڑا اپھاڑ دیا تو اگر تھوڑا اپھٹا ہے تب تو جتنا نقصان ہوا ہے اتنا تاوان دینا پڑے گا اور اگر ایسا پھاڑ ڈالا کہ اب اس کام کا نہیں رہا جس کام کے لیے پہلے تھا تو اس صورت میں یہ سارا کپڑا اسی پھاڑنے والے کو دیدے اور اس سے کپڑے کی پوری قیمت وصول کرے۔

مسئلہ ۵: کسی کا نگینہ لے کر انگوٹھی میں لگا لیا تو اب اس کی قیمت دینی پڑے گی، انگوٹھی توڑ کر نگینہ نکال کر دینا واجب نہیں۔

مسئلہ ۶: کسی کا کپڑا لے کر رنگ لیا تو کپڑے کے مالک کو اختیار ہے، چاہے رنگا ہوا کپڑا لے لے اور رنگنے سے

۱- ایسی چیز کو شریعت میں ''مثلی'' یا ''ذوات الامثال'' کہتے ہیں۔

۲- ایسی چیز کو شریعت میں ''قیمی'' یا ''ذوات القیم'' کہتے ہیں۔

کپڑے کی قیمت میں جتنا اضافہ ہوا ہے اتنی رقم رنگنے والے کو دیدے اور چاہے اپنے کپڑے کی قیمت لے لے اور کپڑا اسی کے پاس رہنے دے۔

مسئلہ ⑦: تاوان دینے کے بعد پھر اگر وہ چیز مل گئی تو دیکھنا چاہیے کہ تاوان اگر مالک کے کہنے کے مطابق دیا ہے[1] تو اب اس چیز کو واپس کرنا واجب نہیں، بلکہ وہ چیز اس کی ہوگئی اور اگر مالک کی مانگ کے مطابق نہیں دیا بلکہ اس سے کم دیا ہے تو اس صورت میں تاوان واپس کر کے اپنی چیز لے سکتا ہے۔

مسئلہ ⑧: دوسرے کی بکری یا گائے گھر میں آگئی تو اس کا دودھ دوہنا حرام ہے، جتنا دودھ لے گا اس کی قیمت دینی پڑے گی۔

مسئلہ ⑨: سوئی دھاگہ، کپڑے کی دھجی، پان، تمباکو وغیرہ جیسی چیزیں معمولی سمجھ کر بغیر اجازت لے لینا درست نہیں۔ جو لیا ہے اس کی قیمت دینا واجب ہے یا اس سے کہہ کر معاف کرا لے، ورنہ قیامت میں دینا پڑے گا۔

۱- یعنی جتنی قیمت اس نے طلب کی ہے اتنی دی ہے۔

کِتَابُ الشُّفعَۃ

(شفعہ کا بیان)

تعریف:

غیر منقولہ جائیداد کو خریدنے والے سے قیمتِ خرید پر اس کی رضا مندی کے بغیر لے لینا ''شفعہ'' کہلاتا ہے۔ جو شخص (شریک یا پڑوسی) شفعہ کا دعویٰ کرکے زمین وغیرہ مشتری سے لے لے اسے ''شفیع'' کہتے ہیں۔

مسئلہ (۱): جس وقت شفیع کو جائیداد کی فروخت کی خبر پہنچی اس وقت اس نے زبان سے یہ نہ کہا کہ میں شفعہ کروں گا تو حق شفعہ باطل ہوجائے گا پھر اس شخص کے لیے دعویٰ کرنا جائز نہیں، حتیٰ کہ اگر شفیع کے پاس خط پہنچا اور اس کے شروع میں یہ خبر لکھی ہے کہ فلاں مکان فروخت ہوا اور اس وقت اس نے زبان سے یہ نہ کہا کہ میں شفعہ کروں گا یہاں تک کہ پورا خط پڑھ گیا اور پھر کہا کہ میں شفعہ کروں گا تو اس کا حق شفعہ باطل ہوگیا۔

مسئلہ (۲): اگر شفیع نے کہا کہ مجھے اتنا روپیہ دو تو پھر حق شفعہ سے دستبردار ہوجاؤں گا تو اس صورت میں چونکہ وہ اپنا حق ساقط کرنے پر راضی ہوگیا، اس لیے شفعہ تو ساقط ہوا لیکن چونکہ اس طرح لینا رشوت ہے، اس لیے یہ روپیہ لینا دینا حرام ہے۔

مسئلہ (۳): اگر ابھی تک حاکم نے شفعہ نہیں دلایا تھا کہ شفیع فوت ہوگیا تو اس صورت میں اس کے وارثوں کو شفعہ کا حق نہیں ہوگا اور اگر خریدار فوت ہوگیا تو شفعہ باقی رہے گا۔

مسئلہ (۴): شفیع کو خبر پہنچی کہ اتنی قیمت میں مکان بکا ہے، یہ سن کر اس نے دستبرداری ظاہر کی۔ پھر معلوم ہوا کہ کم قیمت میں بِکا ہے تو اس وقت پھر وہ شفعہ کرسکتا ہے، اسی طرح پہلے سنا تھا کہ فلاں شخص خریدار ہے، پھر سنا کہ نہیں، بلکہ دوسرا خریدار ہے یا پہلے سنا تھا کہ آدھا بکا ہے پھر معلوم ہوا کہ پورا بکا ہے۔ ان صورتوں میں پہلی دستبرداری سے حق شفعہ باطل نہ ہوگا۔

فیصلہ میں تاخیر سے حق شفعہ باطل نہیں ہوتا:

اگر شفیع نے شفعہ کا دعویٰ دائر کردیا، فیصلہ میں تاخیر ہوتی رہی یہاں تک کہ کئی سال گزر گئے، پھر بھی شفیع کا حق شفعہ باطل

نہیں ہوگا۔ یہ تاخیر عدالت کی طرف سے ہے، شفیع کا اس میں قصور نہیں۔[۱]

اضافہ

حق شفعہ میں ترتیب کی تفصیل:

شفعہ کا حق سب سے پہلے اس کو ہے جو فروخت شدہ جائیداد میں شریک ہو، اس کے بعد وہ جو اس کے حقوق (گھر کی گلی یا راستہ اور زمین کے پانی کی باری) میں شریک ہو، اس کے بعد وہ جس کی جائیداد اس جائیداد سے متصل ہو۔ اگر شریک موجود ہو تو گلی یا پانی میں شریک اور ہمسایہ کو شفعہ نہیں ملے گا، اس طرح اگر گلی یا پانی کا شریک ہو تو ہمسایہ کو نہیں ملے گا، البتہ اگر شریک شفعہ چھوڑ دے تو ہمسایہ کو شفعہ ملے گا۔

اگر ایک شفیع جائیداد میں بھی شریک ہے اور اس کے حقوق میں بھی، دوسرا شفیع صرف جائیداد میں شریک ہے تو دونوں کو برابر شفعہ کا حق ہے، اسی طرح اگر ایک کی زمین زیادہ لگتی ہے، دوسرے کی کم تو بھی شفعہ میں برابر ہوں گے۔[۲]

شفعہ سے بچنے کے لیے قیمت زیادہ لکھوانا:

شفعہ سے بچنے کے لیے بائع اور مشتری جائیداد کے دستاویزات میں اصل مقررہ قیمت سے زیادہ رقم لکھواتے ہیں، بعد میں اگر شفیع شفعہ طلب کرتا ہے تو اس کو اصل قیمت کی بجائے وہ فرضی اور اضافی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے، اس میں غلط بیانی کر کے شفیع سے زیادہ قیمت وصول کی جاتی ہے، اس لیے یہ طریقہ ناجائز ہے، اگر شفیع شفعہ نہ مانگے تو بھی یہ طریقہ جائز نہیں، کیونکہ اس میں خلافِ واقعہ زیادہ رقم لکھی جاتی ہے۔[۳]

۱- أحسن الفتاوی: ۳۵۷/۷

۲- الدر المختار: ۲۸۱/٦ - ۲۲۲

۳- أحسن الفتاوی: ۳٦۲/۷، إمداد الأحکام: ١٦٤/٤

کتاب القسمۃ

(مشترک چیز تقسیم کرنا)

مسئلہ ۱: دو آدمیوں نے مل کر بازار سے گندم منگوائی تو اب تقسیم کرتے وقت دونوں کا موجود ہونا ضروری نہیں، دوسرا حصہ دار موجود نہ ہو تب بھی ٹھیک ٹھیک تول کر اس کا اور اپنا حصہ الگ الگ کر لینا درست ہے، اپنا حصہ الگ کرنے کے بعد اس سے کھانا، پینا یا کسی کو ہدیہ کرنا سب جائز ہے، اسی طرح گھی، تیل، انڈے وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے۔ غرض یہ کہ جو چیز ایسی ہو کہ اس میں کچھ فرق نہ ہوتا ہو، جیسے کہ انڈے سب برابر ہوتے ہیں یا گندم کے دو حصے کیے تو دونوں حصے برابر ہونگے، ایسی سب چیزوں کا یہی حکم ہے کہ دوسرے کے موجود نہ ہوتے وقت بھی تقسیم کر کے اپنا حصہ لے لینا درست ہے، لیکن اگر دوسرے نے ابھی اپنا حصہ نہیں لیا تھا کہ کسی طرح وہ ضائع ہو گیا تو وہ نقصان دونوں کا ہوگا، جیسے شرکت میں بیان ہوا ہے اور جن چیزوں میں فرق ہوا کرتا ہے، جیسے: امرود، نارنگی وغیرہ ان کا حکم یہ ہے کہ جب تک دونوں حصہ دار موجود نہ ہوں حصہ بانٹ کر لینا درست نہیں۔

مسئلہ ۲: دو آدمیوں نے مل کر آم، امرود وغیرہ کچھ منگوایا اور ایک کہیں چلا گیا تو دوسرے کے لیے اس میں سے کھانا درست نہیں، جب وہ آجائے تو اس کے سامنے اپنا حصہ الگ کر کے کھائے، ورنہ گناہ ہوگا۔

مسئلہ ۳: دو آدمیوں نے مل کر چنے بھنوائے تو اندازے سے تقسیم کرنا درست نہیں، بلکہ خوب ٹھیک ٹھیک تول کر آدھا آدھا کرنا چاہیے، اگر کسی طرف کمی بیشی ہو جائے گی تو سود ہو جائے گا۔[1]

۱- اس لیے کہ تقسیم کرنا ایک اعتبار سے بیچنے کی طرح ہے کہ ہر شریک نے اپنے حصے میں آنے والی مقدار میں موجود دوسرے کا حصہ خرید لیا اور بدلے میں اس کے حصے میں موجود اپنا حصہ دے دیا۔ جب تقسیم ایک طرح سے خرید و فروخت ہے تو باب الربا میں گذر چکا ہے کہ ایسی ہم جنس چیزوں کے تبادلے میں جو تل کر بکتی ہوں ذرا سی کمی بیشی بھی سود ہے۔

کِتَابُ المزارعۃ

(کھیت بٹائی پر دینا)

مسئلہ (۱): ایک شخص نے خالی زمین کسی کو دے کر کہا کہ تم اس میں کھیتی باڑی کرو جو پیداوار ہوگی اس کو ایک متعین تناسب سے آپس میں تقسیم کرلیں گے، اسے شریعت کی اصطلاح میں ''مزارعت'' کہتے ہیں اور شرعاً یہ کچھ شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

مسئلہ (۲): مزارعت کے صحیح ہونے کے لیے مندرجہ ذیل شرطیں ہیں:

۱- زمین قابلِ کاشت ہو۔(۱)

۲- زمیندار اور کسان عاقل و بالغ ہوں۔

۳- مدتِ زراعت معلوم ہو۔

۴- بیج کس کی طرف سے ہوگا، کسان یا زمیندار کی طرف سے؟ یہ معلوم ہو۔

۵- یہ معلوم ہو کہ کیا چیز کاشت ہوگی؟

۶- کسان کا حصہ متعین ہو کہ کل پیداوار میں سے کتنا ہوگا؟

۷- مالک زمین کو خالی کر کے کسان کے حوالہ کردے۔

۸- زمین کی کل پیداوار میں کسان اور مالک اپنے اپنے حصے کے مطابق شریک ہوں۔(۲)

۹- زمین اور بیج ایک شخص کا ہو اور بیل، ٹریکٹر اور محنت وغیرہ دوسرے کے ہوں یا ایک کی صرف زمین اور باقی چیزیں دوسرے کی ہوں۔

مسئلہ (۳): اگر ان شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو مزارعت فاسد ہو جائے گی اور مزارعت فاسدہ میں پیداوار بیج والے کی ہوگی اور دوسرے شخص کو اگر وہ زمین والا ہے تو عرف کے مطابق زمین کا کرایہ ملے گا (یعنی جتنا کرایہ اس

۱- بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ ناقابل کاشت زمین بہت کم داموں پر اس لیے لے لی جاتی ہے کہ اگر فصل ہوگئی تو فائدہ ہی فائدہ ہے ورنہ جوئے کی طرح لگایا ہوا مال بھی واپس نہ آئے گا۔ اس شرط سے اس طرح کے غلط معاہدوں کی روک تھام مقصود ہے۔

۲- کل پیداوار میں شرکت کا مطلب یہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ مثلاً دس من دونوں میں سے کسی ایک کے ہوں اور باقی میں دونوں شریک ہوں۔

جیسی زمین کا اس علاقے میں ہوتا ہے) اور اگر وہ کاشتکار ہے تو اس کو عرف کے مطابق مزدوری ملے گی مگر یہ مزدوری اور کرایہ اس مقدار سے زیادہ نہیں دیا جائے گا جو دونوں کے درمیان طے ہو چکی تھی یعنی اگر مثلاً : آدھا آدھا طے ہوا تھا تو یہ مزدوری یا کرایہ کل پیداوار کے نصف سے زیادہ نہیں دیا جائے گا۔

مسئلہ (۴): مزارعت کا معاملہ طے ہونے کے بعد اگر دونوں میں سے کوئی شرط کے مطابق کام کرنے سے انکار کرے تو اس سے زبردستی کام لیا جائے گا لیکن اگر بیج والا انکار کرے تو اس پر زبردستی نہیں کی جائے گی۔

مسئلہ (۵): اگر عقد کرنے والے دونوں میں سے کوئی ایک مر جائے تو مزارعت باطل ہو جائے گی۔

مسئلہ (۶): اگر مزارعت کی متعین مدت گزر جائے اور فصل تیار نہ ہو تو کاشتکار کو متعینہ مدت سے زائد دنوں کا حساب کر کے زمین کی اجرت دینی ہوگی۔

مسئلہ (۷): بعض علاقوں میں یہ عرف ہے کہ بٹائی کی زمین میں جو غلہ پیدا ہوتا ہے اس کو تو معاہدہ کے مطابق آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں اور جو اجناس گھاس وغیرہ پیدا ہوتی ہے اس کو تقسیم نہیں کرتے بلکہ اس کے بدلے ایکڑوں کے حساب سے کاشتکار سے نقد کرایہ وصول کرتے ہیں۔ ظاہراً تو یہ شرط ناجائز معلوم ہوتی ہے، اس لیے کہ یہ عقد مزارعت کے خلاف ہے[1] مگر اس تاویل سے جائز ہو سکتی ہے کہ اس قسم کی اجناس کو پہلے ہی سے مزارعت سے خارج سمجھا جائے اور عرف کے اعتبار سے سابقہ معاملہ میں یوں تفصیل کی جائے کہ دونوں کی مراد یہ تھی کہ فلاں غلہ میں عقد مزارعت کرتے ہیں اور فلاں اجناس میں زمین اجارہ کے طور پر دی جاتی ہے مگر اس میں جانبین کی رضامندی شرط ہے۔

مسئلہ (۸): بعض زمینداروں کی عادت ہے کہ اپنے بٹائی کے حصہ کے علاوہ کاشتکار کے حصہ میں سے ملازموں کا حق بھی نکالتے ہیں۔ اس کا یہ حکم ہے کہ اگر عددی مقدار متعین کر کے طے کر لیا کہ مثلاً ہم دو من یا چار من ان کا حق بھی وصول کریں گے تو یہ جائز نہیں اور اگر ان کا حصہ فی صد میں طے کیا کہ مثلاً ایک من میں سے ایک کلو وصول کریں گے تو یہ درست ہے۔[2]

مسئلہ (۹): بعض لوگ یہ طے نہیں کرتے کہ کیا بویا جائے گا جس کی وجہ سے بعد میں اختلاف اور جھگڑا ہوتا ہے، یہ

۱- عقد مزارعت میں پوری پیداوار میں شرکت ضروری ہے، مذکورہ صورت میں جب گھاس مکمل طور پر مزارع کی ہوگی تو اس میں شرکت نہیں رہے گی، جو قانونِ مزارعت کے خلاف ہے۔

۲- فیصدی حصہ کی صورت میں جائز اور متعین مقدار کی صورت میں ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ فیصدی حصہ تو کسی بھی مقدار سے حاصل ہو سکتا ہے، مقدار کم ہو یا زیادہ، اور ہر مقدار میں شرکت باقی رہتی ہے، جبکہ متعین مقدار میں شرکت نہیں ہوتی اور ممکن ہے کہ پیداوار متعین مقدار ہی کے برابر حاصل ہو تو دوسرے کے لیے کچھ نہ بچے گا۔

جائز نہیں۔ یا تو اس بیج کی وضاحت کردے یا عام اجازت دیدے کہ جو چاہو کاشت کرلو۔

مسئلہ ۱۰: بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ کاشتکار زمین میں بیج بوکر دوسرے لوگوں کے سپرد کردیتا ہے اور یہ شرط لگائی جاتی ہے کہ تم اس میں محنت کرو اور اس کی دیکھ بھال کرو، جو کچھ حاصل ہوگا اس کا ایک تہائی مثلاً: تمہارا ہوگا، یہ بھی مزارعت ہے۔ اگر زمین کا اصل مالک اس کی اجازت دے تو جائز ہے، ورنہ جائز نہیں۔ اس صورت میں بھی سابقہ صورت کی طرح عرف کے اعتبار سے وہی تفصیل ہے کہ بعض اجناس تو ان دیکھ بھال اور خدمت کرنے والوں کو تقسیم کردیتے ہیں اور بعض میں فی ایکڑ کچھ نقد دیدیتے ہیں، پس اس میں بھی ظاہراً ناجائز ہونے کا وہی شبہ ہے اور جائز ہونے کی وہی تفصیل ہے جو مسئلہ نمبر ۷ میں گزری۔

مسئلہ ۱۱: اجارہ یا مزارعت میں بارہ سال یا کم وبیش کسی بھی مدت تک زمین سے نفع اٹھانے کے بعد اس زمین پر قبضہ کرکے اپنی ملکیت کا دعویٰ کرنا حرام وغصب ہے۔ مالک کی اجازت اور رضا مندی کے بغیر اس سے نفع حاصل کرنا بالکل جائز نہیں۔ اگر ایسا کیا تو اس کی پیداوار حرام ہوگی۔

کتاب المساقاۃ

(باغ بٹائی پر دینا)

مسئلہ (۱): ایک شخص نے باغ لگایا اور دوسرے شخص سے کہا کہ تم اس باغ کو پانی دو اور دیکھ بھال کرو۔ جو پھل حاصل ہوگا چاہے ایک دو سال یا دس بارہ سال تک نصف نصف یا تہائی دو تہائی تقسیم کریں گے، یہ ''مساقاۃ'' ہے اور یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ (۲): مساقاۃ کے احکام مزارعت کے احکام کی طرح ہیں۔

مسئلہ (۳): اگر پھل لگے ہوئے درخت دیکھ بھال کے لیے دیے اور پھل اس حالت میں ہوں کہ پانی دینے اور محنت کرنے سے بڑھتے ہوں تو یہ معاملہ درست ہے اور اگر ان کا بڑھنا پورا ہو چکا ہو تو مساقاۃ درست نہیں ہوگی، جیسے مزارعت کہ کھیتی تیار ہونے کے بعد درست نہیں۔

مسئلہ (۴): عقد مساقاۃ کا معاملہ جب فاسد ہو جائے تو پھل سب درخت والے کے ہوں گے اور کام کرنے والے کو عرف کے مطابق اتنی مزدوری ملے گی جتنی اس جیسے آدمی کو اس جیسے کام کی ملتی ہے۔ بالکل ویسا حکم ہے جیسا مزارعت میں بیان ہوا۔

کتاب الذبائح

(ذبح کے مسائل)

ذبح کرنے کا طریقہ:

مسئلہ (۱): ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جانور کا رخ قبلہ کی طرف کر کے تیز چھری ہاتھ میں لے کر "بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہہ کر اس کے گلے کو کاٹے، یہاں تک کہ چار رگیں کٹ جائیں۔ ایک نرخرہ جس سے جانور سانس لیتا ہے، دوسری اس سے چپکی ہوئی وہ نالی ہے جس سے دانہ پانی جاتا ہے اور دو موٹی شہ رگیں جو ان دونوں کے دائیں بائیں ہوتی ہیں۔ اگر ان چار میں سے تین رگیں کٹ جائیں تب بھی ذبح درست ہے، اس کا کھانا حلال ہے اور اگر صرف دو کٹیں تو وہ جانور مردار ہو گیا، اس کا کھانا درست نہیں۔

مسئلہ (۲): ذبح کے وقت جان بوجھ کر بسم اللہ نہیں پڑھی تو وہ جانور مردار ہے اور اس کا کھانا حرام ہے اور اگر بھول جائے تو وہ حلال ہے اور اس کا کھانا درست ہے۔

مسئلہ (۳): کند چھری سے ذبح کرنا مکروہ ہے، کیونکہ اس سے جانور کو بہت تکلیف ہوتی ہے، اسی طرح ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کی کھال کھینچنا، ہاتھ پاؤں توڑنا، کاٹنا اور دو نالیاں اور دو رگیں چاروں کٹ جانے کے بعد بھی گلا کاٹے جانا یہ سب مکروہ ہے۔

مسئلہ (۴): ذبح کرنے میں مرغی کا پورا گلا کٹ گیا تو یہ عمل مکروہ ہے لیکن اس مرغی کا کھانا درست ہے، مکروہ بھی نہیں، یعنی پوری گردن کاٹ دینا مکروہ ہے، مرغی مکروہ نہیں۔

مسئلہ (۵): مسلمان کا ذبیحہ بہر حال درست ہے، چاہے عورت ذبح کرے یا مرد اور چاہے پاک ہو یا ناپاک، ہر حال میں اس کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے اور کافر کا ذبح کیا ہوا جانور حرام ہے۔ [البتہ کفار میں سے صرف یہود و نصاریٰ اسلامی طریقہ کے مطابق ذبح کریں، جو خود ان کا اپنا طریقہ بھی ہے، تو ان کا ذبح کیا ہوا جانور بھی حلال ہے۔]

مسئلہ ⑥: جو چیز تیز دھار والی ہو، جیسے: دھار والا پتھر، گنے یا بانس کا چھلکا وغیرہ ان سب سے ذبح کرنا درست ہے۔

حلال وحرام جانور:

مسئلہ ⑦: جو جانور اور پرندے دوسرے جانوروں کا شکار کر کے کھاتے ہیں یا ان کی غذا صرف گندگی ہے، ان کو کھانا جائز نہیں، جیسے: شیر، بھیڑیا، گیدڑ، بلی، کتا، بندر، شکرا، باز، گدھ وغیرہ اور جو ایسے نہ ہوں، جیسے: طوطا، مینا، فاختہ، چڑیا، بٹیر، مرغابی، کبوتر، نیل گائے، ہرن، بطخ، خرگوش، وغیرہ یہ سب جائز ہیں۔

مسئلہ ⑧: بجو، گوہ، کچھوا، بھڑ، خچر حرام ہیں۔ گدھا، گدھی کا گوشت کھانا اور گدھی کا دودھ پینا درست نہیں۔ گھوڑے کا گوشت کھانا جائز ہے لیکن بہتر نہیں۔ دریائی جانوروں میں سے صرف مچھلی حلال ہے، باقی سب حرام ہیں۔

مسئلہ ⑨: مچھلی اور ٹڈی بغیر ذبح کیے ہوئے بھی کھانا درست ہے، ان کے سوا اور کوئی جاندار بغیر ذبح کیے کھانا درست نہیں، جب کوئی جانور مر گیا تو حرام ہو گیا۔

مسئلہ ⑩: جو مچھلی مر کر پانی کے اوپر الٹی تیرنے لگی، اس کا کھانا درست نہیں۔

مسئلہ ⑪: اوجھڑی کھانا حلال ہے، حرام یا مکروہ نہیں۔

مسئلہ ⑫: کسی چیز میں چیونٹیاں مر گئیں تو بغیر نکالے کھانا جائز نہیں، اگر بے احتیاطی سے ایک آدھ چیونٹی حلق میں چلی گئی تو مردار کھانے کا گناہ ہوا۔

مسئلہ ⑬: جو گوشت ہندو بیچتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں نے مسلمان سے ذبح کرایا ہے، اس سے خرید کر کھانا درست نہیں، البتہ جس وقت سے مسلمان نے ذبح کیا ہے اگر اسی وقت سے کوئی مسلمان برابر بیٹھا دیکھ رہا ہے یا ایک کے جانے کے بعد دوسرا کوئی اس کی جگہ بیٹھ کر دیکھتا رہا کہ یہ وہی گوشت ہے تب درست ہے۔

مسئلہ ⑭: جو مرغی گندی چیزیں کھاتی پھرتی ہو اس کو تین دن بند رکھ کر ذبح کرنا چاہیے، بغیر بند کیے کھانا مکروہ ہے۔

اضافہ

پانی میں دوا ڈالنے یا پانی خشک ہونے سے مچھلی مرگئی:

مچھلیوں کے شکار کے لیے پانی میں دوا ڈالی گئی جس سے مچھلیاں مرگئیں یا کسی نہر یا تالاب کا پانی خشک ہوگیا اور اس کی وجہ سے مچھلیاں مرگئیں تو وہ حلال ہیں۔[1]

حلال جانور میں سات چیزیں حرام ہیں:

حلال جانور میں سات چیزوں کے علاوہ باقی تمام اعضا حلال ہیں، سات حرام چیزیں یہ ہیں:

۱- بہتا خون   ۲- نر کی پیشاب گاہ   ۳- خصیتین (کپورے)

۴- مادہ کی پیشاب گاہ   ۵- غدود   ۶- مثانہ

۷- پِتّا[2]

ذبح کے وقت قبلہ رُخ ہونا:

ذبح کرنے والے اور جانور دونوں کا بوقتِ ذبح قبلہ رُخ ہونا سنتِ مؤکدہ ہے۔[3]

عُقدہ کے اوپر سے ذبح کرنا:

جانور کی گردن میں سر کی طرف جو عُقدہ (گرہ) ہوتا ہے، اس کو سر کی جانب چھوڑ کر جانور کو ذبح کیا جائے، یہ بہتر اور احتیاط کے مطابق ہے، اگر کسی نے عُقدہ کے اوپر سے جانور کو ذبح کر دیا اور عقدہ دھڑ کے ساتھ رہ گیا تو بھی جانور حلال ہے۔ حرام یا مکروہ نہیں۔[4]

۱- أحسن الفتاوی: ۷ / ۳۹۰

۲- إمداد الفتاوی: ٤/ ۱۱۸، أحسن الفتاوی: ۷/ ٤۰٦، إمداد الأحکام: ٤/ ۳۰۰

۳- أحسن الفتاوی: ۷/ ٤۰٦

٤- إمداد الفتاوی: ۳ / ۵۳۹، إمداد الأحکام: ٤/ ۲۵۲، أحسن الفتاوی: ۷/ ٤۱۷، إمداد المفتین: ص ۹٤۲

بندوق اور غلیل کا شکار:

بندوق کی گولی، چھرے اور غلیل سے شکار کیا گیا جانور ذبح کیے بغیر حلال نہیں ہوتا، اگر چہ اس پر بسم اللہ پڑھ کر گولی چلائی گئی ہو(۱) کیونکہ گولی اور غلیل سے حیوان کے اعضا کٹتے نہیں، ٹوٹ جاتے ہیں، جبکہ ذبح کے لیے جانور کے اعضاء کو تیز دھار والے آلے سے کاٹنا شرط ہے۔(۲)

مشینی ذبیحہ:

کئی جانوروں کو قطار میں کھڑا کر کے برقی مشین کے ذریعہ ذبح کرنے کے احکام یہ ہیں:

۱- یہ ذبح شرعی طریقہ کے خلاف ہے، اس میں گلے کی بجائے گدی سے جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے، یہ مکروہ اور ناجائز ہے۔

۲- اس میں جانور کا سرا لگ کر دیا جاتا ہے حالانکہ ایک ہی دفعہ میں سر دھڑ سے الگ کرنا مکروہ ہے۔

تاہم ان دونوں وجوہات کی بنا پر فعل ذبح کو مکروہ اور ناجائز کہا جائے گا، جانور حرام نہیں ہوگا، مگر اس شرط کے ساتھ کہ ذبح کرنے والا مسلمان یا عیسائی یا یہودی ہو اور ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھی ہو۔(۳)

ذبیحہ کے حلال ہونے کی شرط:

جانور کے حلال ہونے کے لیے شرط ہے کہ وہ ذبح کے وقت حرکت کرے یا اس سے خون نکل جائے، دونوں میں کوئی ایک ہو تو بھی جانور حلال ہو جائے گا۔(٤)

۱- اگر کوئی آلہ تیز دھار نہ ہو صرف زور سے کھینچ مارنے کی وجہ سے چوٹ لگائے تو اس دباؤ اور دھکے سے زخمی ہو کر مرنے والا جانور حلال نہیں ہوتا۔

۲- إمداد الفتاوی : ۶۱۹/۳ ، إمداد المفتین : صـ ۹٤۳ ، أحسن الفتاوی : ٤۲٥/۷

۳- أحسن الفتاوی : ٤٦۱/۷ ، ٤۷٦

٤- عزیز الفتاوی : ٦۷٤

کتاب الأضحیة

(قربانی کے احکام)

قربانی کی فضیلت:

قربانی کا بڑا ثواب ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قربانی کے دنوں میں قربانی سے زیادہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں، ان دنوں میں یہ نیک کام سب نیکیوں سے بڑھ کر ہے اور قربانی کرتے وقت خون کا جو قطرہ زمین پر گرتا ہے تو زمین تک پہنچنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہو جاتا ہے، لہٰذا خوب خوشی سے اور خوب دل کھول کر قربانی کیا کرو۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قربانی کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں، ہر ہر بال کے بدلے ایک ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔''

سبحان اللہ! اس سے بڑھ کر اور کیا ثواب ہوگا کہ ایک قربانی کرنے سے ہزاروں لاکھوں نیکیاں مل جاتی ہیں۔ بھیڑ کے بدن کے بال اگر کوئی صبح سے شام تک گنتا رہے تو بھی نہ گن سکے۔ سوچیں کہ کتنی نیکیاں ہوئیں؟ دینداری کی بات تو یہ ہے کہ اگر قربانی واجب نہ بھی ہو تب بھی اتنا زیادہ ثواب حاصل کرنے کے لیے قربانی کر لینا چاہیے، اس لیے کہ جب یہ دن گزر جائیں گے تو یہ دولت کہاں نصیب ہوگی اور اتنی آسانی سے اتنی نیکیاں کیسے کمائی جا سکیں گی؟ اور اگر اللہ تعالیٰ نے مالدار اور امیر بنایا ہو تو مناسب ہے کہ جب اپنی طرف سے قربانی کرے تو جو رشتہ دار فوت ہو گئے ہیں، جیسے ماں، باپ وغیرہ اُن کی طرف سے بھی قربانی کر دے، تاکہ اُن کی روح کو اتنا زیادہ ثواب پہنچ جائے۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے، آپ کی ازواجِ مطہرات کی طرف سے، اپنے پیر و مرشد کی طرف سے کر دے۔ کم سے کم اپنی طرف سے تو ضرور قربانی کرے، کیونکہ مالدار پر قربانی واجب ہے۔ جس کے پاس مال و دولت سب کچھ موجود ہے اور قربانی کرنا اس پر واجب ہے، پھر بھی اس نے قربانی نہیں کی تو اس سے بڑھ کر بدنصیب اور محروم کون ہوگا؟

قربانی کی نیت اور دعا:

مسئلہ ①: قربانی کرتے وقت زبان سے نیت کرنا اور دعا پڑھنا ضروری نہیں۔ اگر دل میں یہ دھیان کر لیا کہ میں

قربانی کرتا ہوں اور زبان سے کچھ نہیں پڑھا، صرف "بسم اللہ ، اللہ اکبر" کہہ کر ذبح کر دیا تو بھی قربانی درست ہوگئی لیکن اگر یاد ہو تو دعا پڑھ لینا بہتر ہے۔

جب قربانی کا جانور قبلہ رُخ لٹا دے تو پہلے یہ دعا پڑھے:

﴿ إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴾

اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ

پھر بِسْمِ اللهِ اَللّٰهُ أَكْبَرُ کہہ کر ذبح کرے اور ذبح کرنے کے بعد یہ دُعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِيْبِكَ مُحَمَّدٍ وَّخَلِيْلِكَ إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ.

قربانی کس پر واجب ہے؟

مسئلہ (۲): جس پر صدقۂ فطر واجب ہے، اس پر بقر عید کے دنوں میں قربانی کرنا بھی واجب ہے اور اگر اتنا مال نہ ہو جس سے صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے تو اس پر قربانی واجب نہیں، لیکن پھر بھی اگر کر دے تو باعثِ ثواب ہے۔

مسئلہ (۳): قربانی صرف اپنی طرف سے کرنا واجب ہے، اولاد کی طرف سے واجب نہیں، بلکہ اگر نابالغ اولاد مالدار بھی ہو تب بھی اس کی طرف سے قربانی کرنا واجب نہیں، نہ اپنے مال سے نہ اُس کے مال میں سے۔ اگر کسی نے نابالغ کی طرف سے قربانی کر دی تو نفل ہوگئی، لیکن اپنے ہی مال سے کرے اس کے مال میں سے ہرگز نہ کرے۔

مسئلہ (۴): مسافر پر قربانی واجب نہیں۔

مسئلہ (۵): کوئی شخص دسویں، گیارہویں اور بارہویں تاریخ کو سفر میں تھا، پھر بارہویں تاریخ کو سورج غروب ہونے سے پہلے گھر پہنچ گیا یا پندرہ دن کہیں ٹھہرنے کی نیت کر لی تو اب قربانی کرنا واجب ہوگیا، اسی طرح اگر پہلے اتنا مال نہیں تھا جس سے قربانی واجب ہوتی ہے، پھر بارہویں تاریخ کو سورج غروب ہونے سے پہلے کہیں سے مال مل گیا تو قربانی کرنا واجب ہے۔

قربانی کا وقت:

مسئلہ (۶): ماہِ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ سے لے کر بارہویں تاریخ کی شام تک قربانی کرنے کا وقت ہے، جس دن چاہے قربانی کرے لیکن قربانی کا سب سے بہتر دن عید کا دن ہے، پھر گیارہویں تاریخ، پھر بارہویں تاریخ۔

مسئلہ (۷): عید کی نماز سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں۔ جب لوگ نماز پڑھ لیں تب قربانی کریں، البتہ اگر کوئی کسی دیہات اور گاؤں میں رہتا ہو تو وہاں صبحِ صادق طلوع ہونے کے بعد بھی قربانی کرنا درست ہے۔ شہر اور بڑے قصبے کے رہنے والے نماز کے بعد کریں۔

مسئلہ (۸): اگر کوئی شہر کا رہنے والا اپنی قربانی کا جانور کسی گاؤں میں بھیج دے تو اس کی قربانی عید کی نماز سے پہلے بھی درست ہے، اگرچہ خود وہ شہر ہی میں ہو۔

مسئلہ (۹): بارہویں تاریخ کو سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے قربانی کرنا درست ہے، سورج غروب ہونے کے بعد درست نہیں۔

مسئلہ (۱۰): دسویں سے بارہویں تاریخ تک جب چاہیں قربانی کریں، دن میں ہو یا رات میں لیکن رات کو ذبح کرنا بہتر نہیں، اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ اندھیرے میں کوئی رگ نہ کٹے اور قربانی درست نہ ہو۔

قربانی خود ذبح کرنا بہتر ہے:

مسئلہ (۱۱): اپنی قربانی کو خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے، اگر خود ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو کسی اور سے ذبح کروالے اور ذبح کے وقت وہاں جانور کے سامنے کھڑا ہونا بہتر ہے۔ عورت اگر پردہ کی وجہ سے سامنے نہیں کھڑی ہوسکتی تو کوئی حرج نہیں۔

کسی کی طرف سے بلا اجازت قربانی کرنا:

مسئلہ (۱۲): اگر کوئی شخص قربانی کی جگہ موجود نہیں اور دوسرے شخص نے اس کی طرف سے اس کی صراحۃً یا دلالۃً اجازت کے بغیر قربانی کردی تو یہ قربانی صحیح نہیں ہوئی اور اگر کسی جانور میں کسی غائب کا حصہ اس کی اجازت کے بغیر رکھ لیا تو دوسرے حصہ داروں کی قربانی بھی صحیح نہ ہوگی۔ [اس کی وجہ یہ ہے کہ جب غائب کے حصہ کی قربانی اس کی اجازت نہ ہونے کی وجہ سے صحیح نہیں ہوئی تو اس کا حصہ نکل گیا اور اس کا اعتبار نہیں رہا اور باقی ایک جانور کے سات حصوں میں صرف چھ حصے رہ گئے جب کہ قربانی صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ پورا جانور قربانی کی نیت سے ذبح کیا جائے، نہ کہ جانور کا کچھ حصہ، اس لیے دوسرے حصہ داروں کی قربانی بھی صحیح نہیں ہوگی۔[1]

۱- هندية: ۵/۳۰۲

قربانی کے جانور:

مسئلہ (۱۳): بکری، بکرا، بھیڑ، دُنبہ، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹنی؛ ان سب جانوروں کی قربانی درست ہے؛ ان کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی درست نہیں۔

ایک جانور میں شرکت:

مسئلہ (۱۴): قربانی کے لیے کسی نے گائے خریدی اور خریدتے وقت یہ نیت کی کہ اگر کوئی اور ملے گا تو اس کو بھی شریک کرلوں گا اور مل کر قربانی کریں گے۔ اس کے بعد کچھ اور لوگ اس گائے میں شریک ہو گئے تو یہ درست ہے اور اگر خریدتے وقت کسی کو شریک کرنے کی نیت نہیں تھی بلکہ پوری گائے اپنی طرف سے کرنے کا ارادہ تھا تو اس میں کسی اور کا شریک ہونا بہتر تو نہیں، لیکن اگر کسی کو شریک کرلیا تو اگر شریک کرنے والا مالدار ہے جس پر قربانی واجب ہے تو دوسرے کو شریک کرنا درست ہے اور اگر غریب ہے تو درست نہیں۔(۱)

مسئلہ (۱۵): گائے، بھینس، اونٹ میں اگر سات آدمی شریک ہوکر قربانی کریں تو بھی درست ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو اور سب کی نیت قربانی یا عقیقہ کی ہو، صرف گوشت کھانے کی نیت نہ ہو۔ اگر کسی ایک کا حصہ بھی ساتویں حصہ سے کم ہوگا تو کسی کی قربانی نہیں ہوگی، نہ اس کی جس کا پورا حصہ ہے، نہ اُس کی جس کا حصہ ساتویں سے کم ہے۔

مسئلہ (۱٦): اگر گائے میں سات سے کم مثلاً: پانچ یا چھ افراد شریک ہوئے اور کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہیں تب بھی سب کی قربانی درست ہے اور اگر آٹھ آدمی شریک ہوگئے تو کسی کی قربانی صحیح نہیں ہوئی۔

قربانی کا جانور گم ہوگیا:

مسئلہ (۱۷): اگر قربانی کا جانور گم ہوگیا، اس نے دوسرا خریدا، پھر پہلا بھی مل گیا تو اگر غریب ہے تو اس پر دونوں جانوروں کی قربانی واجب ہوگی اور اگر مالدار آدمی ہے تو اس پر ایک ہی جانور کی قربانی واجب ہے،(۲) دونوں میں سے کسی کی بھی

۱- یعنی غریب کے لیے اپنی خریدی ہوئی گائے میں کسی کو شریک کرنا درست نہیں، لیکن اگر کسی کو شریک کرلیا تو اس کی قربانی ادا ہو جائے گی مگر اس پر واجب ہے کہ جتنے حصے خریدنے کے بعد دوسرے لوگوں کو دیے ہیں، ان کا ضمان اس طرح ادا کرے کہ اگر قربانی کے دن باقی ہوں تو اتنے حصے قربانی کردے اور اگر قربانی کے دن گزر گئے ہوں تو ان حصوں کی قیمت مساکین کو دیدے۔ (حاشیہ بہشتی زیور)

۲- قاعدہ یہ ہے کہ غریب پر قربانی واجب نہیں لیکن اگر وہ ایک یا زیادہ جانور خرید لیتا ہے تو جتنے جانور خریدے گا ان کی قربانی واجب ہو جائے گی جیسے نفل نماز شروع کرنے سے پہلے لازم نہیں ہے، شروع کرنے کے بعد واجب ہو جاتی ہے۔ اس کے بالمقابل صاحب نصاب شخص کے ذمہ پر واجب ہے کہ کوئی سا ایک جانور قربان کرے۔ اگر وہ ایک سے زیادہ خریدے گا تو بھی ایک ہی جانور قربان کرنا لازم ہوگا۔

قربانی کرسکتا ہے،لیکن اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر دوسرے جانور کی قربانی کرے تو یہ دیکھ لینا چاہیے کہ اس کی قیمت پہلے جانور کی قیمت سے کم تو نہیں،اگر کم ہو تو کمی کی مقدار غریبوں پر صدقہ کردینا مستحب ہے۔

[مذکورہ مسئلہ میں غریب پر دونوں جانوروں کی قربانی واجب ہونے اور مالدار پر صرف کسی ایک کی واجب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اصل میں غریب (غیر صاحبِ نصاب) پر شریعت نے سرے سے قربانی واجب ہی نہیں کی تھی،اس نے خود اپنی خوشی سے جب قربانی کی نیت سے جانور خریدا تو قربانی کی نیت سے خریدنے سے اس متعین جانور کی قربانی اس پر واجب ہوگئی،جیسے نفل نماز ویسے تو لازم نہیں مگر جب کوئی شروع کردے گا تو اس کو پورا کرنا لازم ہوگا اور اگر توڑ دے گا تو قضا لازم ہوگی۔ پھر جب غریب نے دوسرا جانور قربانی کی نیت سے خریدا تو اس کی قربانی بھی واجب ہوگئی،لہٰذا دوسرے کی قربانی کرنے کے بعد جب پہلا مل گیا تو اس کی بھی واجب ہوگی کیونکہ قربانی کی نیت سے خریدنے کی شرط دونوں میں پائی جاتی ہے اور اس سے غریب پر اس متعین جانور کی قربانی واجب ہوجاتی ہے،اگر وہ یکے بعد دیگرے متعدد جانوروں کو قربانی کی نیت سے خریدلے تو ان سب کی قربانی کرنا اس پر لازم ہوگا۔اگر پہلا گم ہونے کے بعد اس نے دوسرا نہیں خریدا اور پہلا بھی نہیں ملا تو کچھ بھی واجب نہیں ہوگا اور اگر پہلا مل گیا تو صرف اسی کی قربانی واجب ہوگی۔ مالدار (صاحبِ نصاب) پر شریعت کی طرف سے قربانی بہر صورت واجب ہے، چاہے وہ نہ خریدے، پھر بھی اس پر خریدنا واجب ہے اور یہ واجب ایک ہی ہے یعنی چاہے وہ کتنے ہی جانور خریدلے،اس پر کسی ایک کی قربانی کرنا واجب ہے، نہ کہ سب کی اور اگر پہلا نہ ملا تو دوسرا خریدنا واجب ہوگا۔[1]

قربانی کے جانور کی عمر:

مسئلہ ۱۸: سال سے کم عمر کی بکری کی قربانی درست نہیں، جب پورے سال کی ہو تب قربانی درست ہے اور گائے، بھینس دو سال سے کم کی درست نہیں، پورے دو سال کی ہوں تب قربانی درست ہے۔اونٹ پانچ برس سے کم کا درست نہیں۔ دنبہ یا بھیڑ اگر اتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو اور سال بھر والے بھیڑ دنبوں میں اگر چھوڑ دیں تو کوئی فرق معلوم نہ ہوتا ہو تو چھ مہینے کے ایسے دنبہ اور بھیڑ کی بھی قربانی درست ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو پورے سال کا ہونا چاہیے۔

عیب دار جانوروں کا حکم:

مسئلہ ۱۹: جو جانور اندھا ہو یا ایسا کانا ہو کہ اس کی ایک آنکھ کی تہائی یا اس سے زیادہ بینائی ختم ہوگئی ہو یا ایک کان

۱- امداد الفتاوی: ۳/۵۶۵

تہائی یا تہائی سے زیادہ کٹ گیا ہو یا اس کی دم تہائی یا اس سے بھی زیادہ کٹ گئی ہو تو ایسے جانوروں کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ (۲۰): جو جانور اتنا لنگڑا ہے کہ صرف تین پاؤں سے چلتا ہے، چوتھا پاؤں رکھ ہی نہیں سکتا یا چوتھا پاؤں رکھتا تو ہے لیکن اس سے چل نہیں سکتا، اس کی بھی قربانی درست نہیں اور اگر چلتے وقت وہ پاؤں زمین پر ٹیک کر چلتا ہے اور چلنے میں اس سے سہارا لیتا ہے، لیکن لنگڑا کر چلتا ہے تو اس کی قربانی درست ہے۔

مسئلہ (۲۱): دُبلا مریل جانور جس کی ہڈیوں میں گودا بالکل نہ رہا ہو اس کی قربانی درست نہیں، معمولی دبلا اور کمزور ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، اس کی قربانی درست ہے لیکن موٹے تازے جانور کی قربانی کرنا زیادہ بہتر ہے۔

مسئلہ (۲۲): جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں اس کی قربانی درست نہیں اور اگر کچھ دانت گر گئے ہیں، لیکن جتنے گرے ہیں ان سے زیادہ باقی ہیں تو اس کی قربانی درست ہے۔

مسئلہ (۲۳): جس جانور کے پیدائش سے ہی کان نہیں ہیں، اس کی بھی قربانی درست نہیں اور اگر کان تو ہیں لیکن چھوٹے چھوٹے ہیں تو اس کی قربانی درست ہے۔

مسئلہ (۲۴): جس جانور کے پیدائش ہی سے سینگ نہیں یا سینگ تو تھے لیکن ٹوٹ گئے، اس کی قربانی درست ہے، البتہ اگر بالکل جڑ سے ٹوٹ گئے ہوں تو قربانی درست نہیں۔

مسئلہ (۲۵): اسی طرح جس جانور کو خارش کی بیماری ہو اس کی بھی قربانی درست ہے، البتہ اگر خارش کی وجہ سے بالکل لاغر ہو گیا ہو تو درست نہیں۔

خصی جانور کی قربانی:

مسئلہ (۲۶): خصی بکرے اور مینڈھے وغیرہ کی بھی قربانی درست ہے۔

جانور خریدنے کے بعد عیب پیدا ہو گیا:

مسئلہ (۲۷): اگر جانور قربانی کے لیے خرید لیا، پھر کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے قربانی درست نہیں تو اس کے بدلے دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے، البتہ اگر غریب آدمی ہو جس پر قربانی کرنا واجب نہیں تو اس کے لیے اسی جانور کی قربانی کرنا درست ہے۔

گابھن جانور کی قربانی:

مسئلہ ۲۸: گابھن جانور کی قربانی جائز ہے، پھر اگر بچہ زندہ نکلے تو اس کو بھی ذبح کر دے۔

گوشت کی تقسیم:

مسئلہ ۲۹: سات آدمی گائے میں شریک ہوئے تو گوشت تقسیم کرتے وقت اندازے سے نہ تقسیم کریں، بلکہ خوب اچھی طرح تول کر تقسیم کریں، ورنہ اگر کوئی حصہ زیادہ یا کم رہے گا تو سود ہو جائے گا اور گناہ ہوگا، البتہ اگر گوشت کے ساتھ سری پائے اور کھال کو بھی شامل کر لیا تو جس طرف سری پائے یا کھال ہو اس طرف اگر گوشت کم ہو تو درست ہے اور اگر جس طرف گوشت زیادہ تھا اسی طرف سری پائے شامل کیے تو بھی سود ہو گیا اور گناہ ہوا۔

مسئلہ ۳۰: اگر ایک جانور میں کئی آدمی شریک ہیں اور وہ سب گوشت کو آپس میں تقسیم نہیں کرتے، بلکہ اکٹھا ہی مساکین اور دوست احباب میں تقسیم کرنا یا پکا کر کھلانا چاہیں تو بھی جائز ہے، اگر آپس میں تقسیم کریں گے تو اس میں برابری ضروری ہے۔

مسئلہ ۳۱: قربانی کی کھال کی قیمت کسی کو اُجرت میں دینا جائز نہیں، بلکہ اسے صدقہ کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ ۳۲: قربانی کا گوشت کافروں کو بھی دینا جائز ہے، بشرطیکہ اجرت میں نہ دیا جائے۔

مسئلہ ۳۳: قربانی کا گوشت خود کھائے، اپنے رشتہ داروں کو دے اور فقیروں محتاجوں کو صدقہ کر دے اور بہتر یہ ہے کہ کم سے کم تہائی حصہ صدقہ کرے۔ صدقہ میں تہائی سے کم نہ کرے، لیکن اگر کسی نے تہائی سے کم گوشت صدقہ کیا تو بھی کوئی گناہ نہیں۔

کھال وغیرہ کا حکم:

مسئلہ ۳۴: قربانی کی کھال یا اسے بیچ کر اس کی قیمت صدقہ کر دے۔ قیمت ایسے لوگوں کو دے جن کو زکوٰۃ دینا درست ہے اور قیمت میں جو رقم ملے بعینہٖ وہی رقم صدقہ کرنا چاہیے۔ اگر وہ رقم کسی کام میں خرچ کر دی اور اتنی ہی رقم اپنے پاس سے دے دی تو بری بات ہے، مگر ادا ہو جائے گی۔

مسئلہ ۳۵: قربانی کی کھال کی قیمت مسجد کی تعمیر و مرمت یا اور کسی نیک کام میں لگانا درست نہیں، صدقہ ہی کرنا چاہیے۔

مسئلہ ۳۶: اگر کھال خود استعمال کرے مثلاً اس کی چھلنی، مشک، ڈول یا جائے نماز بنوا لے تو یہ بھی درست ہے۔

مسئلہ ۳۷: گوشت یا چربی یا چھیچھڑے قصائی کو مزدوری میں نہ دے، بلکہ مزدوری اپنے پاس سے الگ سے دے۔

مسئلہ ۳۸: قربانی کے جانور کی رسی، جھول وغیرہ سب چیزیں صدقہ کردے۔

فقیر نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا:

مسئلہ ۳۹: کسی پر قربانی واجب نہیں تھی، لیکن اُس نے قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا تو اب اُس جانور کی قربانی واجب ہوگئی۔

قربانی کے دنوں میں قربانی نہ کرسکا:

مسئلہ ۴۰: کسی پر قربانی واجب تھی لیکن قربانی کے تینوں دن گزر گئے اور اُس نے قربانی نہیں کی تو ایک بکری یا بھیڑ کی قیمت خیرات کردے اور اگر بکری خرید لی تھی تو وہی بکری صدقہ کردے۔

قربانی کی مَنّت ماننا:

مسئلہ ۴۱: جس نے قربانی کرنے کی منت مانی، پھر وہ کام پورا ہوگیا جس کے لیے منت مانی تھی تو اب قربانی کرنا واجب ہے، چاہے مالدار ہو یا نہ ہو اور منت کی قربانی کا سارا گوشت غریبوں پر صدقہ کردے، نہ خود کھائے نہ مالداروں کو دے۔ جتنا خود کھایا یا امیروں کو دیا اتنا صدقہ کرنا پڑے گا۔

ایصالِ ثواب کے لیے قربانی:

مسئلہ ۴۲: اگر اپنی خوشی سے کسی مُردے کو ثواب پہنچانے کے لیے قربانی کرے تو اس کا گوشت خود کھانا، کھلانا، تقسیم کرنا سب درست ہے، جس طرح اپنی قربانی کا حکم ہے۔

قربانی کی وصیت کرنا:

مسئلہ ۴۳: اگر کوئی شخص وصیت کر گیا ہو کہ میرے ترکہ سے میری طرف سے قربانی کی جائے اور اس کی وصیت کے مطابق اسی کے مال سے قربانی کی گئی تو اُس قربانی کا سارا گوشت وغیرہ صدقہ کرنا واجب ہے۔ [خود کھانا یا مالداروں کو دینا جائز نہیں۔]

غیر مالک سے جانور خریدنا:

مسئلہ ۴۴: اگر کوئی جانور کسی کو حصہ پر پرورش کے لیے دیا ہے تو یہ جانور اس پرورش کرنے والے کی ملکیت نہیں ہوا، بلکہ اصل مالک کا ہی ہے، اس لیے اگر کسی نے اس پالنے والے سے خرید کر قربانی کردی تو قربانی نہیں ہوگی۔ اگر ایسا جانور خریدنا ہو تو اصل مالک سے خریدیں جس نے حصہ پر دیا ہے۔

اضافہ

قربانی کے جانور کے دودھ، گوبر اور اُون کا حکم:

مندرجہ ذیل صورتوں میں قربانی کے جانور کا دودھ، گوبر اور اُون استعمال میں لانا اور اس سے نفع حاصل کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

۱- جانور گھر کا پالتو ہو۔ ۲- جانور خریدا ہو مگر خریدتے وقت قربانی کی نیت نہ ہو۔

۳- قربانی کی نیت سے خریدا ہو مگر اس کی خوراک باہر چرنے پر نہ ہو بلکہ گھر میں چارہ کھاتا ہو۔

اگر قربانی کی نیت سے خریدا ہو اور باہر چرکر گزارہ کرتا ہو تو اس کے دودھ، اُون وغیرہ کے بارے میں اختلاف ہے، جائز اور ناجائز دونوں روایتیں ہیں، لہٰذا احتیاط اس میں ہے کہ استعمال نہ کیا جائے، اگر کسی نے استعمال کرلیا تو بھی اس کی گنجائش ہے۔[۱]

خراب تھن والے جانور کی قربانی:

گائے کے دو تھن اور بکری کا ایک تھن اگر خراب ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔[۲]

قربانی میں حرام آمدن والے کی شرکت:

قربانی میں اگر بینک کا کوئی ملازم یا انشورنس کا کاروبار کرنے والا شریک ہو جس کی کل آمدن یا اکثر آمدن حرام سے ہے تو شرکاء میں سے کسی کی قربانی نہیں ہوگی۔[۳]

حرام مال میں قربانی کا حکم:

رشوت، غصب، چوری، سود، انشورنس اور دیگر حرام ذرائع سے کمائے گئے مال میں قربانی واجب نہیں، ایسا مال سارا کا سارا صدقہ کرنا واجب ہے۔[٤]

مقروض پر قربانی کا وجوب:

کسی کے پاس قربانی کا نصاب موجود ہے لیکن اس پر قرضہ بھی ہے، قرض ادا کرنے کے بعد اتنی مالیت بچ جاتی ہے جو

۱- أحسن الفتاوىٰ: ٧/٤٧٩ - ٤٧٨

۲- أحسن الفتاوىٰ: ٣/٤٨٧، إمداد الفتاوىٰ: ٣/٥٦٢

۳- أحسن الفتاوىٰ: ٧/٥٠٣

٤- أحسن الفتاوىٰ: ٧/٥٠٦

نصاب کے بقدر رہے تو اس پر قربانی واجب ہے اور اگر بقدرِ نصاب نہیں بچتا تو واجب نہیں۔[۱]

گھسے ہوئے دانتوں والے جانور کی قربانی:

دانتوں کا مقصد یہ ہے کہ جانور ان سے گھاس کھا سکے، اگر کسی جانور کے دانت گھس کر مسوڑھوں سے جا ملے ہوں اور گھاس کھانے میں کام نہ آتے ہوں تو اس کی قربانی صحیح نہیں۔[۲]

دُنبے کی دُم کا اعتبار نہیں:

دُنبے کی چکی کے نیچے چھوٹی سی دُم ہوتی ہے، یہ دُم اگر بالکل کٹ جائے تو بھی قربانی جائز ہے، اس دُم کا اعتبار نہیں۔[۳]

۱- أحسن الفتاویٰ: ۵۰۷/۷

۲- أحسن الفتاویٰ: ۵۱۳/۷

۳- أحسن الفتاویٰ: ۵۱۷/۷

بابُ العَقِیقۃ

(عقیقہ کرنا)

عقیقہ کا وقت اور مقصد:

مسئلہ ۱: بچہ کی پیدائش کے بعد ساتویں دن اس کا نام رکھنا اور عقیقہ کرنا بہتر ہے۔ عقیقہ کرنے سے بچے کی سب بلائیں دور ہو جاتی ہیں اور آفتوں سے حفاظت رہتی ہے۔

مسئلہ ۲: اگر ساتویں دن عقیقہ نہ کر سکے تو جب چاہے کر لے، البتہ ساتویں دن کا لحاظ کرنا بہتر ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس دن بچہ پیدا ہوا ہو، اگلے ہفتے اس سے ایک دن پہلے عقیقہ کر دے، یعنی اگر بچہ جمعہ کو پیدا ہوا ہو تو آنے والی جمعرات کو عقیقہ کر دے اور اگر جمعرات کو پیدا ہوا ہو تو آنے والے بدھ کو کرے، اس طرح لازماً وہ حساب سے ساتواں دن پڑے گا۔

عقیقہ کا جانور:

مسئلہ ۳: عقیقہ کا طریقہ یہ ہے کہ اگر لڑکا ہو تو دو بکریاں یا دو بھیڑ اور لڑکی ہو تو ایک بکری یا بھیڑ ذبح کرے یا قربانی کی گائے میں لڑکے کے لیے دو حصے اور لڑکی کے لیے ایک حصہ رکھ لے اور سر کے بال منڈوا دے اور بالوں کے برابر چاندی یا سونا (یا ان کی قیمت) خیرات کر دے اور اگر دل چاہے تو بچہ کے سر میں زعفران لگا دے۔

مسئلہ ۴: کسی نے زیادہ استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے لڑکے کی طرف سے ایک ہی بکری کا عقیقہ کیا تو کوئی حرج نہیں اور اگر عقیقہ بالکل ہی نہ کرے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

ایک من گھڑت رسم:

مسئلہ ۵: یہ جو رواج ہے کہ جس وقت بچے کے سر پر اُسترا رکھا جائے اور نائی سر مونڈھنا شروع کرے، فوراً اسی وقت بکری ذبح ہو، یہ محض ایک فضول رسم ہے۔ شریعت کی رو سے چاہے سر مونڈھنے کے بعد ذبح کرے یا پہلے ذبح کرے،

سب جائز ہے۔ اپنی طرف سے ایسی باتیں گھڑ لینا بری بات ہے۔

عقیقہ کے جانور کی شرائط:

مسئلہ ۶: جس جانور کی قربانی جائز نہیں اس کا عقیقہ بھی درست نہیں اور جس کی قربانی درست ہے اس کا عقیقہ بھی درست ہے۔

عقیقہ کا گوشت:

مسئلہ ۷: عقیقہ کا گوشت چاہے کچا تقسیم کرے یا پکا کر تقسیم کرے یا دعوت کر کے کھلا دے، سب درست ہے۔

مسئلہ ۸: عقیقہ کا گوشت باپ، دادا، نانا، نانی، دادی وغیرہ، سب کے لیے کھانا درست ہے۔

اضافہ

عقیقہ کی ہڈیاں توڑنا:

مسئلہ ۹: عقیقہ کے لیے جو جانور ذبح کیا جائے اس کی ہڈیاں توڑنے میں کوئی حرج نہیں کچھ لوگ اس کو ممنوع سمجھتے ہیں، اس کی کوئی شرعی بنیاد نہیں۔[1]

۱- کفایت المفتی: ۲۴۱/۸، بحوالہ شامیہ: ۳۳۶/۶

کِتَابُ الحظر والاِبَاحَۃ

(جائز اور ناجائز چیزوں کا بیان)

کھانے پینے کی چیزیں

حرام مال سے خریدا ہوا کھانا:

حرام مال چاہے سامان کی صورت میں ہو یا رقم کی صورت میں، کھانے سمیت اس سے حاصل ہونے والی تمام چیزیں حرام ہیں۔[1]

ناپاک پانی سے سینچی ہوئی سبزی:

ناپاک پانی سے اگنے والی سبزی کھانا جائز ہے، لیکن ناپاک پانی اگر اس پر لگا ہوا ہو اور خشک نہ ہوا ہو تو یہ سبزی ناپاک ہے، اس لیے اسے اچھی طرح دھوکر استعمال کرنا چاہیے۔[2]

ناپاک پانی پینے والے جانور کا دودھ:

ناپاک پانی پینے والے جانور کا دودھ اور اس سے بننے والی چیزیں، گھی، پنیر وغیرہ پاک اور حلال ہیں۔[3]

سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا:

مسئلہ (۱): سونے چاندی کے برتن میں کھانا پینا جائز نہیں، بلکہ سونے چاندی کی چیزوں کا استعمال کسی طرح سے درست نہیں، جیسے: سونے چاندی کے چمچے سے کھانا پینا، خلال سے دانت صاف کرنا، گلاب دان سے گلاب چھڑکنا، سرمہ دانی یا

۱- أحسن الفتاوی: ۸/۱۰۴

۲- أحسن الفتاوی: ۸/۱۱۸

۳- أحسن الفتاوی: ۸/۱۱۹

سلائی سے سرمہ لگانا، عطر دان سے عطر لگانا، پان دان میں پان رکھنا، سونے یا چاندی کی پیالی سے تیل لگانا، جس پلنگ کے پائے چاندی کے ہوں اس پر لیٹنا بیٹھنا، چاندی سونے کے فریم والے آئینے میں منہ دیکھنا یہ سب حرام ہے، البتہ عورت کے لیے آرسی کا[1] زینت کے لیے پہنے رہنا درست ہے مگر اس میں اپنا چہرہ ہرگز نہ دیکھے، غرض سونے چاندی کی چیز کا کسی طرح استعمال درست نہیں۔

حرام ایندھن سے پکا ہوا کھانا:

حرام ایندھن (لکڑی، بجلی، گیس وغیرہ) سے کھانا وغیرہ پکانا جائز نہیں، گناہ ہے، البتہ اس سے پکا ہوا کھانا حرام نہیں ہوگا۔[2]

حلال وحرام آمدن

بینک اور بیمہ کمپنی میں ملازمت:

بینک اور بیمہ میں سراسر سودی لین دین ہوتا ہے۔

اور ٹیکس مقرر کرنے کا رائج طریقہ ظلم اور ناانصافی ہے، نیز ٹیکسوں کے مصارف (خرچ کرنے کے مواقع) بھی صحیح نہیں۔

اس لیے ان میں ملازمت کرنا جائز نہیں۔[3]

سینما کی ملازمت:

سینما میں ملازمت کرنا اور اس کی اجرت لینا حرام ہے، اس لیے کہ ملازم کو تنخواہ حرام آمدن سے دی جاتی ہے، نیز ملازم کے ذمہ اگر کوئی ناجائز کام نہ ہو تو بھی گناہ کے کام پر اعانت بہر حال ضرور پایا جاتا ہے جو سخت گناہ اور حرام ہے۔[4]

حکومت کا ضبط کردہ مال خریدنا:

حکومت کا کسی کے مال کو ضبط کر کے اس پر قبضہ کر لینا ظلم ہے، اگرچہ کسی قانون شکنی کی سزا کے طور پر ہی ہو، کیونکہ کسی جرم پر مالی جرمانہ لینا جائز نہیں، اس لیے اگر خریدنے والے کو اس بات کا علم ہے کہ اس مال کو حکومت نے ضبط کر کے ناجائز قبضہ کیا ہے تو اس کے لیے یہ مال خریدنا جائز نہیں۔[5]

۱- ایک زیور ہے جو عورتیں ہاتھ کے انگوٹھے میں پہنتی ہیں، اس میں شیشہ جڑا ہوتا ہے۔

۲- أحسن الفتاوی: ۸/۱۲٤ ۳- أحسن الفتاوی: ۸/۹۰

٤- أحسن الفتاوی: ۸/۹۱ ٥- أحسن الفتاوی: ۸/۹۳

غیر تعلیم یافتہ شخص کا معالج بننا:

کسی ماہر فن سے علاج کی تعلیم حاصل کیے بغیر علاج کا پیشہ اختیار کرنا جائز نہیں، اس میں حکومت کے قانون کی خلاف ورزی کا گناہ بھی ہے۔ قانون کے مطابق تعلیم حاصل کرنے اور امتحان دے کر سند (ڈگری) حاصل کرنے کے بعد یہ پیشہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔[1]

خریداری کے وکیل کا زیادہ قیمت وصول کرنا:

کسی کمپنی کے ملازم کا بازار سے کوئی چیز سستی خرید کر دکاندار سے جعلی بل بنوا کر کمپنی سے زیادہ رقم حاصل کرنا یا کسی ٹھیکیدار کا لوہا وغیرہ کم قیمت پر خرید کر مالکِ مکان کے حساب میں زیادہ رقم ظاہر کر کے وصول کرنا جائز نہیں، نیز ملازم یا ٹھیکیدار کا یہ حیلہ کرنا کہ چیزیں بازار سے اپنے لیے سستی خرید کر آگے کمپنی وغیرہ کو مہنگی کر کے فروخت کریں یہ بھی جائز نہیں۔ اس لیے کہ ملازم اور ٹھیکیدار تنخواہ دار وکیل ہیں اور وکیل امین ہوتا ہے، اس کا اپنے لیے خریدنا جائز نہیں۔[2]

وکیل کا دکاندار سے کمیشن لینا:

کمپنی کے ملازم کا کسی دکاندار سے اس شرط پر کمیشن لینا کہ کمپنی کے لیے سامان اسی دکاندار سے خریدے گا، جائز نہیں، حقیقت میں یہ کمیشن سامان کی قیمت میں رعایت ہے جو کمپنی کا حق ہے، اس لیے ملازم کا اسے اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں، بلکہ اگر لے لیا ہے تو کمپنی کو واپس کرنا واجب ہے۔[3]

۱- أحسن الفتاوی: ۸/۹۵

۲- أحسن الفتاوی: ۸/۱۰۲

۳- أحسن الفتاوی: ۸/۱۰۲

پردے کے احکام

عورت کا تمام بدن ستر ہے:

مسئلہ ①: عورت کو سارا بدن سر سے پیر تک چھپائے رکھنے کا حکم ہے، غیر محرم کے سامنے کھولنا درست نہیں، البتہ بوڑھی عورت کے لیے صرف چہرہ، ہتھیلی اور ٹخنے سے نیچے پیر کھولنا درست ہے، باقی بدن کا کھولنا کسی طرح درست نہیں۔ عورتوں کے ماتھے سے اکثر دوپٹہ سرک جاتا ہے اور وہ اسی طرح غیر محرم کے سامنے آجاتی ہیں، یہ جائز نہیں۔ غیر محرم کے سامنے ایک بال بھی نہیں کھولنا چاہیے، بلکہ جو بال کنگھی میں ٹوٹتے ہیں اور کٹے ہوئے ناخن بھی کسی ایسی جگہ ڈالے کہ کسی غیر محرم کی نگاہ نہ پڑے، ورنہ گنہگار ہوگی، اسی طرح اپنے جسم کے کسی حصے ہاتھ پاؤں وغیرہ کو نامحرم مرد کے جسم سے لگانا بھی درست نہیں۔

مسئلہ ②: جوان عورت کے لیے نامحرم مرد کے سامنے اپنا چہرہ کھولنا درست نہیں، نہ ایسی جگہ کھڑی ہو جہاں کوئی نامحرم دیکھ سکے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دلہن کی منہ دکھائی کی جو رسم ہے کہ خاندان کے سارے مرد آ کر منہ دیکھتے ہیں، یہ ہرگز جائز نہیں، بہت بڑا گناہ ہے۔

مسئلہ ③: اپنے محرم کے سامنے عورت کا چہرہ، سر، سینہ، بازو اور پنڈلی کھل جائیں تو کوئی گناہ نہیں۔ پیٹ، پیٹھ اور ران ان کے سامنے بھی نہیں کھلنی چاہئیں۔

عورت کا عورت سے پردہ:

مسئلہ ④: عورت کے لیے ناف سے لیکر گھٹنوں کے نیچے تک کسی عورت کے سامنے کھولنا بھی درست نہیں، بعض عورتیں ایک دوسرے کے سامنے جسم کھول کر نہاتی ہیں، یہ قطعاً ناجائز ہے۔ ناف سے گھٹنوں تک بدن کو ہرگز ننگا نہیں کرنا چاہیے۔

مسئلہ ⑤: اگر کوئی مجبوری ہو تو ضرورت کے بقدر اپنا بدن دکھا دینا درست ہے، مثلاً: ران میں پھوڑا ہے تو صرف پھوڑے کی جگہ کھولی جائے، زیادہ ہرگز نہ کھولے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ پرانا پاجامہ یا چادر پہن لے اور پھوڑے کی جگہ کاٹ دے، اسی کو ڈاکٹر دیکھ لے، لیکن ڈاکٹر کے سوا کسی اور کے لیے اس کو دیکھنا جائز نہیں، نہ کسی مرد کے لیے، نہ عورت کے لیے، البتہ اگر ناف اور گھٹنوں کے درمیان نہ ہو کہیں اور ہو تو عورت کو دکھانا درست ہے۔

یہی حکم دائی یا لیڈی ڈاکٹر کا ہے کہ ضرورت کے وقت اس کے سامنے بدن کھولنا درست ہے، لیکن جتنی ضرورت ہے اس سے زیادہ کھولنا درست نہیں۔ بچہ پیدا ہونے کے وقت یا کوئی دوا لیتے وقت صرف بقدرِ ضرورت بدن کھولنا چاہیے، بالکل ننگا

ہو جانا جائز نہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی چادر وغیرہ بندھوائی جائے اور ضرورت کے بقدر دائی کے سامنے بدن کھول دیا جائے، رانیں وغیرہ نہ کھلنے پائیں اور دائی کے سوا کسی اور کے لیے بدن دیکھنا درست نہیں۔ بالکل ننگی کر دینا اور ساری عورتوں کا سامنے بیٹھ کر دیکھنا بالکل حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ستر دیکھنے والے اور دکھانے والے دونوں پر خدا کی لعنت ہو۔'' اس قسم کے مسائل کا بہت زیادہ خیال رکھنا چاہیے۔

مسئلہ ⑥: زمانہ حمل وغیرہ میں اگر دائی سے پیٹ ملوانا ہو تو ناف سے نیچے کا جسم کھولنا درست نہیں، دوپٹہ وغیرہ ڈال لینا چاہیے۔ بلا ضرورت دائی کو بھی دکھانا جائز نہیں۔ عام طور پر پیٹ ملتے وقت دائی بھی دیکھتی ہے اور گھر کی خواتین ماں، بہن، وغیرہ بھی دیکھتی ہیں، یہ جائز نہیں۔

مسئلہ ⑦: بدن کے جس حصے کو دیکھنا جائز نہیں وہاں ہاتھ لگانا بھی جائز نہیں، اس لیے نہاتے وقت اگر بدن نہ بھی کھولے تب بھی ملازمہ وغیرہ سے رانیں ملوانا درست نہیں، اگرچہ کپڑے کے اندر ہاتھ ڈال کر ملے، البتہ اگر وہ اپنے ہاتھ پر دستانہ یا تھیلی چڑھا کر کپڑے کے اندر ہاتھ ڈال کر ملے تو جائز ہے۔

کافر عورتوں سے پردہ:

مسئلہ ⑧: کافر عورتیں جیسے: بھنگن، چماری وغیرہ جو گھروں میں آجاتی ہیں ان کا حکم یہ ہے کہ ان کے سامنے چہرہ اور گٹے تک ہاتھ اور ٹخنے تک پیر کے سوا کسی ایک بال کا کھولنا بھی درست نہیں۔ ان کے سامنے عورتیں سر، ہاتھ اور پنڈلی نہ کھولیں۔ اگر دائی ہندو یا عیسائی ہو تو بچہ پیدا ہونے کی جگہ تو اس کو دکھانا درست ہے، مگر سر وغیرہ اور دوسرے اعضا اس کے سامنے کھولنا درست نہیں۔

مسئلہ ⑨: شوہر سے کسی جگہ کا پردہ نہیں، دونوں کا ایک دوسرے کے سامنے پورا جسم کھولنا درست ہے، مگر بغیر ضرورت ایسا کرنا اچھا نہیں۔

عورت کا نامحرم مرد کو دیکھنا:

مسئلہ ⑩: جس طرح خود مردوں کے سامنے آنا اور بدن کھولنا درست نہیں، اسی طرح تاک جھانک کر مردوں کو دیکھنا بھی درست نہیں۔ عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ مرد تو ہمیں نہ دیکھیں، لیکن اگر ہم ان کو دیکھ لیں تو کوئی حرج نہیں، یہ بالکل غلط ہے۔ دروازے کے شگاف یا کھڑکیوں سے مردوں کو دیکھنا، دولہا کے سامنے آجانا یا اور کسی طرح دولہا کو دیکھنا یہ سب ناجائز ہے۔

مسئلہ ⑪: نامحرم کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا لیٹنا ہرگز درست نہیں، اگرچہ دونوں الگ الگ اور کچھ فاصلہ پر ہوں تب

بھی جائز نہیں۔

مسئلہ (۱۲): اپنے پیر کے سامنے آنا ایسا ہی ہے جیسے کسی غیر محرم کے سامنے آنا، اس لیے یہ بھی جائز نہیں۔ اسی طرح منہ بولا بیٹا بھی بالکل نامحرم ہوتا ہے، بیٹا بنانے سے حقیقی بیٹا نہیں بن جاتا، اس سے اسی طرح پردہ کرنا چاہیے جس طرح نامحرموں سے ہوتا ہے۔ اسی طرح جو نامحرم رشتہ دار ہیں جیسے: دیور، جیٹھ، بہنوئی، نندوئی، چچازاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد بھائی وغیرہ یہ سب نامحرم ہیں، سب سے مکمل پردہ ہونا چاہیے۔

مسئلہ (۱۳): ہیجڑے، خوجے، اندھے کے سامنے آنا بھی جائز نہیں۔

مسئلہ (۱۴): بعض عورتیں دکاندار سے چوڑیاں پہناتی ہیں، یہ بڑی بیہودہ بات اور حرام ہے۔

اضافہ

نابالغ محرم کے ساتھ سفر:

بارہ سال سے کم عمر کے محرم کے ساتھ سفر کرنا بالاتفاق جائز نہیں اور بارہ سال سے زیادہ عمر والے محرم کے ساتھ سفر کے جائز ہونے میں اختلاف ہے، اس لیے اگر بارہ سال کا بچہ ہوشیار ہو، جسمانی اور عقلی لحاظ سے بالغ جیسا معلوم ہوتا ہو تو اس کے ساتھ سفر کرنے کی گنجائش ہے۔[1]

محرم والی عورت کے ساتھ سفر:

محرم والی عورت کے ساتھ کسی دوسری عورت کا سفر کرنا جائز نہیں، چاہے محرم والی عورت اور اس کا محرم مرد دیندار ہو یا بے دین، حتیٰ کہ اگر عورت بوڑھی ہو تو بھی غیر محرم کے ساتھ سفر کرنا حرام ہے۔ حدیث میں اس پر سخت وعید آئی ہے۔[2]

پردہ فرض ہونے کی عمر:

پردے کے احکام سے مقصود مردوں اور عورتوں کو بدنظری اور برے خیالات کے گناہ سے محفوظ رکھنا ہے۔ جس عمر کے بچوں میں اس گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہوگا اس عمر سے ان پر پردے کے احکام پر عمل کرنا ضروری ہوگا اور پردہ کے سلسلے میں ایسے بچوں کا وہی حکم ہوگا جو بالغ مردوں اور عورتوں کا ہے۔ اس سلسلہ میں قرآن، حدیث اور فقہ کی عبارات میں غور کرنے

۱- أحسن الفتاویٰ: ۸/ ۳۰

۲- أحسن الفتاویٰ: ۸/۲۹

سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نو سال کی لڑکی اور دس سال کے لڑکے پر پردہ فرض ہے، اگر وہ خود اس میں کوتاہی کریں تو ان کے سرپرستوں پر فرض ہے کہ وہ ان سے ان احکام پر عمل کروائیں۔

جسمانی صحت اور ماحول کے پیشِ نظر لڑکے اور لڑکی کے لیے پردہ کی مذکورہ عمر میں کمی بیشی بھی ہوسکتی ہے۔[1]

اجنبی عورت سے بات کرنا:

غیر محرم عورتوں سے بقدرِ ضرورت بات کرنا جائز ہے، بلاضرورت جائز نہیں، ہنسی مزاح کرنا یا اس کا جواب دینے کی کوئی گنجائش نہیں، ایسا کرنا سخت گناہ ہے، بلاضرورت دیکھنا بھی جائز نہیں، جہاں تک ہوسکے اپنی نظروں کی حفاظت کرنا ضروری ہے۔[2]

غیر محرم کو سلام کرنا:

اجنبی مرد اور عورت کے لیے ایک دوسرے کو سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا جائز نہیں، اگر کسی نے سلام کیا تو دوسرا دل میں جواب دے، آواز سے نہ دے، البتہ اگر کسی ضرورت سے بات کرنے کی نوبت آئے تو سلام کرنے اور سلام کا جواب دینے کی گنجائش ہے۔[3]

عورت کا بازار سے سامان لانا:

عورت کے لیے مجبوری کے وقت ضرورت کے مطابق گھر سے باہر نکلنا جائز ہے، اس لیے اگر واقعی مجبوری ہے تو عورت بازار سے سامان لا سکتی ہے، البتہ آج کل لوگوں نے نفسانی خواہشات کو ضرورت کا نام دے رکھا ہے جس کی وجہ سے بلا ضرورت عورتیں بازاروں میں گھومتی پھرتی ہیں جو ناجائز اور گناہ ہے، اس لیے عورت کے متعلقین مردوں پر فرض ہے کہ وہ بلا ضرورت عورت کو باہر جانے سے روکیں، ورنہ وہ بھی سخت گناہگار ہوں گے۔[4]

۱- أحسن الفتاوی: ۸/۳۷

۲- أحسن الفتاوی: ۸/۴۰

۳- أحسن الفتاوی: ۸/۴۱

۴- أحسن الفتاوی: ۸/۲۸

لباس اور زیب وزینت

لباس اور زیور:

مسئلہ ١: چھوٹے لڑکوں کو کڑے وغیرہ کوئی زیور اور اصلی ریشم کا بنا ہوا کپڑا پہنانا جائز نہیں، اسی طرح ریشمی اور سونے چاندی کا تعویذ بنا کر پہنانا اور زعفران کا رنگا ہوا کپڑا پہنانا درست نہیں۔ غرض جو چیزیں مردوں کے لیے حرام ہیں وہ لڑکوں کو بھی نہیں پہنانی چاہئیں، البتہ اگر بانا سوت کا ہو اور تانا ریشم کا تو ایسا کپڑا لڑکوں کو پہنانا جائز ہے، اسی طرح اگر مخمل کا رُواں ریشم کا نہ ہو تو وہ بھی درست ہے اور یہ سب کچھ مردوں کے لیے بھی درست ہے۔

مسئلہ ٢: سونے چاندی کے کام والی ٹوپی یا کوئی کپڑا مردوں کے لیے اس وقت جائز ہے جب بہت گہرا کام نہ ہو۔ اگر اتنا زیادہ کام ہے کہ دور سے دیکھنے سے سونا یا چاندی ہی نظر آتی ہے، کپڑا بالکل دکھائی نہیں دیتا تو اس کا پہنانا جائز نہیں۔ یہی حال ریشمی کام کا ہے کہ اگر بہت گھنا ہو تو اس کا پہننا مردوں کے لیے جائز نہیں۔

مسئلہ ٣: بہت باریک کپڑا پہننا اور ننگا رہنا دونوں برابر ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بہت سی کپڑے پہننے والیاں قیامت کے دن ننگی سمجھی جائیں گی۔

مسئلہ ٤: مردوں کا خواتین جیسی صورت بنانا یا زنانہ لباس پہننا، اسی طرح عورتوں کا مردانہ لباس پہننا اور مردوں جیسی صورت بنانا جائز نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسے مردوں اور ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

مسئلہ ٥: عورتوں کے لیے زیور پہننا جائز ہے لیکن نہ پہننا زیادہ بہتر ہے، جس نے دنیا میں نہیں پہنے اس کو آخرت میں بہت ملے گا۔ اور بجتا زیور پہننا درست نہیں، چھوٹی لڑکی کو پہنانا بھی جائز نہیں، سونے چاندی کے علاوہ اور کسی چیز کا زیور پہننا بھی درست ہے، جیسے: پیتل، تانبا وغیرہ، مگر انگوٹھی سونے چاندی کے سوا کسی اور چیز کی درست نہیں۔ [مردوں کے لیے چاندی کے سوا کسی اور چیز کی انگوٹھی بھی درست نہیں، نہ سونا نہ کوئی اور دھات یا پلاسٹک وغیرہ، صرف چاندی کی جائز ہے، بشرطیکہ ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو۔[1]]

١- از حاشیہ بہشتی زیور

اضافہ

مسنون لباس کی تفصیل:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک لباس ہمیشہ کے لیے کوئی مقرر نہیں تھا بلکہ مختلف حالات یعنی گرمی، سردی، سفر و حضر میں اور دوسرے طبعی تقاضوں کی وجہ سے مختلف قسموں اور مختلف رنگوں والا ہوتا تھا جس کی تفصیل شمائل کی کتابوں میں موجود ہے، البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام لباسوں میں مندرجہ ذیل باتیں پائی جاتی تھیں:

۱۔ لباس سادہ ہونا، اس میں تکلفات کا نہ ہونا۔

۲۔ مردوں پر حرام یعنی ریشمی لباس نہ ہونا۔

۳۔ لباس اس انداز کا ہونا کہ جس سے مسلمانوں کا قومی امتیاز باقی رہے اور غیر مسلموں کے ساتھ مشابہت نہ ہو۔

مذکورہ باتوں کی رعایت کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول یہ تھا کہ لباس کی فکر میں نہیں رہتے تھے بلکہ ہر وقت جس قسم کا لباس دستیاب ہو جاتا، چاہے عمدہ ہو یا معمولی اسی کو استعمال فرما لیتے تھے۔[۱]

مردوں کے لیے دنداسہ کا حکم:

مرد کے لیے دنداسہ دانتوں پر ملنا جائز ہے، بشرطیکہ اس سے زینت اور خوبصورتی پیدا کرنے کا ارادہ نہ ہو، نیز یہ احتیاط بھی لازم ہے کہ اس کا رنگ ہونٹوں پر نہ لگنے پائے، بصورتِ دیگر جائز نہیں ہوگا۔[۲]

۱- إمداد المفتين : ۹۷۶

۲- أحسن الفتاوى : ۸/۶۸

بالوں کے احکام

مسئلہ (۱): بال رکھنے کی تین صورتیں جائز ہیں:

۱- پٹے رکھنا، اس کی تین قسمیں ہیں:

(۱) کانوں کی لو تک، اس کو عربی میں "وَفرہ" کہتے ہیں۔

(۲) کانوں کی لو اور کندھوں کے درمیان تک، اس کو "لِمّہ" کہتے ہیں۔

(۳) کندھوں تک، اس کو "جُمَّہ" کہتے ہیں۔

۲- حلق یعنی پورے سر کے بال منڈوانا۔

۳- پورے سر کے بالوں کو برابر کاٹنا۔

پہلی دونوں صورتیں سنت ہیں اور تیسری صورت مباح ہے، لیکن سر کے کچھ حصے کے بال منڈوانا اور کچھ کے چھوڑنا یا کچھ حصہ کے کم کاٹنا اور کچھ حصہ کے زیادہ کاٹنا جیسا کہ آج کل کا فیشن ہے، جائز نہیں۔

مسئلہ (۲): اگر کسی کے بال بہت بڑے ہوں تو عورتوں کی طرح جوڑا باندھنا درست نہیں۔

مسئلہ (۳): عورت کے لیے سر منڈانا یا بال کتروانا حرام ہے، حدیث میں اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کی وعید آئی ہے۔

مسئلہ (۴): مونچھیں اتنی چھوٹی کرنا کہ ہونٹ کے کنارے کے برابر ہو جائیں سنت ہے اور استرے یا بلیڈ سے منڈوانے میں اختلاف ہے، بعض اس کو بدعت کہتے ہیں اور بعض اجازت دیتے ہیں، لہٰذا نہ منڈانے میں احتیاط ہے۔

مسئلہ (۵): دونوں طرف کناروں میں لمبی مونچھیں رکھنا درست ہے بشرطیکہ سامنے سے ہونٹ کے کنارے سے بڑھی ہوئی نہ ہوں۔

مسئلہ (۶): ڈاڑھی منڈانا، کتروانا حرام ہے، البتہ ایک مشت سے زائد کو کتروا دینا درست ہے۔ اسی طرح چاروں طرف سے تھوڑا تھوڑا لے لینا کہ ساری ڈاڑھی برابر ہو جائے درست ہے۔

مسئلہ (۷): رخساروں پر جو بال ہوں ان کو خط بنا کر برابر کر دینا درست ہے، اسی طرح دونوں ابروؤں کے بڑھے

ہوئے بالوں کو کسی قدر کاٹ کر برابر کرنا بھی درست ہے۔

مسئلہ (۸): حلق کے بال نہیں منڈوانا چاہیے مگر امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ (۹): نچلے ہونٹ پر اگنے والی چھوٹی ڈاڑھی کے دونوں طرف کے بال منڈوانے کو فقہاء نے بدعت لکھا ہے، اس لیے نہیں مونڈنے چاہییں۔ اسی طرح گدی کے بال بنوانے کو بھی فقہاء نے مکروہ لکھا ہے۔ (۱)

مسئلہ (۱۰): خوبصورتی کی غرض سے سفید بال چننا ممنوع ہے، البتہ مجاہد کے لیے دشمن پر رعب و ہیبت بٹھانے کے لیے سفید بال اکھیڑنا بہتر ہے۔

مسئلہ (۱۱): ناک کے بال نہیں اکھیڑنے چاہئیں بلکہ قینچی سے کاٹ دینا چاہیے۔

مسئلہ (۱۲): سینہ اور پیٹھ کے بال بنانا جائز ہے مگر خلافِ ادب ہے۔

مسئلہ (۱۳): مرد کے لیے زیرناف بال استرے (یا بلیڈ) سے صاف کرنا بہتر ہے۔ مونڈھتے وقت ابتدا ناف کے نیچے سے کرے اور پاؤڈر کریم وغیرہ کوئی بال صفا چیز لگا کر زائل کرنا بھی جائز ہے اور عورت کے لیے سنت یہ ہے کہ کریم یا پاؤڈر وغیرہ سے بال ختم کرے، استرہ نہ لگائے۔

مسئلہ (۱۴): بغل کے بالوں میں بہتر یہ ہے کہ موچنے وغیرہ سے اکھیڑے اور استرے سے منڈوانا بھی جائز ہے۔

مسئلہ (۱۵): اس کے علاوہ باقی سارے بدن کے بال مونڈنا یا رکھنا دونوں درست ہے۔

مسئلہ (۱۶): پیر کے ناخن کاٹنا بھی سنت ہے، البتہ مجاہد کے لیے دار الحرب میں ناخن اور مونچھیں نہ کٹوانا مستحب ہے۔

مسئلہ (۱۷): کٹے ہوئے ناخن اور بال دفن کر دینا چاہیے، دفن نہ کرے تو کسی محفوظ جگہ ڈال دینا بھی جائز ہے، مگر ناپاک گندی جگہ نہ ڈالے، اس سے بیماری کا اندیشہ ہے۔

مسئلہ (۱۸): دانت سے ناخن کاٹنا مکروہ ہے، اس سے برص کی بیماری ہو جاتی ہے۔

مسئلہ (۱۹): حالتِ جنابت میں بال بنانا، ناخن کاٹنا، زیرناف بال وغیرہ صاف کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ (۲۰): ہفتے میں ایک مرتبہ زیرناف بال، بغل کے بال، مونچھوں کے بال اور ناخن وغیرہ کاٹنا اور نہا دھو کر صاف ستھرا ہونا مستحب ہے اور سب سے بہتر جمعہ کا دن ہے کہ پہلے صفائی کر کے نمازِ جمعہ کے لیے جائے۔ ہفتہ میں ایک مرتبہ

۱- اس لیے کہ گدی سر کا حصہ ہے اور سر کے بال بعض جگہوں سے کاٹنا اور بعض کو چھوڑ دینا مکروہ ہے، البتہ گردن کے بال کاٹنا مکروہ نہیں، کیونکہ وہ سر کا حصہ نہیں۔ (أحسن الفتاوی: ۸/۷۶)

نہ ہو تو پندرہویں دن سہی، زیادہ سے زیادہ چالیس دن تک رخصت ہے، اس کے بعد رخصت نہیں۔ اگر چالیس دن گزر گئے اوران چیزوں سے صفائی حاصل نہ کی تو گنہگار رہوگا۔

اضافہ

ڈاڑھی منڈانا یا کٹانا:

ڈاڑھی رکھنا واجب ہے، منڈانا یا مٹھی سے کم کرنا حرام ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مشرکوں کی مخالفت کرو، ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھیں کٹاؤ۔ نیز حضور ﷺ نے ڈاڑھی کٹانے، ٹخنے ڈھانکنے اور گانے بجانے کو ان بدکاریوں میں شمار فرمایا ہے جن کی وجہ سے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کیا گیا۔ علاوہ ازیں ڈاڑھی منڈانے یا کٹانے کا گناہ علی الاعلان شریعت کی مخالفت اور دوسرے گناہوں سے زیادہ سنگین ہے، اس لیے کہ دوسرے گناہ وقتی ہوتے ہیں مگر یہ گناہ ہر وقت ساتھ رہتا ہے، سوتے جاگتے حتیٰ کہ نماز وغیرہ عبادات کی حالت میں بھی یہ گناہ ساتھ رہتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میری ساری امت معافی کے لائق ہے سوائے ان لوگوں کے جو علانیہ گناہ کرتے ہیں۔[1]

عورتوں کا جوڑا باندھنا:

عورتوں کا بالوں کو جمع کرکے سر کے اوپر جوڑا باندھنا جائز نہیں، حدیث میں ہے: ''ایسی عورتوں کو جنت کی خوشبو نصیب نہیں ہوگی۔'' البتہ گدی پر جوڑا باندھنا جائز ہے بلکہ نماز کی حالت میں بہتر ہے، اس لیے کہ اس سے بالوں کے پردے میں سہولت ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ بال رکھنے کے دوسرے طریقے (کنگھی مار کر پھیلا دینا یا رخساروں پر ڈال دینا وغیرہ) جائز ہے بشرطیکہ کسی نامحرم کی نظر نہ پڑے اور کفار کے ساتھ مشابہت نہ ہو۔ عورت کے بالوں کا سخت پردہ ہے حتیٰ کہ بوڑھی عورت کے بال دیکھنا بھی حرام ہے۔[2]

۱- أحسن الفتاوی: ۸/۷۳، إمداد الفتاوی: ٤/۲۲۳

۲- أحسن الفتاوی: ۸/ ٧٤

مصنوعی بال لگانا:

مصنوعی بال اگر انسان کے ہوں تو ان کا لگانا بڑا گناہ ہے اور اس پر حدیث میں لعنت وارد ہوئی ہے اور اگر یہ بال کسی جانور کے ہوں تو لگانا جائز ہے۔[1]

عورت کا چہرے کے بال صاف کرنا:

عورت کے لیے چہرے کے بال صاف کرنا جائز ہے، اگر اس کے ڈاڑھی یا مونچھ نکل آئے تو ان کو صاف کرنا بہتر ہے۔

ابرو کے کناروں سے بال اکھاڑ کر باریک دھاری بنانا جائز نہیں، حدیث میں اس پر لعنت آئی ہے، البتہ اگر ابرو بہت زیادہ پھیلے ہوئے ہوں تو ان کو درست کرکے عام حالات کے مطابق کرنا جائز ہے۔[2]

زیر ناف صفائی کی حدود:

زیر ناف کی صفائی کی حد مثانہ سے نیچے پیڑو کی ہڈی سے شروع ہوتی ہے، اس لیے پیڑو کی ہڈی کے شروع سے لے کر مخصوص اعضا، ان کے اردگرد اور ان کے برابر رانوں کے جوڑ تک اور فضلہ خارج ہونے کی جگہ کے بال صاف کرنا واجب ہے۔[3]

۱- أحسن الفتاوی: ۸/۷۵

۲- أحسن الفتاوی: ۸/۷۵

۳- أحسن الفتاوی: ۸/۷۷

سلام کے احکام

کافر کو سلام کرنا یا جواب دینا:

کافر کو تعظیم کی نیت سے سلام کرنا کفر ہے۔ تعظیم مقصود نہ ہو، صرف دعا کے طور پر ہو تو ناجائز ہے اور کسی ضرورت سے ہو تو جائز ہے، مگر اسے " السلام علی من اتبع الهدی" کہے۔

کافر کے سلام کا جواب دینا جائز ہے مگر جواب میں صرف "وعليك" کہے۔[۱]

کن کو سلام کرنا مکروہ ہے؟:

مندرجہ ذیل افراد کو سلام کرنا مکروہ ہے:

۱- کھانے میں مشغول شخص کو۔

۲- جو شخص نماز، اذان، اقامت، ذکر وتلاوت یا دینی علوم سیکھنے سکھانے میں مشغول ہو۔

۳- قاضی کو فیصلہ کی مجلس میں سلام کہنا جبکہ سلام کہنے والے فریقین ہوں۔

۴- نامحرم جوان عورت کو۔

۵- ننگے آدمی کو۔

۶- جو شخص قضائے حاجت میں مشغول ہو۔

ان تمام صورتوں میں اگر کوئی سلام کرے تو جواب دینا واجب نہیں۔[۲]

خط کے سلام کا جواب:

خط کے سلام کا جواب زبانی یا بذریعہ خط دینا واجب ہے، بہتر یہ ہے کہ فوراً زبان سے جواب دے دیا جائے، کیونکہ ممکن ہے کہ خط کے جواب کا موقع نہ ملے تو اس صورت میں واجب چھوٹ جانے کا گناہ ہوگا۔

اگر خط کا جواب دینے کا ارادہ نہ ہو یا خط جواب کے قابل نہ ہو تو اس صورت میں فوراً زبان سے جواب دینا واجب ہے۔[۳]

۱- أحسن الفتاوی: ۸/۱۳٤، إمداد الأحكام: ٤/۳۹۲

۲- أحسن الفتاوی: ۸/۱۳٦، إمداد الفتاوی: ٤/۲۸۷

۳- أحسن الفتاوی: ۸/۱۳۷

ہاتھ کے اشارے سے سلام کرنا:

آواز پہنچانے پر قدرت کے باوجود صرف ہاتھ کے اشارے سے سلام کرنا جائز نہیں اور اس کا جواب دینا بھی واجب نہیں اور اگر کوئی عذر ہو تو صرف ہاتھ کا اشارہ بھی کافی ہے، البتہ ممکن ہو تو اس کے ساتھ سلام کے الفاظ بھی کہے۔

کسی عذر کے بغیر لفظ سلام کے ساتھ اشارہ کرنا بھی جائز ہے، اس لیے کہ یہ اشارہ مصافحہ (ہاتھ ملانے) کے قائم مقام ہے۔[۱]

سلام کا جواب سنانا:

جواب سنا سکتا ہو تو سنانا ضروری ہے اور اگر سنانے پر قدرت نہیں مثلاً: سلام کرنے والا دور ہے یا بہرا ہے، اس صورت میں زبان سے سلام کے الفاظ ادا کر کے ہاتھ کے اشارہ سے جواب دینا کافی ہوگا، سنانا لازم نہیں۔[۲]

تصویر کے احکام

نصف دھڑ کی تصویر:

چہرہ کے ساتھ اوپر کے نصف دھڑ کی بھی تصویر بنانا جائز نہیں اور چہرہ کے بغیر باقی دھڑ کی تصویر بنانا جائز ہے۔ اس بارہ میں مشہور قاعدہ یہ ہے کہ جس عضو کے بغیر حیوان زندہ نہ رہ سکے اس کو کاٹ دینے سے حقیقی تصویر باقی نہیں رہتی، اسی وجہ سے چہرہ کے بغیر باقی دھڑ کی تصویر بنانا درست ہے، مگر خوب سمجھ لینا چاہیے کہ چہرہ اس مشہور قاعدہ سے مستثنیٰ ہے کیونکہ تصویر میں مقصود چہرہ ہی ہوتا ہے، اسی وجہ سے چہرہ کے ساتھ اوپر کے نصف دھڑ کی تصویر بنانا جائز نہیں۔[۳]

بزرگوں کی تصویر رکھنا:

تصویر کسی طرح جائز نہیں، چاہے کسی بزرگ کی ہو یا عام آدمی کی، قرآن وحدیث کی رُو سے اس کو بنانا یا رکھنا سب حرام ہے اور اس کو مٹانا واجب ہے۔[٤]

۱- أحسن الفتاوى: ۸/۱٤٤

۲- أحسن الفتاوى: ۹/۱۹، إمداد الفتاوى: ٤/۲۷۵

۳- إمداد الفتاوى: ٤/۲۵۲

٤- إمداد الأحكام: ٤/۲٤۳

کافروں کے ساتھ معاملات

کفار کی مذہبی دعوتوں میں شرکت:

مسلمانوں کا کفار کی مذہبی دعوتوں میں شرکت کرنا جائز نہیں، البتہ اگر یہ دعوت مذہبی نہیں بلکہ ویسے ہی خوشی کی دعوت ہے تو اس میں شرکت جائز ہے۔[1]

کفار سے دوستی اور میل جول:

کفار سے خرید وفروخت، اجارہ وغیرہ معاملات کرنا جائز ہے، اسی طرح بوقتِ ضرورت ظاہری میل جول کی بھی گنجائش ہے، البتہ بلاضرورت میل جول رکھنا یا ان سے محبت اور دوستی کرنا جائز نہیں۔[2]

کافر کی عیادت وتعزیت:

کافر کی عیادت کرنا اور جب مر جائے تو اس کے وارثوں کی تعزیت کرنا جائز ہے، مگر اس کے لیے دعائے مغفرت نہ کرے بلکہ تعزیت کے طور پر یہ کہے: ''اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے بہتر بدلہ عطا فرمائے اور اسلام کے ذریعہ تمہاری اصلاح فرمادے۔''

کافر کے جنازے کے ساتھ دفن کی جگہ تک جانا جائز نہیں، اس لیے کہ اس میں اس کی تعظیم ہے اور وہ تعظیم کا حق دار نہیں۔[3]

۱- إمداد الأحكام: ۳۹۲/٤

۲- إمداد الأحكام: ۳۹۲/٤

۳- إمداد المفتين: صـ ۱۰۱۸

پانی اور چراگاہ کے احکام

چشمہ میں سب لوگ شریک ہیں:

قدرتی چشمہ میں سب لوگوں کا حق ہے، اس لیے صرف اپنے فائدہ کے لیے اس کے پانی کی ٹنکی بنا کر دوسروں کو محروم کرنا جائز نہیں۔[۱]

پائپ لائن میں پانی آنے سے ملکیت ثابت ہونا:

پانی حاصل کرنے کے لیے کسی شخص نے قدرتی چشمہ سے پائپ لائن کھینچی تو اس کی پائپ لائن میں پانی آنے سے وہ شخص اس کا مالک ہوگیا، لہٰذا اب اسے اختیار ہے کہ وہ کسی کو یہ پانی دے یا نہ دے، البتہ براہِ راست چشمہ سے پانی لینے کا ہر شخص کو حق ہے، اس سے روکنے کا کسی کو اختیار نہیں۔[۲]

چراگاہ میں سب کا حق ہے:

ایسی چراگاہیں جو کسی کی ملک نہیں ان میں سب مسلمانوں کا برابر حق ہے، سارے مسلمان ان میں اپنے جانور بھی چرا سکتے ہیں اور گھاس وغیرہ بھی کاٹ سکتے ہیں، اس لیے ان کو اپنے لیے اس طرح خاص کر لینا کہ دوسروں کے جانور وہاں نہ جا سکیں یا وہ ان چراگاہوں سے گھاس وغیرہ نہ کاٹ سکیں، جائز نہیں، ایسی چراگاہوں سے گھاس وغیرہ کاٹنے پر کسی سے معاوضہ لینا اور بھی زیادہ شدید ظلم اور ناانصافی ہے۔

مباح اور غیر مملوکہ زمین تو درکنار اپنی مملوکہ زمین کی خودرو گھاس سے بھی کسی کو روکنا جائز نہیں۔ اگر مالک زمین میں داخل نہ ہونے دے تو اس پر لازم ہے کہ گھاس کاٹ کر طلب کرنے والے کو حوالے کرے۔[۳]

۱- أحسن الفتاویٰ: ۸/۴٦۳

۲- أحسن الفتاویٰ: ۸/۴٦۳

۳- أحسن الفتاویٰ: ۸/۱۸۸، عزیز الفتاویٰ: ۷۹۰

متفرق مسائل

مکان ودکان وغیرہ میں قرآنی آیات لٹکانا:

کسی گتے وغیرہ پر قرآنی آیات لکھ کر گھر میں یا دکان میں لٹکانا اس شرط سے جائز ہے کہ ان کی بے احترامی نہ ہو اور گرد و غبار سے بھی محفوظ رہیں، اگر ان کا احترام نہ کیا جا سکتا ہو یا گرد و غبار سے صاف رکھنا مشکل ہو تو جائز نہیں، نیز جہاں ٹی وی چلایا جاتا ہو یا تصویریں ہوں وہاں قرآنی آیات آویزاں کرنے میں قرآن مجید کی بے احترامی ہے، اس لیے جائز نہیں۔ دیوار اور دروازے پر آیات لکھنا بہرحال مکروہِ تنزیہی ہے۔(۱)

اخبار اور سرکاری خطوط میں قرآنی آیات لکھنا:

اخبارات واشتہارات میں قرآنی آیات اور ”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم“ لکھنا جائز نہیں، اس لیے کہ اخبارات واشتہارات میں تصویریں ہوتی ہیں اور اخبارات میں سینما کے فحش اشتہارات بھی ہوتے ہیں، نیز اکثر ایسا ہوتا ہے کہ یا تو یہ اخبارات ردی میں فروخت ہو جاتے ہیں پھر دکانداران کو لفافے کے طور پر استعمال کرتے ہیں یا ویسے ہی ادھر ادھر پڑے پاؤں کے نیچے آتے رہتے ہیں، ان سب صورتوں میں قرآنی آیات کی بے حرمتی ہے جس سے بچنا لازم ہے۔

سرکاری دفاتر کے خطوط میں قرآنی آیات اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنا نہ صرف جائز ہے بلکہ بہتر ہے، ان خطوط کی اگر کوئی بے حرمتی کرے گا تو گناہ صرف اسی کو ہوگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی بجائے دوسرے کلمات لکھنا یا ۷۸۶ لکھنا درست نہیں، اس لیے کہ یہ طریقہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک عمل کے خلاف ہے، دوسرے کلمات لکھنے سے نہ بسم اللہ کا ثواب ملے گا اور نہ سنت ادا ہوگی۔(۲)

قرآنی آیات والے کاغذوں میں پڑیاں باندھنا:

جن اخباروں میں قرآنی آیات یا ان کا ترجمہ یا کوئی اور شرعی مضمون ہو ان میں پڑیاں باندھنا جائز نہیں، وہ اخبار جن میں قرآنی آیات، حدیث یا کوئی اور شرعی مضمون نہ ہو ان میں پڑیاں باندھنے میں مضایقہ نہیں، البتہ کسی بھی تحریر کو گندگی میں ڈالنا یا

۱- أحسن الفتاوی: ۸/ ۲۳

۲- أحسن الفتاوی: ۸/ ۲٤

پاؤں تلے روندنا جائز نہیں۔[۱]

اخبار میں لکھی ہوئی آیات کو بے وضو چھونا:

اخبار کے صفحے میں جہاں آیاتِ قرآن لکھی ہوں اس جگہ کو بے وضو ہاتھ لگانا منع ہے، دوسری جگہ جہاں آیت نہیں لکھی ہوئی ہو اس کو ہاتھ لگا سکتے ہیں۔[۲]

خاندانی منصوبہ بندی اور اسقاطِ حمل:

رزق کی تنگی کے خوف سے یا اس وہم سے منصوبہ بندی کرنا کہ بچی پیدا ہوگی تو عار ہوگی بہر حال حرام و ناجائز ہے، البتہ اگر یہ نظریہ نہ ہو بلکہ عورت کی صحت یا بچوں کی تربیت پیش نظر ہو تو کنڈوم (ربڑ کا غبارہ) یا دوائیں استعمال کرنا جائز ہے، مگر بچہ دانی نکال دینا یا مرد کا آپریشن کر کے اسے ہمیشہ کے لیے بے کار بنا دینا جائز نہیں، سخت گناہ اور حرام ہے۔ حمل ٹھہر جانے کے بعد چار مہینے پورے ہونے سے پہلے کسی عذر کی وجہ سے مثلاً: حمل کی وجہ سے عورت کا دودھ خشک ہو جانا اور کسی اور ذریعہ سے بچے کی پرورش کا بندوبست نہ ہونا یا کسی ماہر اور دیندار معالج کا معاینہ کے بعد یہ کہنا کہ اگر حمل باقی رہا تو عورت کی جان کو خطرہ ہے، حمل گرانے کی گنجائش ہے۔ چار مہینے گزرنے کے بعد حمل گرانا حرام ہے، کسی بھی عذر سے اس کی گنجائش نہیں۔[۳]

فاسق بیٹے سے قطع تعلق:

فاسق بیٹے سے تعلق رکھنے کا فیصلہ لڑکے کے آیندہ حالات کے بارہ میں اطمینان پر موقوف ہے، اگر یہ اطمینان ہو کہ وہ آیندہ کے لیے سمجھانے بجھانے سے اپنے حالات درست کرلے گا تو اس صورت میں اس سے تعلق رکھنا درست ہے ورنہ نہیں، البتہ اس بات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ یہ قطع تعلق صرف اصلاح اور اس کو راہِ راست پر لانے کے لیے ایک تدبیر ہے، اس لیے اگر شروع ہی سے اندازہ ہو جائے کہ اصلاح کا یہ طریقہ اس کے لیے مفید نہیں ہوگا یا کچھ تجربہ کرنے کے بعد معلوم ہو کہ یہ طریقہ اس کے لیے مفید نہیں بلکہ اس سے اور زیادہ بگاڑ میں اضافہ ہوگا تو اس صورت میں تعلق بالکل ختم کرنا مناسب نہیں بلکہ اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے ممکن حد تک اس سے تعلق رکھا جائے اور وقتاً فوقتاً موقع کی مناسبت سے وعظ و نصیحت اور اس کے لیے دعا جاری رکھی جائے تو امید ہے کہ یہ اس کے لیے زیادہ مفید ہوگا۔[٤]

١- أحسن الفتاوی: ۱۲/۸ ٢- أحسن الفتاوی: ۲۱/۸

٣- أحسن الفتاوی: ۱۹٦/۸، إمداد الفتاوی: ۲۰۳/٤، إمداد المفتین: ۹۷٤

٤- أحسن الفتاوی: ۱۹۷/۸

قرآن مجید گر جائے تو اس کو بوسہ دینا:

کسی وجہ سے قرآنِ کریم اونچی جگہ سے گر جائے تو اس کی تلافی کیلئے کچھ صدقہ کرنا اور اس کو بوسہ دینا ضروری نہیں، البتہ اپنی غفلت پر نفس کو سزا دینے کیلئے کوئی چیز صدقہ کرنا اور ادب واحترام کیلئے بوسہ دینا جائز ہے۔[۱]

پھٹے پرانے قرآن مجید اور کتبِ حدیث کو جلانا:

قرآن مجید کے بوسیدہ اور ناقابل استعمال اوراق کو جاری پانی میں ڈال دیا جائے یا کہیں محفوظ جگہ دفن کر دیا جائے، ان کو جلانا جائز نہیں۔ حدیث کی کتابوں کے بوسیدہ اوراق سے اللہ تعالیٰ، انبیاءِ کرام علیہم السلام اور فرشتوں کے نام مٹا کر جلانا جائز ہے مگر بہتر یہ ہے کہ ان کو بھی جاری پانی میں بہا دیا جائے یا دفن کر دیا جائے۔[۲]

ناجائز کاموں پر مشتمل دعوت میں جانا:

اگر دعوت کی جگہ میں کوئی ناجائز کام ہو تو دعوت قبول نہ کرے اور وہاں نہ جائے، البتہ اگر غالب گمان یہ ہو کہ اس کے جانے سے وہ ناجائز کام بند ہو جائے گا تو اس صورت میں دعوت قبول کر کے دعوت کی جگہ چلا جائے۔[۳]

دھوبی سے کپڑا ضائع ہونا:

اگر دھوبی بے احتیاطی سے کپڑا ضائع کرتا ہے تو اس پر ضمان لازم ہوگا اور اگر بے احتیاطی کا انکار کرتا ہے تو اس سے قسم لے سکتے ہیں، اگر وہ قسم کھا لے تو پھر ضمان لینے کا حق نہیں۔ اگر دھوبی کسی تفصیل کے بغیر ضائع ہونے والے کپڑے کی آدھی قیمت دے دے جیسا کہ آج کل عام عرف ہے تو لینا جائز ہے، لیکن اگر یقینی طور پر یہ معلوم ہو جائے کہ اس میں دھوبی کا کوئی قصور نہیں تو پھر لینا جائز نہیں۔[٤]

زخمی کے علاج کا خرچ وصول کرنا:

کسی شخص نے کسی کو ایسا مارا پیٹا یا زخمی کر دیا کہ اس کو ہسپتال میں زیرِ علاج رہنا پڑا تو اس صورت میں ضمان کے طور پر علاج وغیرہ پر خرچ ہونے والی رقم اس شخص سے لینا جائز ہے۔[۵]

۱- إمداد الفتاوىٰ : ٤/ ٦٠
۲- أحسن الفتاوىٰ : ٨/ ١٣ - ١٦
۳- إمداد الأحكام : ٤/ ٢٩
٤- أحسن الفتاوىٰ : ٨/ ٥١٦، إمداد الأحكام : ٣/ ٦٣٤
٥- أحسن الفتاوىٰ : ٨/ ٥٢٠

بدل کر آئے ہوئے سامان کا حکم:

اگر کسی کی چیز تبدیل ہو جائے اور غالب گمان ہو کہ یہ چیز اس شخص کی ہے جو اس کے بدلے غلطی سے دوسرے کی چیز لے گیا ہے اور یہ بھی غالب گمان ہو جائے کہ وہ اپنی چیز لینے یہاں نہیں آئے گا اور نہ ہی اس کا کوئی سراغ لگانا ممکن ہو تو یہ شخص (جس کی چیز تبدیل ہوگئی ہے) اس چیز کو خود رکھ سکتا ہے، البتہ اگر اس کی قیمت زیادہ ہو تو زائد مقدار صدقہ کر دے۔

اسی طرح اگر بدل کر آئے ہوئے سامان کے مالک کا پتہ لگانا ممکن نہ ہو اور کسی بات کا غالب گمان بھی نہ ہو تو اس صورت میں بھی یہ شخص خود استعمال کر سکتا ہے بشرطیکہ یہ شخص فقیر ہو، اگر خود فقیر نہیں تو پھر استعمال کے جائز ہونے کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ یہ شخص اپنی بالغ اولاد یا دوسرے رشتہ داروں پر صدقہ کر دے، بشرطیکہ وہ فقیر ہوں پھر وہ اپنی خوشی سے صدقہ کرنے والے کو واپس کر دیں۔[1]

کھانے کے آداب:

کھانے کے آداب یہ ہیں:

(۱) کھانے سے پہلے ہاتھ دھو کر پونچھے نہ جائیں اور نہ ہی کسی چیز کو چھوئیں۔

(۲) کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر پونچھے جائیں۔

(۳) کھانے سے قبل بسم اللہ پڑھنا، اگر بہت سے لوگ ہوں تو بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنا بہتر ہے۔

(۴) کھانے کے بعد منقول دعائیں یہ ہیں:

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ كَثِيْراً طَيِّباً مُبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا.[2] (بخاری)

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِيْ كَفَانَا وَأَرْوَانَا غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مَكْفُوْرٍ.[3] (بخاری)

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِيْ أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِيْنَ. (ابو داؤد والترمذی)

۱- (أحسن الفتاوی: ۱۷/۹)

۲- ترجمہ: تعریف اللہ کے لیے، ایسی تعریف جو بہت اور پاکیزہ ہے، جس میں برکت عطا کی گئی ہے، اور ایسی تعریف جس میں بندہ کسی حد پر اکتفا نہ کرے، اور نہ اسے چھوڑا جائے اور نہ اس سے لاپروائی ہو، اے ہمارے رب!

۳- ترجمہ: ہر تعریف اللہ کے لیے جو ہمارے لیے کافی ہوا، جس نے ہمیں سیراب کیا، جس کے لیے کوئی چیز کافی نہیں (بلکہ وہ ہر چیز کے لیے کافی ہے) اور اس کی نعمتوں کی ناشکری نہیں کی جا سکتی۔

(۵) کھاتے وقت چارزانو یا تکیہ لگا کر نہ بیٹھے، بلکہ ایک پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے دوسرا گھٹنا کھڑا رکھے، یا دوزانو بیٹھے، البتہ کوئی عذر ہو تو جیسے چاہے بیٹھ سکتا ہے۔

(۶) کھانا نیچے یا چوکی وغیرہ پر بیٹھ کر کھائے، میز کرسی پر کھانا، یا خود نیچے بیٹھ کر کھانا چوکی پر رکھنا، یا خود پیڑھی یا گدے وغیرہ پر بیٹھنا اور کھانا نیچے رکھنا یہ سب صورتیں کھانے کے آداب کے خلاف ہیں۔ کھانے والے کی نشست اور کھانا رکھنے کی جگہ دونوں بلندی میں برابر ہوں۔

(۷) کھانے کی چیزوں پر کوئی پیالہ وغیرہ نہ رکھنا چاہیے۔

(۸) دسترخوان پر پاؤں نہ رکھے۔

(۹) روٹی دسترخوان پر بغیر چنگیر، رومال وغیرہ کے نہ رکھے۔

(۱۰) کھانا اپنے سامنے سے کھائے، البتہ اگر دسترخوان پر متفرق چیزیں ہوں تو دوسرے کے سامنے سے اٹھا کر کھانا بھی درست ہے۔

(۱۱) انگلیوں کو چاٹ لے۔ روٹی سے، رومال سے اور دسترخوان سے انگلیاں صاف کرنا بے ادبی ہے۔

اگر انگلیاں چاٹنے کے بعد خشک کرنے کی ضرورت ہو تو کسی الگ رومال سے خشک کرنے میں مضایقہ نہیں۔

(۱۲) کھانے میں عیب نہ نکالے، رغبت ہو تو کھالے ورنہ چھوڑ دے۔

(۱۳) لقمہ گر جائے تو صاف کر کے کھائے۔

(۱۴) کھانا دائیں ہاتھ سے کھائے۔

(۱۵) پیٹ بھر کے نہ کھائے۔

(۱۶) زیادہ گرم کھانا نہ کھائے۔

(۱۷) کھانے کو سونگھے نہیں۔

(۱۸) کھانے میں پھونک نہ مارے۔[1]

۱- أحسن الفتاوی: ۹/ ۶۳

پینے کے آداب:

پینے کے آداب یہ ہیں:

(۱) پینے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا۔

(۲) دائیں ہاتھ سے پینا۔

(۳) کم از کم تین سانس میں پینا۔

(۴) برتن منہ سے ہٹا کر سانس لینا۔

(۵) کھانے پینے کی اشیا میں ایسی پھونک مارنا جس سے آواز پیدا ہو درست نہیں، البتہ ٹھنڈا کرنے کے لیے بغیر آواز پھونکنے کی بعض فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے گنجائش دی ہے، مگر کراہتِ طبعیہ سے بہر حال خالی نہیں۔[1]

گالی کے بدلے گالی دینا جائز نہیں:

حدیث کی رُو سے گالی دینا ممنوع اور ناجائز ہے، رسول اللہ ﷺ نے فحش گالیاں دینے کو منافقین کی علامت قرار دیا ہے۔ جس طرح گالی دینا گناہ اور ناجائز ہے اسی طرح گالی کا جواب گالی سے دینا بھی گناہ اور منافقت کی علامت ہے، جس سے بچنا ضروری ہے۔[2]

ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا:

مصافحہ ایک ہاتھ سے کیا جائے یا دونوں ہاتھوں سے دونوں کی گنجائش ہے، البتہ دونوں ہاتھوں سے کرنا بہتر ہے، مگر ایک ہاتھ سے کرنے والے کو برا بھلا کہنا درست نہیں۔[3]

رخصت ہوتے وقت مصافحہ کرنا:

رخصت ہوتے وقت مصافحہ کرنا یا نہ کرنا دونوں کی گنجائش ہے۔[4]

متعین جگہ دفن کی وصیت:

اگر کسی نے کسی گھر وغیرہ میں جہاں وہ عبادت کیا کرتا تھا، دفن کرنے کی وصیت کی تو یہ وصیت باطل ہے، اس پر عمل کرنا جائز نہیں۔[5]

۱- أحسن الفتاویٰ: ۹/۶۵ ۲- إمداد الفتاویٰ: ۴/۳۶۵ ۳- إمداد الفتاویٰ: ۴/۳۷۰
۴- إمداد الفتاویٰ: ۴/۴۹۱ ۵- إمداد الفتاویٰ: ۴/۳۲۹

علاج معالجہ کے احکام

اجزائے ترکیبی کی چار اقسام:

جو چیزیں علاج میں کام آتی ہیں چار قسم کی ہیں: جمادات (معدنیات مختلف قسم کے پتھر وغیرہ) نباتات (جڑی بوٹیاں) حیوانات اور ان سے مرکب چیزیں۔

ان چیزوں کے استعمال کے طریقے دو ہیں اور دونوں کا شرعی حکم الگ الگ ہے: ایک استعمال داخلی ہے اور دوسرا خارجی۔ داخلی استعمال کسی چیز کے حلق اور پیٹ میں پہنچ جانے کو کہتے ہیں، یعنی داخلی استعمال کھانے پینے کا نام ہے۔ اس کے سوا جتنے طریقے استعمال کے ہیں سب خارجی ہیں مثلاً: ناک میں ٹپکانا، اسپرے کرنا، کوئی تر یا خشک دوا سونگھنا، بھاپ لینا، دانتوں پر دوا لگانا، چبانا اور کلی (غرارے) کرنا۔ یہ سب خارجی استعمال ہیں، بشرطیکہ دوا حلق میں نہ پہنچے لیکن سوائے سونگھنے کے سب میں خطرہ ہے کہ دوا حلق میں پہنچ جائے بلکہ اکثر پہنچ ہی جاتی ہے، لہٰذا یہ سب صورتیں اگرچہ خارجی استعمال کی ہیں لیکن داخلی استعمال کے حکم میں ہیں، اس لیے احتیاط ضروری ہے کہ جس چیز کا داخلی استعمال درست نہیں، وہ مذکورہ بالا طریقوں سے استعمال نہ کی جائے، ورنہ اگر ذرا بھی حلق میں پہنچ گئی تو حرام چیز کھانے کا گناہ ہوگا، تاہم اگر کوئی احتیاط کر سکے تو استعمال کی گنجائش بھی ہے۔

داخلی اور خارجی استعمال:

جو چیز نجس العین ہے یعنی اپنی اصل کے اعتبار سے بالکل ناپاک ہے، جیسے: پیشاب، شراب، مردار جانور، خنزیر کا گوشت وغیرہ، اس کا نہ خارجی استعمال درست ہے اور نہ داخلی؛ اور جو چیز کسی نجس چیز کے ملانے سے ناپاک ہوئی ہے اس کا داخلی استعمال درست نہیں، خارجی استعمال کی گنجائش ہے، جیسے: شراب ملی ہوئی دوائیں جبکہ شراب کم اور دوا زیادہ ہو، البتہ نماز کے وقت اس کو دھونا اور باقاعدہ پاک کرنا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص ایسی ناپاک چیزوں کے خارجی استعمال سے بھی پرہیز کرے تو بہتر ہے، اس لیے کہ بعض اوقات سخت بیماری کی حالت میں خیال نہیں رہتا اور کپڑوں میں بھی نجاست لگ جاتی ہے یا ہاتھ دھوئے بغیر کسی برتن میں پڑ جاتا ہے اور وہ پانی اور برتن ناپاک ہو جاتا ہے جس سے وہ نجاست سارے گھر میں پھیل جاتی ہے۔

دوسری چیز کے ملنے سے نجس ہونے کا یہ مطلب ہے کہ دوسری چیز اس پاک چیز پر غالب نہ ہو، ورنہ غالب کا اعتبار ہوگا،

مثلاً: ایک لوٹا پیشاب میں چلو بھر پانی ملا کر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ پانی ہے، پیشاب ملنے سے نجس ہوگیا ہے، بلکہ اس کا حکم پیشاب ہی کا ہوگا اور اس کے برعکس صورت میں حکم بھی برعکس ہوگا۔

کسی چیز کی ممانعت کی وجوہات:

شریعتِ مطہرہ میں کسی چیز کا استعمال ممنوع ہونے کی وجوہات چار ہیں:

(۱) نجاست، جیسے: پیشاب، شراب وغیرہ

(۲) نقصان دہ ہونا، جیسے: زہر

(۳) ''استخباث'' یعنی طبیعتِ سلیمہ کا اس سے گھن کرنا، جیسے: کیڑے مکوڑے

(۴) نشہ آور ہونا

جمادات کا بیان

جمادات سے مراد وہ اشیا ہیں جو جڑی بوٹیوں اور حیوانی فضلات اور حیوانی اجزا کے علاوہ ہیں جیسے: مٹی، سونا، چاندی، تانبہ، زہر مہرہ وغیرہ۔ جمادات سب پاک اور حلال ہیں الا یہ کہ نقصان دہ یا نشہ آور ہوں۔ اگر نقصان پہنچانے والی چیز کا نقصان کسی طرح ختم ہوجائے یا نشہ آور چیز میں نشہ نہ رہے تو ممانعت بھی نہ رہے گی۔ اس قاعدہ کی رُو سے مٹی کھانے اور پان میں چونا کھانے، گِلِ ارمنی، گیرو، ملتانی مٹی اور مخصوص قسم کے پتھروں وغیرہ کا حکم معلوم ہوا جو دواؤں میں پیس کر کھائے جاتے ہیں کہ اگر نقصان دیں تو جائز نہیں اور اگر نقصان نہ دیں تو درست ہے، مثلاً: پان میں اتنا چونا کھانا جو دانت کو خراب کرے یا اور کوئی نقصان کرے، درست نہیں اور بقدرِ ضرورت درست ہے۔ زیادہ چونا کھانے میں یہ بھی نقصان ہے کہ دانتوں پر ایسی تہہ جم جاتی ہے کہ جس سے غسل میں پانی مسوڑھوں کے اندر نہیں پہنچتا اور غسل ادا نہیں ہوتا۔ کشتہ جات اور زہریلی اشیاء کا حکم بھی یہی ہے کہ ماہر اور بااعتماد معالج کے مشورے کے بغیر ان کا استعمال درست نہیں اور اگر ماہر معالج مشورہ دے تو درست ہے۔

مشہور ہے کہ مٹی کھانا حرام ہے، مگر اس میں یہی تفصیل ہے کہ جہاں نقصان ہو جائز نہیں اور جہاں ایسی مخصوص مٹی ہو جو نقصان نہیں دیتی وہ جائز ہے۔ اسی طرح روٹی میں لگی ہوئی راکھ کھالینا یا جلی ہوئی روٹی کھالینا، بعض لوگ اس میں بہت وہم کرتے ہیں اور جلے ہوئے حصے کو روٹی سے ذرا ذرا الگ کرتے ہیں، اس کی ضرورت نہیں، تھوڑی سی مقدار کوئی نقصان نہیں

دیتی بلکہ روٹی کا جو ٹکڑا بالکل کوئلہ نہ ہو گیا ہو، صرف تھوڑا سا سیاہ ہو گیا ہو، اسے پھینک دینا جائز نہیں، کیونکہ وہ روٹی ہے، کوئلہ نہیں۔

مسئلہ ①: سونا چاندی بھی جمادات میں سے ہیں مگر ان کو دوسرے جمادات پر قیاس نہیں کرنا چاہیے۔ دوسرے جمادات اکثر صرف دوا کے کام میں آتے ہیں اور یہ آرائش وغیرہ کے کام میں بھی آتے ہیں۔ شریعت نے زیور کے طور پر استعمال کے علاوہ ان دونوں کے استعمال کو ممنوع قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ زیور عورتوں کے لیے ہوتا ہے، لہٰذا عورتوں کے لیے سونا چاندی زیور کے طور پر استعمال کرنا درست ہے اور اس کے علاوہ درست نہیں، اس لیے سونے چاندی کی سلائی یا سرمہ دانی کا استعمال یا ان کے برتن میں دوا بھگونا یا رکھنا یا پینا یا کوئی دوائی وغیرہ سونے چاندی کے برتن میں رکھنا جائز نہیں، نہ مرد کے لیے اور نہ عورت کے لیے، اسی طرح سونے چاندی کے فریم والی عینک لگانا یا سونے چاندی کے فریم والی گھڑی استعمال کرنا یا گھڑی میں سونے چاندی کی چین ڈالنا یا جس آئینہ میں سونے چاندی کا چوکھٹا لگا ہوا ہو اس کا استعمال کرنا جائز نہیں۔ اسی وجہ سے آرسی[1] سے منع کیا جاتا ہے، ورنہ آرسی زیور کے طور پر پہننے میں کوئی حرج نہیں، البتہ اس میں چہرہ دیکھنا منع ہے۔

مسئلہ ②: سونے چاندی کے ورق کھانا یا سرمہ میں ڈالنا یا چاندی کا ٹکڑا دوا میں بھگو دینا جائز ہے۔ دانت کو سونے چاندی کے تار سے باندھنا نقصان سے بچنے کے لیے جائز ہے، کیونکہ اور کسی دھات کے تار سے باندھنے سے مسوڑھے گل جاتے ہیں۔ اسی بنا پر ناک زخمی ہو جائے یا کٹ جائے تو سونے کی ناک لگانا جائز ہے، کیونکہ سونے کے علاوہ کوئی دھات یہ کام نہیں دیتی۔ ریشم کا حکم بھی سونے کی طرح ہے، مگر یہ کہ عورتوں کے لیے ریشم کا استعمال ہر طرح جائز ہے اور مردوں کے لیے لباس کے طور پر ناجائز اور لباس کے علاوہ جائز ہے۔

مسئلہ ③: اگر چاندی یا سونے کے ورق معجونوں میں اس طرح حل کر دیے جائیں کہ تمام دواؤں کے ساتھ مل جائیں تو اس صورت میں تو وہ ورق ایسے ہیں جیسے کسی اور دھات کے زیور پر سونے چاندی کا پانی چڑھا ہوا ہو، لہٰذا اس سونے چاندی کا اعتبار نہیں اور اگر پوری طرح حل نہ ہوں تو کپڑے کی لیس کی طرح تابع ہیں، کیونکہ اس کو سونا چاندی کی معجون کوئی نہیں کہتا، البتہ اگر کسی معجون میں غالب حصہ ورق ہی کا ہو، مثلاً: صرف شہد میں ورق حل کیے جائیں تو اس کو سونے چاندی کی معجون کہا جائے گا اور اس کا حکم گوٹہ لچکہ وغیرہ کا ہوگا اور اس میں ''بیع صرف'' کے احکام بھی جاری ہوں گے اور زکوٰۃ بھی

۱- ایک زیور ہے جو عورتیں ہاتھ کے انگوٹھے میں پہنتی ہیں، اس میں شیشہ جڑا ہوتا ہے۔

واجب ہوگی، پہلی دونوں صورتوں میں نہ بیع صرف کے احکام جاری ہوں گے نہ زکوٰۃ واجب ہوگی۔ مٹھائی اور گوشت پر جو اصلی ورق لگا دیتے ہیں اس کا حکم کپڑے کی لیس کا سا ہے، اتنا فرق ہے کہ کپڑے میں اصلی سونا چاندی کی لیس چار انگل سے زیادہ نہیں لگا سکتے اور یہاں پر ان ورقوں کا چار انگل یا اس سے کم ہونا ضروری نہیں، کیونکہ چار انگل کے بقدر چوڑا ہونے کی قید لباس کے ساتھ مخصوص ہے۔

نشہ کی چیزوں کا حکم یہ ہے کہ جو چیزیں خشک ہیں وہ سب پاک ہیں اور سخت ضرورت کے وقت، مثلاً کسی علاج کے لیے طبیب کے مشورے سے ان چیزوں کی اتنی مقدار کھانا درست ہے جس سے نشہ نہ آئے، نشہ آور مقدار کا استعمال ہرگز جائز نہیں، لیکن حتی الامکان ان سے بچنے ہی میں احتیاط ہے، کیونکہ تھوڑے سے بہت تک کی نوبت اکثر ضرور آ ہی جاتی ہے اور ضرورت وغیر ضرورت کا خیال نہیں رہتا، چنانچہ فتاویٰ شامی میں ہے: "وأما القليل فإن كان للّهوِ فهو حرام." (٤٥٣/٥) ترجمہ: ان خشک نشہ آور اشیاء کا کم مقدار میں استعمال بھی اگر کسی ضرورت کے بغیر ہو تو حرام ہے۔ مفرد و مرکب سب اس میں آ گئیں، جیسے: افیون، بھنگ، گانجہ، چرس، وغیرہ کہ ضرورت کے وقت اتنی کم مقدار جس سے نشہ نہ آئے، کی گنجائش ہے اور بلا ضرورت صرف مزے یا تفریح کے لیے کھانا درست نہیں۔ افیون کا لیپ کرنا یا بھنگ کی بھاپ لینا اور تکیہ باندھنا سب درست ہے۔

سیّال نشہ آور چیزیں

چار قسم کی شرابیں تو ایسی ہیں جو بالاتفاق ناپاک اور حرام ہیں: انگور کی کچی شراب، انگور کی پکی شراب، منقیٰ کی شراب اور کھجور کی شراب۔ ان کا ایک قطرہ بھی پینا یا گھر میں رکھنا یا کسی کام میں لانا جائز نہیں، ان کی خرید و فروخت بھی جائز نہیں اور ان چاروں کے علاوہ دیگر شرابوں کے بیان میں تفصیل ہے جس کا یہاں موقع نہیں۔ یہاں صرف اس شراب کا حکم لکھا جاتا ہے جس سے آج کل بچنا مشکل ہوگیا ہے، وہ شراب (الکحل) ہے۔ قریب قریب تمام انگریزی دواؤں میں (الکحل) شامل ہے۔ دواؤں کے علاوہ استعمال کی بہت سی چیزوں میں بھی شامل ہے۔ قلم، پنسل، روشنائی، رنگ، لحاف، بچھونا ہر چیز کے رنگ و روغن یا ساخت میں اس کی کچھ نہ کچھ آمیزش ضرور ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ ایک تحقیق کی رُو سے یہ بھی حرام اور نجس ہے اور ایک کی رُو سے پاک ہے اور نشہ آور مقدار سے کم بطورِ دوا استعمال کی جا سکتی ہے، اگرچہ سلیم الطبع مسلمان کی طبیعت ایسی چیز کو جس کی پاکی ناپاکی میں اختلاف ہو، قبول نہیں کر سکتی۔ گویا یہ ایسا ہے جیسے ایک برتن میں پانی رکھا ہوا اور ایک شخص بتا دے کہ یہ پانی ہے اور

دوسرا بتادے کہ یہ پیشاب ہے تو نفیس مزاج آدمی کی طبیعت اس سے ضرور گھن کرے گی، لیکن عمومی مجبوری ایسی چیز ہے جس سے فتویٰ میں بہرحال وسعت ہو جاتی ہے، لہٰذا اس میں زیادہ سختی نہیں کرنی چاہیے، جس سے ہو سکے احتیاط کرے تو بڑی خوبی کی بات ہے۔ یہاں سے انگریزی دواؤں خصوصاً ٹنکچروں کا حکم معلوم ہوا، اگرچہ اسپرٹ کی کچھ اقسام حضرت امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کی تحقیق کے نزدیک پاک ہیں، کیونکہ ہر اسپرٹ شراب کی ان چار قسموں سے نہیں بنتی جو بالاتفاق حرام ہیں، پس ایسی اسپرٹ کا استعمال امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک جائز ہے، لیکن امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی بھی اسپرٹ پاک نہیں اور اختلافی مسائل سے حتی الامکان بچنا بہتر ہے، خاص کر جبکہ اکثر کا فتویٰ بھی امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہے تاکہ عوام کو بے احتیاطی کا موقع نہ مل جائے مگر چونکہ یہ فتویٰ فتنے کا دروازہ بند کرنے کے لیے ہے، اس لیے ضرورت کے وقت بقدرِ ضرورت گنجائش ہے، البتہ اہلِ تقویٰ کو ٹنکچر کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہیے اور جو عوام مبتلا ہوں ان پر سختی نہ کریں۔

الکحل کا داخلی یا خارجی استعمال:

انگریزی دواؤں میں عموماً الکحل ملائی جاتی ہے۔ الکحل اعلیٰ درجہ کی شراب کی ایک قسم ہے تو جب اس امر کا یقین ہو گیا تو انگریزی دوائیں پینا جائز ہے یا ناجائز؟

اس کا جواب یہ ہے کہ الکحل اگر انگور، منقّی، تر کھجور یا خشک کھجور سے حاصل نہ کی گئی ہو تو بوقتِ ضرورت اس کے استعمال کی گنجائش ہے، ورنہ گنجائش نہیں۔

آج کل دواؤں، پرفیوم اور دیگر چیزوں میں جو الکحل استعمال ہوتی ہے وہ عموماً کم قیمت اشیا سے بنتی ہے، مثلاً: آلو، بیر، جو، گیہوں وغیرہ، اس لیے بطورِ دوا الکحل استعمال کرنے کی گنجائش ہو سکتی ہے، البتہ احتیاط اس میں ہے کہ الکحل ملی ہوئی اشیا استعمال نہ کی جائیں۔ اگر کہیں کسی چیز کے بارے میں غالب گمان ہو کہ اس میں وہ الکحل شامل ہے جو انگور، منقّی یا کھجور سے بنی ہے تو وہ چیز نجس اور حرام ہو گی۔

یہاں سے ہومیو پیتھک ادویات کا حکم بھی معلوم ہوا کہ بہتر یہی ہے کہ ان کو بلا ضرورت استعمال نہ کیا جائے کیونکہ ان کا اصل جزا اسپرٹ (الکحل) ہی ہوتا ہے اور دوسری دوا برائے نام ہوتی ہے۔

مسئلہ ۱: کلوروفارم وغیرہ سونگھا کر آپریشن کے لیے بیہوش کرنا درست ہے۔

نباتات کا بیان

نباتات سب پاک اور حلال ہیں الا یہ کہ نقصان دہ یا نشہ آور ہوں، نشہ آور کا بیان پہلے ہو چکا ہے اور نقصان دہ اشیا میں ممانعت کی وجہ ''ضرر'' (نقصان دینا) ہے۔ جب ضرر نہ رہے تو ان کے استعمال میں بھی کوئی حرج نہیں، جیسے: جمال گوٹہ، کُچلہ[1] وغیرہ، طبیب کے مشورے سے ان کا استعمال جائز ہے۔

حیوانات کا بیان

انسان کے تمام اعضا واجزا قابل احترام ہیں، چاہے وہ کافر ہو یا مسلمان، زندہ یا مردہ کو جلانا، لاش کو بیچنا، خریدنا، مردہ کے ڈھانچہ کا پوسٹ مارٹم کرنا، اس پر طبی مشق کرنا، زندہ بچہ کو ماں کے پیٹ سے کاٹ کر نکالنا، عورت کے دودھ کا پینا یا خارجی استعمال کرنا، یہ سب ناجائز ہے، البتہ دو سال تک بچہ کے لیے عورت کا دودھ پینا جائز ہے۔ موم یا ربڑ کی تصویریں طبی مشق کی غرض سے رکھنا جائز ہے، بشرطیکہ ہر ہر عضو علیحدہ ہو، تاکہ تصویر کے حکم میں نہ ہو۔ برقی آلہ سے زندہ انسان کے جسم کے اندرونی حالات دیکھنا بھالنا درست ہے۔

مسئلہ ۱: زندہ جانور کو جلانا یا ضرورت سے زیادہ تکلیف دینا، جیسے: زندہ جانور کو تیل میں ڈال کر جلانا یا شیشی میں کیڑوں کو بھر کر گرم کھچڑی یا پانی میں رکھ کر تیل بنانا درست نہیں، مار کر تیل میں ڈالنا چاہیے، اس سے اثر میں کوئی فرق نہیں آتا۔ بیر بہوٹی[2] کو شیشی میں بند کر کے چند روز رکھتے ہیں تاکہ وہ مر جائیں، یہ بھی بے رحمی ہے۔ اگر کوئی اور صورت فوراً مارنے کی ہو تو اسے استعمال کریں مثلاً: تیل میں ڈال دیں اور اگر یہ نہ ہو سکے تو بدرجۂ مجبوری مذکورہ بالا طریقہ سے مارنا بھی جائز ہے جیسے: فقہاء نے ریشم کے کیڑوں کو دھوپ میں رکھ کر مارنے کو جائز کہا ہے کیونکہ ان کے مارنے کی اور کوئی صورت نہیں۔ کیچوے کو مچھلی کے شکار کے لیے کانٹے میں پرونا بھی بلا ضرورت ایذا رسانی ہے، مار کر لگانا چاہیے۔

مسئلہ ۲: زندہ جانور کا کوئی جز جس میں حس ہوتی ہے کاٹ کر استعمال کرنا درست نہیں، جیسے: زندہ بکرے کا کان

۱۔ ایک زہریلی دوا۔

۲۔ ایک سرخ رنگ کا کیڑا جو برسات میں پیدا ہوتا ہے اور دوائیوں میں استعمال ہوتا ہے۔

کاٹ کر یا زندہ گھوڑے کا پر (یہ ایک سخت چربی ہے جو گھوڑے کے گھٹنے کے پاس ہوتی ہے) کاٹ کر استعمال کرنا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" ما أبين من الحيّ فهو ميت . "

"یعنی زندہ جانور کا جو عضو کاٹا جائے وہ مردار ہے۔"

جانور کا ایسا جز جس میں حس نہ ہو جیسے زندہ ہاتھی کا دانت یا بکری کے بال تو یہ کاٹنے کے بعد بھی پاک ہیں، اگر وہ حلال جانور کا جز ہو تو اس کا داخلی استعمال بھی جائز ہے اور اگر حرام جانور کا جز ہے تو صرف خارجی استعمال جائز ہے۔

مسئلہ (۳): خنزیر کے سوا تمام زندہ جانوروں کی خرید وفروخت کسی صحیح مقصد کے لیے درست ہے، چاہے وہ بری ہوں یا بحری، چھوٹے ہوں یا بڑے حتیٰ کہ کتے، چیتے اور سانپ وغیرہ کی خرید وفروخت بھی جائز ہے اور مردہ حیوانات میں سے ان کی خرید وفروخت درست ہے جو پاک ہیں، جیسے دریائی جانور یا حشرات (کیڑے مکوڑے) جن میں بہنے والا خون نہیں یا خون والے جانور جن کو ذبح کیا گیا ہو، کیونکہ ذبح سے خنزیر کے سوا ہر جانور پاک ہو جاتا ہے، لہٰذا خارجی استعمال کے لیے ان کے گوشت کی خرید وفروخت جائز ہے۔

مسئلہ (۴): دریائی جانور سب پاک ہیں، چھوٹے ہوں یا بڑے، ذبح کیے گئے ہوں یا نہیں، البتہ مچھلی کے سوا کسی اور دریائی جانور کو کھانا درست نہیں۔ خارجی استعمال تمام دریائی حیوانات کا اور ان کے تمام اجزا کا درست ہے، مگر مینڈک کو مارنا کراہت سے خالی نہیں، لہٰذا مرا ہوا مردار کے حکم میں ہے، البتہ اگر ذبح کیا گیا ہو یا بہت چھوٹا ہو جس میں خون نہ ہو تو پاک ہے۔

مسئلہ (۵): چونکہ مچھلی کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں، اس لیے کافر کے ہاتھ کی مچھلی بلاشبہ حلال ہے۔

مسئلہ (۶): کیڑے مکوڑے اور خشکی کے وہ تمام جانور جن میں بہنے والا خون نہ ہو، پاک ہیں، جیسے: اکثر حشرات الارض، بچھو، تتیے، چھوٹی چھپکلی جس میں بہتا خون نہ ہو، چھوٹا سانپ وغیرہ، ان کا خارجی استعمال ہر طرح درست ہے اور داخلی استعمال ٹڈی کے سوا سب کا حرام ہے۔

مسئلہ (۷): کیڑوں کے لعاب سے پیدا شدہ وہ چیزیں جن سے گھن نہ آتی ہو، حلال ہیں جیسے: ابریشم، شکر تغال (ایک قسم کی مکھی کا گھر جسے وہ درختوں پر اپنے لعاب سے بناتی ہے، دواؤں میں استعمال ہوتا ہے) وغیرہ۔

مسئلہ ۸: پھلوں کو کیڑوں سمیت کھانا درست نہیں۔ اسی طرح سرکہ کو کیڑوں سمیت کھانا یا کسی معجون وغیرہ کو جس میں کیڑے پڑ گئے ہوں، کیڑوں کے ساتھ یا مٹھائی کو چیونٹیوں سمیت کھانا درست نہیں، کیڑے نکال کر کھائیں اور اگر شہد نچوڑنے میں شہد کی مکھی کے وہ بچے بھی مل دیے جائیں جن میں ابھی جان نہیں پڑی تو اس شہد کے کھانے میں حرج نہیں کیونکہ وہ مردار نہیں، نہ حیوان ہیں، اس آٹے یا دوا کا بھی یہی حکم ہے جس میں کیڑوں کا مادہ جالے کی شکل میں پیدا ہو گیا ہو اور اب تک جاندار کیڑے نہ بنے ہوں، جالے کے ساتھ ان کا کھانا درست ہے۔ سرکہ کو چھان لینے کے بعد یہ وہم نہیں کرنا چاہیے کہ اس میں کچھ کیڑے گھل مل گئے ہوں گے۔

مسئلہ ۹: مردار کی خرید وفروخت باطل ہے اور مردار نجس بھی ہے، داخلی اور خارجی کسی طرح اس کا استعمال جائز نہیں۔ جونک، پیٹ کے کیڑے اور تمام حشرات الارض چونکہ مرنے کے بعد بھی نجس نہیں، اس لیے ان کی خرید وفروخت خشک ہونے کے بعد بھی درست ہے۔

مسئلہ ۱۰: خنزیر کے علاوہ وہ تمام جانور جن میں بہنے والا خون ہو، چاہے ان کا گوشت کھانا حلال ہو یا حرام، باقاعدہ ذبح کرنے سے سب پاک ہو جاتے ہیں، یعنی ان کے تمام اجزا گوشت، چربی، آنتیں، اوجھڑی، سنگدانہ، پتہ، پٹھے سب پاک ہو جاتے ہیں، سوائے خون کے، اس لیے ان کا خارجی استعمال ہر طرح درست ہے، جیسے: سر پر باندھنا وغیرہ، البتہ کھانا درست نہیں، سوائے حلال جانوروں کے، البتہ آنتوں، اوجھڑی، پوٹے اور پتے کو ظاہری نجاست سے پاک کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ ۱۱: مردار ناپاک ہے، سوائے مندرجہ ذیل اجزا کے: بال، ہڈی جبکہ اس پر گوشت اور چکناہٹ بالکل نہ رہے، کھال جبکہ دباغت ہو جائے۔ جو اعضاء جلدی کہلاتے ہیں وہ بھی کھال ہی کے حکم میں ہیں، جیسے: مثانہ، اوجھڑی، پتہ، سنگدانہ، آنتیں، جھلیاں یہ سب چیزیں بھی کھال کی طرح دباغت سے پاک ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح پٹھے جبکہ دباغت ہو جائیں، ان کے علاوہ ناخن، سُم، سینگ اور پر بھی پاک ہیں۔ مرے ہوئے جانور کے ان اجزا کو پاک کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ نماز درست ہے، ان کی خرید وفروخت جائز ہے، اگر کسی طرح ان کا خارجی استعمال کیا جائے تو درست ہے، مگر مرے ہوئے جانور کے کسی جز کا کھانا درست نہیں، چاہے وہ مرا ہوا جانور حلال جانوروں میں سے ہو یا حرام۔ خنزیر کے مذکورہ اجزا بھی ناپاک ہیں۔

دباغت کے معنی یہ ہیں کہ کھال کو دوائی وغیرہ ڈال کر ایسا کر دیں کہ وہ گلنے، سڑنے سے محفوظ ہو جائے۔

مسئلہ (۱۲): ہاتھی دانت پاک ہے، چاہے مرے ہوئے ہاتھی کا ہو یا زندہ کا، لیکن اس کا داخلی استعمال جائز نہیں، بیرونی استعمال درست ہے۔

مسئلہ (۱۳): جن جانوروں کا گوشت حرام ہے ان کا دودھ بھی حرام اور نجس ہے۔ حلال جانور کا دودھ حلال اور پاک ہے، اگر حلال جانور مر جائے تو بھی اس کے تھنوں میں سے نکلا ہوا دودھ پاک اور حلال ہے۔

گدھی کا دودھ حرام ہے۔ دِق اور سل (ایک بیماری جس سے پھیپھڑوں میں زخم ہو جاتے ہیں اور منہ سے خون آنے لگتا ہے) میں پینا حرام کو بطورِ دوا استعمال کرنا ہے جس کا حکم یہ ہے کہ انتہائی ناگزیر ضرورت کے وقت ماہر اور دین دار طبیب کی تجویز پر اس وقت استعمال جائز ہے جب کہ اس کے علاوہ دوسری کوئی دوائی کارآمد نہ ہو۔

گھوڑی کا دودھ حلال اور پاک ہے، کیونکہ گھوڑا حلال ہے، مصلحتاً ممنوع ہے۔

مختلف جانوروں کے انڈے

مسئلہ (۱): ہر جانور کے انڈے کا وہی حکم ہے جو اس کے گوشت کا ہے مگر یہ فرق ہے کہ حلال جانور اگر مردار ہو جائے تو اس کے پیٹ سے نکلا ہوا انڈا پاک اور حلال ہے جیسے دودھ کا حکم ذکر ہوا۔ انڈے کے اوپر اگر کچھ رطوبت وغیرہ ہو تو اس کو دھولیا جائے۔

مسئلہ (۲): حرام جانور کو اگر ذبح کر دیا تب بھی گوشت پوست وغیرہ کے پاک ہو جانے کے باوجود اس کا انڈا پاک نہیں ہوتا۔

مسئلہ (۳): حلال جانور کا گندا انڈا جب خون بن گیا تو حرام اور نجس ہو گیا اور جب خون سے بچہ بن گیا اور روح پڑ گئی تو حلال اور پاک ہو گیا اور اگر بچہ بن گیا اور ابھی جان نہیں پڑی تب بھی پاک ہے اور کھانا بھی اس کا جائز ہے، کیونکہ وہ اِس وقت گوشت ہے اور حرام جانور کا انڈا پہلی اور تیسری صورت میں (یعنی جب خون بن جائے یا بچہ بن جائے لیکن ابھی جان نہ پڑی ہو) حرام اور نجس ہے اور دوسری صورت میں جب اس میں جان پڑ جائے تو پاک لیکن حرام ہے۔

حیوانی فضلات کا بیان

''دَمِ مسفوح'' ناپاک ہے۔ ''دَمِ مسفوح'' وہ خون ہے جو بہنے کے قابل ہو۔ اس کا استعمال داخلی وخارجی کسی طرح جائز نہیں۔ ذبح کیے ہوئے جانور کی گردن میں ذبح کی جگہ پر جو خون لگا ہوتا ہے وہ دَمِ مسفوح ہے، گوشت کے پاک ہونے کے لیے اس خون کو دھونا ضروری ہے، البتہ جو تھوڑا سا خون رگوں کے اندر یا جلد وغیرہ میں رہ جاتا ہے وہ غیر مسفوح ہے، اگر گوشت پر لگا رہے تو اس گوشت کے کھانے میں مضایقہ نہیں، اس کے علاوہ دیگر خون جو بہتے نہیں پاک تو ضرور ہیں مگر ان کا داخلی استعمال جائز نہیں۔ کبوتر کا خون پڑوال[1] پر لگانا درست نہیں، کیوں کہ یہ بہتا ہے اور کھٹمل کا خون لگانا درست ہے کیونکہ وہ بہتا نہیں ہے۔ حشرات اور تمام دریائی جانور، چاہے بڑے ہوں یا چھوٹے سب میں بہتا خون نہیں، اسی طرح وہ چھپکلی اور سانپ جو بالشت بھر سے چھوٹے ہوں ان میں بھی بہتا خون نہیں۔ پیپ اور کچ لہو (پیپ ملا ہوا خون) اور زخموں سے نکلی ہوئی رطوبتیں جب کہ ان سے وضو ٹوٹ جاتا ہو خون ہی کے حکم میں ہیں، کسی طرح ان کا استعمال جائز نہیں۔ حتیٰ کہ کتے سے زخم پر دہی ڈال کر چٹوانا بھی جائز نہیں، دو وجہ سے: ایک وجہ یہ ہے کہ کتے کا لعاب نجس ہے اور نجس العین کا خارجی استعمال بھی جائز نہیں۔ دوسرے خون اور کچ لہو نجس ہیں، جانور کو بھی ان کا چٹوانا درست نہیں۔

مسئلہ (۱): جو خون جونک نے پیا وہ مسفوح اور ناپاک ہے، البتہ جب وہ جونک کے بدن کا جز بن جائے تو ماہیت تبدیل ہونے کی وجہ سے پاک ہو جاتا ہے، اس کی علامت یہ ہے کہ جونک کو سونتنے سے خون نہ نکلے۔ حلال پرندوں کے خون کے سوا تمام فضلات پاک ہیں، مگر استخباث (ان سے گھن آنے) کی وجہ سے کسی کا بھی داخلی استعمال درست نہیں۔ حلال پرندوں کا پوٹا پاک تو ہے مگر جب تک اس کے اوپر سے بیٹ دھو کر اسے اچھی طرح صاف نہ کر لیا جائے تب تک اس کو کھانا درست نہیں۔ مرغی، بطخ اور مرغابی کی بیٹ بھی نجس ہے۔

مسئلہ (۲): حلال پرندوں کے سوا تمام جانوروں کا پاخانہ ناپاک ہے، البتہ جس سے بچنا ممکن نہ ہو وہ معاف ہے، جیسے: مکھی کی بیٹ یا ریشم کے کیڑے کا فضلہ جو حتی الامکان کوشش کے باوجود بھی کچھ نہ کچھ ریشم میں لگا ہی رہ جاتا ہے اور عام ابتلا ہی کی وجہ سے چمگادڑ کی بیٹ پر ناپاکی کا حکم نہیں لگایا گیا بلکہ اسے معاف قرار دیا گیا ہے۔ سانپ اور جونک کی بیٹ بھی نجس ہے۔

۱- آنکھ کی ایک بیماری جس میں پلکوں کے اندر سے مڑے ہوئے بال نکل آتے ہیں۔

مسئلہ ۳: حرام پرندوں کی بیٹ بھی ناپاک ہے اور نجاستِ خفیفہ ہے لیکن کنویں کے بارے میں اس کو معاف قرار دیا گیا ہے۔ نجاست کے خفیفہ ہونے کا اثر استعمال کے حرام ہونے پر کچھ نہیں پڑتا، غلیظہ و خفیفہ برابر ہیں، صرف نماز کے بارے میں فرق ہے کہ غلیظہ کی معاف مقدار درہم کے بقدر ہے اور خفیفہ کی کپڑے کے ایک چوتھائی کے بقدر۔ جو پانی نجاستِ خفیفہ سے نجس ہو وہ بھی نجاستِ خفیفہ ہوگا اور جو غلیظہ سے نجس ہو وہ بھی نجاستِ غلیظہ ہوگا۔

مسئلہ ۴: چمگاڈر کے پیشاب کو بعض فقہاء نے عام ابتلا کی وجہ سے معاف قرار دیا ہے اور بعض نے چمگاڈر کو حلال ماننے کی وجہ سے اس کے پیشاب کو پاک کہا ہے۔

مسئلہ ۵: پرندوں کے علاوہ تمام حلال حیوانات کا لعاب، پسینہ اور میل پاک ہے اور پیشاب نجاستِ خفیفہ ہے اور باقی فضلات جیسے: پاخانہ، منی وغیرہ سب نجاستِ غلیظہ ہیں۔

مسئلہ ۶: پرندوں کے علاوہ حرام جانوروں کے فضلات لعاب، پاخانہ، پیشاب، منی، پسینہ اور میل وغیرہ سب نجاستِ غلیظہ ہیں۔ گدھے اور خچر کا پسینہ خلاف قیاس پاک ہے۔(۱)

مسئلہ ۷: چوہے کا پیشاب نجس ہے، مگر حرج کی وجہ سے معاف ہے، اس کی مینگنی بھی جہاں حرج ہو، معاف ہے، مثلاً: مینگنیاں کسی دوا یا عرق میں گر جائیں بشرطیکہ ٹوٹ کر مل نہ گئی ہوں یا مقدار میں دوا سے زیادہ نہ ہوں، الگ سے صرف مینگنیوں کا استعمال درست نہ ہوگا، جیسے: پیٹ پر لیپ کرنا یا کتے کے کاٹے کو کھلانا۔

مسئلہ ۸: انسان کا پسینہ، میل، آنسو، سنک اور لعاب پاک ہے۔ لعاب، داد پر لگانا یا آنکھ میں لگانا درست ہے، البتہ گھن والا ہونے کی وجہ سے اس کا بھی داخلی استعمال درست نہیں، ان کے سوا باقی انسانی فضلات نجس ہیں۔ قے کی قلیل مقدار جو ناقضِ وضو نہ ہو، دَم غیر مسفوح کے حکم میں ہے یعنی ناپاک نہیں۔

چند متفرق چیزیں:

شروع میں بیان ہوا کہ شریعت میں کسی چیز کے حرام ہونے کی علت چار چیزیں ہیں: نجاست، نقصان دہ ہونا، استخباث یعنی گھن والی چیز ہونا، جیسے: کیڑے مکوڑے وغیرہ اور چوتھی چیز نشہ۔

۱- یعنی عام قانون کے برخلاف۔ عام قانون کی رُو سے انہیں بھی ناپاک ہونا چاہیے تھا لیکن چونکہ حضور ﷺ نے ان پر سواری کے بعد کپڑے اور بدن نہیں دھوئے تھے، حالانکہ ان کا پسینہ ضرور لگتا ہوگا، اس لیے معلوم ہوا کہ یہ ناپاک نہیں اور عام قانون سے مستثنیٰ ہیں۔

جب نجس اور غیر نجس مل جائیں تو اس کو نجس ہی سمجھا جاتا ہے، البتہ اتنی تفصیل ہے کہ اگر نجاست دوسری چیز پر غالب ہے تو حکم نجس العین کا ہوتا ہے یعنی اس کا داخلی استعمال درست ہے اور نہ خارجی؛ اور اگر دوسری چیز نجاست پر غالب ہے تو وہ ناپاک تو ہے لیکن اس کا خارجی استعمال درست ہے، مگر نماز کے وقت اس سے طہارت حاصل کرنا ضروری ہے اور احتیاط استعمال نہ کرنے میں ہے۔ اگر نجس چیز اور غیر نجس چیز مل جانے کے بعد کوئی ''مُطَہِّر'' پایا جائے یعنی شرعی لحاظ سے کسی معتبر طریقہ سے وہ پاک کرلیا جائے تو دوبارہ پاک ہو جاتا ہے، ورنہ ناپاکی کا حکم ہی باقی رہتا ہے، ''تبدیل ماہیت'' بھی ایک طرح کا مطہّر ہے، یعنی اس سے بھی کوئی چیز پاک ہو جاتی ہے۔

نقصان دہ اور غیر نقصان دہ چیزیں مل جائیں تو اگر ملانے سے نقصان ختم ہو جائے تو ممانعت بھی باقی نہیں رہے گی اور جب گھن والی چیز دوسری چیز سے مل جائے تو اگر گھن باقی رہے تو حرمت کا، ورنہ حلال ہونے کا حکم ہوگا، جیسے: دیگ میں مکھی گر جائے۔ اگر وہ گھل مل گئی تو ایک دیگ میں مکھی کا مل جانا عام طور پر طبعی کراہت کا باعث نہیں، لہٰذا وہ شوربا حلال ہے حالانکہ مکھی کے اجزا اس میں یقینی طور پر موجود ہیں۔

تبدیلِ ماہیت کا بیان

ماہیت تبدیل ہو جانے سے احکام بھی بدل جاتے ہیں، مثلاً: انگور کا پانی پاک ہے لیکن جب وہ ایک دوسری چیز یعنی شراب بن گیا تو وہ نجس ہو گیا اور شراب جب پھر کوئی دوسری چیز مثلاً سرکہ ہو گئی تو پاک ہو گئی۔

تبدیل ماہیت کے معنی یہ ہیں کہ ایک چیز سے ایسی دوسری چیز بن جائے جس کا حکم پہلی چیز کے بالکل خلاف ہو، مثلاً: ناپاک چیز پاک چیز میں تبدیل ہو جائے تو وہ ناپاک چیز پاک ہو جائے گی، جیسے: کھاد ناپاک ہے مگر جب مٹی ہو گئی تو مٹی چونکہ پاک چیز ہے اس لیے وہ پاک ہو گئی یا انڈا پاک ہے مگر جب خون بن گیا اور خون ایک ناپاک چیز ہے تو انڈا بھی ناپاک ہو گیا اور جب اس خون سے گوشت بن گیا اور گوشت پاک چیز ہے تو وہ خون پھر پاک ہو گیا؛ اور اگر تبدیلی ایسی چیز کی طرف ہو جس کا حکم ویسا ہی ہے جیسا تبدیلی سے پہلے تھا تو وہی حکم رہے گا: پاک تھی تو پاک اور ناپاک تھی تو ناپاک، مثلاً: پاک ہڈی جل کر راکھ ہو گئی تو تبدیلی تو ہوئی مگر حکم وہی رہا، کیونکہ راکھ بھی پاک ہے اور اگر نطفہ خون بن گیا تو تبدیلی تو ہوئی مگر ناپاک کی ناپاک کی طرف، لہٰذا حکم بدستور وہی رہا، البتہ جب خون سے گوشت بن گیا تو پاک ہو گیا، کیونکہ گوشت پاک ہے۔

اوراگر تبدیلی پوری طرح نہ ہوئی، بلکہ کچھ اوصاف میں ایک طرح کی تبدیلی ہوگئی اور حقیقت وہی رہی جو پہلے تھی تو احکام نہیں بدلیں گے، جیسے: ناپاک گندم کی روٹی پکالی تو گندم روٹی کی شکل میں تبدیل ہوگئی لیکن اس سے روٹی پاک نہیں سمجھی جائے گی اس لیے کہ تبدیلی پوری طرح نہیں ہوئی۔

مسئلہ (۱): اگر حشرات الارض (کیڑوں مکوڑوں) کو شیشی میں بھر کر آنچ کے ذریعہ تیل بنالیا گیا ہو تو اس کا کھانا درست نہیں، یہ صرف ایسی تبدیلی ہوئی جیسے ناپاک گیہوں کا نشاستہ نکال لیا جائے یا ناپاک پانی کا عرق کھینچ لیا جائے۔

مسئلہ (۲): دھواں ہر چیز کا پاک ہے، کیونکہ دھواں ان جلے ہوئے اجزا کا نام ہے جو چھوٹے اور ہلکے ہونے کی وجہ سے حرارت کے اثر سے اڑنے لگتے ہیں یا کوئلہ وغیرہ کے باریک ٹکڑے ہیں اور ظاہر ہے کہ کوئلہ جل جانے کے بعد بنتا ہے اور جل جانا تبدیل ماہیت ہے۔ نجس چیز کی بھاپ نجس ہے کیونکہ بھاپ میں جل جانے کا عمل نہیں ہوا بلکہ وہی پانی ہے، حرارت کے اثر سے اڑنے لگا ہے گویا کوئی پانی کو پھینک رہا ہے اور اگر ناپاک چیز کی بھاپ اور دھواں مل جائیں تو ناپاک ہوگا کیونکہ پاک اور ناپاک کا ملاپ ہوگیا۔ بھاپ اور دھوئیں کے مل جانے کی علامت یہ ہے کہ کسی جگہ جم کر ٹپکنے لگے۔ تر چیز میں سے اگر سیاہ رنگ کی بھاپ بھی اٹھے تو وہ بھاپ اور دھواں ملا ہوا ہے۔

مسئلہ (۳): ناپاک چیز پانی میں پکا کر اس کی بھاپ بدن کو یا کپڑے کو لگانا ناپاک چیز کا لیپ کرنے کے حکم میں ہے یعنی فی نفسہ درست ہے، مگر بدن یا کپڑا ناپاک ہوجائے گا، بشرطیکہ اتنی بھاپ لگ جائے کہ کوئی قطرہ ٹپک جائے۔ صرف گرم ہوجانے سے نجاست کا حکم نہیں ہوگا۔

مسئلہ (۴): اگر تیل میں حشرات (کیڑے مکوڑے) جلا کر کوئلہ بنالیے گئے تو اس تیل کا کھانا، لگانا اور اس جلے ہوئے کوئلہ کا کھانا اور لگانا سب درست ہے کیونکہ ماہیت تبدیل ہوجانے کی وجہ سے خبیث نہیں رہا اور اگر گوبر یا اور کسی ناپاک چیز کو تیل میں ڈال کر جلایا گیا تو وہ چیز ماہیت کی تبدیلی کی بنا پر پاک اور حلال ہوگئی۔ تیل سے خوب اچھی طرح صاف کر کے استعمال میں لائیں۔ تیل نجس ہے کیونکہ جب نجس چیز اس میں ڈالی گئی تو ناپاک ہوگیا اور اس کے بعد کسی طریقہ سے اس کی طہارت نہیں ہوئی۔ اس کا خارجی استعمال درست ہے، البتہ نماز کے وقت دھولیا کریں اور داخلی استعمال جائز نہیں۔

مسئلہ (۵): ناپاک پانی کی مچھلی پاک اور حلال ہے، کیونکہ جو پانی اس نے پی لیا وہ بدن کا جز بن گیا اور ماہیت تبدیل ہوگئی، جو پانی اوپر لگا ہوا ہے اس کو دھوڈالیں، البتہ اگر اس مچھلی میں ناپاک پانی کی بدبو موجود ہو تو وہ مکروہ ہے، تین دن

پاک پانی میں چھوڑنے کے بعد کھائیں۔

مسئلہ ۶: مرغی کو سانڈے[1] یا پیٹ کے کیڑے یا کوئی نجس چیز مثلاً: شیر کی چربی کھلا کر خوب موٹا کیا گیا تو اس مرغی کا کھانا درست ہے، ہاں اگر اس چیز کی بو اس کے گوشت میں آنے لگی ہو تو مناسب ہے کہ تین دن بند رکھ کر پاک چیزیں کھلانے کے بعد ذبح کریں۔ ایسے جانور کو ''جَلّالہ'' کہتے ہیں۔ اس کو فقہ میں مکروہِ تحریمی لکھا ہے، مگر مکروہ وہ ''جَلّالہ'' ہے جو صرف نجاست کھاتا ہو حتیٰ کہ اس کے گوشت میں نجاست کی بو آنے لگی ہو اور اگر صرف نجاست نہیں کھاتا تو مکروہِ تحریمی نہیں ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ اس کو بھی تین دن پاک غذا کھلا کر ذبح کریں۔ جانور کو نجس چیز کھلانے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک جگہ وہ چیز ڈال کر جانور کو اس چیز کی طرف ہنکا دے وہ خود کھالے گا، اپنے ہاتھ سے اس کے منہ میں نہ ڈالے۔ ایسے ہی جب شراب کا سرکہ بنانا ہو تو سرکہ لے جا کر شراب میں ڈال دے، نہ یہ کہ شراب کو لیے پھرے۔

مسئلہ ۷: اگر ناپاک پانی کی بھاپ بدن کو لگی تو بدن کو ناپاک اس وقت کہیں گے جبکہ پانی کا کوئی قطرہ بدن سے ٹپکے، ورنہ صرف بھاپ کی حرارت لگنے سے نجاست کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ اسی طرح اگر بدن یا کپڑوں میں نجاست کے دھوئیں یا بھاپ کی بدبو آجائے تو نجاست کا حکم نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۸: اگر مٹکے کے اندر کوئی چیز بھر کر اس مٹکے کو گھوڑے کی لید یا اور کسی ناپاک چیز میں دفن کیا گیا اور مثلاً دو مہینے کے بعد نکالا گیا تو اگر نجاست سے مٹکا اندر تک تر ہو گیا اور اس چیز یا مٹکے کے اندر سونگھنے سے نجاست کی بدبو محسوس ہونے لگی تو وہ چیز ناپاک ہوگی ورنہ نہیں۔ مناسب یہ ہے کہ اوپر تارکول یا گوند وغیرہ کا ایسا لیپ کر دیں جس سے نجاست جذب ہو کر اندر نہ پہنچ ہو سکے، کیونکہ لید میں دفن کرنے سے یہ مقصود نہیں ہے کہ نجاست کے اجزا اندر کی چیز میں شامل ہو جائیں، بلکہ مقصود صرف وہ حرارت پہنچانا ہے جو لید میں ہوتی ہے، اگر لوہے کا برتن لیں اور اس پر مٹی کی تہہ دے دیں تب بھی حرارت کا اثر حاصل ہو سکتا ہے۔

مسئلہ ۹: پنیر پاک اور حلال ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ حلال جانور کے شیر خوار بچہ کو دودھ پلا کر فوراً ذبح کرتے ہیں اور اس کے پیٹ میں سے وہ دودھ نکال لیتے ہیں جو قدرے منجمد ہوتا ہے، اس میں یہ اثر پیدا ہو جاتا ہے کہ سیال چیز کو جماتا ہے اور منجمد چیز کو پگھلاتا ہے، اس کے علاوہ اور بھی خصوصیات پیدا ہو جاتی ہیں اور اسی سے پنیر بنایا جاتا ہے، اس کا حلال ہونا عام قاعدے کے خلاف ہے، کیونکہ جانور کے معدے میں جو بھی چیز ہو وہ گوبر کے حکم میں ہے، لیکن پنیر کا حلال

۱- گرگٹ سے بڑا ایک جانور جس کا تیل نکال کر جوڑوں کے درد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

اور پاک ہونا حدیث شریف سے ثابت ہے اور اس پر اتفاق ہے، جنگلی کو اس پر قیاس نہیں کر سکتے۔

مسئلہ ۱۰: مسلمان طبیب غیر مسلم کو نجس دوا تجویز سکتا ہے بشرطیکہ وہ غیر مسلم مریض اپنے مذہب کی رُو سے اس کو نجس یا ناجائز نہ سمجھتا ہو اور یہ معلوم ہونے کے بعد کہ یہ دوا حرام اور نجس ہے وہ مریض اپنی مرضی سے خود استعمال کرے تو جائز ہے، چاہے اس کو نجس یا غیر نجس کچھ بھی سمجھتا ہو اور شراب بھی اس حکم میں داخل ہے بشرطیکہ طبیب صرف زبانی بتادے یا نسخہ لکھ دے اور اگر دوا اپنے پاس سے دیتا ہے تو ایسی دوا اگر نجس العین ہے جیسے شراب اور پیشاب وغیرہ تو ناجائز ہے۔ مسلمان کے لیے نجس چیز کی قیمت لینا کسی طرح جائز نہیں، جیسے بعض تاجر شراب یا بعض حرام جانوروں کا گوشت بیچتے ہیں، ان کی قیمت غیر مسلم سے بھی لینا درست نہیں۔

علاج کے وقت ستر چھپانے کے مسائل

ایک بے احتیاطی یہ ہوتی ہے کہ مریض کا ستر چھپانے کا اہتمام نہیں کیا جاتا۔ اگر علاج کے لیے کسی عضو کے کھولنے اور دیکھنے کی ضرورت پیش آئی تو اس کی احتیاط نہیں کی جاتی کہ صرف اتنا ہی بدن کھلے جس کے کھلنے کی ضرورت ہے یا صرف انہی لوگوں کے سامنے کھلے جن کا تعلق اس علاج سے ہے، بلکہ وہ بھی دیکھتے ہیں اور دوسرے حاضرین اور عیادت کرنے والے بھی بے تکلف دیکھتے ہیں، بلکہ اس کو ہمدردی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ معالج کے علاوہ دوسروں کا دیکھنا جائز نہیں اور نہ ہی مقدار ضرورت سے زیادہ دیکھنا جائز ہے۔ یہاں تک کہ اگر بچے کی پیدائش کے وقت کافر دائی جائے تو بوقتِ ضرورت پیدائش کی جگہ دیکھنا تو اس کے لیے درست ہے، لیکن اس وجہ سے کہ کافر عورت نامحرم مرد کے حکم میں ہے اس کے سامنے عورت کا سر کھول دینا حرام ہوگا کیونکہ یہ بلا ضرورت ہے۔ اسی طرح اگر بچہ سمجھدار ہو تو اس کا ستر ختنہ کرنے والے کے لیے تو بقدرِ ضرورت دیکھنا درست ہے دوسروں کے لیے درست نہیں۔ اسی طرح اگر کسی پوشیدہ عضو کے پھوڑے وغیرہ کا آپریشن کرنا ہو تو ڈاکٹر یا کمپوڈر کے سوا یا ایسے شخص کے سوا جس کے دیکھنے کی ضرورت ہو، دوسروں کو وہ جگہ دیکھنے کی اجازت نہیں۔ اس سے اس رواج کی تردید ہوتی ہے جو بعض خاندانوں میں شروع ہوا ہے کہ دائیوں یا لیڈی ڈاکٹرز کے بجائے مرد ڈاکٹر سے بچے جنواتے ہیں۔ جب عورت کے ستر پر عورت کے لیے بھی بلا ضرورت نظر ڈالنا جائز نہیں تو نامحرم مرد کے لیے کیسے جائز ہو سکتا ہے؟؟؟

☆.........☆.........☆

حقوق کا بیان

والدین کے حقوق:

۱- ان کو تکلیف نہ پہنچاؤ، اگرچہ ان کی طرف سے کچھ زیادتی ہو۔

۲- ان کے ساتھ حسن سلوک اور ادب واحترام سے پیش آؤ۔

۳- جائز کاموں میں ان کی پوری پوری اطاعت کرو۔

۴- اگر ان کو مالی تعاون کی ضرورت ہو تو ان کی دل سے خدمت کرو، اگرچہ وہ دونوں کافر ہوں۔

والدین کے انتقال کے بعد ان کے حقوق:

۱- ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہو، نفل عبادت اور صدقہ وخیرات کا ثواب ان کو پہنچاتے رہو۔

۲- ان کے دوست احباب کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔

۳- ان کے ذمہ جو قرضہ ہو یا کسی جائز کام کی وصیت کر گئے ہوں تو اس کو ادا کر دو۔

۴- ان کے مرنے کے بعد خلافِ شرع رونے اور چلانے سے بچو، ورنہ ان کی روح کو تکلیف ہوگی۔

دادا، دادی، نانا اور نانی کا حکم شریعت میں ماں باپ جیسا ہے، ان کے حقوق کو بھی ماں باپ کے حقوق کی طرح سمجھنا چاہیے۔ اسی طرح خالہ اور ماموں ماں کے حکم میں اور چچا، پھوپھی باپ کے حکم میں ہے۔

سوتیلی ماں:

سوتیلی ماں چونکہ باپ کی بیوی ہے، اس لیے اس کے حقوق بھی ماں کی طرح سمجھنے چاہئیں۔

بڑا بھائی:

حدیث شریف میں ہے کہ بڑا بھائی باپ کے درجے میں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹا بھائی اولاد کے حکم میں ہے۔ پس ان کے آپس میں ویسے ہی حقوق ہوں گے جیسے ماں باپ اور اولاد کے ہیں۔ ایسا ہی بڑی بہن اور چھوٹی بہن کو سمجھ لینا چاہیے۔

رشتہ داروں کے حقوق:

۱- رشتہ دار اگر غریب ہوں اور کھانے کمانے کی قدرت نہ رکھتے ہوں تو گنجائش کے مطابق ان کے ضروری

اخراجات کا خیال رکھنا چاہیے۔

۲- موقع بموقع ان سے ملتے رہیں۔

۳- ان سے قطع تعلق نہ کریں، بلکہ اگر ان سے کچھ تکلیف بھی پہنچے تو صبر کرنا زیادہ باعثِ ثواب ہے۔

سسرالی رشتہ دار:

سسرالی رشتہ کو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے نسب کے ساتھ ذکر فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ساس، سسر، برادرِ نسبتی، بہنوئی، داماد، بہو اور بیوی کی پہلی اولاد اسی طرح شوہر کی پہلی اولاد کا بھی کسی قدر حق ہوتا ہے، اس لیے ان رشتوں میں بھی حسن سلوک اور اخلاق کی رعایت دوسروں سے زیادہ رکھنا چاہیے۔

عام مسلمانوں کے حقوق:

۱- مسلمان کی خطا کو معاف کر دے۔

۲- اس پر رحم کرے۔

۳- اس کے عیب کو چھپائے۔

۴- اس کے عذر کو قبول کرے۔

۵- اس کی تکلیف کو دور کرے۔

۶- ہمیشہ اس کی خیر خواہی کرتا رہے۔

۷- اس کے وعدے کا خیال رکھے۔

۸- بیمار ہو تو عیادت کرے۔

۹- مرجائے تو اس کے لیے دعا کرے۔

۱۰- اس کی دعوت قبول کرے۔

۱۱- اس کا تحفہ قبول کرے۔

۱۲- اس کے احسان کے بدلے احسان کرے۔

۱۳- اس کے احسان کا شکریہ ادا کرے۔

۱۴- ضرورت کے وقت اس کی مدد کرے۔

۱۵- اس کے بال بچوں کی حفاظت کرے۔

۱۶- اس کا کام کر دیا کرے۔

۱۷- اس کی بات سنے۔

۱۸- سفارش کو قبول کرے۔

۱۹- اس کو ناامید نہ کرے۔

۲۰- وہ چھینک کر ''الحمد للہ'' کہے تو جواب میں ''یرحمک اللہ'' کہے۔

۲۱- اس کی گم شدہ چیز اگر مل جائے تو اس کے پاس پہنچا دے۔

۲۲- اس کے سلام کا جواب دے۔

۲۳- اس سے نرمی و خوش خلقی کے ساتھ گفتگو کرے۔

۲۴- اس کے ساتھ احسان کرے۔

۲۵- اگر وہ اس پر بھروسہ کر کے قسم کھا بیٹھے تو اس کو پورا کر دے۔

۲۶- اگر اس پر کوئی ظلم کرتا ہو، تو اس کی مدد کرے، اگر وہ کسی پر ظلم کرتا ہو تو اسے روک دے۔

۲۷- اس کے ساتھ محبت کرے، دشمنی نہ کرے۔

۲۸- اس کو رسوا نہ کرے۔

۲۹- جو بات اپنے لیے پسند کرے اس کے لیے بھی وہی پسند کرے۔

۳۰- ملاقات کے وقت اس کو سلام کرے اور مرد سے مرد اور عورت سے عورت مصافحہ بھی کرے تو اور بہتر ہے۔

۳۱- اگر اتفاقاً آپس میں کچھ رنجش ہو جائے تو تین روز سے زیادہ بات چیت نہ چھوڑے۔

۳۲- اس پر بدگمانی نہ کرے۔

۳۳- اس کے ساتھ حسد اور بغض نہ کرے۔

۳۴- اس کو اچھی بات بتائے اور بری بات سے منع کرے۔

۳۵- چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کا ادب کرے۔

۳۶- دو مسلمانوں میں رنجش اور ناراضگی ہو جائے تو ان کی آپس میں صلح کرا دے۔

۳۷- اس کی غیبت نہ کرے۔

۳۸- اس کو کسی طرح کا نقصان نہ پہنچائے، نہ مال میں، نہ آبرو میں۔

۳۹- اس کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے۔

ہمسایہ کے حقوق:

۱- ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک اور خیر خواہی سے پیش آؤ۔

۲- اس کی بیوی بچوں اور عزت و آبرو کی حفاظت کرو۔

۳- کبھی کبھی اسکے گھر تحفہ وغیرہ بھیجتا رہے۔ بالخصوص جب وہ تنگ دست ہو تو ضرور تھوڑا بہت کھانا اسکے گھر بھیجے۔

۴- اس کو تکلیف نہ دے۔ ہلکی ہلکی باتوں میں اس سے نہ الجھے۔

جیسے شہر میں ہمسایہ ہوتا ہے اسی طرح سفر میں بھی ہوتا ہے یعنی سفر کا ساتھی جو گھر سے ساتھ ہوا ہو یا راستے میں اتفاقاً ساتھ ہو گیا ہو اس کا حق بھی ہمسایہ کی طرح ہے کہ اس کی راحت کو اپنی راحت پر مقدم رکھے۔ بعض لوگ سفر میں دوسروں سے سختی کے

ساتھ پیش آتے ہیں، یہ بہت بری بات ہے۔

محتاج اور معذور کے حقوق:

۱۔ ان کے ساتھ مالی تعاون کرنا۔

۲۔ ان کا کام کر دینا۔

۳۔ ان کی دلجوئی وتسلی کرنا۔

۴۔ ان کی حاجت اور سوال کو رد نہ کرنا۔

عام انسان کے حقوق:

۱۔ کسی کو ناحق جان ومال کی تکلیف نہ دے۔

۲۔ کسی کے ساتھ بدزبانی نہ کرے۔

۳۔ اگر کسی کو مصیبت، فاقہ اور مرض میں مبتلا دیکھے تو اس کی مدد کرے، کھانا پینا دے دے، علاج معالجہ کر دے۔

۴۔ جس صورت میں شریعت نے کسی کو سزا دینے کی اجازت دی ہے اس میں بھی ظلم وزیادتی نہ کرے۔

حیوانات کے حقوق:

۱۔ جس جانور سے کوئی فائدہ یا مطلب نہ ہو اس کو قید نہ کرے، بالخصوص پرندوں اور دیگر حیوانات کے بچوں کو گھونسلے سے نکالنا، ان کے ماں باپ کو پریشان کرنا بڑی بے رحمی ہے۔

۲۔ حلال جانوروں کو بھی محض دل بہلانے کے لیے قتل نہ کرے۔

۳۔ جو جانور اپنے کام میں ہیں ان کے کھانے پینے اور راحت وآرام کا پورے طور سے اہتمام کرے، ان کی طاقت سے زیادہ ان سے کام نہ لے، ان کو حد سے زیادہ نہ مارے۔

۴۔ جن جانوروں کو ذبح کرنا ہو یا موذی (تکلیف دہ) ہونے کی وجہ سے قتل کرنا ہو تو تیز اوزار سے جلدی کام تمام کر دے۔ اس کو تڑپائے نہیں، بھوکا پیاسا رکھ کر جان نہ لے۔

ایک اہم بات:

اگر کسی کے حقوق کی ادائیگی میں کچھ کوتاہی ہوگئی ہو تو جو حقوق اب ادا کیے جا سکتے ہوں ان کو ادا کرے یا معاف کروائے،

مثلاً: کسی کا قرض رہ گیا تھا یا کسی کی خیانت کی تھی وغیرہ؛ اور جو حقوق صرف معاف کرانے کے قابل ہوں ان کو معاف کرا لے، مثلاً: غیبت وغیرہ کی تھی یا کسی کو مارا تھا اور اگر کسی وجہ سے حق داروں سے نہ معاف کرا سکتا ہے، نہ ادا کرسکتا ہے تو ان لوگوں کے لیے ہمیشہ بخشش کی دعا کرتا رہے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں ان لوگوں کو راضی کر کے معاف کرا دیں، مگر اس کے بعد بھی جب ادا کرنے کا یا معاف کرانے کا موقع ہو تو اس وقت اس میں غفلت نہ کرے اور جو حقوق خود اس کے دوسروں کے ذمہ رہ گئے ہوں جن سے وصولی کی امید ہو تو نرمی کے ساتھ ان سے وصول کرے اور جن سے امید نہ ہو یا وہ حقوق وصولی کے نہ ہوں جیسے غیبت وغیرہ تو اگر چہ قیامت میں ان کے عوض نیکیاں ملنے کی امید ہے مگر معاف کر دینے میں اور زیادہ ثواب ہے، اس سے بالکل معاف کر دینا زیادہ بہتر ہے، خاص طور پر جب کوئی شخص منت خوشامد کر کے معافی چاہے تو اسے معاف کر ہی دینا چاہیے۔

حقوقِ والدین (*)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا ، وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ . ﴾

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ امانتیں امانت والوں کو ادا کرو اور جب تم لوگوں کے درمیان کوئی فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو۔''

اس آیت سے دو حکم معلوم ہوئے: ایک یہ کہ جن لوگوں کا ہم پر حق واجب ہے ان کا حق ادا کیا جائے، دوسرے یہ کہ ایک کے حق کے لیے دوسرے شخص کا حق ضائع کرنا جائز نہیں۔ ان میں سے والدین کے حقوق بھی ہیں، والدین کے بعض حقوق واجب ہیں اور بعض صرف مستحب۔ بیوی اور اولاد کے بھی حقوق ہیں، مذکورہ آیت شریفہ سے جو دو اصول معلوم ہوئے تھے، انہی اصول کی روشنی میں والدین اور بیوی اولاد کے حقوق کی تعیین اور اگر ان کے حقوق کی ادائیگی میں کبھی تعارض آجائے تو تطبیق و ترتیب معلوم کی جاسکتی ہے۔ اہل حقوق کے حقوق کی ادائیگی میں ترتیب کی رعایت ضروری ہے ورنہ بسا اوقات والدین کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی ہوتی ہے، ان کے حقوق ضائع کر دیے جاتے ہیں اور بسا اوقات والدین کے حقوق کی ادائیگی

* والدین کے حقوق کا مختصر ذکر گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے، درج ذیل رسالہ بہشتی زیور میں آخری صفحات پر بطورِ ضمیمہ موجود ہے، اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کو یہاں لگایا گیا۔

میں بیوی اور اولاد کی حق تلفی ہوتی ہے، حالانکہ دونوں باتوں سے قرآن پاک نے منع کیا ہے اور بسا اوقات کسی کا حق ضائع تو نہیں ہوتا لیکن ناواقفیت کی وجہ سے بعض لوگ غیر واجب حقوق کو بھی اپنے ذمہ واجب سمجھتے ہیں اور ان کی ادائیگی کو اپنا فرض سمجھتے ہیں اور پھر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انہیں ادا نہیں کر سکتے تو خواہ مخواہ وسوسے میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ شریعت کے احکام میں بلا وجہ تنگی ہوتی ہے، اس سے ان کے دین کو نقصان پہنچتا ہے، اس لیے حقوق واجبہ اور غیر واجبہ میں فرق ضروری ہے، تاکہ نہ کسی کی حق تلفی ہو اور نہ ہی خواہ مخواہ اپنے اوپر برداشت سے زیادہ بوجھ ڈالنے کی نوبت آئے۔

ذیل میں والدین کے حقوق کی تاکید اور ان کی ادائیگی کے احکام قرآن وحدیث اور فقہی عبارات کی روشنی میں بیان کیے جاتے ہیں:

☆ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ''میرے نکاح میں ایک عورت تھی، میں اس سے خوش تھا اور اس سے محبت کرتا تھا۔ میرے والد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے ناخوش تھے، انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اس عورت کو طلاق دے دو۔ میں نے انکار کیا، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ قصہ ذکر کیا۔ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس عورت کو طلاق دے دو۔''

مشکوٰۃ شریف کی مشہور شرح ''مرقاۃ'' میں لکھا ہے کہ طلاق کا یہ حکم بطورِ استحباب فرمایا تھا، اگر وہاں طلاق دینے کا کوئی اور سبب تھا تو پھر آپ ﷺ کا یہ حکم وجوبی تھا۔

امام غزالی رحمہ اللہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں: اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ والد کا حق مقدم ہے لیکن شرط یہ ہے کہ والد اس عورت کو کسی غرض فاسد کی وجہ سے برا نہ سمجھتا ہو جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی غرض فاسد کی وجہ سے اسے برا نہ سمجھتے تھے۔

☆ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ماں باپ کی نافرمانی ہرگز نہ کرو اگرچہ وہ تجھے یہ حکم دیں کہ اہل وعیال اور مال سے الگ ہو جاؤ۔''

مرقاۃ میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد مکمل اطاعت کی تاکید اور مبالغہ کے طور پر ہے، اس کا ظاہری معنی مراد نہیں والدین کے حکم کی بنا پر اپنی بیوی کو طلاق دینا ضروری نہیں، اگرچہ ماں باپ کو بیوی کے طلاق نہ دینے سے سخت تکلیف ہو، کیونکہ اس کی وجہ سے کبھی لڑکے کو سخت تکلیف کا سامنا ہوتا ہے اور ماں باپ کی شفقت سے یہ بعید ہے کہ وہ بیٹے کی تکلیف کو

جانتے ہوئے یہ حکم دیں کہ وہ بیوی یا مال کو الگ کر دے پس ایسی صورت میں ان کا کہنا ماننا ضروری نہیں۔ اس حکم کے تاکید کے لیے ہونے پر قرینہ یہ ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا: خدا کے ساتھ شرک نہ کرو، اگرچہ تم قتل کر دیے جاؤ یا جلا دیے جاؤ اور یہ یقیناً تاکید کے طور پر ہے، ورنہ ایسی مجبوری کی حالت میں کلمۂ کفر کہنے کی اجازت اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ إِيْمَانِهٖ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ ...... ﴾ سے ثابت ہے۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے ماں باپ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہوتا ہے تو اگر اس کے ماں باپ دونوں زندہ ہوں، اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر کوئی ایک زندہ ہو تو ایک دروازہ کھل جاتا ہے اور اگر والدین کی نافرمانی کرتا ہے تو اس کے لیے دوزخ کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر ایک کی نافرمانی کرتا ہے تو ایک دروازہ کھل جاتا ہے۔ اسی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: اگرچہ ماں باپ اس پر ظلم ہی کرتے ہوں؟ رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: ''اگرچہ وہ دونوں ظلم ہی کرتے ہوں۔''

اس حدیث کی شرح میں مرقاۃ میں لکھا ہے کہ ماں باپ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے حقوق کی ادائیگی میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اور ان کے حقوق ادا کرے اور اس میں یہ بھی ہے کہ والدین کی اطاعت صرف ان کی اطاعت نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر تاکید فرمائی ہے، اس لیے ان کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت سمجھ کر کرنی چاہیے۔ یعنی جو بات وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کہیں اس کو ماننا چاہیے اور جو اس کے حکم کے خلاف کہیں اسے نہ ماننا چاہیے، کیونکہ ایک اور حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے مخلوق کی فرمانبرداری کرنا جائز نہیں اور مرقاۃ میں لکھا ہے کہ ماں باپ کے ظلم کرنے سے مراد دنیوی ظلم ہے، اخروی ظلم مراد نہیں۔ یعنی دنیوی امور میں اگرچہ وہ زیادتی کریں تب بھی ان کی فرمانبرداری لازم ہے اور اگر وہ دین کے خلاف کوئی بات کہیں تو اس میں ان کی فرمانبرداری نہیں کرنی چاہیے۔ حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا ''اگرچہ وہ دونوں ظلم کریں'' ایسا ہے جیسا کہ آپ نے زکوۃ وصول کرنے والے کے بارے میں فرمایا ہے: ''اپنے زکوۃ وصول کرنے والوں کو راضی کرو اگرچہ تم پر ظلم کیا جائے۔'' مشکوٰۃ کی ایک شرح لمعات میں لکھا ہے: اس سے مقصود تاکید ہے یعنی تمہارے خیال میں یا بالفرض اگر وہ ظلم کریں تب بھی تم ان کو راضی کرو، کیونکہ اگر وہ زکوۃ وصول کرنے والے واقعی ظلم کرتے تھے تو آپ ان کو راضی کرنے کا حکم کیسے فرما سکتے تھے؟

☆ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: ''سب سے بہتر روزی اپنی کمائی ہے اور

تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی میں داخل ہے۔‘‘

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب باپ ضرورت مند ہو تو بیٹے کے مال سے کھانے میں مضائقہ نہیں لیکن ضرورت کے مطابق خرچ کرے، فضول خرچی نہ کرے۔ اگر باپ مالدار ہونے کے باوجود بیٹے کا مال لیتا ہے تو وہ اس پر قرض ہے۔ یہی قول امام ابوحنیفہ کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ باپ کے لیے بیٹے کے مال میں کوئی حق نہیں سوائے اس کے کہ اسے کھانے، پینے، کپڑے کی ضرورت ہو۔ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

☆ کنز العمال میں ہے: ’’تمہاری اولاد اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے، اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں لڑکیاں دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں لڑکے دیتے ہیں۔ پس وہ اولاد اور ان کا مال تمہارے لیے ہے جب تمہیں ضرورت ہو۔‘‘ آپ ﷺ کے اس ارشاد سے اس مسئلہ کی تائید ہوتی ہے جو مسئلہ ابھی امام محمد رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول سے اخذ کیا تھا۔ نیز حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد ’’تو اور تیرا مال اپنے باپ کے لیے ہے‘‘ کی یہی تفسیر کی ہے کہ اس سے مراد نان نفقہ ہے۔

مسئلہ (۱): جو کام شرعاً واجب ہو اور ماں باپ اس سے منع کریں تو اس میں ان کی اطاعت جائز نہیں۔ مثلاً: کسی شخص کے پاس مالی وسعت اس قدر کم ہے کہ اگر ماں باپ کی خدمت کرے تو بیوی بچوں کو تکلیف ہونے کا خطرہ ہو تو اس شخص کے لیے جائز نہیں کہ بیوی بچوں کو تکلیف دے اور ماں باپ پر خرچ کرے۔ اسی طرح بیوی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے شوہر سے یہ مطالبہ کرے کہ وہ اس کے لیے علیحدہ رہائش کا بندوبست کرے، بیوی اگر یہ مطالبہ کرے تو شوہر پر واجب ہے کہ وہ اس کے لیے رہائش کا علیحدہ انتظام کرے، اس کی طرف سے مطالبہ کے باوجود الگ رہائش کا انتظام نہ کرنا شوہر کے لیے جائز نہیں، اگرچہ ماں باپ علیحدہ کرنے پر راضی نہ ہوں۔(۱)

مسئلہ (۲): جو کام شریعت کی رو سے ناجائز ہوں اور ماں باپ اس کا حکم دیں مثلاً: وہ کسی ناجائز نوکری کا حکم دیں، جاہلانہ رسومات پر مجبور کریں تو اس میں ان کی اطاعت جائز نہیں۔ جو کام شرعاً واجب نہ ہو اور نہ ہی ناجائز کام ہو بلکہ جائز ہو، چاہے مستحب ہی ہو اور ماں باپ اس کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم دیں تو اس میں تفصیل ہے: دیکھنا چاہیے کہ اس کام کی اس شخص

۱- یاد رہے کہ بیوی کو مشترکہ مکان میں سے اتنا حصہ الگ کر کے دے دیا جائے جس میں اس کا سامان وغیرہ محفوظ ہو تو اس کا حق ادا ہو جاتا ہے، مکمل الگ گھر لے کر دینا ضروری نہیں۔

کو ایسی ضرورت ہے کہ اس کے بغیر اس کو تکلیف ہوگی، مثلاً: غریب آدمی ہے اور اس کے لیے اپنے علاقے میں کمائی کی کوئی صورت نہیں، مگر ماں باپ باہر نہیں جانے دیتے تو ایسی صورت میں ماں باپ کی اطاعت ضروری نہیں اور اگر اس درجہ کی ضرورت نہیں تو پھر دیکھنا چاہیے کہ اس کام میں بیماری یا ہلاکت کا کوئی خطرہ ہے یا نہیں؟ نیز یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ اس شخص کے اس کام میں مشغول ہو جانے سے والدین کی خدمت کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے ان کو تکلیف پہنچنے کا قوی احتمال ہے یا نہیں؟ اگر اس کام میں خطرہ ہے یا اس کے غائب ہو جانے سے ان کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہے تو ان کی مخالفت جائز نہیں، بلکہ اطاعت واجب ہے اور اگر دونوں باتوں میں سے کوئی بات نہیں، یعنی نہ اس کام یا سفر میں اس کو کوئی خطرہ ہے اور نہ والدین کو تکلیف پہنچنے کا کوئی احتمال ہے تو بلا ضرورت بھی وہ کام یا سفر ان کی ممانعت کے باوجود جائز ہے اگرچہ مستحب یہی ہے کہ اس وقت بھی اطاعت کرے۔

اس اصول سے بعض فروعی مسائل کا بھی حکم معلوم ہو گیا، مثلاً: وہ کہیں کہ اپنی بیوی کو کسی معقول عذر کے بغیر طلاق دیدو تو اس میں ان کی اطاعت واجب نہیں۔ اسی طرح اگر وہ کہیں کہ اپنی ساری کمائی ہمیں دیدیا کرو تو اس میں بھی ان کی اطاعت واجب نہیں، اگر وہ اس بات پر مجبور کریں گے تو گنہگار ہوں گے۔

مسئلہ (۳): والدین اگر اولاد کے مال میں سے اجازت کے بغیر مقدارِ ضرورت سے زیادہ لیں گے تو وہ زائد از ضرورت ان کے ذمہ قرض ہوگا جس کا مطالبہ دنیا میں بھی ہو سکتا ہے، اگر یہاں نہ دیں گے تو قیامت میں دینا پڑے گا۔

کِتَابُ الوَصِیَّۃِ وَالمِیرَاث

(وصیت اور میراث کے احکام)

مسئلہ ۱: یہ کہنا کہ میرے مرنے کے بعد میرا اتنا مال فلاں آدمی کو یا فلاں کام کے لیے دیدیا جائے، یہ وصیت ہے، چاہے تندرستی کی حالت میں کہے یا بیماری کی حالت میں، اور چاہے اسی بیماری میں مرجائے یا تندرست ہو جائے۔

اور جو خود اپنی زندگی میں اپنے ہاتھ سے کہیں دیدے یا کسی کا قرض معاف کردے تو اس کا حکم یہ ہے کہ تندرستی میں ہر طرح سے درست ہے، اسی طرح جس بیماری سے شفا ہو جائے اس میں بھی درست ہے اور جس بیماری میں مرجائے اس میں ایسا کرنا ''وصیت'' ہے جس کا حکم آگے آرہا ہے۔

مسئلہ ۲: اگر کسی کے ذمے نمازیں یا روزے یا زکوٰۃ یا قسم اور روزہ وغیرہ کا کفارہ باقی رہ گیا ہو اور اتنا مال بھی موجود ہو جس سے یہ واجبات ادا ہو سکیں تو موت کے وقت ان ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے فدیہ، کفارہ وغیرہ کی وصیت کرنا ضروری اور واجب ہے۔ اسی طرح اگر کسی کا کچھ قرض ہو یا کوئی امانت اس کے پاس رکھی ہوئی ہو تو اس کی وصیت کردینا بھی واجب ہے، نہیں کرے گا تو گنہگار ہوگا اور اگر کسی کا کوئی رشتہ دار غریب ہو اور شریعت کی رُو سے وارث نہ بن سکتا ہو جبکہ اس شخص کے پاس بہت مال و دولت ہے تو ایسی صورت میں اس غریب رشتہ دار کے لیے کچھ وصیت کرنا مستحب ہے اور باقی لوگوں کے لیے وصیت کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے۔

مسئلہ ۳: مرنے کے بعد میت کے مال میں چار چیزیں بالترتیب جاری ہوتی ہیں: کفن دفن کا خرچ، قرض کی ادائیگی، وصیت کا نفاذ اور میراث کی تقسیم۔

یعنی میت کا جتنا ترکہ ہو اس میں سے سب سے پہلے:

۱۔ اس کے کفن دفن کا بندوبست کردیا جائے۔

۲۔ پھر جو کچھ بچے تو سب سے پہلے اس میں اس کا قرض ادا کرنا چاہیے، وصیت کی ہو یا نہ کی ہو، قرض ادا کرنا بہرحال

ضروری ہے۔ بیوی کا مہر بھی قرضہ میں داخل ہے۔

۳- اگر قرضہ نہ ہو یا قرضہ سے کچھ بچ جائے تو پھر دیکھنا چاہیے کوئی وصیت تو نہیں کی، اگر کی ہے تو وہ تہائی میں جاری ہوگی۔

۴- اگر وصیت نہیں کی یا وصیت کی اور وصیت پوری کرنے کے بعد مال بچ گیا تو وہ سب وارثوں کا حق ہے۔ شریعت میں کس کس کو کتنا حصہ ملتا ہے؟ یہ مسئلہ کسی عالم سے پوچھ کر اس کے مطابق سب کو اپنا اپنا حصہ دے دینا چاہیے۔ بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ جو جس کے ہاتھ لگا لے بھاگا، یہ بڑا گناہ ہے۔ یہاں نہ دیں گے تو قیامت میں دینا پڑے گا جہاں روپے کے عوض نیکیاں دینا پڑیں گی۔ اسی طرح لڑکیوں کا حصہ بھی ضرور دینا چاہیے، شریعت کی رُو سے وراثت میں ان کا حق بھی ثابت ولازم ہے۔

مسئلہ (۴): جو شخص وارث ہو، جیسے ماں، باپ، بیوی، شوہر، بیٹا، بیٹی وغیرہ اس کے لیے وصیت کرنا صحیح نہیں، البتہ جس رشتہ دار کا اس کے مال میں کوئی حصہ نہ ہو یا رشتہ دار ہی نہ ہو، کوئی غیر ہو تو اس کے لیے وصیت کرنا درست ہے، لیکن تہائی (۳۳ فیصد) مال سے زیادہ کی نہیں۔

اگر کسی نے اپنے وارث کے لیے وصیت کر دی کہ میرے بعد اس کو فلاں چیز دے دی جائے یا اتنا مال دیدیا جائے تو اس کو وصیت سے کچھ لینے کا حق نہیں، البتہ اگر دوسرے سب وارث راضی ہو جائیں تو دیدینا جائز ہے، اسی طرح اگر کسی کے لیے تہائی سے زیادہ وصیت کر جائے، اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر سب وارث بخوشی راضی ہو جائیں تو اس کو تہائی سے زیادہ ملے گا، ورنہ صرف تہائی مال ملے گا اور نابالغوں کی اجازت کا کسی صورت میں بھی اعتبار نہیں۔ اس کا خوب خیال رکھا جائے۔

مسئلہ (۵): اگرچہ تہائی مال میں وصیت کرنے کا اختیار ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ پوری تہائی کی وصیت نہ کرے، تہائی سے کم کی وصیت کرے، بلکہ اگر بہت زیادہ مالدار نہ ہو تو وصیت ہی نہ کرے، وارثوں کے لیے چھوڑ دے تاکہ وہ اچھی طرح سہولت کے ساتھ گزر بسر کریں، کیونکہ اپنے وارثوں کو سہولت اور آسائش کی حالت میں چھوڑ جانے میں بھی ثواب ملتا ہے، البتہ اگر ضروری وصیت ہو جیسے نماز روزہ کا فدیہ تو اس کو بہر حال پورا کرے، ورنہ گنہگار ہوگا۔

مسئلہ (۶): کسی نے کہا میرے بعد میرے مال میں سے سو روپے خیرات کر دیے جائیں تو دیکھا جائے کفن دفن اور قرض ادا کرنے کے بعد کتنا مال بچتا ہے؟ اگر تین سو یا اس سے زیادہ بچتا ہو تو پورے سو روپے دینا واجب ہے اور اگر تین سے کم ہو تو صرف تہائی دینا واجب ہے، البتہ اگر سب بالغ وارث بغیر کسی دباؤ کے خوشی سے پورے سو روپے دینے پر راضی ہو جائیں

تو سو روپے دینا بھی جائز ہے۔

مسئلہ ⑦: اگر کسی کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کے لیے پورے مال کی وصیت کر دینا بھی درست ہے اور اگر صرف بیوی ہو تو تین چوتھائی (۷۵٪) کی وصیت کرنا درست ہے، اسی طرح اگر کسی عورت کا وراث صرف اس کا شوہر ہے تو اس کے لیے آدھے مال تک کی وصیت کرنا درست ہے۔[۱]

مسئلہ ⑧: نابالغ کی وصیت درست نہیں۔

مسئلہ ⑨: کوئی شخص یہ وصیت کرے کہ میرے جنازہ کی نماز فلاں شخص پڑھائے، فلاں شہر میں یا فلاں قبرستان میں، فلاں کی قبر کے پاس مجھے دفنایا جائے، فلاں کپڑے کا کفن دیا جائے، میری قبر پکی بنائی جائے، قبر پر قبہ بنادیا جائے، قبر پر کوئی حافظ بٹھادیا جائے تاکہ پڑھ پڑھ کر بخشا کرے تو اس طرح کی وصیت پر عمل لازم نہیں اور اس کو پورا کرنا ضروری نہیں، بلکہ آخری تین وصیتیں بالکل جائز ہی نہیں، انہیں پورا کرنے والا گنہگار ہوگا۔

مسئلہ ⑩: اگر کوئی وصیت کر کے اپنی وصیت سے رجوع کر لے یعنی کہہ دے کہ اب میں اس وصیت سے رجوع کرتا ہوں یا اب مجھے ایسا منظور نہیں تو وہ وصیت باطل ہوگئی۔ لہٰذا اس وصیت کا اعتبار نہ کیا جائے۔

مسئلہ ⑪: جس طرح ایک تہائی (۱/۳) سے زیادہ کی وصیت کرنا درست نہیں اسی طرح بیماری کی حالت میں سوائے اپنے ضروری خرچ یعنی کھانے، پینے دوا وعلاج وغیرہ کے اپنے مال کے ایک تہائی سے زیادہ خرچ کرنا بھی درست نہیں۔ اگر تہائی سے زیادہ کسی کو دیدیا تو وارثوں کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں ہوسکتا، وارثوں کو اختیار ہے کہ جتنا تہائی سے زیادہ ہے وہ واپس لے لیں اور نابالغ اگر اجازت دیں تب بھی معتبر نہیں اور کسی وارث کو دینا چاہتا ہے تو تہائی کے اندر اندر بھی دوسرے سب وارثوں کی اجازت کے بغیر دینا درست نہیں[۲] اور یہ حکم اس وقت ہے کہ اپنی زندگی میں دیکر قبضہ بھی کرادیا ہو اور اگر دے تو دیا لیکن قبضہ ابھی نہیں ہوا تو یہ تصرف بالکل ہی باطل ہے، مرنے کے بعد اس کو کچھ نہیں ملے گا، وہ سب مال وارثوں کا حق ہے اور یہی حکم ہے بیماری کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں دینے اور نیک کام میں لگانے کا، غرض یہ کہ تہائی (۳۳٪) سے زیادہ تصرف کرنا کسی طرح جائز نہیں۔

۱- بقیہ آدھا تو اس کے شوہر کی وراثت ہے اسی طرح پچھلی صورت میں 25 فیصد بیوی کا ترکہ ہے، الغرض البقیہ 75 فیصد میں وصیت کرنے کا اختیار ہے۔

۲- اس لیے کہ مرض الموت میں کسی کو کچھ دینا وصیت کے جیسے ہے جبکہ وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں، لہٰذا مرض الموت میں اسے کچھ دینا بھی وصیت کے حکم میں ہونے کی وجہ سے درست نہیں ہوگا اگرچہ تہائی سے کم ہی ہو۔ (حاشیہ بہشتی زیور)

مسئلہ (۱۲): مرض الموت میں مبتلا بیمار کے پاس بیمار پرسی کے لیے کچھ لوگ آ گئے اور کچھ دن یہیں ٹھہر گئے اور اس کے مال میں سے کھانے پینے لگے تو اگر مریض کی خدمت کے لیے ان کے رہنے کی ضرورت ہو تو کوئی حرج نہیں، اگر ضرورت نہ ہو تو ان کی دعوت اور کھلانے پلانے میں بھی تہائی سے زیادہ لگانا جائز نہیں اور اگر ضرورت بھی نہ ہو اور وہ لوگ وارث ہوں تو تہائی سے کم بھی بالکل جائز نہیں، البتہ اگر سب وارث بخوشی اجازت دے دیں تو جائز ہے۔

مسئلہ (۱۳): ایسی بیماری کی حالت میں جس میں بیمار مر جائے، مریض کو اپنا قرض معاف کرنے کا بھی اختیار نہیں۔ اگر کسی وارث پر اس کا قرض تھا، اس نے اس کو معاف کیا تو معاف نہیں ہوا، اگر سب وارث یہ معافی منظور کر لیں اور بالغ بھی ہوں تب معاف ہوگا اور اگر کسی غیر کو معاف کیا تو تہائی مال سے جتنا زیادہ ہوگا وہ معاف نہیں ہوگا۔ عام طور پر دستور ہے کہ مرتے وقت بیوی اپنا مہر معاف کر دیتی ہے، یہ معاف کرنا معتبر نہیں۔

مسئلہ (۱۴): حالتِ حمل میں درد شروع ہو جانے کے بعد اگر عورت کسی کو کچھ دے یا مہر وغیرہ معاف کرے تو اس کا بھی وہی حکم ہے جو مرتے وقت دینے کا ہے یعنی اگر خدانخواستہ اس میں مر جائے تو یہ وصیت ہے جو وارث کے لیے جائز نہیں اور غیر وارث کے لیے تہائی سے زیادہ دینے اور معاف کرنے کا اختیار نہیں، البتہ اگر خیر و عافیت سے بچہ ہو گیا تو اب وہ دینا اور معاف کرنا صحیح ہو گیا۔

مسئلہ (۱۵): مردے کے مال میں سے لوگوں کی مہمان داری، خاطر مدارات، کھانا کھلانا، صدقہ، خیرات وغیرہ جائز نہیں، اسی طرح مرنے کے بعد سے دفن کرنے تک مردہ کے مال میں سے جو کچھ اناج وغیرہ فقیروں کو دیا جاتا ہے، یہ بھی حرام ہے، مردے کو اس سے ہرگز کوئی ثواب نہیں پہنچتا، بلکہ اسے ثواب سمجھنا سخت گناہ ہے، کیونکہ اب یہ سارا مال وارثوں کا ہو گیا لہٰذا وارثوں کا حق تلف کر کے دینا ایسا ہی ہے جیسے: کسی کا مال چرا کر دے دینا۔ سارا مال وارثوں کے درمیان شریعت کے مطابق تقسیم کر دینا چاہیے، پھر ان کو اختیار ہے اپنے اپنے حصہ میں سے شریعت کے مطابق جو چاہیں کریں بلکہ وارثوں سے اس طرح خرچ کرنے اور خیرات کرنے کی اجازت بھی نہیں لینا چاہیے، کیونکہ اجازت لینے کی صورت میں عام طور پر دل سے اجازت نہیں دیتے بلکہ صرف ظاہری طور پر اجازت دیتے ہیں، کیونکہ اجازت نہ دینے میں بدنامی ہوگی، ایسی اجازت کا کوئی اعتبار نہیں۔

مسئلہ (۱۶): اسی طرح یہ جو دستور ہے کہ مردے کے زیرِ استعمال کپڑے خیرات کر دیے جاتے ہیں، یہ بھی وارثوں کی

اجازت کے بغیر جائز نہیں اور اگر وارثوں میں کوئی نابالغ ہو تب تو اجازت دینے پر بھی جائز نہیں۔ پہلے مال تقسیم کرلو، پھر بالغ لوگ اپنے حصہ میں سے جو چاہیں دیں، بغیر تقسیم کیے نہیں دینا چاہیے۔

اضافہ

نکاح کے بعد رخصتی سے پہلے انتقال:

نکاح ہوگیا، لیکن رخصتی یا تنہائی میں میاں بیوی کے اکٹھے ہونے سے پہلے ہی شوہر کا انتقال ہوگیا تو بیوی وارث ہوگی، وراثت کے لیے صرف نکاح ہی کافی ہے۔(۱)

بہن کا بھائیوں سے میراث نہ لینا:

بہن کا حصہ اگر بھائیوں کے ذمہ قرض ہو تو بہن کے معاف کرنے سے بھائی بری الذمہ ہو جاتے ہیں اور اگر قرضہ نہیں، جائیداد وغیرہ میں حصہ ہے تو صرف معاف کرنے سے بھائیوں کا ذمہ بری نہیں ہوگا، بھائی بہن کے حصے کے مالک اس وقت بنیں گے جبکہ بہن اپنا حصہ ان کو ہبہ کرے اور ہبہ کی شرائط بھی پوری ہوں، ورنہ ہبہ بھی صحیح نہیں ہوگا اور بہن کا حصہ بدستور اس کی ملکیت میں رہے گا۔ یہ اس وقت ہے جب بہنوں کا حصہ دبانے کا رواج نہ ہو، جہاں یہ رواج ہو کہ بہنوں کو میراث کا حصہ ہی نہ دیا جاتا ہو یا معاشرے کے دباؤ کی وجہ سے بہنیں خود حصہ لینے میں شرم و عار محسوس کرتی ہوں، جیسے آج کل اکثر علاقوں میں ہے تو ایسی صورت میں چونکہ بہنوں کی دِلی رضامندی معلوم نہیں ہوتی، اس لیے معاف کرنے اور ہبہ کرنے کے باوجود بھائیوں کے لیے بہن کا حصہ جائز نہیں ہوگا، جہاں دِلی رضامندی کا یقین بھی ہو جائے تو بھی اس سے بچنا چاہیے، کیونکہ اگرچہ اس خاص صورت میں رضامندی پائی گئی لیکن اس سے ایک غیر شرعی رسم کی تائید ہوگی اور بہنوں کے حقوق غصب کرنے کا رواج بڑھے گا۔(۲)

پراویڈنٹ فنڈ میں وراثت:

پراویڈنٹ فنڈ دراصل تنخواہ ہی کا ایک حصہ ہوتا ہے، اس لیے اس میں بھی وراثت جاری ہوگی اور تمام ورثہ کو ان کا مقررہ حق ملے گا۔(۳)

۱- أحسن الفتاوىٰ: ۹/۲۷۵ ۲- أحسن الفتاوىٰ: ۹/۲۷۹

۳- أحسن الفتاوىٰ: ۹/۳۰۱

پنشن کی رقم کا حکم:

پنشن تنخواہ کا حصہ نہیں، حکومت کی طرف سے ایک تعاون ہے، لہٰذا اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی۔

اس بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ جو رقم کسی کی زندگی میں اس کے قبضے میں آ گئی یا اس کے نام جمع کردی گئی وہ اس کا مالک ہو گیا، اس کے مرنے کے بعد اس میں وراثت جاری ہوگی اور تمام مستحق ورثہ میں تقسیم ہوگی اور جو رقم زندگی میں میت کے قبضے میں نہیں آئی، نہ ہی اس کے نام جمع ہوئی تو وہ اس کا مالک نہیں بنا، لہٰذا اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی، بلکہ وہ حکومت کی مرضی پر ہے جس کو دے دے صرف اسی کی ہوگی، ورثہ کا اس میں کوئی حق نہیں ہوگا۔[1]

زندگی میں وراثت کی تقسیم:

وراثت موت کے بعد جاری ہوتی ہے، زندگی میں وارثوں کا کوئی حق نہیں ہوتا، اس لیے زندگی میں اگر کوئی شخص اپنے وارثوں میں جائیداد اور مال ومتاع تقسیم کرنا چاہے تو یہ میراث نہیں کہلائے گا، بلکہ ہبہ ہوگا اور اس پر ہبہ کے احکام وشرائط جاری ہوں گے۔ زندگی میں وارثوں کو مال و جائیداد ہبہ کرنے میں درجِ ذیل احکام ملحوظ رہیں:

۱۔ لڑکوں اور لڑکیوں کو برابر حصہ دینا مستحب ہے، بلاوجہ کسی کو زیادہ کسی کو کم دینا مکروہِ تنزیہی ہے۔

۲۔ دین داری، خدمت، محتاجی وغیرہ معقول وجوہ کی بنا پر بعض کو زیادہ دینا مستحب ہے۔

۳۔ بعض کو محروم کرنے یا نقصان پہنچانے کی غرض سے ان کا حصہ کم کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔

۴۔ بے دین اولاد کو معمولی گزارے سے زیادہ نہیں دینا چاہیے، زائد مال دوسرے ورثہ کو دے یا دینی کاموں میں صرف کرے۔[2]

بہنوں کو جہیز دینے سے ان کا حصہ ختم نہیں ہوتا:

بعض علاقوں اور برادریوں میں یہ رسم ہے کہ بہنوں کو میراث سے حصہ نہیں دیا جاتا۔ ان کی شادیوں پر جو خرچ ہوتا ہے، اور جو تھوڑا بہت جہیز دیا جاتا ہے، اسی کو ان کا حق مانا جاتا ہے، حالانکہ شریعت میں بہنوں کا حق میراث میں ثابت ولازم ہے، جہیز دینے سے ساقط نہیں ہوتا، جہیز کی آڑ میں ان کا حق دبا لینا صریح ظلم اور حرام ہے۔[3]

۱- أحسن الفتاویٰ: ۹/۳۰۲ ۲- أحسن الفتاویٰ: ۹/۳۱۰

۳- عزیز الفتاویٰ: ۷۷۷

جہیز اور مہر میں وراثت:

شادی کے وقت لڑکی کو جو جہیز دیا جاتا ہے اور اس کا جو مہر ہے وہ سب لڑکی کی ملکیت ہے۔ اس کی موت کے بعد لڑکی کے ورثہ میں تقسیم ہوگا۔[۱]

نکاحِ ثانی سے بیوہ میراث سے محروم نہ ہوگی:

شوہر کے مرنے کے بعد اگر عورت دوسری جگہ نکاح کر لے تو بھی پہلے شوہر کے ورثہ میں شمار ہوگی اور اس کو اس کا شرعی حصہ ملے گا۔[۲]

وارث کو عاق کرنا:

کسی وارث کو بلا وجہ میراث سے محروم کرنا گناہ ہے، حدیث شریف میں اس پر شدید وعید آئی ہے، البتہ اگر کوئی اولاد یا وارث بے دین ہو، گناہوں میں مبتلا ہو یا والدین کو تکلیف پہنچاتا ہو تو اس کو محروم کر دینے سے امید ہے کہ مواخذہ نہیں ہوگا۔

لیکن عاق اور محروم کر دینے کے دو طریقے ہیں:

ایک یہ کہ اپنی زندگی میں ہی تمام مال و جائیداد کو اس وارث کے علاوہ دیگر وارثوں یا دوسرے لوگوں میں تقسیم کر دے اور ان کو قبضہ بھی دے دے۔ اس طرح کرنے سے جائیداد ان لوگوں کی ملکیت ہو جائے گی اور اس شخص کی وفات کے بعد اس وارث کو کچھ نہیں ملے گا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اپنی حیات میں جائیداد اور مال کسی کو نہ دے، بلکہ صرف زبانی یا تحریری طور پر یہ طے کر دے کہ میرے مرنے کے بعد فلاں وارث کو میراث سے حصہ نہ دیا جائے۔ اس طرح عاق کرنے کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، لہٰذا اس طرح کہنے یا وصیت کرنے کے باوجود وہ وارث میراث سے محروم نہیں ہوگا۔[۳]

۱- إمداد المفتين : ٨٦٨

۲- أحسن الفتاوىٰ : ٩/ ٣٠٢

۳- إمداد المفتين : ٨٦٩

متفرق مسائل

مسئلہ ۱: ہر ہفتہ نہا دھو کر اور ناف سے نیچے اور بغل وغیرہ کے بال دور کر کے بدن کو صاف ستھرا کرنا مستحب ہے۔ ہر ہفتہ نہ ہو تو پندرہویں دن سہی، زیادہ سے زیادہ چالیس دن، اس سے زیادہ تاخیر کی اجازت نہیں۔ اگر چالیس دن گزر گئے اور یہ غیر ضروری بال صاف نہ کیے تو گناہ ہوگا۔

مسئلہ ۲: اپنے ماں، باپ اور عورت کا اپنے شوہر کو نام لے کر پکارنا مکروہ اور منع ہے، کیونکہ اس میں بے ادبی ہے لیکن ضرورت کے وقت جس طرح ماں باپ کا نام لینا درست ہے، اسی طرح شوہر کا نام لینا بھی درست ہے۔

مسئلہ ۳: کسی جاندار چیز کو آگ میں جلانا درست نہیں، جیسے: بھڑ، کھٹمل وغیرہ کو پکڑ کر آگ میں ڈال دینا، یہ سب ناجائز ہے، البتہ اگر مجبوری ہو کہ ان کو پھونکے بغیر کام نہ چلے تو بھڑوں کا پھونک دینا یا چارپائی میں کھولتا ہوا پانی ڈال دینا درست ہے۔

مسئلہ ۴: کسی بات پر دو طرفہ شرط لگانا جائز نہیں، جیسے کوئی کہے: ''سیر بھر مٹھائی کھا جاؤ تو میں تجھے اتنے روپے دوں گا اور اگر نہ کھا سکے تو میں تجھ سے اتنے روپے لوں گا''، غرض جب دونوں طرف سے شرط ہو تو جائز نہیں، البتہ اگر ایک ہی طرف سے ہو تو درست ہے۔

مسئلہ ۵: جب دو آدمی الگ باتیں کر رہے ہوں تو ان کے پاس نہیں جانا چاہیے۔ چھپ کر ان کی باتیں سننا بڑا گناہ ہے۔

مسئلہ ۶: حدیث شریف میں آیا ہے: ''جو کوئی دوسروں کی بات کی طرف کان لگائے اور ان کو ناگوار ہو تو قیامت کے دن اس کے کان میں گرم گرم سیسہ ڈالا جائے گا۔'' اس سے معلوم ہوا کہ شادی بیاہ میں دولہا دلہن کی باتیں سننا بہت بڑا گناہ ہے۔

مسئلہ ۷: میاں بیوی کی آپس میں تنہائی کے اندر جو باتیں ہوتی ہیں وہ کسی اور سے کہنا بڑا گناہ ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ان بھیدوں کے بتلانے والے پر اللہ تعالیٰ کا غصہ اور غضب سب سے زیادہ ہوتا ہے۔

مسئلہ ۸: کسی کے ساتھ ایسا ہنسی مذاق کرنا جس سے اس کو تکلیف ہو، جائز نہیں۔

مسئلہ ۹: مصیبت کے وقت موت کی تمنا کرنا یا اپنے آپ کو کوسنا درست نہیں۔

مسئلہ (۱۰): شطرنج، تاش وغیرہ کھیلنا درست نہیں اور اگر شرط لگا کر کھیلے تو یہ جوا بھی ہے، ایسی صورت میں دگنا گناہ ہوگا۔

مسئلہ (۱۱): جب لڑکا لڑکی دس برس کے ہو جائیں تو لڑکوں کو ماں، بہن، بھائی وغیرہ کے پاس اور لڑکیوں کو بھائی اور باپ کے پاس لٹانا درست نہیں، البتہ لڑکا اگر باپ کے پاس اور لڑکی ماں کے پاس لیٹے تو جائز ہے۔

مسئلہ (۱۲): کسی کو چھینک آئے تو ''الحمد للہ'' کہنا چاہیے اور جب الحمد للہ کہہ دے تو سننے والے پر اس کے جواب میں '' یَرْحَمُكَ اللّٰه '' کہنا واجب ہے، نہیں کہے گا تو گنہگار ہوگا۔ اگر چھینکنے والی عورت یا لڑکی ہے تو کاف کو زیر کے ساتھ ''یَرْحَمُكِ اللّٰه '' کہا جائے اور اگر مرد یا لڑکا ہے تو کاف کو زبر کے ساتھ کہا جائے۔ پھر چھینکنے والا اس کے جواب میں '' یَغْفِرُ اللّٰه لَنَا وَلَكُمْ '' کہے...... لیکن یہ جواب چھینکنے والے کے ذمہ واجب نہیں، بلکہ بہتر ہے۔

مسئلہ (۱۳): چھینک کے بعد ''الحمد للہ'' کہتے ہوئے کئی آدمیوں نے سنا تو سب پر یرحمک اللہ کہنا واجب نہیں، اگر ان میں سے ایک کہہ دے تو سب کی طرف سے ادا ہو جائے گا، لیکن اگر کسی نے بھی جواب نہیں دیا تو سب گنہگار ہوں گے۔

مسئلہ (۱۴): اگر کوئی بار بار چھینکے اور ''الحمد للہ'' کہے تو صرف تین بار ''یرحمک اللہ'' کہنا واجب ہے، اس کے بعد واجب نہیں۔

مسئلہ (۱۵): حضور ﷺ کا نام مبارک لینے، پڑھنے یا سننے پر درود شریف پڑھنا واجب ہو جاتا ہے، اگر نہیں پڑھا تو گنہگار رہو گا، لیکن اگر ایک ہی جگہ کئی دفعہ نام لیا تو ہر دفعہ درود پڑھنا واجب نہیں، ایک ہی دفعہ پڑھ لینا کافی ہے، البتہ اگر جگہ بدل جانے کے بعد پھر نام لیا یا سنا تو پھر درود شریف پڑھنا واجب ہوگا۔

مسئلہ (۱۶): بچوں کے بال کہیں سے کاٹنا اور کہیں سے چھوڑ دینا جائز نہیں یا تو سارا سر منڈوا دو یا سارے سر پر بال رکھواؤ۔

مسئلہ (۱۷): عورت کا اتنی تیز خوشبو لگانا جس کی مہک نامحرم مردوں تک پہنچ جائے، درست نہیں۔

مسئلہ (۱۸): ناجائز لباس کسی کو سی کر دینا بھی جائز نہیں، شوہر اگر ایسا لباس سلوانا چاہے جس کا پہننا اس کے لیے جائز نہیں تو بیوی عذر کر دے، اسی طرح درزی بھی کسی کے لیے ایسا کپڑا نہ سیے۔

مسئلہ (۱۹): جھوٹے قصے اور بے سند حدیثیں جو جاہلوں نے اردو کی کتابوں میں لکھی ہیں اور معتبر کتابوں میں ان کا کہیں ثبوت نہیں نیز حسن و عشق کی کتابیں دیکھنا اور پڑھنا جائز نہیں، اسی طرح عشقیہ شاعری اور ناجائز محبت کی کہانیاں پڑھنا

خاص کر آج کل کے ناول اور ڈائجسٹ عورتوں کو ہرگز نہیں دیکھنا چاہئیں۔ ان کا خریدنا بھی جائز نہیں۔

مسئلہ ۲۰: عورتوں کے لیے بھی آپس میں السلام علیکم کہنا اور مصافحہ کرنا سنت ہے، اس کو رواج دینا چاہیے۔

مسئلہ ۲۱: کسی اور کے گھر میں کھانا کھاتے ہوئے کسی غریب مسکین کو میزبان کی اجازت کے بغیر کھانے میں سے کچھ دینا جائز نہیں۔

مسئلہ ۲۲: جو دعوت شہرت حاصل کرنے یا اپنی حیثیت دکھانے کے لیے کی جائے تو اس کا قبول نہ کرنا بہتر ہے۔

مسئلہ ۲۳: اگر دعوت میں کوئی کام شریعت کے خلاف ہو تو اگر وہاں جانے سے قبل معلوم ہو جائے تو دعوت قبول نہ کرے، البتہ اگر قوی امید ہو کہ میرے جانے سے وہ خلافِ شرع کام بند ہو جائے گا تو جانا بہتر ہے اور اگر معلوم نہ تھا اور چلا گیا اور وہاں جا کر دیکھا تو اگر یہ شخص عالم اور رہنما ہے تب تو لوٹ آئے اور اگر عالم اور رہنما نہیں، عوام الناس میں سے ہے تو اگر جہاں کھانا لگا ہے وہاں پر وہ خلافِ شرع کام ہو رہے ہوں تو وہاں نہ رکے، واپس آ جائے اور اگر کسی دوسری جگہ پر ہو رہے ہوں تو دعوت میں شریک ہو سکتا ہے۔ بہتر ہے کہ مکان والے کو سمجھائے اور اس برے کام سے منع کرے اور اگر اتنی ہمت نہ ہو تو صبر کرے اور دل سے اسے برا سمجھے اور اگر کوئی شخص دینی رہنما نہ ہو لیکن اثر ورسوخ اور وجاہت والا ہو اور لوگ اس کے عمل کا اتباع کرتے ہوں تو وہ بھی اس مسئلہ میں دینی رہنما کے حکم میں ہے۔

مسئلہ ۲۴: گواہی پر اجرت لینا حرام ہے البتہ گواہ اس وقت کے بقدر جو گواہی میں صرف ہوا ہے معاوضہ لے سکتا ہے جبکہ اس کے پاس کوئی ذریعہ معاش نہ ہو۔

مسئلہ ۲۵: بینک میں روپیہ جمع کر کے اس کا سود لینا تو قطعی حرام ہے، بعض لوگ بینک میں اپنا روپیہ صرف حفاظت کی غرض سے رکھتے ہیں، سود نہیں لیتے، مگر یہ ظاہر ہے کہ بینک اس رقم کو محفوظ نہیں رکھے گا، بلکہ سودی کاروبار میں لگائے گا، اس طرح اس میں بھی گناہ کے کام میں تعاون پایا جاتا ہے۔

مسئلہ ۲۶: جو شخص قضائے حاجت میں مشغول ہو اس کو سلام کرنا حرام ہے اور اس کے لیے جواب دینا بھی جائز نہیں۔

مسئلہ ۲۷: اگر کوئی شخص چند لوگوں میں کسی کا نام لے کر اس کو سلام کرے، مثلاً یوں کہے: ''السلام علیک یا عمر'' تو جس کو سلام کیا ہے اس کے سوا کوئی اور جواب دے تو وہ جواب نہ سمجھا جائے گا اور جس کو سلام کیا ہے اس کے ذمہ جواب باقی ہے گا، اگر جواب نہیں دے گا تو گنہگار ہوگا، مگر اس طرح سلام کرنا خلافِ سنت ہے۔ سنت طریقہ یہ ہے کہ حاضرین میں سے

کسی کو خاص نہ کرے اور سب کی نیت کر کے السلام علیکم کہے اور اگر کسی ایک ہی شخص کو سلام کرنا ہو جب بھی یہی لفظ استعمال کرے اور اسی طرح جواب میں بھی چاہیے جواب جس کو دیا جاتا ہے ایک ہی شخص ہو یا زیادہ ہوں، وعلیکم السلام کہنا چاہیے۔

مسئلہ (۲۸): سوار کو چاہیے پیدل چلنے والے کو سلام کرے اور جو کھڑا ہو وہ بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور تھوڑے سے لوگ بہت سے لوگوں کو سلام کریں اور چھوٹا بڑے کو سلام کرے اور ان سب صورتوں میں اگر بالعکس کرے، مثلاً: بہت سے لوگ تھوڑوں کو یا بڑا چھوٹے کو سلام کرے تو یہ بھی جائز ہے، مگر بہتر وہی ہے جو پہلے بیان ہوا۔

مسئلہ (۲۹): غیر محرم مرد کے لیے کسی جوان یا درمیانی عمر کی عورت کو سلام کرنا ممنوع ہے، اسی طرح خطوں میں لکھ کر بھیجنا یا کسی کے ذریعہ سے کہلا کر بھیجنا اور اسی طرح نامحرم عورتوں کے لیے مردوں کو سلام کرنا بھی ممنوع ہے۔ اس لیے کہ ان صورتوں میں فتنہ کا سخت اندیشہ ہے اور فتنہ کا سبب بھی فتنہ ہوتا ہے، البتہ اگر کسی بوڑھی عورت کو یا بوڑھے مرد کو سلام کیا جائے تو مضایقہ نہیں مگر غیر محارم سے ایسے تعلقات رکھنا ایسی حالت میں بھی بہتر نہیں، البتہ جہاں کوئی ضرورت ہو اور فتنہ کا احتمال نہ ہو تو درست ہے۔

مسئلہ (۳۰): جب تک کوئی خاص ضرورت نہ ہو کافروں کو سلام نہ کرے اور اسی طرح فاسقوں کو بھی اور جب کوئی ضرورت ہو تو مضایقہ نہیں اور اگر اس کے سلام اور کلام کرنے سے ان کے ہدایت پر آنے کی امید ہو تو بھی سلام کرے۔

مسئلہ (۳۱): جو لوگ علمی مذاکرہ کر رہے ہوں یعنی مسائل پر بحث و تحقیق اور علمی گفتگو کر رہے ہوں، پڑھتے پڑھاتے ہوں یا ان میں سے ایک علمی گفتگو کر رہا ہو اور باقی سن رہے ہوں تو ان کو سلام نہ کرے، اگر کرے گا تو گنہگار ہوگا اور اسی طرح تکبیر اور اذان کے وقت بھی (مؤذن یا غیر مؤذن کو) سلام کرنا مکروہ ہے اور صحیح یہ ہے کہ ان تینوں صورتوں میں اگر کوئی سلام کرے تو جواب نہ دے۔

تمت